فتاوٰی رضویّہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

7

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور
پاکستان

islamicvectors.com

Contents

اجمالی فہرست 4

رموز 5

جلدہفتم 6

فتاوٰی رضویہ کی غیر معمولی اہمیت پروفیسر ڈاکٹر رشید احمد جالندھری، ڈائریکٹر ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور 8

فہرست مضامین 10

فہرست ضمنی مسائل 28

باب الجماعۃ (جماعت کا بیان) 38

القِلَادَۃُ الْمُرَصَّعَۃُ فِیْ نَحْرِ الْاَجْوِبَۃِ الْاَرْبَعَۃِ ۱۳۱۲ھ (چارجوابوں کے مقابلہ میں پرویا ہوا ہار) (مولوی اشرف علی تھانوی کے چار[۴] فتووں کارَدِّ بلیغ) 66

اَلْقُطُوْفُ الدَّانِیَۃ لِمَنْ اَحْسَنَ الْجَمَاعَۃَ الثَّانِیَۃ ۱۳۱۳ھ (جماعت ثانیہ کو مستحسن قرار دینے والے کے لئے جھکے ہوئے خوشے) (جماعت ثانیہ کے ثبوت میں) 114

فَصْلُ الْمَسْبُوْق (مسبوق کابیان) 234

فصل الاستخلاف (خلیفہ بنانے کابیان) 250

باب مفسدات الصّلٰوۃ 254

(مفسداتِ نماز کابیان) 254

باب مکروھات الصّلٰوۃ 292

(مکروہات نماز کا بیان) 292

تیجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب ۱۳۲۰ھ (محراب میں قیام امام سے متعلق درستگی کے تاج) (محراب کے معنی اور امام کے محراب میں کھڑا ہونے پر نفیس بحث) 322

باب الوتر والنوافل (وتراور نوافل کابیان) 398

اجتناب العمال عن فتاوی الجھال (قنوت نازلہ پڑھنے کے بارے میں ایک فتوٰی کارَد) 488

انھار الانوار من یم صلٰوۃ الاسرار ۱۳۰۵ھ (صلٰوۃ الاسرار کے پانی سے انوار کی نہریں) (نماز غوثیہ کے ثبوت میں تحقیق رضوی) 570

ازہار الانوار من صبا صلٰوۃ الاسرار ۱۳۰۵ھ 634

(صلٰوۃ الاسرار کی بادصبا سے غنچوں کے پھول) 634

(نماز غوثیہ سے متعلق اہم نکات اور اس کے پڑھنے کا طریقہ) 634

وصّاف الرجیح فی بسملۃ التراویح ۱۳۱۲ھ (تراویح میں بسم اللہ سے متعلق راجح قول کا بیان) (ختم تراویح میں ایک بار جہر سے بسملہ پڑھنے کا بیان) 660

تذلیل 700

مآخذ و مراجع 708

فتاوٰی رِضویّہ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور نمبر ۸
پاکستان (۵۴۰۰۰)

مَنْ یُّرِدِ اللہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ (الحدیث)

اَلْعَطَایَا النَّبَوِیَّۃ فِی الْفَتَاوٰی الرِّضْوِیَّۃِ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

جلد ہفتم

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان

فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ________ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء ________ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوھاری دروازہ، لاھور نمبر (۸) پاکستان (۵۴۰۰۰)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

کتاب______________فتاوی رضویہ جلد ہفتم
تصنیف______________شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز
ترجمہ عربی عبارات__________حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری، لاہور
پیش لفظ______________مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ، لاہور
تخریج و تصحیح______________مولانا نذیر احمد سعیدی و مولانا سردار احمد حسین و مولانا محمد عمر ہزاروی
باہتمام و سرپرستی__________مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلی تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان
ترتیب فہرست______________مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی
کتابت______________محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)
پیسٹنگ______________مولانا محمد یٰسین قادری شطاری
صفحات______________۷۲۰
اشاعت______________رجب المرجب ۱۴۱۵ھ/ دسمبر ۱۹۹۴ء
مطبع______________آر اینڈ ڈبلیو، یس پرنٹرز لاہور
ناشر______________رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
قیمت______________۲۵۰

ملنے کے پتے

* مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
* مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

اجمالی فہرست

پیش لفظ ۵
باب الجماعة ۳۷
باب مفسدات الصلوٰۃ ۲۵۳
باب مکروہات الصلوٰۃ ۲۹۱
باب الوتر والنوفل ۳۹۷
مآخذ ومراجع ۷۰۷

فہرست رسائل

o القلادۃ المرصعة ۶۵
o القطوف الدانیة ۱۱۳
o تیجان الصواب ۳۲۱
o اجتناب العمال ۴۸۷
o انہار الانوار ۵۶۹
o ازہار الانوار ۶۳۳
o وصاف الرجیح ۶۵۹

رموز

محقق : علامہ کمال الدین ابن ہمام صاحب فتح القدیر

ح : علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی صاحب غنیۃ المستملی

ش : علامہ محمد امین ابن عابدین الشامی، صاحب ردالمحتار

ط : علامہ سید احمد الطحطاوی صاحب حاشیۃ الدرالمختار وحاشیہ مراقی الفلاح

الدر : الدرالمختار، علامہ محمد علاء الدین الحصکفی

الدرر : الدرر شرح الغرر، ملا خسرو علامہ محمد بن فراموز

بحر : البحرالرائق، علامہ زین الدین ابن نجیم

ہندیہ : فتاوٰی عالمگیری، جماعت علمائے احناف

نہر : النہرالفائق، سراج الدین عمر بن تمیم

فتح : فتح القدیر، علامہ کمال الدین ابن ہمام

غنیہ : غنیۃ المستملی، علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی

حلیہ : حلیۃ المحلی، ابن امیر الحاج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خزائن علمیہ وذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں منصہ شہود پر لانے کے لئے "رضا فاؤنڈیشن" کے نام سے قائم شدہ ادارہ انتہائی سرعت رفتاری اور کامیابی کے ساتھ اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہاہے۔ اس سے قبل فتاوٰی رضویہ کی چھ مجلدات آپ تک پہنچ چکی ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر عنایت سے ساتویں جلد آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔ اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کاترجمہ فاضل شہیر مترجم کتب کثیرہ حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری نے کیاہے جبکہ جلد ششم کاترجمہ بھی انہیں کی رشحاتِ قلم کانتیجہ ہے۔

جلدہفتم

یہ جلد فتاوٰی رضویہ (قدیم) کی جلد سوم سے **باب الجماعۃ** سے **باب احکام المساجد** تک ۲۶۹ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے۔ متعدد ضمنی مسائل وفوائد کے علاوہ اس جلد میں مندرجہ ذیل چار مستقل ابواب زیر بحث ہیں:

۱۔باب الجماعۃ

۲۔باب مفسدات الصلوٰۃ

۳۔باب مکروہات الصلوٰۃ

۴۔باب الوتر والنوافل

اس کے علاوہ انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات وتدقیقات پر مشتمل سات رسائل بھی پیش نظر جلد میں شامل ہیں جن کے نام یہ ہیں:

۱۔القلادۃ المرصعۃ فی نحر الاجوبۃ الاربعۃ (۱۳۱۲ھ)

مولوی اشرف علی تھانوی کے چار فتووں کارَدِّ بلیغ

۲۔القطوف الدانیة لمن احسن الجماعة الثانیة (۱۳۱۳ھ)

جماعت ثانیہ کے ثبوت سے متعلق نادر تحقیقات

۳۔تیجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب (۱۳۲۰ھ)

محراب کے معنی اور امام کے محراب میں کھڑا ہونے پر نفیس بحث

۴۔اجتناب العمال عن فتاوی الجھّال (۱۳۱۶ھ)

قنوتِ نازلہ پڑھنے کے بارے میں ایک فتوی کارد

۵۔انہار الانوار فی یم صلٰوۃ الاسرار (۱۳۰۵ھ)

نماز غوثیہ کے ثبوت میں تحقیق رضوی

۶۔ازہار الانوار من صبا صلٰوۃ الاسرار (۱۳۰۵ھ)

نماز غوثیہ سے متعلق اہم نکات اور اس کے پڑھنے کا طریقہ

۷۔وصاف الرجیح فی بسملة التراویح (۱۳۱۲ھ)

ختم تراویح میں ایک بار جہر سے بسملہ پڑھنے کا بیان

مندرجہ ذیل رسائل دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے اس جلد میں شامل نہ ہوسکے:

۱۔حسن البراعة فی تنقید حکم الجماعة

جماعت اولٰی کے بیان میں

۲۔رعایة المنه فی ان التہجد نفل اوسنه

نماز تہجد نفل یا سنت

۳۔الرد الاشد البہی فی ہجر الجماعة الگنگہی

جماعت ثانیہ کے بیان میں

ڈاکٹر رشید احمد جالندھری ڈائریکٹر ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور کے ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو آواری ہوٹل میں پڑھے گئے مقالہ کا وہ حصہ جو فتاوٰی رضویہ سے متعلق ہے جلد ہفتم میں شامل کیا جارہا ہے۔

۲۳ جمادی الاول ۱۴۱۵ھ حافظ محمد عبدالستار سعیدی
۲۹ اکتوبر ۱۹۹۴ء ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

فتاوٰی رضویہ کی غیر معمولی اہمیت

پروفیسر ڈاکٹر رشید احمد جالندھری، ڈائریکٹر ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور

یہ بات محتاج بیان نہیں کہ دین قیم کے اسرار وحکم اور دقائق وحقائق انہی قلوب پر منکشف ہوتے ہیں جو مجلّا ومصفّٰی ہیں اور حسن مطلق کی جلوہ گاہ ہیں۔ چنانچہ یہی لوگ ہیں جو دین اور معاشرے کے تعلق پر گہری نظر رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ دین، دنیا میں مخلوق خدا کی بہتری کے لئے آیا ہے، اس کی مشکلات میں اضافہ کرنے کے لئے نہیں آیا۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ جو آدمی اپنے معاشرے کے احوال وظروف سے آگاہ نہیں وہ "عالم" کہلانے کا مستحق نہیں۔ مولانا مرحوم نے اپنے فتاوٰی میں معاشرے کے رسم ورواج اور عرف وعادات کو نگاہ میں رکھا ہے اور مقدور بھر سعی کی ہے کہ ایک مسلمان آسانی سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کو سرانجام دینے کی سعادت حاصل کرے۔ چنانچہ انہوں نے اس سلسلہ میں بنیادی نکتہ یہ بیان کیا ہے کہ فرائض کی ادائیگی اور محرمات سے اجتناب کو رضاء مخلوق پر مقدم رکھے اور فتنہ وفساد سے بچنے اور انسانی قلوب کی مدارات ومراعات کے لئے غیر اولٰی امور کو ترک کردیا جائے۔ چنانچہ فتاوٰی رضویہ جلد چہارم (طبع جدید) میں فرماتے ہیں:

"پس ان امور میں ضابطہ کلیہ واجبۃ الحفظ یہ ہے کہ فعل فرائض وترک محرمات کو ارضائے خلق پر مقدم رکھے اور ان امور میں کسی کی مطلق پروانہ کرے، اور اتیان مستحب وترک غیر اولٰی پر مدارات خلق ومراعات قلوب کو اہم جانے اور فتنہ ونفرت، ایذاء اور وحشت کا باعث ہونے سے بچے"۔

یہ بات شاید کسی وضاحت کی محتاج نہیں کہ جو لوگ شریعت مطہرہ کی روح اور حکمت وعلت سے تغافل برتتے ہیں اور ظاہری الفاظ کی پیروی کرنے پر زور دیتے ہیں، وہ بعض اوقات امّت میں اختلاف وتشتّت کا باعث بنتے ہیں اور لوگوں کو مشقت وتنگی سے دوچار کرتے ہیں۔ اگر ان کی نگاہ سے شریعت کا بنیادی مقصد اوجھل نہ ہوتا تو ان کا زہد خشک لوگوں کو غیر اولٰی اور لایعنی باتوں میں الجھنے نہ دیتا۔ اسی نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اسی طرح جو عادات ورسوم خلق میں جاری اور شرع مطہر سے ان کی حرمت وشناعت نہ ثابت ہو ان میں اپنے ترفّع وتنزّہ کے لئے خلاف وجدال نہ کرے کہ یہ سب امور ایتلاف وموانست کے معارض اور

مرادو محبوب شارع کے مناقض ہیں۔ ہاں ہاں ہوشیار و گوش دار! کہ یہ وہ نکتہ جمیلہ و حکمت جلیلہ و کوچہ سلامت و جادہ کرامت ہے جس سے بہت (سے) زاہدان خشک اور اہل تکشف جاہل وغافل ہوتے ہیں، وہ اپنے زعم میں محتاط و دین پرور بنتے ہیں اور فی الواقع مغز حکمت و مقصود شریعت سے دور پڑتے ہیں"۔ (فتاوٰی رضویہ ۴ (جدید) ص۵۲۸)

میں یہاں مولانا مرحوم کے فتاوٰی سے اور مثالیں دینا چاہتا تھا، لیکن تنگی وقت کی بنا پر ایسا نہیں کرسکتا۔ واقعہ یہ ہے کہ مولانا کو اسلامی فقہ میں جو عبور و رسوخ حاصل ہے اس کی بنیادی وجہ قرآن وسنّت سے ان کی گہری شیفتگی اور وابستگی ہے۔ چنانچہ میری اہل علم سے گزارش ہے کہ وہ مولانا مرحوم کے فتاوٰی کا گہری نظر سے مطالعہ فرمائیں اور فلسفہ دین اور روح عصر سے آگاہ ہو کر لوگوں کے مسائل حل کریں اور انہیں مشقت و تنگی میں گرفتار ہونے سے بچائیں۔

فہرست مضامین

باب الجماعة	۳۷	تشہد میں سلام سے پہلے شریک ہوجانے سے جمعہ مل جاتا ہے۔	۵۲
امام کے لئے وسطِ مسجد میں کھڑا ہونا سنت متوارثہ ہے	۳۷	مقتدی نے التحیات پوری نہیں کی تھی کہ امام کھڑا ہوگیا یا سلام پھیر دیا تو مقتدی التحیات ضرور پوری کرے۔	۵۲
محراب حقیقی، محراب صوری، مسجد شتوی، مسجد صیفی کا بیان	۳۷	ایک شخص تنہا فرض پڑھ رہا ہے اور دوسرا آئے تو اس کے ساتھ اسے ملنا ضروری ہے یا نہیں۔	۵۳
امام کو در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔	۳۸	کوئی بدمذہب ایک مصلّے پر نماز پڑھ رہا ہو تو دوسرا اسی مصلّے پر فوراً نماز شروع کرسکتا ہے۔	۵۳
مشغول اور مصروف طلبہ کو احیاناً بشراء ترک جماعت کی اجازت ہے۔	۳۹	جماعت ثانیہ جائز ہے۔	۵۴
مسجد کی تنگی کی وجہ سے صف اول کے مقتدی امام سے متصل ہوں تو کراہت ہے یا نہیں۔	۴۰	ایسی جماعت جو کراہت تحریمہ پر مشتمل ہو اس میں شریک ہونا چاہئے یا نہیں۔	۵۸
صف میں فرجہ ممنوع ہے اس کے متعلق احادیث	۴۱	امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور دوسرا آئے تو مقتدی کو پیچھے لائے خواہ نیت باندھنے کے بعد یا پہلے۔	۶۱
آٹھ نو برس کا لڑکا مردوں کی صف میں کھڑا ہوسکتا ہے جبکہ اکیلے ہو اس کو ہٹا کر اس کی جگہ پر دوسرے کا کھڑا ہونا گناہ ہے۔	۵۱	o رسالہ **القلادة المرصعة فی نحر الاجوبة الاربعة** مولوی اشرف علی کے چار فتووں کا رَد۔	۶۵
کسی وجہ سے نماز کا اعادہ کیا جائے تو نیا آدمی شریک ہوسکتا ہے یا نہیں۔	۵۲		
مسبوق اپنی فوت شدہ نماز جہر سے پڑھے یا آہستہ	۵۲		
قضائے عمری کے ادا کرنے کا ایک اختراعی طریقہ کارد	۵۲		

سوال اول وچہارم کا جواب	۶۹	حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد کہ مجھے جماعت صبح میں حاضر ہونا تمام شب کی نماز سے زیادہ محبوب ہے۔	۸۴
پاؤں سے معذور شخص کا حکم جو اذان سے قبل ایک شخص کو ساتھ ملا کر اقامت کے ساتھ جماعت کرالیتا ہے۔	۶۹	جواب سوال سوم	۸۵
عذر ساقط وجوب جماعت ہے نہ کہ ساقط جواز۔	۶۹	خوف فوت تہجد کو ترک جماعت کے لئے عذر بنانا بیہودگی ہے۔	۸۵
کسی شے کے حقیقتاً ہونے اور حکماً ہونے میں بہت فرق ہے۔	۶۹	تہجد عادتِ صالحین ہے اور اللہ تعالٰی کے قریب کرنے والا، گناہ سے روکنے والا اور برائیوں کا کفارہ ہے۔	۸۵
حدیث متواتر ہے کہ سورۃ اخلاص کا ثواب ثلث قرآن مجید کے برابر ہے۔	۶۹	تہجد وجماعت میں تعارض نہیں لہٰذا ان میں سے کوئی بھی دوسرے کی تفویت کا داعی نہیں۔	۸۷
حدیث مبارکہ کہ نماز عشاء باجماعت، نصف شب اور نماز فجر باجماعت کامل شب کے قیام کے مساوی ہے۔	۶۹	اذان سن کر مسجد میں نہ آنا ظلم اور نفاق ہے۔	۸۷
حدیث مبارک "ماآجِد لك رخصة" کا معنی اور مصنف کی تحقیق	۷۱	قیلولہ کا وقت ضحوہ کبرٰی سے نصف النہار تک ہے۔	۸۷
پاؤں کا عذر عذر فی الحضور ہے نہ عذر للحاضر	۷۶	طویل اور غفلت کی نیند کا علاج یہ ہے کہ تکیہ نہ رکھے، کھانے کے فوراً بعد نہ سوئے، سوتے وقت دل کو جماعت سے خوب متعلق کرے اور کھانا تھوڑا کھائے۔	۸۸
بعض لوگوں نے مسجد میں اقامت کہہ کر باجماعت نماز پڑھ لی، پھر مؤذن، امام اور دوسرے لوگوں نے جماعت کرائی تو جماعت مستحبہ دوسری پہلی جماعت مکروہ ہے۔	۷۸	اگر کوئی شخص نو بجے عشاء پڑھ کر سوگیا دس بجے اٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لیں تو تہجد ہوگیا۔	۸۹
جواب سوال دوم	۸۱	سوتے وقت اللہ تعالٰی سے توفیق جماعت کی دعا کرے اور اس پر سچا توکل کرے۔	۹۰
تہجد فوت ہوجانے کے خوف سے ترک جماعت جائز نہیں۔	۸۱	کسی معتمد کو متعین کرے کہ وقت جماعت سے پہلے اس کو جگادے۔	۹۰
تہجد کے بارے میں صرف ترغیبات ہیں جبکہ ترک جماعت پر ہولناک وعیدیں۔	۸۱	ابن لہیعہ راوی میں کلام ہے۔ (حاشیہ)	۹۰
آئندہ کسی سنت کے فوت ہوجانے کے خوف سے فی الحال کسی سنت کا ترک ناجائز ہے۔	۸۲		
بہ نیت تہجد سونے والا اگر تہجد نہ بھی پاسکے تو ثواب تہجد پاتا ہے اور اس کی نیند اللہ تعالٰی کی طرف سے صدقہ ہے۔	۸۳		

جماعت اولٰی پر تہجد کی ترجیح باطل محض ہے کیونکہ مستحب واجب کے برابر نہیں ہوسکتا۔	۹۱	حنفی کے شافعی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی شرائط	۱۱۶
ہمارے ائمہ کے نزدیک تمام سنن رواتب تہجد سے اہم اور آکد ہیں۔	۹۴	اگر مسجد محلّہ میں اہل محلّہ نے باذان واقامت بروجہ سنت، اما موافق المذہب، سالم العقیدہ، متقی، مسائل داں، صحیح خواں کے ساتھ جماعت اولٰی خالیہ عن الکراہۃ ادا کرلی پھر باقی ماندہ لوگ آئے انہیں تکرار جماعت باعادہ اذان ہمارے نزدیک ممنوع وبدعت ہے اور بلااعادہ اذان جائز ہے۔	۱۲۵
تہجد اور سنن رواتب کی افضلیت سے متعلق وارد احادیث میں تطبیق۔ حاشیہ	۹۵	محراب میں جماعت ثانیہ مکروہ اور محراب سے ہٹ کر بلاکراہت جائز ہے۔	۱۲۸
جماعت، سنن رواتب اور تہجد میں درجات کی ترتیب	۹۹	جماعت ہورہی ہے تو الگ نماز پڑھنا گناہ ہے۔	۱۲۹
ترک اولویت میں حکم کراہت نہیں۔	۱۰۰	امام کے انتظار میں مقتدیوں کو بیٹھا رہنا ضروری نہیں۔	۱۳۱
مصنف علیہ الرحمۃ کے رسالہ "حسن البراعۃ فی تنقید حکم الجماعۃ" کا خلاصہ	۱۰۱	جماعت کا تارک کون؟	۱۳۱
حکم جماعت کے بارے میں ہمارے ائمہ کرام کے یہ چھ اقوال ہیں: فرض عین، فرض کفایہ، واجب عین، واجب کفایہ، سنت مؤکدہ، مستحب۔	۱۰۱	حلال خور جماعت میں شریک ہوسکتا ہے اور جہاں جگہ ملے کھڑا ہوسکتا ہے اسے جماعت سے روکنا گناہ ہے۔	۱۳۲
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تارکین جماعت پر اظہار غیظ وغضب۔	۱۰۳	جو بلاعذر شرعی جماعت میں شریک نہ ہو سخت گناہگار ہے (یہ جواب پورا دستیاب نہ ہوا)	۱۳۷
سنیت ووجوب کیسے ثابت ہوتے ہیں۔	۱۱۰	امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور دوسرا آئے تو بہتر ہے کہ مقتدی پیچھے ہٹے۔	۱۳۸
مطلق منطقی اور مطلق اصولی کی تعریف اور ان میں فرق۔	۱۱۰	امام کا مصلّی صف سے ملا رہے یا الگ، اور الگ رہے تو کتنا۔	۱۴۰
مسجد طریق جس کا امام ومؤذن معین نہیں اس میں ہر جماعت جماعت اولٰی ہوتی ہے لہٰذا جو گروہ آئے اپنی اذان واقامت سے جماعت کرائے۔	۱۱۱	جماعت ہونے سے پہلے کچھ لوگ نماز پڑھ لیں تو ان کا کیا حکم ہے۔	۱۴۱
○ رسالہ **القطوف الدانیۃ لمن احسن الجماعۃ الثانیۃ** (جماعت ثانیہ کے ثبوت میں)	۱۱۳	جماعت جتنی کثیر ہو ثواب زیادہ ہوگا۔	۱۴۳
تکرارِ جماعت کے جواز وافضلیت کی بارہ صورتیں۔	۱۱۳		
جماعت ثانیہ کے جواز سے متعلق ضابطہ	۱۱۵		

جماعت ثانیہ سے متعلق سوال	۱۴۴	داڑھی منڈے صف اول ہی میں کیوں نہ ہوں انہیں ہٹانا منع ہے۔	۱۹۳
بوقت ضرورت محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں۔	۱۵۰	پانچوں نمازیں جماعت سے مسجد میں پڑھنا واجب ہے۔	۱۹۴
غیر مقلدین صف میں ہوں تو قطع صف ہوگا۔	۱۵۰	وظیفہ یا تلاوت وغیرہ کے سبب جماعت چھوڑنا جائز نہیں۔	۱۹۴
امام آمین بالجہر اور رفع یدین کرے تو حنفی اس کی اقتداء میں نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔	۱۵۱	جماعت ثانیہ کے لئے اذان کا اعادہ ناجائز ہے تکبیر میں حرج نہیں۔	۱۹۴
جماعت ثانیہ سے متعلق سوال	۱۵۲	بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے الگ کرنا شدید ظلم ہے۔	۱۹۵
وسط مسجد میں امام کا کھڑا ہونا مسنون متوارث ہے۔	۱۷۲	مغرب کے علاوہ دوسری نمازوں میں اذان کے بعد انتظار کرنا ضرور ہے کہ لوگ ضرورت سے فارغ ہو کر آجائیں۔	۱۹۶
محراب بنانے کی حکمت	۱۷۲	مکان چھوڑ کر آنے سے خطرہ ہو تو ترک جماعت کے لئے یہ عذر ہو سکتا ہے۔	۱۹۶
حدیث "اذاجئت الصلٰوۃ فوجدت الناس فصل معھم" کے متعلق ایک علمی سوال	۱۷۳	جذامی کے باعث جماعت میں انتشار ہوتا ہو تو اسے گھر ہی نماز پڑھنا چاہیئے۔	۱۹۶
محل اختلاف علماء میں خلاف کی مراعات بالاجماع مستحب ہے جبکہ مکروہ کا ارتکاب نہ ہو۔	۱۸۶	جو وہابیہ کے عقائد سے واقف ہو کر انہیں مسلمان جانے اس کی وجہ سے صف میں قطع ہوگا۔	۱۹۷
حدیث "وان کنت قد صلیت" اور آیہ کریمہ "من تطوع خیرا فھو خیر لہ" کی بحث۔	۱۸۹	امام یا مقتدی کا وضو جاتا رہے تو باہر کس طرح آئے۔	۱۹۷
فجر کی جماعت ہو رہی ہے اور کوئی آئے تو سنت پڑھ کر جماعت میں شریک ہو یا بغیر پڑھے۔	۱۹۱	وہابیہ کی جماعت ہو رہی ہو اسی وقت سنی اپنی جماعت کر سکتے ہیں جبکہ فتنہ نہ ہو۔	۱۹۸
جماعت کے اکثر لوگوں کو کوئی ضرورت ہو تو مستحب وقت سے پہلے جماعت کی جاسکتی ہے۔	۱۹۱	ایک مسجد میں ایک وقت میں ایک فرض کی دو جماعتیں ممنوع ہیں۔	۱۹۸
جذامی کو مسجد سے روکا جائے یا نہیں۔	۱۹۲	جماعت ثانیہ سے متعلق سوال	۱۹۸
غسل کی ضرورت ہو اور غسل کرنے میں فجر کا وقت ختم ہو جانے کا اندیشہ ہو تو تیمّم کرکے نماز پڑھ لے پھر اعادہ کرے۔	۱۹۲		
تکبیر کہہ کر رکوع میں شامل ہو جانے سے جماعت میں شرکت ہوگی یا نہیں۔	۱۹۲		
لوگ تنہا تنہا فرض پڑھیں جماعت سے نہ پڑھیں تو وہ تارک جماعت کہلائیں گے یا نہیں۔	۱۹۳		

ایک صف پر دو چار آدمی الگ الگ فرض پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔	۱۹۹	امام کے لئے مصلی ہونا اور مقتدیوں کے لئے نہ ہونا اگر اس لئے ہے کہ دونوں میں امتیاز رہے تو برا ہے اور اگر امام کے اکرام کے لئے ایسا ہے تو ٹھیک ہے۔	۲۱۸
جماعت کے لئے اوقات کا تعین گھڑی سے کیا جاسکتا ہے۔	۲۰۰	ایک ایسی صورت کا بیان جس میں کسی شخص پر کسی جماعت کا دار ومدار ہے۔	۲۱۸
کسی خاص شخص کے انتظار میں تاخیر جائز ہے جبکہ وقت میں گنجائش ہو۔	۲۰۰	صف کے سلسلہ میں تین باتوں کا حکم دیا گیا جس کو لوگوں نے آج کل چھوڑ رکھا ہے۔	۲۱۹
سنت مؤکدہ کی تعریف	۲۰۰	مکہ معظّمہ کے چار مصلوں کو ناجائز بتانے والے کا حکم	۲۲۵
کسی مالدار کی محض مالداری کے سبب رعایت کرنا جائز نہیں مگر جبکہ رعایت نہ کرنے میں فتنہ ہو۔	۲۰۰	امام پر مقتدی تحکم نہیں کرسکتا۔	۲۲۹
مقتدی ایک ہی ہو تو امام کے برابر دہنی طرف کھڑا ہو اور پاؤں کا گٹّا امام کے گٹّے سے آگے نہ رکھے۔	۲۰۱	کھانا تیار ہو اور جماعت بھی تیار تو پہلے کیا کرے۔	۲۲۹
مسجدیں دو طرح کی ہوتی ہیں عام اور خاص، جماعت کے لحاظ سے دونوں کا الگ الگ حکم ہے۔	۲۰۴	جماعت کا وقت ہوگیا ہے ابھی کچھ لوگوں نے وضو نہیں کیا ہے تو ان کے انتظار میں جماعت میں تاخیر کی جاسکتی ہے یا نہیں۔	۲۳۰
امام کے انتظار میں جماعت میں تاخیر جائز ہے یا نہیں۔	۲۰۵	امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو تو اسے پیچھے کھینچنا چاہئے یا نہیں۔	۲۳۱
ترک جماعت یا مسجد میں نہ آنے کا جو عادی ہے وہ فاسق ہے۔	۲۰۶	مسجد کا نچلا حصہ مردوں کے لئے اور چھت عورتوں کے لئے مخصوص کردیا جائے تو جائز ہے یا نہیں۔	۲۳۱
جماعت کو واجب یا سنت مؤکدہ نہ جاننا غلطی ہے۔	۲۰۷	**فصل المسبوق**	۲۳۳
جماعت ثانیہ کے متعلق سوال	۲۰۷	جس کو مغرب کی تیسری رکعت ملی ہو وہ جب چھوٹی ہوئی نماز پڑھے تو دوسری رکعت میں قعدہ کرے یہی صحیح ہے۔	۲۳۳
ایک مصلے پر چند آدمی فرداً فرداً فرض پڑھیں تو فرض ادا ہوگا یا نہیں۔	۲۰۷	جو رکوع میں شامل ہو وہ نیت کے بعد بغیر ہاتھ باندھے جماعت میں شریک ہوجائے۔	۲۳۵
متون شروح فتاوٰی سے حوالے دیئے جاسکتے ہیں۔	۲۱۰	مسبوق چھوٹی ہوئی نماز کس ترتیب سے پڑھے۔	۲۳۵
جماعت ثانیہ کے متعلق سوال	۲۱۳	مسبوق جماعت میں شامل ہوجائے اگرچہ امام سجدہ سہو میں ہو اقتداء درست ہوگی۔	۲۳۶

امام التحیات میں ہو اس وقت سنتیں پڑھنا اور جماعت میں شریک نہ ہونا کیسا ہے۔	۲۳۶	**باب مفسدات الصلوٰۃ**	۲۵۳
امام کے قعدہ اخیرہ میں مسبوق تشہد کی تکرار کرے اور السلام علیک سے تکرار کرے تو کوئی ممانعت نہیں۔	۲۳۷	نمازی کو کوئی پنکھا سے ہوا کرے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔	۲۵۳
مسبوق سجدہ سہو میں امام کی متابعت کرے گا سلام میں نہیں ورنہ نماز فاسد ہوگی۔	۲۳۸	نمازی کے آگے سے گزرنے سے نماز میں خلل نہیں آتا گزرنے والا گنہگار ہوتا ہے۔	۲۵۴
امام مسافر ہو اور مقتدی مقیم اور مقتدی ایک یا دونوں رکوع نہ پائے تو امام کے سلام کے بعد مقتدی کس طرح نماز پوری کرے۔	۲۳۹	نمازی کے آگے سے کتنے فاصلہ تک گزرنا منع ہے۔	۲۵۴
مسبوق اپنی فوت شدہ نماز میں فاتحہ اور سورت دونوں پڑھے گا مگر مسافر امام کا مقتدی اپنی فوت شدہ نماز میں ساکت رہے گا۔	۲۴۱	قعدہ اولیٰ میں عادت سے زیادہ امام دیر لگادے اور مقتدی اس خیال سے کہ امام کو سہو ہوگیا ہے تکبیر کہے تو مقتدی کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔	۲۵۷
مسبوق جس کی تین رکعتیں چھوٹ گئی ہوں صرف ایک رکعت ملی ہو وہ کس طرح نماز پوری کرے۔	۲۴۲	تنہا فرض پڑھنے والا تکبیرات انتقالیہ بلند آواز سے اس لئے کہتا ہے کہ دوسرے لوگ اس کے ساتھ شامل ہوجائیں یا کسی نمازی کے پاس کوئی اس خیال سے کھڑا ہوجائے کہ یہ تکبیر بالجہر کرے تو وہ شریک ہو اور نمازی نے اطلاع کے لئے جہر سے تکبیر کہی تو ان دونوں صورتوں میں نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔	۲۶۹
اقتدائے مقیم بالمسافر پر ایک شبہ کا ازالہ	۲۴۳	امام کے رکوع یا سجدہ سے فارغ ہونے کے بعد مقتدی رکوع وسجدہ کرے اس کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔	۲۷۴
فصل الاستخلاف	۲۴۹	آیہ یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ امام نے پڑھی اور مقتدی کے منہ سے عادۃً صلی اللہ علیہ وسلم نکل گیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔	۲۷۹
امام کا وضو جاتا رہے تو کیا کرے۔	۲۴۹	ایسی غلطی جس سے معنی فاسد ہوں اس پر لقمہ دینا فرض کفایہ ہے۔	۲۸۰
امام نے ایک امی کو خلیفہ بنایا اور اس نے دوسرے کو، نماز درست ہوگی یا نہیں۔	۲۵۰	لقمہ دینے کے کچھ اصول	۲۸۶
امام جو سورت پڑھ رہا تھا خلیفہ نے اس کے علاوہ کوئی دوسری سورت پڑھی نماز ہوگی یا نہیں۔	۲۵۲	لقمہ دینا جائز ہے خواہ کوئی نماز ہو۔	۲۸۹
امام وضو کرنے کے بعد خلیفہ کی اقتداء میں نماز پڑھے خلیفہ کو ہٹا کر خود امام نہیں ہوسکتا۔	۲۵۲		

باب مکروہات الصلوٰۃ	۲۹۱	مزار کے روضہ کا دروازہ بند ہو تو اس کے سامنے نماز پڑھنے میں حرج نہیں۔	۳۰۲
ستون کے درمیان امام کا کھڑا ہونا مکروہ ہے۔	۲۹۱	فرض، واجب، سنت مؤکدہ وغیرہ کے احکام۔	۳۰۵
امام کی جگہ مقتدیوں سے تین گرہ اونچی ہو تو کیا حکم ہے۔	۲۹۱	پاس میں تمباکو ہو تو نماز ہوجائے گی اور اگر اس میں بدبو ہو تو مکروہ ہوگی۔	۳۰۵
سجدہ کو جاتے ہوئے پائچوں کو گھٹنے سے اوپر چڑھالینا یا کہنیاں کھلی رہنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔	۲۹۶	چادر وغیرہ کی گھوگی بناکر نماز پڑھنے سے نماز مکروہ ہوگی۔	۳۰۶
نماز میں ٹوپی گرجائے تو اٹھالینا افضل ہے۔	۲۹۷	ریشمی کپڑے مردوں کے لئے حرام ہیں اور ان میں نماز مکروہ، اور اگر امام ہو تو سب کی مکروہ۔	۳۰۸
کسی کے واسطے امام نے قرات یا رکوع دراز کیا تو کیا حکم ہے۔	۲۹۷	کہنی کھلی رہنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔	۳۰۹
دھوبی بدل کر دوسرے کپڑے دے جائے تو انہیں پہن کر نماز جائز نہیں۔	۳۹۸	ساری یا دھوتی پیچھے سے بندھی ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔	۳۱۲
جوڑا باندھ کر عورتیں نماز پڑھ سکتی ہیں۔	۳۹۸	جہاں ان کا پہننے کا رواج نہ ہو وہاں ان کا پہننا بھی مکروہ۔	۳۱۳
چادر سر سے اوڑھ کر نماز پڑھنی چاہئے صرف کندھے سے ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔ نماز میں سر سے ڈھلک کر کندھے پر آجائے تو اشارہ سے سر پر رکھ لینا چاہئے۔	۲۹۹	گٹّے سے نیچے تہبند مکروہ ہے۔	۳۱۳
سر پر رومال یا بلا ٹوپی کے رومال باندھ کر نماز پڑھنے سے مکروہ ہوگی۔	۲۹۹	بیٹھ کر نماز پڑھنا کب جائز ہے۔	۳۱۳
جبکہ نہ دخول ہو نہ منی نکلے غسل واجب نہیں تلاوت وغیرہ کرسکتا ہے۔	۳۰۰	جوتیاں سامنے رکھ کر نماز پڑھنا منع ہے، جوتے کہاں رکھے جائیں۔	۳۱۳
پتلون پہننا مکروہ اور نماز بھی مکروہ ہوگی، یوں ہی گلوبند، رومال، پگڑی وغیرہ جس سے پیشانی چھپی ہو نماز مکروہ ہوگی۔	۳۰۱	وردی میں نماز مکروہ ہے یونہی دھوتی میں۔	۳۱۸
در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔	۳۰۱	چشمہ لگا کر نماز پڑھائے تو کیا حکم ہے۔	۳۱۸
جراب یا موزہ میں نماز جائز ہے۔	۳۰۱	در کے متعلق مفصل بیان۔	۳۱۸
		٥ رسالہ **تیجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب** (محراب کے معانی اور اس میں کھڑے ہونے کی تحقیق)	۳۲۱

کلمہ لا بائس کبھی دفع توہم بائس کیلئے آتا ہے اگرچہ وہ کام سنت بلکہ واجب ہو۔	۳۲۳	تہبند کے نیچے لنگوٹ ہو یا داڑھی میں ڈاٹ ہو یا جیب میں روپیہ پیسہ ہو نماز صحیح ہوگی یا نہیں۔	۳۸۴
منافی وجوب، ترک سے نفی حرج ہے نہ کہ فعل سے۔	۳۳۰	کمر میں پٹکا ہو تو نماز صحیح ہے۔	۳۸۵
علامہ شامی کے کلام میں تنافی کا رفع۔	۳۳۱	شیروانی، انگرکھے وغیرہ کے بٹن گھنڈی نہ لگے ہوں تو نماز ہوتی ہے یا نہیں، اس کا مفصل بیان	۳۸۵
محراب کے معنی اور اس میں قیام کے بارے میں مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق۔	۳۳۷	جہاں تصویریں ہوں وہاں نماز پڑھنے کا حکم	۳۸۷
موجودہ صورت میں محراب کی تعمیر کا آغاز ولید بن عبدالملک کے عہد خلافت میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا۔	۳۴۶	کس تصویر سے کراہت پیدا ہوتی ہے۔	۳۸۷
ردائے مشتمل میں نماز صحیح ہے۔	۳۵۵	گٹّے سے نیچے ازار ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔	۳۸۸
قرآن مجید قصداً خلاف ترتیب پڑھنا سخت گناہ ہے لیکن خلاف ترتیب سے نہ سجدہ سہو واجب ہوگا نہ نماز کا اعادہ	۳۵۷	ننگے سر نماز پڑھنے کا حکم	۳۸۹
دلائی، چادر وغیرہ خلاف معتاد اوڑھ یا پہن کر نماز پڑھنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔	۳۵۸	آیہ کریمہ محمد رسول اللہ والذین معہ کو سن کو مقتدی نے قصداً یا سہواً صلی اللہ علیہ وسلم کہا تو نماز کا کیا حکم ہے۔	۳۹۰
بغیر ٹوپی کے گلوبند سر پر باندھ کر نماز پڑھانا خلاف سنت ہے۔	۳۶۰	جوتے پہن کر مسجد میں جانا خلافِ ادب ہے۔ ادب کی بنا عرف پر ہے	۳۲۹
مسجد کے اندر اور اس کے صحن دونوں میں جماعت کرنی جائز ہے۔	۳۶۲	کسی نے پہلی آیت میں لم یکن الذین کفروا اور دوسری میں سورہ دہر پڑھی تو اس سے دو کراہتیں پیدا ہوں گی۔	۳۹۳
جوتے پہن کر نماز پڑھنے کی تحقیق (یہ جواب پورا دستیاب نہ ہوسکا)	۳۶۲	مسجد کے حجرہ میں نماز جائز ہے۔	۳۹۳
حقہ، بیڑی وغیرہ کی بدبو منہ میں ہو تو نماز مکروہ ہوگی، ایسی حالت میں مسجد میں جانا بھی حرام۔	۳۸۴	جو بلاعذرِ شرعی مسجد میں نماز نہ پڑھتا ہو وہ فاسق اور مردود الشہادۃ ہے۔	۳۹۳
نماز میں کھجلی معلوم ہو تو ضبط کرے ورنہ ایک یا دو بار کھجلائے اس سے زیادہ نہیں۔	۳۸۴	مسروقہ کپڑوں میں نماز مکروہ ہوگی۔	۳۹۴
		امام عمامہ باندھے او مقتدی بلاعمامہ کے ہوں تو نماز میں کوئی خرابی نہیں	۳۹۴
		نماز جنازہ پڑھانے میں جو جائے نماز ملتی ہے اس کا کرتا وغیرہ بنانے میں کوئی حرج نہیں، نہ اس میں نماز مکروہ۔	۳۹۵

باب الوتر والنوافل	۳۹۷	جمعہ سے پہلے کی سنّتیں چھوٹ جائیں تو جمعہ کے بعد وقت کے اندر پڑھ لے ادامیں شمار ہوں گی قضامیں نہیں۔	۴۲۲
جو فرض پڑھ چکا ہے اور اسی فرض کی جماعت قائم ہوئی تو وہ بہ نیت نفل شریک ہو جائے۔	۳۹۷	فجر کے فرض پڑھ لے اور سنّتیں رہ جائیں تو سورج بلند ہونے کے بعد پڑھے اس سے پہلے نہیں۔	۴۲۴
نئے کپڑے یا نئے جوتے میں نفل جائز ہے جبکہ انگلیوں کے پیٹ زمین سے لگنے میں جوتے مانع نہ ہوں۔	۳۹۷	فجر کی جماعت ہو رہی ہے اور سنت پڑھنے کا موقع نہ ہو تو جماعت میں شریک ہونا ضروری ہے۔	۴۲۵
رمضان شریف میں وتر باجماعت مسجد میں پڑھنا افضل ہے یا گھر میں تنہا، اس میں علماء کا اختلاف ہے۔	۳۹۸	نفل اور سنّتیں جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے، رمضان شریف کے علاوہ وتر کی جماعت احیاناً ہو جائے تو حرج نہیں۔	۴۲۶
عشاء جماعت سے پڑھی ہو تو وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔	۴۰۰	تراویح، کسوف، اور استسقاء کے علاوہ تمام نوافل جماعت سے جائز ہیں جبکہ تداعی کے ساتھ نہ ہو ورنہ مکروہ۔	۴۳۰
تہجد سنت مستحبہ ہے اور تمام مستحب نمازوں سے افضل	۴۰۰	تداعی کے معنی	۴۳۰
تراویح وتحیۃ المسجد کے علاوہ تمام نوافل خواہ راتبہ ہوں یا غیر راتبہ گھر میں پڑھنا افضل ہے۔	۴۱۰	صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کی ترکیب اور وقت	۴۴۲
نفل کی جماعت تداعی کے ساتھ مکروہ ہے، کسوف وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے۔	۴۱۶	تراویح یا نوافل ایک نیت سے چار رکعت، قعدہ اولٰی میں درود شریف، دعا وغیرہ اور تیسری میں ثناء پڑھنا جائز ہے۔	۴۴۳
رمضان شریف کے اخیر جمعہ میں قضائے عمری کے لئے جو طریقہ اختراع کیا گیا ہے وہ غلط اور بدعت شنیعہ ہے۔	۴۱۷	بالغ کی نماز نابالغ کے پیچھے جائز نہیں خواہ نفل ہی ہو۔	۴۴۴
ایام عاشورہ میں نماز پڑھنا بہترین عبادت ہے۔	۴۱۸	نماز ضحٰی اور نماز چاشت ایک ہی ہے۔	۴۴۵
وتر کی نیت کس طرح کی جائے۔	۴۱۹	شرعی معنوں میں جدّت اچھی نہیں۔	۴۴۵
طویل قیام کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پائے مبارک میں ورم ہونا حدیثوں سے ثابت ہے۔	۴۲۰	تہجد کم از کم دو۲ رکعت ہے۔	۴۴۶
عشاء کی آخری نفل بیٹھ کر پڑھنا حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔	۴۲۱	کچھ سونے کے بعد تہجد پڑھنا چاہئے۔	۴۴۶
تہجد پڑھنے والا تراویح کے بعد وتر پڑھ سکتا ہے۔	۴۲۲		
تراویح کی کچھ رکعتیں جماعت سے چھوٹ گئی ہوں تو ان کو وتر سے پہلے یا بعد پڑھ لے۔	۴۲۲		

صلوٰۃ التسبیح، وتر اور سنت فجر میں کون کون سی سورتیں پڑھی	۴۴۶	شبینہ کا حکم۔	۴۶۴

جائیں۔			
سنتیں پڑھنے کے بعد اور فرض پڑھنے سے پہلے باتیں کرنے سے سنتوں کا ثواب تو کم ہوجاتا ہے مگر باطل نہیں ہوتیں، نہ فرض میں نقصان آتا ہے ہاں سنتوں کا اعادہ بہتر ہے۔	۴۴۸	عشا کی نماز تنہا پڑھنے والا وتر کی جماعت میں شریک نہیں ہوسکتا۔	۴۶۷
مسجد سے بغیر نماز پڑھے چلے جانا منع ہے۔	۴۵۰	ایک مسجد میں دوحافظ دس دس رکعتیں تراویح پڑھائیں اور پہلے نے جو پارے پڑھے ہیں وہی دوسرا بھی پڑھے ایسا جائز ہے یا نہیں۔	۴۶۸
تراویح کی دس رکعتیں ایک سلام سے پڑھنا جائز ہے مگر مکروہ۔	۴۵۴	عشا کی نماز تنہاپڑھنے والا تراویح کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے لیکن وتر کی جماعت میں شریک نہیں ہوسکتا۔	۴۶۸
اصح یہ ہے کہ بالغوں کی نماز نابالغوں کے پیچھے صحیح نہیں۔	۴۵۵	ختم قرآن کے دن بیسویں رکعت میں الم تا مفلحون اور چند دوسری آیتیں مثلاً ماکان محمد وغیرہ پڑھ کر تراویح ختم کرنے میں حرج نہیں۔	۴۶۹
تراویح سنت مؤکدہ ہے اس کو سنت عمری کہہ کر بدعت کہنا جہالت ہے	۴۵۷	تراویح بلاعذرِ شرعی چھوڑنے والا فاسق ہے جبکہ اس کا عادی ہو۔	۴۷۱
تراویح میں ایک بار پورا قرآن مجید پڑھنا مؤکدہ ہے۔	۴۵۸	ختم قرآن پر اُجرت کی ایک صورت۔	۴۷۲
صرف سورہ فاتحہ اور اخلاص سے تراویح پڑھنا بھی جائز ہے مگر سورہ فیل سے پڑھنا بہتر ہے، جیساکہ عام طور پر رائج ہے۔	۴۵۹	شبینہ مکروہ ہے۔	۴۷۲
تراویح میں ختم قرآن میں ایک بار جہر سے بسم اللہ پڑھنا چاہیے۔	۴۵۹	تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد ہاتھ اٹھاکر دعامانگنے کا حکم	۴۷۲
الم ترکیف سے تراویح جائز ہے، ہر ترویحہ کے بعد دعامانگنا بھی جائز۔	۴۶۰	تراویح کے متعلق ایک شبہ کاازالہ	۴۷۳
ایک حافظ ایک مسجد میں بارہ رکعت اور دوسری میں آٹھ رکعت پڑھائے ایسا جائز ہے یا نہیں۔	۴۶۰	تراویح میں ہر سورہ پر جہر سے بسم اللہ شریف پڑھنے کا حکم	۴۷۴
بلاعذر شرعی تراویح کی جماعت چھوڑنا منع ہے۔	۴۶۱	تراویح پڑھنے کا طریقہ	۴۷۴
ایک شخص ایک جگہ بیس رکعت پڑھائے اور دوسری جگہ بھی بیس رکعت پڑھائے ایسا جائز ہے یا نہیں۔	۴۶۳	شبینہ کے متعلق سوال	۴۷۵
		سورہ توبہ پر اعوذباللہ من النار ومن شر الکفار الخ پڑھنا بے اصل ہے بلکہ محدثاتِ عوام سے ہے۔	۴۸۱
جو شخص یہ کہے کہ تراویح میں قرآن شریف سننے سے بہتر	۴۸۲	اطلاق وعموم سے استدلال نہ کوئی قیاس ہے نہ مجتہد سے خاص	۴۹۲

ذکر ولادت شریف سننا ہے ایسے کا کیا حکم ہے۔			
وتر کی جماعت چھوڑنے والے کا کیا حکم ہے۔	۴۸۳	کذب وبہتان کی نسبت ائمہ کرام اور علماء اعلام کی طرف کرنا گستاخی اور توہین شان ہے جس پر توبہ لازم ہے۔	۴۹۷
وتر کی تیسری رکعت میں فاتحہ کے ساتھ کوئی بھی سورت ملائی جاسکتی ہے سورہ اخلاص ہی کاملانا ضروری نہیں۔	۴۸۴	ایک جاہ وہابی مفتی مصنفِ "ضروری سوال" کی تیس جہالتوں کا بیان۔	۴۹۹
دعائے قنوت میں سہو ہونے سے سجدہ سہو کب ہوتا ہے۔	۴۸۴	قنوت فجر کے بارے میں ہمارے مشائخ کرام تصریح فرماتے ہیں کہ منسوخ ہے، ہاں محلِ نظر یہ ہے کہ یہاں عموم نسخ ہے یا نسخ عموم۔	۴۹۹
وتر کا مسبوق اپنی فوت شدہ نماز میں وتر پڑھے یا نہیں۔	۴۸۴	آیہ کریمہ "لیس لك من الامر شیئ اویتوب علیهم او یعذبهم فانهم ظلمون کا شان نزول اور اس کا معنی	۴۹۹
دعائے قنوت یاد نہ ہو اور سورہ اخلاص تین بار پڑھ لیا جائے تو نماز ہوگی یا نہیں۔	۴۸۵	ائمہ کرام اہلسنت کا کوئی مسئلہ ضلالت اور فی النار نہیں وہ سب حق وہدایت اور سبیل جنت ہے۔	۵۰۳
٥ رسالہ **اجتناب العمال عن فتاوی الجهال** (قنوت نازلہ کے بیان میں)	۴۸۷	محاورہ عرب میں لفظ زعم بمعنی مطلق قول اور بمعنی کلام نا محقق آیا ہے۔	۵۰۳
نماز فجر میں قنوت پڑھنا جائز نہیں لیکن جب کوئی فتنہ یا کسی قسم کی بلا واقع ہو تو نماز فجر میں قنوت پڑھنے میں مضائقہ نہیں۔	۴۸۸	حدیث اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا جو قنوت فجر کی نہی سے متعلق ہے اس میں تین روای شدید ضعیف ہیں۔	۵۰۴
تحقیق یہی ہے کہ سختیوں کے وقت نماز صبح میں قنوت منسوخ نہیں۔	۴۸۹	عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کا والد مسعود مسلمان نہیں تھا۔	۵۰۴
نازلہ ہر سختی زمانہ کو کہتے ہیں جو لوگوں میں نازل ہو۔	۴۹۲	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اپنے سے افضل واحق برامامت سمجھتے تھے مگر طالب قصاص عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔	۵۰۷
نکرہ حیز شرط میں واقع ہو تو عام ہوتا ہے۔	۴۹۲		
طاعون وباء اور ان کی مثل ہر بلیّہ عامہ کے لئے قنوت صحیح حدیثوں کے اطلاقات سے ثابت ہے۔	۴۹۶		

صاحب اشباہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہشتم رجب ۹۷۰ھ کو ہوا۔	۵۰۸	نازلہ کے علاوہ فجر میں دعائے قنوت پڑھنا مکروہ ہے۔	۵۲۷
مصنف "ضروری سوال" کی طرف سے واقع ہونے والی تصحیف اغلاط۔	۵۱۱	نازلہ مثلاً طاعون ووبا وغیرہ میں دعائے قنوت پڑھنا جائز ہے۔	۵۲۷
مصنف "ضروری سوال" کی اغلاط ترجمہ	۵۱۳	زمانہ نازلہ میں فجر میں دعائے قنوت پڑھی جائے باقی نمازوں میں نہیں	۵۳۰
مصنف "ضروری سوال" کی اغلاط روایت	۵۱۵	قنوت نازلہ کے متعلق چند سوال	۵۳۰
ایک روایت میں آٹھ غلطیاں کیں۔	۵۱۶	مسبوق وتر کس طرح پوری کرے۔	۵۴۳
شہداء بئر معونہ کو قراء کہنے کی وجہ کیا ہے۔	۵۱۷	تراویح ہورہی ہے اور کچھ لوگ آئے جنھوں نے عشاء نہیں پڑھی ہے یہ لوگ عشا کی جماعت کرسکتے ہیں، اس حکم پر ایک شبہ اور اس کا ازالہ۔	۵۴۴
ان شہداء کو شہید کرنے کی سازش کرنے والا عامر بن طفیل کفر پر مرا۔	۵۱۸	جس نے عشا تنہا یا جماعت سے پڑھی ہو مگر تراویح پڑھانے والے امام کے پیچھے عشا نہ پڑھی ہو وہ تراویح کے امام کی اقتداء کرسکتا ہے یا نہیں۔	۵۵۵
حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قاتل اسلام لے آیا تھا۔	۵۱۸	وتر کی جماعت، جماعتِ فرض کی تابع ہے یا نہیں، اس کا مفصل بیان۔	۵۵۵
مصنف "ضروری سوال" کی عوام کو فریب دہی۔	۵۲۰	تراویح کی دوسری رکعت میں بیٹھنا بھول گیا اور تیسری میں بیٹھا اور سجدہ سہو کیا نماز ہوئی یا نہیں۔	۵۶۷
مصنف کی مذکور کی اپنے ہی توبہ نامہ کی متعدد وجوہ سے مخالفت۔	۵۲۳	ان رکعتوں میں جو قرآن پڑھا گیا اس کا اعادہ ہے یا نہیں۔	۵۶۷
مصنف مذکور کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اول نمبر کی وہابیت اور غیر مقلدی ہے، اور یہ کہ وہ اپنی قدیم وہابیت پر قائم ہے۔	۵۲۴	تراویح کی جماعت ہورہی ہے وہاں عشاء کی جماعت کی جاسکتی ہے۔	۵۶۸
خلاصہ کلام و تقریب مرام	۵۲۴	٥ رسالہ **انہار الانوار من یم صلٰوۃ الاسرار** (نماز غوثیہ کے ثبوت میں)	۵۶۹
جاہل کو مفتی بننا حلال نہیں، نہ اس کے فتوٰی پر اعتماد جائز	۵۲۵	صلٰوۃ الاسرار یعنی نماز غوثیہ مبارک، مشائخ عظام کا معمول اور قضائے حاجات و حصول مرادات کے لئے عمدہ طریق مقبول ہے۔	۵۷۱
فجر کی دوسری رکعت کے رکوع کے بعد دعائے قنوت یا دوسری دعائیں ہاتھ اٹھا کر بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔	۵۲۵		

نماز غوثیہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے جس کو اکابر علمانے اپنی تصانیف میں روایت فرمایا۔	۵۷۱	بھلائی یا برائی ثابت ہو وہ بھلی یا بری ہے اور جس کی نسبت کچھ ثابت نہ ہو وہ معاف وجائز ومباح ہے۔	۵۸۳
نماز غوثیہ کی ادائیگی کا طریقہ	۵۷۱	فعل جواز کی دلیل ہے اور عدم فعل ممانعت کی دلیل نہیں۔	۵۸۳
نماز غوثیہ کی اجازت دینے اور اجازت لینے کا بیان	۵۷۲	محبوبانِ خدا سے توسل قطعاً محمود اور ہرگز اخلاص وتوکل کے خلاف نہیں	۵۸۴
شیخ وجیہ الدین علوی احمد آبادی کا تعارف اور مناقب	۵۷۲	استشفاع وتوسل پر متعدد احادیث وآثار	۵۸۴
نماز غوثیہ کی مداومت اولیاء طریقہ قادریہ کے آداب میں سے ہے۔	۵۷۳	عثمان بن خالد بن عمر بن عبداللہ متروک الحدیث ہے جس سے ابن ماجہ کے سوا کتب ستّہ میں کہیں روایت نہیں جبکہ عثمان بن عمر بن فارس عبدی بصری ثقہ ہین جو بخاری ومسلم وغیرہما تمام صحاح کے رجال سے ہیں۔	۵۸۸
مصنف بہجۃ الاسرار امام ابوالحسن نورالدین علی شطنوفی کے فضائل	۵۷۳	عتبہ بن غزوان رقاشی طبقہ ثالثہ سے ہیں جن کو تقریب میں مجہول الحال کہا گیا جبکہ حضرت عتبہ بن غزوان بن جابر مزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ جلیل القدر صحابی اور بدری ہیں جو سترہ ہجری میں شہید ہوئے۔	۵۹۰
کتاب بہجۃ الاسرار کتاب عظیم ومشہور ہے۔	۵۷۵	نماز غوثیہ کے افعال پر کلام	۵۹۳
اکابر کی روایات کو بے وجہ وجیہ رد کرنا جہال یا خبیث وضلالت ہے۔	۵۷۶	محبوبان خدا کی تعظیم اہم واجبات اور اعظم قربات سے ہے۔	۵۹۴
کسی خاص عبارت کو الحاقی ثابت کرنے کے دو طریقے ہیں۔	۵۷۶	محبوبان خدا کے لئے جو تواضع کی جاتی ہے وہ درحقیقت خدا ہی کے لئے تواضع ہے۔	۵۹۵
شیخ ابن عربی کی تصنیف 'فتوحات مکیہ' کے ایک نسخے کا تذکرہ جو شیخ علیہ الرحمۃ کے اپنے دستخط سے مزیّن ہے۔	۵۷۷	تواضع لغیر اللہ جو کہ ممنوع ہے اس کی شکل یہ ہے کہ کسی کافر یا دنیادار غنی کیلئے اس کے سبب تواضع ہو۔	۵۹۷
نماز غوثیہ کو قرآن وحدیث کے خلاف بتانا محض بہتان وافترا ہے۔	۵۸۱		
جن باتوں کا ذکر قرآن وحدیث میں نہ نکلے وہ ہرگز ممنوع نہیں بلکہ اللہ تعالٰی کی معافی میں ہیں۔	۵۸۲		

حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں صحابہ کرام رضوان تعالٰی علیہم اجمعین اور اولیاء وعلماء کا خشوع وخضوع	۵۹۷	محبوبان خدا کی طرف جانا اور بعد وصال ان کی قبور کی طرف چلنا یکساں ہے۔	۶۰۷
حضرت امام مالک جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرتے تو رنگ بدل جاتا اور جھک جاتے۔	۶۰۰	توسل میں توجہ باطن ضروری ہے اور ظاہر عنوان باطن، لہٰذا یہ چلنا مقرر ہوا۔	۶۰۷
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار اقدس پر حاضری کے آداب	۶۰۱	قضائے حاجت کیلئے صلوٰۃ کن فیکون اور اس کے بعد دعا کرنے کا طریقہ۔	۶۰۷
بوقت توسل محبوبان خدا کی طرف منہ کرنا چاہئے اگرچہ قبلہ کو پیٹھ ہوجائے	۶۰۲	نماز استسقاء میں قلب رداء کی حکمت	۶۰۷
حضرت امام شافعی اور دیگر علماء واہل حاجات حاجت روائی کے لئے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مزار پر حاضر ہوکر ان سے توسل کرتے۔	۶۰۵	ظاہر مصلح خاطر ہوتا ہے لہٰذا جس امر میں جمع عزیمت وصدق ارادت کا اہتمام درکار ہو اس کے مناسب افعال وجوارح رکھے جائیں۔	۶۰۸
نکات غامضہ کو محبوبان خدا سے توسل کا مستحسن طریقہ کیا ہے۔	۶۰۵	تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین اور تشہد میں انگشتِ شہادت سے اشارے کی حکمت۔	۶۰۸
روضہ اقدس پر حاضری کے وقت منہ قبلہ کی طرف ہو یا مواجہہ شریف کی طرف، خلیفہ ابو جعفر منصور کے سوال پر امام مالک علیہ الرحمۃ کا جواب	۶۰۵	جہاں انسان سے کوئی تقصیر واقع ہوئی ہو عمل صالح وہاں سے ہٹ کر کرے۔	۶۰۹
سوال حاجت سے پہلے دو رکعت نماز کی تقدیم مناسب ہے۔	۶۰۶	حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باب دعا میں تفاؤل پر بہت نظر رکھتے تھے۔	۶۰۹
خدا ہر جگہ سنتا ہے اور بے سبب مغفرت فرماتا ہے مگر ارشاد یوں ہوتا ہے کہ گنہگار بندے تیری خدمت میں حاضر ہوکر ہم سے دعائے بخشش کریں	۶۰۶	نماز کسوف میں جنت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیوارِ بلہ میں نظر آئی تو چند قدم آگے بڑھے۔	۶۱۳
علماء متقدمین ومتاخرین نے آیہ کریمہ "ولو انھم اذظلموا انفسھم جاؤک" کو زمانہ حیات ووفات سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں عام اور حاضری مزار مبارک کو حاضری مجلس اقدس کی مثل سمجھا۔	۶۰۶	نماز کے افعال واحکام میں اسرار اور حکمتیں	۶۱۵
		نہاری نمازوں میں اخفاءِ قراء ت اور لیلٰی نمازوں میں جہر کی حکمت	۶۱۵
		جمعہ وعیدین میں نہاریت کے باوجود حکم جہر کیوں ہے؟	۶۱۵

نماز کسوف میں جماعت کثیرہ کے باوجود حکم جہر کیوں ہے۔	۶۱۵	تصور شیخ کی ترکیب	۶۲۶
رات کو ایک نیت سے آٹھ رکعت کی اجازت اور دن کو چار سے زائد کی ممانعت کیوں ہے؟	۶۱۵	○ رسالہ **ازہار الانوار من صبا صلوٰۃ الاسرار** (نماز غوثیہ کے نکات اور طریقہ)	۶۳۳
ہر دو رکعت پر جلسہ کیوں واجب ہے اور اس میں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یاد کیوں واجب ہے؟	۶۱۵	مصنف علیہ الرحمہ نے مولانا الشاہ محمد ابراہیم قادری مدراسی کی استدعا پر انہیں نماز غوثیہ کی اجازت فرمائی۔	۶۳۴
فرض نمازوں میں پچھلی رکعتوں میں قرأت کیوں معاف	۶۱۵	نماز غوثیہ قضاءِ حاجات اور دفعِ اشرار کے لئے مجرب ہے۔	۶۳۴
منفرد پر جہر کے واجب نہ ہونے کی حکمت	۶۱۵	مصنف علیہ الرحمۃ کا سلسلہ اجازت نماز غوثیہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ تک متصلاً پہنچتا ہے۔	۶۳۵
رکوع، سجود اور قعود میں قرأت کیوں ممنوع ہے۔	۶۱۵	نماز غوثیہ کی ترکیب اور فضیلت کے بارے میں سرکار غوثیہ کی ترکیب اور فضیلت کے بارے میں سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد۔	۶۳۷
رکوع کے بعد قومہ اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ کی حکمت	۶۱۶	نماز غوثیہ میں مشائخ قادریہ کے ہاں دو طریقے ہیں: طریقہ صغرٰی اور طریقہ کبرٰی۔	۶۳۸
توبہ کے لئے بلند جگہ پر جانا چاہئے اور اس عمل کی حکمت	۶۱۶	طریقہ صغرٰی کی تفصیل اور ارشاد غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شرح۔	۶۳۸
بوقت حاجت عراق کی طرف چلنے کے لئے گیارہ قدموں کی تخصیص کی وجہ۔	۶۱۷	نماز غوثیہ سے قبل تازہ وضو کرنا اور صدقہ کرنا مستحسن ہے۔	۶۳۸
بالجملہ نماز غوثیہ میں اصلاً کوئی محذور شرعی نہیں ہے۔	۶۱۹	نماز غوثیہ کے بعد کن کلمات کے ساتھ اللہ تعالٰی کی حمد کرنی چاہئے۔	۶۳۹
عقائد وہابیہ پر اطلاع پانے اور ان کے رد کیلئے کن کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے۔	۶۲۰	نماز غوثیہ کے بعد درود وسلام کن الفاظ کے ساتھ پڑھا جائے۔	۶۴۱
اعمال مشائخ میں تجدید واحداث کی ہمیشہ اجازت ہے۔	۶۲۰	حمد باری تعالٰی اور درود وسلام کے بعد معتدل چال سے بغداد کی طرف گیارہ قدم چلے۔	۶۴۲
اصول مذاہب وہابیہ پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مشرک وبدعتی قرار پاتے ہیں جو کہ سنّی موحد ہیں۔	۶۲۲		
نادعلی کی ترکیب اور اس دعا کے الفاظ	۶۲۲		
علماء وہابیہ سے جملہ معترضہ کے طور پر ایک چبھتا ہوا سوال	۶۲۳		
ختم خواجگاں، ختم مجدّد الف ثانی اور دعاءِ حزب البحر کے فوائد	۶۲۴		

مصنف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی طرف سے بریلی شہر سے جہتِ بغداد اور جہت مدینہ منور کا استخراج	۶۴۲	کسی آیۃ کے چند بار نازل ہونے سے اس کا چند آیتیں ہونا لازم نہیں ہوتا۔	۶۶۴
دعا ایک پرندہ ہے اور درود شریف اس کے پر۔	۶۴۸	بسم اللہ کا ہر سورت کی جز ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متواتر ہونا تو در کنار ثابت بھی نہیں۔	۶۶۴
جس دعا کے اول وآخر درود شریف ہو وہ رد نہیں ہوتی۔	۶۴۹	قول جزئیت پر ادعائے اجماع محض افترا ہے بلکہ صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم کا تو عدم جزئیت پر اجماع تھا۔	۶۶۵
ابو جعفر منصور کا حضرت امام مالک سے سوال کہ میں قبلہ کی طرف منہ کرکے دعا مانگوں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف۔	۶۴۹	تمام قراء کے نزدیک بسم اللہ شریف بقرہ سے ناس تک کسی سورۃ کی جز نہیں تاہم بسم اللہ کے جز فاتحہ ہونے میں قراء کا اختلاف ہے۔	۶۶۷
لطیفہ نظیفہ کہ نماز غوثیہ کے بعد عراق کی طرف چلنے کے حکم میں غوث اعظم نے گیارہ عدد قدم اٹھانے کی تخصیص کیوں فرمائی۔	۶۵۲	جزئیت بسم اللہ شریف ہرگز قطعی نہیں خود قائلین جزئیت منکر قطعیت ہیں۔	۶۶۸
٥ رسالہ **وصاف الرجیح فی بسملۃ التراویح** (ختم تراویح میں بسم اللہ ایک بار جہر سے پڑھنا چاہئے)	۶۵۹	ختم قرآن عظیم میں کم از کم ایک بار بسم اللہ شریف پڑھنے پر قراء کا اجماع ہے۔	۶۷۲
بسم اللہ شریف قرآن مجید کی ایک آیت ہے تو ختم میں ایک بار پڑھی جائے۔	۶۶۱	سورہ براۃ کے سوا کسی سورۃ کے شروع سے ابتداءِ تلاوت ہو تو اتیان بسملہ مجمع علیہ ہے پھر ہر دو سورتوں کے درمیان اثبات وحذف میں قراء مختلف ہیں۔	۶۷۲
بسم اللہ شریف تراویح میں ایک بار جہر سے پڑھی جائے ورنہ سنت ختم ادا نہ ہوگی۔	۶۶۱	غیر مبسلین کی قراءت میں ترک بسملہ تو قطعاً نافی جزئیت ہے اور مبسملین کی قراءت میں اثباتِ بسملہ ہرگز مثبت جزئیت نہیں۔	۶۷۶
بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں صرف ایک آیت ہے جو سورتوں میں فصل کے لئے اتاری گئی نہ وہ فاتحہ کی جز نہ ہر سورت کی، تو قرآن عظیم نام ہے ایک سو چودہ ۱۱۴ سورتوں اور ایک آیت کا جو کہ بسم اللہ شریف ہے۔	۶۶۲	اگر مذہب عاصم جزئیت ہو بھی تو ہم پر ان کی اتباع لازم نہیں کیونکہ مذہب میں ہم ان کے مقلد نہیں۔ ایک ہی بار بسم اللہ شریف پڑھنے کی صورت میں ختم قرآن ہرگز ناقص نہیں۔	۶۷۷
مسئلہ مذکورہ کی تحقیق میں پندرہ افادات	۶۶۲	اگر بفرض غلط روایتِ عاصم جزئیت ہر سورت ہو بھی تو پھر بھی ختم تراویح میں ہر بسملہ میں جہر کی اصلاً حاجت نہیں۔	۶۷۷
بسم اللہ شریف جمہور ائمہ، صحابہ اور تابعین کے نزدیک کسی سورت کی جز نہیں۔	۶۶۲		

قرأت واحدہ کی اتباع وعدم اتباع کی تحقیق۔	۶۷۸	دور صحابہ سے اب تک تعلیم وتدریس قرآن کا طریقہ	۶۸۹
اگر بفرض غلط جہر بھی متواتر ہو جب بھی مصالح شرعیہ یہاں اخفاء کا حکم فرماتی ہیں۔	۶۷۹	صحابہ کرام دس دس آیتیں مع ان کے علم وعمل کے سیکھتے تھے۔	۶۹۰
تالیف قلوب کے لئے ترک افضل جائز ہے۔	۶۸۰	حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بارہ سال اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آٹھ سال میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سورہ بقرہ پڑھی۔	۶۹۱
نماز تراویح میں جہر بسملہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر بتانا حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افتراء صریح ہے بلکہ کسی نماز میں بھی جہر بسملہ متواتر نہیں بلکہ اس کے ثبوت میں سخت نزاع ہے۔	۶۸۱	صحت روایت پر مدارِ قراءت ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق	۶۹۴
ائمہ دین جہر کو بدعت قرار دیتے ہیں۔	۶۸۱	خلاصہ کلام وتقریب مرام	۶۹۸
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاءِ راشدین نماز میں بسم اللہ آہستہ پڑھتے تھے۔	۶۸۴	قاری عبدالرحمان پانی پتی اور گنگوہی صاحب کے باقی کلام کا رَد	۶۹۹
بسم اللہ شریف نماز میں باآواز پڑھنا گنواروں کی قراءۃ ہے۔	۶۸۵	گنگوہی صاحب سے پانچ سوال	۷۰۰
ہمارے علماء نے صاف فرمادیا کہ بسم اللہ شریف کے جہر واخفاء میں امام قرأت کا اتباع بیرون نماز ہے نماز میں آہستہ ہی پڑھے۔	۶۸۷	قاری عبدالرحمان پانی پتی پر بیس وجوہ سے رَد۔	۷۰۰
جہر واخفاء کے بارے میں روایاتِ قراء سب بیرون نماز کی ہیں۔	۶۸۷	قرآن عظیم میں روافض کے ادعائے تحریف۔	۷۰۲
		بعض ائمہ مجتہدین اور قراء کے سنین وصال۔	۷۰۵

فہرست ضمنی مسائل

تجوید وقرأت		جہر واخفاء کے بارے میں روایاتِ قراء سب بیرون نماز کی ہیں	۶۷۸
تراویح میں ہر سورہ پر جہر سے بسم اللہ شریف پڑھنے کا حکم	۴۷۴	**امامت**	
وتر کی تیسری رکعت میں فاتحہ کے ساتھ کوئی بھی سورت ملائی جاسکتی ہے سورہ اخلاص ہی ملانا ضروری نہیں۔	۴۸۴	حنفی کی شافعی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی شرائط	۱۱۶
بسم اللہ شریف تراویح میں ایک بار جہر سے پڑھی جائے ورنہ سنت ختم ادا نہ ہوگی۔	۶۶۱	امام آمین بالجہر اور رفع یدین کرے تو حنفی اس کی اقتداء میں نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔	۱۵۱
تمام قراء کے نزدیک بسم اللہ شریف بقرہ سے ناس تک کسی سورۃ کی جز نہیں تاہم بسم اللہ کے جز فاتحہ ہونے میں قراء کا اختلاف ہے۔	۶۶۷	امام کے لئے مصلی ہونا اور مقتدیوں کے لئے نہ ہونا اگر اس لئے ہے کہ دونوں میں امتیاز رہے تو برا ہے اور اگر امام کے اکرام کے لئے ایسا ہے تو ٹھیک ہے۔	۲۱۸
ختم قرآن عظیم میں کم از کم ایک بار بسم اللہ شریف پڑھنے پر قراء کا اختلاف ہے۔	۶۷۲	امام پر مقتدی تحکم نہیں کرسکتا۔	۲۲۹
سورۃ براءۃ کے سوا کسی سورۃ کے شروع سے ابتداءِ تلاوت ہو تو اتیان بسملہ مجمع علیہ ہے پھر ہر دو سورتوں کے درمیان اثبات وحذف میں قراء مختلف ہیں۔	۶۷۲	امام کا وضو جاتا رہے تو کیا کرے۔	۲۴۹
قرأت واحدہ کی اتباع وعدم اتباع کی تحقیق	۶۷۸	امام نے ایک امّی کو خلیفہ کیا اور اس نے دوسرے کو، نماز درست ہوگی یا نہیں۔	۲۵۰
		احکام مسجد	
		مسجد کا نچلا حصہ مردوں کے لئے اور چھت عورتوں کے لئے مخصوص کردیا جائے تو جائز ہے یا نہیں۔	۲۳۱

مسجد کے اندر اور اس کے صحن دونوں میں جماعت کرنی جائز ہے۔	۳۶۲	جذامی کو مسجد سے روکا جائے یا نہیں۔	۱۹۲
حقہ، بیڑی وغیرہ کی بدبو منہ میں ہو تو نماز مکروہ ہوگی ایسی حالت میں مسجد میں جانا بھی حرام	۳۸۴	داڑھی منڈے صف اول ہی میں کیوں نہ ہوں، انہیں ہٹانا منع ہے۔	۱۹۳
جوتے پہن کر مسجد میں جانا خلاف ادب ہے، ادب کی بناء عرف پر ہے۔	۳۹۲	ایک صف پر دو چار آدمی الگ الگ فرض پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔	۱۹۹
مسجد کے حجرہ میں نماز جائز ہے۔	۳۹۳	نماز میں ٹوپی گر جائے تو اٹھالینا افضل ہے۔	۲۹۷
مسجد سے بغیر نماز پڑھے چلا جانا منع ہے۔	۴۵۰	دھوبی بدل کر دوسرے کپڑے دے جائے تو انہیں پہن کر نماز جائز نہیں	۲۹۸
سجود السہو		جوڑا باندھ کر عورتیں نماز پڑھ سکتی ہیں۔	۲۹۸
دعائے قنوت میں سہو ہونے سے سجدہ سہو کب ہوتا ہے۔	۴۸۴	چادر سر سے اوڑھ کر نماز پڑھنی چاہئے صرف کندھے سے ہو تو نماز مکروہ ہوگی، نماز میں سر سے ڈھلک کر کندھے پر آجائے تو اشارہ سے سرپر رکھ لینا چاہئے۔	۲۹۹
تراویح کی دوسری رکعت میں بیٹھنا بھول گیا اور تیسری میں بیٹھا اور سجدہ سہو کیا نماز ہوئی یا نہیں۔	۵۶۷	سرپر رومال یا بلاٹوپی کے رومال باندھ کر نماز پڑھنے سے مکروہ ہوگی۔	۲۹۹
اجارہ		جبکہ نہ دخول ہو نہ منی نکلے غسل واجب نہیں تلاوت وغیرہ کرسکتا ہے۔	۳۰۰
ختم قرآن پر اُجرت کی ایک صورت	۴۷۲	جراب یا موزہ میں نماز جائز ہے۔	۳۰۱
امامت کی تنخواہ لینی جائز ہے مگر بچنا بہتر	۴۷۲	چشمہ لگا کر نماز پڑھائے تو کیا حکم ہے۔	۳۱۸
حظر واباحت		ردائے مشتمل میں نماز صحیح ہے۔	۳۵۵
نماز کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے۔		بغیر ٹوپی کے گلوبند سرپر باندھ کر نماز پڑھانا خلاف سنت ہے۔	۳۶۰
آٹھ نو برس کا لڑکا مردوں کی صف میں کھڑا ہوسکتا ہے جبکہ اکیلے ہو، اس کو ہٹا کر اس کی جگہ پر دوسرے کا کھڑا ہونا گناہ ہے۔	۵۱	جوتے پہن کر نماز پڑھنے کی تحقیق	۳۶۲
		نماز میں کھجلی معلوم ہو تو ضبط کرے ورنہ ایک یا دو بار کھجلائے اس سے زیادہ نہیں۔	۳۸۴
		تہبند کے نیچے لنگوٹ ہو یا داڑھی میں ڈاٹ ہو یا جیب میں روپیہ پیسہ ہو نماز صحیح ہوگی یا نہیں۔	۳۸۴

کمر میں پٹکا ہو تو نماز صحیح ہے۔	۳۸۵	کسی معتمد کو مقرر کرے کہ وقت جماعت سے پہلے اس کو	۹۰

		جگادے۔	
شروانی، انگرکھے وغیرہ کے بٹن گھنڈی نہ لگے ہوں تو نماز ہوتی ہے یا نہیں، اس کا مفصل بیان۔	۳۸۵	ہمارے ائمہ کے نزدیک تمام سنن رواتب تہجد سے اہم اور آکد ہیں۔	۹۴
امام عمامہ باندھے اور مقتدی بلا عمامہ کے ہوں تو نماز میں کوئی خرابی نہیں	۳۹۴	جماعت، سنن رواتب اور تہجد میں درجات کی ترتیب	۹۹
نماز جنازہ پڑھانے میں جو جائے نماز ملتی ہے اس کو کرتا وغیرہ بنانے میں کوئی حرج نہیں، نہ اس میں نماز مکروہ۔	۳۹۵	حکم جماعت کے بارے میں ہمارے ائمہ کرام کے یہ چھ اقوال ہیں فرض عین، فرض کفایہ، واجب عین، واجب کفایہ سنت مؤکدہ، مستحب۔	۱۰۱
بالغ کی نماز نابالغ کے پیچھے جائز نہیں خواہ نفل ہی ہو۔	۴۴۴	**رسم المفتی**	
شبینہ کا حکم۔	۴۶۴	متون شروح فتاوٰی سے حوالے دیئے جاسکتے ہیں۔	۲۱۰
شبینہ مکروہ ہے۔	۴۷۲	جاہل کو مفتی بننا حلال نہیں، نہ اس کے فتوٰی پر اعتماد جائز	۵۲۵
سورہ توبہ پر اعوذ باللّٰہ من النار و من شر الکفار الخ پڑھنا بے اصل ہے۔	۴۸۱	**عقائد وکلام**	
فوائد فقہیّہ		کذب وبہتان کی نسبت ائمہ کرام اور علمائے اعلام کی طرف کرنا گستاخی اور توہین شان ہے جس پر توبہ لازم ہے۔	۴۹۷
پاؤں کا عذر فی الحضور ہے نہ عذر للحاضر تہجد فوت ہو جانے کے خوف سے ترک جماعت جائز نہیں۔	۸۱	ائمہ کرام اہلسنت کا کوئی مسئلہ ضلالت اور فی النار نہیں وہ سب حق وہدایت اور سبیل جنت ہے۔	۵۰۳
تہجد کے بارے میں صرف ترغیبات ہیں جبکہ ترک جماعت پر ہولناک وعیدیں۔	۸۱	اکابر کی روایات کو بے وجہ وجیہ رد کرنا جہالت یا خبث وضلالت ہے۔	۵۷۶
خوف وقتِ تہجد کو ترک جماعت کے لئے عذر بنانا بیہودگی ہے۔	۸۵	نماز غوثیہ کو قرآن وحدیث کے خلاف بتانا محض بہتان وافترا ہے۔	۵۸۱
قیلولہ کا وقت ضحوہ کبرٰی سے نصف النہار تک ہے۔	۸۷	جن باتوں کا ذکر قرآن وحدیث میں نہ نکلے وہ ہرگز ممنوع نہیں بلکہ اللہ تعالٰی کی معافی میں ہیں۔	۵۸۲
اگر کوئی شخص نو بجے عشاء پڑھ کر سوگیا دس بجے اٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لیں تو تہجد ہوگیا۔	۸۹		

قاعدہ نفیسہ کہ قرآن وحدیث سے جس چیز کی بھلائی یا برائی ثابت ہو وہ بھلی یا بری ہے اور جس کی نسبت کچھ ثابت نہ ہو وہ معاف وجائز ومباح ہے۔	۵۸۳	نکات غامضہ کہ محبوبان خدا سے توسل کا مستحسن طریقہ کیا ہے۔	۶۰۵
محبوبان خدا سے توسل قطعاً محمود اور ہرگز اخلاص وتوکل کے خلاف نہیں۔	۵۸۴	روضہ اقدس پر حاضری کے وقت منہ قبلہ کی طرف ہو یا مواجہہ شریف کی طرف، خلیفہ ابوجعفر منصور کے سوال پر امام مالک علیہ الرحمہ کا جواب۔	۶۰۵
استشفاع وتوسل پر متعدد احادیث وآثار نماز غوثیہ کے افعال پر کلام۔	۵۹۳	سوال حاجت سے پہلے دو رکعت کی تقدیم مناسب ہے۔	۶۰۶
محبوبان خدا کی تعظیم اہم واجبات اور اعظم قربات سے ہے۔	۵۹۴	خدا ہر جگہ سنتا ہے اور بے سبب مغفرت فرماتا ہے مگر ارشاد یوں ہوتا ہے کہ گنہگار بندے تیری خدمت میں حاضر ہو کر ہم سے دعاء بخشش کریں۔	۶۰۶
محبوبان خدا کے لئے جو تواضع کی جاتی ہے وہ درحقیقت خدا ہی کے لئے تواضع ہے۔	۵۹۵	محبوبان خدا کی طرف جانا اور بعد وصال ان کی قبور کی طرف چلنا یکساں ہے۔	۶۰۷
تواضع لغیر اللہ جو کہ ممنوع ہے اس کی شکل یہ ہے کہ کسی کافر یا دنیادار غنی کے لئے اس کے سبب تواضع ہو۔	۵۹۷	**مناظرہ ورَدِّ بدمذہباں**	
حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین اور اولیاء وعلماء کا خشوع وخضوع۔	۵۹۷	ایک جاہل وہابی مفتی مصنفِ "ضروری سوال" کی تیس جہالتوں کا بیان۔	۴۹۹
حضرت امام مالک جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرتے تو رنگ بدل جاتا اور جھک جاتے۔	۶۰۰	مصنف "ضروری سوال" کی طرف سے واقع ہونے والی تصحیف اغلاط۔	۵۱۱
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مقدس پر حاضری کے آداب۔	۶۰۱	مصنف "ضروری سوال" کی اغلاط ترجمہ۔	۵۱۳
بوقت توسل محبوبان خدا کی طرف منہ کرنا چاہئے اگرچہ قبلہ کو پیٹھ ہوجائے۔	۶۰۲	مصنف "ضروری سوال" کی اغلاط روایت۔	۵۱۵
حضرت امام شافعی اور دیگر علماء واہل حاجات حاجت روائی کے لئے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مزار پر حاضر ہو کر ان سے توسل کرتے۔	۶۰۵	ایک روایت میں آٹھ غلطیاں کیں۔	۵۱۶
		مصنف "ضروری سوال" کی عوام کو فریب دہی	۵۲۰
		مصنف مذکور کی اپنے ہی توبہ نامہ کی متعدد وجوہ سے مخالفت	۵۲۳

مصنف مذکور کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اول نمبر کی وہابیت اور غیر مقلدی ہے اور یہ کہ وہ اپنی قدیم وہابیت پر قائم ہے۔	۵۲۴	بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں صرف ایک آیت ہے جو سورتوں میں فصل کے لئے اتاری گئی، نہ وہ فاتحہ کی جز نہ ہر سورت کی، تو قرآن عظیم نام ہے ایک سو چودہ ۱۱۴ سورتوں اور ایک آیت کا جو کہ بسم اللہ شریف ہے۔	۶۶۲
عقائد وہابیہ پر اطلاع پانے اور ان کے رَد کے لئے کن کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے۔	۶۲۰	مسئلہ مذکورہ کی تحقیق میں پندرہ افادات	۶۶۲
اصول مذاہب وہابیہ پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مشرک وبدعتی قرار پاتے ہیں جو کہ سنی موحد ہیں۔	۶۲۲	بسم اللہ شریف جمہور ائمہ، صحابہ اور تابعین کے نزدیک کسی سورت کی جز نہیں۔	۶۶۲
علماء وہابیہ سے جملہ معترضہ کے طور پر ایک چبھتا ہوا سوال۔	۶۲۳	کسی آیت کے چند بار نازل ہونے سے اس کا چند آیتیں ہونا لازم نہیں ہوتا۔	۶۶۴
قاری عبدالرحمٰن پانی پتی اور گنگوہی صاحب کے باقی کلام کا رد۔	۶۹۹	دور صحابہ سے اب تک تعلیم وتدریس قرآن کا طریقہ	۶۸۹
گنگوہی صاحب سے پانچ سوال	۷۰۰	**فوائد حدیثیہ**	
قاری عبدالرحمان پانی پتی پر بیس وجوہ سے رَد۔	۷۰۰	حدیث مبارکہ "ماآجِدُلك رخصة" کا معنی اور مصنف کی تحقیق۔	۷۱
قرآن عظیم میں روافض کے ادعائے تحریف	۷۰۲	تہجد اور سنن رواتب کی افضلیت سے متعلق وارد احادیث میں تطبیق	۹۵
تفسیر وعلوم قرآن		حدیث ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا جو قنوت فجر کی نہی سے متعلق ہے اس میں تین راوی شدید ضعیف ہیں۔	۵۰۴
آیہ کریمہ "ليس لك من الامر شيئ اويتوب عليهم اويعذبهم فانهم ظلمون" کا شان نزول اور اس کا معنی	۴۹۹	**اسماء الرجال**	
علماء متقدین ومتاخرین نے آیہ کریمہ "ولو انهم اذظلموا انفسهم جاؤوك" کو زمانہ حیات ووفات سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں عام اور حاضری مزار مبارک کو حاضری مجلس اقدس کی مثل سمجھا۔	۶۰۶	عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کا والد مسعود مسلمان نہیں تھا۔	۵۰۴

عثمان بن خالد بن عمر بن عبداللہ متروک الحدیث ہے جس سے ابن ماجہ کے سوا کتب ستہ میں کہیں روایت نہیں جبکہ عثمان بن عمر بن فارس عبدی بصری ثقہ ہیں جو بخاری و مسلم وغیرہما تمام صحاح کے رجال سے ہیں۔	۵۸۸	**فضائل ومناقب**	
عتبہ بن غزوان رقاشی طبقہ ثالثہ سے ہیں جن کو تقریب میں مجہول الحال کہا گیا جبکہ حضرت عتبہ بن غزوان بن جابر مزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ جلیل القدر صحابی اور بدری ہیں جو سترہ ہجری میں شہید ہوئے۔	۵۹۰	تہجد سنت مستحبہ ہے اور تمام مستحب نمازوں سے افضل	۴۰۰
تاریخ وتذکرہ		حدیث متواترہ ہے کہ سورۃ اخلاص کا ثواب ثلث قرآن مجید کے برابر ہے۔	۶۹
موجودہ صورت میں محراب کی تعمیر کا آغاز ولید بن عبدالملک کے عہد خلافت میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا۔	۳۴۶	حدیث مبارک کہ نماز عشاء باجماعت، نصف شب اور نماز فجر جماعت کامل شب کے قیام کے مساوی ہے۔	۶۹
صاحب اشباہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہشتم رجب ۹۷۰ ہجری کو ہوا۔	۵۰۸	بہ نیت تہجد سونے والا اگر تہجد نہ بھی پاسکے تو ثواب تہجد پاتا ہے اور اس کی نیند اللہ تعالٰی کی طرف سے صدقہ ہے۔	۸۳
شہداء بئر معونہ کو شہید کرنے کی سازش کرنے والا عامر بن طفیل کفر پر مرا۔	۵۰۸	فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد کہ مجھے جماعت صبح میں حاضر ہونا تمام شب کی نماز سے زیادہ محبوب ہے۔	۸۳
حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کا قاتل اسلام لے آیا تھا۔	۵۱۸	تہجد عادت صالحین ہے اور اللہ تعالٰی کے قریب کرنے والا اور برائیوں کا کفارہ ہے۔	۸۵
شیخ ابن عربی کی تصنیف "فتوحات مکیہ" کے ایک نسخے کا تذکرہ جو شیخ علیہ الرحمہ کے اپنے دستخط سے مزین ہے۔	۵۷۷	شیخ وجیہ الدین علوی احمد آبادی کا تعارف اور مناقب۔	۵۷۲
مصنف علیہ الرحمۃ کا سلسلہ اجازت نماز غوثیہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ تک متصلاً پہنچتا ہے۔	۶۳۵	مصنف "بہجۃ الاسرار" امام ابوالحسن نورالدین علی شنطوفی کے فضائل۔	۵۷۳
بعض ائمہ مجتہدین اور قراء کے سنین وصال۔	۷۰۵	کتاب "بہجۃ الاسرار" کتاب عظیم ومشہور ہے۔	۵۷۵
		نماز غوثیہ قضاء حاجات اور دفع اشرار کے لئے مجرب ہے۔	۶۳۴
		نماز غوثیہ کی ترکیب اور فضیلت کے بارے میں سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد۔	۶۳۷

فوائد اصولیہ		بسم اللہ کا ہر سورت کی جز ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متواتر ہونا تو در کنار، ثابت بھی نہیں۔	۲۶۴
عذر ساقط وجوب جماعت ہے نہ کہ ساقط جواز۔	۶۹	قول جزئیت پر ادعائے اجماع محض افترا ہے بلکہ صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم کا تو عدم جزئیت پر اجماع تھا۔	۲۶۵
کسی شے کے حقیقتًا ہونے اور حکمًا ہونے میں بہت فرق ہے۔	۶۹	جزئیت بسم اللہ شریف ہرگز قطعی نہیں خود قائلین جزئیت منکرِ قطعیت ہیں	۲۶۸
آئندہ کسی سنت کے فوت ہوجانے کے خوف سے فی الحال کسی سنت کا ترک ناجائز ہے۔	۸۲	غیر مبسلمین کی قراءت میں ترک بسم اللہ تو قطعًا نافی جزئیت ہے اور مبسلمین کی قراءت میں اثبات بسملہ ہرگز مثبت جزئیت نہیں۔	۲۷۶
تہجد وجماعت میں تعارض نہیں لہذا ان میں سے کوئی بھی دوسرے کی تفویت کا داعی نہیں۔	۸۷	تالیف قلوب کے لئے ترک افضل جائز ہے۔	
جماعت اولٰی پر تہجد کی ترجیح باطل محض ہے کیونکہ مستحب واجب کے برابر نہیں ہوسکتا۔	۹۱	صحت روایت پر مدارِ قراءت ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق۔	۲۹۴
ترک اولویت، میں حکم کراہت نہیں۔	۱۰۰	**سیرت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم**	
سنیت ووجوب کیسے ثابت ہوتے ہیں۔	۱۱۰	حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باب دعاء میں تفاؤل پر بہت نظر رکھتے تھے۔	۲۰۹
مطلق منطقی اور مطلق اصولی کی تعریف اور ان میں فرق	۱۱۰	نماز کسوف میں جنت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیوار قبلہ میں نظر آئی تو چند قدم آگے بڑھے۔	۲۱۳
منافی وجوب، ترک سے نفی حرج ہے نہ کہ فعل سے۔	۳۳۰	**تصوف واخلاق**	
نکرہ حیز شرط میں واقع ہو تو عام ہوتا ہے۔	۴۹۲	طویل اور غفلت کی نیند کا علاج یہ ہے کہ تکیہ نہ رکھے، کھانے کے فورًا بعد نہ سوئے، سوتے وقت دل کو جماعت سے خوب متعلق کرے اور کھانا تھوڑا کھائے۔	۸۸
اطلاق وعموم سے استدلال نہ کوئی قیاس ہے نہ مجتہد سے خاص	۴۹۶		
قنوتِ فجر کے بارے میں ہمارے مشائخ کرام تصریح فرماتے ہیں کہ منسوخ ہے، ہاں محل نظر یہ ہے کہ یہاں عموم نسخ ہے یا نسخ عموم۔	۴۹۹		
فعل جواز کی دلیل ہے اور عدم فعل ممانعت کی دلیل نہیں۔	۵۸۳		

سوتے وقت اللہ تعالٰی سے توفیق جماعت کی دعا کرے اور اس پر سچا توکل کرے۔	۹۰	تصور شیخ کی ترکیب	۶۲۶
صلوٰۃ الاسرار یعنی نماز غوثیہ مبارک نماز، مشائخ عظام کا معمول اور قضائے حاجات وحصول مرادات کے لئے عمدہ طریق مقبول ہے۔	۵۷۱	نماز غوثیہ قضاء حاجات اور دفع اشرار کے لئے مجرب ہے۔	۶۳۴
نماز غوثیہ کی اجازت دینے اور لینے کا بیان	۵۷۲	نماز غوثیہ میں مشائخ قادریہ کے ہاں دو طریقے ہیں: طریقہ صغری اور طریقہ کبری	۶۳۸
نماز غوثیہ کی مداومت اولیاء طریقہ قادریہ کے آداب میں سے ہے۔	۵۷۳	**لغت**	
توسل میں توجہ باطن ضروری ہے اور ظاہر عنوان باطن لہذا یہ چلنا مقرر ہوا۔	۶۰۷	محاورہ عرب میں لفظ زعم بمعنی مطلق قول اور بمعنی کلام نا محقق آیا ہے۔	۵۰۳
قضائے حاجت کے لئے صلوٰۃ کن فیکون اور اس کے بعد کرنے کا طریقہ۔	۶۰۷	**ریاضی**	
ظاہر مصلح خاطر ہوتا ہے لہذا جس امر میں جمع عزیمت وصدق ارادت کا اہتمام درکار ہو اس کے مناسب افعال وجوارح رکھے جائیں۔	۶۰۸	مصنف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی طرف سے بریلی شہر سے جہتِ بغداد اور جہت مدینہ منورہ کا استخراج	۶۴۲
جہاں انسان سے کوئی تقصیر واقع ہوئی ہو عمل صالح وہاں سے ہٹ کر کرے۔	۶۰۹	**متفرقات**	
توبہ کے لئے بلند جگہ پر جانا چاہئے اور اس عمل کی حکمت	۶۱۶	شہداء بئر معونہ کو قراء کہنے کی وجہ کیا ہے۔	۵۱۷
اعمال مشائخ میں تجدید واحداث کی ہمیشہ اجازت ہے۔	۶۲۰	کسی خاص عبارت کو الحاق ثابت کرنے کے دو طریقے ہیں۔	۵۷۶
ناد علی کی ترکیب اور اس دعا کے الفاظ	۶۲۲	نماز استسقاء میں قلب رداء کی حکمت	۶۰۷
ختم خواجگان، ختم مجدد الف ثانی اور دعاءِ حزب البحر کے فوائد	۶۲۴	تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین اور تشہد میں انگشتِ شہادت سے اشارے کی حکمت۔	۶۰۸
		نماز کے افعال واحکام میں اسرار اور حکمتیں	۶۱۵
		نہاری نمازوں میں اخفاءِ قراءت اور لیلٰی نمازوں میں جہر کی حکمت	۶۱۵
		جمعہ وعیدین میں نہاریت کے باوجود حکم جہر کیوں ہے۔	۶۱۵

نماز کسوف میں جماعت کثیرہ کے باوجود حکم اخفاء کیوں ہے۔	۶۱۵	منفرد پر جہر کے واجب نہ ہونے کی حکمت	۶۱۵
رات کو ایک نیت سے آٹھ رکعت کی اجازت اور دن کو چار سے زائد کی ممانعت کیوں ہے۔	۶۱۵	رکوع، سجود اور قعود میں قراءت کیوں ممنوع ہے۔	۶۱۵
ہر دو رکعت پر جلسہ کیوں واجب ہے اور اس میں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یاد کیوں واجب ہے۔	۶۱۵	رکوع کے بعد قومہ اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ کی حکمت	۶۱۶
فرض نماز میں پچھلی رکعتوں میں قراءت کیوں معاف۔	۶۱۵	لطیفہ کہ نماز غوثیہ کے بعد عراق کی طرف چلنے کے حکم میں سرکار غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے گیارہ عدد قدم اٹھانے کی تخصیص کیوں فرمائی۔	۶۵۲

باب الجماعة

(جماعت کا بیان)

مسئلہ ۸۴۶: از میرٹھ خیر نگر دروازہ خیر المساجد مرسلہ مولوی ابو العارف محمد حبیب اللہ صاحب قادری برکاتی ۲ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ مسجد خیر نگر دروازہ کا صحن محراب کے ہر دو جانب میں مساوی نہیں ہے بلکہ دست راست کی جانب ۱۶ فٹ بڑھا ہوا ہے گرمی برسات وغیرہ میں جب نماز صحن مسجد میں پڑھی جاتی ہے تو جماعت اس سرے سے اس سرے تک قائم ہوتی ہے جو محراب کی نسبت سے دائیں جانب ۱۶ فٹ متجاوز ہوتی ہے جس کا ایک خاکہ بھی مرسلہ خدمت ہے اب دریافت طلب یہ ہے کہ جب صحن مسجد میں جماعت قائم ہو جائے تو امام کو رعایت وسط صف کی لازم ہے یا محاذاتِ محراب ضروری ہے **بینوا توجروا۔**

الجواب:

امام کے لئے سنت متوارثہ کہ زمانہ اقدس رسالت سے اب تک معہود وسط مسجد میں قیام ہے کہ صف پوری ہو تو امام وسط صف میں ہو اور یہی جگہ محراب حقیقی ومتورث ہے، محراب صوری کہ طاق نما ایک خلا وسط دیوار قبلہ میں بنانا حادث ہے اُسی محراب حقیقی کی علامت ہے، یہ علامت اگر غلطی سے غیر وسط میں بنائی جائے اس کا اتباع نہ ہوگا مگر مراعات توسط ضروری ہوگی کہ اتباع سنت وانتفائے کراہت وامتثال ارشاد حدیث **توسطوا الامام** (امام درمیان میں کھڑا ہو۔ت)، جس مسجد میں مسقف حصہ نہ ہو وہاں یہ محراب صوری ہوتی ہی نہیں جیسے افضل المساجد مسجد الحرام شریف، اور اس میں ہر مسجد کا صحن داخل ہے کہ باختلاف موسم مسجد مستقل ہے فقہائے کرام درجہ مسقفہ کو مسجد شتوی کہتے ہیں اور غیر مسقف کو مسجد صیفی جب ان کے وسط متطابق نہ ہوں تو ہر مسجد کے لئے اس کا اپنا وسط معتبر ہے پس صورت مستفسرہ میں جبکہ مسجد صیفی مسجد شتوی سے سولہ فٹ جانب راست زائد ہے تو امام محراب صوری اندرونی کی محاذات سے آٹھ فٹ جانب راست ہٹ کر صحن میں کھڑا ہو

کہ اس مسجد کی محراب میں قیام حاصل ہو۔ درمختار میں ہے: **یصف الامام ویقف وسطا**[1] (امام صف بنوائے اور درمیان میں کھڑا ہو۔ ت) درایہ شرح ہدایہ میں ہے:

السنة ان یقوم الامام ازاء وسط الصف الاتری ان المحاریب مانصبت الاوسط المساجد وھی قد عینت لمقام الامام مبسوط[2]۔	سنت یہ ہے کہ امام صف کے محاذی درمیان میں کھڑا ہو، کیا تم نے ملاحظہ نہیں کیا تمام محرابیں مساجد کے وسط میں بنائی گئی ہیں اور وہ مقام امام کا تعین کررہی ہیں، مبسوط۔ (ت)

امام بکر خواہرزادہ میں ہے:

لوقام فی احد جانبی الصف یکرہ ولوکان المسجد الصیفی بجنب الشتوی وامتلأ المسجد یقوم الامام فی جانب الحائط لیستوی القوم من جانبیہ[3] **الخ اثرھما ش۔ واللہ تعالٰی اعلم۔**	اگرامام صف کی دونوں جانبوں میں سے کسی ایک طرف کھڑا ہوا تو یہ مکروہ ہے، اگر مسجد صیفی شتوی کے پہلو میں ہو اور مسجد بھری ہو تو امام دیوار کی جانب کھڑا ہو تاکہ امام کی دونوں طرف لوگ برابر ہوں الخ ان دونوں عبارتوں کو شامی نے نقل کیا ہے **واللہ تعالٰی اعلم** (ت)

مسئلہ ۱۸۴۷: ازاروہ نگلہ ڈاک خانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مسؤلہ مرسلہ محمد صادق علی خاں صاحب رمضان شریف ۱۳۳۰ہجری

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے باہر در میں جو مشرق کی جانب ہوتا ہے اس میں تنہا امام کو کھڑے ہوکر نماز پڑھانی کیسی ہے اور اکثر مساجد میں باہر کا صحن اندر کے صحن سے بہت نیچا ہوتا ہے **بینوا توجروا۔**

الجواب:

امام کو در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

فی ردالمحتار عن معراج الدرایۃ عن	ردالمحتار میں معراج الدرایہ کے حوالے سے ہے کہ

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

[2] ردالمحتار بحوالہ معراج الدرایۃ، مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۴۲۰

[3] ردالمحتار بحوالہ معراج الدرایۃ ، مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۴۲۰

سیدنا الامام الاعظم رضی الله تعالٰی عنہ انی اکرہ للامام ان یقوم بین الساریتین۔[1]	سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا میں اس بات کو مکروہ جانتاہوں کہ امام دوستونوں کے درمیان کھڑا ہو۔(ت)

پھرامام ومقتدیان کادرجہ بدلا ہوناکہ امام درجہ مسقف میں ہے اور سب مقتدی صحن میں، یہ دوسری کراہت ہے[2] کما فی جامع الرموز (جیساکہ جامع الرموز میں ہے۔ت) پھراگردر کی کرسی صحن سے بقدر امتیاز بلند ہوئی تو یہ تیسری کراہت ہے[3] کما فی الدرالمختار والتفصیل فی فتاوٰنا (جیساکہ درمختار میں ہے اور اس کی تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۴۸: ازڈھاکہ بنگالہ ۱۶ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طالب علم پر جو طلب علم دین کرتاہے جماعت نمازپنجگانہ واجب ہے یانہیں؟ بیّنوا تؤجروا۔

الجواب:

علماء نے طالب ومشتغل علم کواحیاناترک جماعت میں معذور رکھاہے بچند شرائط، اس کااشتغال خاص علم فقہ سے ہو کہ مقصود اصلی ہے نہ نحو وصرف ولغت ومعانی وبیان وبدیع وغیرہا اگرچہ بوجہ آلیت داخل علم دین ہیں، اور وہ اشتغال بدرجہ استغراق ہو جس کے سبب فرصت نہ پائے نہ یہ کہ اشتغال فقہ کابہانہ کرکے جماعت توترک کرے اور اپناوقت بطالت وفضولیات میں گزارے جیساکہ بہت طلبائے زمانہ کا انداز ہے، یاحالت ایسی ہو کہ کسی وقت اہتمام جماعت کے سبب اس کے کام میں حرج واقع ہو جس کابندوبست نہ کرسکے نہ دوسرا وقت اس کابدل سکتاہو مثلاً ایک مجمع طلبہ کے ساتھ فقہ کادرس رکھتاہے اگراس جماعت کو جائے یہ جماعت نہ پائے، پھربایں ہمہ کسل نفس کے لئے اس مسئلہ کو حیلہ بناکرترک جماعت پرمداومت نہ کرے بلکہ احیاناواقع ہو ورنہ معذور نہ ہوگابلکہ مستحق تعزیر ٹھہرے گا، درمختار میں دربارہ اعذارترک جماعت لکھا۔

کذا اشتغالہ بالفقہ لابغیرہ کذاجزم بہ الباقانی تبعاللبھنسی ای الااذاواظب	اسی طرح جوطالبعلم فقہ میں مشغول ہو نہ کہ کسی دوسرے فن میں، اس پر بہنسی کی اتباع میں باقانی نے جزم کیاہے مگر

---

[1] ردالمحتار باب مایفسدالصلوٰۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۸

[2] جامع الرموز فصل مایفسدالصلوٰۃ الخ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۹۴

[3] درمختار، باب مایفسدالصلوٰۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱/۹۲

تکاسلا فلایعذر ویعزر۔[1]	اس صورت میں جب وہ سستی کی وجہ سے دوام اختیار کرے تو وہ معذور نہ ہوگا اور اس پر تعزیر ہوگی۔ (ت)

نورالایضاح و مراقی الفلاح میں ہے:

(وتکرار فقه) لانحو ولغة (بجماعة تفوته) ولم یداوم علی ترکھا۔[2]	(اور تکرار فقہ) نہ کہ نحو ولغت کا (جماعت کے ساتھ جو فوت ہوجائے) اور نہ جماعت کے ترک پر دوام اختیار کرنے والا ہو۔ (ت)

قنیہ کے لفظ یہ ہیں:

من لایحضرها لاستغراق اوقاته فی تکریر الفقه الخ۔[3]	جو جمیع اوقات میں تکرار فقہ کی وجہ سے حاضر جماعت نہیں ہوسکتا الخ (ت)

علامہ شامی نے فرمایا:

ثم اشتغال لابغیر الفقه فی بعض من الاوقات عذر معتبر[4]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	بعض اوقات میں وہ اشتغال جو فقہ کے علاوہ میں ہو معتبر عذر نہیں ہے۔ (ت)

مسئلہ ۸۴۹: از پٹنہ عظیم آباد مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر صف اول کے مقتدی امام کے ایسے متصل کھڑے ہوں کہ ان کے پنجے امام کی ایڑی کے برابر ہوں یاایک بالشت امام کی ایڑی سے پیچھے ہوں اس غرض سے کہ دوسری صف بھی مسجد کے اندر ہوجائے حالانکہ صحن میں جگہ ہے اور صف اول کا کوئی مقتدی امام کے پیچھے نہ ہو اس صورت میں کراہت ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کیسی کراہت ہوگی؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

صورت مستفسرہ میں بیشک کراہت تحریمی ہوگی اور ایسے امر کے مرتکب آثم وگنہگار کہ امام کا صف پر مقدم ہونا سنت دائمہ ہے جس پر حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیشہ مواظبت فرمائی اور مواظبت دائمہ دلیل وجوب ہے اور ترک واجب مکروہ تحریمی، اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

---

[1] در مختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۲

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب الامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۳

[3] ردالمحتار بحوالہ القنیہ ، باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۱

[4] ردالمحتار ، باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۲

ترك التقدم لامام الرجال محرم وكذا صرح الشارح وسماه فى الكافى مكروها وهو الحق اى كراهة تحريم لان مقتضى المواظبة على التقدم منه عليه الصلاة والسلام بلاترك الوجوب فلعدمه كراهة التحريم[1]۔	مردوں کے امام کے لئے تقدیم کاترک حرام ہے، شارح نے بھی اسی کی تصریح کی ہے، کافی میں اسے مکروہ کانام دیااور یہی حق ہے، اور مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے کیونکہ حضورعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہمیشہ آگے کھڑاہونا اور اسے کبھی ترک نہ کرنا وجوب پر دلالت کرتاہےاور وجوب کاترک کراہت تحریمی ہوتاہے۔(ت)

اسی میں ہے:

مقتضى فعله صلى الله تعالٰى عليه وسلم التقدم على الكثير من غير ترك الوجوب[2]۔	مقتدی کثیر ہونے کی صورت میں حضورعلیہ السلام کاہمیشہ آگے کھڑاہونااور کبھی ترک نہ فرماناوجوب کاتقاضا کرتاہے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

التقدم واجب على الامام للمواظبة من النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم وترك الواجب موجب لكراهة التحريم المقتضية للاثم[3]۔	امام کا مقدم ہونا واجب ہے کیونکہ اسی پر نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی اور واجب کاترک کراہت تحریمی کاموجب ہے جوگناہ کامقتضی ہے۔(ت)

اقول: وباللہ التوفیق ظاہر ہے کہ حضور سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کایہ تقدم ہمیشہ یونہی تھاکہ صف کے لئے پوری جگہ عطافرماتے نہ وہ ناقص وقاصر تقدم جوسوال میں مذکور ہوا۔ دلیل واضح اس پر یہ ہے کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تکمیل صف کانہایت اہتمام فرماتے اور اس میں کسی جگہ فرجہ چھوڑنے کو سخت ناپسندفرماتے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کوارشاد ہوتا:

اقيموا صفوفكم وتراصوا فانى اراكم من وراء ظهرى[4] اخرجه البخارى والنسائى	اپنی صفیں سیدھی کرواورایک دوسرے سے خوب مل کرکھڑے ہوکہ بیشک میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۶

[2] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۹

[3] بحرالرائق ، باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ، ۱/۳۵۱

[4] صحیح البخاری باب الزاق لمنکب بالمنکب الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ، ۱/۱۰۰، سنن النسائی احث الامام علی رص الصفوف والمقاربۃ بینھا مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۹۳

عن انس بن مالك رضی الله تعالٰی عنه و مسلم بلفظ اتموا الصفوف فانی اراکم خلف ظهری[1]۔	دیکھتاہوں۔اسے بخاری اور نسائی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیاہے اور مسلم شریف میں ان الفاظ سے ہے: اپنی صفیں مکمل کرو کیونکہ میں اپنی پشت کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔(ت)

دوسری حدیث میں ہے:

سدوا الخلل فان الشیطان یدخل فیما بینکم بمنزلة الحذف[2]۔ رواہ الامام احمد عن امامة الباهلی رضی الله تعالٰی عنه۔	یعنی صف چھدری نہ رکھو کہ شیطان بھیڑ کے بچے کی وضع پر اس چھوٹی ہوئی جگہ میں داخل ہوتاہے۔اسے امام احمد نے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیاہے۔

اور یہ مضمون حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بالفاظ عدیدہ مروی ہوا امام احمد بسند صحیح ان سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں:

راصوا الصفوف فان الشیاطین تقوم فی الخلل[3]۔	یعنی صفیں خوب کھنی رکھو جیسے رانگ سے درزیں بھردیتے ہیں کہ فرجہ رہتاہے تو اس میں شیطان کھڑاہوتاہے۔

نسائی کی روایت صحیحہ میں ہے:

راصّوا صفوفکم وقاربوا بینها وحاذوا بالاعناق فوالذی نفس محمد بیده انی لاری الشیٰطین تدخل من خلل الصف کانها الحذف[4]۔	اپنی صفیں خوب کھنی اور پاس پاس کرو اور گردنیں ایک سیدھ میں رکھو کہ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے بیشک میں شیاطین کو رخنہ صف میں داخل ہوتے دیکھتاہوں گویا وہ بھیڑ کے بچے ہیں۔

---

[1] صحیح مسلم ، باب تسویۃ الصفوف الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ، ۱۸۲/۱

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲۶۲/۵

[3] مسند احمد بن حنبل، از مسند انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۵۴/۳

[4] سنن النسائی حث الامام علی رص الصفوف الخ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۹۳/۱

ابوداؤد طیالسی کی روایت میں یوں ہے:

اقیموا صفوفکم وتراصوا فوالذی نفسی بیدہ انی لاری الشیاطین بین صفوفکم کانھا غنم عفر۔[1]	اپنی صفیں سیدھی کرو اور ایک دوسرے سے خوب مل کر کھڑے ہو قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک میں شیاطین کو تمہاری صفوں میں دیکھتا ہوں گویا وہ بکریاں ہیں بھکسے رنگ کی۔

فائدہ: بھیڑ بکری کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اکثر دیکھا ہے کہ جہاں چند آدمی کھڑے دیکھے اور دو شخصوں کے بیچ میں کچھ فاصلہ پایا وہ اس فرجہ میں داخل ہو کر اِدھر سے اُدھر نکلتے ہیں یوں ہی شیطان جب صف میں جگہ خالی پاتا ہے دلوں میں وسوسہ ڈالنے کو آگھستا ہے اور بھکسے رنگ کی تخصیص شاید اس لئے ہے کہ حجاز کی بکریاں اکثر اسی رنگ کی ہیں یا شیاطین اس وقت اسی شکل پر متشکل ہوئے۔ چوتھی حدیث میں اس تاکید شدید سے ارشاد فرمایا:

اقیموا الصفوف فانما تصفون بصفوف الملئکۃ وحاذوابین المناکب وسدوالخلل ولینوا فی ایدی اخوانکم ولاتذروا فرجات للشیاطین ومن وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطع صفاقطعھا للہ[2]۔ رواہ الامام احمد وابوداؤد والطبرانی فی الکبیر و الحاکم و ابن خزیمۃ وصححاہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما وعند النسائی والحاکم عنہ بسند صحیح الفصل الاخیراعنی من قولہ من وصل[3] الحدیث۔	یعنی صفیں درست کرو کہ تمہیں تو ملائکہ کی سی صف بندی چاہئے اور اپنے شانے سب ایک سیدھ میں رکھو اور صف کے رخنے بند کرو اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ اور صف میں شیطان کے لئے کھڑکیاں نہ چھوڑو اور جو صف کو وصل کرے اللہ اسے وصل کرے اور جو صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کرے۔ اسے امام احمد، ابوداؤد، طبرانی نے المعجم الکبیر میں، حاکم اور ابن خزیمہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا اور ان دونوں نے اسے صحیح قرار دیا۔ نسائی اور حاکم نے انہی سے سند صحیح کے ساتھ آخری جملہ من وصل صفًا کو فصل کرکے روایت کیا ہے الحدیث۔

---

[1] مسند ابوداؤد الطیالسی حدیث ۲۱۰۷ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ص ۲۸۲

[2] سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۷، مسند احمد بن حنبل از مسند عبداللہ بن عمرو مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/۹۸

[3] المستدرک علی الصحیحین کتاب الصلوٰۃ من وصل صفا مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۲۱۳، سنن النسائی کتاب الامامۃ من وصل صفا مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۹۴

ملائکہ کی صف بندی کا دوسری حدیث میں خود بیان آیا:

خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال الاتصفون کما تصف الملئِکۃ عن ربھا فقلنا یارسول اللہ کیف تصف الملئِکۃ عند ربھا قال یتمون الصف الاول ویتراصّون فی الصف[1]۔ اخرجہ احمد ومسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	سید عالم صلی اللہ تعالٰی علہ وسلم نے باہر تشریف لاکر ارشاد فرمایا: ایسے صف کیوں نہیں باندھتے جیسے ملائکہ اپنے رب کے سامنے صف بستہ ہوتے ہیں۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ملائکہ اپنے رب کے حضور کیسی صف باندھتے ہیں: فرمایا: اگلی صف کو پورا کرتے ہیں اور صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ اسے امام احمد، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں نرم ہوجانا یہ کہ اگر اگلی صف میں کچھ فرجہ رہ گیا اور نیتیں باندھ لیں اب کوئی مسلمان آیا وہ اس فرجہ میں کھڑا ہونا چاہتا ہے مقتدیوں پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کرے تو انہیں حکم ہے کہ دب جائیں اور جگہ دے دیں تاکہ صف بھر جائے۔ فتح القدیر و بحر الرائق و مراقی الفلاح و درمختار وغیرہا میں ہے:

واللفظ للشرنبلالی قال بعد ایراد الحدیث الرابع وبھذا یعلم جھل من یستمسك عند دخول احد بجنبه فی الصف یظن انه ریاء بل ھوا عانة علی مامربه النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم[2]۔	علامہ شرنبلالی نے چوتھی حدیث ذکر کرنے کے بعد یہ الفاظ لکھے کہ اس حدیث سے اس شخص کی جہالت واضح ہوجاتی ہے جو ریاکاری کا تصور کرتے ہوئے صف میں اپنی کسی جانب نمازی کو شامل ہونے سے روکتا ہو بلکہ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علہ وسلم کے حکم کی بجاآوری پر دوسرے کی مدد کرنا ہے۔ (ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ، حدیث ۱۱۹ باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۸۱، مسند احمد بن حنبل حدیث جابر بن سمرہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۵/ ۱۰۱، سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۷، سنن نسائی حث الامام علی رص الصفوف الخ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/ ۹۳

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، فصل فی بیان احق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۸

اور نہایت یہ کہ اگر اگلی صف والوں نے فرجہ چھوڑا اور صف دوم نے بھی اس کا خیال نہ کیا مگر اپنی صف گھنی کرلی اور نیتیں بندھ گئیں حالانکہ ان پر لازم تھا کہ صف اول والوں نے بے اعتدالی کی تھی تو یہ پہلے اس کی تکمیل کرکے دوسری صف باندھتے، اب ایک شخص آیا اور اس نے صف اول کا رخنہ دیکھا اسے اجازت ہے کہ اس دوسری صف کو چیر کر جائے اور فرجہ بھر دے کہ صف دوم بے خیالی کرکے آپ تقصیر وار ہے اور اس کا چیر ناروا۔ قنیہ و بحر الرائق و شرح نور الایضاح و در مختار وغیرہ میں ہے:

واللفظ لشرح التنویر لووجد فرجة فی الاول لاالثانی، له خرق الثانی لتقصیر هم[1]۔	شرح تنویر کے الفاظ یہ ہیں اگر کسی نے صف اول میں رخنہ پایا حالانکہ دوسری میں نہ تھا تو اس کے لئے دوسری صف والوں کی کوتاہی کی وجہ سے دوسری صف کو چیرنا جائز ہوگا۔ (ت)۔

بحر میں: لاحرمة له لتقصیرهم[2] (دوسری صف والوں کی کوتاہی کی وجہ سے بعد میں آنے والے کو دوسری صف چیرنا جائز ہے) یونہی اس رخنہ بندی کے لئے پچھلی صف کے نمازیوں کے آگے گزرنا جائز ہے کہ انہوں نے خود اس امر عظیم میں بے پروائی کرکے جس کا شرع میں اس درجہ اہتمام تھا اپنی حرمت ساقط کردی۔ قنیہ میں ہے:

قام فی اخرالصف فی المسجد وبینه وبین الصفوف مواضع خالیة فللداخل ان یمر بین یدیه لیصل الصفوف لانه اسقط حرمة نفسه فلایاثم المار بین یدیه[3]۔	ایک آدمی آخری صف میں کھڑا ہوگیا حالانکہ اس کے اور دوسری صفوں کے درمیان خالی جگہیں تھیں تو آنے والے نمازی کو اجازت ہے کہ وہ اس کے آگے سے گزر کر صف مکمل کرے کیونکہ آخر میں کھڑے ہونے والے نے اپنا احترام خود ختم کیا ہے للذا اس کے سامنے سے گزرنے والا گنہگار نہیں ہوگا۔ (ت)

حدیث میں ہے:

من نظر الی فرجة فی صف فلیسدها بنفسه فان لم یفعل فمر مار فلیتخط علی رقبته فانه لاحرمة له[4]۔ اخرجه الدیلمی	یعنی جسے صف میں فرجہ نظر آئے وہ خود وہاں کھڑا ہو کر اسے بند کردے اگر اس نے نہ کیا اور دوسرا آیا تو وہ اس کی گردن پر قدم رکھ کر چلا جائے کہ اس کے لئے

---

[1] در مختار باب الامامۃ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۴

[2] بحر الرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۵۴

[3] القنیہ باب فی السترۃ، مطبوعہ کلکتہ بھارت، ص ۳۹۸

[4] المعجم الکبیر مروی از ابن عباس حدیث ۱۱۱۸۴، اور ۱۱۲۱۴ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۱/ ۱۱۳، ۱۰۵

ف: مسند الفردوس مجھے دستیاب نہیں اور ماثور الخطاب سے یہ حدیث نہیں مل سکی۔ نذیر احمد سعیدی

عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما	کوئی حرمت نہ رہی۔ اسے دیلمی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔

یونہی اگر صف دوم میں کوئی شخص نیت باندھ چکا اس کے بعد اسے صف اول کا رخنہ نظر آیا تو اجازت ہے کہ عین نماز کی حالت میں چلے اور جاکر فرجہ بند کردے کہ یہ مشی قلیل حکم شرع کے امتثال کو واقع ہوئی، ہاں دو صف کے فاصلہ سے نہ جائے کہ مشی کثیر ہوجائے گی۔

علامہ ابن امیر الحاج حلیہ میں ذخیرہ سے ناقل:

ان کان فی الصف الثانی فرأی فرجۃ فی الاول فمشی الیہا لم تفسد صلاتہ لانہ مامور بالمراصّۃ قال علیہ الصلاۃ والسلام تراصّوا فی الصّفوف ولو کان فی الصف الثالث تفسد[1]۔	اگر کوئی آدمی دوسری صف میں کھڑا تھا کہ اس نے پہلی میں رخنہ دیکھا اور وہ اسے پر کرنے کے لئے چلا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ نماز میں مل کر کھڑا ہونا حکم شرعی ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: صفوں میں خوب مل کر کھڑا ہوا کرو۔ اور اگر نمازی تیسری صف میں تھا تو اب نماز فاسد ہوجائے گی۔ (ت)

علامہ ابن عابدین ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

ظاھر التعلیل بامر انہ یطلب منہ المشی الیہا تامل[2]۔	امر کے ساتھ علت بیان کرنا بتارہا ہے کہ اس نمازی سے رخنہ پر کرنے کا مطالبہ ہے تامل۔ (ت)

ثم اقول: وباللہ التوفیق یہ احکام فقہ وحدیث باعلٰی ندامنادی کہ وصل صفوف اور ان کی رخنہ بندی اہم ضروریات سے ہے اور ترک فرجہ ممنوع وناجائز، یہاں تک کہ اس کے دفع کو نمازی کے سامنے گزر جانے کی اجازت ہوئی جس کی بابت حدیثوں میں سخت نہی وارد تھی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لو یعلم المار بین یدی المصلی ماذا علیہ لکان ان یقف اربعین خیرالہ من ان یمر بین یدیہ[3]۔ اخرجہ الائمۃ احمد و الستۃ عن ابی جھیم رضی اللہ تعالٰی عنہ قال الحافظ فی بلوغ المرام ووقع	اگر نمازی کے سامنے گزرنے والا جانتا کہ اس پر کتنا گناہ ہے تو چالیس برس کھڑا رہنا اس گزر جانے سے اس کے حق میں بہتر تھا۔ اسے امام احمد اور ائمہ ستّہ نے حضرت ابوجہیم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ حافظ نے بلوغ المرام میں کہا کہ مسند بزار

---

[1] ردالمحتار بحوالہ الحلیہ ، باب الامامۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۴۲۱

[2] ردالمحتار بحوالہ الحلیہ، باب الامامۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۴۲۱

[3] صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب اثم المار بین یدی المصلی مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۳

فی البزار من وجہ اُخر اربعین خریفا [1] قلت والاحادیث یفسر بعضھا بعضا	میں ایک اور سند سے مروی الفاظ یہ ہیں: چالیس سال، میں کہتا ہوں احادیث آپس میں ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لویعلم احدکم مالہ فی ان یمربین یدی اخیہ معترضا فی الصلاۃ کان لان یقیم مائۃ عام مخیرلہ من الخطوۃ التی خطاھا[2]۔ رواہ احمد وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	اگر تم میں سے کوئی جان لے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنے پر کیا گناہ ہوتا ہے تو وہ اس ایک قدم چلنے سے سو سال تک کھڑے رہنے کو بہتر سمجھے گا۔ اسے امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اس میں سو برس کھڑا رہنا اس ایک قدم رکھنے سے بہتر فرمایا۔ امام طحطاوی فرماتے ہیں: پہلے چالیس ارشاد ہوئے تھے پھر زیادہ تعظیم کے لئے سو" (سال) فرمائے گئے۔ تیسری حدیث میں ہے:

لویعلم المار بین یدی المصلی لاحب ان ینکسر فخذہ ولایمر بین یدیہ[3]۔ رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ فی مصنفہ عن عبدالحمید بن عبد الرحمٰن منقطعا۔	اگر نمازی کے آگے گزرنے والا دانش رکھتا ہو تو چاہتا اس کی ران ٹوٹ جائے مگر نمازی کے سامنے سے نہ گزرے۔ اسے ابوبکر بن ابی شیبہ نے مصنف میں شیخ عبدالحمید بن عبدالرحمٰن سے منقطع طور پر روایت کیا ہے۔

چوتھی حدیث میں ارشاد فرمایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا صلی احدکم الی شیئ یسترہ من الناس فاراد احد ان یجتاز بین یدیہ فلیدفعہ فان ابی فلیقاتلہ فانما ھو شیطان[4]۔ اخرجہ	جب تم میں سے کوئی شخص سترہ کی طرف نماز پڑھتا ہو اور کوئی سامنے سے گزرنا چاہے تو اسے دفع کرے اگر نہ مانے تو اس سے قتال کرے کہ وہ شیطان ہے

---

[1] بلوغ المرام مع مسک الختام باب سترۃ المصلی مطبوعہ مطبع نظامی کانپور (انڈیا) ۱/۱۷۵

[2] سنن ابن ماجہ باب المرور بین یدی المصلی مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۶۸

[3] مصنف ابن ابی شیبہ من کان یکرہ ان یمر الرجل الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۸۲

[4] صحیح البخاری، باب لیرد المصلی من مرّ بین یدیہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ، ۱/۷۳

احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	اسے احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

ظاہر ہے کہ ایسا شدید امر جس پر یہ تشدیدیں اور سخت تہدیدیں ہیں اسی وقت روا رکھا گیا ہے جب دوسرا اس سے زیادہ اشد اور افسد تھا **کما لایخفٰی** (جیسا کہ مخفی نہیں۔ت)

ایک دلیل: اس وجوب اور فرجہ رکھنے کی کراہت تحریمی پر یہ ہے۔

دلیل دوم: احادیث کثیرہ میں صیغہ امر کا وارد ہونا **کما سمعت وما ترکت لیس باقل مما سردت** (جیسا کہ تونے سن لیا اور جن روایات کو میں نے ترک کردیا ہے وہ بیان کردہ سے کم نہیں ہیں۔ت) اس لئے ذخیرہ وحلیہ میں فرمایا: **انہ، مامور بالمراصّۃ**[1] (کیونکہ مل کر کھڑے ہونے کا حکم ہے۔ت) فتح القدیر وبحرالرائق وغیرہما میں فرمایا: **سد الفرجات المأمور بھا فی الصف**[2] (صف کے درمیانی رخنہ کو پر کرنے کا حکم ہے۔ت) اور اصول میں مبرہن ہوچکا ہے امر مفید وجوب ہے **الا ان یصرف عنہ صارف** (مگر اس صورت میں جب اس کے خلاف کوئی قرینہ ہو۔ت)

دلیل سوم: علماء تصریح فرماتے ہیں کہ صف میں جگہ چھوٹی ہو تو اور مقام پر کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

فی الخانیۃ والدرالمختار وغیرہما واللفظ للعلائی لوصلی علی رفوف المسجد ان وجد فی صحنہ مکانا کرہ کقیامہ فی صف خلف صف فیہ فرجۃ[3]۔	خانیہ، درمختار اور دیگر کتب میں ہے علائی کے الفاظ یہ ہیں اگر کسی نے رفوف مسجد میں نماز ادا کی حالانکہ صحن مسجد میں جگہ تھی تو مکروہ ہوگی جیسا کہ ایسی صف میں نماز پڑھنا مکروہ ہے جو ایسی صف کے پیچھے ہو جس میں رخنہ تھا۔(ت)

اور کراہت مطلقہ سے مراد کراہت تحریم ہوتی ہے،

الا اذا دل دلیل علی خلافہ کما نص علیہ	مگر جب اس کے خلاف دلیل موجود ہو جیسا کہ فتح، بحر، حواشی در

---

[1] ردالمحتار بحوالہ حلیہ عن الذخیرۃ باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴۲۱/۱

[2] بحرالرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۵۴/۱

[3] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۸۴/۱

فی الفتح والبحر وحواشی الدر وغیرھما من تصانیف الکرام الغر۔	اور دیگر تصانیف علماء عظام میں تصریح ہے۔ (ت)

دلیل چہارم احادیث سابقہ میں حدیث رابع کے وعید شدید **من قطع صفا قطعه الله** (جس نے صف قطع کی اللہ اسے قطع کرے گا۔ت) علامہ طحطاوی پھر علامہ شامی زیر عبارت مذکورہ در مختار فرماتے ہیں:

قوله کقیامه فی صف الخ هل الکراهة فیه تنزیهیة اوتحریمیة ویرشد الی الثانی قوله علیه الصلٰوة والسلام من قطع صفا قطعه الله انتهی فافهم۔[1]	قولہ جیسا کہ کھڑا ہونا اس صف میں الخ اس میں کراہت تنزیہی ہے یا تحریمی؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد من قطع الله الخ کراہت تحریمی کی طرف راہنمائی کرتا ہے انتہی فافہم (ت)

جب یہ امر واضح ہوگیا تواب صورت مذکورۂ سوال میں دوسری وجہ کراہت تحریم کی اور ثابت ہوئی ظاہر ہے کہ جب امام صف اول میں صرف اس قدر فاصلہ قلیلہ چھوٹا تو بالیقین صف اول ناقص رہے گی اور امام کے پیچھے ایک آدمی کی جگہ چھوٹے گی وہ بھی ایسی جسے بوجہ تنگئ مقام کوئی بھر بھی نہ سکے گا تو یہ فعل ایک مکروہ تحریمی کو مستلزم، اور جو مکروہ تحریمی کو مستلزم ہو خود مکروہ تحریمی ہے، محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں بعد عبارت منقولہ صدرِ جواب کے فرماتے ہیں:

واستلزم ماذکر ان جماعة النساء تکره کراهة تحریم لان ملزوم متعلق الحکم اعنی الفعل المعین ملزوم لذلك الحکم[2] انتهی	مذکورہ بات اس کو مستلزم ہے کہ خواتین کی جماعت مکروہ تحریمی ہے کیونکہ ملزوم متعلق حکم یعنی فعل معین کا اس حکم کو ملزوم ہوتا ہے۔ انتہی۔ (ت)

بحمداللہ اس تحقیق انیق سے چند مسائل نفیسہ ثابت ہوئے:

اوّلاً: ہر صف پر تقدّم جو بنص ہدایہ وکافی وغیرہما واجب ہے وہ صرف تھوڑا آگے بڑھ جانے سے ادا نہیں ہوتا جب تک پوری صف کی جگہ نہ چھوٹے۔

ثانیاً: ہر صف میں اول سے آخر تک دوسری صف کے لئے صف کامل کی جگہ بچنا واجب ہے۔

ثالثاً: کسی صف میں فرجہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے، جب تک اگلی صف پوری نہ کرلیں صف دیگر ہرگز نہ باندھیں۔

---

[1] ردالمحتار، باب الامامۃ، مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۲۱

[2] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۶

رابعًا: صورت مذکورۂ سوال دو کراہت تحریمی پر مشتمل ہے ایک ترک تقدم دوسری بقائے فرجہ۔

خامسًا : اکثر واقع ہوتا ہے کہ امام کے ساتھ ایک مقتدی تھا دوسرا آیا بائیں ہاتھ کو کھڑا ہوگیا یہاں تک تو کراہت تنزیہی تھی لترک السنۃ پھر اور لوگ بھی آتے اور یونہی برابر کھڑے ہو جاتے ہیں نہ امام آگے بڑھتا ہے نہ مقتدی پیچھے ہٹتے ہیں یہ صورت مکروہ تحریمی کی ہے کہ اگرچہ اکیلے مقتدی کے حق میں سنت یہ ہے کہ امام کے داہنی جانب بالکل اس کے محاذی کھڑا ہو نہ متاخر، اور یہ سنت عوام میں صدہا سال سے متروک ہے اکیلا بھی امام سے کچھ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہوتا ہے۔ امام نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں:

الواحد یقوم عن یمینه ای ان کان مع الامام واحد وقف عن یمین الامام لانه علیه الصلٰوۃ والسلام صلی بابن عباس فاقامه عن یمینه ولایتأخر عن الامام فی ظاهر الروایة، وعن محمد انه یضع اصابعه عند عقب الامام وهوالذی وقع عند العوام [1] انتهى قلت وعوام زماننا قدتعدواحتی خرجوا عن روایة محمد ایضا کماهو مشاهد۔	اکیلا نمازی امام کی دائیں جانب کھڑا ہو یعنی اگر امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو تو وہ امام کی دائیں جانب کھڑا ہو کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس کو نماز پڑھائی تو ان کو آپ نے اپنی دائیں جانب کھڑا کیا اور ظاہر روایت کے مطابق وہ امام سے پیچھے کھڑا نہ ہو۔ امام محمد سے مروی ہے کہ مقتدی اپنے پاؤں کی انگلیاں امام کی ایڑی کے پاس رکھے اور عوام میں یہی طریقہ جاری ہے انتہی۔ میں کہتا ہوں ہمارے دور کے لوگ تجاوز کر گئے ہیں حتی کہ وہ امام محمد سے مروی روایت سے بھی نکل گئے ہیں جیسا کہ مشاہدہ میں ہے۔ (ت)

پھر جو بعد کو آئے وہ اس مقتدی کی محاذات میں کھڑے ہوں گے جس کے باعث امام کو قدرے تقدم رہے گا اس صورت میں وہ توسط جس کی نسبت درمختار میں فرمایا:

لوتوسط اثنین کرہ تنزیها وتحریما لواکثر[2]۔	اگر امام دو مقتدیوں کے درمیان کھڑا ہوا تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دو سے زیادہ کے درمیان کھڑا ہوا تو مکروہ تحریمی ہے۔ (ت)

اگر نہ بھی مانا جائے تاہم اس صورت میں کراہت تحریم ہی رہے گی کہ توسط نہ سہی فرجہ رکھنا اور صف کامل کی جگہ نہ چھوڑنا خود موجب کراہت تحریمی ہے، یہ مسائل واجب الحفظ ہیں اکثر اہل زمانہ ان سے غافل ولعلك لاتجد هذا التحقیق الخطیر بهٰذا الایضاح والتقریر فی غیرهذا التحریر (شاید ایسی بے مثال

---

[1] کافی شرح وافی

[2] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۳

تحقیق اپنی وضاحت وتفصیل کے ساتھ اس تحریر کے علاوہ کہیں نہ ملے (ت) والحمدللہ علی ماعلم اللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۵۰: یکم جمادی الاخری ۱۳۰۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سمجھ وال لڑکا آٹھ نو برس کا جو نماز خوب جانتا ہے اگر تنہا ہو تو آیا اسے یہ حکم ہے کہ صف سے دور کھڑا ہو یا صف میں بھی کھڑا ہوسکتا ہے؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

صورت مستفسرہ میں اسے صف سے دور یعنی بیچ میں فاصلہ چھوڑ کر کھڑا کرنا تو منع ہے

فان صلاة الصبی الممیز الذی یعقل الصلاة صحیحة قطعا، وقدامر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بسد الفرج والتراص فی الصفوف ونهی عن خلافه بنهی شدید۔	کیونکہ وہ بچہ جوصاحب شعور ہو اور نماز کو جانتا ہو اس کی نماز بالیقین صحیح ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صف کے رخنہ کو پر کرنے اور اس میں مل کر کھڑے ہونے کا حکم دیا ہے اور اس کے خلاف سے سخت منع فرمایا ہے۔ (ت)

اور یہ بھی کوئی ضروری امر نہیں کہ وہ صف کے بائیں ہی ہاتھ کو کھڑا ہو علماء اسے صف میں آنے اور مردوں کے درمیان کھڑے ہونے کی صاف اجازت دیتے ہیں۔ درمختار میں ہے: لوواحدًا دخل فی الصف[1] (اگر بچہ اکیلا ہو تو صف میں داخل ہوجائے۔ ت) مراقی الفلاح میں ہے:

ان لم یکن جمع من الصبیان یقوم الصبی بین الرجال[2]۔	اگر بچے زیادہ نہ ہوں تو بچہ مردوں کے درمیان کھڑا ہوجائے (ت)

بعض بے علم جو یہ ظلم کرتے ہیں کہ لڑکا پہلے سے داخل نماز ہے اب یہ آئے تو اسے نیت بندھا ہوا ہٹا کر کنارے کردیتے اور خود بیچ میں کھڑے ہوجاتے ہیں یہ محض جہالت ہے، اسی طرح یہ خیال کہ لڑکا برابر کھڑا ہو تو مرد کی نماز نہ ہوگی غلط وخطا ہے جس کی کچھ اصل نہیں۔ فتح القدیر میں ہے:

امامحاذاة الامرد فصرح الکل بعدم افسادہ الامن شذ ولامتمسك له فی الروایة کما صرحوا به	بے ریش بچے کے محاذی ہونے پر تمام علماء نے تصریح کی ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی مگر شاذ طور پر کوئی فساد نماز کا قائل ہے اور اس کے لئے کوئی دلیل نہ روایت

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۴

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۸

الروایة کما صرحوا بہ ولا فی الدرایة[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔	میں ہے جیسا کہ فقہا نے اس کی تصریح کی ہے اور نہ ہی درایت میں ہے۔(ت)

مسئلہ ۸۵۱ تا ۸۵۴: از سہسرام محلّہ دائرہ ضلع آرہ مرسلہ حافظ عمر جلیل ۱۶ شوال ۱۳۳۳ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں:

(۱) اگر کوئی نماز کسی وجہ سے دہرائی جائے تو وہ شخص کہ نماز مشکوکہ میں شریک نہیں تھا وہ جماعت ثانیہ میں شریک ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) امام فرض پڑھارہاہے ایک مقتدی دوسری یا تیسری رکعت میں ملاتو اس کاجو فرض چھوٹ گیا ہے باٰواز بلند پڑھے یا آہستہ؟

(۳) قضاعمری کو امام وداع جمعہ کو فجر سے عشاء تک بجہر پڑھادے تو سب کی عمر بھر کی قضا کیاادا ہوجائے گی؟

(۴) نماز جمعہ میں اگر کوئی شخص تشہد میں شریک ہو تو نماز ہوگی یا نہیں؟ **بینوا وتوجروا**

الجواب: (۱) نماز اگر ترک فرض کے سبب دہرائی جائے نیا شخص شریک ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔

(۲) علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی رکعات میں منفرد ہے، اور تصریح فرماتے ہیں کہ منفرد کو جہری رکعتوں میں جہر جائز بلکہ افضل ہے مگر اس میں یہ دقت ہے کہ منفرد کاجہر اوروں کے شامل ہونے کا داعی ہوگااور یہ دعوت خیر ہے کہ دونوں کو جماعت مل جائے گی لیکن مسبوق کاجہر کہ ناواقف کو شرکت کی طرف داعی ہو، امر ناجائز کی طرف داعی ہوگا اور اس کاوہ عمل باطل ہوجائے گالہٰذا یہی اصوب معلوم ہوتا ہے کہ وہ جہر نہ کرے۔

(۳) یہ قضاعمری کی جماعت جاہلوں کی ایجاد اور محض ناجائز وباطل ہے۔

(۴) اسلام سے پہلے جو شریک ہوگیا اسے جمعہ مل گیا۔ **واللہ سبحانہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۸۵۵: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقتدی ابھی التحیات پوری نہ کرنے پایا تھا کہ امام کھڑا ہوگیا یا سلام پھیر دیا تو مقتدی التحیات پوری کرلے یا اتنی ہی پڑھ کر چھوڑدے؟ **بینوا وتوجروا**

الجواب:

ہر صورت میں پوری کرلے اگرچہ اس میں کتنی ہی دیر ہوجائے لان التشھد واجب والواجب

---

[1] فتح القدیر، باب الامامۃ ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ، ۳۱۲/۱

لایترک لسنة والمسئلة منصوص علیها فی الخانیة وغیرها فی کتب العلماء (تشہد واجب ہے اور واجب کو کسی سنت کی وجہ سے ترک نہیں کیا جاسکتا اس مسئلہ پر خانیہ اور دیگر علماء کی کتب میں نص موجود ہے۔ ت) **واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۸۵۶ تا ۸۵۷: از فیض آباد مرسلہ منشی احمد حسین صاحب خرسند نقشہ نویس اسسٹنٹ انجینئر ریلوے ۲ جمادی الاخری ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین ومفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) زید مسجد یا خلاف آں نماز فرض پڑھا رہا ہے اور اس کی پہلی رکعت ہے یا کوئی اور رکعت، اور بکر تنہا یا دو شخص داخل ہوئے باوجود اطلاع ہونے یا ہوجانے کے بکر تنہا یا دونوں شخصوں نے اسی مقام پر اور اسی صف پر علیحدہ فرض پڑھے اور زید کے مقتدی نہ بنے، کیا حکم ہے ان کی نماز کا؟ یا پہلے ان کو اطلاع نہ تھی نیت باندھنے کے بعد رابع نے بآواز بلند کہہ دیا، اب کیا حکم ہے بکر کی نماز کا، آیا وہ نماز درست ہوئی؟ اگر نہیں تو اطلاع پانے تک جس قدر ہوچکی ہے وہیں سے ترک کردے یا پوری کرکے وہ نماز اعادہ کرے؟ مفصل فرمایئے۔

(۲) اگر ہیجڑا یا عورت یا نابالغ یا شیعہ جن کی امامت بالاتفاق ناجائز ہے نماز فرض پڑھ رہا ہے مسجد میں یا باہر، اور زید بھی نماز فرض پڑھنا چاہتا ہے آیا اسی مصلے پر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہ؟ کیا اس شخص کی نماز ختم ہونے تک زید کو انتظار لازم ہے؟ **بینوا وتوجروا۔**

الجواب:

(۱) اگر زید قابل امامت تھا اور انہیں معلوم تھا کہ یہ فرض پڑھ رہا ہے اور انہوں نے اقتدا نہ کی بلکہ جدا جدا فرض پڑھے تو اگر جماعت اولٰی ہوچکی ہے جب تو فضل سے محروم رہے اور اگر یہی جماعت اولٰی ہوئی تو گنہگار ہوئے اور اگر زید قابل امامت نہیں اور ان دونوں میں کوئی قابل امامت تھا تو اب بھی وہی احکام ہیں، اور اگر ان میں بھی کوئی قابل امامت نہیں تو اصلاً حرج نہ ہوا اور نماز تینوں صورتوں میں مطلقاً ہوجائے گی اور نیت توڑ دینا صرف جماعت قائمہ کی تحصیل کے لئے ہے مثلاً ایک شخص نے ظہر کے فرض شروع کئے ایک رکعت یا اس سے کم پڑھنے پایا تھا کہ جماعت قائم ہوئی نیت توڑ دے، باقی جماعت معدومہ کی تحصیل کے لئے نیت توڑنے کی کہیں اجازت نہیں۔

(۲) پڑھ سکتا ہے اور ختم نماز تک انتظار کرنا کچھ ضرور نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۸۵۸: از میرٹھ کمبوہ دروازہ کارخانہ داروغہ یادالٰہی صاحب مرسلہ جناب مرزاغلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان ۱۳۰۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جماعت ثانیہ کی نسبت کیا حکم ہے؟ یہاں بعض لوگوں کو اس کی ممانعت میں تشدد ہے جماعت اولٰی کے بعد آٹھ آٹھ دس دس آدمی جمع ہوجاتے ہیں مگر جماعت نہیں کرتے برابر کھڑے ہو کر علیحدہ علیحدہ نماز پڑھتے ہیں یہ کیسا ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

(۱) مسجد اگر شارع عام یا بازار کی ہے جس کے لئے اہل معین نہیں جب تو بالاجماع اس میں تکرار جماعت باذان جدید و تکبیر جدید جائز بلکہ یہی شرعًا مطلوب ہے کہ نوبت بہ نوبت جو لوگ آئیں نئی اذان واقامت سے جماعت کرتے جائیں۔

(۲) اور اگر مسجد محلّہ ہے تو اگر اس کے غیر اہل جماعت کر گئے ہیں تو اہل محلّہ کو تکرار جماعت بلاشبہ جائز۔

(۳) یا اول اہل محلّہ ہی نے جماعت کی مگر بے اذان پڑھ گئے۔

(۴) یا اذان آہستہ دی تو ان کے بعد آنے والے باذان جدید بروجہ سنت اعادہ جماعت کریں۔

(۵) یا اگر امام میں کسی نقص قرأت وغیرہ یا فسق یا مخالفت مذہب کے باعث جماعت اولٰی فاسد یا مطلقًا مکروہہ یا باقی ماندہ لوگوں کے حق میں غیر اکمل واقع ہوئی جب بھی انہیں اعادہ جماعت سے مانع نہیں۔

یہ سب صورتیں تو قطعی یقینی ہیں اب رہی ایک صورت کہ مسجد مسجدِ محلّہ ہے اور اس کے اہل بروجہ مسنون اذان دے کر امام نظیف موافق المذہب کے پیچھے جماعت کرچکے اب غیر لوگ یا اہل محلّہ ہی سے جو باقی رہ گئے تھے آئے، انہیں بھی اس مسجد میں جماعت ثانیہ جائز ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے ظاہر الروایہ سے حکم کراہت نقل کیا گیا اور علامہ محقق اجل مولی خسرو نے درر و غرر اور مدقق اکمل علامہ محمد بن علی دمشقی حصکفی نے خزائن الاسرار میں فرمایا کہ اس کراہت کا محل صرف اس صورت میں ہے جب یہ لوگ باذان جدید جماعت ثانیہ کریں ورنہ بالاجماع مکروہ نہیں، اور اسی طرف درمختار میں اشارہ فرمایا اور ایسے ہی منبع وغیرہ میں تصریح کی، اور قول محقق منقح یہ ہے کہ اگر یہ لوگ اذان جدید کے ساتھ اعادہ جماعت کریں تو مکروہ تحریمی، ورنہ اگر محراب نہ بدلیں تو مکروہ تنزیہی ورنہ اصلا کسی طرح کی کراہت نہیں، یہی صحیح ہے اور یہی ماخوذ للفتوی، درمختار میں ہے:

یکرہ تکرار الجماعۃ باذان واقامۃ فی مسجد محلۃ لافی مسجد طریق او مسجد لاامام لہ ولامؤذن[1]۔	محلّہ کی مسجد میں اذان وتکبیر کے ساتھ جماعت کا تکرار مکروہ ہے البتہ راستہ کی مسجد اور ایسی مسجد میں مکروہ نہیں جہاں امام اور مؤذن نہ ہو۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۲

ردالمحتار میں ہے:

عبارته فی الخزائن اجمع مماهنا ونصها یکره تکرار الجماعة فی مسجد محلة باذان واقامة الااذاصلی بهما فیه اولا غیراهله اواهله لکن بمخافتة الاذان ولوکرراهله بدونهما اوکان مسجد طریق جاز اجماعا کما فی مسجد لیس له امام ولامؤذن ویصلی الناس فیه فوجا فوجا فان الافضل ان یصلی کل فریق باذان واقامة علیحدة کما فی امالی قاضی خاں[1] ھ ونحوه فی الدرر والمراد بمسجد المحلة ماله امام وجماعة معلومون کما فی الدرر وغیرها قال فی المنبع والتقیید بالمسجد المختص بالمحلة احتراز من الشارع وبالاذان الثانی احتراز عما اذا صلی فی مسجد المحلة جماعة بغیراذان حیث یباح اجماعا[2] ھ ثم قال اعنی الشامی بعد مانقل الدلیل علی الکراهة. مقتضی هذا الاستدلال کراهة التکرار فی مسجد المحلة ولو بدون اذان ویؤیده ما فی الظهیریة لودخل جماعة المسجد بعد	اس کی عبارت خزائن میں یہاں سے زیادہ جامع ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں کہ مسجد محلّہ میں جدید اذان واقامت کے ساتھ تکرار جماعت مکروہ ہے مگر اس صورت میں جب یہاں پہلے کسی غیراہل محلّہ اذان واقامت کے بغیر تکرار جماعت کریں یا مسجد راستہ کی ہو تو بالاتفاق جماعت جائز ہوگی جیسا کہ اس مسجد کا حکم ہے جس کا امام اور مؤذن مقرر نہیں اور لوگ گروہ در گروہ اس میں نماز ادا کرتے ہوں، تو یہاں افضل یہی ہے کہ ہر فریق علیحدہ اذان واقامت کے ساتھ نماز ادا کرے جیسا کہ امالی قاضی خاں میں ہے اھ اور اسی کی مثل درر میں ہے محلّہ کی مسجد سے مراد وہ مسجد ہے جس کا امام اور جماعت معلوم ہو جیسا کہ درر وغیرہ میں ہے، منبع میں ہے مسجد کو محلّہ کے ساتھ مقید کرنا شارع عام کی مسجد سے احتراز ہے اور اذان ثانی کے ساتھ مقید کرنا اس صورت سے احتراز ہے جب مسجد محلّہ میں بغیراذان کے جماعت ہوگئی ہو کیونکہ اب بالاتفاق (تکرار جماعت) مباح ہے اھ پھر کراہت پر دلیل نقل کرنے کے بعد شامی نے فرمایا اس استدلال کا تقاضا یہ ہے کہ مسجد محلّہ میں تکرار جماعت مکروہ ہے اگرچہ تکرار بغیراذان کے ہو اور اس کی تائید ظہیریہ کی یہ عبارت

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۸

[2] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۸

ماصلی فیه اهله یصلون وحدانا وهوظاهر الروایة ه وهذا مخالف لحکایة الاجماع المارة [1] الخ، وقال قبل هذا فی باب الاذان بعد نقل عبارة الظهیریة، وفی آخر شرح المنیة وعن ابی حنیفة لوکانت الجماعة اکثر من ثلثة یکره التکرار والافلا وعن ابی یوسف اذالم تکن علی الهیأة الا ولی لاتکره والاتکره وهو الصحیح وبالعدول عن المحراب تختلف الهیأة کذا فی البزازیة ه وفی التاتارخانیة عن الولوالجیة وبه ناخذ [2]۔	بھی کرتی ہے کہ اگر کچھ لوگ مسجد میں اس وقت آئے جب اہل محلّہ اس میں جماعت کرواچکے تھے تو وہ اکیلے اکیلے نماز ادا کریں اور یہی ظاہر روایت ہے اھ اور یہ گزشتہ منقول اجماع کے مخالف ہے الخ اس سے پہلے باب الاذان میں عبارت ظہیریہ کے نقل کرنے کے بعد شامی نے کہا اور شرح منیہ کے آخر میں ہے اور امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ اگر افراد جماعت تین سے زیادہ ہوں تو تکرار مکروہ ہوگا ورنہ نہیں اور امام یوسف سے مروی ہے جب ہیئت اولٰی پر نہ ہو مکروہ نہیں ورنہ مکروہ، اور یہی صحیح ہے اور محراب سے اعراض کرلینے سے ہیئت مختلف ہوجاتی ہے، بزازیہ میں یونہی ہے اھ اور تاتارخانیہ میں ولوالجیہ کے حوالے سے ہے کہ ہم اس پر عامل ہیں۔ (ت)

اسی میں ہے:

قد علمت ان الصحیح انه لایکره تکرار الجماعة اذا لم تکن علی الهیأة الاولٰی [3]۔	آپ جان چکے کہ صحیح یہی ہے کہ تکرار جماعت مکروہ نہیں جبکہ وہ ہیئت اولٰی پر نہ ہو۔ (ت)

بالجملہ جماعت ثانیہ جس طرح عامہ بلاد میں رائج و معمول درر ومنبع وخزائن شروح معتمدہ کے طور پر تو بالاجماع اور عندالتحقق قول صحیح مفتی بہ پر بلاکراہت جائز ہے کہ دوسری جماعت والے تجدید اذان نہیں کرتے اور محراب سے ہٹ ہی کر کھڑے ہوتے ہیں اور ہم پر لازم کہ ائمہ فتوٰی جس امر کی ترجیح و تصحیح فرماگئے اس کا اتباع کریں۔ درمختار میں ہے:

اما نحن فعلینا اتباع مارجحوه وماصححوه کما لوافتونافی حیاتهم [4]۔	رہا ہمارا معاملہ تو ہم پر اس قول کی اتباع لازم ہے جسے علماء نے ترجیح دی اور جس کی انہوں نے تصحیح فرمائی، جیسے اس صورت میں ہم پر ان کی پیروی لازم تھی کہ اگر وہ ہمارے زمانہ میں زندہ ہوتے اور فتوٰی دیتے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۹

[2] ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۹۱

[3] ردالمحتار باب الاذان ، مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۹۲

[4] درمختار مقدمہ کتاب مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ، ۱/۱۵

پھر خلاف صحیح مذہب اختیار کرکے اسے ناجائز وممنوع بتانا اور اس کے سبب لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کو گنہگار ٹھہرانا محض بے جا ہے۔

ثم اقول: حال زمانہ کی رعایت اور مصلحت وقت کا لحاظ بھی مفتی پر واجب، علماء فرماتے ہیں:

من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل۔	جو شخص اپنے دور کے لوگوں کے احوال سے آگاہ نہیں وہ جاہل ہے۔(ت)

اب دیکھئے کہ جماعت ثانیہ کی بندش میں کوشش وکاوش سے یہ تو نہ ہوا کہ عوام جماعت اولٰی کا التزام تام کرلیتے، رہا وہی کہ کچھ آئے کچھ نہ آئے، ہاں یہ ہوا کہ آٹھ آٹھ دس دس جورہ جاتے ہیں ایک مسجد میں ایک وقت میں اکیلے اکیلے نماز پڑھ کر ناحق روافض سے مشابہت پاتے ہیں حضرات مجتہدین رضوان اللہ تعالٰی اجمعین کے زمانے میں ایسی مشابہت پیدا ہونا درکنار خود جماعت کی برکات عالیہ ظاہریہ وباطنیہ سے محروم رہنا ایک سخت تازیانہ تھا جس کے ڈر سے عوام خواہی نخواہی جماعت اولٰی کی کوشش کرتے، اب وہ خوف بالائے طاق اور اہتمام التزام معلوم، جماعت کی جو قدرے وقعت نگاہوں میں ہے کہ اگر رہ گئے اور تنہا پڑھی ایک طرح کی خجلت وندامت ہوتی ہے جب بفتوی مفتیان یہی انداز رہے اور گروہ کے گروہ اکیلے اکیلے پڑھا کئے تو ایک تو مرگ انبوہ جشنے دارد دوسرے شدہ شدہ عادت پڑجاتی ہے چندروز میں یہ رہی سہی وقعت بھی نظر سے گرجائے گی اور اس کے ساتھ ہی سستی وکاہلی اپنی نہایت پر آئے گی، اب تو یہ خیال بھی ہوتا ہے کہ خیر اگر پہلی جماعت فوت ہوئی ایسی دیر تو نہ کیجئے کہ اکیلے ہی رہ جائیں اور تنہا پڑھ کر محرومی وندامت کا صدمہ اٹھائیں، جب یہ ہوگا کہ جماعت تو آخر ہوچکی اول ہوچکی اب جماعت تو ملنے سے رہی اپنی اکیلی نماز ہے جب جی میں آیا پڑھ لیں گے یا پھر مسجد کی بھی کیا حاجت ہے لاؤ گھر ہی میں سہی، لہذا ائمہ فتوی رحمہم اللہ تبارک وتعالٰی کچھ سوچ سمجھ کر ترجیح وتصحیح فرمایا کرتے ہیں من وتو سے ان کے علوم وسیعہ عقول رفیعہ لاکھوں درجے بلند وبالا ہیں روایت ودرایت ومصالح شریعت وزمانہ وحالت کو جیسا وہ جانتے ہیں دوسرا کیا جانے لگا پھر ان کے حضور دخل درمعقولات کیسا! **فاللہ الھادی وولی الایادی** اس مسئلہ میں کلام طویل ہے اور عبد ذلیل پر فیض مولٰی عزیز وجلیل، اگر تفصیل کیجئے رسالہ مبسوط ہوتا ہے لیکن

ع: درخانہ اگر کس است یکحرف بس است

(اگر خانہ عقل میں کچھ ہے تو اس کے لئے ایک حرف بھی کافی ہے)

تنبیہ: مگر یہ ان کے لئے ہے جو احیاناً کسی عذر کے باعث حاضری جماعت اولٰی سے محروم رہے نہ یہ کہ جماعت ثانیہ کے بھروسہ پر قصداً بلاعذر مقبول شرعی جماعت اولٰی ترک کریں یہ بلاشبہہ ناجائز ہے **کما حققناہ فی فتاوٰنا** (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۸۵۹: ازوطن مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب سلمہ اللہ تعالٰی ۳ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

چہ می فرمایند علمائے دین درین مسئلہ کہ دوجماعت دریک مسجد دریک وقت بلاعلمی پس نماز مصلین جماعت ثانیہ جائز است یانہ؟ **بینوا توجروا**	کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بغیر علم ایک وقت میں ایک مسجد میں دوجماعت ہونا کیسا ہے؟ پھر دوسری جماعت کے نمازیوں کی نماز جائز ہے یانہیں؟ بیان کرواجر پاؤ۔ (ت)

الجواب:

درجواز بمعنی صحت شک نیست اگرچہ باوصف علم باشد آرے بحال علم جواز بمعنی حل نیست مگرآنکہ امام اول ناشایان امامت باشد۔ **واللہ تعالٰی اعلم**	جواز بمعنی صحت میں کوئی شک نہیں (یعنی درست ہے) اگرچہ جماعت ثانیہ کا باوصف علم ہو البتہ باوصف علم جواز بمعنی حل لینا درست نہیں مگر اس صورت میں کہ امام اول امامت کے لائق نہ ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم** (ت)

مسئلہ ۸۶۰ : ازکلکتہ دھرم تلہ نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۸ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہ جماعت جو کراہت تحریمی پر مشتمل ہے جیسے پانچ چھ مقتدی امام کے برابر کھڑے ہیں یاامام کی آستین کہنیوں تک چڑھائی ہوئی ہیں یاوہ کلام مجید صحیح نہیں پڑھتا اس میں شریک ہونا چاہئے یانہیں؟ بینوا توجرا

الجواب:

غلط خوانی امام اگرتاحدِّ فساد ہے جب توظاہر کہ اس جماعت میں شرکت نہ کی جائے کہ شرعًا وہ جماعت و نماز ہی نہیں اور اگر صرف اس قدر کہ مثلًا حرف صحیح توخوب ادا کرلیتاہے مگر پورے اوصاف زائد مثل تفخیم وترقیق لام وراوغیرہما نہیں ادا ہوتے یااظہار واخفا یامدوقصرو تحقیق وتسہیل وغیرہا ان قواعد تجوید کی رعایت نہیں کرتا جن کی مراعات اگرچہ تجویدًا واجب ہو فقہًا صحت نماز کے لئے کچھ ضرور نہیں توضرور شریک ہوکہ جماعت کا ترک یا اس سے اعراض صرف اتنی بات پر ہرگز روانہیں، یونہی اگرجماعت کراہت تحریم پر مشتمل ہو توشرکت نہ کرے **فان سلب المفاسد اھم من جلب المصالح** (کیونکہ مفسدات کو ختم کرنا مصلحات کے حصول سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ت) اور اگر صرف کراہۃ تنزیہیہ ہو جیسے امامت فاسق غیر معلن میں تواگر دوسری جماعت پاکیزہ ملے اس میں بھی شرکت نہ چاہئے ورنہ شریک ہوجائے کہ ترک جماعت کراہت تنزیہی سے اشد ہے بخلاف کراہت تحریم کہ اس کا مرتبہ قول سنیت جماعت پر ترک جماعت سے بدتر، اور مسلک معتمد یعنی وجوب جماعت

پر ہمسر وبرابر ہے،

فی حاشیة الحلبی ثم الشامی علی الدر، الجماعة واجبة فتقدم علی ترك کراھة التنزیه[1] ھ وفیه فی المعراج قال اصحابنا لاینبغی ان یقتدی بالفاسق الا فی الجمعة لانه فی غیرھا یجد اماما غیرہ ھ قال فی الفتح وعلیه فیکرہ فی الجمعة اذا تعددت اقامتھا فی المصر علی قول محمد المفتی به لانه بسبیل الی التحول[2] ھ وفی الدر عن النھر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة[3] ھ فی ردالمحتار افاد ان الصلاة خلفھما اولی من الانفراد[4] ھ وفیه لوانتظر امام مذھبه بعیدا عن الصفوف لم یکن اعراضا عن الجماعة للعلم بانه یرید جماعة اکمل من ھذہ الجماعة[5]۔ واللہ تعالٰی اعلم	حاشیہ حلبی پھر شامی علی الدر میں ہے کہ جماعت واجب ہے پس یہ کراہت تنزیہی کے ترک پر مقدم ہوگی اھ اور اسی میں معراج کے حوالے سے ہے کہ ہمارے اصحاب احناف نے فرمایا ہے کہ نماز جمعہ کے علاوہ کسی نماز میں فاسق کی اقتدا نہیں کرنی چاہئے کیونکہ غیر نماز جمعہ میں دوسرے امام کو پایا جاسکتا ہے اھ فرمایا: فتح میں ہے کہ اس دلیل کی بناء پر امام محمد کے مفتی بہ قول کے مطابق جمعہ میں بھی فاسق کی اقتدا مکروہ ہوگی جبکہ شہر میں متعدد جگہ پر جمعہ قائم ہوتا ہو کیونکہ اس صورت میں دوسری جگہ نماز جمعہ کا میسر آنا ممکن ہے اھ اور در میں نہر اور اس میں محیط کے حوالے سے ہے کہ فاسق اور بدعتی کے پیچھے نماز ادا کرنے سے جماعت کا ثواب مل جاتا ہے اھ ردالمحتار میں ہے، اس سے یہ بات ثابت ہورہی ہے کہ ان کے پیچھے نماز ادا کرنا تنہا نماز ادا کرنے سے اولٰی ہے اھ اور اسی میں ہے کہ اگر کوئی شخص صفوں سے دور کھڑے ہو کر اپنے ہم مذہب امام کا انتظار کرتا ہے تو یہ جماعت سے اعراض شمار نہیں ہوگا کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ وہ تو اس جماعت سے اعلٰی جماعت کے ارادے میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطلب فی الاقتداء بشافعی الخ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۴۱۶

[2] ردالمحتار باب الامامۃ مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۴۱۴

[3] درمختار باب الامامۃ باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸

[4] ردالمحتار باب الامامۃ مطلب البدعۃ خمسۃ اقسام مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۴۱۵

[5] ردالمحتار باب الامامۃ مطلب اذا صلی الشافعی قبل الحنفی الخ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۴۱۷

مسئلہ ۸۶۱: از کلکتہ غلام قادر بیگ صاحب مرسلہ غلام قادر بیگ صاحب ۵ رجب ۱۳۱۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے ساتھ ایک مقتدی برابر کھڑا ہے دوسرا اور آیا نہ وہ مقتدی اول پیچھے ہٹا نہ امام آگے بڑھا تو یہ اس مقتدی کو نیت باندھ کر کھینچے یا بے نیت باندھے؟ **بینوا توجروا**

الجواب: دونوں صورتیں جائز ہیں، فتح القدیر سے مستفاد کہ نیت باندھ کر کھینچنا اولٰی ہے، اور خلاصہ میں تصریح فرمائی کہ پہلے کھینچ کر نیت باندھنی مناسب ہے، بہر حال دونوں طریقے روا ہیں، فتح کی عبارت یہ ہے:

لواقتدی واحد باٰخر فجاء ثالث یجذب المقتدی بعد التکبیر ولوجذبه قبل التکبیر لایضرہ[1]۔	اگر ایک آدمی نے دوسرے کی اقتدا کی کہ تیسرا آگیا تو وہ مقتدی کو تکبیر کے بعد کھینچے، اگر اس نے تکبیر سے پہلے ہی کھینچ لیا تو بھی کوئی حرج نہیں۔ (ت)

خلاصہ کا نص یہ ہے:

ینبغی ان یجذب احدا من الصف فی المسجد او فی الصحراء اولاثم یکبر[2]۔	مناسب یہی ہے کہ وہ کسی ایک نمازی کو صف سے پہلے کھینچ لے خواہ مسجد ہو یا صحرا پھر تکبیر کہے۔ (ت)

مگر یہاں واجب التنبیہ یہ بات کہ کھینچنا اسی کو چاہئے جو ذی علم ہو یعنی اس مسئلہ کی نیت سے آگاہ ہو ورنہ نہ کھینچے کہ مبادا وہ بسبب ناواقفی اپنی نماز فاسد کرلے، تحقیق منقح اس مسئلہ میں یہ ہے کہ نماز میں جس طرح اللہ اور اللہ کے رسول کے سوا دوسرے سے کلام کرنا مفسد ہے یونہی اللہ و رسول کے سوا کسی کا کہنا ماننا (جل جلالہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) پس اگر ایک شخص نے کسی نمازی کو پیچھے کھینچا یا آگے بڑھنے کو کہا اور وہ اس کا حکم مان کر پیچھے ہٹا نماز جاتی رہی اگرچہ یہ حکم دینے والا نیت باندھ چکا ہو اور اگر اس کے حکم سے کام نہ رکھا بلکہ مسئلہ شرع کے لحاظ سے حرکت کی تو نماز میں کچھ خلل نہیں اگرچہ اس کہنے والے نے نیت نہ باندھی ہو اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس کے کہتے ہی فوراً حرکت نہ کرے بلکہ ایک ذرہ تامل کرلے تاکہ بظاہر غیر کے حکم ماننے کی صورت بھی نہ رہے جب فرق صرف نیت کا ہے اور زمانہ پر جہل غالب، تو عجب نہیں کہ عوام اس فرق سے غافل ہو کر بلاوجہ اپنی نماز خراب کرلیں، ولہٰذا علماء نے فرمایا: غیر ذی علم کو اصلاً نہ کھینچے اور یہاں ذی علم وہ جو اس مسئلہ اور نیت کے فرق سے آگاہ ہو، درمختار میں ہے:

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۹

[2] خلاصۃ الفتاوٰی جنس آخر متصل بصحۃ الاقتداء الخ مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ، ۱/ ۱۵۷

لو امتثل امر غیرہ فقیل له تقدم فتقدم فسدت بل یمکث ساعة ثم یتقدم برایه قھستانی معزیا للزاھدی[1] ملخصا۔	اگر نمازی کسی غیر کا حکم بجالایا مثلاً اسے کہا گیا آگے ہو جا وہ آگے ہوگیا تو نماز فاسد ہو جائے گی بلکہ وہ ایک گھڑی ٹھہرے اور پھر اپنی رائے سے آگے بڑھے قہستانی بحوالہ زاہدی ملخصاً (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی المنح بعد ان ذکر لو جذبه اٰخر فتاٰخر الاصح لاتفسد صلاته وفی القنیة قیل لمصل منفرد تقدم فتقدم بامرہ فسدت وعلله فی شرح القدوری بانه امتثال لغیر امر اللہ تعالٰی ھ کلام المصنف وذکر الشرنبلالی ان امتثاله انما ھو لامر رسول اللہ صی اللہ تعالٰی علیه وسلم فلا یضر اھ قال ط لو قیل بالتفصیل بین کونه امتثل امر الشارع فلاتفسد وبین کونه امتثل امر الداخل مراعاۃ لخاطرہ من غیر نظر لامر الشارع فتفسد لکان حسنا ھ[2] مافی رد المحتار ملتقطا **اقول:** وھذا التفصیل کما تری من الحسن بمکان بل ھو المحل لکلمات العلماء وبه یحصل التوفیق وباللہ التوفیق۔	منح میں اس کے بعد ہے کہ اگر اس کو کسی دوسرے نے کھینچا اور وہ پیچھے ہوگیا تو اصح مذہب یہ ہے کہ اس کی نماز فاسد نہ ہوگی، اور قنیہ میں ہے منفرد (تنہا) نمازی کو کہا گیا آگے ہو اور وہ اس کے حکم کی بنا پر آگے ہوا تو نماز فاسد ہوگی۔ شرح قدوری میں اس کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ غیر اللہ کا حکم بجالانا ہے اھ کلام مصنف ختم ہوا، شرنبلالی نے فرمایا یہ بجاآوری رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حکم کی بنا پر تھی لہٰذا نقصان دہ نہیں اھ طحطاوی نے فرمایا کہ اگر تفصیل بیان کی جائے درمیان اس کے کہ اگر شارع کا امر سمجھتے ہوئے بجالایا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور درمیان اس کے اگر داخل ہونے والے کے امر کی وجہ سے اس کے ارادے کی رعایت کرتے ہوئے بجالایا امر شارع کی طرف نظر کئے بغیر، تو نماز فاسد ہوگی، تو یہ (تفصیل بیان کرنا) بہتر ہوتا اھ یہ ردالمحتار کی گفتگو کا خلاصہ تھا، **اقول:** (میں کہتا ہوں) یہ تفصیل اس جگہ احسن ہی نہیں بلکہ کلمات علماء کا محل بھی ہے اور اس کے ساتھ ان کے کلام میں تطبیق بھی پیدا ہو جاتی ہے وباللہ التوفیق (ت)

---

[1] در مختار باب مایفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۹/۱

[2] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴۲۲/۱

در مختار میں ہے:

یجذب احد الکن قالوا فی زماننا ترکه اولٰی[1] ملخصا۔	کسی کو کھینچ لے، مگر ہمارے زمانے کے علماء نے فرمایا نہ کھینچنا ہی بہتر ہے ملخصًا (ت)

خزائن الاسرار میں ہے:

ینبغی التفویض الی رأی المبتلی فان رأی عالما جذبه[2]۔	اس معاملہ کو مبتلا ہونے والے شخص پر چھوڑ دیا جائے اگر وہ محسوس کرتا ہے کہ یہ آدمی مسئلہ جانتا ہے تو اسے کھینچ لے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھوتوفیق حسن اختارہ ابن وھبان فی شرح منظومته[3]۔	یہ بہت اچھی تطبیق ہے اسے ابن وہبان نے اپنی شرح منظومہ میں اختیار کیا ہے۔ (ت)

رہا یہ کہ جب نہ مقتدی ہٹے نہ امام بڑھے نہ وہ ذی علم ہو کہ یہ کھینچ سکے یا مثلًا امام قعدہ اخیرہ میں ہو جہاں ان باتوں کا محل ہی نہیں تو ایسی صورت میں اس آنے والے کو کیا کرنا چاہئے، اگر امام کے ساتھ ایک ہی مقتدی ہو اس کے بائیں ہاتھ پر یہ مل جائے کہ امام کے برابر دو مقتدیوں کا ہونا صرف خلاف اولٰی ہے۔

قال الشامی الظاھران ھذا اذا لم یکن فی القعدۃ الاخیرۃ والا اقتدی الثالث عن یسارالامام ولا تقدم ولاتاخر[4]۔	امام شافعی نے فرمایا ظاہر یہ ہے کہ یہ اس وقت ہے جب وہ قعدہ اخیرہ میں نہ ہو ورنہ (یعنی اگر قعدہ اخیرہ میں ہو) تو تیسرا شخص امام کے بائیں جانب اقتداء کرے، نہ آگے ہو اور نہ پیچھے۔ (ت)

اور اگر پہلے سے دو ہیں تو یہ پیچھے شامل ہو جائے کہ امام کے برابر تین مقتدیوں کا ہونا مکروہ تحریمی ہے۔

فی الدر لوتوسط اثنین کرہ تنزیھا وتحریما لو اکثر[5]۔	در میں ہے اگر دو کے درمیان امام کھڑا ہو تو یہ مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دو سے زیادہ کے درمیان ہو تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔ (ت)

---

[1] در مختار ، باب مایفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۲

[2] ردالمحتار بحوالہ خزائن الاسرار باب مایفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۴۷۸

[3] ردالمحتار بحوالہ خزائن الاسرار باب مایفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۴۷۸

[4] ردالمحتار باب الامامۃ ، مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۴۲۰

[5] در مختار ، باب الامامۃ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ، ۱/۸۳

مراقی الفلاح میں ہے

جذب عالما بالحکم لایتأذی به والاقام وحده[1] ھ **قلت** فارشد الی القیام وحده صوتا لصلوة غیره عن الفساد المحتمل فکیف اذا کان فیه صون صلاۃ نفسه وغیره جمیعا عن الخلل المتیقن الموجب للاعادة۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	حکم مسئلہ سے آگاہ نمازی کو کھینچ لے تاکہ اسے پریشانی نہ ہو اور اگر امام صاحب علم نہیں تو تنہا ہی کھڑا ہو جائے اھ **قلت** (میں کہتا ہوں) جب اس کا تنہا کھڑا ہونا اس لئے بہتر ہے تاکہ فساد محتمل سے دوسرے کی نماز بچائی جاسکے تو اس وقت تنہا کھڑا ہونا کیوں نہ بہتر ہوگا جب اپنی اور دوسرے دونوں کی نماز ایسے خلل یقینی سے بچائی جارہی ہو جو اعادہ کا موجب ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۸

اَلقِلَادَۃُ الْمُرَصَّعَۃُ فِیْ نَحْرِ الْاَجْوِبَۃِ الْاَرْبَعَۃِ ۱۳۱۲ھ

(چار جوابوں کے مقابلہ میں پرویا ہوا ہار)

(مولوی اشرف علی تھانوی کے چار ۴ فتووں کا رَدِّ بلیغ)

مسئلہ ۸۶۲ : ازکان پور بازار میدہ دکان نور بخش و محمد سلیم مرسلہ مولوی محمد شفیع الدین صاحب نگینوی تلمیذ مولوی احمد حسن صاحب کانپوری ۱۶صفر ۱۳۱۲ھ

بخدمت مجمع کمالات عقلیہ ونقلیہ جناب احمد رضاخاں صاحب دامت افضالہم السلام علیکم، ایک استفتا خدمت شریف میں ارسال ہے پہلا جواب مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا تھا دوسرا جواب مولوی قاسم علی مراد آبادی نے لکھا ہے چونکہ دونوں جوابوں میں تخالف ہے لہذا ارسال خدمت شریف میں کیا گیا ہے جو جواب صحیح ہو اس کو مہر و دستخط سے مزین فرمائیں، اگر دونوں جواب خلاف تحقیق ہیں تو جناب علیحدہ جواب مع حوالہ کتب تحریر فرمائیں **ما جوابکم ایھا العلماء رحمکم اللہ تعالٰی** (اے علماء رحمکم اللہ تعالٰی! تمہارا جواب اس سلسلہ میں کیا ہے؟۔ت) ان مسئلوں میں کہ :

(۱) ایک شخص اپنے ایک پیر سے معذور ہے چونکہ اس کو شب کو دوبارہ مسجد میں آنے سے تکلیف ہوتی ہے تو وہ شخص مسجد میں قبل اذان وجماعت کے اپنی نماز عشاء ہمراہ ایک شخص کے اقامت کہہ کر پڑھ لیتا ہے پس شخص مذکور کو جماعت کا ثواب ہوگا یانہ۔ اور جو جماعت مع اذان کے بعد کو ہوگی اس میں کچھ کراہت ہوگی یانہ؟

(۲) ہمراہ شخص مذکور کے جو نماز پڑھتا ہے تو بعد والی جماعت بسبب فوت ہونے تہجد کے ترک کرتا ہے جائز ہے یانہ؟

(۳) ایک شخص ہمیشہ قیلولہ اس طرح کرتا ہے کہ اس کی ظہر کی جماعت اولٰی ترک ہوجاتی ہے اور عذر اس کا خوف فوت تہجد ہے جائز ہے یانہ؟

(۴) چند شخصوں کو کوئی ضرورت درپیش ہے وہ چند شخص قبل اذان وجماعت اپنی نماز جماعت سے مسجد میں پڑھیں جائز ہے یانہ؟ **بینوا توجروا**

جواب کان پور:

جواب سوال اول: نفس جماعت کاثواب ملے گا مگر جماعت اولٰی کی فضیلت سے محروم رہے گا. جماعت اولٰی وہی ہوگی جو اذان واقامت سے اس کے بعد ہوگی اور اس میں کچھ کراہت نہیں ہے۔

جواب سوال دوم: خوف فوت تہجد ترک جماعت اولٰی میں عذر نہیں ہے۔

جواب سوال سوم: یہ عذر ترک جماعت ظہر نہیں ہوسکتا۔

جواب سوال چہارم: ضرورت شدیدہ میں ترک جماعت اولٰی جائز ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم** کتبہ محمد اشرف علی عفی عنہ

اشرف ۱۳۰۰ علی از گروہ اولیا

جواب مرادآباد:

جواب سوال اول: کایہ ہے کہ شخص مندرجہ سوال کاجماعت کرنا مکروہ تحریمہ ہے ثواب جماعت اصلًا نہ ہوگا اس لئے کہ اولًا تومعذور ہے جماعت ساقط ہے بلکہ بلاجماعت امید حصول ثواب بوجہ معذوری کے ہے۔

کما فی الهندیة وتسقط الجماعة بالاعذار حتی لاتجب علی المریض والمقعد والزمن ومقطوع الید والرجل من خلاف والمفلوج الذی لایستطیع المشی و الشیخ الکبیر العاجز اوکان قیما لمریض اویخاف ضیاع ماله[1] انتهی ملخصا۔	جیسا کہ ہندیہ میں ہے عذر کی وجہ سے جماعت ساقط ہوجاتی ہے حتی کہ مریض، بیٹھ کر چلنے والے، لُولے اور جس کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت کٹے ہوئے ہوں، ایسا فالج زدہ جو چلنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، نہایت ہی عاجز بوڑھا یا وہ شخص کسی بیمار کانگہبان ہو یااسے اپنے مال کے ضیاع کاخطرہ ہو مذکور سب افراد پر جماعت واجب نہیں ہے **انتہی ملخصاً** (ت)

ومع هذا (اوراس کے باوجود۔ت) اس شخص کابغیر اذان وقامت کے جماعت کرنا علی الخصوص ایسے شخص کے ساتھ کہ وہ شرعًا معذور نہیں ہے موجب کراہت تحریمہ کاہے۔ چنانچہ فتاوٰی عالمگیری میں

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول فی الجماعۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۸۳

لکھا ہے:

ویکرہ اداء المکتوبۃ بالجماعۃ فی المسجد بغیراذان واقامۃ[1]۔	مسجد میں فرض نماز بغیر اذان واقامت باجماعت ادا کرنا مکروہ ہے۔(ت)

ونیز درانست (نیز اسی میں ہے۔ت)

الاذان سنۃ لاداء المکتوبۃ بالجماعۃ وقیل انہ واجب، الصحیح انہ سنۃ مؤکدۃ[2]۔	باجماعت فرض نماز کی ادائیگی کے لئے اذان سنت ہے اور بعض نے اسے واجب کہا ہے صحیح یہ ہے کہ یہ سنت مؤکدہ ہے۔(ت)

پس حصول ثواب نفس جماعت کہاں بلکہ بوجہ ترک سنّت مؤکدہ کے موجب معصیت ہے۔

کماقال العلامۃ الشامی صرح العلامۃ ابن نجیم فی رسالتہ المؤلفۃ فی بیان المعاصی بان کل مکروہ تحریما من الصغائر[3] وصرح ایضا بانہم شرطوا لاسقاط العدالۃ بالصغیرۃ الادمان[4] علیہا۔	جیسا کہ علامہ شامی نے فرمایا علامہ ابن نجیم نے اپنے اس رسالہ میں جو انہوں نے بیان معاصی میں تحریر کیا ہے فرمایا: ہر مکروہ تحریمی صغائر میں سے ہے، اور یہ بھی صریح کی ہے کہ اہل علم نے صغیرہ کے سبب اسقاط عدالت کے لئے اس پر ہمیشگی کو شرط قرار دیا ہے۔(ت)

اور جو جماعت بعد کو مع اذان ہوگی وہ بلاکراہت ہوگی کما مر (جیسا کہ گزرا۔ت) فقط

جواب سوال دوم: کایہ ہے کہ جواب سوال اول سے بخوبی مبرہن ہوگیا کہ شرعًا یہ جماعت مکروہ تحریمہ ہے پس دوسرے شخص کااس معذور کے ساتھ قبل اذان کے بخوف فوت نماز تہجد کے نماز پڑھنا ترک کرنا جماعت کاہے اور ترک جماعت کہ سنت مؤکدہ قریب واجب کے ہے واسطے ادائے صلوٰۃ تہجد کے کہ مستحب ہے درست نہیں اس واسطے کہ ترک سنت معصیت ہے برخلاف امر مندوب کہ وہ معصیت نہیں، درمختار میں لکھا ہے:

ومن المندوبات رکعتا السفر والقدوم منہ	سفر پر جانے اور اس سے واپسی پر دو۲ رکعت اور

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول فی صفۃ واحوال المؤذن مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۴

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول فی صفۃ واحوال المؤذن مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۳

[3] ردالمحتار مطلب لمکروہ تجزی من الصفائہ الخ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۳۳۷

[4] ردالمحتار مطلب لمکروہ تجزی من الصفائہ الخ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۳۳۷

وصلوۃ اللیل[1]۔	رات کی نماز مندوبات سے ہے۔(ت)

علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

قال فی البحر الذی یظھر من کلام اھل المذھب ان الاثم منوط بترک الواجب اوالسنۃ المؤکدۃ علی الصحیح لتصریحھم بان من ترک سنن الصلوات لخمس قیل لایأثم والصحیح انہ یأثم وتصریحھم بالاثم لمن ترک الجماعۃ مع انھا سنۃ مؤکدۃ علی الصحیح[2]۔ فقط	بحر میں ہے کہ اہل مذہب کے کلام سے یہ ظاہر ہورہا ہے کہ صحیح مذہب پر گناہ تب ہوگا جب ترک واجب یاترک سنت سنت مؤکدہ ہو کیونکہ علماء کی تصریح ہے جو شخص صلوات خمسہ کی سنن ترک کردے ایک قول کے مطابق گنہگار نہ ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ گنہگار ہوگا اور اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ جماعت کاترک گناہ ہے حالانکہ وہ صحیح قول کے مطابق سنت مؤکدہ ہے۔(ت)

جواب سوال سوم: بہتر یہ ہے کہ بخوف فوت تہجد کے اس قدر قیلولہ نہ کرے کہ جو موجب ترک فضیلت جماعت اولٰی کاہووے ولہذا اگر کرے تو جائز ہے بشرطیکہ جماعت ترک نہ ہوجائے کہ جماعت ثانیہ ہووے اس لئے کہ ہمارے اساتذہ رحمہم اللہ تعالی کے نزدیک قول محقق یہی ہے کہ جماعت ثانیہ بلاکراہت درست ہے اور مساوی ہے ثواب میں نفس جماعت اولٰی کے، اور جماعت اولٰی، اولی ہے، چنانچہ میرے استاد کامل ومحدث والد ماجد قدس سرہ، کااثبات جماعت ثانیہ کے بارہ میں ایک رسالہ مبسوط ہے **من شاء فلیطلع علیھا** (جو شخص تفصیل چاہے اس کا مطالعہ کرے۔ت) بناءً علیہ واسطے ادائے نماز تہجد کے کہ اعلٰی درجہ کی مستحب ہے اس قدر قیلولہ کرنا کہ جس سے جماعت اولٰی ترک ہوجائے نہ مطلق جماعت بلاشبہ جائز ہے اس لئے کہ فضیلت جماعت کی مساوی فضیلت تہجد کے نہیں ہے بلکہ کمتر ہے **من شاء فلیطالع الاحادیث المرویۃ فی ھذاالباب من الصحاح والحسان** (جو شخص تفصیل چاہتا ہے وہ ان احادیث صحیحہ اور حسان کامطالعہ کرے جو اس مسئلہ کے بارے میں مروی ہیں۔ت) فقط۔

جواب سوال چہارم: بحالت عذر شرعی کے بھی قبل اذان کے مسجد میں جماعت کرنا اشخاص مندرجہ سوال کادرست نہیں مکروہ ہے البتہ بعد اذان کے درست ہے

کما فی الھندیۃ ویکرہ اداء المکتوبۃ بالجماعۃ فی المسجد بغیر اذان واقامۃ[3]۔	جیساکہ ہندیہ میں ہے مسجد میں اذان واقامت کے بغیر فرض نماز کی جماعت مکروہ ہے۔(ت)

---

[1] درمختار، باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۹۶/۱

[2] ردالمحتار مطلب فی السنۃ وتعریفھا مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۷۷/۱

[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول فی صفتہ واحوال المؤذن مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵۴/۱

یہی حکم صور مسؤلہ کا کہ تحریر ہوا واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب فقط حررہ العبد المفتقر الی اللہ الغنی محمد قاسم علی عفی عنہ

قاسم علی خلف ۱۲۹۶ مولٰنا محمد عالم

الجواب الصحیح و المجیب نجیح
بینظیر من ۱۳۰۱ھ شگفتہ محمد گل

الجواب:

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(اے اللہ! حق اور صواب کی ہدایت عطا فرما)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o الحمدللہ الذی یدہ علی الجماعۃ والصلوٰۃ والسلام علی صاحب الشفاعۃ واٰلہٖ وصحبہ اولی البراعۃ وسائر اھل السنۃ والجماعۃ۔	شروع اللہ کے نام سے جو نہایت رحمت والا اور مہربان ہے، تمام تعریف اللہ تعالٰی کے لئے جس کا مبارک ہاتھ جماعت پر ہے اور صلوٰۃ وسلام اس ذات اقدس پر ہو جو صاحب شفاعت ہے اور آپ کی آل اور اصحاب پر جو صاحب فضیلت ہیں، اور تمام اہل سنت وجماعت پر۔ (ت)

جواب سوال اوّل وچہارم: ہاں فعل مذکور مکروہ ومحظور ہے نہ اس وجہ سے کہ معذور سے جماعت ساقط یا اسے بے جماعت ثواب ثابت کہ: **اولاً** ساقط وجوب ہے نہ جواز بلکہ جماعت افضل اور عزیمت،

وفی ردالمحتار قولہ من غیر حرج قید لکونھا سنّۃ مؤکدۃ اوواجبۃ فبالحرج یرتفع الاثم ویرخص فی ترکھا ولکنہ یفوتہ الافضل[1] الخ۔	ردالمحتار میں ہے کہ ماتن کا قول من غیر حرج قید ہے اس بات کی کہ جماعت سنت مؤکدہ یا واجب ہے اور حرج کی وجہ سے گناہ ختم، اور جماعت کے ترک میں رخصت ہوگی البتہ وہ افضل کو فوت کردے گا الخ (ت)

ثانیاً نہ بے جماعت ثواب مانع جماعت **فشتان مابین الحکم والحقیقۃ** (حکم اور حقیقت میں نہایت ہی فرق ہے۔ ت) سورۂ اخلاص ثلث قرآن عظیم کے برابر ہے کیا تین بار اسے پڑھنے والا ختم قرآن سے ممنوع ہوگا (نماز مع) جماعت عشاء قیام نصف شب اور مع جماعت فجر قیام تمام لیل کے مساوی ہے کیا یہ نمازیں جماعت سے پڑھنے والا احیائے لیل سے باز رکھا جائے گا، شرع میں اس کی نظائر ہزار دو ہزار ہیں۔

---

[1] ردالمحتار مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۰

فی الحدیث المتواتر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قل ھواللہ احد تعدل ثلث القرآن[1] اخرجہ مالك واحمد و البخاری و ابو داؤد و نسائی عن ابی سعید الخدری و البخاری عن قتادۃ بن النعمان و احمد و مسلم عن ابی الدرداء و مالك واحمد و مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجۃ و الحاکم عن ابی ہریرۃ واحمد والترمذی وحسنہ والنسائی عن ابی ھریرۃ واحمد والترمذی وحسنہ والنسائی عن ابی ایوب الانصاری واحمد والنسائی والضیاء فی المختارۃ عن ابی بن کعب والترمذی وحسنہ عن انس بن مالك واحمد وابن ماجۃ عن ابی مسعود البدری، وفی الباب عن [عــہ۱]عبداللہ بن مسعود وعبداللہ [عــہ۲] بن عمرو ومعاذ[عــہ۳] بن جبل و جابر [عــہ۴] بن عبداللہ وعبداللہ [عــہ۵]بن عباس و ام [عــہ۶]کلثوم بنت عقبۃ وغیرھم [عــہ۷]	نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر روایت میں ہے سورہ اخلاص "قل ھو اللہ احد" کی تلاوت قرآن کی تہائی کے برابر ہے۔اسے امام مالک، احمد، بخاری، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے؛ بخاری نے قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے؛ مالک، احمد، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے؛ احمد و ترمذی اور انھوں نے اس روایت کو حسن قرار دیا؛ اور نسائی نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے؛ احمد، نسائی اور ضیاء مقدسی نے مختارہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے؛ ترمذی نے اسے حسن قرار دیتے ہوئے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے؛ احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمرو،

عــہ۱ رواہ عنہ الطبرانی فی الکبیر ۱۲ منہ	(اس کو ان سے طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔ت)
عــہ۲ رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم وابونعیم فی الحلیۃ ۱۲منہ	اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں اور حاکم نے اور ابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے۔(ت)
عــہ۳ الطبرانی فی الکبیر ۱۲منہ	(اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔ت)
عــہ۴ البزار ۱۲ منہ	(اس کو بزار نے روایت کیا ہے۔ت)
عــہ۵ ابوعبیدہ ۱۲منہ	(اس کو ابوعبیدہ نے روایت کیا ہے۔ت)
عــہ۶ الامام احمد ۱۲منہ	(اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ت)
عــہ۷ رواہ البیھقی فی السنن عن رجاء الغنوی رضی اللہ تعالٰی عنہ فھؤلاء خمسۃ عشر صحابیا ۱۲منہ	اس کو بیہقی نے سنن کبرٰی میں رجاء غنوی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے یہ پندرہ کے پندرہ صحابی ہیں (لہٰذا حدیث متواتر ہوئی) ۱۲منہ غفرلہ

---

[1] صحیح البخاری باب فضل قل ھواللہ احد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۵۰

رضی الله تعالٰی عنهم، مالك واحمد ومسلم عن امیر المؤمنین عثمٰن الغنی رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم من صلی العشاء فی جماعة فکانما قام نصف اللیل ومن صلی الصبح فی جماعة فکانما صلی اللیل کله[1]۔	معاذ بن جبل، جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن عباس، ام کلثوم بنت عقبہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے بھی روایات مروی ہیں۔ مالک، احمد اور مسلم نے امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز عشاء جماعت کے ساتھ ادا کی گویا اس نے نصف رات قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز باجماعت پڑھی گویا اس نے تمام رات قیام کیا (ت)

ثالثاً نہ ایسی حالت میں بے ادائے جماعت ثواب جماعت ملنا ثابت۔

قال المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر و العلامة ابراهیم الحلبی فی الغنیة فی مسألة الاعمی وقول النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم له مااجدلك رخصة معناه لااجد لك رخصة تحصل لك فضیلة الجماعة من غیرحضورها لاالایجاب علی الاعمی لانه علیه الصلٰوة والسلام رخص لعتبان بن مالك رضی الله تعالٰی عنه علی مافی الصحیحین[2]۔ **تنبیه اقول:** استشهادنا انما هو بهما افادا من عدم حصول الفضیلة ولولمعذور بدون الحضور وفیه	محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اور علامہ ابراہیم حلبی نے غنیہ میں مسئلہ اعمٰی کے تحت یہ لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نابینا کو فرمانا کہ "میں تیرے لئے رخصت نہیں پاتا" اس کا معنی یہ ہے کہ میں تیرے لئے جماعت کی فضیلت وثواب بغیر حاضری جماعت کے نہیں پاتا اس کا یہ معنی نہیں کہ آپ نے حاضری جماعت کے نابینا پر لازم فرمائی کیونکہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے دوسرے صحابی عتبان بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اسی عذر کی بنا پر جماعت سے رخصت عنایت فرمائی ہے جیسا کہ بخاری و مسلم میں موجود ہے (ت) **تنبیہ اقول:** (میں کہتا ہوں) ہمارا استشہاد ودلیل ان دونوں بزرگوں کے اس افادہ سے ہے کہ فضیلت جماعت حاضری کے بغیر حاصل نہ ہوگی

---

[1] صحیح مسلم باب فضل صلٰوۃ الجماعۃ الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱/ ۲۳۲

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی ص ۵۱۰

ایضا تفصیل یعلم بالرجوع الی المراقی وغیرھا اما کون معی الحدیث ھذا فعندی محل نظر یعرفه من جمع طرق الحدیث ففی صحیح مسلم عن ابی ھریرة قال اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم رجل اعمی فقال یارسول اللہ انه لیس لی قائدیقودنی الی المسجد فسأل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ان یرخص له فیصلی فی بیته فرخص فلما ولی دعاہ فقال ھل تسمع النداء بالصلاۃ فقال نعم قال فاجب[1] واخرجه السراج فی مسندہ مبینافقال اتی ابن ام مکتوم الاعمی[2] الحدیث وعند الحاکم عن ابن ام مکتوم قلت یارسول اللہ ان المدینة کثیرۃ الھوام والسباع قال اتسمع حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح قال نعم فحی ھلا[3] وعند احمد وابن خزیمة	خواہ وہ شخص معذور ہی کیوں نہ ہو، اور اس میں بھی تفصیل ہے جس کے جاننے کیلئے مراقی وغیرہ کی طرف رجوع ضروری ہے، باقی حدیث کا یہ معنی کرنا میرے نزدیک محل نظر ہے جس کی معرفت حدیث کے طرق کو جمع کرنے سے ہوگی۔ تو صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک نابینا شخص آیا اور عرض کیا یارسول اللہ ! مجھے کوئی مسجد میں لانے والا نہیں، انہوں نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے چاہا کہ آپ اسے اس بات کی اجازت دے دیں کہ وہ گھر میں نماز ادا کرلے، آپ نے اجازت مرحمت فرمائی، جب وہ لوٹے تو آپ نے دوبارہ بلایا اور پوچھا: کیا تم نماز کی اذان سنتے ہو؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: اس کا جواب دو (یعنی باجماعت نماز پڑھو) اور اسے سراج نے مسند میں تفصیلاً بیان کرتے ہوئے اس صحابی کا نام لیا کہ آپ کی خدمت میں حضرت ابن ام مکتوم نابینا صحابی حاضر ہوئے الحدیث۔ حاکم روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ ! مدینہ طیبہ میں بہت سے کاٹنے والے کیڑے اور درندے ہیں، فرمایا: تم حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح سنتے ہو؟ عرض کیا ہاں۔

---

[1] صحیح مسلم باب فضل صلوۃ الجماعۃ الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۲

[2] عمدۃ القاری شرح البخاری بحوالہ السراج فی مسندہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۵/۱۶۳

[3] المستدرک علی الصحیحین کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۲۴۷

والحاکم عنه بسند جید ایسعنی ان اصلی فی بیتی قال اتسمع الاقامة قال نعم قال فأتها[1] وفی اخری قال فاحضرها[2] ولم یرخص له ۔ و للبیهقی عنه سأله ان یرخص له فی صلاة العشاء والفجر قال هل تسمع الاذان قال نعم مرة اومرتین فلم یرخص له فی ذلک[3] وله عن کعب بن عجرة جاء رجل ضریر الی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فیه ایبلغك النداء قال نعم قال فاذا سمعت فاجب[4] ولاحمد وابی یعلی والطبرانی فی الاوسط و ابن حبان عن جابر واللفظ له قال اتسمع الاذان قال نعم قال فأتها و لو حبوا[5] فکان ذلك فیما نری والله تعالٰی اعلم انه رضی	فرمایا: اس کی طرف آؤ۔ مسند احمد، ابن خزیمہ اور حاکم نے انہی سے سند جید کے ساتھ نقل کیا کہ میں نے عرض کیا کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں گھر میں نماز ادا کرلوں؟ فرمایا: کیا اقامت سنتے ہو؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: اس کی طرف آؤ۔ دوسری روایت میں ہے: اس میں حاضری دو توآپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسے رخصت نہ دی۔ بیہقی نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہی روایت کیاکہ انہوں نےآپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس بات کی رخصت چاہی کہ ان کو عشاء اور فجر کی نماز میں جماعت سے رخصت دے دیں۔ فرمایا: کیا تم اذان سنتے ہو؟ عرض کیا: ہاں۔ ایک یا دو دفعہ پوچھا آپ نے انہیں اس بارے میں رخصت نہ دی۔ بیہقی میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ ایک نابینا شخص رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا اسی میں ہے کہ آپ نے پوچھا: کیا تجھے اذان کی آواز پہنچتی ہے؟ عرض کیا: ہاں۔ بتایا: جب تو سنتا ہے تو جواب دے (یعنی جماعت میں حاضری دے) مسند، ابویعلی، طبرانی کی اوسط میں اور

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث عمر بن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳/ ۴۲۳

[2] المستدرک علی الصحیحین کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/ ۲۴۷

[3] مجمع الزوائد باب فی ترک الجماعۃ مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۲/ ۴۳

[4] مجمع الزوائد باب فی ترک الجماعۃ مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۲/ ۴۲

ف: یہ دونوں حوالے مجمع سے اس لئے نقل کئے کہ سنن بیہقی اور شعب الایمان للبیہقی سے نہیں ملے، ہوسکتا ہے یہ لفظ للبیہقی کی بجائے للطبرانی ہو کیونکہ مجمع نے طبرانی اوسط کے حوالے سے یہ دونوں حدیثیں نقل کی ہیں۔ نذیر احمد سعیدی

[5] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان باب فرض الجماعۃ والاعذار الخ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۴/ ۲۵۲

الله تعالٰی عنه لم یکن یشق علیه المشی وکان یهتدی الی الطریق من دون حرج کمایشاهد الآن فی کثیر من العمیان ثم راجعت الزرقانی علی المؤطا فرأیته نص علی ذلك نقلا فقال و حمله العلماء علی انه کان لایشق علیه المشی وحده ککثیر من العمیان[1] اه وحِ یترجح بحث العلامة الشامی حیث بحث ایجاب الجمعة علی امثال هؤلاء ، فقال بل یظهر لی وجوبها علی بعض العمیان الذی یمشی فی الاسواق ویعرف الطرق بلاقائد ولاکلفة ویعرف ای مسجد اراده بلاسؤال احد لانه حینئذ کالمریض القادر علی الخروج بنفسه بل ربما تلحقه مشقة اکثر من هذا تامل[2] ه ثم رأیت الامام النووی نقل فی شرح مسلم ماذکر المحققان من معنی الرخصة عن الجمهور فقال اجاب الجمهور عنه بانه سأل

ابن حبان میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی الفاظ ابن حبان کے ہیں کیا تم اذان سنتے ہو؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: اس کی طرف آؤ خواہ گھٹنوں کے بل آنا پڑے، اس سلسلہ میں ہماری رائے یہی ہے، حقیقت حال سے اللہ ہی آگاہ ہے کہ حضرت ابن ام کلثوم رضی اللہ تعالٰی عنہ پر چلنا دشوار نہ تھا اور وہ بغیر کسی حرج کے راستہ پالیتے تھے جیسا کہ اب بھی بہت سے نابینا لوگوں میں یہ مشاہدہ کیا جاتا ہے پھر میں نے زرقانی علی المؤطا کا مطالعہ کیا تو اس میں بعینہٖ یہی بات منقول تھی کہ تمام اہل علم کی یہی رائے ہے کہ ان پر تنہا چلنے میں دشواری نہ تھی جیسا کہ اب بھی بہت نابینا افراد پر تنہا چلنا دشوار نہیں ہے اھ اور اب علامہ شامی کی وہ بحث بھی ترجیح پائے گی جو انہوں نے ایسے لوگوں پر جمعہ واجب قرار دیتے ہوئے کی ہے تو کہا بلکہ مجھ پر یہ بات واضح ہوئی ہے کہ ایسے نابینا لوگوں پر جمعہ واجب ہوگا جو بغیر کسی قائد اور بلامشقت تنہا راستہ جان کر چل سکتے ہوں اور اس مسجد تک بغیر پوچھے پہنچ سکتے ہوں جہاں انہوں نے نماز ادا کرنی ہو کیونکہ یہ اس وقت اس مریض کی طرح ہوں گے جو خود بخود نکلنے پر قادر ہو بلکہ بعض اوقات مریض کو اس سے کہیں زیادہ مشقت اٹھانا ہوتی ہے تامل اھ پھر میں نے امام نووی کی شرح مسلم دیکھی اس میں انہوں نے دونوں محققین کا جمہور سے معنی رخصت ذکر کیا ہوا نقل کرکے فرمایا جمہور اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حضرت

---

[1] شرح الزرقانی علی المؤطا فصل صلوٰۃ الجماعۃ مطبوعہ مکتبہ تجاریہ کبرٰی مصر ۱/۲۶۷

[2] ردالمحتار باب الجمعۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۰۲

هل له رخصة ان یصلی فی بیته و تحصل له فضیلة الجماعة بسبب عذره فقیل لا قال ویؤید هذا ان حضور الجماعة یسقط بالعذر باجماع المسلمین ودلیله من السنة حدیث عتبان بن مالک[1] الخ۔	ابن مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ مجھے گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے اور عذر کی بنا پر حاضر نہ ہونے کی وجہ سے جماعت کا ثواب بھی حاصل ہو، تو اس کا جواب نفی میں آیا امام نووی نے فرمایا اس گفتگو سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ عذر کی بنا پر حاضری جماعت کے سقوط پر تمام اُمت مسلمہ کا اتفاق ہے اور اس کی دلیل سنت سے وہ حدیث ہے جو حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس بارے میں مروی ہے، الخ (ت)
اقول: وقد علمت مافی هذا التائید فان الشان فی ثبوت الحرج له رضی الله تعالٰی عنه و لعل عتبان کان ممن یتحرج بالمشی وحده دون ابن ام مکتوم رضی الله تعالٰی عنهما. ثم ان الامام النووی استشعر ورود قوله صلی الله علیه وسلم فاجب فاجاب باحتمام انه بوحی نزل فی الحال وباحتمال تغیر اجتهاده صلی الله تعالٰی علیه وسلم وبان الترخیص کان بمعنی عدم الوجوب وقوله فاجب ندب الی الافضل۔	**اقول:** میں کہتا ہوں) اس تائید میں جو کچھ ہے وہ آپ جان چکے کہ یہ اس صورت میں ہے جب ابن مکتوم کے لئے حرج ثابت ہو، شاید حضرت عتبان رضی اللہ تعالٰی عنہ ان لوگوں میں سے ہوں جن کو تنہا چلنا دشوار ہو بخلاف ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ان کے لئے ایسا معاملہ نہ تھا، پھر امام نووی نے حضور علیہ السلام کے ارشاد "فاجب" کے ورود سے یہ بات سمجھی تو جواب احتمال سے دیا کہ ممکن ہے یہ حکم اسی حال میں وحی نازل ہونے کے ساتھ دیا اور بھی احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اجتہاد میں تبدیلی ہوئی ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رخصت بمعنی عدم وجوب ہو اور آپ کا ارشاد فاجب افضل کی طرف متوجہ کر رہا ہو۔

---

[1] شرح مسلم للنووی مع مسلم باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۲

اقول: اماالاولان فتسلیم للقول واماحمل فاجب علی الندب فخلاف الظاھر لاسیما مع بنائه علی سماع الاذان فان الندب حاصل مطلقا فافھم والله تعالٰی اعلم۔	**اقول:** (میں کہتاہوں) پہلے دونوں احتمال قول کی وجہ سے تسلیم مگر فاجب کو ندب پر محمول کرنا خلاف ظاہر خصوصًا جب اس کی بنااذان کے سماع پر ہو کیونکہ ندب توہر حال میں حاصل تھا، فافھم والله تعالٰی اعلم (ت)

رابعا: سب سے قطع نظر کیجئے تو پاؤں کا عذر عذر فی الحضور ہے نہ عذر للحاضر کالمطر والطین وامثالھما بلکہ وجہ اولٰگا وہی اتیان جماعت بے اذان کہ درباب استنان موکداذان اگرچہ مواہب الرحمان ومراقی الفلاح وردالمحتار کے اطلاقات بہت وسیع ہیں

ویعارضھا کثیر من روایات المبسوط والمحیط والخانیة والخلاصة والبزازیة والھندیة وغیرھا من المعتبرات حتی نفس ردالمحتار ومشروحه الدرالمختار کمابیناہ فیما علقناہ علی ھامشه۔	مبسوط، محیط، خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، ہندیہ اور دیگر معتبر کتب کی اکثر روایات اس کے معارض ہیں حتی کہ خود ردالمحتار اور اس کا متن درمختار میں بھی معارض ہیں جیساکہ ہم نے اس کے حاشیہ میں بیان کیاہے۔(ت)

مگراس قدر بلاشبہہ ثابت کہ نماز پنجگانہ[عہ۱] سے جو نماز وقتی رجال احرار غیر عُراۃ مسجد میں باجماعت اداکریں اس کے لئے سوا بعض صور مستثناۃ[عہ۲] کے وقت میں اذان کا پہلے ہولینا سنت مؤکدہ قریب بواجب ہے اور بے اس کے

عہ۱ دخلت الجمعة وخرجت صلٰوۃ العیدین والکسوف والجنازۃ والاستسقاء وغیرھا والفوائت وجماعة النساء والصبیان و العبید والعراۃ وجماعة البیوت والصحراء ومستندکل ذلك مذکور فیما علقناہ علی ردالمحتار ۱۲منه غفرله (م)	اس میں جمعہ داخل اور عیدین، کسوف، جنازہ اور استسقاء وغیرہ اور قضا اور جماعت خواتین، بچوں، غلاموں، ننگوں اور گھریلو جماعت اور جنگل کی جماعت اس سے خارج ہے اور ہرایک پر دلیل ہم نے اپنے حاشیہ ردالمحتار میں تحریر کی ہے ۱۲منہ غفرلہ (ت)

[عہ۲] مثلًا جمعہ کے دن شہر یا قصبہ میں جو معذور ظہر پڑھیں انہیں اذان کی اجازت نہیں اگرچہ جماعت کریں کہ انہیں جماعت کرنا بھی جائز نہیں، موسم حج میں عصر، عرفہ وعشائے مزدلفہ کے لئے تکبیر ہوتی ہے نہ اذان (باقی برصفحہ آئندہ)

جماعت کرلینا مکروہ وگناہ یہاں تک کہ یہ جماعت شرعًا اصلًا معتبر نہیں اس کے بعد جو جماعت باذان واقامت ہوگی وہی پہلی جماعت ہوگی، بلکہ علماء فرماتے ہیں اگر کچھ لوگوں نے آہستہ اذان دے کر جماعت کرلی کہ آوازِ اذان اوروں کو نہ پہنچی تو ایسی جماعت بھی داخل شمار واعتبار نہیں نہ کہ جب سرے سے اذان دی ہی نہ جائے، وجیز امام کروری میں ہے:

ویکرہ للرجال اداء الصلٰوۃ بجماعۃ فی مسجد بلااعلامین لا فی المفازۃ والکروم والبیوت[1] الخ **اقول:** قولہ بلااعلامین ای بدون الجمع بینھما فنافی الکراھۃ ھوالایتان بھما لاباحدھما بدلیل قولہ لا فی المفازۃ الخ فان ترك اعلام الشروع مکروہ مطلقا ولوفی المفازۃ وقد نص علی الاساءۃ فی ترکھما۔	مردوں کے لئے مسجد میں فرائض کی جماعت اذان واقامت کے بغیر مکروہ ہے، جنگل، گھنے باغوں اور گھروں میں مکروہ نہیں الخ (ت) **اقول:** (میں کہتا ہوں) اس کا قول "**بلااعلامین**" یعنی اذان واقامت کو جمع کئے بغیر لہٰذا منافی کراہۃ دونوں کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرنا ہے نہ صرف ایک کے ساتھ اس کا قول **لا فی المفازۃ** الخ اس پر دلیل ہے کیونکہ جماعت کے ساتھ اذان کا ترک ہر حال میں مکروہ ہے خواہ جنگل میں ہو اور ان دونوں کے ترک پر اساءت کی تصریح ہے (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کما فی الھندیۃ عن الخانیۃ ولاحاجۃ ھھنا الٰی استثناء فوائت تودی فی المسجد کما فعل الشامی ولاماوراء اول فوائت ولوادیت فی غیرالمسجد کمازدناہ علیہ لان الکلام ھھنا فی الاداء ۱۲ منہ غفرلہ (م)	ہندیہ میں خانیہ کے حوالے سے یوں ہی ہے اور ان فوت شدہ نمازوں کے استثناء کی ضرورت نہیں جو مسجد میں ادا کی جائیں جیسا کہ شامی نے کیا ہے اور نہ ہی ماورائے اول کے فوت شدہ کا استثناء ضروری ہے اگرچہ وہ غیر مسجد میں ادا کی جائیں جیسا کہ ہم نے اس پر اضافہ کیا ہے کیونکہ یہاں گفتگو ادا میں ہو رہی ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی حاشیہ فتاوٰی ہندیہ کتاب الصلٰوۃ فصل الاول فی الاذان مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲۴/۴

درر وغرر علامہ مولی خسرو میں ہے:

(یأتی بھما) ای الاذان والاقامۃ (المسافر والمصلی فی المسجد جماعۃ و فی بیتہ بمصر وکرہ للاول) ای المسافر (ترکھا) ای الاقامۃ (وللثانی) ای للمصلی فی المسجد (ترکہ) ای الاذان (ایضا) ای کالاقامہ[1]۔	(ان دونوں کو بجالائے) یعنی اذان واقامت کے ساتھ (مسافر اور نمازی مسجد میں جماعت کے لئے اور شہر میں گھر پر نماز ادا کرنے والا، اور پہلے کے لئے مکروہ ہے) یعنی مسافر کے لئے (اس کا چھوڑنا) یعنی تکبیر کا (اور دوسرے کے لئے) یعنی مسجد میں نماز ادا کرنے والے کے لئے (اس کا چھوڑنا) یعنی اذان کا (بھی) یعنی اقامت کی طرح مکروہ ہے۔ (ت)

عالمگیریہ میں ہے:

لوصلی بعض اھل المسجد باقامۃ وجماعۃ ثم دخل المؤذن والامام وبقیۃ الجماعۃ فالجماعۃ المستحبۃ لھم والکراھۃ للاولی کذا فی المضمرات[2]۔	اگر کچھ اہل مسجد نے اقامت اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرلی پھر مؤذن، امام اور باقی لوگ آئے تو ان کی جماعت مستحب ہے، پہلی جماعت مکروہ ہوگی، مضمرات میں اسی طرح ہے۔ (ت)

یہ خاص جزئیہ مسئلہ مسئولہ ہے خلاصہ وخانیہ وہندیہ وغیرہا میں ہے:

واللفظ للامام البخاری جماعۃ من اھل المسجد اذنودی فی المسجد علی وجہ المخافۃ بحیث لم یسمع غیرھم ثم حضر من اھل المسجد قوم وعلموا فلھم ان یصلوا بالجماعۃ علی وجھھا ولاعبرۃ للجماعۃ الاولی[3] اھ	الفاظ امام بخاری کے ہیں کہ جماعت کے لئے اہل مسجد میں سے ایک گروہ نے مسجد میں اتنی آہستہ اذان دی کہ ان کے غیر نے نہ سنی پھر دیگر لوگ آئے اور ان کو علم ہوا تو ان لوگوں کو حق حاصل ہے کہ وہ سنت طریقہ پر جماعت کروائیں پہلی جماعت کا کوئی اعتبار نہیں اھ (ت)

پس اس معذور اور اس کے شریک اور ان ضرورت والوں کا یہ فعل جماعت مسنونہ معتبرہ شرعیہ نہیں بلکہ

---

[1] الدر الحکام فی شرح غرر الاحکام باب الاذان مطبوعہ مطبع احمد کامل لاکائنہ فی دار السعادت مصر ۱/۵۶

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول من باب الاذان مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۴

[3] خلاصۃ الفتاوٰی، الفصل فی الاول فی الاذان، مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ، ۱/۴۸

مکروہ ممنوعہ ہے اور جو جماعت باذان واقامت اس کے بعد ہوگی اس میں کچھ کراہت نہ ہوگی بلکہ وہی جماعت مسنونہ وجماعت اولٰی ہے۔

ثانیًا جب یہ جماعت جماعت نہیں تو دقیق نظر حاکم کہ ان کا یہ فعل بعد دخول وقت مسجد سے بے نیت شہود جماعت باہر جانا ہوا یہ بھی مکروہ اور حدیث میں اس پر وعید شدید وارد:

ابن ماجة عـه عن امیرالمؤمنین عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ	ابن ماجہ نے امیرالمؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ

عـه سندہ ضعیف واقتصرنا علیہ تبعا للبحر وغیرہ وقدثبت بسند صحیح من حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ لکن فیہ تخصیص مسجد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ قال قال رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایسمع النداء فی مسجدی ھذا ثم یخرج منہ الا لحاجۃ ثم لایرجع الیہ الامنافق[1] رواہ الطبرانی فی الاوسط ولابی داؤد فی مراسیلہ عن سعید بن المسیب رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لایخرج من المسجد احد بعد النداء الامنافق الااحد اخرجتہ حاجۃ وھو یرید الرجوع[2] ۱۲منہ غفرلہ (م)	اس کی سند ضعیف ہے ہم نے بحر وغیرہ کی اتباع میں اسی پر اقتصار کیا ہے حالانکہ سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث ثابت ہے لیکن اس میں مسجد نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تخصیص ہے، کہا، رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میری اس مسجد میں کوئی شخص اذان نہیں سنتا، پھر کسی ضرورت کے بغیر مسجد سے نکل جاتا ہے اور واپس مسجد کی طرف نہیں آتا مگر یہ کہ وہ منافق ہے اسے طبرانی نے المعجم الاوسط میں ذکر کیا اور امام ابوداؤد نے مراسیل میں حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اذان کے بعد مسجد سے منافق کے علاوہ کوئی نہیں نکلتا مگر عذر کی وجہ سے، جب کوئی حاجت وضرورت اس شخص کو نکالے اور وہ شخص واپسی کا ارادہ رکھتا ہو تو منافق نہیں ۱۲منہ غفرلہ (ت)

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی اوسط باب فیمن خرج من المسجد بعد الاذان مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۵/۲

[2] کتاب المراسیل باب ماجاء فی الاذان مطبوعہ مطبعۃ علمیہ لاہور ص ۳۴

علیه وسلم من ادرکه الاذان فی المسجد ثم خرج، لم یخرج لحاجة وھو لایرید الرجعة فھو منافق[1]۔	تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اذان کو مسجد میں پایا پھر وہاں سے نکل گیا حالانکہ اسے نکلنے کی کوئی حاجت بھی نہ تھی اور واپسی کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو وہ منافق ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے:

کرہ تحریما للنھی خروج من لم یصل من مسجد اذن فیه جری علی الغالب والمراد دخول الوقت اذن فیه اولا[2]۔	مکروہ تحریمی ہے سبب ممانعت کے نکلنا اس شخص کا جس نے نماز نہ پڑھی ہو اس مسجد سے جس میں اذان ہو گئی ہو، شارح نے کہا ماتن اکثر پر چلا ہے (یعنی اکثر یہی ہوتا ہے کہ اذان کا وقت ہونے پر اذان ہو جاتی ہے) اور مراد اذان ہونے سے وقت نماز کا آجانا ہے خواہ مسجد میں اذان ہوئی ہو یا نہ۔ (ت)

بحر الرائق میں ہے:

الظاھر من الخروج من غیرصلاة عدم الصلوٰة مع الجماعة[3] الخ	نماز کے بغیر نکلنے سے ظاہرًا مراد یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز ادانہ کی ہو الخ (ت)
اقول: وظاھر ان المراد بالجماعة ھی الجماعة المسنونة المشروعة دون المکروھة الممنوعة فان النھی عن الخروج انما ھو لطلب الجماعة فلایتناول الا الجماعة المطلوبة شرعا کیف وقد تقدم ان الجماعة بلا اذان کلا جماعة فلا یعتدبھا اصلا واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم	**اقول:** (میں کہتا ہوں) اس سے ظاہرًا مراد وہ جماعت ہے جو مسنونہ مشروعہ ہو نہ کہ وہ جو مکروہ وممنوع ہو کیونکہ نکلنے پر ممانعت وہ طلب جماعت کے واسطے ہے اور یہ حکم اسی جماعت کے لئے ہوگا جو شرعًا مطلوب ہے، یہ کیسے نہ ہو حالانکہ پہلے گزر چکا ہے، کہ بغیر اذان کے جماعت ایسے ہے جیسے جماعت ہوئی ہی نہیں، پس اس کا ہرگز اعتبار نہ کیا جائے گا، اللہ تعالٰی تمام نقائص وعیوب اور کمزوریوں سے پاک ہے، وہ سب سے بہتر جانتا ہے۔ اس جل مجدہ،

---

[1] سنن ابن ماجہ باب الاذان وَاَنْتَ فِی الْمَسْجِدِ فَلَا تخرج مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۴

[2] در مختار ، باب ادراک الفریضہ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ، ۱/۹۹

[3] بحر الرائق باب ادراک الفریضہ ، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ، ۲/۷۲

واحکم۔	کاعلم کامل اوراکمل ہے(ت)

جواب سوال دوم: خوف فوت تہجد نہ ترک جماعت مامور بہاکا مجوز ہوسکتا ہے نہ بعد دخول وقت بے شرکت جماعت شرعیہ مسجد سے نکل جانے کا مبیح نہ جماعت مکروہہ ممنوعہ کاداعی نہ خود اس عذر کا غالبًا کوئی محصل صحیح کیا اذان موجب فوت تہجد ہے غرض یہ بہانہ مسموع نہیں اگرچہ تہجد سنت ہی سہی کما اٰلَ الیہ کلام المحقق فی الفتح ومَالَ الیہ تلمیذہ المحقق محمدؒ الحلبی فی الحلیۃ قائلا انہ الاشبہ (جیسا کہ اس کی طرف فتح القدر میں کلام محقق لوٹتا ہے اوان کے شاگرد محمد حلبی نے حلیہ میں یہ کہتے ہوئے اسی طرف رجوع کیا کہ یہی اشبہ ہے۔ت) کہ **اولًا** وہ برتقدیر سنیت بھی معارضہ جماعت کا صالح نہیں دربارہ تہجد صرف ترغیبات ہیں اورترک جماعت پر سخت ہولناک وعیدیں کہ حکم کفر تک وارد،

علی تاویلاتہ المعروفۃ فی امثال المقام وحدیثہ عـــہ۱ عند احمد والطبرانی فی الکبیر عن معاذ ابن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بسند حسن وقال ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فی المختلفین عن الجماعات لوترکتم عـــہ۲ سنۃ نبیکم لکفرتم[1]۔	اس طرح کے مقامات پرتاویلات معروفہ کے ساتھ، اور اس پر مسند احمد اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث سند کے ساتھ ذکر کی ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جماعت سے پیچھے رہنے والوں کے بارے میں فرمایا اگر تم نے اپنے نبی کی سنت ترک کردی تو تم نے کفر کیا۔(ت)

اور جماعت عـــہ۳ عشاکے نہ حاضر ہونے پر گھر جلادینے کا قصد فرمانا ثابت کما[2] فی الصحیحین من

(عـــہ۱) سیأتی نصہ فی جواب السؤال الثالث ۱۲منہ(م) (عـــہ۲) ھذہ روایۃ ابی داؤد والحدیث بلفظ لضللتم عند مسلم وغیرہ ۱۲منہ (م)	اس حدیث کے الفاظ عنقریب تیسرے سوال کے جواب میں آرہے ہیں ۱۲منہ۔(ت) یہ ابوداؤد کی روایت ہے اور مسلم وغیرہ میں اس کے الفاظ "تم گمراہ ہوجاؤگے" ہیں ۱۲منہ (ت) عـــہ۳ بعض احادیث میں عشاء بعض میں فجر، بعض میں جمعہ، بعض میں مطلق جماعت وارد ہے اور سب صحیح ہیں کما فی عمدۃ القاری للامام العینی (جیسا کہ امام بدرالدین عینی کی عمدۃ القاری میں ہے۔ت) یہاں ذکر عشا ہی تھا لہٰذا اس کی تخصیص کی ۱۲منہ غفرلہ (م)

---

[1] سنن ابی داؤد باب التشدید فی ترک الجماعۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۱

[2] صحیح البخاری باب فضل صلوٰۃ العشاء فی الجماعۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۹۰

حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وفی الباب غیر[عہ۱] (جیسا کہ بخاری ومسلم میں اس کو ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا اور اس باب میں اس کے علاوہ بھی احادیث موجود ہیں۔ت)

ثانیًا فوت سنت آئندہ کے خوف متیقن سے فی الحال اپنے ہاتھوں سنت جلیلہ چھوڑ دینے کی نظیر یہی ہو سکتی ہے کہ کوئی شخص مرگ فردا کے اندیشہ سے آج خودکشی کرلے۔

ثالثًا یہ کہ جاگنے میں قصدًا مکروہات ومنہیاتِ شرعیہ کا ارتکاب ہوگا اور تہجد نہ بھی ملا تو حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نوم میں تفریط نہ رکھی۔

احمد[عہ۲] ومسلم وابوداؤد ابن حبان	احمد، مسلم، ابوداؤد اور ابن حبان نے حضرت

عہ۱ فانہ حدیث مشھور ورد من حدیث عمرو بن ام مکتوم عند احمد وعن اسامۃ بن زید عند ابن ماجۃ وعن انس بسند جید وعن ابن مسعود کلیھما عند الطبرانی فی الاوسط وعن جابر بن عبداللہ عند الطحاوی فی مشکل الاٰثار وقد ذکرنا احادیثھم فی رسالتنا حسن البراعۃ فی تنقید حکم الجماعۃ اما حدیث ابی ھریرۃ فرواہ من لایحصی من اصحاب الصحاح والسنن والمسانید والمعاجیم واللہ تعالٰی اعلم منہ (م)	کیونکہ مشہور حدیث ہے امام احمد نے حضرت عمرو ابن ام مکتوم سے، ابن ماجہ نے حضرت اسامہ بن زید سے، طبرانی نے اوسط میں حضرت انس سے مسند جید کے ساتھ اور حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے، طحاوی نے مشکل الاآثار میں حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے، ہم نے ان تمام احادیث کو اپنے رسالے "حسن البراعۃ فی تنقید حکم الجماعۃ" میں ذکر کیا ہے، رہی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ، تو اسے لاتعداد اصحاب صحاح وسنن اور اصحاب مسانید ومعاجیم نے روایت کیا ہے واللہ تعالٰی اعلم ۱۲منہ (ت)
عہ۲ عزاہ فی الجامع الصغیر لاحمد وابن حبان قال شارحہ المناوی ورواہ ابو داؤد وغیرہ[1] اھ ولا شك انہ موجود فی صحیح مسلم منہ (م)	جامع صغیر میں اس کی نسبت امام احمد اور ابن حبان کی طرف کی ہے اس کے شارح امام مناوی نے فرمایا اس کو ان سے ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے اھ اور بلاشک یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی موجود ہے ۱۲منہ (ت)

---

[1] التیسیر شرح جامع الصغیر تحت حدیث مذکور مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۳۲۶/۲

عن ابی قتادة رضی الله تعالٰی عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظة[1]۔	ابوقتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: تفریط نیند میں نہیں بلکہ بیداری میں ہے۔ (ت)
مالك فی المؤطا وابوداؤد والنسائی عن ام المؤمنین رضی الله تعالٰی عنها ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال مامن امریئ تکون له صلاة بلیل یغلبه علیها نوم الا کتب الله له اجر صلاته وکان نومه علیه صدقة[2] وهو عند ابن ابی الدنیا فی کتاب التهجد بسند جید. النسائی وابن ماجة وخزیمة والبزار بسند صحیح عن ابی الدرداء رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من اتی فراشه وهو ینوی ان یقوم فیصلی من اللیل فغلبته عیناه حتی یصبح کتب له ما نوی وکان نومه صدقة علیه من ربه عزوجل[3] وهو بمعناه عند ابن حبان فی صحیحه عن ابی ذر او	بلکہ بہ نیت تہجد سونے والے کو اگرچہ تہجد نہ پائے ثواب تہجد کا وعدہ فرمایا اور اس کی نیند کو رب العزت جل جلالہ، کی طرف سے صدقہ بتایا۔ امام مالک نے مؤطا میں، ابوداؤد اور نسائی نے ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ شخص جورات کی نماز (تہجد) کی نیت رکھتا ہو اس پر نیند غالب آجائے تو اللہ تعالٰی اسے نماز کا اجر وثواب عطا فرمائے گا اور اس کی نیند اس پر صدقہ ہوگی، یہ حدیث ابن ابی الدنیا نے کتاب التہجد میں سند جیّد کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی۔ نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور بزار نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بستر پر اس نیت سے لیٹا کہ رات کو اٹھ کر نماز (تہجد) پڑھے گا مگر نیند کے غلبہ کی وجہ سے صبح تک اس کی آنکھ نہ کھلی تو اسے اس کی نیت کے مطابق اجر ملے گا اور اس کی نیند اللہ عزوجل کی طرف سے اس پر صدقہ ہوگی اور یہ حدیث معنًا ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابوذر یا حضرت

---

[1] سنن ابوداؤد باب فی من نام عن صلٰوۃ الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۶۴

[2] مؤطا امام مالک ماجاء فی صلٰوۃ اللیل مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۹۹

[3] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فیمن نام عن جزبہ من اللیل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۶

ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہما ھکذا بالشک۔	ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسی طرح شک کے ساتھ روایت کی ہے۔ (ت)

امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ابوحثمہ اور ان کے صاحبزادہ سلیمان رضی اللہ تعالٰی عنہما کو جماعت صبح میں نہ دیکھا ان کی زوجہ اور ان کی والدہ شفا رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سبب پوچھا، کہا نماز شب کے سبب نیند نے غلبہ کیا نماز صبح پڑھ کر سورہے، فرمایا: مجھے جماعت صبح میں حاضر ہونا نماز تمام شب سے محبوب تر ہے۔

مالك عن ابن شهاب عن ابی بكر بن سلیمٰن بن ابی حثمة ان عمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی عنه فقد سلیمن ابن ابی حثمة فی صلاة الصبح وان عمر بن الخطاب غدا الی السوق ومسكن سلیمن بین السوق والمسجد (النبوی) فمر علی الشفاء ام سلیمٰن فقال لها لم ارسلیمٰن فی صلٰوة الصبح فقالت انه بات یصلی فغلبته عیناه فقال عمر لان اشهد صلاة الصبح فی الجماعة احب اِلَیَّ من ان اقوم لیلة[1]۔ عبدالرزاق فی مصنفه عن معمر عن الزهری عن سلیمٰن ابن ابی حثمة عن امه الشفاء بنت عبدالله قالت دخل علی عمر وعندی رجلان نائمان تعنی زوجها اباحثمة و ابنها سلیمٰن فقال اما صلیا الصبح قلت لم یزالا	مالک، ابن شہاب سے وہ ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سلیمان ابن ابی حثمہ کو نماز صبح میں نہ پایا آپ صبح کو جب بازار کی طرف گئے اور سلیمان کا گھر بازار اور مسجد نبوی کے درمیان تھا تو آپ سلیمان کی والدہ شفاء کے پاس سے گزرے اور پوچھا میں نے سلیمان کو آج نماز صبح میں نہیں پایا تو انہوں نے عرض کیا وہ رات بیدار رہے نماز پڑھتے رہے صبح کو نیند غالب آگئی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا مجھے نماز فجر میں حاضر ہونا اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ساری رات قیام کروں۔ امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں معمر سے انہوں نے اپنی والدہ شفاء بنت عبداللہ سے بیان کیا کہ ان کی والدہ فرماتی ہیں حضرت عمر میرے پاس آئے تو میرے پاس دو آدمی سوئے ہوئے تھے اس سے وہ اپنا خاوند ابوحثمہ اور اپنا بیٹا سلیمان مراد لیتی ہیں۔ آپ نے

---

[1] مؤطا امام مالک باب ماجاء فی العتمۃ والصبح مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۱۵

يصليان حتى اصبحا فصليا الصبح وناما فقال لان اشهد الصبح فی جماعة احب الی من قيام ليلة[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	فرمایا: انہوں نے نماز صبح کیوں نہ پڑھی؟ میں نے عرض کیا یہ ساری رات نماز میں مشغول رہے حتی کہ صبح ہوگئی پھر انہوں نے نماز صبح ادا کی اور سوگئے۔ تو آپ نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز فجر کی میری حاضری ساری رات قیام سے مجھے زیادہ محبوب ہے۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم

جواب سوال سوم: اقول: وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتاہوں۔(ت) اس مسئلہ میں جواب حق کو حق جواب یہ ہے کہ عذر مذکور فی السؤال سرے سے بیہودہ سراپا اہمال ہے وہ زعم کرتاہے کہ سنت تہجد کا حفظ و پاس اسے تفویت جماعت پر باعث ہوتاہے اگر تہجد بروجہ سنت ادا کرتا تو وہ خود فوت واجب سے اس کی محافظت کرتا نہ کہ الٹا فوت کا سبب ہوتا،

قال عزوجل اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ[2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: بے شک نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔

سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عليكم بقيام الليل فانه داب الصلحين قبلكم وقربة الى الله تعالٰی ومنهاة عن الاثم وتكفير للسيأت ومطردة للداء عن الجسد[3]۔ رواه الترمذی فی	تہجد کی ملازمت کرو کہ وہ (رات کا قیام) اگلے نیکوں کی عادت ہے اور اللہ عزوجل سے نزدیک کرنے والا اور گناہ سے روکنے والا اور برائیوں کا کفارہ اور بدن سے بیماری دور کرنے والا۔ اسے ترمذی نے اپنی جامع،

---

[1] المصنف ف لعبد الرزاق باب فضل الصلوٰۃ فی جماعۃ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱/ ۵۲۶

[2] القرآن ۲۹/ ۴۵

[3] جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۱۹۴، صحیح ابن خزیمہ باب التحریض علی قیام اللیل الخ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۲/ ۱۷۷

ف: حدیث مذکور کے الفاظ صفحہ مذکور پر مصنّف میں یوں ہیں: عن معمر عن الزھری عن سلیمٰن بن ابی حثمۃ عن الشفاء بنت عبداللہ قالت دخل علیّ بیتی عمر بن الخطاب فوجد عندی رجلین نائمین فقال وماشان ھذین ماشھدا معی الصلٰوۃ؟ قلت یاامیر المؤمنین صلیا مع الناس و کان ذلك فی رمضان فلم یزالا یصلیان حتی اصبحا الصبح وناما، فقال عمر لان اصلی الصبح فی جماعۃ احب الی من ان اصلی لیلۃ حتی اصبح۔

نذیر احمد

جامعه وابن ابی الدنیا فی التهجد و ابن خزیمة فی صحیحه والحاکم فی المستدرك وصححه والبیهقی فی سننه عن ابی امامة الباهلی واحمد والترمذی وحسنه والحاکم والبیهقی عن بلال والطبرانی فی الکبیر عن سلمان الفارسی وابن السنی عن جابر بن عبدالله وابن عساکر عن ابی الدرداء رضی الله تعالٰی عنهم اجمعین۔	ابن ابی الدنیا نے کتاب التہجد، ابن خزیمہ نے اپنی صحیح اور حاکم نے مستدرک میں روایت کرکے صحیح کہا، اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابوامامہ باہلی سے، اور احمد اور ترمذی نے صحیح قرار دیتے ہوئے روایت کیا، حاکم اور بیہقی نے حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت سلمان فارسی سے، اور ابن سنی نے حضرت جابر بن عبداللہ سے اور ابن عساکر نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے روایت کیا ہے۔

تو فوت جماعت کا الزام تہجد کے سر رکھنا قرآن وحدیث کے خلاف ہے اگر میزان شرع مطہر لے کر اپنے احوال وافعال تولے تو کھل جائے کہ یہ الزام خود اسی کے سر تھا بھلا یہ تہجد و قیلولہ وہ ہیں جو اس نے خود ایجاد کئے جب تو انہیں تفویت شعار عظیم اسلام کے لئے کیوں عذر بناتا ہے اور اگر وہ ہیں جو حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے قولاً وفعلاً منقول ہوئے تو بتایئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کب ایسے تہجد و قیلولہ کی طرف بلایا جن سے جماعت فریضہ فوت ہو، کیا قرآن وحدیث ایسے ہی تہجد کی ترغیب دیتے ہیں؟ کیا سلف صالح نے ایسے ہی قیام لیل کئے ہیں؟ حاشا وکلّا۔

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

(اے اعرابی! مجھے ڈر ہے کہ تو کعبہ کو نہیں پہنچے گا کیونکہ جس راستہ پر تو چل رہا ہے وہ ترکستان کو جاتا ہے)

یا ہذا سنت ادا کیا چاہتا ہے تو بروجہ سنت ادا کر، یہ کیا کہ سنت لیجئے اور واجب فوت کیجئے، ذرا بگوش ہوش سن اگرچہ حق تلخ گزرے، وسوسہ ڈالنے والے نے تجھے یہ جھوٹا بہانہ سکھایا کہ اسے مفتیان زمانہ پر پیش کرے جس کا خیال ترغیبات تہجد کی طرف جائے تجھے تفویت جماعت کی اجازت دے جس کی نظر تاکیدات جماعت پر جائے تجھے ترک تہجد کی مشورت دے کہ من ابتلی بلیتین اختار اھونھما (دو بلاؤں میں مبتلا شخص ان دو میں سے آسان کو اختیار کرے۔ت) بہرحال مفتیوں سے ایک نہ ایک کے ترک کی دستاویز نقد ہے مگر حاشا خدام فقہ وحدیث نہ تجھے تفویت واجب کا فتوٰی دیں گے نہ عادی تہجد کو ترک تہجد کی ہدایت

کرکے ارشاد حضور سید الاسیاد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

یاعبداللہ لاتکن مثل فلان کان یقوم اللیل فترك قیام اللیل[1] رواہ الشیخان عن عبداللہ بن عمر و بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	اے عبداللہ! فلاں شخص کی طرح نہ ہو جو رات کا قیام کرتا تھا مگر اب اس نے ترک کردیا۔ اسے بخاری ومسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ت) کاخلاف کریں گے۔

یہ اس لئے کہ وہ بتوفیقہ عزوجل حقیقت امر سے آگاہ ہیں ان کے یہاں عقل سلیم ونظر قدیم دوعادل گواہ شہادت دے چکے ہیں کہ تہجد وجماعت میں تعارض نہیں ان میں کوئی دوسرے کی تفویت کاداعی نہیں بلکہ یہ ہوائے نفس شریر وسوئے طرز تدبیر سے ناشی ہوا یاھذا اگر تو وقت جماعت جاگتا ہوتا اور بطلب آرام پڑا رہتا ہے جب تو صراحۃً آثم وتارک واجب، اور اس عذر باطل میں مبطل وکاذب ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الجفاء کل الجفاء والکفر والنفاق من سمع منادی اللہ ینادی الی الصلٰوۃ فلایجیبہ[2]۔ حدیث حسن قدذکرنا تخریجہ ولفظ الطبرانی ینادی بالصلاۃ ویدعو الی الفلاح[3]۔	ظلم پورا ظلم اور کفر اور نفاق ہے کہ آدمی اللہ کے منادی کو نماز کی طرف بلاتا سنے اور حاضر نہ ہو۔ یہ حدیث حسن ہے اس کی تخریج کاذکر ہم نے پیچھے کردیا۔ طبرانی کے الفاظ یوں ہیں: "نماز کی طرف بلانے والے اور فلاح کی دعوت دینے والے کو سنے"۔

اور اگر ایسا نہیں تو اپنی حالت جانچ کہ یہ فتنہ خواب کیونکر جاگا اور یہ فساد عجاب کہاں سے پیدا ہوا اس کی تدبیر کر۔ کیا تو قیلولہ ایسے تنگ وقت کرتا ہے کہ وقت جماعت نزدیک ہوتا ہے ناچار ہوشیار نہیں ہونے پاتا، یوں ہے تو اول وقت خواب کر، اولیائے کرام قدسنا اللہ تعالٰی باسرارہم نے قیلولہ کے لئے خالی وقت رکھا ہے جس میں نماز وتلاوت نہیں یعنی ضحوہ کبرٰی سے نصف النہار تک، وہ فرماتے ہیں چاشت وغیرہ سے فارغ ہو کر خواب خوب ہے کہ اس سے تہجد میں مدد ملتی ہے اور ٹھیک دوپہر ہونے سے کچھ پہلے جاگنا چاہئے کہ پیش از زوال

---

[1] صحیح البخاری باب مایکرہ من ترک قیام اللیل الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۵۴/۱

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث معاذ بن انس رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۴۳۹/۳

[3] المعجم الکبیر از معاذ بن انس حدیث ۳۹۴ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۸۳/۲۰

وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر وقت زوال کہ ابتدائے ظہر ہے ذکر وتلاوت میں مشغول ہو۔ امام اجل شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی رضی اللہ تعالٰی عنہ عوارف شریف میں فرماتے ہیں:

النوم بعد الفراغ من صلاۃ الضحٰی وبعد الفراغ من اعداد اخر من الرکعات حسن قال سفٰین کان یعجبھم اذا فرغوا ان یناموا طلبا للسلامۃ وھذا النوم فیه فوائد. منھا انه یعین علٰی قیام اللیل (الٰی قوله قدس سرہ) وینبغی ان یکون انتباھه من نوم النھار قبل الزوال بساعۃ حتی یتمکن من الوضوء والطھارۃ قبل الاستواء بحیث یکون وقت الاستواء مستقبل قبلۃ ذاکرا اومسبحا اوتالیا[1] الخ	نماز چاشت سے فراغت کے بعد اور اس کے بعد کی مقررہ تعداد کی رکعتیں ادا کرکے سونا اچھا اور مناسب ہے۔ سفیان ثوری نے فرمایا کہ صوفیہ کرام جب نماز واوراد سے فارغ ہوجاتے تو سلامتی اور عافیت کے لئے سونے کو پسند کرتے تھے اور اس (دوپہر سے قبل) سونے میں متعدد فوائد ہیں ان میں سے ایک رات کے قیام (شب بیداری) میں مدد ملتی ہے۔ (آگے چل کر شیخ قدس سرہ، نے) فرمایا: طالب حقیقت کو چاہئے کہ زوال سے کچھ وقت پہلے نیند سے بیدار ہوجائے تاکہ استواء سے پہلے وضو اور طہارت سے فارغ ہو کر استواء کے وقت (جو ابتدائے ظہر ہے) قبلہ رخ ہو کر ذکر یا تسبیح یا تلاوت میں مصروف ہوجائے الخ (ت)

ظاہر ہے کہ جو پیش از زوال بیدار ہولیا اس سے فوت جماعت کے کوئی معنی ہی نہیں۔ کیا اس وقت سونے میں تجھے کچھ عذر ہے، اچھا ٹھیک دوپہر کو سو مگر نہ اتنا کہ وقت جماعت آجائے، ایک ساعت قلیلہ قیلولہ بس ہے، اگر طول خواب سے خوف کرتا ہے ۱تکیہ نہ رکھ بچھونا نہ بچھا کہ بے تکیہ وبے بستر سونا بھی مسنون ہے، ۲سوتے وقت دل کو خیال جماعت سے خوب متعلق رکھ کہ فکر کی نیند غافل نہیں ہوتی، ۳کھانا حتی الامکان علی الصباح کھا کہ وقت نوم تک بخارات طعام فرو ہولیں اور طول منام کے باعث نہ ہوں، ۴سب سے بہتر علاج تقلیل غذا ہے، سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماملأ اٰدِمیّ وعاء شرًا من بطنه بحسب ابن اٰدم اکلاتٌ یقمن صلبه فان کان لامحاله فثلث لطعامه وثلث	آدمی نے کوئی برتن پیٹ سے بدتر نہ بھرا آدمی کو بہت ہیں چند لقمے جو اس کی پیٹھ سیدھی رکھیں اور اگر یوں نہ گزرے تو تہائی پیٹ کھانے کے لئے تہائی

---

[1] عوارف المعارف ملحق احیاء العلوم الباب الخمسون فی ذکر العمل فی جمیع النہار مطبوعہ مطبع المشہد الحسینی قاہرہ مصر ص ۱۹۵

لشرابه وثلث لنفسه[1]۔ رواه الترمذی وحسنه وابن ماجة وابن حبان عن المقدام بن معد یکرب رضی الله تعالٰی عنه۔	پانی تہائی سانس کو رکھے، اسے ترمذی نے روایت کرکے حسن کہا۔ ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

پیٹ بھر کر قیام لیل کا شوق رکھنا بانجھ سے بچہ مانگنا ہے، جو بہت کھائے گا بہت پئے گا، جو بہت پئے گا بہت سوئے گا، جو بہت سوئے گا آپ ہی یہ خیرات وبرکات کھوئے گا۔

استغفر الله من قول بلا عمل

لقد نسبت به نسلا لذی عقم

(میں اللہ تعالٰی سے بلا عمل قول سے توبہ کرتاہوں، تحقیق بانجھ عورت کو بچے کے ساتھ نسل کے اعتبار سے منسوب کیا گیاہے)

ولہذا حدیث میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان کثرة الاکل شؤم[2]۔ رواه البیهقی فی شعب الایمان عن ام المؤمنین رضی الله تعالٰی عنها۔	بیشک بہت کھانا منحوس ہے۔ اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔

یوں بھی نہ گزرے[۵] تو قیام لیل میں تخفیف کردو رکعتیں خفیف وتام بعد نماز عشاء ذرا سونے کے بعد شب میں کسی وقت پڑھنی اگرچہ آدھی رات سے پہلے ادائے تہجد کو بس ہیں۔ مثلاً نو بجے عشا پڑھ کر سو رہا دس بجے اٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لیں تہجد ہوگیا، حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یحسب احدکم اذاقام من اللیل یصلی حتی یصبح انه قدتهجد انما التهجد المرء یصلی الصلٰوة بعد رقدة[3]۔ رواه الطبرانی عن الحجاج بن عمر رضی الله تعالٰی	تم میں کسی کا یہ گمان ہے کہ رات کو اٹھ کر صبح تک نماز پڑھے جبھی تہجد ہو تہجد صرف اس کا نام ہے کہ آدمی ذرا سو کر نماز پڑھے۔ اس کو طبرانی نے حجاج بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سند حسن ان شاء اللہ

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ کثرۃ الاکل مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۶۰/۲

[2] شعب الایمان الفصل الثانی فی کثرۃ الاکل حدیث ۵۶۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳۲/۵

[3] المعجم الکبیر مروی از حجاج بن عمرو حدیث ۳۲۱۶ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۲۵/۳

عنه بسند حسن عـــه ان شاء الله تعالٰی۔	تعالٰی سے روایت کیا ہے۔

سوتے وقت اللہ عزوجل سے توفیق جماعت کی دعا اور اس پر سچا توکل مولٰی تبارک وتعالٰی جب تیرا حسن نیت وصدق عزیمت دیکھے گا ضرور تیری مدد فرمائے گا۔ مَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسۡبُہٗ ؕ[1] (جو اللہ تعالٰی پر توکل و بھروسہ کرتا ہے اس کے لئے اللہ کافی ہے۔ ت) عوارف شریف میں ہے:

لتغییر العادة فی الوسادة والغطاء والوطاء تاثیر فی ذلك ومن ترك شیأا من ذلك و الله عالم بنیته وعزیمته یثیبه علی ذلك بتیسیر مارام[2]۔	کیونکہ تکیہ، بچھونے اور لحاف وغیرہ میں عادت کو بدل دینا یعنی ان کو ترک کردینا اس سلسلہ میں بہت مؤثر ہے اور جو ان اشیاء میں سے کسی کو ترک کردے تو اللہ تعالٰی اس کی نیت وارادہ کو دیکھتے ہوئے اس کے مقصد میں سہولت پیدا فرمادیتا ہے یعنی کم خوابی کے آداب اس کو میسر آجاتے ہیں (ت)

۷ اپنے اہل خانہ وغیرہم سے کسی معتمد کو متعین کرکہ وقت جماعت سے پہلے جگادے۔

کماوکل رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم بلالا رضی الله تعالٰی عنه لیلة التعریس۔	جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لیلۃ التعریس میں حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بیدار کرنے کی ذمہ داری سونپی تھی (ت)

ان ساتوں تدبیروں کے بعد کسی وقت سوئے ان شاء اللہ تعالٰی فوت جماعت سے محفوظ ہوگا اور اگر شاید اتفاق سے کسی دن آنکھ نہ بھی کھلی اور جگانے والا بھی بھول گیا یا سورہا کما وقع لسیدنا بلال رضی اللہ تعالٰی

عـــه علق بالمشیة لان فیه ابن لهیعة والکلام فیه معروف والاصواب فیه عندی ان حدیثه حسن ان شاء الله تعالٰی ۱۲منه (م)	مشیت باری تعالٰی کے ساتھ معلق کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں ابن لہیعہ ہیں اور ان میں کلام معروف ہے اور اس کے بارے میں میری رائے میں یوں کہنا چاہئے اس کی حدیث ان شاء اللہ تعالٰی حسن ہے ۱۲منہ (ت)

---

[1] القرآن ۶۵/ ۳

[2] عوارف المعارف ملحق احیاء العلوم الباب السادس والاربعون الخ مطبوعہ مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ مصر ص ۱۸۴

عنہ (جیسا کہ سیدنا بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ساتھ واقعہ ہوا۔ت) تو یہ اتفاقی عذر مسموع ہوگا اور امید ہے کہ صدق نیت وحسن تدبیر پر ثواب جماعت پائے گا **وباللہ التوفیق۔**

کیا تیری مسجد میں بہت اول وقت جماعت کرتے ہیں کہ دوپہر سے اس تک سونے کا وقفہ نہیں جب تو سب وقتوں سے چھوٹ گیا سو کر پڑھی یا پڑھ کر سوئے بات تو ایک ہی ہے جماعت پڑھ ہی کر سوئے کہ خوف فوت اصلًا نہ رہے جیسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم روز جمعہ کیا کرتے تھے۔

الشیخان عن سھل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ماکنا نقیل ولانتغذی الابعدالجمعۃ[1]**، وفی لفظ للبخاری کنا نصلی مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الجمعۃ ثم تکون القائلۃ**[2]**، وعندہ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کنا نبکر الی الجمعۃ ثم نقیل**[3]**۔**	بخاری ومسلم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم جمعہ کے بعد قیلولہ کرتے اور کھانا کھاتے تھے، دوسری حدیث میں الفاظ بخاری یہ ہیں ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرتے پھر قیلولہ ہوتا تھا، اور بخاری میں ہی حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ ہم نماز جمعہ کی طرف جلدی جاتے تھے پھر قیلولہ کرتے تھے (ت)

غرض یہ تین صورتیں ہیں پیش اززوال سواٹھنا، بعد جماعت سونا ان میں کوئی خدشہ ہی نہیں، اور تیسری صورت میں وہ سات تدبیریں ہیں رب عزوجل سے ڈرے اور بصدق عزیمت ان پر عمل کرے پھر دیکھیں کیونکر تہجد تفویت جماعت کا موجب ہوتا ہے، بالجملہ نہ ماہ نیم ماہ کہ مہر نیمروز کی طرح روشن ہوا کہ عذر مذکور یکسر مدفوع ومحض نامسموع، جماعت وتہجد میں اصلًا تعارض نہیں کہ ایک کا حفظ دوسرے کے ترک کی دستاویز کیجئے اور بوجہ تعذر جمع راہ ترجیح لیجئے **ھذا ھو حق الجواب واللہ الھادی الی سبیل الصواب** (اور یہی حق جواب ہے اور اللہ تعالٰی ہی راہ صواب کی طرف ہادی ہے۔ت)

بااینہمہ اگر اس تقدیر ضائع وفرض خلاف واقع کا مان لینا ہی ضرور تو جماعت اولٰی پر تہجد کی ترجیح محض باطل ومہجور، اگر حسب تصریح عامہ کتب تہجد مستحب وحسب اختیار جمہور مشائخ جماعت واجب مانئے جب تو ظاہر کہ واجب ومستحب کی کیا برابری، نہ کہ اس کو اس پر تفضیل وبرتری، اور اگر تہجد میں اعلی الاقوال کی طرف ترقی

---

[1] صحیح البخاری باب قول اللہ عزوجل فاذاقضیت الصلوٰۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۸

[2] صحیح البخاری باب القائلہ بعدالجمعہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۸

[3] صحیح البخاری باب قول اللہ عزوجل فاذاقضیت الصلوٰۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۸

اور جماعت میں اونی الاحوال کی جانب تنزل کرکے دونوں کو سنت ہی مانئے تاہم تہجد کو جماعت سے کچھ نسبت نہیں جماعت برتقدیر سنیت بھی تمام سنن حتی کہ سنت فجر سے بھی اہم وآکد واعظم ہے ولہذا اگر امام کو نماز فجر میں پائے اور سمجھے کہ سنتیں پڑھے گا توتشہد بھی نہ ملے گا توبالاجماع سنتیں ترک کرکے جماعت میں مل جائے **والمسئلة منصوص علیها فی کتب المذهب کافة** (اس مسئلہ پر تمام کتب مذہب میں نص موجود ہے۔ت) طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں زیر قول مصنف **الجماعة سنة فی الاصح** (اصح قول کے مطابق جماعت سنت ہے۔ت) فرمایا

وفی البدائع عامة المشائخ علی الوجوب وبه جزم فی التحفة وغیرها وفی جامع الفقه اعدل الاقوال واقواها الوجوب (الی ان قال) وعلی القول بانها سنة هی اٰکد من سنة الفجر[1]۔	بدائع میں ہے کہ عامہ مشائخ کے نزدیک جماعت واجب ہے۔ اسی پر تحفہ وغیرہا میں جزم ہے اور جامع الفقہ میں ہے سب سے معتدل اور مضبوط قول وجوب کا ہے (آگے چل کر کہا) جن کے قول پر جماعت سنت ہے ان کے نزدیک یہ سنت فجر سے زیادہ مؤکد ہے۔ (ت)

ردالمحتار باب النوافل میں ہے:

لیس له ترك صلاة الجماعة لانها من الشعائر فهی اٰکد من سنة الفجر ولذا یترکها لوخاف فوت الجماعة[2]۔	عالم دین کے لئے باجماعت نماز کا ترک جائز نہیں کیونکہ یہ شعائر اسلام میں سے ہے اور اس میں فجر کی سنتوں سے زیادہ تاکید ہے یہی وجہ ہے کہ جماعت کے نہ ملنے کا خوف ہو تو سنن فجر کو ترک کیا جاسکتا ہے (ت)

اور سنت فجر بالاتفاق بقیہ تمام سنن سے افضل، ولہذا بصورت فوت مع الفریضہ بعد وقت قبل زوال ان کی قضا کا حکم ہے بخلاف سائر سنن کہ وقت کے بعد کسی کی قضا نہیں، ولہذا بلاعذر صحیح سنت فجر کو بیٹھ کر پڑھنا ناجائز بخلاف دیگر سنن کہ بے عذر بھی روا اگرچہ ثواب آدھا، ولہذا صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کہ قائل سنیت وتر ہوئے سنت فجر کو اس سے آکد ماننے کی طرف گئے، درمختار میں ہے:

السنن اٰکدها سنة الفجر اتفاقا وقیل بوجوبها فلاتجوزصلاتها	وہ سنن جن پر سب سے زیادہ تاکید ہے وہ بالاتفاق فجر کی سنتیں ہیں، بعض نے انہیں واجب

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الامامۃ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۵۶

[2] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۹۹

قاعدا بلاعذر علی الاصح ولایجوزترکھا لعالم صارمرجعا فی الفتاوی بخلاف باقی السنن وتقضی اذا فاتت معه بخلاف الباقی[1] ھ ملخصا	قرار دیا ہے لہٰذا اصح قول کے مطابق بغیر عذر کے ان کو بیٹھ کر ادا کرنا جائز نہ ہوگا اور اس عالم کے لئے بھی ان کا ترک جائز نہیں جو فتوی جات کے لئے مرجع بن چکا ہو، یعنی فتوی نویسی سے فراغت نہ ملتی ہو. بخلاف باقی سنن کے، یعنی باقی سنن کو لوگوں کی حاجت فتوی کے پیش نظر چھوڑ سکتا ہے اور یہ سنن فرائض کے ساتھ اگر فوت ہو جائیں تو ان کی قضا ہے جبکہ باقی سنن کی قضا نہیں اھ تلخیصًا (ت)

بحرالرائق میں ہے:

سنة الفجر اقوی السنن باتفاق الروایات لما فی الصحیحین عن عائشة رضی الله تعالٰی عنها قالت لم یکن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم علی شیئ من النوافل اشد تعاهدا منه علی رکعتی الفجر[2]۔	فجر کی سنتیں بالاتفاق باقی تمام سنن سے اقوی ہیں جیسا کہ بخاری و مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث سے ثابت ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نوافل میں سب سے زیادہ حفاظت فجر کی سنتوں کی فرماتے تھے (ت)

اسی میں خلاصہ سے ہے:

اجمعوا علی ان رکعتی الفجر قاعدًا من غیر عذر لا تجوز کذا روی الحسن عن ابی حنیفة[3]	تمام فقہا کا اتفاق ہے کہ بغیر عذر کے فجر کی سنتیں بیٹھ کر ادا کرنا جائز نہیں جیسا کہ حسن نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے (ت)

اسی میں قنیہ سے ہے:

اذا لم یسع وقت الفجر الا الوتر والفجر، اوالسنة والفجر فانه یوتر ویترك السنة عند ابی حنیفة وعندهما السنة اولی من الوتر[4]۔	جب وقت فجر میں، وتر و فجر یا سنن و فجر کی ادائیگی کے سوا گنجائش نہ رہے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک وتر ادا کر لئے جائیں اور سنتیں ترک کر دی جائیں اور صاحبین کے ہاں سنتوں کی ادائیگی وتر کی ادائیگی سے افضل ہے۔ (ت)

---

[1] در مختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مجتبائی دہلی ۹۵/۱

[2] بحرالرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۷/۲

[3] بحرالرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۷/۲

[4] بحرالرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۸/۲

پھر مذہب اصح پر سنت قبلیہ ظہر بقیہ سنن سے آکد ہیں

صححه المحسن واستحسنه المحقق فی الفتح فقال وقد احسن لان نقل المواظبة الصریحة علیها اقوی من نقل المواظبة الصریحة علیها اقوی من نقل مواظبته صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم علی غیرها من غیر رکعتی الفجر اھ[1] وکذا صححه فی الدرایة والعنایة والنهایة وکذا ذکر تصحیحه العلامة نوح کما فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح وکذا صححه فی البحر عن القنیة وعلله بورود الوعید وتبعه فی الدر۔	محسن نے اس کو صحیح اور محقق نے فتح میں اس کو مستحسن قرار دیا اور کہا انہوں نے اچھا کیا کیونکہ فجر کی سنتوں کے علاوہ سنن ظہر نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جو مواظبت منقولہ سے زیادہ اقوی ہے اھ اور اسی طرح اسے درایہ، عنایہ اور نہایہ میں صحیح کہا اور اسی طرح علامہ نوح نے اس کی تصحیح ذکر کی جیسا کہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں مذکور ہے۔ بحر میں قنیہ کے حوالے سے صحیح کہا اور اس کی علت یہ بیان کی کہ ان کے ترک پر وعید وارد ہے اور اس کی اتباع در مختار نے کی ہے۔ (ت)

اور امام شمس الائمہ حلوانی کے نزدیک سنت فجر کے بعد افضل وآکد رکعتین مغرب ہیں پھر رکعتین ظہر پھر رکعتین عشا پھر قبلیہ ظہر کما فی الفتح وغیرہ۔

قلت وعلیه مشی فی الهندیة عن تبیین الحقائق الامام الزیلعی فقال اقوی السنن رکعتا الفجر ثم سنة المغرب ثم التی بعد الظهر ثم التی بعد العشاء ثم التی قبل الظهر[2] (ملخصا)۔	**قلت** (میں کہتا ہوں) ہندیہ میں امام زیلعی کی تبیین الحقائق کے حوالے سے یہی بات بیان کرتے ہوئے کہا سب سے قوی اور مؤکد فجر کی سنتیں پھر سنت مغرب پھر بعدیہ ظہر پھر بعدیہ عشاء پھر قبلیہ ظہر (ملخصًا) (ت)

پھر شک نہیں کہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک سب سنن رواتب تہجد سے اہم وآکد ہیں۔

اقول: وکیف لاوقدثبت استنانها موکدا من دون تردد بخلاف التهجد فان	**اقول:** (میں کہتا ہوں) یہ کیسے نہ ہو حالانکہ ان سنن ورواتب کا مؤکد ہونا بغیر کسی تردّد کے ثابت ہے

---

[1] فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۳

[2] تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبعۃ کبرٰی امیریہ بولاق مصر ۱/۱۷۲

جمہور العلماء یعدونہ من المندوبات حتی جاء المحقق ابن الھمام فبحث بحثا و لم یقطع قولا فتردد فی ندبہ واستنانہ مع التنصیص بان الادلۃ القولیۃ انما تفید الندب، ثم بحث تلمیذہ المحقق ابن امیرالحاج اشبھیۃ سنیتہ علی مافیہ من نزاع طویل ولولا غرابۃ المقام و مخافۃ الطویل لاتینا بمافیہ من قال وقیل۔	بخلاف تہجد کے، کیونکہ جمہور علماء اسے (یعنی تہجد کو) مندوبات میں شمار کرتے ہیں حتی کہ محقق ابن ہمام جب اس مسئلہ پر پہنچے تو انہوں نے خوب بحث کی لیکن وہ بھی اس بارے میں کوئی قطعی قول نہ کرسکے اور اس کے مندوب ومسنون ہونے میں متردد ہوئے، باوجود اس تنصیص کے کہ ادلہ قولیہ اس کے مندوب ہونے کو ظاہر کرتی ہیں، پھر ان کے شاگرد محقق ابن امیر الحاج نے اس کے سنت ہونے کو اشبہ ومختار کیا۔ علاوہ ازیں اس میں طویل نزاع کو ذکر کیا ہے اگر غرابت مقام اور طوالت کاخوف نہ ہوتا تو ہم وہ تمام گفتگو یہاں ذکر کردیتے۔ (ت)

ولہٰذا ہمارے علماء سنن رواتب کی نسبت فرماتے ہیں:

انہا لتاکدھا اشبھت الفریضۃ[1] کما فی الدر۔	یہ سنن رواتب تاکید کی بنا پر فرائض کے مشابہ ہیں جیساکہ در میں ہے (ت)

اور یہی مذہب جمہور ومشرب منصور ہے

وان خالفھم الامام ابواسحاق المروزی من الشافعیۃ فقال بتفضیل التھجد مطلقا، وتبعہ الامام الاجل ابوزکریا النووی الشافعی فی المنہاج مستدلا بما لاحجۃ لہ فیہ عند التدقیق کما بیناہ عــہ فی	اپنے بعض حواشی میں اسے بیان کیا ہے اور آپ جانتے اگرچہ امام ابواسحاق شافعی مروزی نے ہمارے اصحاب کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ تہجد ہر حال میں سنن رواتب سے افضل ہے، امام اجل ابوزکریا نووی شافعی نے منہاج میں ایسی دلیل دیتے ہوئے ان کی اتباع کی کہ جو تحقیق وتدقیق کے بعد حجت نہیں بن سکتی جیساکہ ہم نے

عــہ اخرجہ الائمۃ احمد ومسلم و للاربعۃ عن ابی ھریرۃ ومحمد بن ھارون الرویانی فی مسندہ و الطبرانی	اسے امام احمد، امام مسلم اور دیگر چاروں محدثین ائمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور شیخ محمد ہارون رویانی نے اپنی مسند اور (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] درمختار ، باب الوتر والنوافل، مطبع مجتبائی دہلی ، ۱/ ۹۵

بعض تعلیقاتنا وقد علمت مذہب اصحابنا	اپنے بعض حواشی میں اسے بیان کیا ہے اور آپ جانتے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فی الکبیر عن جندب رضی اللہ تعالٰی عنھما قالا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افضل الصلٰوۃ بعد المکتوبات صلاۃ فی جوف اللیل[1]۔ فحملہ ابواسحق المروزی ومن وافقہ علی ظاھرہ فقالوا ان صلٰوۃ اللیل افضل من السنن الراتبۃ قال الامام النووی وقال اکثر اصحابنا الرواتب افضل لانھا تشبہ الفرائض قال والاول اقوی واوفق للحدیث[2] ھ وتبعہ العلامۃ میرک فقال فیہ حجۃ لابی اسحٰق المروزی من شافعیۃ علی ان صلاۃ اللیل افضل من الرواتب۔ وقال اکثر العلماء ان الرواتب افضل و الاول اقوی لنص ھذا الحدیث قال وقد یجاب بان معناہ من افضل الصلاۃ وھو خلاف سیاق الحدیث[3] ھ امام موافقوا الجمہور فاولوہ بان المراد الفرائض و توابعھا ای کان الرواتب لشدہ التصاقھا بالمکتوبات وشبھھا بھا دخلت فی قولہ صلی اللہ

طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت جندب رضی اللہ تعالٰی عنھما سے روایت کیا، دونوں صحابی کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: فرائض کے بعد سب سے افضل نماز رات کے درمیانی حصہ کی نماز ہے۔ امام ابواسحاق مروزی اور ان کے ساتھ موافقت رکھنے والے علماء نے اسے اپنے ظاہری معنی پر محمول کرتے ہوئے کہا کہ رات کی نماز سنن راتبہ سے افضل ہے۔ امام نووی نے کہا کہ ہمارے اکثر علماء نے فرمایا کہ سنن راتبہ افضل ہیں کیونکہ وہ فرائض کے مشابہ ہیں اور فرمایا پہلا قول اقوی اور حدیث کے زیادہ موافق ہے اھ علامہ میرک نے اسی کا اتباع کرتے ہوئے کہا کہ یہ حدیث امام ابواسحٰق مروزی شافعی کی اس بات پر دلیل ہے کہ رات کی نماز سنن راتبہ سے افضل ہیں۔ اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ سنن مؤکدہ افضل ہے مگر پہلا قول اس نص حدیث کی وجہ سے قوی ہے، اور کہا کہ بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ رات کی نماز افضل نماز میں سے ہے، اور یہ سیاق حدیث کے خلاف ہے اھ بہر حال جو جمہور کی موافقت کرنے والے ہیں وہ اس کی تاویل یوں کرتے ہیں کہ یہاں سے اس سے مراد فرائض اور ان کے توابع دونوں ہیں یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

(باقی برصفحہ آیندہ)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصوم ۱/۳۶۸

[2] شرح صحیح مسلم للنووی ۱/۳۶۹

[3] مرقات المفاتیح بحوالہ علامہ میرک ۳/۳۱۱

واجماعھم علی ان الاقوی	ہیں کہ ہمارے اصحاب کا مذہب اور اجماع اس بات پر ہے کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تعالٰی علیہ وسلم بعد المکتوبۃ قال المولی علی القاری فی المرقاۃ افضل الصلٰوۃ بعد المفروضۃ ای توابعھا من السنن المؤکدۃ[1] ھ وقال المناوی فی تیسیر ای ولواحقھا من الرواتب ونحوھا من کل نفل یسن جماعۃ اذھی افضل من مطلق النفل علی الاصح[2]ھ ومثلھا فی السراج المنیر للعزیزی وقال محمد الحفنی فی تعلیقاتہ علی الجامع الصغیر ای النفل المطلق فی اللیل افضل منہ فی النھار و الا فالراتبۃ فی النھار افضل منہ فی النھار افضل من التہجد[3] ھ وابدی القاری جوابین اخرین، فقال وقد یقال التہجد افضل من حیث زیادۃ مشقتہ علی النفس وبعدہ عن الریاء والرواتب افضل من حیث الاٰکدیۃ فی المتابعۃ للمفروضۃ فلامنافاۃ[4] ھ ای ان التہجد لہ ھذا الفضل الجزئی علی الرواتب فلاینافی فضلھا الکلی قال اویقال صلاۃ اللیل افضل لاشتمالھا

کے ارشاد گرامی "فرائض کے بعد" کے تحت سنن راتبہ بھی داخل ہیں کیونکہ سنن مؤکدہ کا فرائض کے ساتھ شدید اتصال اور مشابہت ہے۔ ملا علی قاری مرقات میں لکھتے ہیں افضل الصلاۃ بعد المفروضۃ یعنی بعد سنن مؤکدہ کے اھ مناوی تیسیر میں لکھتے ہیں اور یعنی فرائض سے ان کے لواحق (سنن مؤکدہ) اور وہ نوافل جن کی جماعت سنت ہے تمام مراد ہیں کیونکہ اصح قول کے مطابق وہ مطلق نفل سے افضل ہیں اھ یہی بات عزیزی کی سراج منیر میں ہے۔ محمد حفنی اپنی تعلیقات علی الجامع الصغیر میں لکھتے ہیں رات کے نوافل مطلقاً دن کے نوافل سے افضل ہیں ورنہ سنن راتبہ جو دن میں ہیں وہ تہجد سے افضل ہیں اھ اور ملا علی قاری نے دو۲ جواب اور دیئے اور کہا کبھی یوں کہا جاتا ہے کہ تہجد نفس پر زیادہ مشقت اور ریا سے دوری کی وجہ سے افضل ہے اور سنن جو فرائض کے ساتھ ہیں وہ فرائض کی متابعت میں زیادہ مؤکد ہیں وہ اس اعتبار سے افضل ہیں لہٰذا ان میں کوئی منافات نہیں ہے اھ یعنی اگر تہجد کو سنن مؤکد پر یہ فضیلت جزئی حاصل ہے تو یہ ان کی فضیلت کلی کے منافی نہیں ہے۔ فرمایا یا یوں کہا جاسکتا ہے کہ رات کی نماز (تہجد) افضل اس

(باقی اگلے صفحے پر)

---

[1] مرقات المفاتیح حدیث ۱۲۳۶ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳۱/۳

[2] التیسیر مطبوعہ الریاض ۱۸۵/۱

[3] تعلیقات الحفنی عل السراج المنیر مطبوعہ مصر ۲۴۴/۱

[4] مرقات المفاتیح حدیث ۱۲۳۶ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳۱۱/۳

الاٰکد مطلقاً سنۃ الفجر	اقوی ومؤکد ہر حال میں فجر کی سنتیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

علی الوتر الذی ھومن الواجبات[1] ھ

اقول: ھذا لایصلح بیاناً لمعنی کلام الشارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذلاواجب عندہ انما ثمہ طلب جازم فافتراض اوغیرجازم فندب کماحققہ المحقق حیث اطلق فی الفتح فان کان الوتر عندہ واجبا لدخل فی ثنیا المکتوبۃ ولوترك قولہ الذی ھو من الواجبات وھی الکلام علی استنان الوتر کما ھو مذھب الصاحبین لم یتجہ ایضاً لان سنۃ الفجر افضل من الوتر علی قولھما کماسمعت۔

اقول: وظھر للعبد الضعیف جواب حسن احسن من کل ماسبق وھو ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یقل ان التھجد افضل الصلوۃ بعد المکتوبات حتی یکون دلیلا لمن شذ انما قال صلٰوۃ اللیل فان ثبت ان صلاہ اللیل تشتمل علی نافلۃ غیرالتھجد ھی افضل النوافل مطلقاً حتی رواتب سقط

لئے ہے کہ وہ وتر پر مشتمل ہے جو کہ واجبات سے ہے اھ

اقول: (میں کہتاہوں) یہ بیان کلام شارع کے معنی کا بیان بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا کیونکہ اس کے ہاں کوئی واجب نہیں ہے وہاں تو طلب جازم ہو توافتراض ہے اگر جازم نہ ہو تو ندب ہے جیسا کہ فتح میں محقق نے تحقیق کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے اگر شارع کے ہاں وتر واجب ہوتا تو وہ فرض میں شامل ہوتا اور اگر ملا علی قاری کے قول الذی ھو من الواجبات کو چھوڑ دیا جائے یعنی ان کے کلام میں وتر کو استنان پر محمول کیا جائے جیسا کہ صاحبین کا مذہب ہے تو بھی درست نہیں کیونکہ آپ سن چکے کہ ان کے قول کے مطابق فجر کی سنتیں وتر سے افضل ہیں۔

اقول: (میں کہتاہوں) اس عبد ضعیف کے لئے ایک ایسا جواب ظاہر ہوا ہے جو مذکورہ تمام جوابات سے احسن ہے وہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تہجد فرائض کے بعد افضل صلٰوۃ ہے، حتی کہ یہ مخالفین جمہور کی دلیل بنے، بلکہ آپ نے صلٰوۃ اللیل (رات کی نماز) فرمایا ہے اب اگر یہ ثابت ہوجائے کہ رات کی نماز تہجد کے علاوہ دیگر نوافل پر بھی مشتمل ہے جو کہ مطلق نوافل حتی کہ سنن مؤکدہ سے بھی افضل ہو تو پھر اس حدیث سے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] مرقات المفاتیح حدیث ۱۲۳۶ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۳۱۲

فلاعلیك من جنوح الفاضل میرك وباللّٰه التوفیق تعالٰی وتبارک۔	ہیں اور فاضل میرک کی بحث وگفتگو قابل توجہ نہیں وباللہ التوفیق تعالٰی وتبارک۔ (ت)

توتہجد جماعت کے کمتراز کمتراز کمتر سے کمتر پانچویں درجہ میں واقع ہے سب سے آکد جماعت ۱پھر ۲سنت فجر پھر ۳قبلیہ ظہر پھر ۴رواتب پھر ۵تہجد وغیرہ سنن ونوافل، اور دوسرے قول پر توکہیں ساتویں درجے میں جاکر پڑے گا کہ سب سے اقوی جماعت ۱پھر ۲سنت فجر پھر ۳سنت مغرب پھر ۴بعدیہ ظہر پھر ۵بعدیہ عشاء پھر ۶قبلیہ ظہر پھر تہجد وغیرہا۔ پس تہجد کو سنت ٹھہراکر بھی جماعت سے افضل کیا، برابر کہنے کی بھی اصلا کوئی راہ نہیں، نہ کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الاحتجاج به وھوثابت بحمد اللّٰه تعالٰی بحدیث الصحیحین عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللّٰه تعالٰی عنها قالت کان النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم یصلی من اللیل ثلث عشرۃ رکعة منها الوتر ورکعتا الفجر[1] فهذا ام المؤمنین وامام الفقهاء والمحدثین وغرۃ العرب العرباء الافصحین رضی اللّٰه تعالٰی عنها قدعدت سنت الفجر من صلاۃ اللیل فهذه هی النافلة التی تفوق الصلوات کلها بعدالمکتوب فبالاشتمال علیها فضلت صلٰوۃ اللیل علی صلاۃ النهار بالاطلاق فهذا الجواب القاطع بحمداللّٰه تعالٰی ثم لاغرومن الامام الاجل النووی انما العجب من العلامة میرك کیف تبعه وخالف اجماع ائمة مذهبه علی ان سنه الفجر اٰکد النوافل مطلقا وباللّٰه التوفیق ۱۲منه (م)

استدلال ساقط ہوجائے گا اور یہ بات بحمداللہ تعالٰی بخاری ومسلم کی اس حدیث سے ثابت ہے جو اُم المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رات کو تیرہ ۱۳رکعت پڑھتے تھے ان میں وتر اور فجر کی سنتیں بھی ہوتی تھیں۔ یاد رہے آپ رضی اللہ تعالٰی عنہا اُم المؤمنین، امام الفقہاء، والمحدثین اور سرتاج فصحاء وبلغاء ہیں انہوں نے سنن فجر کو رات کی نماز میں شمار فرمایا ہے۔ پس یہ نوافل فرائض کے بعد تمام نمازوں پر افضل ٹھہرے، چونکہ یہ نوافل صلٰوۃ اللیل پر بھی مشتمل ہیں اس لئے رات کی نماز دن کی ہر نماز سے افضل قرار پائی۔ بحمداللہ تعالٰی یہ قاطع جواب ہے۔ پھرامام نووی پر تو کوئی افسوس نہیں تعجب توعلامہ میرک پر ہے کہ انہوں نے امام نووی کی اتباع کرتے ہوئے اپنے ائمہ مذہب کے خلاف بات کیوں کہی، حالانکہ ائمہ مذہب کا اتفاق ہے کہ سنن فجر مطلقاً نوافل سے مؤکد ہیں خواہ رات کے ہوں یادن کے، وباللہ التوفیق ۱۲منہ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب التہجد باب کیف صلٰوۃ اللیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۵۳

مستحب مان کر، اگر کہئے یہاں کلام جماعت اولٰی میں ہے کہ سوال میں اس کی تصریح موجود اور واجب یا اس اعلٰی درجہ کی مؤکد مطلق جماعت ہے نہ خاص جماعت اولٰی بلکہ وہ صرف افضل واولٰی اور فضل تہجد اس سے اعظم واعلٰی توحفظ تہجد کے لئے ترک اولٰی جائز وروا اگرچہ افضل ایتان وادا۔

اقول: وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی مدد سے کہتا ہوں۔ت) قطع نظر اس سے کہ جب تعارض مسلّم اور فضل تہجد آکد واعظم توحفظ تہجد کو ترک اُولٰی نہ ترک اَولٰی، بلکہ ترک ہی اَولٰی کمالایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ت) یہ تاصیل وتفریع سراسر بے اصل واحداث شنیع کہ نہ احادیث حضور پرنور سید الانام علیہ وعلٰی آلہ الصلاۃ والسلام اس کے مساعد، نہ کلمات وروایات علمائے کرام وفقہائے عظام مؤید وشاہد، گر ایسا ہو تو بے عذر فوت تہجد وغیرہ بھلے چنگے بیٹھے بٹھائے بھی جماعت اولٰی قصداً فوت کر دینا جائز وروا ہو جبکہ ایک آدمی اپنے ساتھ جماعت کے لئے حاضر ومہیا ہو کہ آخر کچھ گناہ نہ کیا صرف ایک اولویت ترک کی جس میں حکم کراہت بھی نہیں، معاذاللہ مسلمان اگر اس پر عمل کریں تو امر جماعت میں کس قدر تفرقہ شنیعہ واقع ہوتا ہے وجوب جان کر ترک پر سکت سخت وعیدیں سن کر تو بہت لوگ کسل وکاہلی کر جاتے ہیں کاش یہ سن پائیں کہ جماعت اولٰی کی حاضری شرعاً کچھ ضرور نہیں ایک بہتر بات ہے کی کی نہ کی نہ کی، تو ابھی جو رہا سہا انتظام ہے سب درہم برہم ہوا جاتا ہے، لوگ مزے سے اذان سنیں اور اپنے لہوولعب میں مشغول رہیں کہ جلدی کیا ہے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ بنالیں گے، کیا ایسی ہی متفرق بے نظم جماعتوں کی طرف حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بلایا، کیا انہیں کے ترک پر سخت سخت جگر شگاف وعیدوں کا حکم سنایا! حاش للہ ثم حاش للہ! ذرا نگاہ انصاف درکار کہ یہ قصداً تفریق جماعت وتقلیل حضار کس قدر مقاصد شرع سے دور اور نورانیت حق وصواب سے بعید ومہجور ہے، نہیں نہیں بلکہ یقیناً وجوب وتاکد مذکور، خاص جماعت اولٰی کے لئے منظور اور وہی صدر اول سے معہود، اور وہی احادیث وعید علی الترک میں مقصود، اور زنہار زنہار ہرگز جائز نہیں کہ بے عذر مقبول شرعی جماعت ثانیہ کے بھروسے پر جماعت اولٰی قصداً چھوڑ دیجئے اور داعی الٰہی کی اجابت نہ کیجئے، جماعت ثانیہ کی تشریع اس غرض سے ہے کہ احیاناً بعض مسلمین کسی عذر صحیح مثل مدافعت اخبثین یا حاجت طعام وغیرہا کے باعث جماعت اولٰی سے رہ جائیں وہ برکت جماعت سے مطلقاً محرومی نہ پائیں بے اعلان [عہ] وتداعی محراب سے جدا ایک گوشے میں جماعت کرلیں نہ کہ اذان ہوتی ہے داعی الٰہی پکارا کرے جماعت اولٰی ہوا کرے (یہ) مزے سے گھر میں بیٹھے باتیں بنائیں یا پاؤں پھیلا کر آرام فرمائیں کہ عجلت کیا ہے ہم اور کرلیں گے یہ قطعاً یقیناً بدعت سیہ شنیعہ ہے۔

[عہ] اعلان وتداعی معروف شرعی کہ نماز کے لئے مقرر ہے یعنی اذان ۱۲ منہ (م)

هذا مما لایشك فیه من دخل بستان الفقه فشم عرفا لانوارہ الفائحة اوفتح اجفان الفکر فشام برقا من انوارہ اللائحة ومالنا نسترسل فی سر والبراهین علی مثل هذا الواضح المبین ولکن لاباس ان نذکر شیأ من التنبیه لیستظهر الفقیه ویتذکر النبیه۔	اس بارے میں اس شخص کو ہر گز شک نہیں ہو سکتا جس نے گلستان فقہ کے مہکتے ہوئے پھولوں سے کچھ خوشبو پائی ہو یا اس کے روشن انوار سے مشام جان کو معطر کیا ہو اور ہم اس معاملہ کو ترک نہیں کر سکتے باوجودیکہ اس پر واضح دلائل موجود ہیں کوئی حرج نہیں کہ ہم تنبیہ ذکر کردیں تاکہ صاحب فقہ پر استحضار ہو جائے اور صاحب فہم محفوظ کرے۔ (ت)

فاقول: وبه نستعین (میں اللہ تعالٰی کی مدد سے کہتا ہوں۔ت) **اولًا** فقیر غفراللہ تعالٰی لہ کا ایک موجز وجامع رسالہ مسمّٰی بنام تاریخی **حسن البراعة فی تنقید حکم الجماعة** ہے جس میں بفضلہٖ سبحٰنہ، وتعالٰی حکم جماعت کی تحقیق حدیثی وفقہی اعلٰی درجہ کمال وجمال پر موفق ہوئی، ہمارے علماء سے درباب شاذو مشہور ومقبول ومہجور چھ۶ قول ماثور:

(۱) فرض عین
(۲) فرض کفایہ
(۳) واجب عین
(۳) واجب کفایہ
(۵) سنت مؤکدہ
(۶) مستحب

اس نفیس مبارک رسالہ نے بعونہ تعالٰی ثابت کرد کھلایا کہ ان اقوال میں اصلًا تدافع وتمانع نہیں سب حق و صحیح اور اپنے اپنے معنی پر رجیح و نجیح ہیں، یہ جلیل تحقیق جمیل توفیق وللہ الحمد والمنة عجب نادر وعنقائے مغرب ہے جس کا نام سن کر ناظر متحیرانہ کہے هذا لایکون وکیف یکون (یہ نہیں ہو سکتا اور کیسے ہو سکتا ہے۔ت) اور جب اس کی زاہر تحریر باہر تقریر پر اطلاع پائے متعجبانہ اعتراف کرے کہ **لمثل هذا فلیعمل العاملون** (کام کرنے والوں کو ایسا ہی کام کرنا چاہئے۔ت)

اس رسالہ میں ہم نے احادیث عبداللہ بن عباس وابوہریرہ وکعب بن عجرہ وانس بن مالک و عثمان غنی و عمرو بن ام مکتوم و ابوامامہ و جابر بن عبداللہ وغیرہم رضی اللہ تعالی عنہم سے ثابت کیا کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اذان سن کر حاضری واجب فرمائی، اداشناس سخن انہی احادیث سے جان سکتا ہے کہ اذان کس جماعت کے لئے بلاتی اور شرع اس کی اجابت کیوں واجب فرماتی ہے مگر میں یہاں اصرح واوضح ذکر کروں حدیث حسن معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اوپر گزری جس میں ندا

سن کر حاضری ہونے پر حکم جفاو کفر و نفاق فرمایا گیا، طبرانی کے یہاں بطریق آخریوں آئی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

حسب المومن من الشقاء والخیبۃ ان یسمع المؤذن یثوب بالصلاۃ فلایجیبہ[1]۔	مؤمن کو یہ بدبختی و نامرادی بہت ہے کہ مؤذن کو تکبیر کہتے سنے اور اس کا بلانا قبول نہ کرے۔(ت)

اس روایت نے روایت سابقہ کی تفسیر کردی کہ وہاں بھی ندا سے یہی تکبیر مراد تھی **فان الاحادیث یفسر بعضھا بعضا وخیرتفسیر للحدیث مایستبین بجمع طرقہ** (احادیث ایک دوسرے کی تفسیر ہیں اور حدیث کی سب سے بہتر تفسیر وہ ہے جو اس حدیث کے تمام طرق کو جمع کرنے پر ہو۔ت) بلکہ عند التحقیق احادیث ایجاب اجابت فعلیہ عند الاذان کا مرجع بھی اسی طرف کہ ہم نے رسالہ مذکورہ میں احادیث و آثار ابوقتادہ و جابر بن عبداللہ و ام المؤمنین و ابوہریرہ و جابر بن سمرہ و امیر المومنین فاروق اعظم و عبداللہ بن عمرو ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت کیا کہ یہ وجوب تاوقت اقامت موسع ہے اگرچہ قنیہ و مجتبیٰ میں صراحۃً تضییق کی کہ جو اذان سن کر تکبیر کے انتظار میں بیٹھا رہے بدکار و مردود الشہادۃ ہے۔ بحر الرائق میں ہے:

فی القنیۃلو انتظرتم الاقامۃ لدخول المسجد فھو مسیئ[2]۔	قنیہ میں ہے اگر اذان سن کر دخول مسجد کے لئے اقامت کا انتظار کرتا ہے تو گنہگار ہوگا(ت)

اسی میں ہے:

فی المجتبٰی من کتاب الشھادۃ من سمع الاذان وانتظر الاقامۃ فی بیتہ لاتقبل شھادتہ[3]۔	مجتبیٰ کی کتاب الشہادۃ سے ہے جو شخص اذان سن کر گھر میں اقامت کا انتظار کرتا ہے اس کی شہادت قبول نہیں۔(ت)

غرض حدیث سے ثابت کہ جو تکبیر سن کر حاضر جماعت نہ ہو اسے بدبخت، نامراد، ظالم، اظلم، کافر، منافق فرمایا گیا۔ للہ انصاف! کیا تکبیر کسی مطلق جماعت کی طرف بلاتی ہے، کیا اس جماعت میں ملونہ ملو ہر دعوت تکبیر کی اجابت ہو جاتی ہے، کیا اس میں حی علی الصلٰوۃ حی علی الفلاح کے یہ معنی ہیں کہ چاہے اس

---

[1] المعجم الکبیر مروی از معاذ بن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۳۹۶ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۸۳/۲۰

[2] بحر الرائق بحوالہ القنیہ باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۴۵/۱

[3] بحر الرائق بحوالہ القنیہ باب الاذان مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۶۰/۱

نماز وفلاح میں حاضر ہو چاہے نہ آؤ اپنی الگ کرلینا، شاید قد قامت الصلٰوۃ کایہی مطلب ہوگا کہ یہ نماز تو کھڑی ہوہی گئی اب اس میں آکر کیا کروگے تم اور کوئی بیٹھی ہوئی اٹھانا حاشا وکلّا بلکہ تکبیر اسی جماعت کی طرف بلاتی اور اس کی عدم حاضری پر وہ حکم وظلم وکفر ونفاق وشقاوت وخیبت ہے تو قطعًا حکم وجوب وتاکد کی مصداق یہی ماثور ومعہود جماعت ہے۔

ثانیًا: یہ توسیع توہمارے طور پر تھی اگر تصریح قنیہ ومجتبی وتقریر بحر پر نظر کیجئے توامر اظہر کہاں وہ تضییق کہ اذان کے بعد تکبیر کاانتظار بھی جائز نہیں، کہاں یہ توسیع شنیع کہ سرے سے جماعت اولٰی میں حاضر ہونا ہی کچھ ضرور نہیں۔

ثالثًا روشن تر نص قاطع لیجئے سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کاشانہ اطہر سے مسجد انور میں قریب عہ۱ امام جلوہ فرماہوتے، ایک دن نماز عہ۲ عشاء کو تشریف لائے جماعت عہ۳ میں قلّت دیکھی کچھ لوگ حاضر نہ پائے نہایت عہ۴

عہ۱ هذا ثابت فی غیرهذا الحدیث من عدة احادیث صحاح اوردناها فی حسن البراعة ۱۲منه رحمه الله (م)	یہ بات اس حدیث کے علاوہ متعدد احادیث صحیحہ سے بھی ثابت ہے جنہیں ہم نے حسن البراعۃ فی تنقید حکم الجماعۃ میں ذکر کیا ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ (ت)
عہ۲ هذا منصوص علیه فی هذا الحدیث عند غیره ۱۲منه رحمه الله	امام مسلم نے اپنی صحیح اور دیگر محدثین نے اسی حدیث میں اس بات پر تصریح کی ہے ۱۲منہ رحمہ اللہ (ت)
عہ۳ هذا عند احمد وغیره من حدیث کعب بن عجرة رضی الله تعالٰی عنه وعند سراج فی مسنده فی هذا الحدیث۔(م)	یہ حدیث امام احمد وغیرہ محدثین کے ہاں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے اور سراج کے ہاں مسند سراج میں بھی اسی حدیث کے تحت مذکور ہے۔(ت)
عہ۴ هذا فی روایة السراج قال ثم خرج الی المسجد فاذا الناس عزون واذاهم قلیلون فغضب غضبا شدیدا الا اعلم انه رأیته غضب غضبا اشد منه ثم قال لقد هممت ان امرر جلایصلی بالناس ثم اتتبع هذه الدور التی تخلف اهلوها عن هذه الصلاة فاضرمها علیهم بالنیران[1] (م)	یہ روایت سراج میں ہے، کہا: پھر آپ مسجد کی طرف تشریف لے گئے تو جو لوگ حاضر تھے وہ تھوڑے تھے آپ سخت غضب میں ہوگئے، میں نے آج تک آپ کو اتنا غضبناک کبھی نہیں دیکھا تھا، پھر فرمایا: میں ارادہ کرتا ہوں میں کسی آدمی کو حکم دوں جو جماعت کروائے پھر میں ان گھروں کی طرف جاؤں جن کے اہل اس نماز میں حاضر نہیں ہوئے اور ان کو آگ سے جلادوں۔(ت)

---

[1] عمدۃ القاری بحوالہ مسند سراج باب وجوب صلٰوۃ الجماعۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱۶۰/۵

شدید غضب وجلال محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چہرہ اقدس سے ظاہر ہوا، ارشاد فرمایا: خدا کی قسم میرے جی میں آتا ہے کہ مؤذن کو تکبیر کا حکم دوں پھر کسی کو عــــہ امامت کے لئے فرماؤں پھر بھڑکتی ہوئی مشعلیں لے جاؤں اور ان لوگوں پر ان لوگوں کے گھر پھونک دوں جنہیں یہ اذان سنے یہ وقت ہوگیا اب تک گھروں سے نماز کو

(عــہ)فان قلت اليس فی نفس الحديث مايدل ان الاولی لاتجب عينا والالماهم هو صلی الله تعالٰی عليه وسلم ان يقيم الصلاة ثم ينصرف اليهم لاحراق بيوتهم۔

قلت هذا السؤال قد اورد قبل علی الاحتجاج بالحديث لوجوب الجماعة وقد تصدی العلماء لجوابه قال العلامة البدر محمود العينی فی عمدة القاری شرح صحيح البخاری الثالث (ای من وجوه الجواب عن حديث الباب) ماقاله ابن بزيزة عن بعضهم انه استنبط من نفس الحديث عدم الوجوب لكونه صلی الله تعالٰی عليه وسلم هم بالتوجه الی المتخلفين فلوكانت الجماعة فرض عين ماهم بتركها اذا توجهه قال العينی ثم نظر فيه ابن بزيزة بان الواجب يجوز تركه لما هو اوجب منه[1] اھ كلام العمدة۔

اگر آپ کہیں کہ کیا نفس حدیث میں ایسی کوئی چیز نہیں جو اس بات پر دلالت کر رہی ہو کہ پہلی (جماعت) واجب عینی نہیں ہے ورنہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کسی کو جماعت قائم کرنے کا حکم دے کر اس (جماعت میں نہ حاضر ہونے والوں) کے گھروں کو جلانے کا ارادہ نہ کرتے۔

قلت (میں کہتا ہوں) پہلے یہی سوال اس حدیث سے وجوب جماعت پر استدلال کرنے پر وارد ہوا اور علماء اس کے جواب کے درپے ہوئے ہیں چنانچہ علامہ بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں لکھا تیسرا (یعنی حدیث باب پر اعتراض کے جوابات میں سے) جواب وہ ہے جو ابن بزیزہ نے بعض محدثین کے حوالے سے ذکر کیا وہ یہ ہے کہ نفس حدیث سے عدم وجوب ثابت ہوتا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضر نہ ہونے والوں کی طرف جانے کا ارادہ کیا ہے اگر جماعت فرض عین ہوتی تو آپ اسے چھوڑ کر وہاں جانے کا ارادہ نہ کرتے۔ امام عینی کہتے ہیں پھر ابن بزیزہ نے اس کو یہ کہتے ہوئے محل نظر قرار دیا کہ بعض اوقات اہم واجب کی وجہ سے دوسرے کم درجہ واجب کو ترک کیا جاسکتا ہے اھ (عمدۃ القاری کی عبارت ختم ہوئی) (باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] عمدۃ القاری باب وجوب صلوٰۃ الجماعۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۵/ ۱۶۴

نہیں نکلتے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اقول: فلقد صح مثل ذلك عنه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی الجمعة اخرج مسلم فی صحیحه عن عبداللہ یعنی ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنه ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم قال لقوم یتخلفون عن الجمعة لقد هممت ان اٰمر رجلا یصلی بالناس ثم احرق علی رجال یتخلفون عن الجمعة بیوتهم[1]۔

اقول: علا ان عبداللہ بن وهب روی الحدیث فی مسنده فقال حدثنا ابن ابی ذئب حدثنا عجلان عن ابی هریرة رضی اللہ تعالٰی عنه فذکر الحدیث وفیه لینتهین رجال من حول المسجد لایشهدون العشاء اولاحرقن بیوتهم[2] وقد قال فی حدیث سقناہ عن الجامع الصحیح ثم اٰخذ شعلا من نار ولانسلم ان بین ان یذهب بعد الاقامة بشعل قد اوقدت الی بیوت حول المسجد فیضرمها علیهم وبین الرجوع الی المسجد مایوجب

اقول: (میں کہتا ہوں) یہی بات صحت کے ساتھ رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے نماز جمعہ کے بارے میں بھی ثابت ہے، امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جمعہ سے غیر حاضر لوگوں کے بارے میں فرمایا: میرا جی چاہتا ہے کہ میں کسی آدمی کو جماعت کا حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر میں ان لوگوں کے گھر جلادوں جو جمعہ سے غیر حاضر رہتے ہیں۔

اقول: (میں کہتا ہوں) اس کے علاوہ عبداللہ بن وہب نے اپنی مسند میں ذکر کیا کہ ہمیں ابن ابی ذئب نے انہیں عجلان نے انہیں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حدیث بیان کی پھر حدیث ذکر کی اس کے الفاظ یوں ہیں: مسجد کے پڑوسی ضرور باز آجائیں جو نماز عشا میں حاضر نہیں ہوتے، ورنہ میں ان کے گھر جلادوں گا۔ اور اس حدیث میں جسے ہم نے جامع صحیح کے حوالے سے لکھا یہ بھی ہے، فرمایا پھر میں آگ کی مشعل لوں اور ہم نہیں مانتے کہ درمیان اس کے کہ اقامت کے بعد آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کامسجد کے ارد گرد لوگوں کے گھروں کو جلانے کے لئے مشعل لے کر جانا اور درمیان اس کے کہ مسجد کی طرف لوٹ آنا کوئی

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] صحیح مسلم باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ بیان التشدید فی التخلف عنہا مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۲

[2] عمدۃ القاری بحوالہ مسند عبداللہ بن وہب مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر ۵/۱۶۰

البخاری عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیس صلاۃ اثقل علی المنافقین من الفجر والعشاء ولو یعلمون مافیھما لاتوھما ولوحَبوًا لقد ھممت ان اٰمر المؤذن فیقیم ثم اٰمر رجلا یؤم الناس ثم اٰخذ شعلامن نار فاحرق علی من لایخرج الی الصلاۃ	البخاری، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافقین پر فجر وعشا کی نماز سے بڑھ کر کوئی نماز بھاری نہیں۔ اگرانہیں ان کے درجہ وفضیلت کا علم ہوجائے تو وہ گھٹنوں کے بل ان کی ادائیگی کے لئے آئیں، میراجی چاہتا ہے کہ میں مؤذن کو تکبیر کاکہوں اور کسی دوسرے کو جماعت کا حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر میں آگ کی مشعل لے کر ان پر پھینکوں جو نماز کے لئے ابھی تک گھروں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تفویت الجماعۃ حتی یلزم الترک نعم یفوت الادراک من اول الصلاۃ وھولیس الافضیلۃ. ربما یترک لاقل من ھذا اعلی. السکینۃ فی المشی لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا سمعتم الاقامۃ فامشوا الی الصلاۃ وعلیکم بالسکینۃ و الوقار فما ادرکتم فصلوا ومافاتکم فاتموا[1]، رواہ الشیخان وغیرھما عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فسقط الاشکال راسا وللہ الحمد واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم ۱۲منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (م)	زیادہ وقت ہے جو جماعت کو فوت کردیتاہے، حتی کہ ترک جماعت لازم آئے، ہاں اول نماز کا فوت ہونا لازم آتاہے اور وہ فضیلت کے سواکچھ بھی نہیں، بعض اوقات اس سے بھی کم درجہ شی کی بناپر اعلٰی کو ترک کیاجاسکتاہے، مثلاً جماعت کے لئے دوڑنے کی بجائے سکون سے چلناچاہیے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان ہے جب تم اقامت سنو تو نماز کی طرف چلو دراں حال تم پر سکون ووقار لازم ہے جو حصہ نماز پالو اسے اداکرو اور جو رہ جائے اسے پوراکرلو۔ اسے بخاری ومسلم وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیاہے، تو اب اشکال سرے سے ختم ہوگیا۔ وللہ الحمد واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] صحیح بخاری باب ماادرکتم فصلواالخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۸

بعد[1] عـــہ	سے نہیں نکلے۔ (ت)

یہ حدیث صحیح نص صریح ہے کہ وقت اقامت تک مسجد میں حاضر نہ ہونا وہ جرم قبیح ہے جس پر حضور اقدس صلوات اللہ تعالٰی وتسلیماتہ علیہ وعلٰی آلہ الکرام نے ان لوگوں کے جلادینے کا قصد فرمایا، علماء فرماتے ہیں یہ ارشاد کہ تکبیر کہلوا کر نماز شروع کراؤں اس کے بعد تشریف لے جاؤں اسی بناپر تھا کہ ان کی عدم حاضری ثابت اور الزام تخلف قائم ہولے اس کا منشا وہی تحقیق ہے جو ہم نے ذکر کی کہ ایجاب اجابت تاوقت اقامت موسع ہے۔ امام اجل ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ تعالٰی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

انماھم باتیانھم بعد اقامۃ الصلاۃ لان بذالك یتحقق مخالفتھم وتخلفھم	اقامت نماز کے بعد آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا ان کی طرف جانے کا ارادہ اس لئے ہے کہ یہ وہی

عـــہ قوله بعد نقیض قبل مبنی علی الضم فلما حذف منه المضاف الیه بنی علی الضم وسمی غایة لانتهاء الکلام الیها والمعنی بعد ان یسمع النداء الی الصلاة[2] ھ عمدة القاری **قلت** والنفی اذا لاقی زمانا استغرق جمیع اجزائه فیمتدّ من بدء وقت المضاف الیه الی اٰن التکلم، ولذا یرجع حاصله فی امثال المقام الی قولك الی الاٰن، تقول ماجاء نی بعد ای بعد ان ذھب الی ھذا الحین وھذا معنی قوله سمی غایة لانتهاء الکلام الیها ۱۲منه رضی اللہ تعالٰی عنه (م)	قولہ "بعد" یہ قبل کی نقیض ہے یہ مبنی علم الضم ہے۔ کیونکہ جب اس کا مضاف الیہ محذوف ہو تو یہ مبنی علی الضم ہوتا ہے۔ کلام اس پر ختم ہونے کی وجہ سے اسے غایت بھی کہا جاتا ہے۔ الفاظ حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو نماز کی اذان سن کر نماز کے لئے نہیں آتے اھ عمدۃ القاری **قلت** (میں کہتاہوں) جب نفی کسی زمان پر ملاقی ہو تو تمام اجزاء کو محیط ہوگی تو اس کا احاطہ وقت مضاف الیہ کی ابتداء سے لے کر وقت تکلم تک ہوتا ہے، اسی لئے ایسی عبارت کا معنی ایسے مقامات پر مثلاً "اب تک" ہوتا ہے مثلاً کوئی کہے ماجاء نی بعد یعنی وہ جانے کے بعد اس وقت تک نہیں آیا، اور جو انہوں نے کہا کہ اس پر انتہاء کلام کی وجہ سے اسے غایت کہا جاتا ہے اس کا معنی ومفہوم بھی یہی ہے ۱۲منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب فضل صلاۃ العشاء فی الجماعۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۹۰

[2] عمدۃ القاری باب فضل صلاۃ العشاء فی الجماعۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۵/۱۷۴

فلیتوجه اللوم علیهم [1] **الخ**	وقت ہے جب نہ آنے والوں کی عدم حاضری اور الزام تخلف ثابت ہوچکا جس کی وجہ سے وہ ملامت کے مستحق قرار پائے ہیں الخ (ت)

اقول: یہاں سے واضح ہوگیا کہ ظاہر حدیث میں جو کلام قنیہ و مجتبٰی کی تائید نکلتی تھی ممنوع وساقط ہے معہذا شک نہیں کہ حضور مسجد بنفسہٖ عبادت مقصودہ نہیں بلکہ غرض شہود جماعت ہے اور قبل از اقامت فوت جماعت غیر معقول تو اقامت تک وجوب موسع ماننے سے چارہ نہیں مگر بات یہ ہے کہ اقامت تک تاخیر یا تو امام معین کو میسر جس کے بن آئے جماعت قائم ہی نہ ہوگی یا اسے جس کا مکان مسجد سے ایسا ملاصق کہ تکبیر کی آواز اس پر مخفی نہ رہے گی ان کے سوا اور نمازیوں کو انتظار اقامت کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں کہ جب نہ تکبیر ان پر موقوف نہ انہیں اس کی آواز آئے گی تو کس چیز کا انتظار کررہے ہیں ایسوں کو اُسی وقت تک تاخیر واجب تک تفویت کا خوف نہ ہو حدیث ایسے ہی لوگوں پر محمول اور ممکن کہ کلام قنیہ و مجتبٰی بھی اسی معنی پر حمل کریں **فیحصل التوفیق وباللہ التوفیق۔**

رابعًا: اگر بفرض باطل یہ احکام مطلق جماعت کے ہوتے کہ اولٰی وثانیہ دونوں جس کے فرد کو واجب تھا کہ بعد فوت اولٰی ثانیہ بالتعیین واجب ومؤکد ہوتی کہ اب برأت ذمہ اسی فرد میں منحصر ہوگئی حالانکہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو بعد فوت اولٰی وجوب درکنار نفس جواز ثانیہ میں نزاع عظیم ہے ظاہر الروایہ عـــہ۱ منع وکراہت ہے اگرچہ ماخوذ و مختار جواز ہے جبکہ بے اعادہ اذان ہیأۃ اولٰی بدل کر ہو **کما بیناہ فی فتاوٰنا بما یقبل المنصف وان کابر المتعسف** (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تفصیل بیان کردی ہے جسے منصف قبول اور متعسف مخالفت کرے گا۔ ت) امام اجل ظہیر الدین مرغینانی رحمہ اللہ تعالٰی اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں:

لودخل جماعة المسجد بعد مایصلی فیه اهله یصلون وحدانا وهو ظاهر الروایة [2]**۔**	اگر کچھ آدمی کسی ایسی مسجد میں داخل ہوئے کہ وہاں کے لوگ باجماعت نماز ادا کرچکے تھے تو اب یہ تنہا تنہا پڑھیں اور یہی ظاہر روایت ہے۔ (ت)

عـــہ۱ یہاں کلام علی ماھو المشہور بین کثیر من الناس ہے فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ پر کہ اس کی تحقیق بجمیل توفیق و جلیل تطبیق فائض ہوئی خاص اسباب میں تحریر فقیر سے دیدنی ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالٰی (م)

---

[1] شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ زیر حدیث مذکور مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۳۲

[2] ردالمحتار بحوالہ فتاوٰی ظہیریہ مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۴۰۹

وبعبارۃ اخرٰی جس جماعت کو علماء واجب یاسنت موکدہ کہتے ہیں اس کا تاکد متفق علیہ ہے اور ثانیہ کا بعد فوت اولٰی بھی نفس جواز مختلف فیہ توثانیہ کسی وقت اس جماعت سے نہیں جس کا حکم وجوب وتاکد ہے لیکن ثانیہ دائما مطلق جماعت کی فرد ہے تولاجرم یہ احکام مطلق اصولی کے نہیں بلکہ خاص اولٰی کے ہیں **وھو المطلوب** (اور مطلوب یہی تھا۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

قدعلمت ان تکرارھا مکروہ فی ظاھر الروایۃ الا فی روایۃ عن الامام وروایۃ عن ابی یوسف عـــہ کما قدمناہ قریبا وسیأتی ان الراجح عند اھل المذھب وجوب الجماعۃ وانہ یأثم بتفویتھا اتفاقا[1]۔	آپ نے جانا کہ جماعت کا تکرار ظاہر روایت میں مکروہ ہے مگر امام صاحب سے ایک روایت اور امام ابویوسف سے ایک روایت میں مکروہ نہیں جیسا کہ ہم نے ابھی پہلے بیان کیااور عنقریب آرہاہے کہ اہل مذہب کے ہاں راجح وجوب جماعت ہے اور جماعت کو فوت کرنے والا بالاتفاق گنہگار ہے (ت)

بھلا وہ کیا چیز ہے جس کی تفویت بالاتفاق گناہ ہے ثانیہ کو تواسی عبارت میں روایت مشہورہ پر مکروہ بتارہے ہیں لاجرم وہ اولٰی ہی ہے توثانیہ کے اعتماد پراسے فوت کرنا بالاتفاق گناہ ہے اور گناہ کی اجازت دینی اس سے بھی بدتر۔

وبعبارۃ ثالثۃ وہی علما کہ جماعت ثانیہ کو مکروہ بتاتے ہیں وجوب تاکد جماعت کی تصریح فرماتے ہیں **کما لایخفی علی من تتبع کلمات القوم وقد علمت الخلف والوفاق** (جیسا کہ ہراس شخص پر واضح ہے جو فقہاء کی عبارات سے آگاہ ہے اور تو اس میں اختلاف واتفاق کو جانتا ہے۔ ت) اور وجوب وتاکد کا کراہت سے اجتماع بمعنی نہی عن الفعل یاندب ترک بعد حصول المتاکد یقینا محال اگرچہ بمعنی **المطلوب الدفع قبل الحصول و مطلوب الفعل بعد الحصول** ممکن اور شک نہیں کہ یہاں اجتماع ہوگا توبمعنی اول **فاعرف وافھم ان کنت تفھم بالیقین** (اسے پہچان کر اچھی طرح سمجھ لے اگر توفیق کو پانے والا ہے۔ ت) وہ حکم اجماعی ایسی ہی جماعت کا ہے جو ثانیہ کو شامل نہیں ورنہ قول مشہور نہ صرف مہجور بلکہ قول بالمحال اور معاذاللہ

عــہ قلت وروایۃ عن محمد کما فی البحر والمجتبٰی والحلیۃ وغیرھا ۱۲منہ (م)	میں کہتاہوں امام محمد سے بھی ایک روایت یہی ہے جیسا کہ بحر، مجتبٰی، حلیہ اور دیگر کتب میں ہے ۱۲منہ (م)

---

[1] ردالمحتار مطلب فی کراہت تکرار الجماعۃ فی المسجد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۹۱

قانون عقل و تمیز سے دور ہوگا **ای شناعة اشنع من ذلك** (یعنی اس سے بڑھ کر بد بختی کیا ہوگی۔ت)

خامسًا: ایک بدیہی بات، سنیت کاہے سے ثابت ہوتی ہے مواظبت حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مطلقًا یا مع الترک احیانًا اور وجوب کو کیا چاہیے، انکار اعلی الترک بھی یا صرف مواظبت دائمہ، اب دیکھ لیا جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کس جماعت پر مواظبت فرمائی اور کس کے ترک پر نکیر آئی، ظاہر ہے کہ وہ جماعت اولٰی ہی تھی تو وجوب یا استنان موکد اسی کا حکم ہے نہ مطلق ثانیہ کا۔

تنبیہ: احکام افراد جانب مطلق سرایت کرتے شبہہ نہیں مگر وہ مطلق مطلق منطقی ہے جس کے تحقق کو تحقق فرد واحد اور اس پر صدق کا حکم کو صدق علی فرد ولو علی خلاف سائر الافراد کافی، ولہذا بتضاد احکام افراد مورد احکام متضاد ہوتا ہے بایں معنی مطلق جماعت بیشک فرض واجب سنت مستحب مباح مکروہ حرام سب کچھ ہے کہ جماعت ظہر فی المصر یوم الجمعه وغیرہ سب کو شامل، اس معنی پر حکم فرد کی مطلق سے نفی دوبار قول بالمتناقضین ہے **لثبوته ونفیه کلیهما**عـــه **والمطلق کلیهما** (ثبوت نفی دونوں میں اور دونوں کے دونوں مطلق میں۔ت) کلام اس میں نہیں مطلق اصولی یعنی فرد شائع یا ماہیت متقررہ فی ای فردٍ یُراد میں کلام ہے اس کی طرف احکام خاصہ فرد دُونَ فردٍ ہرگز ساری نہیں ہو سکتے اور جو حکم اس کے لئے ثابت وہ ہر فرد کو ثابت **مالم یمنع مانع** (جب تک کوئی مانع نہ پایا جائے۔ت) یہ نکتہ ضروری الحفظ ہے کہ اس سے غفلت باعث غلط وشطط ہوتی ہے

وقد حققه تاج المحققین خاتمة المدققین سیدنا الوالد قدس سره الماجد فی کتابه المسماة "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" والله الهادی الی سبیل السداد۔	تاج المحققین خاتمۃ المدققین ہمارے سردار والد گرامی قدس سرہ، نے اس کی تحقیق اپنی کتاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" میں کی ہے اور اللہ تعالٰی ہی سیدھے راہ کی ہدایت دینے والا ہے (ت)

عـــه لانه ان اثبت للفرد فقد اثبت للمطلق بهكم السرایة لکنه اثبت للفرد فاثبت للمطلق وقد نفی عنه لکنه لم یثبت للمطلق فلم یثبت للفرد وقد اثبت له منه (م)	اس لئے کہ اگر کسی فرد کے لئے ثابت کیا تو وہ حکم سرایت کی وجہ سے مطلق کے لئے بھی ثابت ہو جاتا ہے لیکن جب اس نے فرد کے لئے ثابت کیا تو گویا مطلق کے لئے بھی ثابت کر دیا حالانکہ اس نے اس سے نفی کر دی لیکن جب مطلق کے لئے ثبوت نہیں تو فرد کے لئے بھی ثابت نہیں حالانکہ اس نے مطلق کے لئے ثابت کیا ہے ۱۲ (ت)

بالجملہ نہ جماعت اولٰی پر ترجیح تجدّد وجہ صحت رکھتی ہے نہ حکم وجوب وتاکد جماعت اولٰی سے متعدی ہے نہ باعتماد ثانیہ ترک اولٰی کی اجازت ہوسکتی ہے نہ ہر گز اولٰی وثانیہ کاثواب مساوی ہے بلکہ باعتماد ثانیہ تفویت اولٰی گناہ قطعی اجماعی ہے، ہاں مسجد اگر مسجد شارع ہو یعنی اس کے لئے کوئی جماعت معلوم معین نہیں جیسے بازاروں کی مسجدیں کہ کسی خاص محلّہ وگروہ سے مختص نہیں کچھ راہ گیر آئے پڑھ گئے کچھ پھر آئے وہ پڑھ گئے، یوں ہی متفرق گروہ آتے اور پڑھتے جاتے ہیں تو وہاں اس قول کی گنجائش ہے کہ ایسی مساجد کی ہر جماعت جماعت اولٰی ہے۔

فان الاولی الناھیة عن الثانیة مطلقا او بشرطه ھی مافعلھا اھل المسجد باذان جھر اواقامة حتی لو ان مسجدا من مساجد الحی اتاہ قوم من غیراھله فاذنوا واقاموا وصلوا جماعة کان لاھله ان یصلوا جماعة من دون حاجة الی العدول عن المحراب لان الحق لھم فلایبطل بفعل غیرھم کمانصوا علیه۔ ومساجد الشوارع لااھل لھا معینا فلایتحقق فیھا الاولی بالمعنی المذکور بل الکل اولی اذلیس بعض من بعض باولی۔	کیونکہ پہلی جماعت دوسری جماعت سے ہر حال میں روکنے والی ہے یا اس شرط کے ساتھ کہ پہلی جماعت اہل محلّہ نے بلند اذان واقامت کے ساتھ ادا کی ہو حتی کہ اگر غیر محلّہ کے لوگ کسی محلّہ کی مسجد میں آئے اور انہوں نے اذان دی اقامت کہی اور جماعت کروائی تو اب اہل محلّہ محراب تبدیل کئے بغیر جماعت کروانے کا حق رکھتے ہیں کیونکہ جماعت کرنے کا حق ان کا ہے تو غیر کی جماعت کی وجہ سے ان کا حق باطل نہیں ہوسکتا جیسا فقہا نے اس کی تصریح کی ہے اور راستے کی مساجد میں کوئی عملی جماعت متعین نہیں ہوتی للذا باعتبار معنی مذکور کے ایسی مساجد کی کوئی ایک جماعت اولٰی نہ ہوگی بلکہ ہر ایک اولٰی ہوگی کیونکہ وہاں بعض بعض سے اولٰی نہیں ہوتے۔ (ت)

ولہٰذا ہر گروہ کہ آتا جائے اپنی اپنی جدا اذان واقامت سے جماعت کرے

کمافی ردالمحتار عن خزائن الاسرار عن امالی الامام قاضی خاں وفی خانیته مسجد لیس له مؤذن وامام معلوم ویصلی الناس فیه فوجا فوجا فان الافضل ان یصلی کل فریق باذان واقامة	جیسا کہ ردالمحتار میں خزائن الاسرار سے امالی قاضیخاں سے اور انہی کے فتاوٰی خانیہ کے حوالے سے ہے ہر وہ مسجد جہاں کوئی مؤذن وامام مقرر نہ ہو وہاں لوگ مسجد میں گروہ در گروہ نماز ادا کریں کیونکہ افضل یہ ہے کہ ہر گروہ اذان واقامت کے ساتھ

علی حدة [1] وفی الشامیة عن المنبع اما مسجد الشارع فالناس فیہ سواء لااختصاص لہ بفریق دون فریق [2] اھ۔	الگ الگ نماز پڑھے اھ۔ اور فتاوی شامی میں منبع سے ہے رہا معاملہ مسجد شارع کا تو اس میں تمام لوگ برابر ہوتے ہیں اس میں کسی ایک فریق کو تخصیص حاصل نہیں ہے اھ (ت)

الحمدللہ کلام پنے ذروہ اقصی کو پہنچا اور حکم مسائل نے غایت انجلا پایا ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق (تحقیق کا تقاضا یہی تھا اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ت) روشن رہے کہ فقیر غفراللہ تعالٰی لہ، کو کسی کے کلام پر اخذ مقصود نہیں بلکہ صرف اظہار حق وادائے واجب اکد واحق کے بعد سوال اعانت جواب وابانت صواب اہم واجبات شرعیہ سے ہے جس پر ہم سے حضور پر نور خاتم النّبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عہد واثق لیا۔

اللھم اجعلنا من المفلحین وبعھد نبیك من الموفین علیہ وعلٰی اٰلہ الصلوة والتسلیم ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم۔	اے اللہ! ہمیں کامیاب ہونے والوں میں سے کردے اور اپنے نبی علیہ وعلٰی آلہ الصلوٰة والتسلیم کے ساتھ عہد ایفاء کرنے والا بنادے۔ اے ہمارے رب! ہماری طرف سے قبول فرما بیشک تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے (ت)

الحمدللہ کہ یہ ضروری وموجز جواب کاشف صواب فرصت اختلاصی کے چند متفرق جلسوں میں ۲۴ صفر ۱۳۱۲ ہجریہ روز جان افروز دوشنبہ کو وقت اشراق مہر مشرق سمائے ختام وبلحاظ تاریخ بدء وختم القلادة المرصعة فی نحر الاجوبة الاربعة اس کا پورا نام ھوا واٰخر دعوٰنا ان الحمدللہ ربّ العٰلمین والصلوٰة والسلام علی سید المرسلین محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ احکم۔

---

[1] ردالمحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۸، فتاوی قاضی خاں فصل فی المسجد مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱۶/۳۲

[2] ردالمحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۹

اَلْقُطُوْفُ الدَّانِیَۃ لِمَنْ اَحْسَنَ الْجَمَاعَۃَ الثَّانِیَۃ ۱۳۱۳ھ

(جماعت ثانیہ کو مستحسن قرار دینے والے کے لئے جھکے ہوئے خوشے)

(جماعت ثانیہ کے ثبوت میں)

مسئلہ ۸۶۶ : از مراد آباد مدرسہ امدادیہ مرسلہ مولوی سید محمد حبیب الرحمٰن صاحب سلہٹی ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جماعت ثانیہ بغیر اذان و اقامت در صورت بدل دینے ہیأت جماعت اولیٰ کی از روئے شرع شریف بلا کراہت جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

صورت مستفسرہ میں جماعتِ ثانیہ بلا کراہت مطلقہ مطلقًا جائز و مباح عند اہل التحقیق ہے جس کی تنقیح بالغ و توضیح بازغ مع رد وامع اوہام نابغ بعض ابنائے زمان بعونہ تعالٰی رسائل فقیر سے ظاہر و عیاں، یہاں نفس مسئلہ کے اجمالی احکام اور ان کے متعلق نقول و نصوص علمائے کرام پر اقتصار کیجئے کہ شان فتوی اسی کے شایاں۔

فاقول: وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (**میں کہتا ہوں** اللہ تعالٰی کی توفیق سے اور اللہ تعالٰی کی توفیق سے تحقیق کی گہرائی تک پہنچا جاسکتا ہے۔ت)

اوّلاً تکرار جماعت کے جواز و افضلیت کی وہ صورتیں سنئے جن میں اصلاً نزاع کو گنجائش نہیں:

(۱) جو مسجد شارع عام یا بازار یا اسٹیشن یا سرا کی ہے جس کے لئے اہل معین نہیں، وقت پر جو لوگ گزرے یا اترے یا آئے یا پڑھ گئے غرض کسی محلّہ خاص سے خصوصیت نہیں رکھتی کہ وہاں کی معمولی جماعت

وہی ہے اوروں کا آنا اتفاقی وعارضی ہے ایسی مسجد میں بالاجماع تکرار جماعت باذان جدید وتکبیر جدید جائز بلکہ یہی شرعًا مطلوب ہے کہ نوبت بنوبت جولوگ آئیں نئی اذان واقامت سے جماعت کرتے جائیں اگرچہ (ایک نماز کے) وقت میں دس بیس جماعتیں ہوجائیں۔

(۲) مسجد محلّہ کہ ایک محلّہ خاص سے اختصاص رکھتی ہے اس میں اقامت جماعت انہیں کا حق ہے اگر ان کے غیر جماعت کرگئے تو اہل محلّہ کو تکرار جماعت بلاشبہہ جائز ہے جیسے کہ نماز جنازہ، حالانکہ اس کی تکرار اصلاً مشروع نہیں پھر بھی اگر غیر ولی بے اذن ولی پڑھا جائے اب ولی آئے اعادہ کا مجاز ہے کہ حق اس کا تھا۔

(۳) بعض اہل ہی جماعت کرگئے بے اذان پڑھ گئے۔

(۴) اذان بھی دی تھی مگر آہستہ، ان صورتوں میں بھی بعد کو آنے والے باذان جدید بروجہ سنت اعادۂ جماعت کریں کہ جماعت معتبرہ وہی ہے جو اذان سے ہو اور اذان وہ جو اعلان سے ہو۔

(۵) محلے میں حنفی وغیر حنفی دونوں رہتے ہیں پہلے غیر حنفی امام نے جماعت کرلی اور حنفیّہ کو معلوم ہے کہ اس نماز میں اس نے مذہب حنفی کے کسی فرض طہارت یافرض صلوۃ یا شرطِ امامت کو ترک کیا ہے مثلًا چہارم سر سے کم کا مسح یا آب قلیل نجاست افتادہ سے وضو یا جسم یا کپڑے قدر درہم سے زیادہ منی یا صاحب ترتیب کا باوصف یاد ووسعت وقت بے ادائے فائتہ وقتیہ پڑھنا یا نماز وقت تنہا پڑھ کر پھر اسی نماز میں امامت کرنا تو ایسی حالت میں حنفیّہ بلاشبہہ اپنی جماعت جداگانہ کریں کہ اگرچہ شرع اُن جماعت کرنے والوں کے لئے اسے جماعت اولٰی مانے مگر حنفی تو اس میں اقتدا نہیں کرسکتا اگر کرے تو نماز ہی نہ ہو۔

(۶) اس خاص نماز کا تو حال معلوم نہیں مگر اس امام کی بے احتیاطی اور فرائض میں ترک لحاظ مذہب حنفی ثابت ہے جیسے عامہ غیر مقلدین کہ خواہی نخواہی اہل حق سے مخالفت اور مذاہب اربعہ خصوصًا مذہب مہذب حنفیّہ کی مضادّت پر حریص ہوتے ہیں جب بھی حنفیّہ کو ان کی اقتدا گناہ وممنوع ہے اپنی جماعت جدا کریں۔

(۷) اس کی نسبت امور مذکورہ کی مراعات کا عادی ہونا نہ ہونا کچھ معلوم نہیں جیسے کوئی نامعلوم الحال شافعی مالکی حنبلی اس صورت میں بھی ان کی اقتدا خالی از کراہت نہیں تو جماعت ثانیہ کا فضل مبین۔

(۸) عادت مراعات بھی معلوم ہی سہی تاہم بتصریح ائمہ امام موافق المذہب کے پیچھے جماعت ثانیہ ہی افضل واکمل، اور اسی پر حرمین محترمین ومصر وشام وغیرہا بلاد دارالاسلام میں جمہور مسلمین کا عمل۔

(۹) جس نے جماعت اولٰی کی فاسد العقیدہ بدمذہب بدعتی تھا مثلًا وہابی یا تفضیلی یا معاذ اللہ امکان کذب الٰہی تعالٰی شانہ، ماننے والا یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں کسی کو برا جاننے والا کہ عندالتحقیق

ایسوں کی اقتداء بکراہت شدیدہ سخت مکروہ ہے۔

(۱۰) فاسق تھا جیسے شرابی، زناکار یا داڑھی منڈا سود خوار کہ یہ لوگ ان وہابیوں کذابیوں وغیرہم بدمذہبوں کے مولویوں متقیوں سے بھی اگرچہ لاکھ درجہ بہتر حال میں ہیں پھر بھی ان کی اقتدا شرعًا بہت ناپسند۔

(۱۱) امام اولٰی نرا بے علم جاہل نماز وطہارت کے مسائل سے غافل تھا جیسے اکثر گنوار غلام وغیرہم عوام کہ ایسے کی امامت بھی کراہت انضمام۔

(۱۲) قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا تھا جس سے معنی فاسد ہوں مثلًا ع یا ت، ط یا ث، س، ص یا ح، ہ یا ذ، ز، ظ میں تمیز نہ کرنے والے کہ آج کل اس دارالفتن ہند میں اکثر بلکہ عام عوام بلکہ بہت بلکہ اکثر پڑھے لکھے بھی اس بلا میں مبتلا ہیں **وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وانا للہ وانا الیہ راجعون** پھر خواہ بے خیالی بے احتیاطی یا سیکھنے میں بے پروائی یا زبان کی نادرستی کوئی سبب ہو مذہب معتمد پر صحیح خواہ کی نماز اس کے پیچھے مطلقًا فاسد ہے اگرچہ ان میں بعض صور میں مذہب متاخرین خود اس کی اپنی نماز کے لئے بہت وسعتیں دے عندالتحقیق بھی بشرائط معلومہ مضبوطہ کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کیں تاکہ قادر ناقادر کا امام ہوسکے تو اگر یہی صورت صحت واقع ہو کر وہ جماعت اولٰی ٹھہرے لاجرم صحیح خوانوں کو جماعت ثانیہ ہی کا حکم ملے یہ صورت اولٰی کی مانند ہے اول باٰخر نسبتے دارد، غرض ایسی صورتیں جماعت ثانیہ کی خاص تاکید یا فضل مزید کی ہیں جن میں بالاجماع یا علی الاصح اصلا کلام کی گنجائش نہیں۔ ضابطہ یہ ہے کہ جب جماعت اولٰی اہل مسجد[عہ] یا اہل مذہب کی نہ ہو یا اپنے مذہب میں فاسدہ یا مکروہہ ہو تو ہمیں جماعت ثانیہ کی مطلقًا اجازت بلکہ درصورت کراہت قصدًا تفویت اولٰی کی رخصت جبکہ ثانیہ نظیفہ مل سکتی ہو اور درصورت فساد تو اس میں شرکت ہی سے صاف ممانعت اگرچہ ثانیہ بھی میسر نہ ہو، اب ان تمام مطالب پر نصوص علماء سنئے فقیر نے ان سب مسائل میں بتوفیقہ تعالٰی قول منقح اختیار کیا ہے اسی کے متعلق عبارات کتب بایجاز واختصار نقل کروں کہ ذکر اقاویل وتطبیق وتوفیق وترجیح وتحقیق وتنقیح وتدقیق محتاج تطویل، معہذا بعونہ تعالٰی ان مباحث میں یہ سب مدارج فتاوٰی ورسائل وتعالیقِ فقیر میں طے ہوچکے ہیں **وباللہ التوفیق**۔ متن غرر میں ہے:

لاتکرر فی مسجد محلۃ باذان واقامۃ	مسجد محلّہ میں اذان واقامت کے ساتھ تکرار جماعت

[عہ] صادق بان لااھل لہ اوصلی من لیس من اھلہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)	یہ بایں طور صادق ہے کہ اس مسجد کا کوئی اہل معین نہ ہو یا جس نے نماز پڑھائی وہ مسجد کے اہل میں سے نہ ہو (یعنی اہل محلّہ نہ ہو) ۱۲منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

الا اذا صلی بھما فیہ اولا غیر اھلہ اوصلی اھلہ بمخالفتۃ الاذان[1]۔	جائز نہیں مگر اس صورت میں کہ غیر محلّہ والوں نے وہاں اذان واقامت کے ساتھ اوّلًا جماعت کروائی ہو یا اہل محلّہ نے آہستہ اذان دے کر جماعت کروائی ہو۔ (ت)

خزائن الاسرار شرح تنویر الابصار میں ہے:

لوکان مسجد طریق جاز اجماعا کما فی مسجد لیس لہ امام ولا مؤذن ویصلی الناس فیہ فوجا فوجا فان الافضل ان یصلی کل فریق باذان و اقامۃ علی حدۃ کما فی امالی قاضی خاں[2]۔	اگر مسجد شارع ہے تو بالاتفاق تکرار جماعت جائز جیسا کہ اس مسجد کا حکم ہے جس کا امام ومؤذن مقرر نہ ہو اور لوگ اس میں گروہ در گروہ نماز ادا کرتے ہوں تو وہاں افضل یہ ہے کہ ہر فریق اپنی اپنی اذان واقامت کے ساتھ الگ الگ نماز پڑھے جیسا کہ امالی قاضی خاں میں ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

تکرہ خلف مخالف کشافعی لکن فی وتر البحر ان تیقن المراعاۃ لم یکرہ اوعدمھا لم یصح وان شك کرہ[3]۔	مخالف کے پیچھے نماز مکروہ ہے مثلًا شافعی المسلک کے پیچھے، لیکن بحر میں وتر کی بحث میں ہے کہ اگر اس کا مذہب حنفی کی رعایت کرنا یقینی ہو تو پھر مکروہ نہیں، اگر مذہب حنفی کی رعایت نہ کرنا یقینی ہو تو صحیح نہ ہوگی، اور اس کے بارے میں شک ہو تو نماز مکروہ ہے۔ (ت)

بحر الرائق میں ہے:

حاصلہ ان صاحب الھدایۃ جوزالاقتداء بالشافعی بشرط ان لایعلم المقتدی منہ	حاصل یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے شافعی کی اقتداء کو اس شرط کے ساتھ جائز کہا ہے کہ جب مقتدی اس امام کے کسی ایسے عمل کو نہ جانتا ہو جو مقتدی کی

---

[1] کتاب درالحکام شرح غرر الاحکام فصل فی الامامۃ مطبوعہ مطبع احمد کامل الکائنہ فی دار سعادت مصر ۴۰۸/۱

[2] ردالمحتار بحوالہ خزائن الاسرار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴۰۸/۱

[3] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۳/۱

مایمنع صحة صلاته فی رأی المقتدی کالفصد ونحوه وعدمواضع عدم صحة الاقتداء به فی العنایة وغایة البیان بقوله کما اذالم یتوضأ من الفصد والخارج من غیرالسبیلین وکماکان شاکافی ایمانه بقوله اناموٴمن ان شاء الله اومتوضأ من القلتین اویرفع یدیه عندالرکوع وعند رفع الراس من الرکوع اولم یغسل ثوبه من المنی ولم یفرکه اوانحرف عن القبلة الی الیسار اوصلی الوتر بتسلیمتین اواقتصرعلی رکعة اولم یوتراصلا اوقهقهه فی الصلاة ولم یتوضأ اوصلی فرض الوقت مرة ثم ام القوم فیه زاد فی النهایة وان لایراعی الترتیب فی الفوائت وان لایمسح ربع راسه وزاد قاضی خاں وان یکون متعصبا والکل ظاهر ماعدا خمسة اشیاء[1]	رائے کے مطابق صحت نماز کے منافی ہے۔ مثلاً رگ کٹوانا وغیرہ، عدم صحت اقتداء کے چند مواضع عنایہ اور غایۃ البیان سے، ان الفاظ سے بیان کئے کہ مثلاً جب اس امام نے رگ کٹوانے یا غیر سبیلین سے کسی شے کے خارج ہونے پر وضو نہ کیا ہو یا اس امام کے ایمان میں شک ہے، مثلاً وہ یہ کہتا ہے کہ "ان شاء اللہ میں مومن ہوں" یا وہ قلتین پانی سے وضو کرتا ہے یا رکوع جاتے وقت اور اُٹھتے وقت رفع یدین کرتا ہے یا وہ منی لگ جانے کی وجہ سے کپڑے کو نہیں دھوتا اور نہ ہی اسے کھرچتا ہے (گاڑھی ہونے کی صورت) میں یا وہ قبلہ سے بائیں جانب پھرتا ہے یا وہ دوسلاموں سے وتر ادا کرتا ہے یا ایک رکعت وتر پڑھتا ہے یا بالکل پڑھتا ہی نہیں یا نماز میں قہقہہ سے ہنستا ہے اور وضو نہیں کرتا یا ایک دفعہ وقتی نماز پڑھا چکا ہے پھر اسی نماز کا امام بن جاتا ہے۔ اس پر نہایہ میں اضافہ ہے کہ فوت شدہ نمازوں میں ترتیب کی رعایت نہ رکھتا ہو حالانکہ وہ صاحب ترتیب ہو سر کے چوتھائی حصہ کا مسح نہ کرے، قاضی خاں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ متعصب ہو، ان پانچ کے علاوہ باقی تمام واضح ہیں۔
الاول مسئلة التوضؤ من القلتین فانه صحیح عندنااذالم یقع فی الماء نجاسة ولم یختلط بمستعمل	**اول** قلتین سے وضو کرنا ہمارے نزدیک بھی صحیح ہے جبکہ اس میں نجاست نہ گری ہو، اور س کے مساوی یا زائد اس میں مستعمل پانی نہ ملا ہو

---

[1] بحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۵/۲

مساوله اوا کثر فلابد ان یقید قولهم بالقلتین المتنجس ماؤهما او المستعمل بالشرط المذکور لامطلقا۔ **الثانی** مسئلة رفع الیدین من وجهین الاول ان الفسادروایته شاذة لیست بصحیحة روایة ولادرایة الثانی ان الفساد عند الرکوع لایقتضی عدم صحة الاقتداء من الابتداء مع ان عروض البطلان غیرمقطوع به حتی یجعل کالمتحقق عند الشروع لان الرفع جائزالترك عندهم لسنیته۔ **الثالث** مسئلة الانحراف عن القبلة الی الیسارلان المانع عندناان یجاوزالمشارق الی المغارب والشافعیة لاینحرفون هذا الانحراف۔ **الرابع** مسئلة التعصب لان التعصب علی تقدیر وجوده منهم انما یوجب الفسق والفسق لایمنع صحة الاقتداء۔ **الخامس** مسئلة الاستثناء فی الایمان فان التکفیر غلط و الاستثناء قول اکثر السلف[1] ھ ملتقطا	لہٰذا قلتین کے ساتھ یہ شرط لگانا بھی ضروری ہے کہ قلتین کا پانی ناپاک ہو یا اس میں مستعمل پانی برابر یا زائد ملا ہو ورنہ مطلقاً حکم لگانا درست نہیں۔ **دوم** رفع یدین کی دو صورتیں ہیں ایک تو فساد والی روایت شاذہ ہے نہ روایۃً صحیح ہے نہ درایۃً۔ دوسری یہ کہ رکوع کے موقع پر فساد کا عارض ہونا ابتداءً اقتداء کے منافی نہیں، باوجود اس کے بطلان کا عارض ہونا بھی یقینی نہیں حتی کہ اسے بوقت شروع ہی متحقق قرار دے دیا جائے کیونکہ رفع یدین کا چھوڑنا بھی جائز ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ سنت ہی ہے (تو ممکن ہے وہ اس کو ترک کردے) **سوم** قبلہ سے بائیں طرف انحراف کا معاملہ، تو اس معاملہ میں ہمارے نزدیک مانع وہ انحراف ہے جو مشارق سے مغارب کی طرف متجاوز ہو اور شوافع ایسے انحراف کے قائل نہیں۔ **چہارم** رہا تعصب کا معاملہ، تو اگر ان سے تعصب ثابت ہو تو یہ فسق کا موجب ہے اور فسق صحت اقتداء سے مانع نہیں ہوتا۔ **پنجم** باقی ایمان کا ان شاء اللہ کے ساتھ معلق کرنے والا مسئلہ، تو اس میں فتوٰی کفر غلط ہے کیونکہ معلق کرنا بہت سے اسلاف کا قول ہے اھ تلخیصاً (ت) یہ کلام بحر فی البحر تھا۔

---

[1] بحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۵، ۴۶

اقول: وقد کانت ظھرت لی بحمد اللہ الخمسۃ المذکورۃ اول مانظرت الکلام مع زیادۃ فلنذکر مابقی من الابحاث تتمیما للافادۃ الاول قولھم لم یوتر اصلالایظھرلہ وجہ فانہ بترکہ لایفسق فضلا عما یوجب بطلان الاقتداء فان الوتر وان وجب عندنا فھو مجتھد فیہ ولاتفسیق بالاجتھادیات وان حمل علی انہ ان لم یصلہ لم یصح الاقتداء بہ فی الفجر بشرطہ لفوات الترتیب نافاہ قولہ زاد فی النھایۃ وان لایراعی الترتیب ثم رأیت العلامۃ الشامی عللہ فی منحۃ الخالق بھذا ثم اعلہ بالتکرار قال فلیتامل ماالمراد[1] **اقول:** بل ھو اشد من التکرار فان قولہ زاد لا یحتملہ کما علمت الثانی اقول وینبغی اسقاط صلاتہ الوتر بتسلیمتین فان طریان المبطل غیرالبطلان من رأس کما افادہ البحر ثم علی ماذھب الیہ الامام ابوبکر الرازی	**اقول:** (میں کہتاہوں) بحمداللہ سرسری نظر میں یہ پانچ ہی تھے، کچھ اور بحثیں بھی ہیں، ہم ان باقی کو افادہ کے لئے یہاں ذکر کردیتے ہیں، اول، اصلا وہ وتر نہ پڑھتاہو ان کا یہ قول درست نہیں کیونکہ وتر کے ترک سے وہ فاسق نہیں ہوتاچہ جائیکہ اس کی اقتداء کو باطل قرار دیاجائے کیونکہ وتر ہمارے ہاں اگرچہ واجب ہیں لیکن یہ مسئلہ اجتہادی ہے اور اجتہادی مسائل میں کسی کو فاسق قرار نہیں دیاجاسکتا اور اگر اس عبارت کو اس پر محمول کیاجائے کہ اگر وتر ادا نہیں کرتاتو اس کی فجر میں اقتداء جائز نہ ہوگی کیونکہ ترتیب فوت ہوگئی ہے، تواب اس کے قول کہ نہایہ میں اضافہ ہے کہ اگر وہ ترتیب کی رعایت نہیں تواقتداء جائز نہیں، یہ منافی قرار پائے گا، پھر میں نے علامہ شامی کو دیکھا تو انہوں نے منحۃ الخالق میں یہ ہی علت بیان کی اور اس پر تکرار کا اعتراض کیا اور کہا اس سے مراد پر غور کرنا چاہیے۔ **اقول:** (میں کہتاہوں) بلکہ یہ تکرار سے اشد ہے کیونکہ اس کا لفظ "زاد" اس کا احتمال نہیں رکھتا جیساکہ جان لیاہے۔ دوسرا یہ کہ **اقول:** (میں کہتاہوں) وتر کو دوسلاموں کے ساتھ ادا کرنے والے احتمال کو ساقط کردینا چاہئے تھا کیونکہ عارضی مبطل کا لاحق ہونا وہ اس بطلان کا غیر ہوتاہے جو ابتداءً ہو جیسا کہ بحر میں ہے۔ پھر امام ابوبکر رازی

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۵

لایفسد بالمآل ایضًا لان امامه لم یخرج عنده نفسه بالسلام فانه یحسب مابعده من الوتر وھو مجتھد فیه نعم الاصح الفساد کما جزم به فی متن التنویر وھوالمؤید بقول الجمھور الصحیح المشھور من ان العبرۃ لراء المقتدی، الثالث مثله الکلام فی اقتصارہ علی رکعة الرابع افادالشامی، قال افادشیخنا حفظه اللہ تعالٰی ان المراد انحرافھم اذا اجتھدوا فی القبلة مع وجود المحاریب القدیمة فانه یجوز عندھم لاعندنافلوانحرف عن المحراب القدیم(ای انحرا فاجاوز المشارق الی المغارب)لایصح الاقتداء به[1] ھ

اقول: وھو وجیه مسقط لوجه اسقاط عند الانحراف نعم لابد من التقیید وھو غیربعید فان عدم رعایة الترتیب وعدم غسل المنی اوفرکه کل مقید کما نبھنا علیه ولم یوجب اسقاطھما فکذا ھذا وبه ظھر الخامس وھو عدم اسقاط التوضؤ من القلتین وان کان الوجه ھو التقیید الا ان

جس طرف گئے ہیں وہ یہ ہے کہ مآلًا بھی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ ان کے نزدیک سلام کے ساتھ امام نماز سے خارج نہیں ہورہا بلکہ وہ مابعد کو وتر سمجھتا ہے لہٰذا وہ معاملہ اجتہادی ٹھہرا، ہاں اصح فساد ہے جیسا کہ اس پر متن تنویر میں جزم کیا گیا ہے اور اس کی تائید جمہور کے اس صحیح مشہور قول سے ہوتی ہے کہ اعتبار مقتدی کی رائے کا ہے۔ تیسرا یہ کہ وتر کی ایک رکعت پڑھنا اس پر بھی سابقہ گفتگو ہی ہے۔ چوتھا امام شامی نے فرمایا ہمارے شیخ حفظ اللہ نے فرمایا انحراف سے مراد یہ ہے کہ قدیم محراب ہونے کے باوجود اجتہاد سے کام لیتے ہوئے وہ انحراف کریں تو یہ ان کے ہاں جائز ہے ہمارے ہاں جائز نہیں، تو اگر امام محراب قدیم سے منحرف ہوگیا (یعنی ایسا انحراف جو مشارق سے مغارب کی طرف متجاوز ہو) تو اس کی اقتداء صحیح نہ ہوگی اھ

اقول: (میں کہتا ہوں) یہ توجیہ اس توجیہ کی ساقط ہوگی جو انحراف کے وقت اسقاطًا کی گئی ہے، ہاں اسے مقید رنا ضروری ہے اور وہ بعید نہیں کیونکہ عدم رعایت ترتیب یا عدم غسل منی یا اس کا کھرچنا تمام مقید ہیں جیسا کہ ہم نے اس پر تنبیہ کردی ہے تو یہ بات ان کے اسقاط کا سبب نہیں ہوسکتی تو یہاں (انحراف) میں بھی یہی معاملہ ہے اور اسی سے پانچویں بحث ظاہر ہے اور وہ قلتین پانی سے وضو کا عدم اسقاط ہے اگرچہ یہاں

---

[1] منحة الخالق علی البحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۵

یفرق بالغالب والنادر والخفی والمتبادر ولنرجع الی ما کنافیه من الکلام فماکان الامن تجاذب القلم عنان الرقم لمناسبة المقام۔	مناسب اس کا مقید کرنا ہے مگر غالب ونادر اور خفی ومتبادر میں فرق کیاجاتاہے اب ہم سابقہ گفتگو کی طرف لوٹتے ہیں یہ تومناسبت مقام کی وجہ سے قلم سے مجبورًا تحریر صادر ہوگئی (ت)

نیز بحر میں ہے:

فصار الحاصل ان الاقتداء بالشافعی علی ثلثة اقسام الاول ان یعلم منه الاحتیاط فی مذهب الحنفی فلاکراهة فی الاقتداء به الثانی ان یعلم منه عدمه فلاصحة لکن اختلفوا هل یشترط ان یعلم منه عدمه فی خصوص مایقتدی به اوفی الجملة صحح فی النهایة الاول وغیره اختار الثانی و فی فتاوی الزاهدی الاصح انه یصح وحسن الظن به اولی الثالث ان لایعلم شیئًا فالکراهة[1] (ملخصًا)۔	حاصل یہ ہے کہ شافعی کی اقتداء تین طرح کی ہے، اول یہ کہ اس امام کا مسلک حنفی کی احتیاط ورعایت کرنا معلوم ہو تواب اس کی اقتداء میں کراہت نہ ہوگی۔ ثانی یہ کہ اس امام کا رعایت نہ کرنا معلوم ہو تواب اقتداء صحیح نہ ہوگی لیکن اختلاف اس بارے میں ہے کہ کیابالخصوص اسی نماز میں جس میں اقتداء مطلوب ہے عدم احتیاط کاعلم ضروری ہے۔ یافی الجملہ عدم احتیاط کاعلم ضروری ہے۔ نہایہ میں پہلے کو صحیح کہا اور دوسرے لوگوں نے دوسرے کو مختار قرار دیا۔ فتاوٰی زاہدی میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ اقتداء صحیح ہے اور اس کے ساتھ حسن ظن رکھنا اولٰی ہے۔ ثالث یہ کہ اس کے بارے میں علم نہیں کہ وہ رعایت کرتاہے یانہیں (یعنی مشکوک صورت ہے) تواب اقتداء مکروہ ہوگی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

نقل الشیخ خیرالدین عن الرملی الشافعی انه مشی علی کراهة الاقتداء	شیخ خیرالدین نے رملی الشافعی سے نقل کیاہے کہ وہ مخالف کی اقتداء کواس وقت مکروہ جانتے جب

---

[1] بحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۶،۴۷

بالمخالف حیث امکنہ غیرہ ومع ذلك ھی افضل من الانفراد یحصل لہ فضل الجماعۃ وبہ افتی الرملی الکبیر واعتمدہ السبکی والاسنوی وغیرھما قال والحاصل ان عندھم فی ذلك اختلافا وقد سمعت ماعتمدہ الرملی وافتی بہ والفقیر اقول مثل قولہ فیما یتعلق باقتداء الحنفی بالشافعی والفقیہ المنصف یسلم ذلك وانارملی فقہ الحنفی÷ لامرابعد اتفاق العالمین÷ ھ ملخصا یعنی بہ نفسہ ورملی الشافعیۃ رحمھمااللہ تعالٰی فتحصل ان القتداء بالمخالف المراعی فی الفرائض افضل من الافراد اذا لم یجد غیرہ والافالاقتداء بالموافق افضل[1]	غیر کی اقتداء ممکن ہو، اور اس کے باوجود اقتداء تنہا نماز سے افضل ہے اور ایسی صورت میں جماعت کا ثواب مل جائے گا۔ اسی پر رملی کبیر نے فتوی دیا، سبکی اور اسنوی وغیرہما نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے کہا حاصل یہ ہے کہ ان (فقہاء) کے ہاں اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور میں نے وہ سن رکھا ہے جس پر رملی نے اعتماد کرتے ہوئے فتوی دیا اور فقیر انہی کے مطابق کہتا ہے اس اقتداء میں جو حنفی کی شافعی کے ساتھ ہو اور منصف فقیہ اسے تسلیم کرے گا۔ میں رملی ہوں فقہ حنفی رکھتا ہوں دو عالموں کے اتفاق کے بعد کوئی شک نہیں ہے تلخیصًا یہاں انہوں نے انا سے اپنی ذات اور رملی سے شافعی مراد لیا ہے تو خلاصہ یہ ہوا کہ اس مخالف کی اقتداء جو رعایت کرتا ہو فرائض میں تنہا نماز پڑھنے سے افضل ہے جبکہ اس کے علاوہ کوئی امام موجود نہ ہو ورنہ موافق ملنے کی صورت میں اس کی اقتداء افضل ہوگی۔ (ت)

اسی میں مولٰنا علی قاری علیہ رحمۃ الباری سے ہے:

لوکان لکل مذھب امام کما فی زماننا فالافضل الاقتداء بالموافق سواء تقدم اوتاخر علی مااستحسنہ عامۃ المسلمین وعمل بہ جمھور المؤمنین من اھل الحرمین والقدس ومصر و	اگر ہر مذہب کا امام ہو جیسا کہ ہمارے دور میں ہے تو موافق کی ابتداء افضل ہوگی خواہ وہ پہلے امامت کرے یا بعد میں، اسے ہی عامۃ المسلمین نے مستحسن جانا ہے اور اہل حرمین، بیت المقدس، مصر اور شام کے جمہور مسلمان اسی پر عمل پیرا ہیں ان

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴۱۶/۱

الشام ولاعبرۃ بمن شذ منھم[1] اھ۔	سے جو کوئی اِکّادُکّا اس کے خلاف رائے رکھتے ہیں، ان کا کوئی اعتبار نہیں (ت)

پھر خود فرمایا:

والذی یمیل الیہ القلب عدم کراھۃ الاقتداء بالمخالف مالم یکن غیرمراع فی الفرائض وانہ لوانتظر امام مذھبہ بعیدا عن الصفوف لم یکن اعراضا عن الجماعۃ للعلم بانہ یرید جماعۃ اکمل من ھذہ الجماعۃ[2]۔	جس بات کی طرف دل مائل ہورہا ہے وہ یہ ہے کہ جو مخالف فرائض میں رعایت کرنے والا ہو اس مخالف کی اقتداء مکروہ نہ ہوگی، اور اگر کوئی شخص جماعت کی صفوں سے دور اپنے مذہب کے امام کا انتظار کرتا ہے تو یہ جماعت سے اعراض نہ ہوگا کیونکہ وہ یقینی طور پر اس جماعت سے اکمل جماعت کے انتظار میں ہے (ت)

اسی میں زیر مسئلہ امامت عبدواعرابی وغیرہما تبعاللبحر (بحر کی اتباع میں) ہے:

یکرہ الاقتداء بھم تنزیھا فان امکن الصلاۃ خلف غیرھم فھو افضل والافالاقتداء اولی من الانفراد[3]۔	ان کی اقتداء مکروہ تنزیہی ہے اگر ان کے علاوہ کوئی امام میسر ہو تو اس کی اقتداء افضل ہے ورنہ تنہا ادا کرنے سے ان کی اقتدا بہتر ہوگی۔ (ت)

اسی میں ہے:

فی المعراج قال اصحابنا لاینبغی ان یقتدی بالفاسق الافی الجمعۃ لانہ فی غیرھا یجداماما غیرہ[4]۔	معراج میں ہے کہ ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ جمعہ کے علاوہ میں فاسق کی اقتداء جائز نہیں کیونکہ جمعہ کے علاوہ نمازوں میں دوسرے امام کی اقتداء ممکن ہوتی ہے (ت)

بلکہ اسی میں ہے:

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۷

[2] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۷

[3] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۳

[4] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۴

بقي لوكان مقتديا بمن يكره الاقتداء به ثم شرع من لاكراهة فيه هل يقطع ويقتدي به استظهرط ان الاول لوفاسقالايقطع ولومخالفا وشك في مراعاة يقطع اقول والاظهر العكس لان الثاني كراهته تنزيهية كالاعمٰى و الاعرابي بخلاف الفاسق فانه استظهر في شرح المنية انها تحريمية لقولهم ان في تقديميه للامامة تعظيمه وقد وجب علينا اهانته[1] الخ	باقی رہا یہ معاملہ کہ اگر کوئی شخص ایسے امام کی اقتدا میں ہے جس کی اقتدا مکروہ تھی، ساتھ ہی ایسا امام جماعت کروائے جس میں کراہت نہیں تو آیا اب وہ نماز توڑ کر اس کی اقتدا کرے یا نہ، ط نے کہا ظاہر یہ ہے کہ اگر پہلا امام فاسق ہے تو نماز نہ توڑے اور اگر وہ مخالف ہے اور اس کی رعایت میں شک ہو تو نماز توڑ دے۔ میں کہتا ہوں اس کا عکس اظہر و مختار ہے کیونکہ ثانی میں کراہت تنزیہی ہے جیسا کہ اعرابی اور نابینا میں ہے، بخلاف فاسق کے، اس کی اقتداء کے بارے میں شرح منیہ میں کہا کہ اس کا مکروہ تحریمی ہونا ظاہر ہے کیونکہ فقہا کہتے ہیں کہ فاسق کو امام بنانے میں فاسق کی تعظیم ہوتی ہے حالانکہ ہم پر اس کی اہانت لازم ہے الخ (ت)

غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی للعلامۃ ابراہیم الحلبی میں ہے:

يكره تقديم المبتدع ايضا لانه فاسق من حيث الاعتقادوهواشد من الفسق من حيث العمل لان الفاسق يعترف بانه فاسق ويخاف ويستغفر بخلاف المبتدع[2]۔	بدعتی کی اقتدا مکروہ ہے کیونکہ وہ اعتقادًا فاسق ہے اور عقیدۃً فاسق عملًا فاسق سے بدتر ہے، کیونکہ فاسق عملی اعتراف کرتا کہ وہ فاسق ہے وہ ڈرتا ہے اور اللہ سے معافی مانگتا ہے بخلاف بدعتی کے کہ وہ ایسا نہیں کرتا۔ (ت)

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

لايصح اقتداء غيرالالثغ بالالثغ على الاصح كما في البحر وحررالحلبي وابن الشحنة انه بعد بذل جهده دائما حتما كالامي فلايؤم الامثله ولاتصح صلاته	اصح قول کے مطابق غیر توتلے کا توتلے کی اقتدا کرنا صحیح نہیں، جیسا کہ بحر میں ہے، حلبی اور ابن شحنہ نے کہا جب توتلا دائمی کوشش کرتا رہے تو وہ امی کی طرح ہے اور صرف توتلے کی اقتداء کر سکتا ہے اور جب

---

[1] ردالمحتار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۵۲۵

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۴

اذاامکنه الاقتداء بمن یحسنه اوترك جهده اووجد قدرالفرض ممالالثغ فیه هذا هو الصحیح المختار فی حکم الالثغ وکذا من لایقدر علی التلفظ بحرف من الحروف[1]۔	اسے کسی عمدہ پڑھنے والے کی اقتداء ممکن ہو تو اب تنہا نماز نہ ہوگی، اسی طرح حکم ہے جب اس نے کوشش ترک کردی یا وہ مقدار فرض کی قرات پر قادر ہوگیا جس میں اسے توتلاپن پیدا نہیں ہوتا، توتلے کے حکم میں یہی صحیح ومختار ہے، اسی طرح اس شخص کا حکم ہے جو حروف میں سے کسی حرف کے صحیح تلفظ پر قادر نہ ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وذلك کالرحمن الرهیم والشیتان الرجیم والألمین وایاك نابدوایاك نستئین السرات انأمت فکل ذلك حکمه مامر[2]۔	جیسے کوئی رحمٰن، رحیم، شیتان الرجیم، آلمین، ایاک نابدوایاک نستئین، السرات، انامت پڑھتاہے ان صوتوں کا حکم پیچھے گزرچکاہے (ت)

فتاوٰی خیریہ میں ہے:

امامة الالثغ للفصیح
فاسدة فی الراجع الصحیح[3]

(راجح اور صحیح قول کے مطابق فصیح کے لئے توتلے کی اقتداء فاسد نماز ہے۔ ت)

اب محل نظر صرف ایک صورت رہی کہ مسجد محلّہ میں اہل محلّہ نے باذان واقامت بروجہ سنت امام موافق المذہب سالم العقیدہ متقی مسائل داں صحیح خواں کے ساتھ جماعت اولٰی خالیہ عن الکراہۃ ادا کرلی پھر باقی ماندہ لوگ آئے انہیں دوبارہ اس مسجد میں جماعت قائم کرنے کی اجازت ہے یا نہیں، اور ہے توبکراہت یا بے کراہت؟ اس بارے میں عین تحقیق وحق وثیق وحاصل انیق ونظر دقیق واثر توفیق یہ ہے کہ اس صورت میں تکرار جماعت باعادہ اذان ہمارے نزدیک ممنوع وبدعت ہے، یہی ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کامذہب مہذب وظاہر الروایہ ہے، متن متین مجمع البحرین وبحرالرائق علامہ زین میں ہے:

ولاتکررها فی مسجد محلة باذان ثان[4]۔	مسجد محلّہ میں دوسری اذان کے ساتھ تکرار جماعت جائز نہیں۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۵

[2] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۳۱

[3] فتاوٰی خیریہ، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ دارالمعافہ بیروت، ۱/۱۰

[4] بحرالرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۶

درمختار وخزائن الاسرار میں ہے:

والنظم للدر یکرہ تکرار الجماعۃ باذان و اقامۃ فی مسجد محلۃ لافی مسجد طریق اومسجد لاامام لہ ولامؤذن[1]۔	الفاظ در کے ہیں محلّہ کی مسجد میں اذان واقامت کے ساتھ تکرار جماعت مکروہ ہے، راستہ کی مسجد یاایسی مسجد جس کا کوئی امام ومؤذن مقرر نہ ہو اس میں تکرارجماعت مکروہ نہیں۔(ت)

غررالاحکام اوراس کی شرح دررالحکام میں ہے:

لاتکرر الجماعۃ فی مسجد محلۃ باذان واقامۃ یعنی اذاکان لمسجد امام و جماعۃ معلومان فصلی بعضھم باذان واقامۃ لایباح لباقیھم تکرارھابھما[2]۔	اذان واقامت کے ساتھ جماعت کا تکرار محلّہ کی مسجد میں درست نہیں یعنی جب مسجد کے لئے امام اور جماعت متعین ہو پس بعض نے اذان واقامت کے ساتھ نمازپڑھ لی تو اب دوسرے لوگوں کے لئے اذان واقامت کے ساتھ دوبارہ جماعت مباح نہیں ہے۔(ت)

شرح المجمع للمصنف الامام العلامۃ ابن الساعاتی وفتاوٰی ہندیہ میں ہے:

المسجد اذاکان لہ امام معلوم وجماعۃ معلومۃ فی محلۃ فصلی اھلہ فیہ بالجماعۃ لایباح تکرارھا فیہ باذان ثان[3]۔	جب مسجد محلّہ کا امام اور جماعت مقرر ہو اور اہل محلّہ نے اس مسجد میں نماز اداکرلی ہو تو اب دوسری اذان کے ساتھ تکرار جماعت مباح نہیں۔(ت)

وجیز کردری وغنیہ علامہ حلبی میں ہے:

لوکان لہ امام ومؤذن معلوم فیکرہ تکرار الجماعۃ فیہ باذان واقامۃ عندنا[4]۔	اگرمسجد کے لئے امام اور مؤذن مقرر ہو تو ایسی مسجد میں ہمارے نزدیک اذان واقامت کے ساتھ تکرارجماعت مکروہ ہوگا۔(ت)

ذخیرۃ العقبٰی شرح صدرالشریعۃ العظمٰی میں ہے:

---

[1] درمختار ، باب الامامۃ ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ، ۸۲/۱

[2] دررالحکام شرح غررالاحکام فصل فی الامامۃ مطبوعہ مطبعہ احمد کامل الکائنہ دار سعادت مصر ۸۵/۱

[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول فی الجماعۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۸۳/۱

[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی احکام المسجد ، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ، ص ۶۱۴

ان کان للمسجد امام معلوم وجماعۃ معلومۃ فصلوا فیہ بجماعۃ باذان واقامۃ لایباح تکرارھا بھما[1]۔	اگر مسجد کاامام اور جماعت معین ہے اور اس میں لوگوں نے اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھ لی تو اب اذان واقامت کے ساتھ تکرار جماعت مباح نہیں۔(ت)

جس کا حاصل عندالتحقیق کراہت اذان جدید کی طرف راجع نہ نفس جماعت کی طرف ولہٰذا اسی مذہب کو امام محقق محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی نے حلیہ میں اس عبارت سے ارشاد فرمایا:

المسجد اذاکان لہ اھل معلوم فصلوا فیہ اوبعضھم باذان واقامۃ کرہ لغیر اھلہ وللباقین من اھلہ اعادۃ الاذان والاقامۃ[2]۔	اگر مسجد کے لئے اہل معین ہوں اور اس میں وہ تمام یا بعض اہل اذان واقامت کے ساتھ نماز ادا کرلیں تو غیر اہل محلّہ اور باقی ماندہ اہل محلّہ کے لئے اذان واقامت کا اعادہ مکروہ۔(ت)

اور اگر بغیر اس کے تکرار جماعت کریں تو قطعًا جائز وروا ہے اسی پر ہمارے علماء کا اجماع ہوا ہے، خزائن میں ہے:

لوکرر اھلہ بدونھما جاز اجماعا[3]۔	اگر اہل محلّہ نے بغیر اذان واقامت کے تکرار جماعت کیا تو یہ بالاتفاق جائز ہے۔(ت)

درر میں ہے:

لوکان مسجد الطریق یباح تکرارھا بھما ولوکرر اھلہ بدونھما جاز[4]۔	اگر راستہ کی مسجد ہو تواذان واقامت دونوں کے ساتھ تکرار جماعت مباح ہے اور اگر اہل محلّہ ان دونوں کے بغیر تکرار کریں توجماعت جائز ہے(ت)

شرح المجمع للمصنف وعلمگیریہ میں ہے:

اما اذا صلوا بغیر اذان یباح اجماعا	اگر بغیر اذان کے پڑھی ہو تو بالاجماع مباح ہے اسی طرح

---

[1] ذخیرۃ العقبٰی کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ منشی نولکشور کانپور انڈیا ۱/۷۷

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[3] ردالمحتار بحوالہ خزائن الاسرار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۴۰۸

[4] دررالحکام شرح غررالاحکام فصل فی الامامۃ مطبوعہ مطبعہ احمد کامل الکائنۃ فی دار سعادت مصر ۱/۸۵

وکذا فی مسجد قارعة الطریق۔[1]	حکم ہے اگر مسجد راستہ پر واقع ہو۔(ت)

ذخیرۃ العقبٰی وشرح المجمع للعلامہ میں ہے:

لوصلوا فیہ بلااذان یباح اتفاقا۔[2]	اگر بغیر اذان کے نماز پڑھی تو بالاتفاق تکرار جماعت مباح ہے۔(ت)

عباب وملتقط وشرح دررالبحار ورسالہ علامہ رحمہ اللہ السندی تلمیذ المحقق ابن الہمام وحاشیۃ البحر للعلامہ خیر الدین الرملی استاذ صاحب الدرالمختار میں ہے:

یجوز تکرار الجماعة بلااذان وبلااقامة ثانیة اتفاقا قال وفی بعضها اجماعا۔[3]	تکرار جماعت اذان واقامت کے بغیر بالاتفاق جائز ہے کہا بعض کتب میں اجماع کا لفظ مستعمل ہوا ہے۔(ت)

پھر یہ جواز مطلقاً محض وخالص ہے یا کہیں کراہت سے بھی مجامع، اس میں صحیح یہ ہے کہ اگر محراب میں جماعت ثانیہ کریں تومکروہ، اور محراب سے ہٹ کر تو اصلاً کراہت نہیں، خالص مباح وماذون فیہ ہے۔ بزازیہ وشرح منیہ وردالمحتار میں ہے:

عن ابی یوسف انه اذالم تکن الجماعة علی الهیئة الاولٰی لاتکرہ والاتکرہ وهوالصحیح وبالعدول عن المحراب تختلف الهیأة۔[4]	امام ابویوسف سے مروی ہے جب جماعت پہلی ہیئت پر نہ ہو تومکروہ نہیں ورنہ مکروہ ہے یہی صحیح ہے، اور محراب سے ہٹ کر ادا کرنا ہیئت کی تبدیلی ہے۔(ت)

ولوالجیہ وتاتارخانیہ وشامیہ میں ہے: بہ نأخذ[5] (اسی کو ہم لیتے ہیں۔ت) اُسی میں ہے:

قدقلت ان الصحیح تکرار الجماعة اذالم تکن علی الهیأة الاولٰی۔[6]	میں کہتا ہوں کہ تکرار جماعت اس وقت صحیح ہے جب وہ جماعت پہلی ہیئت پر نہ ہو(ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول فی الجماعۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۳

[2] ذخیرۃ العقبٰی کتاب الصلوۃ مطبوعہ منشی نولکشور کانپور انڈیا ۱/۷۷

[3] منحۃ الخالق علی البحرالرائق بحوالہ حاشیہ البحر للعلامہ خیر الدین الرملی باب الامامۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۶

[4] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۹

[5] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۹

[6] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۹

یہ ان احکام میں اجمالی کلام تھا،

وللتفصیل محل اٰخر الحمدﷲ العلی الاکبر والصلاۃ والسلام علی الحبیب الازھرواٰلہ واصحابہ الاطائب الغرر۔ واﷲ سبحٰنہ، وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔	تفصیل کے لئے دوسرا مقام ہے تمام حمد اﷲ تعالٰی کے لئے جو بلند وبرتر ہے۔ صلٰوۃ وسلام ہو حبیب خوب پر، ان کی آل واصحاب پر جو پاکیزہ ہیں (ت)

مسئلہ ۸۶۷ : زید نے وقت مغرب ایک مسجد میں داخل ہو کر دیکھا کہ جماعت ہورہی ہے اور امام قراءت بجہر پڑھ رہا ہے زید نے اس امام کی اقتداء نہ کی اور اس آن واحد میں علیحدہ اپنی قراءت بجہر شروع کردی اور دوسری جماعت قائم کی پس زید کا کیا حکم ہے اور جماعت ثانی کا جو بحالت موجودگی جماعت اول قائم ہوئی ہے کیا حکم ہے اور دو شخص ایک آن میں قراءت بجہر کرسکتے ہیں یانہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

تفریق جماعت حاضرین حضرت حق سبحٰنہ، وتعالٰی کو نہایت ناپسند ہے حتی کہ انتہادرجہ کی ضرورت میں یعنی جب عساکر مسلمین ولشکر کفار میں صف آرائی ہو مورچہ بندی کرچکے ہوں اور وقت نماز آجائے اس وقت بھی نمازِ خوف کی وہ صورت قرآن مجید میں تعلیم فرمائی جس سے تفریق جماعت نہ ہونے پائے اور ایک ہی امام کے پیچھے نماز ہو ورنہ ممکن تھا کہ نصف برسر معرکہ رہیں اور نصف باقی اپنی جماعت کرلیں پھر یہ نصف مقابلہ پر چلے جائیں اور وہ آکر اپنی نماز پڑھ لیں اتحاد جماعت کی عنداﷲ ایسی ہی تو کچھ سخت ضرورت ہے جس کے لئے عین نماز میں مشی کثیر جو مفسد صلٰوۃ ہے روا رکھی گئی۔ علاوہ بریں صدہا آیات واحادیث اس فعل کی مذمت پر دال ہیں اور حکمت ایک جماعت کی مشروعیت کہ ایتلاف مسلمین ہے کہ نہایت محبوب الٰہی ہے یہ فعل بالکلیہ اس کے مناقض ہے کمالایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ت) جس زمانے میں نظم خلافت حقہ گسیختہ اور بنائے امامت راشدہ ازہم ریختہ ہوگئی تھی اور سلطنت فساق وفجار بلکہ بدمذہبان فاسد العقیدہ کو پہنچی تھی وہ لوگ امامت کرتے اور صحابہ وتابعین وکافہ مسلمین بمجبوری ان کے پیچھے نماز پڑھتے اس وقت بھی ان اکابر دین نے تفریق جماعت گوارا نہ کی پس اس دوسری جماعت کی شناعت میں کوئی شبہہ نہیں اور فاعل اس کا عوض ثواب کے مستوجب طعن وملام ہوا خصوصًا جبکہ وہ اس تفریق کا سبب کسی بغض دنیاوی کے جو اسے امام اول سے تھا مرتکب ہوا یا بوجہ اپنے فاسد العقیدہ ہونے کے عنادًا امام اول کو بدمذہب ومبتدع ٹھہرا کر اس کی اقتدا سے استنکاف کیا کہ ان صورتوں میں تشنیع اس پر اشد واکد ہے مگر یہ کہ درحقیقت امام اول سے بدعت تابحد کفر وارتداد مرتقی ہوگئی ہو مثلًا سید المرسلین صلی اﷲ علیہ وسلم کی عیاذًا باﷲ توہین کرتا ہو، حضور کے ختم نبوت میں کلام رکھتا ہو

حضور والا کے بعد کسی کے حصول نبوت میں حرج نہ جانتا ہو حضور اقدس کی تعظیم جو بعد تعظیم الٰہی کے تمام معظمین کی تعظیم سے اعلیٰ واقدم ہے مثل اپنے بڑے بھائی کی تعظیم کے جانتا ہو وعلٰی ہذا القیاس دیگر عقائد زائغہ مکفرہ رکھتا ہو اس تقدیر پر تو البتہ یہ فعل زید کا نہایت محمود ہوگا اور وہ اس پر اجر جزیل پائے گا کہ صورت مذکورہ میں وہ جماعت عنداللہ جماعت ہی نہ تھی کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز رأسًا باطل ہے۔

فی التنویر ویکرہ امامۃ المبتدع لایکفر بھا وان کفر بھا فلایصح الاقتداء بہ اصلا[1] اھ ملخصا۔	تنویر میں ہے اس بدعتی کی امامت مکروہ ہے جس کی بدعت حد کفر تک نہ پہنچے اور اگر حد کفر تک پہنچ جائے تو اس کی اقتداء بالکل درست نہ ہوگی اھ تلخیصا (ت)

اور اگر صورت مرقومہ میں امام ثانی مقتدا و متبوع حضار کا ہو اور جس وقت وہ شخص امامت کررہا ہے عین اسی حالت میں اس کا دوسری جماعت قائم کردینا اور اس کے پیچھے نماز سے احتراز مجمع میں ظاہر کرنا باعث اس کے زجر و توبیخ یا حاضرین کی نگاہ سے اس کے گرجانے کا ہو تو اب یہ فعل اور بھی موکد و ضروری ہوجائے گا اسی طرح اگر کفر و ارتداد کے سوا اور کوئی وجہ ایسی ہو جس کے سبب اس کے پیچھے نماز باتفاق روایات باطل محض ہوتی ہو تو جب بھی یہ جماعت ثانیہ قطعًا جائز ہوگی لما ذکرنا ان الجماعۃ الاولٰی لیست بجماعۃ فی الحقیقۃ لبطلان الصلاۃ بالاقتداء بالامام الاول (جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ پہلی جماعت در حقیقت جماعت ہی نہیں کیونکہ امام اول کی اقتداء میں نماز ہی باطل ہے۔ت)

لیکن اس فعل میں اگر کوئی غرض صحیح شرعی نہ ہو تو اس تقدیر پر اس سے احتراز اولٰی ہے ختم جماعت کا انتظار کرکے اپنی جماعت کرلے وھذا کلہ ظاھر جدا الاخفاء فیہ عند عقل سلیم وراء نبیہ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکمہ عزشانہ احکم (یہ تمام کا تمام خوب واضح ہے ہر صاحب عقل سلیم اور سمجھدار پر کچھ مخفی نہیں واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکمہ عزشانہ احکم۔ت)

مسئلہ ۸۶۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں ایک شخص واسطے امامت کے مقرر ہے اگر وہ امام قبل از نماز عشا یا کسی اور وقت میں کسی مقتدی سے یہ کہہ جائے کہ میں کسی کام کو جاتا ہوں میرا انتظار کرنا یعنی بعد پورا ہونے وقت معینہ کے میرا انتظار کرنا، بعدہ، سب مصلی اپنے وقت معینہ پر جمع ہوگئے اور اس کے بعد انہوں نے پاؤ گھنٹا وقت معمول سے دیر کی واسطے تعمیل حکم امام صاحب

---

[1] در مختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۳

کے، پھر انہوں نے ایک شخص کو امام بنا کر نماز پڑھ لی، آیا ان سب کی نماز درست ہو گئی یا نہیں؟ اور اگر امام صاحب پھر آ کر لوگوں سے کہیں کہ تم لوگوں کی نماز نہیں ہوئی، تو یہ قول امام صاحب کا صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور امام صاحب کوئی فتوٰی اپنے رائے سے واسطے خواہش نفس کے دیں تو شرعًا کیا حکم ہوگا؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

مقتدیوں کے ذمہ امام معین ہی کے انتظار میں بیٹھا رہنا اور جب تک وہ نہ آئے جماعت نہ کرنا ہرگز ضرور نہیں، بعض اوقات حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ میں کسی اور محلّہ میں تشریف لے گئے ہیں اور واپس تشریف لانے میں دیر ہوئی ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے جماعت ادا کرلی ہے، ایک بار صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو امام کیا، ایک بار عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسے پسند فرمایا **کما ھو مصرح بہ فی الاحادیث** (جیسا کہ اس پر احادیث میں تصریح موجود ہے۔ت) امام کا کہنا کہ تمہاری نماز نہ ہوئی اگر صرف اسی بنا پر ہے کہ میرا انتظار نہ کرنے اور دوسرے کو امام بنالینے سے تمہاری نماز نہ ہوئی تو محض باطل اور شریعت مطہرہ پر صریح افترا ہے اپنی خواہش نفسانی کے لئے اپنی رائے سے فتوٰی دینے والا لائق امامت نہیں، ہاں جس شخص کو اس کی غیبت میں مقتدیوں نے امام بنایا وہ اگر قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا تھا جس سے فساد نماز ہو یا معاذاللہ اس کے مذہب میں ایسا فساد تھا جس سے اس کی امامت صحیح نہ ہو تو اس بنا پر امام کا قول درست ہے کہ تمہاری نماز نہ ہوئی، اس تقدیر پر مقتدیوں نے سخت خطا کی، انہیں توبہ چاہئے اور اس نماز کی قضا پڑھیں **واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۸۶۹ : از جامع مسجد ۱۸ جمادی الاولٰی ۱۳۱۴ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تارک الجماعت کس کو کہتے ہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

تارک جماعۃ وہ کہ بے کسی عذر شرعی قابل قبول کے قصدًا جماعت میں حاضر نہ ہو مذہب صحیح معتمد پر اگر ایک بار بھی بالقصد ایسا کیا گنہگار ہوا تارک واجب ہوا مستحق عذاب ہوا **والعیاذ باللہ تعالٰی** اور اگر عادی ہو کہ بارہا حاضر نہیں ہوتا اگرچہ بارہا حاضر بھی ہوتا ہو تو بلاشبہہ فاسق فاجر مردود الشہادۃ ہے **فان الصغیرۃ بعد الاصرار تصیر کبیرۃ** (صغیرہ اصرار کی بنا پر کبیرہ ہو جاتا ہے۔ت) درمختار میں ہے:

(الجماعۃ سنۃ مؤکدۃ للرجال) قال الزاھدی ارادوا بالتاکید الوجوب (وقیل واجبۃ وعلیہ العامۃ) ای عامۃ	(جماعت مردوں کے لئے سنت مؤکدہ ہے) زاہدی نے کہا یہاں تاکید سے مراد وجوب ہے (بعض نے کہا ہے کہ جماعت واجب ہے اور اکثر علماء کی

مشائخنا وبه جزم فی التحفة وغیرها قال فی البحر وهوالراجح عنداهل المذهب (فتسن اوتجب) ثمرته تظهر فی الاثم بترکها مرة[1] ھ مختصرًا۔	رائے یہی ہے) یعنی ہمارے اکثر مشائخ کی رائے یہی ہے اسی پر تحفہ وغیرہ میں جزم کیا ہے، بحر میں ہے کہ اہل مذہب کے ہاں یہی راجح ہے (پس سنت ہو یا واجب) اس کا ثمرہ اختلاف ایک بار ترک کرنے پر گناہ کی صورت میں سامنے آئے گا اھ مختصراً (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله. قال فی البحر وقال فی النهر هو اعدل الاقوال واقواها ولذا قال فی الاجناس لاتقبل شهادته اذا ترکهااستخفافا ومجانة اماسهوا او بتاویل ککون الامام من اهل الاهواء اولایراعی مذهب المقتدی فتقبل[2] ھط	اس کا قول، کہا بحر میں ہے اور کہا نہر میں ہے کہ یہی معتدل اور قوی قول ہے اور اسی لئے اجناس میں ہے جب کسی نے سستی اور ہلکا سمجھتے ہوئے جماعت کو ترک کیا تو اس کی شہادت قبول نہ ہوگی، ہاں اگر سہواً ترک ہو یا تاویلاً جیسے امام کا اہل ہوا میں سے ہونا یامذہب مقتدی کی رعایت نہ کرنے والا ہو تو پھر شہادت قبول ہوجائے گی اھ ط (ت) والله سبحٰنه. وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۷۰ : از بلڈانہ ملک ابرار مرسلہ شیخ فتح محمد صاحب حلال خور ۱۹ جمادی الاولٰی ۱۳۱۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں مسلمان حلال خور جو پنج وقتہ نماز پڑھتا ہو اس طرح پر کہ اپنے پیشہ سے فارغ ہو کر غسل کرکے طاہر کپڑے پہن کر مسجد میں جائے تو وہ شریک جماعت ہوسکتا ہے یانہیں، اور اگر جماعت میں شریک ہو تو کیا پچھلی صف میں کھڑا ہو یا جہاں اس کو جگہ ملے یعنی اگلی صف میں بھی کھڑا ہوسکتا ہے اور اس طرف بعد نماز صبح وبعد نماز جمعہ نمازی آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو کیا وہ بھی مسلمانوں سے مصافحہ اور مسجد کے لوٹوں سے وضو کرسکتا ہے اور جو حلال خور اپنا پیشہ نہ کرتا ہو صرف جاروب کشی بازار وغیرہ کی کرتا ہو اس کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ ہر دو صورتوں میں جو حکم شرع شریف کا ہو اس سے اطلاع بخشئے۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

بیشک شریک جماعت ہوسکتا ہے اور بیشک سب سے مل کر کھڑا ہوگا اور بے شک صف اول یا ثانی میں

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۲

[2] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۴۱۰

جہاں جگہ پائے گا قیام کرے گا، کوئی شخص بلاوجہ شرعی کسی کو مسجد میں آنے یا جماعت میں ملنے یا پہلی صف میں شامل ہونے سے ہر گز نہیں روک سکتا، اللہ عزوجل فرماتا ہے: وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ [1] بیشک مسجدیں خاص اللہ کے لئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **العباد عباداللہ** [2] بندے سب اللہ کے بندے ہیں۔ جب بندے سب اللہ کے، مسجدیں سب اللہ کی، تو پھر کوئی بندے کو مسجد کی کسی جگہ سے بے حکم الٰہی کیونکر روک سکتا ہے۔ اللہ عزوجل نے کہ ارشاد فرمایا:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ [3]	اس سے زیادہ ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں خدا کا نام لینے سے۔

اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے کہ بادشاہ حقیقی عزجلالہ کا یہ عام دربار خاں صاحب، شیخ صاحب، مغل صاحب یا تجار زمیندار معافی دار ہی کے لئے ہے کم قوم یا ذلیل پیشہ والے نہ آنے پائیں، علماء جو ترتیب صفوف لکھتے ہیں اس میں کہیں قوم یا پیشہ کی بھی خصوصیت ہے ہر گز نہیں، وہ مطلقاً فرماتے ہیں:

يصف الرجال ثم الصبيان ثم الخناثى ثم النساء [4]۔	یعنی صف باندھیں مرد پھر لڑکے پھر خنثٰی پھر عورتیں۔

بیشک زبّال یعنی پاخانہ کمانے والا یا کناس یعنی جاروب کش مسلمان پاک بدن پاک لباس جبکہ مرد بالغ ہو تو وہ اگلی صف میں کھڑا ہو جائے گا اور خان صاحب اور شیخ صاحب مغل صاحب کے لڑکے پچھلی صف میں جو اس کا خلاف کرے گا حکم شرع کا عکس کرے گا شخص مذکور جس صف میں کھڑا ہو اگر کوئی صاحب اسے ذلیل سمجھ کر اس سے بچ کر کھڑے ہوں گے کہ بیچ میں فاصلہ رہے وہ گنہگار ہوں گے اور اس وعید شدید کے مستحق کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: **من قطع صفا قطعه اللہ** [5]۔ جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اسے کاٹ دے گا۔

---

[1] القرآن ۷۲/ ۱۸

[2] مسند احمد بن حنبل از مسند الزبیر بن عوام رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/ ۱۶۶

[3] القرآن ۲/ ۱۱۴

[4] در مختار، باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۸۴

[5] سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۷

اور جو متواضع مسلمان صادق الایمان اپنے رب اکرم و نبی اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حکم بجالانے کو اس سے شانہ بشانہ خوب مل کر کھڑا ہوگا اللہ عزوجل اس کا رتبہ بلند کرے گا اور وہ اس وعدہ جمیلہ کا مستحق ہوگا کہ حضور انور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: **من وصل صفّا وصله**[1]۔ جو کسی صف کو وصل کرے اللہ اسے وصل فرمائے گا۔ دوسری جگہ ہمارے نبی کریم علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم اللہ فرماتے ہیں:

الناس بنوٰادم واٰدم من تراب[2]۔ رواہ ابوداؤد والترمذی وحسنہ والبیہقی بسند حسن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	لوگ سب آدم کے بیٹے ہیں اور آدم مٹّی سے۔ اسے ابوداؤد وترمذی نے روایت کرکے حسن کہا اور بیہقی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

دوسری حدیث میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یاایھا الناس ان ربکم واحد وان اباکم واحد ألا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولالاحمر علی اسود ولالاسود علی احمد الا بالتقوی ان اکرمکم عنداللہ اتقٰکم[3]۔ رواہ البیہقی عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	اے لوگو! بیشک تم سب کا رب ایک اور بیشک تم سب کا باپ ایک، سن لو کچھ بزرگی نہیں عربی کو عجمی پر، نہ عجمی کو عربی پر، نہ گورے کو کالے پر، نہ کالے کو گورے پر مگر پرہیزگاری سے، بیشک تم میں بڑے رتبے والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے اسے بیہقی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔

ہاں اس میں شک نہیں کہ زبّالی شرعًا مکروہ پیشہ ہے، جبکہ ضرورت اس پر باعث نہ ہو مثلًا جہاں نہ کافر بھنگی پائے جاتے ہوں جو اس پیشہ کے واقعی قابل ہیں نہ وہاں زمین مثل زمین عرب ہو کہ رطوبت جذب کرلے ایسی جگہ اگر بعض مسلمین مسلمانوں پر سے دفع اذیت وتنظیف بیوت وحفظ صحت کی نیت

---

[1] سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۷

[2] جامع الترمذی سورہ الحجرات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۱۵۹

[3] شعب الایمان فصل فی حفظ اللسان عن الفخر بالابائ حدیث ۷ ۵۱۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۲۸۹

سے اسے اختیار کریں تو مجبوری ہے اور جہاں ایسا نہ ہو تو بیشک کراہت ہے **لتعاطی النجاسات من دون ضرورۃ** (کیونکہ یوں بغیر ضرورت کے نجاسات کو لینا لازم آتا ہے۔ ت) وہ بھی ہر گز حد فسق تک منتہی نہیں، فتح القدیر و فتاوی عالمگیری میں ہے؛

اما شھادۃ اھل الصناعات الدنیۃ کالکساح والزبال والحائك والحجام فالاصح انھا تقبل لانھا قدتولاھا قوم صالحون فمالم یعلم القادح لایبنی علی ظاھر الصناعۃ[1]۔	رہا معاملہ دنیوی پیشہ والوں کی شہادت کا، جن کو معاشرہ ہیچ تصور کرتا ہے مثلاً کوڑا کرکٹ اٹھانے والا، ٹٹی اٹھانے والا، جولاہا، حجام، تو اصح یہ ہے کہ ان کی شہادت قبول ہوگی کیونکہ متعدد صالح لوگوں نے انہیں اپنایا ہے، جب تک واضح قباحت معلوم نہ ہو تو بظاہر کسی پیشہ کی وجہ سے ایسا نہیں کیا جاسکتا (ت)

مگر ان قوم دار حضرات کا اس سے تنفر ہر گز اس بنا پر نہیں کہ یہ ایک امر مکروہ کا مرتکب ہے وہ تنفر کرنے والے حضرات خود صدہا امور محرمات وگناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں تو اگر اس وجہ سے نفرت ہو تو وہ زیادہ لائق تنفر ہیں ان صاحبوں کی صفوں میں کوئی نشہ باز یا قمار یا سود خوار شیخ صاحب تجار یا رشوت ستاں مرزا صاحب عہدہ دار آکر کھڑے ہوں تو ہر گز نفرت نہ کریں گے اور اگر کوئی کپتان یا کلکٹر صاحب یا جنٹ مجسٹریٹ صاحب یا اسسٹنٹ کمشنر صاحب یا جج ماتحت صاحب آکر شامل ہوں تو ان کے برابر کھڑے ہونے کو تو فخر سمجھیں گے حالانکہ اللہ ورسول کے نزدیک یہ افعال اور پیشے کسی فعل مکروہ سے بدرجہا بدتر ہیں **وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ ۝**[2]۔ (اور اللہ تعالٰی حق فرماتا ہے اور وہی سیدھی راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ ت) درمختار وغیرہ میں ذلیل پیشہ کا ذکر کرکے فرمایا:

واما اتباع الظلمۃ فاخسّ من الکل[3]۔	ظالم حکام کے خدام تو سب پیشہ وروں سے خسیس تر ہیں۔ (ت)

تو ثابت ہوا کہ ان کی نفرت خدا کے لئے نہیں بلکہ محض نفسانی آن بان اور رسمی تکبر کی شان ہے، تکبر ہر نجاست سے بدتر نجاست ہے اور دل ہر عضو سے شریف تر عضو افسوس کہ ہمارے دل میں تو یہ نجاست بھری ہو اور ہم اس مسلمان سے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فیمن لاتقبل شہادتہ لفسقہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۴۶۹

[2] القرآن ۳۳/۴

[3] درمختار باب الکفاءۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵

نفرت کریں جو اس وقت پاک صاف بدن دھوئے پاک کپڑے پہنے ہے، غرض جو حضرات اس بیہودہ وجہ کے باعث اس مسلمان کو مسجد سے روکیں گے وہ اس بلائے عظیم میں گرفتار ہوں گے جو آیت کریمہ میں گزری کہ اس سے زیادہ ظالم کون ہے، اور جو حضرات خود اس وجہ سے مسجد وجماعت ترک کریں گے وہ ان سخت سخت ہولناک وعیدوں کے مستحق ہوں گے جو ان کے ترک پر وارد ہیں، یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الجفاء کل الجفاء والکفر والنفاق من سمع منادی اللہ ینادی ویدعوا الی الفلاح فلایجیبہ[1]۔ رواہ الامام احمد والطبرانی فی الکبیر عن معاذبن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔	ظلم پورا ظلم اور کفر اور نفاق ہے کہ آدمی مؤذن کو سنے کہ نماز کے لئے بلاتا ہے اور حاضر نہ ہو۔ اسے امام احمد اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اور جو بندہ خدا اللہ عزوجل کے احکام پر گردن رکھ کر اپنے نفس کو دبائے گا اور اس مزاحمت ونفرت سے بچے گا مجاہدہ نفس وتواضع کا اللہ سے ثواب جلیل پائے گا بھلا فرض کیجئے کہ ان مساجد سے تو ان مسلمانوں کو روک دیا وہ مظلوم بیچارے گھروں پر پڑھ لیں گے، سب میں افضل واعلٰی مسجد مسجد الحرام شریف سے انہیں کون روکے گا، اس مسلمان پر اگر حج فرض ہو تو کیا اسے حج سے روکیں گے اور خدا کے فرض سے باز رکھیں گے یا مسجد الحرام سے باہر کوئی نیا کعبہ اسے بنادیں گے کہ اس کا طواف کرے۔ اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت بخشے آمین۔ اس تقریر سے ثابت ہوگیا کہ مسجد کے لوٹے جو عام مسلمانوں پر وقف ہیں ان سے وضو کو بھی اسے کوئی منع نہیں کرسکتا جبکہ اس کے ہاتھ پاک ہیں۔ رہا مصافحہ خود ابتدا کرنے کا اختیار ہے کیجئے یا نہ کیجئے،:

فان المصافحۃ بعد الصلوات علی الاصح من المباحات والمباح لایلام علی فعلہ ولاترکہ۔	اصح قول کے مطابق نمازوں کے بعد مصافحہ مباح ہے اور مباح کے کرنے یا نہ کرنے پر ملامت نہیں ہوتی۔ (ت)

مگر جب وہ مسلمان مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے اور آپ اپنے اس خیال بے معنی پر ہاتھ کھینچ لیجئے تو بیشک بلاوجہ شرعی اس کی دل شکنی، اور بیشک بلاوجہ شرعی مسلمان کی دل شکنی حرام قطعی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی	جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے بے شک مجھے

---

[1] المعجم الکبیر مروی از معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۳۹۴ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۰/ ۱۸۳

ومن اٰذانی فقد اٰذی اللّٰه[1]۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللّٰه تعالٰی عنه بسند حسن۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔	ایذادی اور جس نے مجھے ایذادی اس نے بیشک اللہ عزوجل کو ایذادی۔ اسے طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۷۱: از شہر کہنہ ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ ہجری

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مقام پر جماعت نماز کی ہوتی ہے اور زید بھی نماز پڑھتا ہے اور جماعت کے وقت حاضر بھی رہتا ہے جماعت ترک کرکے اول جماعت سے یا بعد جماعت کے نماز پڑھتا ہے اس میں کیا حکم ہے؟

الجواب:

گر امام میں کوئی ایسا نقص ہو جس کے سبب اس کے پیچھے نماز فاسد یا مکروہ تحریمی ہو مثلاً قرآن عظیم غلط پڑھنا جس سے نماز میں فساد آئے یا وہابی رافضی یا غیر مقلد ہو یا کم از کم تفضیلیہ یا فاسق ہونا، تو زید پر الزام نہیں، اور اگر بلاوجہ شرعی جماعت ترک کرتا ہے تو سخت گنہگار فاسق ہے، اس پر توبہ واجب ہے۔

قال اللّٰه تعالٰی وَمَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الۡہُدٰی وَیَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصۡلِہٖ جَہَنَّمَ ؕ وَسَآءَتۡ مَصِیۡرًا ﴿۱۱۵﴾[2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا جو شخص ہدایت کے واضح ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مومنین کے راستہ کے علاوہ کوئی دوسری راہ چلے، اسے ہم اسی طرف پھیر دیتے ہیں جو نہایت براٹھکانہ ہے (ت)

بحکم قرآن ایسا معلن شخص کہ بلاعذر شرعی جماعت ترک کرے مستحق جہنم ہے خصوصاً ترک بھی ایسا کہ جماعت ہوتی رہے اور یہ بیٹھا رہے۔

مسئلہ ۸۷۲: از بنگالہ ضلع ڈھاکہ موضع چیتارچر مرسلہ نواب عبدالواحد صاحب ۱۰ جمادی الاخری ۱۳۲۰ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے مع ایک مقتدی کے نماز شروع کی، بعد ایک

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی اوسط باب فیمن یتخطی رقاب الناس یوم الجمعۃ مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۱۷۹/۲، الترغیب والترہیب الترہیب من تخطی الرقاب یوم الجمعہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵۰۴/۱

[2] القرآن ۱۱۵/۴

رکعت کے دوسرا اور ایک شخص آیا تو اس صورت میں امام سامنے بڑھے گا یا وہ شخص مقتدی کو پیچھے کی طرف کھینچے گا، اگر امام سامنے بڑھے تو قبل اشارہ کے یا بعد اشارہ کے، اگر بعد اشارہ کے تو قبل تکبیر تحریمہ کے اشارہ کرے گا یا بعد، اگر قبل تکبیر تحریمہ کے اشارہ سے امام بڑھے گا یا مقتدی کو قبل تحریمہ کے وہ شخص اپنی جانب کھینچے گا تو اس صورت میں نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

الجواب:

جب امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور دوسرا آئے تو افضل یہ ہے کہ مقتدی پیچھے ہٹے، ہاں اگر مقتدی مسئلہ نہ جانتا ہو یا پیچھے ہٹنے کو جگہ نہیں تو ایسی صورت میں امام کو بڑھنا چاہئے کہ ایک کا بڑھنا دو کے ہٹنے سے آسان ہے پھر اگر (مقتدی) مسئلہ جانتا ہو توجب کوئی دوسرا ملا چاہتا ہے تو خود ہی پیچھے ہٹنا چاہئے خواہ امام خود ہی آگے بڑھ جائے ورنہ اس آنے والے شخص کو چاہئے کہ مقتدی کو اور وہ مسئلہ نہ جانتا ہو تو امام کو اشارہ کرے، انہیں مناسب ہے کہ معًا اشارہ کے ساتھ ہی حرکت نہ کریں کہ امتثال امر غیر کا شبہہ نہ ہو بلکہ ایک تامل خفیف کے بعد اپنی رائے سے اتباع حکم شرع وادائے سنت کے لئے، نہ اس کا اشارہ ماننے کی نیت سے حرکت کریں، اس صورت میں برابر ہے کہ یہ آنے والا مقتدی نیت باندھ کر اشارہ کرے خواہ بلانیت کے بہر حال وہ اطاعت حکم شرع کریں گے، نہ اس کے حکم کی اطاعت اور جو جاہل اس کا حکم ماننے کی نیت کرے گا تو اس کا تکبیر تحریمہ کے بعد اشارہ کرنا کیا نفع دے گا کہ امام یا مقتدی کو دوسرے مقتدی کا حکم ماننا کب جائز ہے، لقمہ قرأت میں یا افعال میں لینا کہ امام کو جائز ہے وہ بھی بحکم شرع ہے نہ کہ اطاعت حکم مقتدی جو اس کی نیت کرے گا اس کی نماز خود ہی فاسد ہوجائے گی اور جب وہ امام ہے تو اس کے ساتھ سب کی جائے گی۔

فی الدر المختار لو امتثل امر غیرہ فقیل له تقدم فتقدم اودخل فرجة الصف احد فوسع له فسدت بل یمکث ساعة ثم یتقدم برأیه قهستانی معزیاللزاهدی[1] وفی ردالمحتار عن المنح لوجذبه اٰخر فتاخرالاصح لاتفسد صلاتهھ۔	در مختار میں ہے اگر نمازی نے کسی غیر نمازی کا حکم مان لیا مثلاً کہا گیا آگے ہو، وہ آگے ہوگیا یا کوئی صف کے اندر داخل ہوا اور نمازی نے اس کے لئے جگہ کشادہ کی تو نماز فاسد ہوجائے گی، بلکہ وہ ایک ساعۃ ٹھہرا رہے پھر اپنی رائے سے آگے ہوجائے، قہستانی نے زاہدی کے حوالے سے یہی بیان کیا ہے، ردالمحتار میں منح کے حوالے سے ہے اگر نمازی کو دوسرے نے

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلاۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۹

وعن الشرنبلالی فی تیسر المقاصد ان امتثاله انما هو لامر رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فلا یضره وعن الطحطاوی لو قیل بالتفصیل بین کونه امتثل امر الشارع فلا تفسد وبین کونه امتثل امر الداخل مراعاة لخاطره من غیر نظر لامر الشارع فتفسد لکان حسنا[1] اهـ۔ رأیتنی کتبت علیه مانصه **اقول:** وهو من الحسن بمکان بل هو المحمل لکلمات العلماء و به یحصل التوفیق وبالله التوفیق[2] وفی الهندیة رجلان صلیا فی الصحراء وائتم احدهما بالاخر وقام عن یمین الامام فجاء ثالث وجذب المؤتم الی نفسه قبل ان یکبر للأفتتاح حکی عن الشیخ الامام ابی بکر طرخان انه لاتفسد صلاة المؤتم جذبه الثالث الی نفسه قبل الکتبیر اوبعده کذا فی المحیط وفی الفتاوی العتابیة هو الصحیح کذا فی التاتارخانیة[3]۔ والله تعالٰی اعلم۔

کھینچا اور وہ پیچھے ہوگیا تو اصح مذہب پر اس کی نماز فاسد نہ ہوگی اھ شرنبلالی سے ہے تیسر المقاصد کے حوالہ سے ہے کہ اس کا امتثال (حکم بجالانا) حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حکم کی بناپر ہے لہٰذا فساد کا سبب نہیں اھ۔ اور طحطاوی سے ہے کہ اگر تفصیل کرتے ہوئے کہا جائے کہ شارع کے حکم پر عمل کرتے ہوئے کسی کا حکم بجالایا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر وہ بغیر رعایت امر شارع کے فقط آنے والے نمازی کو خوش کرنے کے لئے کرتا ہے تو نماز فاسد ہوجائے گی تو یہ تفصیل کرنا نہایت ہی اچھا تھا اھ مجھے یاد آرہا ہے کہ میں نے یہاں یہ لکھا ہے **اقول:** (میں کہتا ہوں) یہ صرف حسن ہی نہیں بلکہ کلمات علماء کا محمل بھی ہے اور اسی کے ساتھ ان میں موافقت بھی پیدا ہوجائے گی اور اللہ ہی اس کی توفیق دینے والا ہے۔

فتاوٰی ہندیہ میں ہے دو آدمیوں نے صحرا میں نماز ادا کی ایک نے دوسرے کی اقتدا کی اور امام کے دائیں طرف کھڑا ہوگیا اب تیسرا آیا تو اس نے مقتدی کو تکبیر افتتاح سے پہلے اپنی طرف کھینچ لیا، تو امام ابوبکر طرخان سے منقول ہے کہ اس صورت میں مقتدی کی نماز فاسد نہ ہوگی خواہ اسے تیسرا شخص تکبیر سے پہلے کھینچے یا بعد میں، اسی طرح محیط میں ہے۔ فتاوٰی عتابیہ میں ہے کہ یہی صحیح ہے اور تاتارخانیہ میں بھی اسی طرح ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الامامت ۱/۴۲۲

[2] جدالممتار علٰی ردالمحتار ۱/۲۷۳

[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی بیان مقام الامام الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۸

مسئلہ ۸۷۳تا۸۷۵ : از فیض آباد مرسلہ احمد حسین صاحب خرسند نقشہ نویس اسسٹنٹ انجینئر ریلوے ۲جمادی الآخری ۱۳۲۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ :

(۱) مسجد یاخلاف مسجد امام کا مصلی مقتدیوں کی صف سے ملا رہے یا علیحدہ، اگر علیحدہ ہو تو کس قدر فاصلہ پر، امام مصلّے کے کنارے پر کھڑا ہو یا کچھ آگے بڑھ کر تاکہ مقتدیوں کو کافی جگہ ملے، فرمایئے، اللہ آپ کو اجر عظیم عطافرمائے۔

(۲) زید مسجد یاخلاف آں نماز فرض پڑھ رہاہے اور اس کی پہلی رکعت ہے یا کوئی اور رکعت، اور بکر تنہا یا دو شخص داخل ہوئے باوجود اطلاع ہو جانے کے تنہا بکر یا دونوں شخصوں نے اسی مقام پر اور اسی صف پر علیحدہ فرض پڑھے اور زید کے مقتدی نہ بنے، کیا حکم ہے ان کی نماز کا، یا پہلے ان کو اطلاع نہ تھی نیت باندھنے کے بعد رابع نے بآواز بلند کہہ دیا، اب کیا حکم ہے بکر کی نماز کا؟ آیا وہ درست ہوئی، اگر نہیں تو اطلاع پانے تک جس قدر ہوچکی ہے وہیں سے ترک کردے یا پوری کرکے وہ نماز اعادہ کرے؟ مفصل فرمایئے۔ **بیّنوا توجروا**

(۳) اگر ہجڑا یا عورت یا نابالغ یا شیعہ جن کی امامت بالاتفاق ناجائز ہے نماز فرض پڑھ رہاہے مسجد میں یا باہر، اور زید بھی نماز فرض پڑھنا چاہتاہے، آیا اس مصلے پر نماز پڑھ سکتاہے یانہ، کیا اس شخص کے نماز ختم ہونے تک زید کو انتظار لازم ہے؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

(۱) فصل بقدر کفایت وحاجت ہو جس میں مقتدی بخوبی سجدہ کرلیں اور اس سے زائد فصل کثیر مکروہ وخلاف سنت ہے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) اگر زید قابل امامت تھا اور انہیں معلوم تھا کہ یہ فرض پڑھ رہاہے اور انہوں نے اقتدانہ کی بلکہ جدا جدا فرض پڑھے تو اگر جماعت اولٰی ہوچکی ہے جب تو فضل سے محروم رہے اور اگر یہی جماعت اولٰی ہوئی تو گنہگار ہوئے، اور اگر زید قابل امامت نہیں اور ان دونوں میں کوئی قابل امامت تھا تواب بھی وہی احکام ہیں، اور اگر ان میں بھی کوئی قابل امامت نہیں تو اصلاً حرج نہ ہوا اور نماز تینوں صورتوں میں مطلقاً ہوجائے گی اور اورنیت توڑ دینا صرف جماعت قائمہ کی تحصیل کے لئے ہے مثلاً ایک شخص نے ظہر کے فرض شروع کئے ایک رکعت یا اس سے کم پڑھنے پایا تھا کہ جماعت قائم ہوئی تو نیت توڑدے باقی جماعت معدومہ کی تحصیل کے لئے نیت توڑنے کی کہیں اجازت

نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) پڑھ سکتا ہے اور ختم نماز تک انتظار کرنا کچھ ضرور نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۷۶: از شہر فیروزپور محلّہ پیراں والا مرسلہ منشی عنایت اللہ شائق قادری

چہ می فرمایند علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ مسجد میں آتے ہیں اور جماعت اولیہ پڑھی نہیں گئی اور امام کے حاضر ہونے میں ابھی کچھ وقفہ ہے وہ اپنے کام کے واسطے امام معین کا انتظار نہیں کرتے، حاضرین میں سے کسی کو بغیر اجازت امام کے امام بنادیتے ہیں اور نماز بجماعت ادا کرلیتے ہیں یا اگر جماعت ہوچکی ہے اور آنے والا شامل جماعت نہیں ہوا تو پھر دیکھا کہ ایک دو اور آدمی موجود ہیں جو شامل جماعت نہیں ہوئے ان کو ہمراہ لے کر جماعت پڑھائی یا ان میں سے کسی اور کو امام بنادیا اور امام سے نہیں پوچھا بعض کی یہ عادت ہے کہ مسجد میں آئے اور امام کا مصلّٰی لیا اور بچھایا اور اس پر نماز پڑھی یا یونہی بیٹھ گئے، کیا ان کا ایسا کرنا اور بغیر امام کے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں، جواب بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں **بینوا بالدلیل وتوجروا بالاجر الجزیل** (دلیل کے ساتھ بیان کرو اللہ تعالٰی آپ کو اجر جزیل عطا فرمائے گا۔ ت)

الجواب:

جو لوگ جماعت معینہ سے پہلے جماعت کرکے چلے جائیں اس میں چند صورتیں ہیں اگر امام معین محلّہ میں واقعی کوئی معذور شرعی ہے مثلاً وضو طہارت کا ٹھیک نہ ہونا یا تجوید وقرأت میں ایسی غلطی کہ مورث فساد نماز ہو یا معاذاللہ بدمذہبی مثل وہابیت وغیر مقلدی وغیرہما یا فسق بالاعلان مثلاً داڑھی حد شرع سے کم رکھنا تو ان تین صورتوں میں ان لوگوں پر کوئی الزام نہیں بلکہ اسی جماعت محلّہ پر الزام ہوگا جو ایسے امام ناقابل امامت یا ممنوع التقدیم کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں یونہی اگر وہ مسجد کسی خاص جماعت کی مسجد نہ ہو جیسے مسجد شارع وسرا واسٹیشن، جب بھی کوئی الزام نہیں کہ وہاں امام معین ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا جو جماعت آئے جدا اذان کہے اور جدا اقامت کرے اور اپنے سے ایک شخص صالح امامت کو امام بناکر جماعت پڑھے یہ سب جماعتیں جماعت اولٰی ہوں گی ان میں سے کسی دوسرے پر ترجیح نہیں اور اگر مسجد محلّہ ہے جس کے لئے امام وجماعت معین ہے اور امام میں کوئی معذور شرعی نہیں اور چند لوگ اپنی کسی ضرورت خاصہ شرعیہ سے پیش از جماعت نماز پڑھ کر جانا چاہتے ہیں مثلاً کہیں انہیں جانے کی ضرورت جائزہ ہے اور جماعت کا انتظار کریں تو ریل کا وقت جاتا رہے گا ایسی صورت میں بھی ان کو اجازت ہوگی کہ باہم جماعت کرکے چلے جائیں کہ شرع نہ ان کو یہ حکم دے گی کہ جماعت کا انتظار کرو اور ریل نکل جانے دو نہ یہ حکم دے گی کہ جبکہ تم جماعت کا انتظار نہیں کرسکتے الگ الگ پڑھو اور جماعت نہ کرو نہ اس جماعت میں منصب امام معین سے کوئی منازعت ہوگی کہ وہ محلّہ کی جماعت اولٰی

کاامام معین ہے، اہل محلّہ کے لئے جماعت اولٰی وہی ہوگی جو وہ اپنے امام کے ساتھ اپنے وقت معین پر پڑھیں گے، ان چندآدمیوں کا بضرورت پہلے جماعت کرجانا ان کے ثواب جماعت میں کچھ کمی نہ کرے گا اور جب منازعت نہیں تو استیذان امام کی بھی حاجت نہیں، پھر بھی احسن یہ ہے کہ محراب سے ہٹ کر جماعت کریں تاکہ صورت معارضہ سے بچیں اور باعث تنفیر ووحشت امام معین نہ ہو اور اگر ان کی کوئی ضرورت شرعیہ نہیں تو ضرور موردالزام شرعی ہیں کہ مرتکب تفریق جماعت ہوئے پھر نیت کے اختلاف سے حکم اشد ہوتا جائے گا مثلاً اپنے کسی لہوولعب مباح کی جلدی کے باعث جماعت کرگئے تو صرف تفریق جماعت کاالزام ہے اور اگر کسی لہوولعب ناجائز کی جلدی تھی یا کسی ناجائز جگہ جانے والے تھے اور وقت ریل کے سبب جلدی کی توالزام دوچند ہے اور اگر اپنی بدمذہبی کے باعث امام سنی صحیح العقیدہ صالح امامت کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہی توالزام سب میں سخت تر ہے **والکل ظاھر عند من لہ ادنی مسکۃ فی العلم** (یہ تمام اس شخص پر ظاہر ہے جسے اس علم سے ادنٰی تمسک ہے۔ ت) یہ صورت تقدیم کا جواب ہوا، رہی صورت تاخیر اس میں بھی اگر وہ مسجد مسجد محلّہ نہیں تو ہم اوپر کہہ چکے کہ یہاں نہ تقدیم ہے نہ تاخیر ہے نہ معین امام کے کوئی معنی، سب جماعت اولٰی ہیں اور سب یکساں، اور اگر مسجد مسجد محلّہ ہے اور امام معین میں کوئی عذر شرعی تھا جس کے سبب انہوں نے قصداً تاخیر کی جب بھی ان پر کچھ الزام نہیں کہ مقصود اصلاح جماعت سے اثارت فتنہ ہے اور اس میں تقدیم وتاخیر یکساں، اور اگر امام میں کوئی عذر شرعی بھی نہیں مگر جماعت اولٰی بے اذان یا اذان خفی ناکافی اعلان کے ساتھ کی گئی جب بھی ان کو باعلان اذان اعادہ جماعت کی اجازت بلکہ حکم ہے کہ پہلی جماعت جماعت مسنونہ نہ ہوئی جماعت مکروہہ ہوئی اور اگر یہ بھی نہیں مگر امام معین مذہب فقہی میں اس جماعت باقیہ کا مخالف ہے مثلاً وہ شافعی المذہب ہے یہ حنفیّہ ہیں اپنی جماعت جدا کرنا چاہتے ہیں تو کوئی بھی الزام نہیں کہ افضل یہی ہے کہ امام موافق المذہب کے پیچھے نماز پڑھی جائے، اگر مخالف المذہب حتی الامکان مراعات مذاہب اربع رکھتا ہو، ان سب صورتوں میں اس جماعت ثانیہ کو نہ اذن امام اول کی حاجت نہ تبدیل محراب ومصلی کی ضرورت، اگر ان سب وجوہ سے جدا ہو تو پھر تاخیر میں بنظر باعث وہی شقوق عود کریں گے جو تقدم میں تھیں، اگر باعث تاخیر کوئی ضرورت شرعیہ تھی مثلاً بھوکا ہونا یا استنجے کی ضرورت ہونا وغیر ذلک جو اعذار فقہانے تحریر فرمائے ہیں تو ان پر کوئی الزام نہیں مگر اعادہ اذان کی اجازت نہ ہوگی اور محراب نہ بدلنا مکروہ، اور بعد تبدیل محراب شرعی اجازت ہے اذن امام کی حاجت نہیں، نہ اس کے منصب میں منازعت نہ اس میں اس کے لئے تنفیر ووحشت، اور اگر ہو بھی اور وہ کہے کہ اگرچہ جماعت اولٰی میں نے ہی کی اور میرے حق میں کوئی دست اندازی نہ ہوئی پھر بھی تم نے میری مسجد میں بے میرے اذن کے کیسے جماعت ثانیہ کرلی تو اس وحشیانہ وحشت کاالزام خود اس پر ہے نہ ان پر۔ اور اگر بے ضرورت شرعیہ کسی امر مباح کے سبب

تاخیر کی تو تفریق جماعت وترک جماعت اولٰی کا ان پر وبال ہے اور اگر کسی امر ناجائز کے سبب تو وبال دوچند اور اپنی بدمذہبی کے باعث امام سنی صالح الامامت کے پیچھے نماز نہ پڑھنا چاہی تو وبال سب میں سخت تر ہے کما تقدم (جیسا کہ پہلے گزرا۔ت) اور مصلائے امام کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ خاص اس کی ملک ہو کہ اس نے اپنے لئے مسجد میں بچھار کھا ہے یہ تو ظاہر ہے کہ بے اس کے اذن کے کسی کام میں استعمال نہیں ہوسکتا جو استعمال کرے گا گنہگار ہوگا۔ دوسرے یہ کہ مصلّی وقف ہو، اس میں پھر تین صورتیں ہیں، ایک یہ کہ واقف نے صرف امام کے لئے وقف کیا تو اسے کوئی نمازی منفرد یا مقتدی بھی نہیں لے سکتا چہ جائیکہ غیر۔ بلکہ اگر خاص امام جماعت اولٰی کے لئے وقف کیا ہو تو امام جماعت ثانیہ بھی نہ لے سکے گا جبکہ واقف نے اسے جائز نہ رکھا ہو۔ تیسرے یہ کہ مسجد کے لئے وقف کیا اور صراحۃ یا دلالۃ حاضران مسجد کے لئے اس کا استعمال مطلق ہے جس طرح چٹائیوں میں معروف ہے تو اسے نماز کے لئے بھی لے سکتے ہیں اور غیر وقت نماز میں کسی ایسے جلوس کے لئے بھی کہ شرعًا مسجد میں جائز ہو، پھر اتنا لحاظ رہے کہ بحال اطلاق بھی جس طرح صفیں جماعت کے لئے ہوتی ہیں مصلّے میں حق امام زیادہ ملحوظ ہوتا ہے تو عین وقت امامت امام کو اس سے محروم نہیں کیا جاسکتا، ہاں خالی وقت میں لے لینا اور وقت امامت کے لئے مقام امام پر پھر بچھا دینا بھی کوئی حرج نہیں رکھتا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۸۷۷: از کھمریا پوٹہ کلاں ضلع پیلی بھیت مرسلہ شرف الدین صاحب زمیندار ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ظہر کی نماز دو بج کر پچیس منٹ پر تین شخص جماعت کرلیں وہ بہتر ہے یا دو بج کر پینتیس منٹ پر پچیس آدمیوں کی جماعت ہو یہ بہتر ہے ان دونوں جماعتوں میں کون سی جماعت اولٰی ہے، فقط۔

الجواب:

جماعت جتنی کثیر ہوگی ثواب عظیم ہوگا اور اس دس منٹ میں کچھ وقت تنگ نہیں ہوتا کثرت جماعت ہی کے لئے شرع مطہر نے نماز فجر کو آخر وقت میں پڑھنے پر ثواب زیادہ رکھا ہے اصل حکم یہ ہے اور اگر کسی جگہ کوئی خاص صورت باعث فتنہ ہو تو فتنہ سے بچنا لازم ہے اور وبال فتنہ کرنے والے پر، اور مسجد محلّہ میں امام معین اکثر اہل محلّہ کے ساتھ جو جماعت بروجہ سنت ادا کرے وہ جماعت اولٰی ہے اس سے پہلے دو چار بلاوجہ یا

اپنے کسی کام کے سبب جماعت کر جائیں تو وہ ان اکثرین کی جماعت کا ثواب کم نہ کرے گی۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۸۷۸ : بتوسط جناب مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدّث سورتی ۷ صفر ۱۳۲۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ مسجد میں آتے ہیں اور جماعت ابھی تک نہیں پڑھ گئی امام کے حاضر ہونے میں ابھی کچھ وقفہ ہے امام معین کی انتظاری نہیں کرتے، اپنے میں سے ایک کو امام بنایا اور نماز باجماعت ادا کی اور چل دیئے امام سے بھی امامت کا اذن نہیں لیا علٰی ہذا اگر جماعت ہوچکی اور دیکھا کہ دوچار آدمی اور بھی جمع ہیں جو جماعت میں شامل نہیں ہوئے ایک کو امام بنایا اور جماعت کرائی اسی طرح پر اور آئے اور انہوں نے بھی ایسا ہی کیا بعض کی عادت ہے کہ امام کا مصلی جو اس کے نام سے نامزد ہے اور وہ اس پر ہمیشہ کھڑا ہو کر امامت کرتا ہے جیسا کہ دستور ہے اٹھایا اور اس پر نماز ادا کی یا بیٹھ گئے امام سے پوچھا بھی نہیں، لوگوں کو اگر منع کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ نیک کام ہے اس سے روکنا نہ چاہئے سابقوا الخیرات (خیرات میں سبقت حاصل کرو۔ت) حکم ہے، ضرورت کے وقت چونکہ شمولیت جماعت مقررہ سے شریعت کی جانب سے رخصت ہے اور انفرادی حالت میں بہ نسبت جماعت کے ثواب کم ہے اس واسطے شریعت کی جانب سے ایسی امامت کی نہی نہیں معلوم ہوتی اور مضمرات کی عبارت:

ولوصلی بعض اهل المسجد باقامة وجماعة ثم دخل المؤذن والامام وبقیة الجماعةفالجماعة المستحبة لهم والکراهة للاولی۔[1] (عالمگیریة)	اگر اقامت وجماعت کے ساتھ بعض اہل محلّہ نے نماز ادا کی، پھر مؤذن، امام اور بقیہ لوگ آئے تو ان کے لئے جماعت مستحب اور پہلی مکروہ ہوگی (ت)

کو بلاضرورت اقامت جماعت للاعراض عن المقررۃ یا احداث فتنہ پر محمول رکھتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مساجد کی وضع عبادت کے لئے ہے صفیں جیسے مقتدیوں کی نماز کے لئے ہیں ایسے مصلّی امام کے لئے، امام صف پر نماز پڑھا سکتا ہے ایسا ہی اگر مصلے پر کوئی غیر امام نماز پڑھ لے تو کچھ حرج نہیں، بعض کا قول ہے مصلّی امام کی ملک نہیں، فقہ کی متداولہ کتابوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معین امام کی انتظاری لازم ہے اور بغیر اجازت امام معین کے امامت نہ کرائیں اگر انتظار میں وقت مکروہ ہوتا ہو یا کسی ضروری کام کے لئے جانا چاہتا ہو مثلاً ریل کا وقت جاتا رہے گا تو الگ الگ نماز پڑھ کر چلے جائیں ترک جماعت میں ان کے حق میں امام کا اذن نہ دینا اس قبیل سے ہوگا جو اس حدیث میں ہے۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول فی صفتہ واحوال المؤذن مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۴

حدیث لایؤمن الرجل الرجل فی سلطانه ولایقعد فی بیته علی تکرمته الاباذنه[1] رواہ مسلم معناہ ماذکرہ اصحابنا وغیرھم ان صاحب البیت والمجلس وامام المسجد احق من غیرہ وان کان ذلك الغیر افقه واقرء و اورع و افضل منه الخ[2] نووی شرح مسلم۔ قوله فی سلطانه ای موضع یملکه اویتسلط علیه بالتصرف کصاحب المجلس وامام المسجد[3]۔ مجمع بحارالانوار لیس للقاضی ان یصلی بھم اذالم یؤمر به صریحا اودلالة (کبیری[4])	ایک آدمی دوسرے آدمی کی سلطنت میں اس کی اجازت کے بغیر جماعت نہ کروائے اور نہ ہی اس کے گھر میں بغیر اجازت اعلٰی مقام پر بیٹھے، اسے مسلم نے روایت کیا، معنی یہ ہے ہمارے ائمہ نے یوں بیان کیاکہ صاحب خانہ، صاحب مجلس اور امام مسجد غیر سے امامت کے زیادہ مستحق ہوتا ہے اگرچہ وہ غیر اس سے زیادہ فقیہ، قاری، صاحب تقوٰی وفضیلت ہو الخ نووی شرح مسلم (ت) قولہ فی سلطانہ اس سے مراد اس کا مالک اور زیر تصرف ہونا ہے جیسا کہ صدر مجلس اور امام مسجد۔ مجمع بحارالانوار (ت) قاضی کے لئے نماز پڑھانا جائز نہیں جب تک اس کو صراحۃً یا اشارۃً حکم نہ ہو، کبیری (ت)

علت نہی کی یہ ہے:

وھذالئلا یؤدی الی تھوین امرسلطنته و خلع ربقة الطاعة والی التباغض و الخلاف التی شرع الاجتماع لرفعه[5]۔ مجمع بحارالانوار۔	یہ اس لئے ہے تاکہ امر سلطنت کو ہلکا جان کر لاپروائی نہ ہو اور طاعت امیر سے بغاوت اور بغض نہ ہو اور ایسا اختلاف نہ ہو جس کے رفع کے لئے اجتماع مشروع ہوا، مجمع بحارالانوار (ت)

---

[1] صحیح مسلم باب من احق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد، اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۶

[2] شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم باب من احق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد، اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۶

[3] مجمع بحارالانوار زیر لفظ سلطن مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۲/۱۳۰

[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجمعۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۳

[5] مجمع بحارالانوار زیر لفظ سلطن مطبوعہ المطبع العاد نولکشور لکھنؤ ۲/۱۳۰

ان منقولات سے پایا جاتا ہے کہ امام کہیں ہو جہاں تک ممکن ہو امام سے اجازت لے کر امامت کرائیں کہ امامت بلااذن منع ہے امام کا جماعت میں بالفعل موجود ہونا شرط نہیں اور عموم حدیث کی دلالت بھی اسی پر ہے **مرض الامیر فصلی الشرطی لم یجزالاباذنه**[1] (امیر بیمار ہوگیا کسی لشکری نے نماز پڑھائی تو اجازت کے بغیر جائز نہ ہوگی۔ت) علمگیریہ کی عبارت کا بھی یہی مقصود ہے بعض کا خیال ہے کہ حدیث مذکورہ بالا سے یہ امر ثابت ہے کہ منع امامت امام دیگر، بوقت حضور امام المحلہ ہے نہ بوقت عدم حضور کیونکہ مراد رجل اولیٰ سے امام دیگر ہے اور رجل ثانی سے امام محلّہ یا صاحب البیت ہے اور کہار جل اول رجل ثانی کی امامت نہ کرے، اگر رجل ثانی حاضر ہوگا تو اس کی امامت ممکن ہے اور نہی امور ممکنہ سے متعلق ہوا کرتی ہے، جماعت ثانیہ اگر تحت عموم حدیث کے ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے اور یہی علت ہے اگر خارج ہے تو بھی فقہا نے اسے مکروہ تحریمہ لکھا ہے اور بعض کہتے ہیں اگر ہیئت اولیٰ کے خلاف ہے تو مکروہ نہیں جیسا کہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے روایت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نفی جو امام ابی یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے مذکور ہے مراد اس سے کراہت تحریمہ کی نفی ہے نہ مطلق، بہرحال کراہت سے خالی نہیں، مصلّی پر امام کے نماز پڑھنا یا بیٹھنا بلا اس کے اذن کے اس کی ممانعت بھی مذکورہ بالا کے آخری فقرہ میں **ولایقعد فی بیته علی تکرمته الاباذنه**[2] سے پائی جاتی ہے

قوله علی تکرمته هو موضع خاص لجلوسه عن فراش اوسریر مما یعد لاکرامه ن هی بفتح تاء وکسرها ط کفراش وسجادة ونحوهما. مجمع بحار الانوار[3]۔	قولہ تکرمتہ سے مراد وہ جگہ ہے جو بیٹھنے کے لئے ہو یا وہ چارپائی جو اکرام کے لئے رکھی گئی ہوتی ہے ن اس کی تاء پر فتحہ اور کسرہ دونوں آسکتے ہیں ط مثلاً فراش اور سجادہ وغیرہ، مجمع بحارالانوار۔ (ت)

چونکہ ہر سہ سوالات کی نسبت اقوال علماء وعبارات کتب مختلف ہیں اس واسطے بہت تردّد رہتا ہے اور تسکین نہیں ہوتی ہے بظاہر عبارات کتب سے تو نہی راجح معلوم ہوتی ہے اور اقوال علمائے مخالف، اس لئے ادب سے التماس ہے کہ حقیقت امر سے مفصل اور مدلل طور پر بحوالہ کتب اور عبارات سے آگاہ فرمائیں تاکہ شق راجح عملدرآمد ہو۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

مسجد اگر جامع یا سرا یا بازار یا اسٹیشن کی، غرض مسجد عام ہے کہ ایک جماعت خاصہ سے مخصوص نہیں

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس عشر فی صلٰوۃ الجمعۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۴۵

[2] صحیح مسلم باب من احق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد، اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۶

[3] مجمع بحارالانوار زیر لفظ کرم مطبوعہ المطبع العاد نولکشور لکھنؤ ۳/۲۰۹

جب تو اس میں ان سوالات کا محل ہی نہیں اس کی سب جماعتیں جماعت اولٰی ہیں جو گروہ آئے اپنی جماعت کرے اور محراب ہی میں امامت کرے، اور افضل یہ ہے کہ ہر گروہ جدا جدا اذان واقامت کرے **كما نص عليه فی فتاوٰی قاضی خاں وغيرها** (جیسا کہ فتاوٰی قاضی خاں وغیرہ میں اس پر تصریح ہے۔ت) ہاں مسجد محلّہ جس کے لئے جماعت معین امام معین ہے اس میں ضرور امام مقرر کا حق مقدم ہے جبکہ اس کی طہارت، قرأت، عقیدے، عمل میں خلل نہ ہو **كما فی الدر المختار وردالمحتار وغيرهما من الاسفار** (جیسا کہ درمختار اور ردالمحتار اور دیگر کتب میں ہے۔ت) اور قصداً بلاوجہ شرعی تفریق جماعت ضرور موجب ذم وشناعت، خواہ یوں ہو کہ امام معین سے پہلے پڑھ جائیں یا جماعت اولی فوت کرکے اپنی جماعت الگ بنائیں۔ رہے اہل ضرورت وہ مستثنٰی ہیں اور ان کی جماعت اگرچہ پہلے ہو (مثلاً جماعت معینہ کا ابھی وقت نہ آیا اور انتظار میں ریل کا وقت نہ رہے پڑھ کر چلے گئے) امام اور اہل محلّہ کے حق میں جماعت اولٰی نہ ہوگی تو اس سے حق امامت میں مزاحمت نہ ہوگی الالایؤمن الرجل الرجل فی سلطانہ (آدمی کو دوسرے کی حکومت میں جماعت نہیں کروانی چاہئے۔ت) کا کچھ خلاف نہ ہوا کہ نہ امام معین کی امامت کی نہ اس کی امامت میں مزاحمت کی اور ہرگز شرع مطہر سے کوئی دلیل نہیں کہ ایسے لوگ بے اذن امام جماعت سے ممنوع ہیں نہ اصلاً کہیں ان پر یہ حکم ملے گا کہ مجتمع ہوتے ہوئے الگ الگ پڑھیں اور روافض سے تشبہ کریں، یوں ہی جو اتفاقاً بلاتقصیر جماعت سے رہ گئے وہ شرعاً انفراد پر مجبور نہیں، نہ شرع سے کوئی دلیل کہ جماعت میں اذن امام کے محتاج ہیں کہ یہاں بھی اس کے حق میں مزاحمت نہیں البتہ تمیز جماعت اولٰی وابانت فرق واحتراز صورت مزاحمت کے لئے محراب سے الگ ہونا چاہئے۔

وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة هو الصحيح وبه ناخذ[1] كما اثره، فی ردالمحتار۔	محراب سے ہٹ کر نماز ادا کرنے سے ہیئت مختلف ہوجاتی ہے یہی صحیح ہے اور ہم اس پر عمل پیرا ہیں جیسا کہ ردالمحتار میں منقول ہے (ت)

عبارت مضمرات کا محل وہی صورت تفریق بلاضرورت ہے یونہی حکم انتظار محل عدم ضرورت میں ہے

مَاجَعَلَ عَلَیۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ مِنۡ حَرَجٍ ؕ[2]	تم پر دین میں اس نے تنگی نہیں کی (ت)

بصورت ضرورت بوجہ مذکور جماعت میں نہ امام معینہ کی تہوین نہ کوئی وجہ تباغض نہ تحزین، عبارت علمگیری وعبارت کبیری دونوں دربارہ جمعہ ہیں اور جماعات کا اس پر قیاس باطل کہ جمعہ میں شرط ہے کہ امام خود سلطان ہو

---

[1] ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۲۹۱/۱

[2] القرآن ۷۸/۲۳

یااس کاماذون اسی کی تفریع میں دونوں کتابوں کی وہ عبارات ہیں کبیری میں فرمایا:

الشرط الثانی کون الامام فیھاسلطاناًاومن اذن له السلطان(الی ان قال)المتغلب الذی لامنشورله اذاکان سیرته فی الرعیة سیرة الامراء یجوزله اقامتھا لان بذٰلك تثبت السلطنة فیتحقق الشرط ولیس للقاضی ان یصلی بھم[1] الخ	دوسری شرط یہ ہے کہ امام سلطان ہو یا جسے سلطان نے حکم دیا ہو (آگے کہا) اقتدار پر غلبہ پانے والا وہ شخص جس کو اجازت نامہ حاصل نہیں، اگر رعیت میں وہ امیر جیسی صورت ومقبولیت حاصل کرلے تو جمعہ کا قیام جائز ہے کیونکہ اس صورت میں اقتدار قائم ہونے سے جمعہ کی شرط پائی گئی ہے (سلطان یانائب) کی موجودگی میں قاضی کو جمعہ پڑھانا جائز نہیں الخ (ت)

عالمگیریہ میں ہے:

منھا السلطان حتی لاتجوز اقامتھا بغیر امر السلطان اوامر نائبه مرض الامیر[2] الخ	ان میں سے سلطان ہے حتی کہ اقامت جماعت امر سلطان یا اس کے نائب کے حکم کے بغیر جائز نہیں امیر بیمار ہوگیا الخ (ت)

حدیث کی عبارۃ النص اگرچہ صورت امامت للامام میں ہے مگر بلاوجہ شرعی اس کی امامت فوت کرکے خود امام بن جانے کو بھی دلالۃً شامل،

لقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بشروا ولا تنفروا[3]۔	حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے لوگوں کو خوشخبری دو، نفرت نہ دلاؤ (ت)

اور جو صورتیں اوپر گزریں نہ ان میں عبارۃً منصوص نہ دلالۃً داخل، جماعت ثانیہ کی تفصیل فتاوٰی فقیر میں ہے جس کا مجمل یہ ہے کہ مسجد عام میں ہر جماعت اولٰی ہے اور مسجد محلّہ میں قصداً تفریق یااولٰی کی تفویت بلاعذر صحیح شرعی ناجائز ورنہ باعادہ اذان ہو تو مکروہ تحریمی، اور محراب نہ بدلیں توخلاف اولٰی ورنہ اصلاً کراہت نہیں ھو الصحیح وبه ناخذ (یہی صحیح ہے اور اسی پر ہمارا عمل ہے۔ت) تاتارخانیہ مصلّی اگر ملک امام ہے جب توظاہر کہ اس کے بے اذن اس میں تصرف حرام اور اگر واقف نے خاص جماعت اولٰی کے لئے وقف کیا جب بھی اور لوگ استعمال نہ کریں لان شرط الواقف کنص الشارع (کیونکہ واقف کی شرط

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجمعۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۳

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب السادس عشر فی صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۴۵

[3] صحیح بخاری باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولہم بالموعظۃ الخ مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۱/۱۶

نص شارع کی طرح ہے۔ت) ورنہ اس پر نماز میں اصلاً حرج نہیں جبکہ بلاوجہ امام سے مزاحمت یا تنفر ناحق یا اثارت فتنہ نہ ہو، احکام کہ فقہ میں مذکور ہوئے آپ پر واضح ہیں اور بعض کی استبانت کے لئے یہ عبارت بحرالرائق پیش نظر ہونا نافع:

قال رحمه الله تعالٰی من هنایعلم جهل بعض مدرسی زماننا من منعهم من یدرس فی مسجد تقرر فی تدریسه اوکراهتهم لذلك زاعمین الاختصاص بهادون غیرهم حتی سمعت من بعضهم انه یضیفها الی نفسه ویقول هذه مدرستی اولاتدرس فی مدرستی وهذا کله جهل عظیم فقد قال الله تعالٰی وان المسٰجد فلایتعین مکان مخصوص لاحد حتی لوکان للمدرس موضع من المسجد یدرس فیه فسبقه غیره الیه لیس له ازعاجه و اقامته منه[1] اھ مختصرا والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم۔	صاحب بحرالرائق رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: یہاں سے ہمارے دور کے بعض مدرسین کی جہالت بھی واضح ہوجاتی ہے کہ وہ اس شخص کو اس مسجد میں تدریس کرنے سے منع کرتے ہیں جس تدریس کے لئے ان کا تقرر ہو یا اسے مکروہ جاننے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان مدارس کو دوسروں کے علاوہ اپنے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں حتی کہ بعض لوگوں کو میں نے دیکھا وہ اپنی طرف نسبت کرتے ہوئے کہتے ہیں یہ میرا مدرسہ ہے، یا تو میرے مدرسے میں تدریس نہ کر، یہ تمام بہت بڑی جہالت ہے اللہ تعالٰی کا فرمان ہے بیشک مساجد اللہ کی ہیں پس کوئی جگہ کسی کے لئے مخصوص نہیں لہذا اگر ایک مدرس مسجد کے کسی مقام پر بیٹھ کر درس دیتا تھا پھر کوئی دوسرا اس کی جگہ پر بیٹھا تو پہلے مدرس کو جائز نہیں کہ دوسرے کو وہاں سے ہٹا کر خود وہاں بیٹھے، اھ مختصراً واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۸۷۹: از شہر محلّہ مسجد جامع مسؤلہ مولوی محمد احسان صاحب

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام صاحب بہ ہنگام ضرورت محراب مسجد میں یعنی آثار دیوار پچھیت مسجد کے اندر کھڑا ہے اور اپنے دائیں وبائیں برابر ایک ایک یا زیادہ مقتدی کھڑے کرلئے باقی اور صفیں عقب حدود مسجد میں ہوں تو ایسی صورت میں نماز ہوجائے گی یا نہیں، **بینوا توجروا۔**

---

[1] بحرالرائق فصل کرہ استقبال القبلۃ بالفرج مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۴

الجواب:

وقت ضرورت امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں اور اپنے برابر کسی مقتدی کے لینے کی حاجت نہیں بلکہ دو مقتدیوں کا امام کے برابر ہونا خود مکروہ ہے، امام کا محراب میں ہونا بضرورت تھا کہ مکروہ نہ رہا یہ کس ضرورت سے ہوا اور اگر تین یا زیادہ مقتدی امام کے برابر ہوجائیں گے تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوجائے گی، محراب میں بلاضرورت کھڑا ہونا بھی ایسا ہی مکروہ بلکہ یہ سخت وشدید مکروہ ممنوع ہے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۸۸۰: از عبدالغفور صاحب میونسپل کمشنر کیکڑی ضلع اجمیر شریف ۵/ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام مذہب حنفی امامت کررہا ہے اور اس کے مقتدی کل حنفی ہیں اور ان میں چنداشخاص غیر مقلد شریک ہوکر آمین بالجہر ورفع یدین کریں تو اس صورت میں ادائے نماز حنفی میں نقص واقع ہوتا ہے یانہیں کہ جس سے نماز مکروہ ہوتی ہے یافاسد۔

الجواب:

غیر مقلدین زمانہ بحکم فقہا وتصریحات عامہ کتب فقہ کافر تھے ہی، جس کا روشن بیان رسالہ **الکوکبۃ الشھابیۃ** ورسالہ **السیوف** ورسالہ **النھی الاکید** وغیرہا میں ہے اور تجربہ نے ثابت کردیا کہ وہ ضرور منکران ضروریات دین ہیں اور ان کے منکروں کے حامی وہمراہ، تو یقیناً قطعاً اجماعاً ان کے کفر وارتداد میں شک نہیں، اور کافر کی نماز باطل، تو وہ جس صف میں کھڑے ہوں گے اتنی جگہ خالی ہوگی اور صف قطع ہوگی اور قطع صف حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وصل صفاً وصلہ اللہ ومن قطع صفاً قطعہ اللہ[1]۔	جو صف کو ملائے اللہ اپنی رحمت سے اسے ملائے اور جو صف قطع کرے اللہ اپنی رحمت سے اسے جدا کرے۔

تو جتنے اہلسنت ان کی شرکت پر راضی ہوں گے یا باوصف قدرت منع نہ کریں گے سب گنہگار و مستحق وعید عذاب ہوں گے اور نماز میں بھی نقص آئے گا کہ قطع صف مکروہ تحریمی ہے اور اگر صرف ایک ہی صف ہو اور اس کے کنارہ پر غیر مقلد کھڑا ہو تو اس صورت میں اگرچہ فی الحال قطع صف نہیں مگر اس کا احتمال و اندیشہ ہے کہ ممکن کہ کوئی مسلمان بعد کو آئے اور اس غیر مقلد کے برابر یا دوسری صف میں کھڑا ہو تو قطع ہوجائے گا

---

[1] سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۷

اور جس طرح فعل حرام حرام ہے یونہی وہ کام کرنا جس سے فعل حرام کاسامان مہیا اور اس کا اندیشہ حاصل ہو وہ بھی ممنوع ہے ولہٰذا حدود اللہ میں فقط وقوع کو منع نہ فرمایا بلکہ ان کے قرب سے بھی ممانعت ہوئی کہ **تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا**[1] (یہ اللہ کی حدود ہیں ان کے قریب نہ جاؤ اس کے باوجود۔ت) **مع ھذا** ابن حبان کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: **لاتصلوا علیھم ولاتصلوا معھم**[2]۔ نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ بدمذہبوں کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۸۸۱: از نجیب آباد ضلع بجنور مسئولہ احمد حسین خاں صاحب ۷/ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

وبار دوم از قصبہ سرواڑ علاقہ کشن گڑھ متصل اجمیر شریف ہوشیاروں کی مسجد مسئولہ قاضی اکبر صاحب ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۳۰ھ

کیا کسی امام کے مذہب میں آمین بآواز بلند کہنا جائز ہے، اگر کوئی جماعت میں آمین زور سے کہتا ہو حنفی سنیوں کی جماعت میں شریک کرنے سے نماز میں تو کچھ نقص واقع نہیں ہوتا۔

الجواب:

آمین بالجہر امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب میں ہے اگر کوئی سنی شافعی مذہب آمین بآواز کہے وہ بلاتکلف حنفیوں کی جماعت میں شریک ہو بلکہ بشرائط مذکورہ کتب فقہ وہ امامت کرے ہم اس کے پیچھے نماز پڑھ لیں گے کہ ہم اور وہ سب حقیقی بھائی ہیں، ہمارا باپ اسلام، ہماری ماں سنت سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام۔ مگر یہاں جو آمین بالجہر والے ہیں یہ غیر مقلد وہابی ہیں یہ اللہ ورسول کی توہین کرنے والے ہیں یہ ہمارے ائمہ کرام کو گالیاں دینے والے ہم کو مشرک کہنے والے ہیں ان کی شرکت جماعت حنفی سے ضرور ضرر ہے کہ ان کے عقائد باطلہ تکذیب خدا وتوہین رسول کے باعث ان کی نماز ہی نہیں تو جماعت میں ان کا کھڑا ہونا بالکل ایسا ہے کہ ایک شخص بے نماز بیچ میں داخل ہے اس سے صف قطع ہوگی اور صف کا قطع کرنا حرام، حدیث میں فرمایا:

من وصل صفا وصله الله ومن قطع صفا قطعه الله[3]۔	جو صف کو ملائے اللہ اسے اپنی رحمت سے ملائے گا اور جو صف کو قطع کرے گا اللہ اسے اپنی رحمت سے جدا کردے گا (ت)

---

[1] القرآن ۲/ ۱۸۷

[2] کنز العمال الفصل الاول فی فضائل الصحابہ اجمالا مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۱/ ۵۴۰

[3] سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۷

حدیث میں حکم فرمایا کہ نماز میں خوب مل کر کھڑے ہو کہ بیچ میں شیطان نہ داخل ہو۔ یہاں آنکھوں دیکھا شیطان صف میں داخل ہے یہ جائز نہیں تو بشرط قدرت اسے ہرگز اپنی جماعت میں نہ شامل ہونے دیں اور جو مجبور ہے معذور ہے۔

مسئلہ ۸۸۲ : از ریاست الور راجپوتانہ محلّہ قاضی واڑہ مرسلہ مولوی محمد رکن الدین صاحب نقشبندی ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۲۴ ہجری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قاطع بدعت وضلالت جامع معقول ومنقول جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب ادام فیوضہم وبرکاتہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فقیر حقیر مسکین محمد رکن الدین حنفی نقشبندی مجددی نادیدہ مشتاق زیارت[عہ] دو مسئلہ خدمت شریف میں پیش کرکے امیدوار ہے کہ جناب اپنی تحقیق سے اس عاجز کو ممنون فرمائیں اللہ تعالٰی اس کا اجر عظیم عطا فرمائے گا، ایک مسئلہ تو جماعت ثانی کا ہے اس میں گزارش یہ ہے کہ ردالمحتار میں جو اقوال کراہت وعدم کراہت کے نقل کئے ہیں ان میں سے کراہت کا قول اس محلّہ کی مسجد کی نسبت کہ جس میں امام اور مؤذن اور نمازی معین ہوں ظاہر الروایۃ بیان کیا ہے اور اس کو مدلل بھی کردیا ہے اور عدم کراہت کے قول کی صحت بھی منقول ہے کہ جو منسوب امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے ہے وہ بھی اس میں موجود ہے اب یہ فرمایئے کہ ظاہر الروایۃ کے مقابلہ میں جبکہ وہ مدلل بھی ہو دوسرے قول بلادلیل کی ترجیح کس طرح ہوسکتی ہے۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، نحمدہ، ونصلّی علی رسولہ الکریم

بملاحظہ مولانا المبجل المکرم المکین جعلہ اللہ تعالٰی ممن شید بہم رکن الدین۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہمارے امام ہمام سراج الامہ امام الائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب مہذب وظاہر الروایۃ یہ ہے کہ مسجد محلّہ جس کے لئے اہل معین ہوں جب اس میں اہل محلّہ باعلان اذان وامام موافق المذہب صالح امامت کے ساتھ جماعت صحیحہ مسنونہ بلاکراہت ادا کرچکے ہوں تو غیر اہل محلّہ یا باقی ماندگان اہل محلّہ کو اذان جدید کے ساتھ اس میں اعادہ جماعت مکروہ وممنوع وبدعت ہے۔ مجمع البحرین وبحرالرائق میں ہے:

لاتکررھا فی مسجد محلۃ باذان	محلّہ کی مسجد میں دوسری اذان کے ساتھ تکرار جماعت

[عہ] اول یہ ہے دوسرا نوافل میں مسطور ہے ۱۲ (م)

ثانٍ[1]	جائز نہیں۔ (ت)

شرح المجمع للمصنف و فتاوٰی علمگیریہ میں ہے:

المسجد اذاکان له امام معلوم وجماعة معلومة فی محلة فصلی اهله فیه بالجماعة لایباح تکرارها فیه باذان ثان[2]۔	جب مسجد کاامام اور جماعت محلّہ میں متعین ہو اور اہل محلّہ نے جماعت کے ساتھ نماز ادا کرلی تو دوسری اذان کے ساتھ اس میں تکرار جماعت مباح نہ ہوگی (ت)

اسی طرح فتاوٰی بزازیہ و شرح کبیر منیہ و غرر و درر و خزائن الاسرار و درمختار و ذخیرۃ العقبٰی وغیرہا میں ہے اور اس کا حاصل حقیقۃ کراہت اعادئہ اذان ہے

فان الحکم المنصب علی مقید انما ینسحب علی القید کما قد عرف فی محله و لهذا۔	وہ حکم جو کسی مقید پر ہو وہ قید پر وارد ہوتا ہے جیسا کہ یہ ضابطہ اپنے مقام و محل پر معروف ہے (ت)

امام محقق ابن امیر الحاج حلبی ارشد تلامذہ ابن الہمام نے حلیہ میں اسی مذہب مہذب کو اس عبارت سے ادا فرمایا:

المسجد اذاکان له اهل معلوم فصلوا فیه اوبعضهم باذان واقامة کرہ لغیر اهله والباقین من اهله اعادة الاذان والاقامة[3]۔	جب مسجد کے اہل معلوم ہوں اور ان تمام یا بعض نے اذان واقامت کے ساتھ نماز ادا کرلی تو اب غیر اہل اور بقیہ لوگوں کے لئے اذان واقامت کا اعادہ جائز نہیں (ت)

وللہذا کتب مذہب طافحہ ہیں کہ بے اعادہ اذان مسجد محلّہ میں جماعت ثانیہ بالاتفاق مباح ہے اس کے جواز واباحت پر ہمارے جمیع ائمہ کا اجماع ہے عباب وملتقط و منبع و شرح در البحار و شرح مجمع البحرین للمصنف و شرح المجمع ابن ملک ورسالہ علامہ رحمت اللہ تلمیذ امام ابن الہمام و ذخیرۃ العقبٰی و خزائن الاسرار شرح تنویر الابصار و حاشیۃ البحر للعلامۃ خیر الدین رملی و فتاوٰی ہندیہ وغیرہا کتب معتمدہ میں اس پر اتفاق واجماع نقل فرمایا، خزائن میں ہے:

لوکرر اهله بدونهما اوکان مسجد	اگر اذان واقامت کے بغیر اہل محلّہ تکرار جماعت

---

[1] بحرلرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۴۶-۳۴۵/۱

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول فی الجماعۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۸۳/۱

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

طریق جاز اجماعا[1]۔	کریں یا وہ مسجد راستہ کی ہو تو یہ تکرار جماعت بالاجماع جائز ہے (ت)

علمگیریہ وشرح المجمع للمصنف میں ہے:

اما اذا صلوا بغیر اذان یباح اجماعا[2]۔	ہاں اگر انہوں نے نماز بغیر اذان کے ادا کی تو یہ بالاجماع جائز ہے (ت)

ردالمحتار میں منبع سے ہے:

التقیید بالمسجد المختص بالمحلۃ احترازعن الشارع وبالاذان الثانی احترازعما اذا صلی فی مسجد المحلۃ جماعۃ بغیر اذان حیث یباح اجماعا[3]۔	مسجد کو محلّہ کے ساتھ مختص کرنے سے مسجد شارع اس سے خارج ہو گئی اور اذان ثانی کی قید سے وہ صورت خارج ہو جاتی ہے، جب اہل محلّہ نے اذان ثانی کے بغیر جماعت کروائی ہو کیونکہ اس صورت میں تکرارجماعت بالاجماع مباح ہے (ت)

حاشیۃعلامہ طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے:

اما اذا کررت بغیر اذان فلاکراھۃ مطلقا وعلیہ المسلمون[4]۔	جب بغیر اذان کے تکرار جماعت ہو تو اب بہرحال کراہت نہیں اور تمام مسلمان اسی پر ہیں (ت)

یہ عبارت تونہ صرف ہمارے ائمہ کااتفاق بلکہ جملہ مسلمانوں کااسی پر عمل بتاتی ہے اور خود لفظ اجماع ائمہ کتب میں واقع اسی طرف ناظر تو کیونکر ممکن کہ ظاہرالروایۃ اس کے خلاف ہو، ظہیریہ میں کہ تنہاپڑھنا لکھ کر اسے ظاہرالروایۃ بتایا۔ اقول: واجب کہ اس سے مراد نفی وجوب جماعت ہو نہ وجوب نفی جماعت کہ اجماع کے خلاف پڑے اور یہ ضرور حق ہے اس کا حاصل اس قدرکہ جس طرح جماعت اولٰی چھوڑ کر تنہاپڑھنا ناجائز وگناہ تھا یہاں ایسانہیں یہ الگ الگ پڑھ لیں وہ نہیں پڑھ سکتے تھے عقل و نقل کے قاعدہ متفق علیہا سے واجب ہے کہ محتمل کو محکم کی طرف رد کریں نہ کہ محکم کو محتمل سے رد کریں تو عبارت ظہیریہ سے رد نقول متظافرہ اجماع

---

[1] ردالمحتار بحوالہ خزائن الاسرار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۴۰۸

[2] فتاوٰی ہندیہ، الفصل الاول فی الجماعۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۳

[3] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۴۰۸

[4] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب الامامۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۴۰

ناممکن ہے بلکہ اگروہ دوسرے معنی صحیح نہ رکھتی نہ اصلا محتمل بلکہ خلاف اجماع میں نص مفسر ہوتی توحسب قاعدہ قاطعیہ نقول عامہ کے خلاف خود ہی بوجہ غرابت نامقبول ٹھہرتی نہ کہ بالعکس، ردالمحتار باب سجود التلاوۃ میں ہے:

ھذا عزاہ فی البحر الی المضمرات و قال ان الثانی غریب ھ وجہ غرابتہ انہ انفرد بذکرہ صاحب الظھیریۃ ولذا عزاہ من بعدہ الیھا فقط[1]۔	اس کی نسبت بحر میں المضمرات کی طرف کی ہے اور کہا دوسرا نادر ہے اھ نادر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صرف صاحب ظہیریہ ہی نے ذکر کیا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد والوں نے اس کی نسبت صرف ان کی طرف ہی کی ہے اھ (ت)

اسی کے باب المیاہ مسئلہ اعتبار عمق میں ہے:

قولہ فی الاصح ذکرہ فی المجتبی والتمر تاشی والایضاح والمبتغی وعزاہ فی القنیۃ الی شرح صدر القضاۃ وجمع التفاریق وھو متوغل فی الاعراب مخالف لما اطلقہ جمھورالاصحاب کما فی شرح الوھبانیۃ[2]۔	قولہ فی الاصح اسے مجتبی، تمرتاشی، ایضاح اور مبتغی نے ذکر کیا، قنیہ میں اس کی نسبت شرح صدرالقضاۃ اور جمع التفاریق کی طرف کی ہے، شرح الوہبانیہ کے مطابق جمہور کے اطلاق کی مخالفت کی وجہ سے یہ اغراب میں ڈوبا ہوا ہے (ت)

پھر جبکہ بحال اعادہ اذان اصل مذہب وظاہر الروایۃ کراہت تحریم تھی،

لما فی ردالمحتار قولہ ویکرہ ای تحریما لقول الکافی لایجوز والمجمع لایباح[3]۔	ردالمحتار میں وقولہ ویکرہ یعنی تحریمی مراد ہے کیونکہ صاحب کافی نے کہا یہ جائز نہیں، اور مجمع میں ہے یہ مباح نہیں (ت)

اور بے اذان ثانی جواز وعدم کراہت پر اجماع تو اب اس میں اختلاف ہوا کہ آیا یہ جواز واباحت محض خالص ہے یا کہیں کراہت تنزیہ سے بھی جامع، امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت آئی کہ

---

[1] ردالمحتار باب سجود التلاوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۶۷

[2] ردالمحتار باب سجود التلاوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۶۷

[3] ردالمحتار باب سجود التلاوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۶۷

محراب ہی میں ہو تو کراہت ہے:

فان المکروہ تنزیھا من قسم المباح کما فی رد المحتار وحققناہ فی جمل مجلیۃ۔	کیونکہ مکروہ تنزیہی قسم مباح ہی ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے اور ہم نے اس کی تحقیق "جمل مجلیہ" میں کی ہے (ت)

اس باب میں امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت آئی کہ محراب ہی میں ہو تو کراہت ہے اور اس سے ہٹ کر اصلًا کراہت نہیں، ائمہ ترجیح نے اسی کی تصحیح کی ولوالجیہ ووجیز کردری وتاتارخانیہ وغنیہ وغیرہا میں اسی کو **ھو الصحیح وبہ ناخذ** (صحیح یہی ہے اور اسی کو ہم نے اختیار کیا ہے۔ت) فرمایا، بحمداللہ تعالٰی اس تقریر منیر وتوفیق وتحقیق سے واضح ہوا کہ نہ یہ تصحیحیں ظاہر الروایہ کے خلاف ہیں نہ ظاہر الروایہ کی حکایت اجماع کے خلاف، اور مسئلے میں قول منقح یہ نکلا کہ مسجد محلّہ میں بشرائط مذکورہ (جن کے محترزات کی تفصیل جمیل فتاوٰی فقیر میں مذکور ہے) باعادہ اذان جماعت ثانیہ ناجائز ومکروہ تحریمی ہے یہی ظاہر الروایہ ومذہب امام ہے اور بے اذان ثانی بلاشبہہ جائز اس پر خود اتفاق واجماع ائمہ ہے مگر محراب میں بکراہت اور اس سے ہٹ کر خالص مباح بلاکراہت، یہی صحیح وماخوذ ومعتمد ہے اب شبہہ اصل سے منقطع ہوگیا اور بالفرض اگر براہ تنزّل مان بھی لیں کہ ائمہ نے خلاف ظاہر الروایہ کی تصحیحیں فرمائیں تو ہم پر لازم کہ انہیں کا اتباع کریں، ظاہر الروایہ کی ترجیح اس وقت ہے کہ اس کے خلاف پر تصحیح صریح نہ ہوچکی ہو ورنہ ترجیح ضمنی تصریح تصحیح کے معارض نہ ہوسکے گی اور اسی تصحیح تصریح کا اتباع ہوگا۔

درمختار میں ہے:

امانحن فعلینا اتباع مارجحوہ وما صححوہ کما لوافتوافی حیاتھم [1]۔	ہمارے لئے اس قول کی اتباع وپیروی لازم ہے جسے فقہانے ترجیح دی اور تصحیح کی جیسے اس صورت میں ہم پر ان کی پیروی لازم تھی کہ اگر وہ ہمارے زمانے میں زندہ ہوتے اور فتوٰی دیتے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ترجیح ضمنی لکل ماکان ظاھر الروایۃ فلایعدل عنہ بلاترجیح صریح لمقابلہ [2]۔	ہر ظاہر روایت کو ترجیح ضمنی حاصل ہوتی ہے پھر جب تک اس کے مقابل صریح ترجیح نہ ہو اس سے عدول نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)

---

[1] درمختار خطبۃ الکتاب مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۵

[2] ردالمحتار خطبۃ الکتاب مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۸

درمختار میں ہے:

اذا ذیلت روایة بالصحیح اولماخوذ به لم یفت بمخالفه[1] مختصرا۔	جب روایت کے بعد صحیح یاماخوذبہ لکھاہوا ہو تو اس کے مخالف فتوٰی نہیں دیا جاسکتا اھ مختصرا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اذا کان التصحیح بصیغة تقتضی قصر الصحة علی تلك الروایة فقط کالصحیح والماخوذ به ونحوهما مما یفید ضعف الروایة المخالفة لم یجز الافتاء بمخالفها لما سیأتی ان الفتیا بالمرجوح جهل[2]۔	جب تصحیح ایسے صیغے کے ساتھ ہو جو صرف اسی روایت کی صحت کاتقاضا کررہاہو مثلاً لفظ صحیح یاماخوذبہ وغیرہما جو مخالف روایت کے ضعف پر دال ہو تو اب اس کے مخالف پر فتوٰی دینا جائز نہ ہوگا، جیسا کہ عنقریب آرہاہے کہ مرجوح پر فتوٰی جہالت ہوتی ہے (ت)

اسی میں ہے:

لوذکرت مسئلة فی المتون ولم یصرحوا بتصحیحها بل صرحوا بتصحیح مقابلها فقد افادالعلامة قاسم ترجیح الثانی لانه تصحیح صریح ومافی المتون تصحیح التزامی والتصحیح الصریح مقدم علی التصحیح الالتزامی ای التزام المتون ذکر ماهو الصحیح فی المذهب[3]۔	اگر کسی مسئلہ کاذکر متون میں ہوا اور اس کی تصحیح کی تصریح فقہا نے نہ کی ہو بلکہ اس کے مقابل کی تصحیح کی ہو تو ایسی صورت میں علامہ قاسم کے نزدیک دوسرے کو ترجیح ہوگی کیونکہ تصحیح پر تصریح ہے اور متون میں تصحیح الزامی ہو اور تصحیح صریح تصحیح الزامی پر مقدم ہوتی ہے یہاں تصحیح التزامی سے مراد یہ ہے کہ متون نے یہ الزام کیاہوتاہے کہ ہم وہی ذکر کریں گے جو مذہب میں صحیح قول ہوگا۔ (ت)

اب رہیں بعض تعلیلات، اول تو بعد تصحیح ائمہ ترجیح ہمیں نظر فی الدلیل کی حاجت نہیں، نہ وہ ہمارا منصب، پھر بعونہٖ تعالٰی اس کاحال ملاحظہ تعلیقات سے واضح ہوگا جو فقیر نے کتاب مستطاب ردالمحتار پر لکھیں اسعافاللمرام اس

---

[1] درمختار خطبۃ الکتاب مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵

[2] ردالمحتار خطبۃ الکتاب مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۴، ۵۵

[3] ردالمحتار خطبۃ الکتاب مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۵۳

مقام سے اس کی نقل مسطور،

قوله ولنا انه علیه الصلاة والسلام کان خرج لیصلح بین قوم فعاد الی المسجد وقدصلی اهل المسجد فرجع الی منزله فجمع اهله وصلی ولوجاز ذلك لما اختار الصلاة فی بیته علی الجماعة فی المسجد[1]۔	قولہ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بعض لوگوں کے درمیان صلح کے لئے تشریف لے گئے جب آپ مسجد میں واپس آئے تو اہل مسجد نے نماز ادا کرلی تھی تو آپ گھر تشریف لائے آپ نے اپنے اہل کو جمع کیا اور نماز ادا کی اگر تکرار جماعت جائز ہوتا تو آپ مسجد میں جماعت پر گھر کی جماعت کو اختیار نہ فرماتے (ت)
اقول: اولًا لایتعین هذا سببا لذلك فان فی اعادته صلی الله تعالٰی علیه وسلم الجماعة فی المسجد کان ایهام انه لم یرض بجماعة القوم فلعله اراد دفع ذلك الوهم وتاکید تقریرهم علی مافعلوا۔ **وثانیًا:** لعل الباقی من اهله صلی الله تعالٰی علیه وسلم للجماعة النساء الطاهرات وحدهن فاحب الجماعة ولم یحب ان یخرجهن وحدهن للجماعة للمسجد وعسی ان یراه الناس ممن قدصلوا فیحبوا اعادة الصلوة خلفه صلی الله تعالٰی علیه وسلم اویجییٔ بعض من لم یصل بعد فیقفوا خلفهن فتفسد صلاتهم۔	**اقول:** (میں کہتاہوں) **(۱)** تکرار جماعت کے ناجائز ہونے کے لئے اس کو سبب قرار دینا متعین نہیں بلکہ اس کی وجہ اور بھی ہوسکتی ہے کہ آپ مسجد میں جماعت کااعادہ فرماتے تو یہ وہم ہوتا کہ آپ نے لوگوں کی جماعت کو پسند نہیں کیا، تو ممکن ہے آپ نے اس وہم کے ازالے اور لوگوں کی جماعت کو صحیح قرار دینے کے لئے ایسا کیا ہو۔ **(۲)** یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کی صرف ازواج مطہرات ہی جماعت سے باقی رہ گئی ہوں آپ نے گھر میں ہی جماعت کو پسند فرمایا اور مسجد میں صرف ان کی جماعت کے لئے ان کو نکالنا پسند نہ فرمایا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ نماز ادا کرلینے والے آپ کو دیکھ کر آپ کے پیچھے نماز کااعادہ پسند کریں یا بعض لوگ پہلی جماعت میں شرکت نہ کرسکے تھے اب آئے تو ان خواتین کے پیچھے کھڑے ہوگئے تو اس صورت میں ان کی نماز فاسد ہوجائے گی۔

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۹

وثالث من فاتته الجماعة وحده فهو مخیر فی الانفراد واتباع الجماعات وان یاتی اهله فیجمع بهم کما نص علیه فی الخانیة والبزازیة وغیرهما وقدنصوا کما فی ردالمحتار وغیره ان الاصح انه لوجمع باهله لایکره وینال فضیلة الجماعة لکن جماعة المسجد افضل[1] اھ وقد کان صلی الله تعالٰی علیه وسلم ربما یترك الافضل لبیان الجواز وکان حینئذ هوالافضل فی حقه صلی الله تعالٰی علیه وسلم لما فیه من التبلیغ المبعوث له من عند ربه عزوجل فکیف یسلم قوله ولوجاز ذلك لما اختار۔

وفیه رابعًا: مایفیده العلامة المحشی ان قد انعقد الاجماع بلانزاع علی جواز اعادة الجماعة فی المسجد العام بل صرحوا قاطبة انه الافضل ومعلوم قطعا ان مسجده صلی الله تعالٰی علیه وسلم لیس مسجد محلة فلوتم هذا الاستدلال لصادم الاجماع واتی بتحریم مالیس فی حله بل ولافضله محل نزاع۔

(۳) جب تنہا آدمی جماعت سے رہ جائے تو اب اسے اختیار ہے کہ وہ تنہا نماز ادا کرے یا جماعت کے ساتھ کہ وہ گھر چلا جائے اور اپنے اہل کو اکٹھا کرکے نماز پڑھے، اس پر خانیہ، بزازیہ وغیرہا میں تصریح ہے، ردالمحتار وغیرہ میں یہ تصریح ہے اگر اس نے اپنے اہل کو جمع کرکے نماز ادا کی تو کراہت نہیں بلکہ جماعت کا ثواب پائے گا، البتہ مسجد کی جماعت افضل ہے اھ، اور بعض اوقات سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیان جواز کے لئے افضل کو ترک فرمادیتے تھے اور اس صورت میں آپ کے حق میں وہ بیان جواز ہی افضل ہوگا کیونکہ اس میں احکام خداوندی کی تبلیغ (جس کے لئے اپنے رب کی طرف سے بھیجے گئے ہیں) ہے ان کا یہ قول "ولوجاز ذلك لما اختار" کیسے درست ہوگا۔

(۴) جو علامہ محشّی نے کہا ہے کہ اس بات پر اجماع کے انعقاد میں کوئی نزاع نہیں کہ مسجد عام میں اعادہ جماعت جائز ہے بلکہ واضح تصریح کی ہے کہ یہ افضل عمل ہے اور یہ بھی قطعًا معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مسجد مبارکہ مسجد محلّہ نہیں، اگر معترض کا یہ استدلال درست ہو تو یہ اجماع سے ٹکرائے گا اور ایسی چیز کو حرام قرار دینا ہوگا جس کے حلال بلکہ اس کے افضل ہونے میں کوئی محل نزاع نہیں۔

---

[1] ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۹۲

اقول: ومثله فی الضعیف بل اضعف ماقدم فی الاذان من الاستدلال بماروی عن انس رضی اللہ تعالٰی عه ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کانوا اذا فاتتهم الجماعة فی المسجد صلوا فی المسجد فرادی[1]، فانه لیس فیه ان الجماعة کانت تفوت جماعة منهم معاف کانوایصلون فی المسجد فرادی مجتمعین وحاش للہ متی عهد هذا من الصحابة رضی اللہ تعالٰی منهم وانما کانت تفوت نادرا واحدا بعد واحد منهم ولادلالة بصیغ الجمع علی القرآن فی الفعل، فان معناہ انهم کانواکل من فاتته الجماعة صلی فی المسجد منفرداًولم یکونوا یتتبعون المساجدنفیاللحرج فکان کقول انس ایضاً صلیت خلف النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم و ابی بکر وعمر وعثمان فکانوا یستفتحون القرأة بالحمدللہ رب العٰلمین رواہ احمد ومسلم[2]	**اقول:** (میں کہتا ہوں) اس کی طرح ضعیف بلکہ اضعف ہے وہ استدلال جو اذان کی بحث میں اس حدیث کے حوالے سے گزرا جو حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ جب اصحاب رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مسجد میں جماعت فوت ہوجاتی تو وہ مسجد میں تنہا نماز ادا کرتے تھے کیونکہ اس میں یہ ہرگز نہیں کہ اگر صحابہ کے ایک گروہ کی معاجماعت فوت ہوجاتی تو وہ سب مسجد میں اکیلے اکیلے نماز پڑھتے تھے حاشاللہ ایسی بات صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت نہیں البتہ نادرا کسی ایک صحابی کی کسی ایک وقت کی جماعت رہ جاتی تھی گروہ کی نہیں، اور جمع کے صیغہ کی قران فی الفعل پر کوئی دلالت نہیں کہ ایک سے زیادہ افراد مسجد میں اکیلے اکیلے نماز پڑھتے تھے کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگران میں سے کسی کی جماعت فوت ہوجاتی تو وہ مسجد میں تنہا نماز ادا کرلیتا اور نفی حرج کی وجہ سے دیگر مساجد کی طرف نہ جاتے تھے یہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اس قول کی طرح بھی ہے جس میں ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہم کی اقتدا میں نماز ادا کی ہے تو وہ الحمدللہ رب العالمین سے قرات کی ابتداء کرتے تھے، اسے احمد اور مسلم نے روایت کیا ہے

---

[1] ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۲۹۱

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳/۲۲۳

هل لقائل ان یقول ان فی نفس الحدیث دلیلا علی هذا المعنی وذلك انا لانسلم ان المراد بالجماعة الجماعة الاولی عینا بل نجریها هی علی ارسالها والجماعة لاتفوت الجماعة الاان یمنعوا عن تکرارها، فیتوقف الاستدلال به علی اثبات ممانعة التکرار فیعود مصادرة علی المطلوب وقد ذکر البخاری فی صحیحه عن انس نفسه رضی الله تعالٰی عنه انه جاء الی مسجد قد صلی فاذن واقام وصلی جماعة[1] ھ فلم تفته الجماعة اذلم یکن وحده و صح ان رجلا دخل المسجد وقد صلی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم باصحابه فقال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم من یتصدق علی هذا فیصلی معه فقام رجل من القوم فصلی معه[2] رواه احمد وابو داؤد والترمذی وابوبکر بن ابی شیبة والدارمی وابویعلی وابن خزیمة وابن حبان وسعید بن منصور والحاکم کلهم عن	کیا کوئی قائل یہ کہہ سکتا ہے کہ اس حدیث کے مضمون میں اس مفہوم پر دلیل ہے؟ اور یہ اس لئے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ یہاں جماعت سے مراد جماعت اولٰی عینی ہے بلکہ ہم اسے مطلق جماعت پر محمول کرتے ہیں اور ایک گروہ سے جماعت تب فوت ہوگی جب انہیں تکرار جماعت سے منع کیا ہو، لہٰذا اس سے استدلال ممانعت تکرار کے اثبات پر موقوف ہوگا، تو یہاں مصادرت علی المطلوب عود کرے گی، اور بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ہی سے روایت کی ہے کہ وہ مسجد میں آئے حالانکہ جماعت ہوچکی تھی تو انہوں نے اذان دی تکبیر کہی اور جماعت کرائی اھ تو تنہا نہ ہونے کی صورت میں ان کی جماعت فوت نہ ہوئی اور یہ بھی ثابت ہے کہ ایک شخص مسجد میں آیا حالانکہ حضور علیہ السلام نے صحابہ کو جماعت کرادی تھی، توآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر کون صدقہ کرتے ہوئے اس کے ساتھ نماز ادا کرے گا؟ تو ایک شخص کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ نماز ادا کی، اس کو مسند، ابوداؤد، ترمذی، ابوبکر بن ابی شیبہ، دارمی، ابویعلی، ابن خزیمہ، ابن حبان، سعید بن منصور اور حاکم ان سب نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے،

---

[1] صحیح البخاری باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۹/۱

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از مسند ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۴۵/۳

ابی سعید الخدری والطبرانی فی الکبیر عن ابی امامة وعن عصمة بن مالك و ابن ابی شیبة عن الحسن البصری مرسلا عبدالرزاق فی مصنّفه وسعید بن منصور فی سننه عن ابی عثمن النهدی مرسلا ایضا وفی الباب عن ابی موسی الاشعری والحکم بن عمیر کما فی الترمذی رضی الله تعالٰی عنهم اجمعین وفی بعضها ان ذلك المتصدق علی الرجل ابوبکر ن الصدیق رضی الله تعالٰی عنهما قوله ولان فی الاطلاق هکذا تقلیل الجماعة معنی فانهم لایجتمعون اذا علموا انها لاتفوتهم[1]۔

اقول: لسنانبیح تعمد ترك الجماعة الاولی اتکالا علی الاخری فمن سمع منادی الله ینادی ولم یجب بلاعذر اثم وعزرفاین الاطلاق وانما نقول فیمن غابوا فحضروا اوکانوا مشتغلین بنحو الاکل تاقت الیه انفسهم او التخلی وغیرذلك من الاعذار فتخلفهم عن الاولی قدکان باذن الشرع فعلی مایعاقبون بحرمان الجماعة وفیم تودی الی التقلیل وقداثبتنافی رسالتنا

اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت ابوامامہ اور حضرت عصمہ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہما سے، اور ابن ابی شیبہ نے حضرت امام حسن بصری سے مرسلًا روایت کیا ہے، عبد الرزاق نے مصنف اور سعید بن منصور نے سنن میں ابو عثمان النہدی سے بھی مرسلًا روایت کیا ہے۔ اس باب میں حضرت ابو موسٰی اشعری اور حکم بن عمیر سے بھی روایت ہے جیسا کہ ترمذی میں ہے رضی اللہ عنہم اور بعض روایات میں ہے کہ وہ صدقہ کرنے والے حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ تھے قولہ کیونکہ ایسے اطلاق سے تقلیل جماعت کا معنی پایا جاتا ہے اس لئے کہ وہ جب جان لیں کہ جماعت فوت نہ ہوگی تو جمع نہ ہوں گے۔

اقول: (میں کہتا ہوں) ہم جماعت اولٰی کے عمدًا ترک کو دوسری جماعت پر بھروسا کی بناء پر مباح نہیں رکھتے اور جس شخص نے بھی اللہ تعالٰی کی طرف سے بلاوا سُنا اور اس نے اسے قبول نہ کیا وہ گنہگار ہوگا اور وہ قابل تعزیر ہے تو یہاں اطلاق کہاں ہے، ہم تو ان لوگوں کی بات کر رہے ہیں جو موجود نہ تھے اب آئے یا وہ کسی معاملہ میں مشغول تھے مثلًا سخت بھوک کی وجہ سے کھانا کھا رہے تھے یا رفع حاجت کے لئے گئے تھے یا اس جیسے دوسرے اعذار ہوں تو اب ایسے لوگوں کا پہلی جماعت سے رہ جانا باجازت شرع ہوگا، اب ان پر جماعت سے

---

[1] ردالمحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۴۰۹

"حسن البراعة فی تنقید حکم الجماعة"ان الواجب هی الجماعة الاولی عینا. فاذا علموا انهم لولم یحضروا فاتهم الواجب فکیف لایجتمعون. اما الکسالی وقلیل المبالاة فلا یجتمعون وان علموا انهم تفوتهم الاولی والاخری جمیعا الاتری ان عــه بعض العصریین ممن یدعی العلم والدین قدشدد فی ذلك تشدیدا ابلیغا وزعم ان تکرار الجماعة معصیة مطلقا فتبعه بعض عوام تلك البلاد فی ترك تکرار الجماعة ولم یتبعوه فی اتیان الاولی فتری فوجامن الاحابیش یاتون بعد الجماعة فیصلون معا فرادی فیزیدون مشابهة بالروافض والله المستعان۔	محروم ہونے کی وجہ سے کیونکر ملامت کی جاسکتی ہے اور انہیں تقلیل جماعت کا سبب کیوں قرار دیا جائے؟ ہم نے رسالے "حسن البراعۃ فی تنقید حکم الجماعۃ" میں ثابت کیا ہے کہ واجب عینی جماعت اولٰی ہی ہے پس جب انہوں نے جانا اگروہ حاضر نہ ہوئے تو واجب فوت ہوجائے گا تو وہ جمع کیسے نہ ہوں؟ رہا معاملہ سستی اور لاپروائی کرنے والوں کا، وہ جمع نہیں ہوں گے خواہ انہیں علم ہو کہ ہماری پہلی اور دوسری جماعت فوت ہوجائے گی کیا آپ کے علم میں نہیں کہ بعض معاصرین جو علم ودین کا دعوی کرتے ہیں انہوں نے اس میں بہت زیادہ تشدید کی اور کہا کہ تکرار جماعت ہر حال میں معصیت وگناہ ہے اور ان کے علاقے میں کچھ عام لوگوں نے تکرار جماعت کے ترک میں اس کا اتباع کیا حالانکہ وہ پہلی جماعت کے درپے نہیں ہوئے آپ متعدد گروہوں کوملاحظہ کریں گے کہ وہ جماعت کے بعد آتے ہیں وہ ایک ہی مقام پر تنہا تنہا نماز ادا کرتے ہیں تو اس عمل سے روافض کے ساتھ مشابہت میں اضافہ کرتے ہیں اور اللہ ہی مدد کرنے والا ہے
قوله ویؤیده مافی الظهیریة لودخل جماعة المسجد بعدماصلی فیه اهله یصلون وحدانا و هوظاهر الروایة هوهذا مخالف لحکایة الاجماع المارة[1]	**قولہ** اور اس کی تائید ظہیریہ کی یہ عبارت کرتی ہے اگر کوئی جماعت مسجد میں داخل ہوئی حالانکہ اہل محلّہ نے جماعت کرالی تھی تو وہ تنہا نماز ادا کرلیں، اور یہ ظاہر روایت ہے اھ اور یہ بات سابقہ منقول اجماع کے خلاف ہے

عــه وھو رشید احمد گنگوھی ۱۲ (م)

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۹

اقول: لاتائید ولاخلاف فان یصلون لیس نصافی الایجاب ومن تتبع ابواب صفة الصلاة والحج من ای کتاب شاء وجد قناطیر مقنطرة من صیغ الاخبار واردة فیما لیس بواجب بل ولاسنة انما اقصاہ الندب، وقد قال فی البحر الرائق والطحطاوی فی حاشیة الدر ان ذلك ای دلالة الاخبار علی الوجوب فیما اذا صدرمن الشارع اما من الفقهاء فلایدل ہو ولا الامر منهم علی الوجوب کما وقع لمحمد حیث، قال فی صفة الصلاة افترش رجله الیسری ووضع یدہ وامثال ذلك کثیرة ھ ولست انکرانه کثیرا مایجیئ للوجوب کمابیناہ فی کتابنا"فصل القضاء فی رسم الافتاء"وانما ارید ان المحتمل لایقضی علی المفسر فکیف یرد به الاجماع المتظافر علی نقله المعتمدات بل کیف یصح ان یحمل علی مایصیر به مخالف للاجماع ولوکان کذا لکان ہو احق بالرد من الاجماع اذ الحاکی الواحد عن	**اقول:** (میں کہتا ہوں یہاں نہ تائید ہے نہ ہی مخالفت، کیونکہ لفظ "یصلون" سے صراحۃً ایجاب ثابت نہیں ہوتا اور جس نے بھی کسی کتاب کے ابواب صفۃ صلوٰۃ وحج کا مطالعہ کیا ہے وہ بہت س)ے الفاظ خبر کا ذخیرہ پائے گا جو ایسی جگہ وارد ہیں جو واجب بلکہ سنت بھی نہیں، ہاں زیادہ سے زیادہ مستحب کے درجے میں ہوتے ہیں، بحر الرائق میں ہے اور طحطاوی نے حاشیہ در میں کہا ہے جملہ خبریہ کی دلالت وجوب پر اس وقت ہوتی ہے جب وہ شارع علیہ السلام سے صادر ہو، اور اگر وہ فقہاء کرام سے منقول ہو تو اس جملہ خبریہ بلکہ فقہاء کے امر کی بھی وجوب پر دلالۃ نہیں ہوتی جیسا کہ امام محمد سے واقع ہے انہوں نے صفۃ صلوٰۃ میں فرمایا نمازی بایاں پاؤں بچھائے اور ہاتھ رکھ دے اور اس پر متعدد مثالیں شاہد ہیں اھ اور میں اس بات کا منکر نہیں کہ بہت سے مقامات پر مفید وجوب بھی ہیں جس طرح ہم نے اس کی تفصیل گفتگو "فصل القضاء فی رسم الافتاء" میں کی ہے، مراد یہاں یہ ہے کہ محتمل کو مفسر پر ترجیح حاصل نہیں، اور معتمدات کی منقولات کے باوجود اس کے ساتھ اجماع متظافر کو کیسے رد کیا جائے بلکہ ان عبارات کو اس پر کیسے محمول کیا جائے جو اجماع کے خلاف ہوں، اگر معاملہ یہی ہے تو ایسی ظاہر الروایۃ

ظاہر الروایة اقرب الی السھو من الجماعة بل لقائل ان یقول لایمکن الحمل ھھنا علی الوجوب اصلا وان قلنا بکراھة تکرار الجماعة فی مسجد الحی مطلقا وذلك کمانصوا علیه فی الوجیز والتبیین والھندیة وغیرھا وسیاتی شرھا وحاشیة ان من فاتته فی مسجدہ ندب له طلبھا فی مسجد اخر الاالمسجدین المکی والمدنی کما فی القنیة ومختصر البحر وبحث فی الغنیة الحاق الاقصی، وذکر القدوری یجمع باھله ویصلی بھم ای وینال ثواب الجماعة کما فی الفتح فاذا الجماعة معھم لایحتاجون الی التفتیش عنھا فمن ذاالذی حرم علیھم ان یذھبوا الی بعض البیوت مثلا ویجمعوا وینالوا الفضل۔

فان قلت عاقھم عن الخروج الدخول قلت کلامھم المذکور مطلق فیمن دخل ومن لم یدخل والخروج لادراك الجماعة لایمنعه الدخول الاتری ان مقیم الجماعة یخرج تکبیر الجماعة الاولی باذنیه فلأن یجوز لھؤلاء الخروج ولاتکبیر ولااولی

کو رد کردینا اجماع کے رد سے بہتر ہے کیونکہ اکیلا ظاہر روایت نقل کرنے والے کا بھول جانا جماعت کے بھول جانے سے زیادہ قریب ہے بلکہ کوئی قائل یہ کہہ سکتا ہے کہ یہاں وجوب پر محمول کرنا بالکل ممکن ہی نہیں اگرچہ ہم یہ کہیں کہ مسجد محلّہ میں تکرار جماعت ہر حال میں مکروہ ہے وہ اس لئے کہ وجیز، تبیین، ہندیہ وغیرہ میں اس پر تصریح موجود ہے اور عنقریب تفصیلاً آئے گا کہ جس نے نماز مسجد میں فوت کردی اس کے لئے دوسری مسجد میں تلاش جماعت مستحب ہے مگر دو مساجد، حرم مکی اور حرم مدنی میں جیسا کہ قنیہ اور مختصر البحر میں ہے، قنیہ میں مسجد اقصٰی کو بھی شامل کیا گیا ہے، قدوری نے ذکر کیا کہ وہ اپنے گھر والوں کو جمع کرے اور جماعت کرائے، یعنی وہ جماعت کا ثواب پالے گا۔ فتح میں اس طرح ہے اہل کے ساتھ جماعت اس کی تلاش کی محتاج نہیں رہتے تو ان پر کس نے حرام کیا ہے اس بات کو مثلاً وہ گھر کی طرف جائیں اور انہیں جمع کریں اور ثواب جماعت پائیں۔

فان قلت (اگر کوئی کہے کہ) مسجد میں داخلہ دوسری جگہ جانے کو مانع ہے میں کہتا ہوں ان کا مذکورہ کلام مطلق ہے خواہ وہ شخص داخل ہے یا داخل نہیں اور ادراک جماعت کے لئے خروج اس کو دخول سے مانع نہیں، کیا آپ نہیں جانتے کہ دوسری جگہ جماعت کا منتظم، پہلی جماعت کی تکبیر کے وقت مسجد سے نکل سکتا ہے تو ان کے لئے خروج ہر طور جائز ہوگا نہ تکبیر ہے

لّاولی وبالجملة لامحل ھھنا للایجاب وعلیه کان یتوقف التائید والخلاف **فان قُلتَ** فاذلا وجوب فمامنزع الکلام قُلتُ افادۃ جوازالانفراد لھم بلاحظرولاحجر بخلاف مالولم تقم الجماعة بعد حیث لایجوز الصلاۃ منفرداالابعذرلما فیه من تفویت الجماعة الواجبة علی المعتمد او القریبة من الوجوب علی المشھور فاذن کان علی وزان ماقال العینی فی عمدۃ القاری، قال ابو حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه سھا اونام او شغله عن الجماعة شغل جمع باھله فی منزله وان صلی وحدہ یجوز[1] ھ وھذا معنی لاغبار علیه ان شاء اللہ تعالٰی وبه یزول کل اشکال وللہ الحمد۔	اور نہ جماعت اولٰی، الغرض یہاں ایجاب کا محل نہیں اور اسی پر تائید اور خلاف موقوف تھا، اگر اے معترض تو یہ کہے کہ جب وجوب ہی نہیں تو کلام کا منشا کیا ہوگا؟ تو میں اس کا جواب دیتاہوں کہ ان کے لئے بلاخوف وخطر تنہا نماز ادا کرنے کا جواز بیان کرنا مقصود ہے، بخلاف اس صورت کے جب ابھی جماعت نہ ہوئی ہو کہ اب عذر کے بغیر تنہا نماز جائز نہ ہوگی کیونکہ اب اس جماعت کا فوت کرنا لازم آئے گا جو مختار قول کے مطابق واجب اور مشہور قول کے مطابق قریب واجب ہے اور یہ بات اس طریقہ پر ہوگی جو امام عینی نے عمدۃ القاری میں بیان کیا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا جب کوئی بھول گیا یاسوگیا یا کسی اہم مصروفیت کی بناپر جماعت میں شرکت نہ کرسکا تو وہ اپنے گھروالوں کو جمع کرے اور باجماعت نماز ادا کرے اور اگر اس نے تنہا نماز ادا کرلی تب بھی جائز ہے اھ یہ معنی نہایت ہی واضح ہے اس میں کوئی غبار نہیں ان شاء اللہ تعالٰی اور اس کے ساتھ ہر اشکال بھی زائل ہوجاتا ہے
قوله وعن ھذا ذکر العلامة الشیخ رحمه اللہ السندی تلمیذ المحقق ابن الھمام فی رسالته ان مایفعله اھل الحرمین من الصلاۃ بأئمة متعددۃ وجماعات مترتبة مکروہ اتفاقاالٰی	قولہ اس بارے میں علامہ شیخ رحمہ اللہ السندی جو شیخ ہمام کے شاگرد ہیں نے اپنے رسالہ میں لکھا کہ اہل حرمین جو متعدد ائمہ اور مترتب جماعات کی صورت میں نماز ادا کرتے ہیں یہ بالاتفاق مکروہ ہے، اس کے

---

[1] عمدۃ القاری شرح بخاری باب وجوب صلٰوۃ الجماعۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱۶۲/۵

قولہ واقرہ الرملی فی حاشیۃ البحر[1]

اقول: یاسبحٰن اللہ ای مساس لھذا بمانحن فیہ فان انکارھم علی التفریق العمدی کماھوالواقع فی الحرمین المکرمین فانھم جزّؤا الجماعۃ اجزاء وعینوالکل جزء اماماوالتفریق بالقصدحیث لاباعث علیہ شرعا لایجوز اجماعاوالالماسن اللہ تعالٰی صلاۃ الخوف وھذا تستوی فیہ مساجد الاحیاء والقوارع و الجوامع والبراری جمیعاقولا فصلامن دون فصل ثم وقع الخلاف فی الاقتداء بالمخالف علی وجوہ فصلھافی البحر وردالمحتار وغیرھما واتیناعلی لبابہ فی فتاوٰنا فمن لاکراھۃ عندہ اصلا ای اذا لم یعلم ان الامام لایراع مذھب غیرہ بناء علی اعتبارہ رأی المقتدی کماھو الاصح او علم انہ غیرمراع عند من یقول العبرۃ برأی الامام فھذا التفریق عندہ من دون باعث شرعی

اس قول تک ذکر ہے کہ اسے رملی نے حاشیہ بحر میں ثابت رکھا ہے

اقول: (میں کہتا ہوں) اے اللہ! تو پاک ہے، اس عبارت کو ہمارے زیر بحث مسئلہ کے ساتھ کیا واسطہ ہے؟ ان کی انکاری گفتگو اس تفریق پر ہے جو دانستہ ہو، جیسا کہ حرمین شریفین میں واقع ہے کیونکہ وہ جماعت کو مختلف حصص میں بانٹ کر ہر ایک حصہ کے لئے الگ الگ امام مقرر کرتے ہیں اور تفریق قصدی کا شرعًا کوئی باعث نہیں اور وہ بالاتفاق جائز نہیں ورنہ اللہ تعالٰی صلوٰۃ فوت کا طریقہ یوں جاری نہ فرماتا، اور اس میں تمام مساجد برابر ہیں خواہ وہ محلّہ کی ہیں یا شوارع یا شہر کی جامع یا دیہات وجنگل کی، ان میں کوئی تفریق نہیں، پھر مخالف مذہب کی اقتدا میں متعدد وجوہ پر اختلاف واقع ہوا ہے اس کی تفصیل بحر، ردالمحتار وغیرہ میں موجود ہے ہم نے اس کا خلاصہ اپنے فتاوٰی میں ذکر کردیا ہے اور جس کے نزدیک بالکل کراہت نہیں یعنی جب مقتدی کو علم نہ ہو کہ امام دوسرے مذہب کی رعایت نہیں کرتا تو یہ حکم مقتدی کی رائے کے اعتبار پر مبنی ہے اور یہی صحیح ہے یا مقتدی کو معلوم ہو کہ امام رعایت نہیں کرتا تو اس صورت میں عدم کراہت کا حکم امام کی رائے کے اعتبار پر مبنی ہے تو (عدم کراہت کے قائل) کے نزدیک ان متفرق جماعتوں کے لئے

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۱/۴۰۹

وھؤلاء ھم الذین حضروا الموسم تلك السنة وانکروا ومن حکم بالکراھة عند الشك فی المراعاة او اعتقد ان الافضل الاقتداء بالموافق مھما امکن وان تحققت المراعاة فھو عندہ بوجه شرعی وھم الجمھور وعلیه العمل فلا انکار علی اھل الحرمین و لیس فی فعلھم خلل ولا زلل والعلامة السید المحشی ھو الناقل فیما سیاتی عن الملا علی القاری انه قال لوکان لکل مذھب امام کما فی زماننا فالافضل الاقتداء بالموافق سواء تقدم او تاخر علی ما استحسنه عامة المسلمین وعمل به جمھور المؤمنین من اھل الحرمین والقدس ومصر و الشام ولا عبرة بمن شذ منھم[1] ھ وعلی کل فھذا الکلام من واد اُخر لا تعلق له بجواز التکرار وعدمه **قوله** لکن یشکل علیه ان نحو المسجد المکی والمدنی لیس له جماعة معلومون فلا یصدق علیه انه مسجد محلة بل ھو کمسجد شارع وقدمر انه لا کراھة فی تکرار الجماعة

شرعی جواز نہیں اور یہی عدم کراہت کے قائل لوگ اس سال حاضر ہوئے اور انہوں نے انکار کیا، اور وہ شخص جس نے رعایت میں شک کی صورت میں کراہت کا حکم لگایا یا وہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ افضل موافق کی اقتداء ہی ہے جیسے بھی ممکن ہو تو اب اگرچہ رعایت متحقق ہوجائے تو یہ اس کے نزدیک وجہ شرعی کی بناپر ہوگا اور یہی جمہور کی رائے ہے اور اسی پر عمل ہے لہٰذا اہل حرمین پر کوئی انکار واعتراض نہیں اور نہ ہی ان کے عمل میں کوئی خلل ونقص ہے اور علامہ سید محشی نے آگے چل کر ملا علی قاری سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر ہر مذہب کا امام ہو جیسا کہ ہمارے دَور میں ہے تو اقتدا موافق امام کی افضل ہے خواہ وہ جماعت پہلے ہو یا بعد میں، اسے عامۃ المسلمین نے مستحسن جانا اور جمہور مسلمان مثلاً اہل حرمین، قدس، مصر وشام کا عمل اسی پر ہے اور اس کے خلاف رائے رکھنے والے کا کوئی اعتبار نہیں اھ ہر حال میں اس کلام کا تعلق کسی اور معاملے سے ہے اس کا تعلق تکرار جماعت کے جواز اور عدم جواز سے نہیں۔

قولہ لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ مثلاً مسجد مکی اور مسجد مدنی جن کی جماعت معین ومعلوم نہیں تو انہیں مسجد محلّہ نہیں کہا جاسکتا بلکہ مسجد شارع کی طرح ہوں گی، اور پہلے گزرچکا ہے کہ مسجد شارع میں بالاتفاق تکرار جماعت میں کراہت نہیں، اس

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۷

فیہ اجماعا[1] فلیتامل **اقول:** انما نشأ الاشکال من حملہ علی مسئلۃ التکرار وقد علمت ان لم یقصدوھا وانما انکرواتعمد التفریق وھو محظور قطعاً ولوفی مسجد شارع فالعجب من السیّد العلامۃ المحقق المحشی یورد علی مسئلۃ التکرار مالاورودلہ علیھا ثم یستشکل ھذا الوارد بمالااشکال بہ اصلا ولکن لکل جواد کبوۃ نسأل اللہ سبحٰنہ عفوہ۔

ثم اقول: واشد العجب من العلامۃ الشیخ رحمۃ اللہ تعالٰی حیث قال الاحتیاط فی عدم الاقتداء بہ"ای بالمخالف"ولومرا عیا[2] کما سینقلہ المحشی عنہ ثم قال ھھنا بکراھۃ ترتیب الجماعۃ وادعی الاتفاق علی خلاف ماعلیہ الجمہورو لیت شعری اذاکان ھذا مکروھا وفاقا فکیف یعمل بالاحتیاط الذی اعترفتم بہ ایجعل الناس کلھم علی مذھب واحد ام یسکن مقلدوا کل امام فی بلدہ علیحدۃ اویجعل لکل منھم مسجد بحیالہ ویمنع

میں مزید غور کرنا چاہئے **اقول:** (میں کہتاہوں) یہ اشکال تب ہے جب اس کو مسئلہ تکرار پر محمول کیاجائے حالانکہ آپ جان چکے وہ ان کے یہاں مقصود نہیں، انہوں نے دانستہ تفریق سے انکار کیا ہے اور وہ یقینا ممنوع ہے اگرچہ مسجد شارع ہی کیوں نہ ہو تو تعجب ہے علامہ محقق محشّٰی پر کہ انہوں نے اسے مسئلہ تکرار پر محمول کیا حالانکہ اس کا یہ محل نہیں ہے پھر اس حمل پر مبنی ایسااشکال بنالیا جس سے کوئی اشکال پیداہی نہ ہوسکتاتھا لیکن ہرشاہسوار کے لئے ٹھوکر ہوتی ہے ہم اللہ تعالٰی سے اس پر ان کے لئے معافی کے طلبگار ہیں

ثم اقول: (پھر میں کہتاہوں) سب سے زیادہ تعجب علامہ شیخ سندی رحمہ اللہ پر کہ انہوں نے یہ فرمایاہے "مخالف کی اقتداء نہ کرنے میں احتیاط ہے اگرچہ وہ رعایت کرتاہو" جیسا کہ محشّٰی عنقریب اس کو ان سے نقل کرے گا، پھریہاں کہا کہ ترتیب جماعت مکروہ ہے اور جمہور کے مؤقف کے خلاف اتفاق کادعوی کیا، افسوس صدافسوس اگریہ عمل بالاتفاق مکروہ ہے تواس احتیاط پر عمل کیسے ہوگا جس کا تم نے خود اعتراف کیاہے، کیا تمام لوگ ایک مذہب کے ہوجائیں گے یاہر شہر میں ہرمذہب کے مقلدین الگ الگ آباد ہوں گے، یاہرمذہب کی الگ الگ مسجد بنائی جائے گی، اوران

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۹

[2] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۷

اهل ثلثة مذاهب عن الصلاة فی المسجدین الکریمین اوتجعل الجماعة لمذهب واحد ویؤمر الباقون بالصلاۃ فرادی.

ثم اقول: ویرد مثله علی تقریر العلامة خیرالملة والدین الرملی رحمه الله تعالٰی لما مروهوالناقل کماسیأتی حاشیة عن العلامة الرملی الشافعی انه مشی علی کراهة الاقتداء بالمخالف حیث امکنه غیره وبه افتی الرملی الکبیر واعتمده السبکی والاسنوی وغیرهماقال والحاصل ان عندهم فی ذلك اختلافا وکل ماکان لهم علة فی الاقتداء بناصحة وفسادا و افضلیة کان لنامثله علیهم وقدسمعت مااعتمده الرملی و افتی به والفقیر اقول مثل قوله فیما یتعلق باقتداء الحنفی بالشافعی والفقیه المنصف یسلم ذلك۔

وانا رملی فقه الحنفی
لامر ابعد اتفاق عالمین[1] اھ

فاذا کان الفقه والانصاف هوکراهة الاقتداء بالمخالف فکیف ینکر علی مافعله اهل الحرمین لاجرم رجع العلامة

دو مبارک مساجد سے بقیہ تین مذاہب کے لوگوں کو نماز ادا کرنے سے روک دیا جائے گا یا ایک مذہب والوں کی جماعت ہوگی اور دوسرے لوگوں کو تنہا نماز ادا کرنے کو کہا جائے گا۔

ثم اقول: (پھر میں کہتاہوں) اسی طرح کا اعتراض علامہ خیر الملت والدین رملی رحمہ اللہ پر بھی وارد ہوتا ہے جیسا کہ گزرا وہی ناقل ہیں جیسا کہ عنقریب آئے گا حاشیہ علامہ رملی شافعی سے ہے کہ جب مخالف کے علاوہ کسی امام کو پانا ممکن ہو تو مخالف کی اقتداء مکروہ ہے، اسی پر رملی کبیر نے فتوی دیا، سبکی اور اسنوی وغیرہ نے اس پر اعتماد کیا ہے کہا، الحاصل، ان کے ہاں اس بارے میں اختلاف ہے اور ہر وہ علت جس کی بناپر ہماری اقتداء ان کے لئے صحیح، فاسد یا افضل ہے ایسا ہی معاملہ ہمارا ان کے ساتھ ہے اور آپ نے وہ سن ہی لیا ہے جس پر رملی نے اعتماد کیا اور فتوی دیا ہے میں فقیر انہی کی مثل کہتاہوں اس مسئلہ میں جہاں حنفی کسی شافعی کی اقتداء کرے انصاف پسند فقیہ اسے تسلیم کرے گا۔

اور میں فقہ حنفی کا رملی ہوں (رملی شافعی اور رملی حنفی)
دونوں عالموں کے اتفاق کے بعد کوئی جھگڑا نہیں ہے۔

پس جب دانش وانصاف کا فیصلہ مخالف کی اقتدا کا مکروہ ہونا ہے تو اہل حرمین کے عمل پر انکار کیسے کیا جاسکتا ہے یقینا علامہ خیر الدین رملی نے شرح

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۷

نفسه فی حاشیته علی شرح زاد الفقیر للعلامة الغزی والمتن للامام ابن الھمام الی موافقة الجمھور فقال کمانقله فی منحة الخالق علی البحرالرائق بقی الکلام فی الافضل ماھو الاقتداء به اوالانفراد لم ارمن صرح به من علمائنا وظاہر کلامھم الثانی، والذی یظھرو یحسن عندی الاول لان فی الثانی ترك الجماعة حیث لاتحصل الابه ولولم یکن بان کان ھناك حنفی یقتدی به الافضل الاقتداء به[1] الخ فقداعترف ان الافضل الاقتداء بالحنفی اذا وجد وان کان الشافعی الذی یؤم صالحا عالما تقیا نقیا یراعی الخلاف کما وصفه فی تلك الحاشیة	زاد الفقیر علامہ غزی جس کا متن امام ابن ہمام کا ہے کے حاشیہ میں رجوع کرکے جمہور کے ساتھ موافقت کی اور کہا جیسا کہ اسے منحۃ الخالق علی البحرالرائق میں نقل کیا ہے، باقی رہا معاملہ اس بات کا کہ مخالف کی اقتدا افضل ہے یا انفراد، تو اس بارے میں ہمارے علماء میں سے کسی کی تصریح میری نظر سے نہیں گزری، بظاہر ان کی عبارات سے دوسری بات (انفراد کا افضل ہونا) ہی سمجھ آتی ہے اور جو میرے نزدیک واضح واحسن ہے وہ پہلی بات (اقتدائے مخالف) ہے کیونکہ دوسری صورت میں ایسی جگہ ترک جماعت لازم آئے گا جہاں اس کے بغیر جماعت حاصل نہیں ہوتی اور اگر ایسی صورت نہ ہو مثلاً وہاں کسی حنفی کی اقتداء کی جاسکتی ہے تو اقتدائے حنفی ہی افضل ہوگی الخ تو یہاں انہوں نے خود اس بات کا اعتراف کرلیا ہے کہ اگر حنفی امام موجود ہو تو اسی کی اقتداء افضل ہے اگرچہ شافعی امام صالح، متقی، صاحب ورع اور اختلافی صورت میں حنفی مذہب کی رعایت کرنے والا موجود ہو جیسا کہ اسی حاشیہ میں اس کے اوصاف بیان ہوئے ہیں۔ (ت)

یہ تمام عبارات تعلیقات فقیر علی ردالمحتار کی ہے اور بحمداللہ تعالٰی اس سے حق واضح وجلی ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۶

مسئلہ ۸۸۳ : از سنبھل ضلع مرادآباد مرسلہ از سید محمد علی مدرس فارسی مدرسہ جارج مسلم اسکول

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید کہتاہے کہ مسجد کے فرش پر محراب کے محاذ میں جماعت ہونا افضل ہے خواہ نمازی کم ہو، خواہ کسی درخت وغیرہ کے ہونے کی وجہ سے نمازیوں کی طبیعت پر بار ہو اور دلیل اس کی یہ ہے کہ شامی کے اندر یہ مضمون ظاہر کرتاہے کہ محراب میں امام کا کھڑا ہونا افضل ہے اسی پر قیاس کرلیاجائے، عمر یہ کہتاہے کہ تمام فرش مسجد کاایک حکم میں ہے، کسی جگہ کے واسطے فضیلت نہیں ہوسکتی، اگراس قدر نمازی ہوں کہ محراب سے راست وچپ میں جماعت ممکن ہو اور نمازیوں کو بھی وہاں آسائش ہو تو ضرور جماعت کرلی جائے دوسرے یہ کہ ائمہ مجتہدین کے قیاسات کااختتام ہوگیا، علمائے حال کاقیاس کیاہوسکتاہے جبکہ علمائے حال کی یہ کیفیت ہے کہ لفظ کے لغوی معنی غلطی سے کچھ سے کچھ خیال کرتے ہیں لہٰذا مکلّف خدمت ہوں کہ جواب مع دلیل تحریر فرمائیں، مکرر یہ کہ زید محراب کے محاذ میں جماعت ہونے کی فضیلت میں کوئی قول منقول پیش نہیں کرتا محض قیاس سے کام لیناچاہتاہے عمر قیاس کورَد کرکے منقول دلیل مانگتاہے۔

الجواب:

فی الواقع سنت متوارثہ یہی ہے کہ امام وسط مسجد میں کھڑا ہو اور صف اس طرح ہو کہ امام وسط صف میں رہے محراب کانشان اسی غرض کے لئے وسط مسجد میں بنایا جاتاہے اور اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اگرامام ایک کنارے کی طرف جھکا ہوا کھڑا ہو تو اگر جماعت زائد ہے فی الحال امام وسط صف میں نہ ہوگا اور ارشاد حدیث توسطوا الامام (امام کو درمیان میں کھڑا کرو۔ت) کاخلاف ہوگا اور اگر ابھی جماعت قلیل ہے تو آئندہ ایسا ہونے کااندیشہ ہے لاجرم خود امام مذہب سیدامام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کانص ہے کہ گوشہ میں کھڑا ہونا مکروہ ہے کنارہ مسجد میں کھڑا ہونا مکروہ ہے کہ حدیث کاارشاد ہے امام کو وسط میں رکھو یہ طاق جسے اب عرف میں محراب کہتے ہیں حادث ہے زمانہ اقدس وزمانہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین میں نہ تھا محراب حقیقی وہی صدر مقام اس کا مسجد میں قریب حد قبلہ ہے یہ محراب صوری اس کی علامت ہے جس مسجد کے دوحصے ہوں ایک مسقف دوسرا صحن، جیساکہ اب اکثر مساجد یوں ہی ہیں وہ دومسجدیں ہیں مسقف مسجد شتوی ہے یعنی جاڑوں کی مسجد اور صحن مسجد صیفی یعنی گرمیوں کی مسجد، ہر مسجد کے لئے وہ محراب حقیقی موجود ہے، اگرچہ محراب صوری صرف مسجد شتوی میں ہوتی ہے اعتبار اسی محراب حقیقی کا ہے یہاں تک کہ اگر محراب صوری وسط میں نہ ہو یاجانب مسجد بنادینے سے اب وسط میں نہ رہے توامام اس میں نہ کھڑا ہو بلکہ محراب حقیقی میں کہ وسط مسجد ہے، اور جب یہ حکم عام ہے جملہ مساجد کوشامل، اور صحن مسجد بھی ایک مسجد ہے تو وہ بھی یقیناً اس حکم منصوص میں خود داخل ہے نہ کہ یہاں کسی قیاس کی حاجت ہے، صحن مسجد میں جوجگہ

قریب حد قبلہ وسط میں ہے وہ خود محراب حقیقی ہے خواہ محراب صوری کے محاذی ہو یا نہ ہو یا سرے سے اس مسجد میں محراب صوری نہ بنی ہو اس محراب حقیقی میں امام کا کھڑا ہونا سنت ہے بشرط جماعت اولیٰ، لیکن جماعت ثانیہ کے لئے اسی مقام سے دہنے یا بائیں ہٹ کر امامت کرنا، نافی کراہت ہے، معراج الدرایہ شرح ہدایہ میں ہے:

فی مبسوط بکر، السنۃ ان یقوم فی المحراب لیعتدل الطرفان ولوقام فی احدجانبی الصف یکرہ ولوکان المسجد الصیفی بجنب الشتوی وامتلأ المسجد یقوم الامام فی جانب الحائط لیستوی القوم من جانبیہ والاصح ماروی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال اکرہ ان یقوم بین الساریتین اوفی زاویۃ اوفی ناحیۃ المسجد او الی ساریۃ لانہ خلاف عمل الامۃ قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توسطوا الامام وسدوا الخلل[1]۔	مبسوط بکر میں ہے امام کا محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے تاکہ دونوں اطراف میں اعتدال ہو، اگر وہ صف کی کسی جانب کھڑا ہوا تو یہ مکروہ ہوگا، اگر مسجد صیفی جانب شتوی میں ہو اور مسجد بھر جائے تو امام دیوار کی طرف کھڑا ہو تاکہ قوم دونوں اطراف میں برابر ہو جائے، اصح طور پر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا میں امام کے دو ستونوں کے درمیان یا گوشہ مسجد یا کنارہ مسجد یا ستون کی طرف کھڑے ہونے کو مکروہ جانتا ہوں کیونکہ یہ عمل امت کے مخالف ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: امام کو درمیان میں کھڑا کرو اور صفوں کے خلا کو پُر کرو۔ (ت)

اسی میں ہے:

المحاریب مانصبت الا اوسط المساجد و ھی قدعینت لمقام الامام[2]۔	محراب نہیں بنائے جاتے مگر درمیان مسجد میں اور وہ مقام امام کو متعین کرتے ہیں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۸۴: ازکان پور نئی سڑک مسئولہ حاجی فہیم بخش صاحب عرف چھٹن ۱۳صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین زید اور عمرو کے بارے میں، دونوں حنفیت کا دعوٰی کرتے ہیں اور ترجمہ حدیث یزید بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا جو باب من صلی الصلاۃ مرتین (جس نے نماز دوبار پڑھی۔ ت)

---

[1] ردالمحتار بحوالہ معراج الدرایۃ باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۲۰

[2] ردالمحتار بحوالہ معراج الدرایۃ باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۲۰

میں ہے حسب ذیل کرتے ہیں زید آخری حصہ حدیث:

اذا جئت الصلٰوۃ فوجدت الناس فصل معھم وان کنت قد صلیت تکن لك نافلۃ وھذہ مکتوبۃ[1]۔	جب تو نماز کے لئے آیا تو لوگوں کو نماز ادا کرتے پایا تو ان کے ساتھ نماز میں شامل ہوجا اگر تو نماز پڑھ چکا تو وہ نفلی ہوگی اور یہ فرضی ہوگی۔ (ت)

کا ترجمہ یہ کرتا ہے کہ پہلی نماز جو گھر میں پڑھی گئی ہو نفل ہوگی اور جو جماعت کے ساتھ پڑھی جائے وہ فرض ہوجائے گی دلیل یہ ہے: وان کانت قد صلیت تکن لک نافلۃ میں آیا کرتا ہے اس کے بعد مستقل جملہ اور کلام مستانف ہوا کرتا ہے یہاں ایسا نہیں، عمرو کہتا ہے کہ زید کا یہ ترجمہ مذہب حنفی کے موافق نہیں بلکہ مخالف ہے، عمرو آخری حصہ حدیث مندرجہ بالا کا ترجمہ یوں کرتا ہے کہ گھر والی نماز جو پہلے پڑھی ہے وہ فرض ہوگی اور جو بعد میں جماعت سے پڑھی ہے وہ نفل ہوگی، اس وجہ سے کہ ان وصلیہ ہے، دلیل یہ ہے کہ وان کنت قد صلیت میں اول واؤ داخل ہے دوسرے کنت موجود ہے جو ماضی کے لئے مخصوص ہے اور قد تحقیق ماضی کے لئے نیز ھذہ اسم اشارہ قریب ذکری کے لئے ہے پس قد صلیت سے جو صلٰوۃ مدلول ہے وہ مشارٌ الیہ ہے اور یہ پہلی ہی ہوگی وہ فرض ہوگی اور جو صلٰوۃ فصل معھم سے مدلول وہ بعید ذکرًا ہے وہ مشارٌ الیہ نہیں اگر خود کنت ماضی کو شرط بنایا جائے تو تکن جزاء مرتب کون مخاطب پر نہیں ہے نیز فصل معھم امر بھی جواب کو چاہتا ہے اور شرط بھی جزا کو علٰی سبیل التسلیم تب بھی تکن لک نافلۃ جواب امر کا ہے جزا نہیں بوجہ مقدم ہونے امر کے جیسے جملہ قسمیہ جب مقدم ہو شرط پر تو جزا نہیں ہوتی بلکہ جواب قسم سے استغنا ہوجاتا ہے ان دونوں قائلوں میں کون سا قائل راستی پر ہے نیز اوپر بیان کی ہوئی دلیلیں قابل قبول ہیں یا نہیں؟ زید و عمرو کی دلیلوں میں سے کس کی دلیلیں زیادہ صحت کے ساتھ مانی جاسکتی ہیں اور قبول کی جاسکتی ہیں؟ دیگر جو نماز رکوع و سجود والی علاوہ مجرد عصر و مغرب جماعت سے پڑھی یا پڑھائی ہو عام ہے کہ نماز عید و جمعہ ہی کیوں نہ ہو دوبارہ جماعت ملنے پر نفلًا تکرار نماز کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر اوپر بیان کی ہوئی حدیث سے تکرار نماز پر اس طور سے کہ پہلے پڑھی ہوئی نماز فرض یا واجب اقتدا یا امامت کرکے دوسری جماعت دوسرے روز ملنے پر تکرار نماز کرسکتا ہے اور وہ نفل ہوگی استدلال لایا جائے تو صحیح ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا رحمکم اللہ تعالٰی۔**

الجواب:

زید کا قول غلط اور دلیل باطل

اولًا: ان وصلیہ کا آخر کلام ہی میں آنا اور اس کے بعد جملہ اور وہ بھی کلام مستانف ہی ہونا

---

[1] سنن ابوداؤد باب من صلی فی منزلہ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۵

سب باطل وبے اصل ہے وہ کلام واحد کے وسط اجزامیں آتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

قولہ تعالٰی وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْحَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۳﴾ [1] ۔	اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے اگرچہ آپ (ایمان پر) حریص ہیں مگر اکثرلوگ ایمان نہ لائیں گے۔(ت)

رضی میں ہے:

قد تدخل الواو علی ان المدلول علی جوابهابما تقدم ولاتدخل الاذاكان ضدالشرط اولی بذلك المقدم والظاهر ان الواو فی مثله اعتراضية ونعنی بالجملة الاعتراضية مايتوسط بين اجزاء الكلام متعلقا بمعنی مستانفا لفظا كقوله ع: تری كل من فيها وحاشاك فانيا كقوله صلی الله تعالٰی عليه وسلم"انا سيّد ولد اٰدم ولافخر"فتقول فی الاول زيد وان كان غنيا بخيل وفی الثانی زيد بخيل وان كان غنيا والاعتراضية تفصل بين ایّ جزئين من الكلام كانا بلاتفصيل اذا لم يكن احدهما حرفا[2] ھ مختصرا	کبھی واؤ اس لئے آتا ہے کہ اس جواب کا مدلول سابقہ ہے یہ وہیں ہوگا جہاں ضد شرط اس مقدم کے زیادہ مناسب ہو اور ظاہر یہ ہے کہ ایسے مقام پر واؤ اعتراضی ہوتی ہے اور جملہ معترضہ سے ہماری مراد یہ ہے کہ اجزائے کلام کے درمیان ایسے کلمات آجائیں جو معنی ومفہوم کے اعتبار سے اس سے متعلق ہوں اور لفظًا اس سے جدا ہوں جیسے شاعر کا یہ مصرعہ ہے: وہ دنیا میں ہر چیز کو فانی جانتا ہے اور تو محفوظ رہے۔ بعض اوقات تمام کلام کے بعد واؤ آتی ہے، مثلًا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: میں اولاد آدم کا سردار ہوں مگر فخر نہیں، پہلے کی مثال "زید بخیل وان کان غنیا" ہے، جملہ معترضہ بلاتفصیل کسی بھی کلام کے دوجزوں میں فصل پیدا کرتا ہے بشرطیکہ دونوں میں سے کوئی جز حرف نہ ہو اھ مختصرًا (ت)

---

[1] القرآن ۱۲/ ۱۰۳

[2] شرح رضی مع الکافیۃ، بیان المضارع مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۵۸، ۲۵۷

لاجرم صحیحین میں ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن عبد قال لاالٰہ الا اللہ ثم مات علی ذٰلک الادخل الجنّة وان زنی وان سرق وان زنی وان سرق وان زنی وان سرق علی رغم انف ابی ذر۔[1]	جس بندے نے بھی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا پھر اسی پر فوت ہوا وہ جنت میں داخل ہوگا اگرچہ اس نے زنا وچوری کی ہو، اگرچہ اس نے زنا وچوری کی، اگرچہ اس نے زنا وچوری کی، ابوذر کی ناک خاک آلود ہو۔ (ت)

ثانیاً حدیث کی بہتر تفسیر حدیث ہے امام مالک واحمد ونسائی نے محجن بن اورع دیلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا جئت المسجد وکنت قدصلیت فاقیمت الصلٰوة فصل مع الناس وان کنت قد صلیت۔[2]	جب تو مسجد میں آئے اور نماز پڑھ چکا تھا اور جماعت کھڑی ہوئی تو تو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ اگرچہ تو نماز پڑھ چکا تھا۔ (ت)

یہاں یقیناً وصلیہ ہے، مرقاۃ میں ہے:

(فصل) ای نافلة لاقضاء ولااعادة (مع الناس وان) وصلیة ای ولو (کنت قدصلیت)۔[3]	(تو نماز پڑھ) یعنی نفل نماز نہ قضاء اور نہ اعادہ (لوگوں کے ساتھ اگرچہ) "ان" وصلیہ ہے یعنی اگرچہ (تو نماز پڑھ چکا تھا)۔ (ت)

ثالثاً: صرف "ان" کا وصلیہ یا شرطیہ ہونا یہاں احد المعنیین کی تعیین نہیں کرتا تو اس میں بحث فضول اور اس سے استناد نامقبول مدار ضمیر تکن کے مرجع اور ھذہ کے مشار الیہ پر ہے اگر ضمیر ثانیہ کے لئے ہے اور اشارہ اولٰی کی طرف کہ وہی اقرب ذکراً ہے کما قالہ عمرو (جیسا کہ عمرو نے کہا۔ ت) تو اولٰی فرض اور ثانیہ نفل ہوگی اگرچہ "اِن" شرطیہ ہو اور عکس ہے تو عکس اگرچہ "اِن" وصلیہ ہو وھذا ظاھر

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب الثیاب البیض مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۶۷

[2] مؤطا امام مالک اعادۃ الصلوٰۃ مع الامام مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۱۵، مسند احمد بن حنبل حدیث محجن الدیلمی مطبوعہ دارالفکر بیروت ۴/ ۳۴، سنن النسائی اعادۃ الصلوٰۃ مع الجماعۃ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/ ۹۹

[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثالث من باب من صلی صلوٰۃ مرتین مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۱۰۶

جدا (اور یہ بہت واضح ہے۔ ت)۔ اشعۃ اللمعات میں ہے:

(وان کنت قدصلیت) و اگرچہ ہستی تو کہ بتحقیق نماز گزارد (تکن لك نافلة) باشد نمازیکہ دوم بار میکنی با مردم نفل مرترا (وھذہ مکتوبة) و باشد ایں نماز کہ نخست گزاردہ فرض وایں معنی موافق است بظاہر احادیث کہ دلالت دارد بر بودن نماز دوم نفل از جہت سقوط ذمہ باداۓ اولیٰ[1]۔	(وان کنت قدصلیت) اگرچہ تو نے نماز ادا کرلی ہو (تکن لك نافلة) دوسری دفعہ لوگوں کے ساتھ جو تو نے نماز پڑھی وہ تیری نفل نماز ہوگی (وھذہ مکتوبة) اور جو تو نے پہلے پڑھی وہ فرض نماز ہوگی اور یہ معنی و مفہوم ان ظاہر احادیث کے موافق ہے جو اس بات پر دال ہے کہ دوسری نماز نفل ہوگی کیونکہ فرضی نماز پہلی نماز ادا کرنے سے ساقط ہوگئ۔ (ت)

پھر طیّبی شافعی سے دوسرے معنی نقل کئے، دیکھو اِنْ شرطیہ لیا اور نماز دوم کو نافلہ قرار دیا، مرقاۃ میں ہے:

(فصل معھم وان کنت قدصلیت) لیحصل لك ثواب الجماعة وزیادة النافلة (تکن) ای صلاتك الاولی (لك نافلة وھذہ) ای التی صلیتھا الاٰن قیل ویحتمل العکس (مکتوبة[2])	(لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ اگرچہ تو نماز پڑھ چکا ہو) تاکہ تجھے جماعت کا ثواب اور نوافل میں اضافہ حاصل ہوجائے، یعنی تیری پہلی نماز (تیرے لئے نفل اور یہ) یعنی وہ نماز جو تو نے ابھی پڑھی، بعض محدثین نے فرمایا کہ معاملہ میں اس کے عکس کا احتمال ہے (تیرے لئے فرض)۔ (ت)

شرح میں وان کنت قدصلیت کے بعد لیحصل لك الخ لانے سے ظاہر ہے کہ ان وصلہ لیا ورنہ شرط وجزا کے بیچ میں اس کے لانے کا کوئی محل نہ تھا فصل معھم کے بعد لکھتے اور نماز دوم کو فریضہ بتایا۔

اقول: ولایبعد ان یکون القدح فی ذھنہ اولاماھو الاوفق بالاحادیث و الالصق بالقواعد فجعل ان وصلیة ویؤیدہ	**اقول:** ممکن ہے ان کے ذہن میں پہلے ہی وہ کھٹکا موجود ہو جو احادیث و قواعد کے موافق ہے تو انہوں نے اِنْ کو وصلیہ بنایا اس کی تائید ان کا

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ الفصل الثالث من باب من صلی صلوٰۃ مرتین مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۹۵

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثالث من باب من صلی صلوٰۃ مرتین مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۱۰۷۹

قوله وزیادة النافلة وان امکن تاویله بان المراد بالنافلة ھی الاولی وترتبھا علی قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فصل معھم مع وقوعھا سابقا باعتبار وصف نافلیة فانه انما یظھر بصلاته معھم فافھم ثم اذا اتی علی قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم تکن حاد النظر الی حاشیة الطیبی فنقل مافیھا والله تعالٰی اعلم۔	قول "وزیادۃ النافلۃ" کررہاہے اگرچہ اس کی تاویل یوں بھی ممکن ہے کہ نافلہ سے مراد پہلی نماز ہے انہوں نے حضور علیہ السلام کے ارشاد گرامی فصل معھم (ان کے ساتھ نماز پڑھ) پر اسے مرتب کیا ہوا گرچہ اس کا وقوع باعتبار وصف نفل کے سابق ہے کیونکہ اس نفل نماز کا ظہور جماعت کے ساتھ ہوگا، اسے یاد رکھو، پھر جب آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد گرامی تکن پر آئے تو نظر حاشیہ طیبّی کی طرف گئی جو کچھ وہاں تھا اسے نقل کردیا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

عمرو کا قول صحیح اور دلائل زائل اولاً ہم بیان کرچکے کہ اِن کا وصلیہ ہونا کچھ مفید نہ شرطیہ ہونا مضر۔

ثانیاً دخول واؤ وصلیہ ہونے پر کیا دلیل شرطیہ پر بھی عاطفہ آتا ہے۔

ثالثاً کنت اور قد بھی منافی شرطیہ نہیں قد کا دخول خود فعل شرط پر ممنوع ہے **فعلی ھذا لاتقول ان قد فعلت وان قد تفعل**[1] اھ "رضی" یہاں فعل شرط کنت ہے جسے ابقائے معنی ماضی ہی کے لئے شرط کرتے ہیں

کقوله تعالٰی عن عبدہ عیسٰی علیه الصلاۃ والسلام اِنۡ کُنۡتُ قُلۡتُهٗ فَقَدۡ عَلِمۡتَهٗ ؕ[2] وقوله تعالٰی عن شاھد یوسف علیه الصلاۃ والسلام وَ اِنۡ کَانَ قَمِیۡصُهٗ قُدَّ مِنۡ دُبُرٍ[3]۔	جس طرح اللہ تعالٰی نے اپنے بندے حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ قول ذکر کیا "اگر میں نے یہ کہا تو تو جانتا ہے" اللہ تعالٰی نے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گواہ کے حوالے سے فرمایا اگر ان کا قمیص پیچھے سے پھٹا ہے (ت)

یعنی وہ فعل ماضی جسے شرط کرنا اور معنی ماضی پر باقی رکھنا منظور ہو، اگر اس پر ان داخل کرتے مستقبل کردیتا

---

[1] شرح رضی مع الکافیہ بیان المضارع مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۶۲

[2] القرآن ۵/ ۱۱۶

[3] القرآن ۱۲/ ۲۷

لہذا اسے خبر کان اور کان کو شرط کرتے ہیں اب وہ فعل اپنے معنی ماضی پر باقی رہتا ہے، رضی میں ہے:

اعلم ان یکون شرطھا فی الاغلب مستقبل المعنی فان اردت معنی الماضی جعلت الشرط لفظ کان کقولہ تعالٰی ان کنت قلتہ، وان کان قمیصہ وانما اختص ذٰلك بکان لان الفائدۃ التی تستفاد منہ فی الکلام الذی ھو فیہ الزمن الماضی فقط ومع النص علی المضی لایمکن استفادہ الاستقبال[1]۔	پھر جان لے کہ (اِن) کے لئے اغلب طور پر یہ شرط ہے کہ وہ معنی کے اعتبار سے مستقبل پر دلالت کرتا ہے اگر تو معنی ماضی کا ارادہ کرے تو تو لفظ کان کو شرط کردے جیسے فرمان الٰہی ہے "ان کنت قلتہ وان کان قمیصہ "اسے کان سے اس لئے مختص کیا ہے کہ وہ فائدہ جو اس میں مقصود ہے وہ فقط ماضی والی کلام سے حاصل ہے اور ماضی پر نص کے باوجود استقبال کا استفادہ ممکن نہیں رہتا۔ (ت)

اور جب وہ فعل معنی ماضی پر بحالہ ہے تو ماضی کے لئے قد کا آنا کیا محال ہے۔

رابعًا: نماز اول اگر قریب ذکرًا ہے دوم قریب وقوعًا ہے اور شک نہیں کہ جدید متاخر الوقوع قدیم متاخر الذکر سے اقرب ہے۔

خامسًا: ضمیر بھی مرجع قریب چاہتی ہے تکن سے قدصلیت متصل ہے تو ضمیر بھی مرجع قریب چاہتی ہے تکن سے قد صلیت متصل ہے تو ضمیر سابقہ کی طرف اور اس کا تقاضا اقتضائے ھذہ سے پہلے ہو لیا۔

سادسًا: شرط بلاشبہہ کنت ہے مگر معنی سببیت کہ شرط میں نفس فعل شرط میں نہیں ہوتے بلکہ مع جمیع متعلقات ان تلوتم یٰسٓ فی بیتی عند رأسی ثلاث لیال مستقبلی القبلۃ متؤضیین فانتم احرار (اگر تم میرے گھر میں، میرے سر کے قریب تین راتیں باوضو قبلہ رو ہو کر یسٓ پڑھو تو تم آزاد ہو۔ت) ان ساتوں قیود کے جمع ہونے سے آزاد ہوں گے مجرد تلاوت سے نہیں ہوتے خصوصًا کان جس کی دلالت حدث مطلق وزمانہ ماضی کے سوا کسی چیز پر نہیں کما قدمنا اٰنفا عن الرضی (جیسا کہ ہم نے رضی کے حوالے سے ابھی ذکر کیا۔ت) تو سبب کَوْن، مخاطب نہیں بلکہ کَوْنہ قد صلی یعنی تقدم ایقاع صلاۃ کہ اس کا نافلہ ہونا اس کے وقوع پر موقوف۔

سابعًا: امر کے لئے جواب لاسکتے ہیں نہ یہ کہ امر طالب جواب ہے بخلاف قسم، تو نا مستدعی جواب کا

---

[1] شرح رضی مع الکافیہ بیان المضارع مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۶۴

تقدم، شرط متدعی جزاکے اقتضا پر مرجح نہیں ہوسکتا۔

ثامنًا: اگر تکن جواب امر ہی ہو تو یہ بھی تعیین احد المعنیین سے عاری ہے جزائے ان کنت نہ سہی اس سے پہلے قد صلیت کلام میں تو واقع ہے رجوع ضمیر کو اتنا ہی درکا ہے۔

بالجملہ دلائل طرفین کچھ نہیں ہمیں اس تمام بیان کی حاجت نہ تھی اگر سوال میں نہ ہوتا کہ کس کی دلیلیں قبول کی جاسکتی ہیں اور طریق صحیح یہ ہے کہ

اوّلًا: کلام اس میں ہے کہ پہلے فرض بہ نیّت فرض وقت میں باستجماع شرائط ادا کرچکا ہو ورنہ بداہۃً پہلی نماز نماز ہی نہ تھی یا کوئی نفل تھی اگر دوسری میں شامل نہ ہوتا جب بھی وہ نفل یا باطل ہی رہتی اور جب صورت یہ ہے تو قطعًا اس وقت پڑھنے سے فرض ذمہ سے ساقط ہوگیا اب نہ وہ وقت میں عود کرسکتا ہے نہ وقت میں دو فرض ہوسکتے ہیں تو یقینا یہ دوسری نہ ہوگی مگر نفل ۔ہاں اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ برکت وثواب جماعت میں حصہ ملے گا۔

کما فی حدیث مالك وابی داؤد عن ابی ایوب الانصاری رضی اللّٰه تعالٰی عنه عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فذلك له سهم جمع[1]۔	جیسا کہ امام مالک اور ابوداؤد نے حضرت ابوایّوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس کے لئے جماعت کے ثواب کا حصہ ہے (ت)

واقول ثانیًا: اگر ثانی فرض ہو تو طلب جماعت فرض ہو حالانکہ اس حکم کو حدیث نے مصلی کے آنے پر محمول فرمایا ہے کہ

اذا جئت الی الصلٰوۃ فوجدت الناس فصل معهم وان کنت قد صلیت[2]۔	جب تو نماز کے لئے اور لوگوں کو نماز میں پائے تو ان کے ساتھ نماز پڑھ اگرچہ تو نماز پڑھ چکا ہو (ت)

یہ نہیں فرمایا:

اذا صلیت فی رحلك افترض علیك ان تأتی الجماعة فتصلی معهم۔	جب تو نے اپنے گھر میں نماز پڑھ لی تو تجھ پر فرض ہے کہ تو جماعت کی طرف آئے اور ان کے ساتھ نماز ادا کرے۔ (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد باب من صلی فی منزلہ الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۵، مؤطا الامام مال اعادۃ الصلٰوۃ مع الامام مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۱۶

[2] سنن ابوداؤد باب من صلی فی منزلہ الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۵

ابوداؤد وترمذی ونسائی کی حدیث میں یزید بن الاسود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا صلیتما رحالکما ثم اتیتما مسجد جماعة فصلیا معھم فانھا لکما نافلة[1]۔	جب تم دونوں اپنے اپنے گھروں میں نماز ادا کرچکو پھر تم مسجد کی طرف آؤ تو لوگوں کے ساتھ بھی نماز پڑھو کہ (جماعت والی نماز) تمہارے لئے نفل ہوگی (ت)

بلکہ حدیث میں تخییر کی تصریح ہے کہ جی میں آئے تو شامل ہوجاؤ، سنن ابی داؤد میں عبادہ ابن صامت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال سیکون علیکم بعدی امراء تشتغلھم اشیاء عن الصلوٰة لوقتھا حتی یذھب وقتھا فصلوا الصلوٰة لوقتھا فقال رجل یارسول اللہ اصلی معھم قال نعم ان شئت[2]۔	نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب میرے بعد تم پر ایسے امراء آئیں گے جنہیں بعض اشیاء کی مشغولیت نماز بروقت سے غافل رکھے گی یہاں تک کہ وقت چلا جائے گا، تو تم نماز بروقت ادا کرو، ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں ان کے ساتھ نماز پڑھوں؟ فرمایا: ہاں اگر تو چاہے تو پڑھ۔ (ت)

فرض میں اختیار کیسا!

اقول: والمراد بالوقت المستحب ای یؤخرون الی وقت الکراھة اذھو المعھود من اولٰئك الامراء، لا ان یصلوا العصر جماعة بعد الغروب والعشاء بعد الطلوع۔	**میں کہتا ہوں** یہاں وقت سے مراد وقت مستحب ہے یعنی وہ مکروہ وقت تک نماز کو مؤخر کریں گے یہی بات ان امرا سے معروف ہے یہ نہیں کہ وہ نماز عصر کی جماعت غروب کے بعد اور نماز عشاء کی جماعت طلوع کے بعد کریں گے (ت)

---

[1] سنن النسائی اعادۃ الفجر مع الجماعۃ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۹۹، جامع الترمذی باب ماجاء فی الرجل یصلی وحدہ الخ مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۳۰

[2] سنن ابوداؤد باب اذا اخر الامام الصلوٰۃ عن الوقت مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۶۲

وثالثًا: دار قطنی بسند صحیح عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا صلیت فی اھلك ثم ادرکت فصلھا الا الفجر والمغرب[1]۔	جب تونے اپنے اہل میں نماز ادا کرلی پھر تونے جماعت کو پالیا تواسے دوبارہ پڑھ سوائے فجر ومغرب کے۔(ت)

فجر ومغرب کا استثناء اسی بناء پر ہوسکتا ہے کہ یہ دوسری نفل ہو کہ نہ فجر میں تنفل ہے نہ نفل میں ایتار، اگر یہ فرض ہوتی تو فجر و مغرب میں ادائے فرض سے کون مانع ہے۔

ورابعا: حدیث بتارہی ہے کہ ان میں ایک کا نفل ہونا اس کے شریک جماعت ہونے پر مرتب ہے "تکن" اگر جواب امر ہے جب توظاہر اور جزائے ان کنت قد صلیت ہے جب بھی مطلب یہی ہے یہ ہرگز مراد نہیں کہ جس وقت فرض پہلے پڑھے تھے اسی وقت وہ نفل ہوئے تھے چاہے بعد کو جماعت ملتی یا نہیں، شریک ہوتا یا نہیں، اور جب ترتب نفلیت شرکت پر ہے اب اگر اس ایک سے نماز دوم مراد لو تو بے تکلف مستقیم ہے کہ یہ نفل اسے شرکت ہی سے ملیں گے، اور اگر اول مراد لو تو معنی یہ ہوں گے کہ اب تک اس سے فرض ادا ہوئے تھے اس جماعت کی شرکت ان فرضوں کو نفل کی طرف منقلب کردے گی اور یہ کہ حتمًا مطلوب نہ تھی فرض واقع ہوگی، ان دونوں باتوں کے لئے شرع میں نظیر نہیں۔

وخامسًا: مسند احمد وصحیح مسلم میں ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف اذاکانت علیك امراء یمیتون الصلاۃ اوقال یوخرون الصلاۃ عن وقتھا قال قلت فما تأمرنی قال صل الصلوۃ لوقتھا فانھا لك نافلۃ[2]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تمہارا حال کیا ہوگا جب تم پر ایسے امراء مسلّط ہوں گے جو نماز کو فوت کریں گے، یا فرمایا: وہ نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کریں گے۔ کہا میں نے عرض کیا: حضور! آپ کا میرے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا: تم نماز اپنے وقت پر پڑھو، پھر اگر ان کے ساتھ جماعت پالے تو نماز پڑھ لے کہ یہ تیرے لئے نفل ہوجائے گی(ت)

---

[1] المصنف لعبدالرزاق باب الرجل یصلی فی بیتہ ثم یدرک الجماعۃ حدیث ۳۹۳۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۲۲، کنزالعمال اعادۃ الصلوٰۃ حدیث ۲۲۸۳۲ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۸/ ۲۶۲

[2] صحیح مسلم باب کراہۃ تاخیر الصلوٰۃ عن وقتہا الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۳۰

اس میں ضمیر **انھا** صاف نماز ثانی کی طرف راجع ہے اولٰی کی طرف ارجاع بعد عن الفہم ہونے کے علاوہ ارشاد اقدس **صل الصلٰوۃ لوقتھا** (نماز کو اس کے وقت پر پڑھو۔ ت) کے منافی ہے کہ پہلی کو اس کے وقت میں پڑھ کہ اوقات فرائض کے لئے ہیں نہ کہ نفل کے واسطے۔

وسادسًا: حدیث مذکور عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مسند احمد رحمہ اللہ تعالٰی میں یوں ہے کہ فرمایا **واجعلوا صلا تکم معھم تطوعا**[1] (تم اپنی نماز کو ان کے ساتھ نفل بنالو۔ ت) اس میں صاف تصریح ہے کہ یہ دوسری نفل ہوگی۔

سابعًا: اگر یہی مانا جائے کہ نافلہ پہلی اور مکتوبہ دوسری کو فرمایا تو فقیر کے ذہن میں یہاں ایک نکتہ بدیعہ ہے ظاہر ہے کہ نماز تنہا ناقص اور جماعت میں کامل ہے، جس نے فرض اکیلے پڑھ لئے پھر نادم ہو کر جماعت میں ملا تو قضیہ اصل وحکم عدل یہ ہے کہ اس کے فرض ناقص اور نفل کامل ہوئے مگر اس کی ندامت اور جماعت کی برکت نے یہ کیا کہ سرکار فضل نے اس کامل کو اس کی فہرست فرائض میں داخل فرمالیا اور ناقص کو نفل کی طرف پھیر دیا تو یہ نفل کامل فرض لکھے گئے اور وہ فرض ناقص نفل میں محسوب ہوئے کہ کمال فرض کا جمال فضل پائے اور یہ اس کی رحمت سے بعید نہیں جو فرماتا ہے:

فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ[2]	اللہ تعالٰی لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں کے ساتھ بدل دیتا ہے (ت)

جب اس کا کرم گناہوں کو نیکیوں سے بدل لیتا ہے نفل کو فرض میں گن لینا کیا دشوار ہے۔ اب حاصل یہ رہا کہ ہے تو پہلی ہی فرض اور دوسری نفل مگر رحمت الٰہی اس نفل کو فرض میں شمار فرمائے گی، اسی طرف مشیر ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا ارشاد جب ان سے پوچھا گیا میں ان دونوں میں کس کو اپنی نماز یعنی فرض تصور کروں؟ فرمایا:

وذلك اليك انما ذلك الى الله عزوجل يجعل ايتهما شاء[3]۔ رواہ الامام مالك هذا ماعندی، العلم بالحق	یہ کیا تیرے ہاتھ ہے، یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے ان میں جسے چاہے (فرض) شمار فرمائے گا۔ اسے امام مالک نے روایت کیا، یہ میری تحقیق ہے

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی ابن امراۃ عبادہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۷/۶

[2] القرآن ۲۵/۷۰

[3] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی ابن امراۃ عبادہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۷/۶

عند ربی۔	حق کا علم میرے رب کے ہاں ہے (ت)

ظہر وجمعہ وعشا نفلاً دوبارہ پڑھ سکتا ہے نماز عید کے ساتھ تنفل شرع سے ثابت نہیں۔ حدیث دوسرے روز ملنے پر کسی طرح دلیل نہیں کہ وہ اس صورت میں ہے کہ یہ نماز تنہا پڑھ چکا اب اس کی جماعت قائم ہوئی، حدیث محجن رضی اللہ تعالٰی عنہ میں تھا:

کنت قد صلیت فاقیمت الصلوٰۃ[1]۔	تو نے نماز پڑھ لی پھر نماز کے لئے تکبیر کہی گئی (ت)

حدیث ابوایوب رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے:

یصلی احدنا فی منزله الصلاۃ ثم یاتی المسجد فتقام الصلاۃ[2]۔	جب تو کوئی اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے پھر مسجد کی طرف آتا ہے پھر نماز کی جماعت کھڑی ہوجائے (ت)

حدیث ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں تھا: **فان ادرکتها معهم**[3] (پس اگر تو ان کے ساتھ نماز کو پائے۔ت) سنن ابی داؤد میں حدیث یزید بن الاسود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ایک لفظ یہ ہیں:

اذا صلی احدکم فی رحله ثم ادرك الصلاۃ مع الامام فلیصلها معه فانها له نافلة[4]۔	جب کسی نے گھر پر نماز پڑھ لی پھر امام کے ساتھ نماز پالی تو اس کے ساتھ بھی نماز پڑھے کہ یہ اس کے لئے نفل ہوجائے گی (ت)

حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما میں تھا **اذا صلیت فی اهلك ثم ادرکت**[5] (جب تو نے اپنے اہل میں نماز پڑھ لی پھر تو نے جماعت کو پایا۔ت) حدیث اخیر ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما میں ہے: **اصلی فی بیتی ثم ادرك الصلاۃ فی المسجد مع الامام**[6] (میں اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہوں پھر میں امام

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث محجن الدیلمی مطبوعہ دارالفکر بیروت ۴/ ۱۱۵، سنن النسائی اعادۃ الصلوٰۃ مع الجماعۃ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/ ۹۹

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث محجن الدیلمی مطبوعہ دارالفکر بیروت ۴/ ۱۱۵، سنن النسائی اعادۃ الصلوٰۃ مع الجماعۃ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/ ۹۹، مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثالث من باب من صلی مرتین مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۱۰۳، سنن ابوداؤد باب من صلی فی منزلہ الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸۵

[3] صحیح مسلم باب کراہۃ تاخیر الصلوٰۃ عن وقتہا الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۳۰

[4] سنن ابوداؤد باب من صلی فی منزلہ الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸۵

[5] المصنف لعبدالرزاق باب الرجل یصلی فی بیتہ الخ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۲۲

[6] مؤطا الامام مالک اعادۃ الصلوٰۃ مع الامام مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۱۵

کے ساتھ مسجد میں نماز کو پالیتا ہوں۔ ت) دوسرے روز اس نماز کی جماعت نہیں ہوسکتی آج کی ظہر، ظہر دیروزہ کی غیر ہے ولہٰذا امام ومقتدی کا قضاء ادا میں اختلاف مبطل اقتدا ہے اور دوسرے دن اگر لوگ کل کی قضا بجماعت پڑھتے ہوں تو اسے ادراک نہ کہیں گے اور واجب سے تو اسے علاقہ ہی نہیں کہ وہ یا وتر ہے یا نماز عیدین اول میں تنفل گناہ اور ثانی میں شریعت مطہرہ سے ثابت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۸۵ تا ۸۹۰: از کانپور محلّہ بوچڑ خانہ مولوی نثار احمد صاحب ۲۰/ صفر ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حامدا ومصلیا ومسلما (اللہ تعالٰی کی حمد اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ہوئے۔ ت)۔ حضرات علمائے کرام ادام اللہ بقاء ہم علٰی رؤس المسلمین وحماہم۔ ان چند سوالوں کا جواب مرحمت فرمائیں:

(۱) یہ کہ اختلاف علماء ہو یوم النحر میں، تو قربانی کو احتیاطًا ایک روز مؤخر کرانے والا اختلاف علماء سے بچنے کے لئے مجرم ہے یا نہیں۔

(۲) سہ شنبہ ۱۰/ ذی الحجہ کو عیدالاضحٰی کی نماز واجب کی نیت سے پڑھانے والا امامت سے بوجہ ثبوت شرعی ماننے کے اور چہار شنبہ کو اس جگہ حاضر ہو کر جہاں عیدالاضحٰی بوجہ ثبوت کامل نہ ہونے کے عید سہ شنبہ کو نہیں ہوئی تھی بلکہ آج چہار شنبہ کو عیدالاضحٰی تھی اور جماعت میں شریک ہوگیا، نفلی نیت سے مجرم ہوا یا نہیں۔

(۳) سہ شنبہ کو امامت وخطبہ کے بعد احتیاطی جملہ کا تلفظ اور دوسرے روز اسی کا جماعت میں بہ نیت نفل شریک ہونا لوگوں کو شبہہ دلاتا ہے کہ اس نے اپنی نماز دہرالی اور ہم لوگوں کی نمازیں خوب خراب کیں مگر امام کو دوشنبہ کو اعلان وقت نماز کے یقین تھا عید کا، اور راضی تھا، اور خود سہ شنبہ کو وہ ایک اعلان دینے پر راضی تھا کہ میں نے ثبوت کو یقین جان کر بہ نیت واجب پڑھی اور امام ہو کر اقرار کرتا ہے اصرار سے کہ واجب یقینی جان کر پڑھائی اور احتیاطی جملہ میں بھی یہ عرض کیا کہ دینی بھائیو! آج عید ہے اور اکثر جگہ ہے، نماز بھی عید کی پڑھی گئی مگر قربانی کل کرنے میں احتیاط ہے، ایسی اختلافی حالت میں کس کے قول کو مانا جائے امام کے قول کو یا مقتدیوں کے۔

(۴) پڑھی ہوئی نماز نفل کی نیت سے پھر پڑھنا حنفیوں کے نزدیک حدیث یزید ابن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ جو باب "من صلاۃ مرتین" میں ہے، سے ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔

(۵) اس حدیث میں وان کنت قد صلیت (اگرچہ تونے نماز پڑھ لی ہو۔ ت) میں ان وصلیہ ہے یا شرطیہ، اولٰی وصلیہ ہوتا ہے یا شرطیہ۔

(٦) آیہ کریمہ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ (اور جو کوئی اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ت) اور من تطوع خیرًا فان اللہ شاکر علیم (جو کوئی اپنی طرف سے اچھائی کرے تو اللہ تعالٰی نیکی کا صلہ دینے والا اور جاننے والا ہے۔ت) سے عبادات مالیہ اور بدنیہ جس میں نفلی نماز بھی داخل ہے کوئی ثابت کرے تو استدلال درست ہے یا نہیں اور معطوف علیہ نہ ہونے کی وجہ سے تحریر میں بغیر واؤ کے لکھنے والا اور آیہ ثانیہ میں بغیر ف ترتیبیہ کے لکھنے والا غلطی کرنے والا ہے یا نہیں۔

بینوا توجروا رحمکم اللہ تعالٰی۔

الجواب:

(۱) محل اختلاف علماء میں مراعات خلاف جہاں تک ارتکاب مکروہ کو مستلزم نہ ہو بالاجماع مستحب ہے، مستحب جرم نہیں ہوتا بلکہ اسے جرم کہنا جرم ہے، در مختار میں ہے:

یندب للخروج من الخلاف لاسیما للامام لکن بشرط عدم ارتکاب مکروہ مذهبه[1]۔	اختلاف سے نکلنا مستحب ہے خصوصًا امام کے لئے، لیکن شرط یہ ہے کہ اپنے مذہب میں مکروہ کا ارتکاب لازم نہ آئے (ت)

(۲) جبکہ اس نے ثبوت شرعی پایا اور روز سہ شنبہ کو روز عید جان کر بہ نیت واجب نماز عید ادا کی اور دوسرے جن کو ثبوت نہ پہنچنے کے باعث ان پر شرعًا آج عید واجب تھی ان کی جماعت جماعت روز اول تھی اور سہ شنبہ کے دن پڑھنے والے کے نزدیک اگرچہ جماعت روز دوم تھی مگر امام صالح امامت عید اور اس کے مقتدیوں نے کل ادا نہ کی تھی اور یہاں تاخیر بالعذر بالاجماع بلا کراہت جائز ہے، اور عدم تحقیق ثبوت عندہم سے بڑھ کر اور کیا عذر ہو سکتا ہے بہر حال یہ نماز امام و قوم اور اس کل پڑھنے والے سب کے نزدیک جماعت واجبہ تھی تو اس کا بہ نیت نفل اس میں مل جانا ہرگز جرم نہیں ہو سکتا جرم نہیں مگر مخالفت امر اللہ یہاں کون سے امر اللہ کا خلاف ہوا اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۸۰[2] (کیا تم اللہ کے بارے میں ایسی بات کہتے ہو جسے تم نہیں جانتے۔ت) ہاں اگر ایک دن نماز عید ہو کر دوسرے دن مطلقًا ناجائز ہوتی حتی کہ اس امام صالح امامت عید و قوم کو بھی جس نے کل بعذر نہ پڑھی تو البتہ اسے شریک ہونا جرم ہوتا اگرچہ ان پر جرم کیسا، وہ اپنا ادائے واجب کر رہے تھے کہ ان کو کل کا ثبوت نہ پہنچا تھا مگر اس کے اعتقاد میں تو عید کل ہو چکی تھی آج

---

[1] در مختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۲۷/۱

[2] القرآن ۸۰/۲

دوسرادن تھا جس میں نماز ناجائز تھی تو یہ اپنے اعتقاد کی رو سے ایک ناجائز فعل میں شرکت کرتا اور مجرم ہوتا **فان المرء مواخذ بزعمه** (ہرآدمی کا مواخذہ اس کے زعم واعتقاد پر ہوگا۔ت) مگرایسا ہر گزنہیں بلکہ قطعًا جواز ہے **کمانصوا علیه قاطبة** (جیسا کہ اس پر تمام فقہا نے نص کی ہے۔ت) توایک جماعت جائزہ میں متنفلا شریک ہونا کس نے منع کیا نماز عید، نماز جنازہ نہیں جس سے تنفل میں شرعًا عدم جواز کا حکم ثابت ہے، بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

لایصلی علی میت الامرة واحدة لاجماعة ولاوحدانا عندنا لنا ماروی ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم صلی علی جنازة فلما فرغ جاء عمر رضی الله تعالٰی عنه ومعه قوم فاراد ان یصلی ثانیا فقال له النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم الصلٰوة علی الجنازة لاتعادوا لکن ادع للمیّت واستغفرله وھذا نص فی الباب (الٰی قوله) دلیل علی عدم جواز التکرار[1]۔	ہمارے نزدیک میّت پر فقط ایک دفعہ نماز ادا کی جائے گی دوبارہ نہیں، نہ تنہانہ جماعت کے ساتھ، کیونکہ منقول ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جنازہ پڑھایا جب فارغ ہوئے تو حضرت عمراور ان کے ساتھ کچھ لوگ آئے اورانہوں نے دوبارہ جنازہ پڑھنے کاارادہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنازہ کی نماز لوٹائی نہیں جاسکتی البتہ میّت کے لئے دعا اور استغفار کرو، یہ اس باب میں نص ہے (یہاں تک) یہ تکرار کے عدم جواز پر دلیل ہے۔(ت)

صلاۃ عید میں نہی کہاں، ہاں ثبوت بھی نہیں، پھر عدم ثبوت کو ثبوت عدم سے کیاعلاقہ **وھذا بحث لقد فرغنا عنه فی الرد علی الوھابیة مرارًا** (یہ وہ بحث ہے جس کو ہم وہابیوں کے رد میں بارہا تفصیلًا بیان کرچکے ہیں۔ت) غایت یہ کہ بے طلب شرع بے وجہ ہے جبکہ کوئی عارض خاص نہ ہو مثلًا مرید یا تلمیذ یا ابن کے نزدیک کل ثبوت شرعی ہوگیا تھا پڑھ لی شیخ یا استاذ یا اب کے یہاں آج ملنے کو حاضر ہوا ان کے نزدیک آج عید ہے، یا نماز کو کھڑے ہوئے اب ان کی مخالفت اس امر میں کہ شرعًا ممنوع وحرام نہیں معیوب وقبیح ہے لہٰذا متنفلًا شریک ہوگیا تو یہ صورت بے وجہ بھی نہیں بلکہ بوجہ وجیہ ہے، امام مجتہد مطلق عالم قریش سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے توجب مزار مبارک امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حضور نماز صبح پڑھائی دعائے قنوت نہ پڑھی نہ بسم اللہ وآمین جہر سے کہی نہ غیر تحریمہ میں رفع یدین فرمایا **علی مافی الروایات** (جیسا کہ روایات میں ہے)

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی صلٰوۃ الجنازہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۱۱/۱

خود اپنا مذہب مجتہد نے ترک کیا اور عذر بھی بیان فرمایا کہ مجھے ان امام اجل سے شرم آئی کہ ان کے سامنے ان کا خلاف کروں **کما بیناہ فی حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات** (جیسا کہ ہم نے "حیات الموات فی بیان سماع الموات" میں بیان کیا ہے۔ ت) **(۳)** امام اپنے قلب سے نیت کرتا ہے اور قلب غیب ہے اور زبان اس کا ذریعہ بیان۔ ہر مسلم اپنے مافی الضمیر پر امین ہے جب تک ظاہر اس کا مکذب نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

افلا شققت عن قلبہ حتی تعلم اقالھا ام لا[1] **رواہ مسلم۔**	کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا ہے حتی کہ تو نے جان لیا کہ اس نے دل سے کہا یا نہیں۔ اسے مسلم نے روایت کیا (ت)۔ل

مقتدیوں کا یہ وسوسہ بدگمانی ہے اور بدگمانی:

قال تعالیٰ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ[2] **وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب**[3] **الحدیث۔**	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اے ایمان والو! بہت زیادہ ظن سے بچا کرو کیونکہ بعض ظن گناہ ہو جاتے ہیں۔ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑی جھوٹی بات ہے (ت)

(۴) ہاں ثابت ہے **کما فصلناہ فی الفتوی السابقۃ بما لا مزید علیہ** (جیسا کہ ہم نے سابقہ فتوٰی میں اس کی تفصیل بیان کی جس پر اضافہ نہیں ہوسکتا۔ ت) فجر و مغرب کا حدیث میں استثناء فرمایا[4] **رواہ الدار قطنی بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم** (اسے دارقطنی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔ ت) تعلیل حکم نے فجر سے عصر، مغرب سے وتر کا

---

[1] صحیح مسلم باب تحریم قتل الکافر بعد قول لاالٰہ الااللہ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۶۸

[2] القرآن ۴۹/۱۲

[3] صحیح البخاری کتاب الوصایا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۸۴

[4] المصنف لعبدالرزاق باب الرجل یصلی فی بیتہ الخ حدیث ۳۹۳۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۴۲۲، کنزالعمال اعادۃ الصلوٰۃ حدیث ۲۲۸۳۲ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۸/۲۶۲

الحاق بتایا اور یہی مذہب حنفیّہ ہے۔

(۵) وصلیہ اولٰی ہے بدلیل حدیث محجن رضی اللہ تعالٰی عنہ:

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا جئت المسجد وکنت قدصلیت فاقیمت الصلوٰۃ فصل مع الناس وان کنت قدصلیت[1]۔	نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جب تو مسجد میں آئے جبکہ کہ تو نماز ادا کرچکا تھا پس جماعت کھڑی ہوگئی تو تو لوگوں کے ساتھ نماز ادا کرا گرچہ تونے نماز پڑھ لی تھی (ت)

یہ وہی مضمون وحکم ہے اور اس میں وصلیہ متعین والحدیث خیر تفسیر للحدیث (ایک حدیث دوسری حدیث کے لئے سب سے بہتر تفسیر ہوتی ہے۔ت)

(۶) ہاں درست ہے جہاں شرع مطہر سے ممانعت ثابت نہ ہو اور یہ عموم آیہ کریمہ کی تخصیص نہیں بلکہ وہ (ممنوع) عموم میں داخل ہی نہیں کہا من تطوع خیر افرمایا ہے اور ممنوع خیر نہیں کہ خیر ممنوع نہیں۔ **اقول:** تحقیق مقام یہ ہے کہ شے مطلوب الفعل اوالترک باحد الطلبین الجازم وغیرہ ہوگی یا لاولا یہیں سے احکام خمسہ پیدا ہوئے ان کا خامس مباح **وتمام الکلام فیہ بحیث لایوجد فی شیئ من الکتب فی رسالتنا الجود الحلو فی ارکان الوضوء** (اس سے متعلق تحقیق ہمارے رسالے "**الجود الحلو فی ارکان الوضو**" میں ہے جو کسی اور کتاب میں نہیں ملے گی۔ت) اربع اول کو ثبوت درکار اور عدم ثبوت طرفین کا نتیجہ خامس مگر یہ خامس کسی مستحسن کے نیچے اندراج اور نیت حسنہ کے اندراج سے مستحسن ہوجاتا ہے جیسے نیت قبیحہ سے مستقبح، فعل لوح سادہ ہے اور نیت نقش صورت اخیرہ ہیں وہ مکروہ حرام اور اس سے بدتر ہوسکتا اور اولٰی میں تطوع ہوکر دونوں آیہ کریمہ کے عموم میں آئے گا۔ اشباہ وردالمحتار وغیرہما میں ہے:

المباحات تختلف صفتھا باعتبار ماقصدت لاجلہ فاذا قصد بھا التقوی علی الطاعات اوالتوصل الیھا کانت عبادۃ کالاکل والنوم واکتساب المال والوطء[2] انتھی	مباحات کا مختلف نیات کے اعتبار سے حکم مختلف ہوجاتا ہے پس جب اس سے طاعات پر قوی یا طاعات کی طرف ایصال متصور ہو تو یہ عبادات ہوں گی مثلاً کھانا پینا، سونا، حصول مال اور وطی کرنا انتہی (ت)

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثالث من باب من صلی مرتین مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۱۰۳، مؤطا الامام مالک اعادۃ الصلوٰۃ مع الامام مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۱۵، مسند احمد بن حنبل حدیث محجن الدیلمی مطبوعہ دارالفکر بیروت ۴/ ۳۴

[2] الاشباہ والنظائر بیان دخول البیت فی العبادات مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۳۴

لہٰذا مسئلہ دائرہ میں یہ حکم نہ دیں گے کہ نماز عید دوبارہ پڑھنا مستحب ہے کہ یہ طلب شرعی سے خبر دے گا یعنی شرعًا مطلوب ہے کہ دوبارہ پڑھے اور یہ باطل ہے کہ اس کو ثبوت درکار اور ثبوت نہیں ولہٰذا اس کا فعل بے وجہ ہوگا کہ سبب نہیں یہ اس کا فی نفسہ حکم ہے پھر اگر خارج سے وجہ پیدا ہو مثلًا یہ امام متبرک بہ ہے یا اس جماعت میں وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ پڑھنے میں امید رحمت ہے کہ **ھم القوم لایشقی بھم جلیسھم**[1] (وہ ایسی قوم ہیں جن کا ساتھی اور ہم نشین بدبخت نہیں ہوتا۔ت) یا وہ وجہ جو ہم نے نمبر دوم میں بیان کی کہ معظم دینی سے موافقت و محو صورت مخالفت، تو یہ سب نیت محمودہ ہیں اور مباح نیت محمودہ سے محمود اور محمود کا ادنٰی درجہ نفل خصوصًا نماز کہ

الصلٰوۃ خیرموضوع فمن استطاع ان یستکثر منھا فلیستکثر[2] **رواہ الطبرانی الاوسط عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم**	نماز سب سے بہترین عمل ہے اس میں جتنا بھی کوئی اضافہ کرسکتا ہے کرے۔ اسے طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے (ت)

یوں تحت کریمتین داخل ہوگا، کشف الغمہ میں امیر المؤمنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ، سے ہے

: **فکان رضی اللہ تعالٰی عنہ لاینھی احدا تطوع بشیئ زائدا علی السنۃ ویقول فمن تطوع خیرا فھو خیرلہ**[3]۔	حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کسی کو بھی سنت سے زائد نوافل سے نہ روکتے اور فرماتے جو نیکی میں اضافہ کرنا چاہتا ہے اس کے لئے یہ بہتر عمل ہے۔ (ت)

رہا کریمتین میں ترک واو و فا یہ لکھنا تلاوت قرآن کا وقت نہ تھا بلکہ استدلال کا اور ترک کسی ایسے حرف کا نہ کیا جس پر نظمًا یا معنًی صحت کو توقف یا موجب تغیر ہو تو اسے کسی طرح غلطی نہیں کہہ سکتے۔ ابن ابی حاتم و بیہقی نے امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ، سے روایت کی:

ان رجلا سأل علیًّا عن الھدی ماھو فقال من الثمانیۃ الازواج فکان الرجل شك فقال ھل تقرأ القراٰن قال نعم قال فسمعت اللہ یقول لیذکروا اسم اللہ علی مارزقھم	ایک آدمی نے حضرت علی سے ہدی (قربانی) کے بارے میں پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ فرمایا آٹھ جوڑوں میں سے، اس آدمی کو شک گزرا، فرمایا کیا تو نے قرآن حکیم پڑھا ہے؟ عرض کیا۔ ہاں۔ فرمایا کیا تو نے یہ سنا ہوگا کہ اللہ تعالٰی

---

[1] صحیح مسلم باب فضل مجالس الذکر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۴

[2] مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی اوسط باب فضل الصلٰوۃ مطبوعہ دارالکتب بیروت ۲/۲۴۹

[3] کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ باب صلٰوۃ العیدین مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۱۹۱

من بهيمة الانعام ومن الانعام حمولة وفرشا قال نعم فسمعته يقول من الضأن اثنين ومن المعز اثنين ومن الابل اثنين ومن البقر اثنين قال نعم[1]۔	فرماتا ہے" چاہئے کہ وہ اللہ کا نام ذکر کریں اس کے دیئے ہوئے بے زبان چوپایوں پر، اور چوپایوں میں سے بعض وہ ہیں جو بوجھ اٹھانے والے اور کچھ زمین پر بچھے، میں نے عرض کیا ہاں، فرمایا تونے یہ بھی سنا ہوگا کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے ایک جوڑا بھیڑ کا، ایک جوڑا بکری کا، ایک جوڑا اونٹ کا اور ایک جوڑا گائے کا، فرمایا: ہاں۔ (ت)

امیر المؤمنین نے ایک آیت سترہویں پارے کی لی ایک آٹھویں کی اور ان کو سیاق واحد میں ذکر فرمایا دوبار سورہ انعام کی آیتوں میں خاص وسط میں سے اتنے جملے چھوڑ دیئے:

قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۴۳﴾	تم فرماؤ کیا اس نے دونوں نر حرام کئے یا دونوں مادہ، یا وہ جسے دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہیں کسی علم سے بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ (ت)

اب یہاں کیا حکم ہوگا نبؤنی بعلم ان کنتم صٰدقین۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۹۱: از شہر کہنہ بریلی محلّہ کانکر ٹولہ مسئلہ محمد ظہور خاں صاحب ۱۳/ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فجر کی نماز امام پڑھا رہا ہے اب دوسرا نمازی آیا تو شامل جماعت ہوجائے یا اول سنت ادا کرے، اگر مسجد چھوٹی ہے یا صحن مسجد قلیل ہے اور کانوں میں امام کی آواز آرہی ہے ایسی صورت میں ادائیگی سنت کس صورت سے ہونا چاہئے، یا بلاادائیگی سنت شامل ہوجائے اور سنت بعد طلوع آفتاب ہونا بہتر یا اوّل یعنی جماعت میں شامل ہوگیا تھا اس کے بعد؟

الجواب:

اگر جانتا ہے سنتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہوسکے گا اور صف سے دور سنتیں پڑھنے کو جگہ ہے تو پڑھ کر ملے ورنہ بے پڑھے، پھر بعد بلندی آفتاب پڑھے، اس سے پہلے پڑھنا گناہ ہے، کان میں آواز آنے کا اعتبار نہیں، امام اندر پڑھ رہا ہو باہر پڑھے، باہر پڑھتا ہو اندر پڑھے، حد مسجد کے باہر پاک جگہ پڑھنے کو ہو تو سب سے بہتر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۹۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض نمازیوں کی کسی دنیاوی ضرورت کی وجہ سے

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی باب الہدایا من الابل والبقر والغنم مطبوعہ دار صادر بیروت ۵/ ۲۲۹

مثلاً بازار کو خرید وفروخت کے لئے جانا ہوتا ہے تو اس کے لئے ان کی رعایت سے وقت مستحبہ پر نماز کو ترک کرنا اور اول وقت پڑھنے میں کچھ قباحت تو نہیں ہے یا امام کو وقت مستحبہ پر پڑھنا چاہئے مثلاً عصر کے وقت کہ بعد گزرنے دو مثل سایہ کے پندرہ بیس منٹ کا وقفہ اذان وصلوٰۃ کے لئے دے کر جماعت کرنے میں افضلیت تو ترک نہ ہوگی۔

الجواب:

عام جماعت کو ضرورت ہو تو حرج نہیں ایک کے لئے جماعت منتشر کرنا یا سب کو ترک وقت مستحبہ کی طرف بلانا بے جا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۹۳: سیکریٹری انجمن مشفق المسلمین محلّہ ابراہیم پورہ بریلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کیافرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مبتلائے جذام کو جس سے طبًا اجتناب واجب ہے اور مسلمانان محلّہ اس کے دخول مسجد واستعمال ظروف سے حذر کرتے ہیں مسجد میں بغرض شرکت جماعت وغیرہ آنے سے شرعًا بغرض فائدہ عوام روکا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

ہاں جبکہ اس کے آنے سے مسجد میں نجاست کا ظن غالب ہو تو وجوبًا اور ایسا نہ ہو صرف نفرت عوام واحتمال تقلیل جماعت ہو تو استحبابًا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۹۴: حافظ نجم الدین گندہ نالہ بریلی

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک شخص کو غسل کی حاجت ہے اگر وہ غسل کرتا ہے تو فجر کی نماز قضا ہوئی جاتی ہے تو اس وقت اسے کیا کرنا چاہئے۔

(۲) جبکہ امام رکوع میں ہے اور ایک شخص ایک تکبیر کہہ کر شامل جماعت ہوگیا تو یہ کبیر تحریمہ ہوئی یا مسنونہ، اس صورت میں نماز اس مقتدی کی ہوگی یا نہیں؟

الجواب:

(۱) تیمّم کرکے نماز پڑھ لے اور غسل کرکے پھر اعادہ کرے۔

(۲) اگر اس نے تکبیر تحریمہ کہی یعنی سیدھے کھڑے ہوئے تکبیر کہی کہ ہاتھ پھیلائے تو زانو تک نہ جائے تو نماز ہوگئی اور اگر تکبیر انتقال کہی یعنی جھکتے ہوئے تکبیر کہی تو نماز نہ ہوگی اسے دو تکبیر کہنے کا حکم ہے تکبیر تحریمہ اور تکبیر انتقال، پہلی تکبیر تحریمہ قیام کی حالت میں اور دوسری تکبیر انتقال رکوع کو جاتے ہوئے۔ درمختار

میں ہے:

لووجد الامام راکعا فکبر منحنیا ان الی القیام اقرب صح ولغت فیہ تکبیرۃ الرکوع [1]۔ واللہ تعالٰی اعلم	اگر کسی نے امام کو حالت رکوع میں پایا تو اس نے جھکتے ہوئے تکبیر کہی اگر یہ مقتدی قیام کے زیادہ قریب ہو تو درست ہے اور اس کی تکبیر رکوع لغو ہوجائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۸۹۶: دو شخص ایک چٹائی ایک مصلے پر جداجدا برابر کھڑا ہو کر ایک ہی نماز فریضہ قبل جماعت یابعد جماعت پڑھ رہے ہیں ان کی نماز ہوجائے گی یانہیں؟

الجواب:

نماز تو ہر طرح ہوجائے گی لیکن قبل جماعت الگ الگ پڑھیں اور ایک کاحال دوسرے کو معلوم ہو اور ان میں ایک قابل امامت ہے اس کو کوئی عذر شرعی نہ ہو توان پر ترک جماعت کاالزام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۹۷: از شہر بریلی محلّہ باغ احمد خاں ۲۰/ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

جماعت جمعہ کے اندر پہلی صف میں دو یا تین شخص جن کی داڑھی منڈی ہوئی اور ایک شخص کی کتری ہوئی اس نے یہ لفظ کہا کہ بزرگ لوگ پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں وہ اگلی صف میں آجائیں اور منڈی اور کتری ہوئی پیچھے چلے جائیں، لہٰذا اس نے گناہ کیا یانہیں، اور اگلی صف میں منڈی ہوئی ہیں اور پیچھے صف میں پرہیزگار اور متقی ہیں ان کو پہلی صف میں لے جائیں اور منڈی ہوئی کو پیچھے ہٹایا جائے یانہیں، اور وہ لوگ جن کی داڑھی منڈی ہوئی ہے اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد کو نماز پڑھنے کو جاتے ہیں اور ایک کے ساتھ ایک یا دو داڑھی والے بھی جاتے ہیں اس بات کو ان لوگوں نے نہایت ناگوار معلوم کیا۔

الجواب:

داڑھی کترانا منڈانا حرام ہے اور اس کے مرتکب فاسق ان کو تفہیم ہدایت کی جائے، بہتر یہ ہے کہ امام کے قریب دانشور لوگ ہوں، حدیث میں فرمایا:

لیلینی منکم اولوالاحلام والنھی [2]۔	تم میں سے دانشور اور عقلمند لوگوں کو میرے قریب ہونا چاہئے۔ (ت)

---

[1] درمختار فصل واذااراد الشروع فی الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۷۴

[2] صحیح مسلم باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۱

اور وہی دانشور ہے جو متقی ہو، متقیوں کو چاہئے تھا کہ یہی پہلے آتے کہ سب سے اول میں جگہ پاتے اب کہ وہ دوسری قسم کے لوگ پہلے آگئے تو انہیں مناسب ہے کہ متقیوں کے لئے جگہ خالی کردیں ورنہ انہیں ہٹانے کی کوئی وجہ نہیں خصوصًا جبکہ سبب فتنہ ہو اعمال میں ہدایت نرمی سے چاہئے کہ سختی سے ضد نہ بڑھے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۸۹۸: از شہر بانس منڈی مسؤلہ محمد جان بیگ ۱۰/ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پانچوں وقت کی نماز ادا کرتا ہے اور صوم وصلوٰۃ کا بھی پابند ہے مگر مسجد میں صرف تین وقت کی نمازیں ظہر وعصر ومغرب باقی عشاء وفجر کی اپنے مکان پر تنہا پڑھتا ہے اور وجہ تنہائی میں پڑھنے کی یہ ہے کہ بعد نماز عشاء وفجر کے وظیفہ میں زیادہ وقت لگتا ہے اور قرآن عظیم کی تلاوت بھی کرتا ہے تنہا پڑھنے میں علیحدہ کوئی حرج تو نہیں؟

الجواب:

پانچوں وقت کی نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ واجب ہے ایک وقت کا بھی بلاعذر ترک گناہ ہے، وظیفہ وتلاوت باعث ترک نہیں ہوسکتے فرض مسجد میں باجماعت پڑھ کر وظیفہ وتلاوت مکان پر کرے ورنہ صورت مذکورہ فسق وکبیرہ ہے فان کل صغیرۃ بالاعتیاد کبیرۃ وکل کبیرہ فسق (ہر صغیرہ گناہ کا معمول اسے کبیرہ بنادیتا ہے اور ہر کبیرہ گناہ فسق ہے۔ت) حدیث میں ہے ظلم اور کفر نفاق سے ہے۔ یہ بات کہ آدمی اللہ کے منادی یعنی مؤذن کو پکارتا سنے اور حاضر نہ ہو، وہ وظیفہ وتلاوت کہ جماعت مسجد سے روکین وظیفہ وتلاوت نہیں بلکہ ناجائز ومعصیت۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۸۹۹: از اسیریاں محلّہ سادات ضلع فتح پور مسؤلہ حکیم سید نعمت اللہ صاحب ۲۳/ محرم ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جماعت ثانیہ میں اقامت کہ جائے یانہیں اور جماعت ثانیہ میں امام کو زور سے جہری نماز میں قرأت کرنی چاہئے یاجماعت اولٰی کے لوگ جو سنتیں پڑھ رہے ہوں ان کے خیال سے برائے نام آواز سے پڑھے تاکہ دوسروں کی نماز میں ذہن نہ منتقل ہو جو حکم شرعی ہو ارشاد فرمائیں؟

الجواب:

جماعت ثانیہ کے لئے اعادہ اذان ناجائز ہے تکبیر میں حرج نہیں اور اس کا امام نماز جہری میں بقدر حاجت جماعت جہر کرے گا اگرچہ اور لوگ سنتیں پڑھتے ہوں **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۹۰۰: از شہر کہنہ محلّہ لودھی ٹولہ مسؤلہ حبیب اللہ خاں صاحب ۲۹ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وبکر باہم رشتہ دار ہیں دونوں میں خانگی معاملات میں مع دیگر رشتہ داران زید وبکر عرصہ سے نااتفاقی ہے اور زید وبکر دونوں شریک ہو کر ایک جماعت میں ہمیشہ

نماز پڑھتے ہیں، اما صاحب سے کسی کو کچھ کدورت نہیں ہے اب اہل محلّہ زید و بکر سے کہیں کہ تم دونوں باہم میل کرلو، بکر یہ جواب دے کہ ہم باہم رشتہ دار ہیں ہمیں میل کرنے میں کچھ انکار نہیں ہے مگر اس معاملہ میں دیگر رشتہ دار داماد بھائی حقیقی وغیرہ بھی شریک ہیں جن کے ساتھ زید کو مع دیگر رشتہ داران ناراضگی ہے ان کی موجودگی کی بھی ضرورت ہے ــــــــاس وقت پورا میل ہوسکتا ہے تنہا میل کرنے میں دیگر رشتہ داران کو مجھ سے رنج ہوجائے گا بغیر ان کی موجودگی کے میل ناممکن ہے، یہ جواب بکر کا چند اشخاص کو ناگوار معلوم ہوا اور ان اشخاص نے ناخوش ہوکر بکر سے کہا کہ اگر تم اس وقت ہمارے کہنے سے میل نہیں کروگے تو ہم جماعت میں شریک نہیں ہونے دیں گے ہر طرح پریشان کریں گے لہٰذا اس بنا پر ایک شخص نے مسجد میں وقت نماز اعلان کیا کہ زید و بکر میں باہم رنج ہے جب دو شخص ایسے جن میں رنج ہے وہ شریک جماعت ہوں تو پوری جماعت کی نماز نہیں ہوتی ہے اور نہ دعا اس جماعت کی قبول ہوتی ہے اور صرف بکر کو یہ کہہ کر جماعت سے علیحدہ کردیا، تو یہ عمل ان اشخاص کا جائز ہے یا ناجائز، اگر ناجائز ہے تو علیحدہ کردینے والوں کو شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

(۲) سوال بصورت حال مندرجہ بالا جو اشخاص وقت نماز جماعت سے علیحدہ کردیں ان کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

(۱) اس صورت میں اس کو جماعت سے علیحدہ کرنا جائز نہیں اور یہ کہنا محض باطل ہے کہ جس جماعت میں دو شخص آپس میں رنج رکھتے ہوں نماز نہیں ہوگی اور یہ بھی غلط محض ہے کہ وہاں دعا قبول نہیں ہوگی، ہاں باہم اہلسنت کے اتفاق رکھنے کا حکم ہے اور دو بھائیوں میں کسی دنیوی وجہ سے قطع مراسم تین دن سے زیادہ حرام ہے اور جو باہم موافقت کی طرف سبقت کرے گا وہ جنت کی طرف سبقت کرے گا اور جس سے اس کا بھائی معافی چاہے گا اور وہ بلاعذر شرعی معاف نہ کرے گا تو حدیث میں فرمایا کہ اسے روز قیامت حوض کوثر پر میرے پاس حاضر ہونا نصیب نہ ہوگا۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۲) بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے علیحدہ کرنا ظلم شدید ہے اس میں حق اللہ کا بھی مواخذہ ہے اور حق العبد کی بھی گرفتاری، توبہ بھی کریں اور ان لوگوں سے معافی بھی چاہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۹۰۲: از شہر تکیہ سفر علی شاہ مسؤلہ مولوی احمد بخش صاحب ۳/صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عشا کے واسطے (۰۸) بجے وقت مقرر کرلیا گیا کہ بلاانتظار کئے دوسرے کے اس وقت جماعت کھڑی ہوجائے گی کل شب میں ۱۴ آدمی دروازے پر مسجد کے کھڑے تھے پانچ سات کو وضو کرنا تھا دو تین کرچکے تھے یہ سب ایک مسئلہ پر ذکر کررہے تھے جماعت کی تکبیر والے نے ان سب کو

نہیں بلایا نماز شروع کردی، آیا بلانا یا انتظار واجب تھا یا نہیں؟

الجواب:

اگر اذان کے بعد انتظار بقدر مسنون کرلیا گیا ہو پھر زیادہ انتظار کی حاجت نہیں اور اگر وقت میں وسعت ہو اور حاضرین پر گراں نہ ہو تو جو آگئے ہیں ان کے وضو کا انتظار کرلینا بہتر، اذان کے بعد غیر مغرب میں بحالت وسعت وقت اتنا انتظار مسنون ہے کہ کھانے والا کھانے سے فارغ ہوجائے جیسے قضائے حاجت کرنی ہے اس سے فراغ پائے اور طہارت و وضو کرکے آجائے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۹۰۳: از مونڈیا جاگیر ضلع بریلی مسؤلہ عبدالصمد ۵/صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے یہاں پانچ آدمی ہیں اور سب کلام مجید خواں اور نمازی ہیں، ایک روز زید نے بوقت عشا بوجہ تنہائی مکان اپنے گھر نماز ادا کی بوجہ حاضر نہ ہونے مسجد کے زید کا مع اس کے برادران اور اہل خانہ حقہ پانی بھنگی بہشتی دھوبی جملہ کام والوں کو اس سے بند کردیا اور پانچ دن سے بند ہے یعنی یکم صفر سے ۵ صفر تک، حالانکہ زید نماز کے لئے کوئی عذر و حیلہ نہیں کرتا بلکہ بوجہ مجبوری کے حاضر نہیں ہے، آیا زید اس سزا کا مستوجب تھا یا نہیں، اگر نہ تھا تو سزادہندگان کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب:

اگر واقعی مکان تنہا تھا اور تنہا چھوڑ کر آنے میں اندیشہ تھا تو یہ عذر قابل قبول ہے اور ایسی حالت میں سزا دینا ظلم ہے، اور اگر کوئی عذر صحیح نہ ہو بلاعذر جماعت چھوڑے تو شرعًا قابل سزا ہے **واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ ۹۰۴: از مونڈیا جاگیر ضلع بریلی مسؤلہ عبدالصمد ۵/صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو مرض جذام ہے سال گزشتہ میں ڈاکٹر نے مرض مذکور کی تصدیق کردی ہے اب ناخون وغیرہ کے دیکھنے سے مرض کی شدت کا ثبوت ہوتا ہے چونکہ زید مسجد میں آکر وضو کرتا ہے جس سے بعض اشخاص تنفر کرتے ہیں بلکہ مسجد میں نماز پڑھنے سے جماعت سے احتراز کرنا چاہتے ہیں اور اکثر مقتدیان کا عزم ہے کہ زید اگر جماعت میں شامل ہوگا تو ہم گھر پر نماز پڑھ لیا کریں گے دریں صورت مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے، آیا زید کو مسجد سے روک دینا چاہئے یا لوگوں کو گھر پر نماز پڑھ لینا، اور کبھی کبھی خود بھی نماز پڑھانے کو کھڑا ہوجاتا ہے۔

الجواب:

اس صورت میں زید کو چاہئے کہ نماز گھر میں پڑھے جماعت منتشر نہ کرے، اور اس کی امامت مکروہ ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۹۰۵: از محلّہ سوداگران مسؤلہ شمس الہدی صاحب طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۱۲صفر ۱۳۳۹ھ

حضور اس مسئلہ میں کیاارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ایسا ہو کہ وہابی کے مدرسہ میں پڑھتا ہو اور ان کے اقوال بھی جانتا ہے اور پھر وہابی کے مکان میں رہتا ہے اس کے یہاں کھانا کھاتا ہے تو اس صورت میں اسے اہلسنت کی نماز جماعت میں کھڑا ہونے دیں یا نہیں اور اگر کھڑا ہوگا تو فصل لازم آئے گا یا نہیں؟

الجواب:

اگر وہ وہابیہ کے عقائد سے واقف ہو کر انہیں مسلمان جانتا ہے تو ضرور صف میں اس کے کھڑے ہونے سے فصل لازم آئے گا اور صف قطع ہوگی اور قطع صف حرام ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من قطع صفا قطعه اللہ[1] ۔	نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے صف کو کاٹا اسے اللہ تعالٰی اپنی رحمت سے کاٹ دے گا۔ (ت)

اور اگر وہابیہ کو کافر جانتا ہے تو ان سے میل جول کے باعث جس میں سب سے بدتر اُن سے پڑھنا ہے سخت فاسق ہے امامت کے قابل نہیں، نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی مگر صف میں اس کے کھڑے ہونے سے صف قطع نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۰۶ : مولوی عبداللہ صاحب بہاری مدرس مدرسہ منظر الاسلام محلّہ سوداگران بریلی ۹صفر ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک جماعت میں چار صفیں ہیں، صف اول میں کسی مقتدی یا امام کا وضو جاتا رہا تب وہ مقتدی یا امام باہر کس طرح آسکتا ہے کیونکہ درمیان میں تین صفیں ہیں جو شانہ سے شانہ ملائے ہیں اور مقتدی کی جو جگہ خالی ہے اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب:

مقتدی جس طرف جگہ پائے چلا جائے، یونہی امام دوسرے کو خلیفہ بنا کر، اب صفوں کا سامنا سامنا نہیں کہ امام کا سترہ سب کا سترہ ہے اور مقتدی کی جو جگہ خالی رہی کوئی نیا آنے والا اسے بھردے یا یونہی رہنے دے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۰۷: از شہر محلّہ باغ احمد علی خاں مسؤلہ نیاز احمد صاحب ۲۴صفر ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک محلّہ میں دو گروہ آباد ہیں دیوبندی و سنی حنفی، اس محلّہ کی مسجد میں دو دو جماعتیں ہوتی ہیں پہلی جماعت دیوبندی فرقہ کی ہوتی ہے وہ لوگ عداوت

---

[1] سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۷

کی وجہ سے مغرب اور فجر کی نماز میں دیر کردیتے ہیں اس میں جماعت (نماز) قضا ہونے کااندیشہ ہے اگر سنی اپنی جماعت پہلے کرانا چاہتے ہیں تو وہ لوگ فساد پر آمادہ ہوتے ہیں ایسی حالت میں سنیوں کو کیا کرنا چاہئے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

عین ان کی جماعت ہونے کی حالت میں سنی اپنی جماعت کرسکتے ہیں کہ نہ ان کی جماعت جماعت ہے نہ اُن کی نماز نماز۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۹۰۸: از شہر ممباسہ ضلع شرقہ افریقہ دکان حاجی قاسم اینڈ سنز مسؤلہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب ۲۶/رمضان ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نماز پڑھاتا ہے جماعت کو، بعد دوسرے آدمی امام شافعی علیہ الرحمۃ کے مقلد آئے اور صحن میں جماعت پڑھانے لگے اسی طرح دو جماعت ایک مسجد میں ساتھ ادا کرنا جائز ہے یانہیں اور صحن میں ایک امام نماز پڑھارہاہے مقلد شافعی کے ہاں مسبوق کے ساتھ اقتدا کرنا جائز ہے اسی طرح نماز جماعت سے پڑھتے ہیں اور امام آیا اور تکبیر ہوئی اور جماعت کھڑی ہوئی اسی طرح دو جماعت ایک مسجد میں پڑھنا جائز ہے یانہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

ایک مسجد میں ایک فرض کی دو جماعتیں ایک ساتھ قصداً کرنا بلاوجہ شرعی ناجائز وممنوع ہے لیکن ایک جماعت حنفیّہ کی امام حنفی کے پیچھے ہو اور دوسری شافعیہ یامالکیہ یاحنبلیہ کی اپنے ہم مذہب امام کے پیچھے ہو اس میں حرج نہیں جس طرح حرمین شریفین میں معمول ہے کہ یہ وجہ شرعی سے ہے مسبوق کی اقتداء ہمارے مذہب میں باطل ہے اگرچہ وہ مسبوق شافعی المذہب ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۹۰۹: از موضع دھرم پور ضلع بلند شہر پرگنہ ڈبائی کوٹھی نواب صاحب مسؤلہ عبدالرحیم ۲۸/رمضان ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز باجماعت ہوچکی، بعد میں دوچار آدمی فراہم ہوگئے اور جماعت سے رہ گئے تو وہ آپس میں مل کر نماز باجماعت سے پڑھ سکتے ہیں یانہیں، کیونکہ اکثر ایسا دیکھا گیا تھا اب ایسا معلوم ہوا ہے کہ اول جماعت کے بعد پھر جماعت سے نماز پڑھنا موجب ثواب نہیں بلکہ عذاب ہے لہٰذا جو حکم شریعت ہو اس سے آگاہ فرمایئے؟ **بینوا وجروا**

الجواب:

جو مسجد کسی معین قوم کی نہیں جیسے بازار یاسرایا اسٹیشن کی مسجدیں، ان میں تو ہر جماعت جماعت اولٰی ہے

ہر جماعت کاامام اسی محل قیام امام پر محراب میں کھڑا ہو کرامامت کرے بلکہ افضل یہ ہے کہ ہر جماعت جدید اذان سے ہو۔ ہاں مسجد محلّہ میں جس کے لئے امام وجماعت معین ہیں اس اعتماد پر کہ ہم اپنی جماعت دوبارہ کرلیں گے بلاعذر شرعی مثل بدمذہبی امام وغیرہ جماعت اولٰی کاقصداً ترک کرناگناہ ہے اور اگر امام کے ساتھ اہل محلّہ کی جماعت ہوگئی اور کچھ لوگ اتفاقاً یاعذر صحیح کے سبب رہ گئے توان کواذانِ جدید کی اجازت نہیں اور محراب میں قیام امام کی جگہ ان کے امام کو کھڑا ہونا مکروہ ہے اذان دوبارہ نہ کہیں اور محراب سے ہٹ کر جماعت کریں یہی افضل ہے اسے جو موجب عذاب بتاتا ہے غلط کہتا ہے **کما حققنا فی فتاوٰنا** (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۹۱۰: ازمدرسہ اہلسنت منظر اسلام بریلی مسؤلہ عبداللہ مدرس ۱۳/شوال ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک صف پر دو یا چار شخص علیحدہ علیحدہ فرض پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: اگر جماعت کرسکتے ہوں تو ترک جماعت نہ کریں رافضیوں سے مشابہت نہ کریں اور اگر یہ جماعت جماعت اولٰی ہے جب تو اس کاترک گناہ اور ناجائز ہے مگر نماز سب کی بہر حال ہوجائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۱۱ تا ۹۲۲: از گورکھپور محلّہ دھوبی مسؤلہ سعید الدین ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) جماعت کے لئے تعین وقت گھڑی سے جائز ہے یانہیں؟

(۲) امام کو کسی مقتدی کے لئے جو ممبر مسجد ومیر محلّہ ہو اور سید ہو باوجود گزر جانے وقت معین گھڑی کے جماعت کے لئے انتظار کرنا درست ہے یانہیں؟

(۳) امام کے نزدیک تمام مقتدیوں کی عزت برابر ہونی چاہئے یانہیں؟

(۴) ایک مقتدی کوجو ممبر مسجد ومیر محلّہ اور سید ہو دوسرے مقتدی پر فوقیت ہے یانہیں۔

(۵) اگر کوئی مقتدی سنت مستحب نماز پڑھتاہو تو اس کی سنت ختم ہونے تک امام کو انتظار کرناچاہئے یانہیں، سنت مؤکدہ کی تعریف کیاہے؟

(۶) کسی مقتدی کابوجہ اس کی امارت اعزاز کے باوجود تعین وقت گھڑی وضو اور سنت کاانتظار کرنا جائز ہے یاناجائز؟

(۷) امام کا کہنا کہ ہم کو مقتدیوں کے انتظار کی ضرورت نہیں بلکہ مقتدیوں کو امام کے انتظار کی ضرورت ہے صحیح ہے یا نہیں؟

(۸) امام کو وقت معین گھڑی پر آنا جائز ہے یا نہیں؟

(۹) امام کا کہنا کہ گھڑی کا معین صرف مؤذن کی اذان کے لئے ہے جماعت کے لئے نہیں درست ہے یا نہیں؟

(۱۰) باوجود تعین وقت گھڑی امام کا کہنا کہ جب امام نماز کے لئے کھڑا ہو جائے وہی وقت نماز کا ہے درست ہے یا نہیں؟

(۱۱) مقتدیوں کا پیش امام سے جو کہ وقت معین پر نماز نہ پڑھاتے ہوں کہنا کہ آپ وقت معین سے ۲۔۴۔۱۰ منٹ پہلے تشریف لائیے درست ہے یا نہیں؟

(۱۲) امام کا کہنا میں حشر تک نہ آؤں گا درست ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

(۱) جائز ہے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) درست ہے جبکہ حاضرین پر گراں نہ ہو اور وقت وسیع ہو **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۳) جس کو دینی عزت زائد ہے ہر مسلمان کے نزدیک زائد ہے، اس کی وہ رعایت کی جائے گی جو دوسرے کی نہ ہوگی جب تک کوئی حرج شرعی لازم نہ آئے، **واللہ تعالٰی اعلم**

(۴) ہے مگر نہ ایسی کہ اس کی ذاتی رعایت اوروں پر باعث بار ہو اور عین نماز میں کسی معین کی رعایت جائز نہیں مثلاً امام رکوع میں ہے اور کوئی شریک ہونے کو آیا اگر امام نے نہ پہچانا تو اس کے لئے رکوع میں بعض تسبیحیں زائد کر سکتا ہے جس میں وہ شامل ہو جائے کہ یہ دین میں اعانت ہے لیکن اگر پہچانا کہ فلاں ہے اور اس کی خاطر سے زائد کرنا چاہے تو جائز نہیں ویخشی علیہ امر عظیم (اس سے ڈرنا چاہئے یہ بہت بڑا معاملہ ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

(۵) انتظار کر سکتا ہے اگر وقت میں وسعت ہو اور اوروں پر گرانی نہ ہو۔ سنت موکدہ وہ امر دینی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا مگر نادرًا یا کبھی ترک نہ فرمایا مگر اتفاق سے کسی نے ترک کیا تو اس پر انکار بھی نہ فرمایا، **واللہ تعالٰی اعلم**

(۶) اس کا جواب نمبر ۵ کے مطابق ہے مگر خاص اس کی مالداری کے سبب رعایت کی اجازت نہیں لیکن اس حالت میں کہ رعایت نہ کرنے سے فتنہ ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۷) مقتدیوں کو امام کا انتظار چاہئے امام کو تاحد وسعت مقتدیوں کا انتظار چاہئے۔ حدیث میں ہے:

لوگ جلد جمع ہو جاتے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جلد نماز پڑھ لیتے اور لوگ دیر میں آتے تو تاخیر فرماتے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۸) جائز کیا بلکہ مناسب ہے **واللہ تعالٰی اعلم**

(۹) تعیین وقت جماعت ہی کے لئے کی جاتی ہے، لوگ جب وقت معین پر آجائیں تو امام کو بلاضرورت زیادہ دیر لگانے کی اجازت نہیں کہ وجہ ثقل وباعث نفرت جماعت ہوگا۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۱۰) جب وقت معین ہوچکا تو اس کے بعد دیر کرکے امام کا نماز پڑھانا اس کا حکم ابھی سوال سابق میں گزرا اور اس سے پہلے جلدی کرکے پڑھ لینا باعث تفریق جماعت ہوگا اور وہ بلاضرورت جائز نہیں **واللہ تعالٰی اعلم**۔

(۱۱) پیشتر کی استدعا فضول ہے، یہ استدعا کریں کہ وقت معین پر تشریف لایا کیجئے واللہ تعالٰی اعلم

(۱۲) اگر پیشتر آنے سے انکار ہے تو بیجا نہیں، امام انتظار کے لئے نہیں بنایا گیا **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۹۲۳: از چاند پارہ ڈاک خانہ شہرت گنج ضلع بستی مسئولہ محمد یار علی نائب مدرس ٹریننگ اسکول ۱۸/ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام کو مقتدی کی صف کے آگے کھڑا ہونے کی جگہ نہیں ہے تو امام صف مقتدی میں کس صورت سے کھڑا ہو، آیا امام مقتدی سے کچھ امتیاز کے واسطے آگے کھڑا ہو یا مقتدی امام کی دونوں جانب یعنی دہنی بائیں امام کے پیر کے برابر کھڑے ہوں؟ **بینوا توجروا**

الجواب: جب صرف ایک مقتدی ہو تو سنت یہی ہے کہ وہ امام کے برابر داہنی طرف کھڑا ہو مگر اس کا لحاظ فرض ہے کہ قیام، قعود، رکوع، سجود کسی حالت میں اس کے پاؤں کا گٹّا امام کے گٹّے سے آگے نہ بڑھے۔ اسی احتیاط کے لئے امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ اپنا پنجہ امام کی ایڑی کے برابر رکھے، اور اگر دو مقتدی ہوں تو اگرچہ سنت یہی ہے کہ پیچھے کھڑے ہوں، پھر بھی اگر امام کے دہنے بائیں برابر کھڑے ہو جائیں گے حرج نہیں مگر دو سے زیادہ مقتدیوں کا امام کے برابر کھڑا ہونا یا امام کا صف سے کچھ آگے بڑھا ہونا کہ صف کی قدر جگہ نہ چھوٹے یہ ناجائز وگناہ ہے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی، اگر مقتدیوں کی کثرت اور جگہ کی قلت ہے باہم صفوں میں فاصلہ کم چھوڑیں پچھلی صف اگلی صف کی پشت پر سجدہ کرے اور امام کے لئے جگہ بقدر ضرورت پوری چھوڑیں اور اگر اب بھی امام کو جگہ ملنا ممکن نہ ہو نہ ان میں کچھ لوگ دوسری جگہ نماز کو جاسکیں مثلاً معاذاللہ کسی ایسی کوٹھڑی میں محبوس ہیں جس کا عرض جانب قبلہ گز سوا گز ہے تو یہ صورت مجبوری محض

ہے اس میں قواعد شرع سے ظاہر یہ ہے کہ جماعت کریں امام بیچ میں کھڑا ہو پھر تنہا تنہا اس کا اعادہ کریں جماعت اقامت اشعار کے لئے اور اعادہ رفع خلل کے واسطے۔ در مختار میں ہے:

كل صلاة اديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها[1]	جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا اعادہ واجب ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

لو توسط اثنين كره تنزيها وتحريما لو اكثر[2] ھ ولايقال الجماعة واجبة بل قيل سنة موكدة وكراهة التحريم فى جانب النهى كالوجوب فى جانب الامر، والاجتناب عن المناهى اهم من ايتان الاوامر، فى الحديث لترك ذرة مما نهى الله خير من عبادة الثقلين، لانا نقول اقامة الشعار اهم من كل شيئ حتى اباحوا للختان وليس الاسنة صريح المحرمات من النظر والمس قيل فى الهندية عن العتابية فى ختان الكبير اذا امكن ان يختن نفسه فعل والالم يفعل الا ان يمكنه ان يتزوج اويشترى ختانة فتختنه وذكر الكرخى فى الجامع الصغير ويختنه	اگر امام دو مقتدیوں کے درمیان کھڑا ہوا تو یہ مکروہ تنزیہی ہے اگر دو سے زیادہ مقتدی ہوں تو مکروہ تحریمی اھ یہ نہ کہا جائے کہ جماعت واجب ہے بلکہ اسے سنت مؤکدہ کہا گیا ہے اور جانب نہی میں کراہت تحریمی، جانب امر میں وجوب کی طرح ہے اور مناہی سے اجتناب اوامر پر عمل سے اہم ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اللہ تعالٰی کے منع کردہ ایک ذرہ کا چھوڑ دینا تمام جن وانس کی عبادت سے افضل ہے۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ شعار کی اقامت ہر شے سے اہم ہے حتی کہ علمانے ختان کے لئے صریح محرمات پر نظر مس کو مباح قرار دیا حالانکہ ختنہ صرف سنت ہے۔ فتاوٰی ہندیہ میں عتابیہ کے حوالے سے کبیر کے ختنے کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اگر اس کیلئے اپنا ختنہ کرنا ممکن ہو تو خود کرے ورنہ نہ کرے مگر اس صورت میں کہ جب اس کے لئے شادی ممکن ہو یا ایسی لونڈی خریدنا ممکن ہو جو اس کا ختنہ کردے تو ایسا ہی کرے۔ امام کرخی نے جامع صغیر

---

[1] در مختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۱

[2] در مختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

الحمامی [1]۔ **اقول:** ویؤیدہ ماعن الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم انھم کانوا لایختنون اولادھم الابعد البلوغ وقال فی الدر وقتہ غیرمعلوم وقیل سبع سنین کذا فی الملتقی وقیل عشر وقیل اقصاہ اثنتا عشرۃ سنۃ [2] زاد الشامی عن الطحطاوی وقیل لایختن حتی یبلغ لانہ للطھارۃ ولاتجب علیہ قبلہ [3] قال فی الدر وقیل العبرۃ بطاقتہ وھوالاشبہ [4] قال ش ای بالفقہ زیلعی وھذہ من صیغ التصحیح [5] ھ فشمل اذا لم یلق الابعد البلوغ لایقال فلیصل ثلثۃ ثلثۃ تتری یؤم کل اثنین امام فالجماعۃ یحرزون وعن الکراھۃ یحترزون لانا نقول لا اصل فی الشریعۃ الطاھرۃ لتفریق الجماعۃ الحاضرۃ ولم یرض اللہ بہ للمسلمین وھم فی نحرالعدو فما ظنک بسائر الاحوال ھذا	میں فرمایا اس کا ختنہ حجام کردے۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں) اس کی تائید صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین کے اس عمل سے ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کا ختنہ بلوغت کے بعد کرتے تھے۔ درمختار میں ہے کہ ختنہ کا وقت مقرر نہیں، بعض نے سات سال، بعض نے دس سال، اور بعض نے کہا ہے کہ آخری وقت بارھواں سال ہے۔ شامی نے طحطاوی کے حوالے سے اضافہ کیا ہے کہ بلوغ سے قبل ختنہ نہ کیا جائے کیونکہ اس کا مقصد طہارت ہے اور وہ بلوغ سے پہلے لازم نہیں ہوتی۔ درمختار میں ہے اعتبار طاقت وقوت کا ہے، اور یہی مختار ہے۔ شارح شامی نے فرمایا یعنی یہی عقل ودانش کے زیادہ قریب ہے زیلعی، اور یہ (اشبہ) تصحیح کے صیغوں میں سے ایک ہے اھ یہ اس صورت کو بھی شامل ہے جب بلوغ کے بعد ہی طاقت رکھتا ہو، یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ تین تین الگ ہو کر نماز ادا کریں اور امام ہر دو کی امامت کرائے تو جماعت حاصل کرلیں گے اور کراہت سے بچ جائیں گے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ شریعت طاہرہ میں جماعت حاضرہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب التاسع عشر فی الختان الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۷

[2] ردالمحتار مسائل شتّی ، مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۲/ ۳۴۹

[3] درمختار مسائل شتّی مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/ ۵۳۰

[4] درمختار مسائل شتّی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۵۰

[5] ردالمحتار ، مسائل شتّی مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/ ۵۳۰

ماظھر لی وعند ربی علم حقیقۃ کل حال۔ واللہ تعالٰی اعلم	میں تفریق کی اجازت نہیں ہے حتی کہ دشمنوں کے سامنے بھی اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کے لئے ایسے عمل کو پسند نہیں کیا تو دیگر حالات میں یہ کیسے ہوسکتا ہے، یہ بات مجھ پر آشکار ہوئی ہے حقیقت حال کا علم میرے رب کریم کے پاس ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۲۴تا۹۲۷: از غازی پور محلّہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب محرر دفترججی غازی پور ۱۷/ذی القعدہ ۱۳۲۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین:

(۱) ایک مسجد میں دو تین جماعتوں کا یکے بعد دیگرے ہونا کیسا ہے، چاہئے یا نہیں؟

(۲) کراہت جماعت ثانیہ میں آپ کی کیا تحقیق ہے؟

(۳) ایک مسجد میں ایک ہی وقت دو تین آدمیوں کافرداًفرداًفرض پڑھنا کیسا ہے؟

(۴) اور اگر فرداًفرداً چند شخص فرض پڑھیں تو نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب:

(۱) مسجد دو قسم ہے ایک مسجد عام جسے کسی خاص محلّہ سے خصوصیت نہیں جیسے مسجد جامع یا بازار یا سرا یا اسٹیشن کی مسجد (۲) دوسری مسجد محلّہ کہ ایک محلّہ خاص سے اختصاص رکھتی ہو اس کی معمولی جماعت معین ہے اگرچہ کچھ راہگیر یا مسافر بھی متفرق اوقات میں شریک ہوجایا کریں، اور یکے بعد دیگرے چند جماعتیں کرنے کی بھی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ جماعت موجودہ کے دو یاچند حصے کردیں، جب ایک حصہ کرلے تو دوسرا کرے۔ دوسرے یہ کہ وہ حاضر ہوا پڑھ گیا دوسرا اس کے بعد آیا یہ اب جماعت کرتا ہے تعدد جماعت کی پہلی صورت بلاضرورت شرعیہ مطلقاً حرام ہے خواہ مسجد محلّہ ہو یا مسجد عام، ہاں بضرورت جائز ہے جیسے صلٰوۃ الخوف میں۔ رہا یہ کہ مسجد میں کوئی بدمذہب گمراہ یا فاسق معلن یا قرآن مجید کاغلط پڑھنے والا امامت کرتا ہے کچھ لوگ براہ جہل یا تعصب اس کے پیچھے پڑھتے ہیں دوسرے لوگ اس کے روکنے پر قادر نہیں یہ اس کی اقتدا سے بازرہتے ہیں اور اس کے فراغ کے بعد اپنی جماعت جدا کرتے ہیں جس کا امام سب بلاؤں سے پاک ہے یہ صورت مطلقاً جائز بلکہ شرعاً مطلوب ہے مسجد عام ہو خواہ مسجد محلّہ۔ اور تعدد جماعت کی صورت ثانیہ کہ یہ گروہ پہلی جماعت کے وقت حاضر نہ تھا یہ مسجد عام میں مطلقاً جائز ومطلوب ہے یہاں تک کہ کتابوں میں تصریح ہے کہ بازار وغیرہ کی عام مساجد میں افضل یہ ہے کہ جو گروہ آتا جائے نئی اذان نئی اقامت سے جماعت کرے سب جماعتیں جماعت اولٰی ہوں گی **کما فی فتاوی الامام قاضی خاں وغیرہ** (جیساکہ فتاوٰی امام قاضی خاں وغیرہ

میں ہے۔ ت) اور مسجد محلّہ میں بھی اگر پہلی جماعت کسی غلط خواں یا بدمذہب یا مخالف مذہب نے کی یا بے اذان دیئے ہو گئی یا اذان آہستہ دی گئی دوسری جماعت مطلقاً جائز و مطلوب ہے اور اگر ایسا نہیں بلکہ اہل محلّہ موافق المذہب سنی صالح صحیح خواں امام کے پیچھے باعلان اذان کہہ کر پڑھ گئے اب باقی ماندہ آئے تو انہیں دوبارہ اذان کہہ کر جماعت کرنی مکروہ تحریمی ہے اور بے اذان دیئے محراب جماعت اولٰی میں امامت کرنی مکروہ تنزیہی، اور اگر محراب بدل دیں تو اصلاً کراہت نہیں۔ اس مسئلہ کی تفصیل تام فقیر نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کی۔

(۲) اس کا جواب اول میں آگیا۔

(۳) اگر ان میں کوئی شرعی حیثیت سے قابل امامت ہو اور دانستہ بلاوجہ شرعی ترک جماعت کریں تو گنہگار ہوں گے اگرچہ نماز ہو جائے گی۔ اور نادانستہ ہو یعنی ایک شخص فرض پڑھ رہا ہے دوسرا آیا اسے معلوم نہیں کہ یہ فرض پڑھ رہا ہے اس نے بھی فرض کی نیت الگ باندھ لی، اسی طرح تیسرا آیا اس نے بھی فرض کی نیت باندھ لی یا اُن میں کوئی قابل امامت نہیں تو حرج نہیں۔

(۴) نماز ہو جاتی ہے مگر ترک جماعت سے گناہ ہوتا ہے جبکہ کوئی عذر شرعی نہ ہو۔

مسئلہ ۹۲۸: ۲۹ صفر ۱۳۱۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے انتظار میں وقت میں تاخیر کرنا مقتدیوں کو درست ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

وقت کراہت تک انتظار امام میں ہر گز تاخیر نہ کریں، ہاں وقت مستحب تک انتظار باعث زیادت اجر و تحصیل افضیلت ہے، پھر اگر وقت طویل ہے اور آخر وقت مستحب تک تاخیر حاضرین پر شاق نہ ہوگی کہ سب اس پر راضی ہیں تو جہاں تک تاخیر ہوا تناہی ثواب ہے کہ سارا وقت ان کا نماز ہی میں لکھا جائے گا۔

وقدصح عن الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنہم انتظار النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی مضی نحو من شطر اللیل وقداقرھم علیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، وقال انکم لن تزالو فی صلاۃ	صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کا حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہاں تک انتظار کرنا ثابت ہے کہ رات کا کافی حصہ گزر جاتا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے اس عمل کو برقرار رکھا اور فرمایا: تم جب سے نماز کے انتظار میں ہو

ماانتظرتم الصلاۃ[1]۔	وہ تمام وقت تمہارا نماز میں گزرا۔ (ت)

ورنہ اوسط درجہ تاخیر میں حرج نہیں جہاں تک حاضرین پر شاق نہ ہو،

فی الانقروية عن التاتارخانية عن المنتقى للامام الحاکم الشهيد ان تاخیرالمؤذن و تطویل القرأۃ لادراك بعض الناس حرام، هذا اذا كان لاهل الدنیا تطویلا وتاخیرا یشق علی الناس و الحاصل ان التاخیر القلیل لاعانۃ اهل الخیر غیرمکروه ولاباس بان ینتظر الامام انتظارا اوسطا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم	انقرویہ میں تاتارخانیہ سے امام حاکم شہید کی المنتقی کے حوالے سے ہے کہ بعض لوگوں کی خاطر مؤذن کا اذان کو مؤخر کرنا اور امام کا قرأت کو لمبا کرنا حرام ہے، یہ تب ہے جب دنیاداروں کی خاطر ایسا کرے اور تطویل وتاخیر لوگوں پر شاق ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ اہل خیر کی اعانت کی وجہ سے کچھ تاخیر کرنے میں کوئی کراہت نہیں لہذا امام کو اوسط درجہ کا انتظار کرلینے میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)

مسئلہ ۹۲۹: از فیض آباد مسجد مغل پورہ مرسلہ شیخ اکبر علی مؤذن و مولوی عبدالعلی ۱۹ ربیع الاخری ۱۳۳۶ھ

اگر کوئی پیر یا مولوی عربی خواں مسجد کے قریب رہتا ہو اور اس مسجد کا منتظم ہو جماعت میں شریک نہ ہو اور اذان وقت بے وقت ہو اور کبھی نہ ہو لوگ بلا اذان نماز پڑھ جائیں ایسا شخص گنہگار ہے یا نہیں؟

الجواب:

ترک جماعت اور ترک حاضری مسجد کا عادی فاسق ہے اور فاسق قابل اتباع نہیں، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۳۰: از شہر جونا گڈھ محلّہ کیتانہ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ محمد حسین ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

جو شخص جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو مستحب کہے اس کو علمائے دین کیا کہیں گے، یہاں پر ایک مدرسہ ہے اس میں تھوڑے عرصہ سے شور و غوغا مچا ہے اور آپ علمائے دین کی منصفی پر سب کا اتفاق ہے

---

[1] صحیح البخاری باب السمر فی الفقہ والخیر بعد العشاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۹۰، ۸۴، مسند احمد بن حنبل مروی از مسند انس بن مالک مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳/۲۶۷

[2] فتاوٰی انقرویۃ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دارالاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ۱/۵

برائے خدا ہم جاہلوں کو راہِ راست بتائیں۔

الجواب:

جماعت کو مستحب سمجھنے کے اگر یہ معنی ہیں کہ اسے واجب یا سنت مؤکدہ نہیں جانتا صرف ایک مستحب بات مانتا ہے تو سخت مبطل شدید خاطی ہے اور احادیث صحیحہ اور تمام کتب فقہ کے ارشاد کا مخالف ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۹۳۱: از ترسائی کاٹھیاواڑ مرسلہ احمد داد صاحب ۲/جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ

ایک ہی مسجد میں جماعت ثانی بلاوجہ ہو سکتی ہے یا نہیں، مثلاً سہو سے جماعت اول کو نہ پہنچ سکے اور بعد میں جماعت ثانی کرلے خواہ گاؤں ہو یا شہر، شارع عام ہو یا کوچہ، قائم امام ہو یا نہ ہو۔

الجواب:

جو مسجد شارع یا بازار یا سریا اسٹیشن کی ہو کہ کسی محلّہ یا امام سے مخصوص نہیں اس میں سب جماعتیں جماعت اولٰی ہیں جو گروہ آئے نئی اذان واقامت سے محراب میں جماعت کرے اور جو مسجد محلّہ ہے جس کے لئے امام وجماعت معین ہے اس میں جب امام پہلی جماعت باعلان اذان مطابق سنت ادا کرچکا تو بعد کو جو آئیں انہیں اعادہ اذان ناجائز ہے اور محراب میں امامت مکروہ، اور بلااعادہ اذان، محراب سے ہٹ کر بے کراہت جائز۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۹۳۲: از شہر کہنہ محلّہ مروہی ٹولہ مسؤلہ بشیر الدین صاحب ۱۹/رمضان شریف ۱۳۳۶ھ

ایک مصلی پر دو شخص علیحدہ نماز فرض ادا کریں تو ایسی حالت میں فرض ادا ہوتے ہیں یا نہیں؟

الجواب:

اگر اُن میں کوئی امامت کے قابل ہے اور قصداً ترک جماعت کیا اور یہ مسجد محلّہ نہ تھی یا تھی اور یہ جماعت جماعت اولٰی ہوتی تو جس کی طرف سے یہ ترک ہے وہ گناہگار ہوا ایک خواں دونوں، اور اگر یہ مسجد محلّہ تھی اور یہ جماعت جماعت اولٰی نہ ہوتی تو برا کیا، رافضیوں سے مشابہت تو قدیم سے تھی اب دیوبندیوں گنگوہیوں سے بھی ہوئی، اور اگر ان میں کوئی قابل امامت نہ تھا تو حرج نہیں بہر حال فرض ادا ہر صورت میں ہو جائیں گے، **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۹۳۳: از نمبر ۱۰۱ تلی تال کوہ نینی تال مرسلہ مولوی محمد حسین صاحب تاجر طلسمی پریس ۲۵/شوال ۱۳۳۶ھ

جماعت صرف عورتوں کی جن کا محض امام مرد ہو درست ہے یا نہیں؟ اور امام کے سہو کو وہ لڑکی یا عورت بتا سکتی ہے یا نہیں جس سے پردہ نہیں ہوتا؟

الجواب:

اگر یہ جماعت مسجد میں ہو مطلقاً مکروہ ہے کہ عورات کو حاضری مسجد منع ہے اور اگر مکان ہو اور مرد کو حاضری مسجد سے کوئی عذر صحیح شرعی مانع نہیں تومطلقاً مکروہ ہے کہ مرد پر حاضری مسجد واجب ہے اور اگر اسے عذر ہے اور جماعت میں جتنی عورتیں اس کی محرم یا زوجہ یا غیر مشتہاۃ لڑکیوں کے سوا نہیں تومطلقاً بلا کراہت جائز ہے اور نامحرم مشتہاۃ ہیں تومکروہ بہر حال، اگرامام کو سہو ہو تو عورت تصفیق سے اسے متنبہ کرے یعنی سیدھی ہتھیلی بائیں پشت دست پر مارے آواز سے تسبیح وغیرہ نہ کہے کہ مکروہ ہے۔ درمختار:

المرأۃ تصفق لاببطن علی بطن ولو صفق اوسبحت لم تفسد وقدترکا السنة تاتارخانیة[1]۔	عورت تصفیق سے متنبہ کرے مگر باطن ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی کے باطن پر نہ مارے، اگرمرد نے تصفیق کی عورت نے تسبیح کہی تونماز فاسد نہ ہوگی البتہ دونوں نے سنت کو ترک کردیا، تاتارخانیہ۔ (ت)

اقول: ہاں اگرامام نے قرات میں وہ غلطی کی جس سے نماز فاسد ہو تو عورت مجبورانہ آواز ہی سے بتائے گی جبکہ وہ تصفیق پر امام کو یاد نہ آجائے وذلک لان الضرورات تبیح المخطورات (اور وہ اس لئے کہ ضرورتیں ممنوعات کو مباح کردیتی ہیں۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۳۴: یکم جمادی الاخری ۱۳۰۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک سمجھ وال لڑکا آٹھ نوبرس کاجو نمازخوب جانتاہے اگر تنہاہو توآیا اسے یہ حکم ہے کہ صف سے دور کھڑاہو یاصف میں بھی کھڑاہوسکتاہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

صورت مستفسرہ میں اسے صف سے دور یعنی بیچ میں فاصلہ چھوڑ کر کھڑا کرنا تومنع ہے

فان صلاۃ الصبی الممیز الذی یعقل الصلاۃ صحیحة قطعاً وقدامر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بسدالفرج	کیونکہ ممیّز بچے (جونماز کوجانتاہو) کی نمازقطعاً صحیح ہے اور حضوراکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صفوف میں خلا نہ چھوڑنے اور متصل رکھنے کا

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۹۱/۱

والتراض فی الصفوف ونھی عن خلافه بنھی شدید۔	حکم دیا ہے اور اس کے خلاف پر نہی شدید فرمائی ہے۔ (ت)

اور یہ بھی کوئی ضروری امر نہیں کہ وہ صف کے بائیں ہی ہاتھ کو کھڑا ہو، علماء اسے صف میں آنے اور مردوں کے درمیان کھڑے ہونے کی صاف اجازت دیتے ہیں، درمختار میں ہے:

یصف الرجال ثم الصبیان ظاھرہ تعددھم فلو واحد ادخل الصف[1]۔	مرد صف بنائیں پھر بچے، اس کا ظاہر واضح کر رہا ہے یہ اس وقت ہے جب بچے متعدد ہوں، اگر اکیلا ہو تو اسے صف کے اندر کھڑا کرلیا جائے (ت)

مراقی الفلاح میں ہے:

ان لم یکن جمع من الصبیان یقوم الصبی بین الرجال[2]۔	اگر بچے زیادہ نہیں تو ایک بچے کو مردوں کی صف میں کھڑا کرلیا جائے۔ (ت)

بعض بے علم جو یہ ظلم کرتے ہیں کہ لڑکا پہلے سے داخل نماز ہے اب یہ آئے تو اسے نیت بندھا ہوا ہٹا کر کنارے کر دیتے اور خود بیچ میں کھڑے ہوجاتے ہیں یہ محض جہالت ہے، اسی طرح یہ خیال کہ لڑکا برابر کھڑا ہو تو مرد کی نماز نہ ہوگی غلط وخطا ہے جس کی کچھ اصل نہیں۔ فتح القدیر میں ہے:

اما محاذاۃ الامرد فصرح الکل بعدم افسادہ الامن شذ ولامتمسك له فی الروایة ولافی الدرایة[3]۔ ملخصًا واللہ تعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔	امرد کا محاذی ہونا فسادِ نماز کا سبب نہیں، اس مسئلہ پر تمام فقہا نے تصریح کی ہے البتہ شاذ ونادر طور پر کچھ لوگوں نے اس کی مخالفت کی ہے ان کے لئے نہ روایۃً کوئی دلیل ہے نہ درایۃً ملحضًا (ت)

مسئلہ ۹۳۵: از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۶ صفر المظفر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آپ نے پہلے میرے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۴

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۶۸

[3] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۱۲

تھا کہ امام کے برابر تین مقتدی ہو جائیں گے تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی، ایک حافظ صاحب کہ آدمی ذی علم ہیں وہ کہتے ہیں کہ جناب مولوی صاحب نے جو حوالہ دیا ہے وہ در مختار کے متن سے نہیں بلکہ شرح سے ہے اور چاہتے ہیں کہ اصول سے جواب تحریر فرمادیں۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

یہ مطالبہ سخت عجیب ہے در مختار تو شرح ہی کا نام ہے، کیا شروح معتبر نہیں ہوتیں یا ان میں در مختار نا معتبر ہے یا متن میں شرح کے خلاف لکھا ہے اور جب کچھ نہیں تو ایسا مطالبہ اہل علم کی شان سے بعید، در مختار بحرِ علم کی وہ درِ مختار ہے کہ جب سے تصنیف ہوئی مشارق و مغارب ارض میں فتوائے مذہب حنفی کا گویا مدار اس کی تحقیقات عالیہ وتدقیقات غالیہ پر ہوگیا، اللہ عزوجل رحمت فرمائے علامہ سید ابن عابدین شامی پر کہ فرماتے ہیں:

ان کتاب الدرالمختار، شرح تنویر الابصار، قدطار فی الاقطار وسار فی الامصار وفاق فی الاشتهار علی الشمس فی رابعة النهار، حتی اکب الناس علیه وصار مفزعهم الیه وهوالحری بان یطلب ویکون الیه المذهب، فانه الطراز المذهب فی المذهب، فلقد حوی من الفروع المنقحة والمسائل المصححة، مالم یحوه غیرمن کبارالاسفار ولم تنسج علی منواله یدالافکار[1]۔	خلاصہ یہ کہ در مختار نے تمام عالم میں آفتاب چاشت کی طرح شہرت پائی، مخلوق ہمہ تن اس سے گرویدہ ہو کر اپنے مہمات میں اس کی طرف التجا لائی، یہ کتاب اسی لائق ہے کہ اسے مطلوب بنائیں اور اس کی طرف رجوع لائیں کہ یہ دامن مذہب کی زرنگار گوٹ ہے، وہ تصحیح و تنقیح کے مسائل جمع ہیں کہ بڑی بڑی کتابوں میں مجتمع نہیں، آج تک اس انداز کی کتاب تصنیف نہ ہوئی۔

سبحان اللہ کیا ایسی کتاب اس قابل ہے کہ اس کا ارشاد بلاوجہ محض قبول نہ کریں، خیر ۲ فتح القدیر تو معتبر ہوگی جس کے مصنف امام ہمام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام قدس سرہ وہ امام اجل ہیں کہ ان کے معاصرین تک ان کے لئے منصب اجتہاد ثابت کرتے تھے کماذکرہ فی ردالمحتار (جیسا کہ

---

[1] ردالمحتار شروع الکتاب مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲

ردالمحتار میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ت) ۳ تبیین الحقائق تو مقبول ہوگی جس کے مصنف امام اجل فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زیلعی شارح کنز ہیں جن کی جلالت شان آفتاب نیمروز سے روشن تر ہے۔ یہ امام محقق علی الاطلاق سے مقدم اور ان کے مستند ہیں، کافی ، ۴ امام نسفی تو معتمد ہوگی جس کے مصنف امام برکۃ الانام حافظ الملۃ والدین ابوالبرکات عبداللہ بن محمود نسفی صاحب کنزالد قائق ہیں۔ سب جانے دو ۵ ہدایہ بھی ایسی چیز ہے جس کے اعتماد واستناد میں کلام ہوسکے یہ سب اکابر آئمہ تصریح فرماتے ہیں کہ جماعت رجال میں امام کا قوم کے برابر ہونا حرام ومکروہ تحریمی ہے، ہدایہ میں ہے: **محرم قیام الامام وسط الصف**[1] (امام کا صف کے درمیان کھڑا ہونا حرام ہے۔ت) فتح القدیر میں ہے:

صریح فی ان ترك التقدم لامام الرجال محرم وکذا صرح الشارح وسماہ فی الکافی مکروھا وھو الحق ای کراھۃ تحریم لان مقتضی المواظبۃ علی التقدم منه علیه الصلاۃ والسلام بلا ترک الوجوب فلعدمه کراھۃ التحریم فاسم المحرم مجاز[2]۔	یہ عبارت اس میں صریح ہے کہ مردوں کے امام کا تقدیم کو ترک کرنا حرام ہے، اور شارح نے بھی اسی کی تصریح کی ہے، اور کافی میں اسے مکروہ کہا، اور حق بھی یہی ہے یعنی مکروہ تحریمی ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بلاترک اس پر مواظبت فرمانا وجوب کی دلیل ہے لہٰذا اس کا خلاف کرنا مکروہ تحریمی ہوا پس اس پر حرام کا اطلاق مجازًا ہے۔(ت)

بحرالرائق میں ہے:

محرم وھو قیام الامام وسط الصف فیکرہ کالعراۃ کذا فی الھدایۃ ھو یدل علی انھا کراھۃ تحریم لان التقدم واجب علی الامام للمواظبۃ من النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وترك الواجب موجب الکراھۃ التحریم المقتضیۃ للاثم[3]۔	امام کا وسط صف میں قیام حرام ہے۔ ایسا عمل ننگوں کی طرح مکروہ ہوگا، ہدایہ میں اسی طرح ہے، یہ اس پر دال ہے کہ یہ عمل مکروہ تحریمی ہے کہ امام کا مقدم ہونا واجب ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ دائمی عمل ہے اور ترک واجب اس کراہت تحریمی کا موجب ہے جو گناہ کی مقتضی ہے۔(ت)

---

[1] الہدایۃ باب الامامۃ مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۱۰۳

[2] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۶

[3] بحر الرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۱

۷ دررالحکام علامہ مولٰی خسرو میں ہے: **محظور قیام الامام وسط الصف**[1] **ھ ملخصا** (امام کا صف میں کھڑا ہونا ممنوع ہے۔ت) ۸ ذخیرۃ العقبٰی میں ہے: **اما کراھتھا فلعدم خلوھا عن المحرم**[2] (اس کی کراہت کی وجہ یہ ہے کہ یہ حرمت سے خالی نہیں۔ت) مجمع ۹ الانہر میں ہے: **قیام الامام وسط الصف مکروہ کراھۃ تحریم**[3] **ھ ملخصا** (امام کا وسط صف میں کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے اھ تلخیصًا۔ت) مستخلص ۱۰ میں ہے: **محرم وھووقوف الامام وسط الصف**[4] (امام کا وسط صف میں کھڑا ہونا حرام ہے۔ت) فتح المعین ۱۱ علامہ سید ابی السعود ازہری میں زیر قول شارح **والاثنان خلفه وان کثر القوم کرہ قیام الامام وسطھم** (اور دو امام کے پیچھے کھڑے ہوں، اگر لوگ دو سے زیادہ ہوں تو امام کا ان کے درمیان کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ت) **ای تحریما لترك الواجب**[5] (یعنی مکروہ تحریمی ہے کیونکہ ترک واجب لازم آرہا ہے۔ت) ۱۲ ردالمحتار میں ہے: **تقدیم الامام امام الصف واجب**[6] (امام کا صف کے آگے کھڑا ہونا واجب ہے۔ت) بااین ہمہ اگر دلیل درکار ہو تو فتح القدیر و بحرالرائق کا ارشاد پیش نظر کہ حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیشہ صف پر تقدم فرمایا اور ایسی مداومت کہ کبھی ترک نہ فرمائیں دلیل وجوب ہے

اقول: وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم صلوا کما رأیتمونی اصلی[7] **رواہ البخاری عن مالك بن الحویرث رضی اللہ تعالٰی عنه۔**	**اقول:** (میں کہتا ہوں) اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز ادا کرتے دیکھتے ہو۔ اس کو امام بخاری نے حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

---

[1] دررالحکام شرح غررالاحکام فصل فی الامامۃ مطبوعہ مطبعۃ احمد کامل الکائنۃ دار سعادت مصر ۱/۸۶

[2] ذخیرۃ العقبٰی فصل فی الجماعۃ مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۸۵

[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل مکروہات الصلوٰۃ مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۲۵

[4] مستخلص الحقائق شرح کنزالدقائق باب الامامۃ مطبوعہ کانشی رام پرنٹنگ ورکس لاہور ۱/۲۰۳

[5] فتح المعین ، باب الامامۃ ، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۰۹

[6] ردالمحتار، باب الامامۃ، مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۴۲۰

[7] صحیح البخاری باب الاذان للمسافرالخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۸

یہاں امر ہے اور امر کا مفاد وجوب تو جب تک دلیل خصوص مثلاً ترک احیاناً یا اقرار علی الترک ثابت نہ ہو اس عموم میں داخل اور وجوب حاصل اور ترک واجب مکروہ تحریمی اور مکروہ تحریمی گناہ صغیرہ اور صغیرہ بعد اعتیاد کبیرہ اور کبیرہ کا مرتکب فاسق اور مردود الشہادۃ اور گناہ تو ایک ہی بار میں ثابت، نسأل اللہ العفو والعافیۃ، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۳۶ تا ۹۳۷: از گونڈہ ملک اودھ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ عبدالعزیز صاحب مدرس مدرسہ مذکورہ ۱۳ جمادی الاخری ۱۳۱۸ھ

سوال اول: زید کی امامت سے جماعت ثانیہ مسجد، بازار یا سرائے میں ہو رہی ہے اسی مسجد میں بکر بھی آیا اس کو معلوم ہوگیا کہ یہ جماعت ثانیہ ہے اس نے علیحدہ و تنہا جماعت کے قریب یا کسی قدر فاصلے سے اپنی نماز ادا کی تو نماز بکر کی ادا ہوگئی یا نہیں؟

سوال دوم: ایک عالم صاحب فرماتے ہیں کہ جماعت ثانیہ کیا بلکہ جماعت اولٰی بھی ہوتی ہو تو اس وقت کوئی دوسرا شخص اس مسجد میں آئے اور تنہا اپنی نماز پڑھ لے تو اس کی نماز ہوجائے گی جماعت کا پچیس ۲۵ گنا ثواب نہ ملے گا، نماز ہوجانے کا سبب یہ بتایا کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے نہ فرض ہے نہ واجب، اس بارے میں کیا ارشاد ہے؟

الجواب:

جواب سوال اول: نماز بایں معنی تو ہوگئی کہ فرض سر سے اتر گیا مگر سخت کراہت ولزوم معصیت کے ساتھ کہ بے عذر شرعی ترک جماعت گناہ وشناعت ہے نہ کہ خود بحال قیام جماعت صریح خلاف واضاعت، یہاں تک کہ اگر کسی نے تنہا فرض شروع کردیئے ہنوز جماعت قائم نہ تھی اس کے بعد قائم ہوئی اور اس نے ابھی پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا تو اسے شرع مطہر مطلقاً حکم فرماتی ہے کہ نیت توڑ دے اور جماعت میں شامل ہوجائے بلکہ مغرب وفجر میں تو جب تک دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو حکم ہے کہ نیت توڑ کر مل جائے اور باقی تین نمازوں میں دو بھی پڑھ چکا ہو تو انہیں نفل ٹھہرا کر جب تک تیسری کا سجدہ نہ کیا ہو شریک ہوجائے۔

فی التنویر شرع فیها اداء منفردا ثم اقیمت یقطعها قائما بتسلیمة واحدة ویقتدی بالامام ان لم یقید الرکعة الاولٰی بسجدة	تنویر الابصار میں ہے کسی نے تنہا نماز ادا کرنا شروع کی پھر اسی فرض کی جماعت کھڑی ہوگئی تو وہ سلام واحد کے ساتھ کھڑے کھڑے نماز ختم کردے اور امام کی اقتدا کرے بشرطیکہ اس نے پہلی رکعت کا

اوقیدھا فی غیر رباعیة اوفیھا وضم الیھا اخری وان صلی ثلثا منھا اتم ثم اقتدی متنفلا ویدرك فضیلة الجماعة الافی العصر[1] ۔	سجدہ نہ کیاہو یاپہلی رکعت کا سجدہ کرلیا ہے مگرنماز غیر رباعی ہو (یعنی فجر ومغرب کی نماز میں) یانماز رباعی ہومگراس کے ساتھ ایک اور رکعت ملاچکا ہے (ان صورتوں میں نماز توڑ کرامام کی اقتدا کرے) اگر تین رکعت ادا کرچکا ہے تونماز پوری کرے اس کے بعد بنیت نوافل امام کی اقتدا کرے تواسے ثواب جماعت حاصل ہوجائے گا البتہ نمازعصر میں ایسا نہیں کرسکتا(کیونکہ بعداز عصر نفل پڑھنامکروہ تحریمی ہے۔ت)

جب پیش ازجماعت تنہاشروع کرنے والے کویہ حکم ہے حالانکہ اس نے ہرگز مخالفت جماعت نہ کی تھی اورنیت توڑنا بے ضرورت شرعیہ سخت حرام ہے قال اللہ تعالٰی لَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ۝۳۳[2] اپنے عمل باطل نہ کرو، مگرشرع مطہر نے جماعت حاصل کرنے کے لئے نیت توڑنے کو ابطال عمل نہ سمجھا اکمال عمل تصورفرمایا تویہاں کہ جماعت قائمہ کے خلاف اپنی الگ پڑھتاہے کیونکرشرع مطہر کو گوارا ہوسکتاہے بلکہ جو شخص مسجد میں نماز تنہاپوری پڑھ چکاہو اب جماعت قائم ہوئی ہے اگرظہر یاعشاہے توشرعًا اس پرواجب ہے کہ جماعت میں شریک ہوکہ مخالفت جماعت کی تہمت سے بچے اور باقی تین نمازوں میں حکم ہے کہ مسجد سے باہر نکل جائے تاکہ مخالفت جماعت کی صورت نہ لازم آئے،

فی الدرالمختار من صلی الظھر والعشاء وحدہ مرة فلایکرہ خروجه بل ترکه للجماعة الاعند الشروع فی الاقامة فیکرہ لمخالفته الجماعة بلاعذر بل یقتدی متنفلا ومن صلی الفجر والعصر والمغرب مرة فیخرج مطلقا وان اقیمت، وفی النھر ینبغی ان یجب خروجه لان کراھة	نہرمیں ہے مناسب یہ ہے کہ جماعت ہونے کے وقت اس کانکل جانا واجب ہے کیونکہ بغیر نماز کے وہاں مسجد میں رکے رہنا زیادہ مکروہ ہےاھ مختصرًا اگرچہ درمختار میں ہے جس نے ظہر وعشاء کی نماز تنہاایک مرتبہ اداکرلی اس کے لئے مسجد سے نکلنا مکروہ نہیں بلکہ جماعت کاترک مکروہ ہوا مگر اس صورت میں جب اقامت شروع ہوگئی تومکروہ ہے بلاعذر نکلنا بسبب اس کی مخالفت جماعت کے، بلکہ وہ مسجد میں ٹھہرے اور بنیت نوافل امام کی اقتداء کرے، اور جس نے فجر، عصر اور مغرب کی نماز ادا کرلی تووہ ہرحال میں مسجد سے نکل سکتاہے اگرچہ

---

[1] درمختار باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۹

[2] القرآن ۴۷/۳۳

مکثه بلاصلاة اشد[1]ه مختصرا فی ردالمحتار تحت قوله الاعند الشروع فی الاقامة لان فی خروجه تهمة قال الشیخ اسمٰعیل وھو المذکور فی کثیر من الفتاوٰی والتهمة ھنانشأت من صلاته منفردا فاذا خرج یؤیدھااه[2] وفیه عن المحیط مخالفة الجماعة وزرعظیم[3]۔	تکبیر شروع ہوجائے۔ ۔ ردالمحتار میں "الاعند الشروع فی الاقامۃ" کے تحت ہے کہ اس کے نکلنے میں تہمت ہے۔ شیخ اسمٰعیل فرماتے ہیں کہ بہت سے فتاوٰی میں یہی مذکور ہے اور یہ تہمت کاسبب اس کا تنہا نمازادا کرنا ہے اور جب وہ نکل کھڑا ہواتواس سے تائید ہوجائے گی الخ اسی میں محیط کے حوالے سے ہے کہ مخالفت جماعت میں بہت بڑاگناہ ہے۔(ت)

جب جماعت سے پہلے تنہا پڑھنے والا جماعت میں شریک نہ ہو تو متہم اور مخالف جماعت اور وزر عظیم میں مبتلا پاتا ہے تو جو باوصف قیام جماعت قصداً مخالفت کرکے اپنی الگ شروع کردے کیونکر سخت متہم وصریح مخالف و گرفتار گناہ شدید نہ ٹھہرے گا بلکہ علمافرماتے ہیں کہ قیام جماعت کی حالت میں اگر کچھ لوگ آکر دوسری جماعت جدا قائم کردیں مبتلائے کراہت ہوں گے کہ تفریق جماعت کی حالانکہ یہ نفس جماعت کے تارک نہ ہوئے نہ ان پر اصل جماعت سے مخالفت کی تہمت آسکتی ہے توآکیلا اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ بنانے والا کس قدر شدید مخالف ہوگا۔

فی الخلاصة ثم الھندیة قوم جلوس فی المسجد الداخل وقوم فی المسجد الخارج اقام المؤذن فقام امام من اھل الخارج فامھم وقام امام من اھل الداخل فامھم	خلاصہ پھر ہندیہ میں ہے کچھ لوگ داخل مسجد اور کچھ مسجد سے باہر بیٹھے تھے کہ مؤذن نے اقامت کہی تو باہر والوں میں سے ایک شخص نے امامت کرائی اسی طرح اہل داخل میں سے ایک شخص نے امامت کرائی ان دونوں میں سے جو پہلے

---

[1] در مختار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۹

[2] ردالمحتار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۵۲۸

[3] ردالمحتار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۵۲۹

من یسبق بالشروع فھو والمقتدون بہ لاکراھۃ فی حقھم[1]	شروع ہوا وہ امام ہے اور اس کی اقتدا کرنے والے درست ہیں اور ان میں کوئی کراہت نہیں۔ (ت)

اور اس جماعت کا جماعت ثانیہ ہونا ان شناعتوں سے نہیں بچ سکتا اگرچہ جماعت ثانیہ کی مخالفت کا تہمت سے مطلقاً بری ہونا مان بھی لیا جائے کہ جب مسجد مسجد محلّہ نہیں بازار یا سرا کی مسجد ہے تو اس کی ہر جماعت جماعت اولٰی ہے کماحققناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاوٰی میں کی ہے۔ ت) ہاں اگر یہ امام قرآن عظیم ایسا غلط پڑھتا ہے جو مفسد نماز ہو یا اس کی بدمذہبی تاحد فساد ہے یا نقص طہارت وغیرہ کوئی اور وجہ فساد کی ہے تو الزام نہیں کہ ان صورتوں میں وہ جماعت خود جماعت ہی نہیں بلکہ اب اس میں شرکت ممتنع ہوگی **لبطلان الصلاۃ خلفہ** (کیونکہ اس کے پیچھے نماز باطل ہے۔ ت) **واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم**

جواب سوال دوم: اس کا جواب سوال اول سے واضح ہے۔ ہو جانا بمعنی سقوط فرض مسلم مگر اس قائل کے فحوائے کلام سے ظاہر ہے کہ صرف اس قدر اس کی مراد نہیں بلکہ اس میں فقط کمی ثواب مانتا اور لحوق اثم سے پاک جانتا ہے ولہٰذا تعلیل میں نہ واجب کا لفظ بڑھایا اور نہ سقوط فرض، تو بحال ترک جمیع واجبات بھی حاصل ہے اب یہ قول محض غلط ہے، اوّلاً مذہب معتمد میں جماعت واجب ہے اور اسے سنت مؤکدہ کہنا بوجہ ثبوت بالسنۃ ہے اور نہ بھی سہی تاہم اس کے قصدی ترک میں لحوق گناہ سے مفر نہیں،

فی الدر المختار الجماعۃ سنۃ موکدۃ للرجال قال الزاھدی ارادوابالتاکید الوجوب الخ وفیہ وقیل واجبۃ و علیہ العامۃ ای عامۃ مشائخنا و بہ جزم فی التحفۃ وغیرھا قال فی البحر وھوالراجح عنداھل المذہب[2] ھ وفی البحر من باب صفۃ الصلٰوۃ الذی یظھر من کلام اھل المذھب ان	درمختار میں ہے مردوں کے لئے جماعت سنت مؤکدہ ہے۔ زاہدی نے کہا یہاں تاکید سے وجوب مراد لیا گیا ہے الخ اسی میں ہے وجوب کا قول بھی کیا گیا ہے اور ہمارے عام مشائخ اسی پر ہیں، تحفہ وغیرہ میں اسی پر جزم ہے، بحر میں فرمایا، اہل مذہب کے ہاں یہی راجح ہے اھ اور بحر میں باب صفت صلٰوۃ میں ہے کہ اہل مذہب کے کلام سے جو ظاہر ہوتا ہے وہ یوں ہے کہ صحیح

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس عشر فی الامامۃ والاقتداء مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۱۴۵، خلاصہ ہندیہ الفصل الثانی فی بیان من ھو احق بالامامۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۴

[2] درمختار باب الامامۃ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۲

الاثم منوط بترك الواجب اوالسنة المؤكدة على الصحيح لتصريحهم بأن من ترك سنن الصلٰوة الخمس قيل لايأثم والصحيح انه يأثم ذكره فى فتح القدير وتصريحهم بالاثم لمن ترك الجماعة مع انها سنه موكدة على الصحيح وكذا فى نظائر لمن تتبع كلاهم ولاشك ان الاثم مقول بالتشكيك بعضه اشد من بعض فالاثم لتارك السنة لمؤكدة اخف من الاثم لتارك الواجب[1] ھ وفى ردالمحتار عن النهر عن الكشف الكبير عن اصول ابى اليسر حكم السنة ان يندب الى تحصيلها ويلام على تركها مع لحوق اثم يسيرا[2] ھ	قول کے مطابق گناہ کامدار ترک واجب یاترک سنت موکدہ پر ہے کیونکہ انہوں نے تصریح کی ہے کہ جس نے صلوات خمسہ کی سنن کوترک کیااس کے بارے میں ایک قول ہے کہ وہ گنہگار نہیں ہوگا، اور صحیح یہ ہے کہ وہ گنہگار ہوگا۔ فتح القدیر میں اس کوذکر کیاہےاور یہ بھی ان کی تصریح ہے کہ جس نے جماعت ترک کی وہ گنہگار ہوگا حالانکہ صحیح یہی ہے کہ جماعت سنت موکدہ ہے اسی طرح اس کی دیگر نظائر کاحکم ہے ان کے کلام سے تلاش کرنے والے کو یہی ملے گا، بلاشبہ گناہ کے بارے میں تشکیکی قول ہے، بعض کاقول بعض سے سخت ہے توتارک سنت مؤکدہ کاگناہ تارک واجب سے اخف اور کم ہوگااھ

اور ردالمحتار میں نہر سے الکشف الکبیر کے حوالے سے ہے، اصول ابوالیسر سے ہے کہ سنت کاحکم یہ ہے کہ اس کو حاصل کرنا مندوب ومستحب ہے اور اس کے ترک پر تھوڑے سے گناہ کے ساتھ ملامت ہوگی اھ (ت) سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

لقدرأيتنا ومايتخلف عنها الامنافق معلوم النفاق۔	یعنی ہم نے اپنے آپ کو عہد رسالت میں دیکھاکہ جماعت سے پیچھے نہ ہٹتا تھا مگر کھلا منافق۔

لوترکتم سنّة نبيكم لضللتم رواه مسلم (اگر تم اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنت ترک کروگے گمراہ ہوجاؤگے (اسے مسلم نے روایت کیا۔ت) اور ایک روایت میں ہے: لكفرتم تم کافر ہوجاؤگے رواه ابوداؤد (اسے ابوداؤد نے روایت کیا۔ت) یعنی کفران یا یہ کہ معاصی برید کفر ہیں۔ والعياذبالله تعالٰى سبحٰنه وتعالٰى اعلم

---

[1] بحرالرائق باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۰۲

[2] ردالمحتار مطلب فی السنۃ وتعریفہا مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۷۷

مسئلہ ۹۳۸: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز میں امام کے واسطے مصلّٰی مخصوص کرنا اور مقتدی بغیر مصلے کے قصداً کھڑے کئے جاتے ہیں بایں نیت کہ امام بہ نسبت مقتدیوں کے ممتاز ہونا چاہئے مکروہ ہے یا غیر مکروہ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

اتفاقاً ایسا ہوجائے تو مضائقہ نہیں یاامام نے خود نہ چاہانہ کسی مقتدی نے نہ اس لئے کہ امام ومقتدی میں امتیاز چاہئے بلکہ امام کو کسی فضل دینی کی تعظیم کے لئے، مثلاً وہ عالم دین ہے اس کے نیچے مصلّٰی بچھادیا تو بھی حرج نہیں اور خاص اس نیت سے بالقصد مقتدیوں کو بے مصلی کھڑا کرنا کہ نماز میں امام ومقتدیان کایوں امتیاز ہونا چاہئے محض بے اصل وخلاف سنت اور دین میں نئی بات نکالنا ہے۔ **واللہ سبحٰنہ، وتعالٰی**

مسئلہ ۹۳۹: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی رمضان میں اور مسجد میں کلام شریف سننے جائے تو اپنی مسجد میں عشاء کی جماعت اس کے جانے سے بالکل جاتی ہے کیا ایسا شخص مقیم جماعت نہ ہوگا گوامام مقرر مسجد نہیں مگر قرآن شریف مایجوزبہ الصلوٰۃ پر قادر ہے، درصورت اس کے موجود ہونے کے جماعت ہوسکتی ہے؟ چنانچہ جمعہ مسجد میں یہی شخص پڑھاتا ہے اس کو غیر مسجد میں جانا اپنی مسجد کو ایک وقت معطل چھوڑنا بغرض استماع قرآن جائز ہے یامکروہ یا کراہت ہے؟ لیکن استماع قرآن تراویح میں صرف تراویح سے ثواب اتنا زیادہ ہے کہ کراہت **کان لم تکن** (یعنی کراہت اصلًا نہ رہے۔ت) ہوجائے۔ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

ایسا شخص بلاشبہ مقیم جماعت ہے اسے چاہئے کہ نماز فرض اپنی مسجد میں پڑھا کر تراویح کے لئے دوسری مسجد میں چلا جائے کہ جب اپنی مسجد میں قرآن عظیم نہ ہوتا ہو تو دوسری مسجد میں اس غرض سے جانا کوئی باک نہیں رکھتا بلکہ مطلوب ومندوب ہے، ہاں تعطیل جماعت فرض جائز نہیں، ولہذا فرض یہاں پڑھا کر دوسری جگہ جائے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۹۴۰: ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی جواب ھذا السؤال (اے علما! اللہ تم پر رحم فرمائے اس سوال کا کیا جواب ہے؟ت) جماعت تراویح میں بعض لوگ صف اول ودوم میں متفرق طور پر اس طرح نماز پڑھتے ہیں کہ چار آدمی کھڑے ہوکر پھر چار بیٹھ کر بعد ہی اس کے دو کھڑے ہوئے ازاں بعد پھر تین بیٹھے ہوئے پڑھتے اور قرآن سنتے ہیں اگرچہ یہ بیٹھنے والے سب ضعیف ومعذور نہیں ہیں بلکہ بیشتر نوجوان ہیں جن کو بخیال تطویل قرات امام برابر کھڑا رہنا بوجہ اپنی کاہلی وتکاسل کے ناگوار ہے آیا بیٹھ کر نماز پڑھنا ان کا اندر صفوف بلاکراہت جائز ہے؟ کیا تسویہ صفوف کا حکم اس سے قطعاً غیر متعلق ہے؟ کیا

جماعت فرض وتراویح میں اس کی بابت کوئی حکم تخصیصی ہے؟ ایک فریق کہتا ہے کہ بیٹھ کر پڑھنے والے آخر صف میں نماز پڑھیں دوسرا فریق مجوز ہے کہ ایسی جماعت بلا کراہت صحیح ودرست ہے چاہے کسی صف میں کوئی شخص بیٹھ کر پڑھتا ہو یا کھڑا ہو کر اس میں کوئی محظور شرعی نہیں ہے ایسی حالت میں کون حق پر ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

دربارہ صفوف شرعًا تین باتیں بتاکید اکید مامور بہ ہیں اور تینوں آج کل معاذاللہ کالمتروک ہورہی ہیں، یہی باعث ہے کہ مسلمانوں میں نااتفاقی پھیلی ہوئی ہے۔

اول تسویہ کہ صف برابر ہو خم نہ ہو کج نہ ہو مقتدی آگے پیچھے نہ ہوں سب کی گردنیں شانے ٹخنے آپس میں محاذی ایک خط مستقیم پر واقع ہوں جو اس خط پر کہ ہمارے سینوں سے نکل کر قبلہ معظّمہ پر گزرا ہے عمود ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عباد اللہ لتسون صفوفکم اولیخالفن اللہ بین وجوھکم[1]۔	اللہ کے بندو! ضرور یا تم اپنی صفیں سیدھی کروگے یا اللہ تمہارے آپس میں اختلاف ڈال دے گا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صف میں ایک شخص کا سینہ اوروں سے آگے نکلا ہوا ملاحظہ کیا، اس پر یہ ارشاد فرمایا۔ **رواہ مسلم عن النعمٰن بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما** (اس کو مسلم نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ت) دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

راصّوا صفوفکم وقاربوا بینھا وحاذوا بالاعناق فوالذی نفس محمد بیدہ انی لاری الشیاطین تدخل من خلل الصف کانھا الخذف[2]۔ رواہ النسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	اپنی صفیں خوب گھنی اور پاس پاس کرو اور گردنیں ایک سیدھ میں رکھو کہ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں شیاطین کو دیکھتا ہوں کہ رخنہ صف سے داخل ہوتے ہیں جیسے بھیڑ کے بچے۔ اس کو نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

---

[1] صحیح مسلم، باب تسویۃ الصفوف الخ، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۸۲/۱

[2] سنن النسائی حث الامام علی رص الصفوف الخ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۹۳/۱

تیسری حدیث صحیح میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اقیموا الصفوف فانما تصفون بصف الملٰئکة وحاذوا بین المناکب[1]۔ رواہ احمد وابوداود، والطبرانی فی الکبیر و ابن خزیمة والحاکم وصححاہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	صفیں سیدھی کرو کہ تمہیں تو ملائکہ کی سی صف بندی چاہئے اور شانے ایک دوسرے کے مقابل رکھو۔ اس کو امام احمد، ابوداؤد، طبرانی نے المعجم الکبیر میں، ابن خزیمہ اور حاکم نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرکے اسے صحیح قرار دیا۔

دوم: اتمام کہ جب تک ایک صف پوری نہ ہو دوسری نہ کریں اس کا شرع مطہرہ کو وہ اہتمام ہے کہ اگر کوئی صف ناقص چھوڑے مثلاً ایک آدمی کی جگہ اس میں کہیں باقی تھی اسے بغیر پورا کئے پیچھے اور صفیں باندھ لیں، بعد کو ایک شخص آیا اس نے اگلی صف میں نقصان پایا تو اسے حکم ہے کہ ان صفوں کو چیرتا ہوا جاکر وہاں کھڑا ہو اور اس نقصان کو پورا کرے کہ انہوں نے مخالفت حکم شرع کرکے خود اپنی حرمت ساقط کی جو اس طرح صف پوری کرے گا اللہ تعالٰی اس کے لئے مغفرت فرمائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الاتصفون کما تصف الملٰئکة عن ربھا[2]۔	ایسی صف کیوں نہیں باندھتے جیسی ملائکہ اپنے رب کے حضور باندھتے ہیں۔

صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ملائکہ کیسی صف باندھتے ہیں؟ فرمایا:

یتمون الصف الاول ویتراصّون فی الصّف[3]۔ رواہ مسلم وابوداؤد و	اگلی صف پوری کرتے اور صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ اس کو مسلم، ابوداؤد،

---

[1] سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۹۷/۱، مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۹۸/۲

[2] صحیح مسلم باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۸۱/۱، سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۹۷/۱

[3] صحیح مسلم باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۱/۱، سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۹۷/۱

النسائی وابن ماجة عن جابر بن سمرة رضی الله تعالٰی عنه۔	نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اتموا الصف المقدم ثم الذی یلیه فما کان من نقص فلیکن فی الصف المؤخر[1]۔ رواہ الائمة احمد وابوداو،د والنسائی وابن حبان وخزیمة والضیاء باسانید صحیحة عن انس بن مالك رضی الله تعالٰی عنه۔	پہلی صف پوری کرو پھر جو اس کے قریب ہے کہ جو کمی ہو تو سب سے پچھلی صف میں ہو۔ اسے ائمہ کرام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن حبان، ابن خزیمہ اور ضیاء مقدسی نے اسانید صحیحہ کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من وصل صفا وصله الله ومن قطع صفا قطعه الله[2]۔ رواہ النسائی والحاکم بسند صحیح عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما وهو من تتمة حدیثه الصحیح المذکور سابقا عند احمد وابی داؤد والثلثة الذین معهما۔	جو کسی صف کو وصل کرے اللہ اسے وصل کرے اور جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کردے۔ اسے نسائی اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے، یہ عبداللہ ابن عمر کی حدیث اس حدیث صحیح مذکور سابقہ کا تتمہ ہے جسے امام احمد اور ابوداؤد اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من نظر الٰی فرجة فی صف فلیسدها بنفسه فان لم یفعل فمر مار فلیتخط	جو کسی صف میں خلل دیکھے وہ خود اسے بند کردے اور اگر اس نے بند نہ کیا اور دوسرا آیا تو اسے چاہئے

---

[1] سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۸، سنن النسائی فضل الصف الاول مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۹۴

[2] سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۷، سنن النسائی من وصل صفا مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۹۴

علی رقبته فانه لاحرمة له [1]۔ رواہ فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	کہ وہ اس کی گردن پر پاؤں رکھ کر اس خلل کی بندش کو جائے کہ اس کے لئے کوئی حرمت نہیں۔ اسے مسند فردوس میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ وملئکته یصلون علی الذین یصلون الصفوف ومن سد فرجة رفعه اللہ بہا درجة [2]۔ رواہ احمد و ابن ماجه وابن حبان والحاکم وصححه واقروہ عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالٰی عنہا۔	بیشک اللہ تعالٰی اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں ان لوگوں پر جو صفوں کو وصل کرتے ہیں اور جو صف کا فرجہ بند کرے اللہ تعالٰی اس کے سبب جنت میں اس کا درجہ بلند فرمائے گا۔ اسے امام احمد، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا اور صحیح کہا اور ان تمام نے اسے حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔

سوم: تراصّ یعنی خوب مل کر کھڑا ہو نا کہ شانہ سے شانہ چھلے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝ [3] ایسی صف کے گویا وہ دیوار ہے رانگا پلائی ہوئی۔ رانگ پگھلا کر ڈال دیں تو سب درزیں بھر جاتی ہیں کہیں رخنہ فرجہ نہیں رہتا، ایسی صف باندھنے والوں کو مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی دوست رکھتا ہے اس کے حکم کی حدیثیں اوپر گزریں، اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اقیموا صفوفکم وتراصوا فانی ارٰکم من وراء ظهری [4]۔ رواہ البخاری و النسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه۔	اپنی صفیں سیدھی اور خوب گھنی کرو کہ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔ اسے بخاری اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

---

[1] المعجم الکبیر مروی از ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۱/ ۱۰۵۔ ۱۱۳

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از مسند عائشہ رضی اللہ عنہا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۶/ ۸۹

[3] القرآن ۶۱/ ۴

[4] صحیح بخاری باب اقبال الامام علی الناس عند تسویہ الصفوف مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۰

یہ بھی اسی اتمام صفوف کے متممات سے اور تینوں امر شرعًا واجب ہیں **کماحققناہ فی فتاوٰنا وکثیر من الناس عنه غافلون** (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی خوب تحقیق کی ہے اور بہت سے لوگ اس سے غافل ہیں۔ت) اور یہاں چوتھا امر اور ہے تقارب کہ صفیں پاس پاس ہوں بیچ میں قدر سجدہ سے زائد فضول فاصلہ نہ چھوٹے جس کا ذکر حدیث دوم میں گزرا وہ یہاں زیر بحث نہیں صف میں کچھ مقتدی کھڑے کچھ بیٹھے ہوں تو اس سے امر اول یعنی تسویہ صف پر تو کچھ اثر نہیں پڑتا کہ قائم و قاعد بھی خط واحد مستقیم میں ہوسکتے ہیں تسویہ میں ارتفاع کی برابری ملحوظ نہیں نہ وہ ملحوظ ہونے کے قابل کہ ایک پیمائش کے قدر کہاں سے آئیں گے، ہاں جبکہ بیٹھنے والے محض کسل وکاہلی کے سبب بے معذوری شرعی بیٹھیں گے تو فرائض وواجبات مثل عیدین ووتر میں امر دوم وسوم کا خلاف لازم آئے گا کہ جب بلاعذر بیٹھے تو ان کی نماز نہ ہوئی اور قطع صف لازم آیا کہ نمازیوں میں غیر نمازی دخیل ہیں، ان بیٹھنے والوں کو خود فساد نماز ہی کا گناہ کیا کم تھا مگر انہیں یہاں جگہ دینا اور اگر قدرت ہو تو صف سے نکال نہ دینا یہ باقی نمازیوں کا گناہ ہوگا کہ وہ خود اپنی صف کی قطع پر راضی ہوئے اور جو صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کردے، ان پر لازم تھا کہ انہیں کھڑے ہونے پر مجبور کریں اور اگر نہ مانیں تو صفوں سے نکال کر دور کریں، ہاں نمازی اس پر قادر نہ ہوں تو معذور ہیں اور قطع صف کے وبال عظیم میں یہی بیٹھنے والے ماخوذ ہیں جو حکم فرائض وواجبات کا تھا، رہی تراویح اس میں ہمارے علما کو اختلاف ہے کہ آیا یہ بھی مثل واجبات وسنت فجر بلاعذر بیٹھ کرنا جائز وفاسد ہوتی ہیں یا مثل باقی سنن جائز ہوجاتی ہیں اگرچہ خلاف توارث کے سبب مکروہ ہوتی ہیں بعض علما حکم اول کی طرف گئے اور صحیح ثانی ہے، درمختار میں ہے:

(التراویح تکرہ قاعد) لزیادۃ تاکدھا حتی قیل لاتصح (مع القدرۃ علی القیام) کمایکرہ تاخیر القیام الی رکوع الامام للتشبیه بالمنافقین[1]۔	(نماز تراویح بیٹھ کرادا کرنا مکروہ ہے) کیونکہ ان میں تاکید زیادہ ہے حتی کہ بعض فقہائے کے قول کے مطابق بیٹھ کر نماز تراویح ہوتی ہی نہیں (قیام پر قدرت کے ہوتے ہوئے) جیسا کہ رکوع امام تک قیام کو مؤخر کرنا (یعنی امام کے رکوع کے وقت نماز کا شروع کرنا) مکروہ ہے، کیونکہ اس میں منافقین کے ساتھ مشابہت ہے۔ت)

خانیہ وردالمحتار میں ہے:

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۹

لوصلی التراویح قاعدا قیل لایجوز بلاعذر لماروی الحسن عن ابی حنیفة لوصلی سنه الفجر قاعدا بلاعذر لایجوز فکذا التراویح لان کلامنهما سنة موکدة وقیل یجوز وهوالصحیح والفرق ان سنة الفجر سنة موکدة بلاخلاف والتراویح دونها فی التاکد فلایجوز التسویة بینهم[1]۔	اگر کسی نے تراویح بیٹھ کر ادا کیں تو بعض فقہاء کے نزدیک بلاعذر ایسا کرنا درست نہیں کیونکہ امام حسن نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل کیا ہے کہ اگر کسی نے فجر کی سنتیں بلاعذر بیٹھ کر ادا کیں تو یہ جائز نہیں، اسی طرح تراویح کا معاملہ ہے، کیونکہ دونوں سنت مؤکدہ ہیں، بعض فقہاء کے نزدیک جائز ہے اور یہی صحیح ہے، فرق یہ ہے کہ سنن فجر بغیر کسی اختلاف کے سنت مؤکدہ ہیں اور تراویح کا درجہ تاکید میں ہونا اس سے کم ہے لہٰذا ان کے درمیان مساوات وبرابری نہ ہوگی۔ (ت)

قول اول پر کاہلوں کا بلاعذر صف میں بیٹھنا ویسا ہی ناجائز و مورث گناہ و موجب قطع صف ہوگا جیسا واجبات میں کہ اس قول پر یہ لوگ بھی نماز سے خارج ہیں اور قول ثانی پر مستحب ہوگا کہ ان اہل کسل کو مؤخر کیا جائے اور صفوں میں یوں دخیل نہ ہونے دیا جائے کہ ایک قول پر وہ گناہ و معصیت ہے اور دوسرے پر محض بے ضرورت ہے تو اس سے احتراز ہی میں فضیلت ہے۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے مذاہب جو اپنے مذہب سے بے علاقہ ہیں جیسے حنفیّہ کے لئے شافعیت مالکیت حنبلیت ان کے خلاف کی رعایت رکھنی بالاجماع مستحب ہے جب تک اپنے مذہب کا مکروہ نہ لازم آتا ہو تو یہ خلاف تو خود اپنے علمائے مذہب میں ہے، درمختار میں ہے:

لاینقضه مس ذکر وامرأة لکن یندب للخروج من الخلاف لاسیما للامام لکن بشرط عدم لزوم ارتکاب مکروہ مذهبه[2]۔	مَسِ ذکر اور مَسِ امراۃ سے وضو نہیں ٹوٹتا لیکن ایسی صورت میں اختلاف سے بچتے ہوئے وضو کرلینا مستحب ہے خصوصاً امام کے لئے بشرطیکہ امام کے اپنے مسلک میں مکروہ کا ارتکاب لازم نہ آئے (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۹۹

[2] دُرمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۷

مگر یہاں ایک اور نکتہ واجب اللحاظ ہوگا کہ تاخیر اتنے کاہلوں کی ہو جس قدر تمام صف سے زائد ہوں ورنہ اطراف صف آخر میں اقامت ہوتا کہ مذہب صحیح پر قطع صف نہ لازم آئے اس سے تحرز مستحب تھا یہاں واجب ہوگا، توضیح یہ کہ یہاں تین۳ صورتیں ہوں گی:

اوّل یہ کہ قائمین بقدر کمال صف ہوں یعنی ان سے ایک یا چند صفیں پوری کامل ہو جائیں کہ نہ آدمی زائد بچے نہ صف میں جگہ رہے اس صورت میں صفوف سابقہ کاملہ قائمین سے کرلی جائیں اور کاملین سب سے آخر میں اپنی صف یا صفیں کامل یا ناقص جس قدر ہیں باندھیں یہ صورت کاہلین کی تاخیر مطلق کی ہوگی۔

دوم قائمین سے اکمال صف نہیں ہوتا خواہ اس قدر کم ہیں کہ پہلی ہی صف پوری کرنے کو اور آدمیوں کی حاجت ہے یا کثیر ہیں ایک یا چند صفین ان سے مکمل ہوگئیں اور اب اتنے بچے جن سے بعد کی صف پوری نہیں ہوتی اور قاصرین سے تکمیل ہو جائے گی اور زیادہ نہ بچیں گے تو لازم ہے کہ قائمین کی اخیر صف میں کاہلین کو ایک کنارے پر جگہ دے کر تکمیل صف کریں حتی کہ اگر صف اول ہی ناقص تھی تو اسی کے کنارے پر انہیں رکھیں اس صورت میں کاہلوں نے اصلًا تاخیر نہ پائی، ہاں ایک کنارے پر جمع کردیئے گئے۔

سوم تکمیل صف میں کاہلین کی حاجت ہے اور وہ بعد تکمیل بھی بچتے ہیں تو جس قدر تکمیل کے لئے مطلوب ہیں قائمین کی صف آخر کے ایک کنارے پر انہیں رکھ کر باقی کی صف تا صفوف ناقص یا کامل اخیر میں کردی جائیں یوں بعض کی تاخیر اور بعض کی طرف پر اقامت ہوگی اور وجہ ان سب کی وہی ہے کہ جب مذہب صحیح میں کاہلین کی نماز میں صرف کراہت ہے نہ باطل محض اور قائمین کی صف کو تکمیل کی حاجت ہے تو اس سے ہٹا کر کاہلین کو صف دیگر میں رکھنا صف اخیر قائمین کو ناقص چھوڑنا ہوگا اور یہ جائز نہیں پھر بہر حال اگر اور قائمین آتے جائیں یا انہیں میں سے بعض توفیق پاتے جائیں تو وہ بجائے کاہلین فی طرف الصّف ہوں اور کاہلین فی الطرف مؤخر ہوتے جائیں یہاں تک کہ مثلًا صورت ثانیہ صورت اولٰی کی طرف رجوع کرے اور ثالثہ ثانیہ یا اولٰی ہو جائے الٰی غیر ذلك من الاحتمالات (اس کے علاوہ دیگر احتمالات) یہ سب اس صورت میں ہے کہ کاہلین دست شرع میں نرم ہوں ورنہ بحال فتنہ قدر میسور پر عمل چاہئے، وباللہ التوفیق ھذا ماافادہ التفقه والکتاب واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۹۴۱ : از جالندھر محلّہ راستہ متصل مکان ڈپٹی محمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خان صاحب ۲۰/ شوال ۱۳۱۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی کتاب میں یہ

عبارت لکھی ہے البتہ چار مصلّے جو کہ مکہ معظمہ میں مقرر کئے ہیں لاریب یہ امر زبون ہے کہ تکرار جماعت وافتراق اس سے لازم آگیا کہ ایک جماعت ہونے میں دوسرے مذہب کی جماعت بیٹھی رہتی ہے اور شریک جماعت نہیں ہوتی اور مرتکب حرمت ہوتے ہیں مگر یہ تفرقہ نہ ائمہ دین حضرات مجتہدین سے ہے نہ علمائے متقدمین سے بلکہ کسی وقت سلطنت میں کسی وجہ سے یہ امر حادث ہوا ہے کہ اس کو کوئی اہل حق پسند نہیں کرتا پس یہ طعن نہ علمائے اہل حق مذاہب اربعہ پر ہے بلکہ سلاطین پر ہے کہ مرتکب اس بدعت کے ہوئے فقط واللہ تعالٰی اعلم۔ پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ چار مصلّے کس کی سلطنت میں ہوئے اور کس امر وبنیاد پر قائم کئے گئے کہ جو زید لکھتا ہے کہ لاریب یہ امر زبون ہے صدہا علمائے کاملین وصلحائے مقبولین گزرے کسی نے آج تک یہ اعتراض نہیں کیا کہ جواب زید یہ اعتراض کرتا ہے اس کا لکھنا درست ہے یا خلاف؟ اور زید کو شرعًا کیا کہنا چاہئے؟ جواب مدلل مکمل صاف صاف تحریر فرمائیں **بینوا بالتفصیل جزاکم اللہ الرب الجلیل۔**

الجواب:

حقیقت امر یہ ہے کہ حرمین طیبین زادہما اللہ شرفًا وتعظیمًا میں چاروں مذاہب حقہ اہلسنت حفظہم اللہ تعالٰی کے لوگ مجتمع ہیں اور اُن میں باہم طہارت ونماز کے مسائل میں اختلاف رحمت ہے، ایک بات ایک مذہب میں واجب دوسرے میں ممنوع، ایک میں مستحب دوسرے میں مکروہ، ایک کے نزدیک ایک امر ناقض طہارت دوسرے کے نزدیک نہیں، ایک کے یہاں کسی صورت میں وضو تمام دوسرے کے یہاں نہیں، تو جب امام کسی مذہب کا ہو اگر اس نے دوسرے مذہب کے فرائض طہارت وصلاۃ کی رعایت اور ان کے نواقض ومفسدات سے مجانبت نہ کی جب تو اس مذہب والوں کی نماز اس کے پیچھے باطل وفاسد ہی ہوگی اور اگر مراعات ومجانبت مشکوک ہو تو مکروہ اور تلفیق مذاہب باجماع جمہور ائمہ حرام وباطل اور بحال رعایت بھی ہر مذہب کے مکروہات سے بچنا یقینا محال اور بعض امور ایک مذہب میں سنت اور دوسرے میں مکروہ ہیں اگر بجالایا تو مذہب ثانی اور تارک ہوا تو مذہب اول پر کراہت ولہذا غایت امکان قدر فرائض ومفسدات تک ہے، محققین نے تصریح فرمائی کہ بہر حال موافق المذہب کی اقتداء اکمل وافضل، تو انتظار موافق کے لئے نوافل یا ذکر وغیرہا میں مشغول رہنا جماعت سے اعراض نہیں بلکہ اکمل واعلٰی کی طلب ہے اور یہ تفریق جماعت نہیں بلکہ تکمیل وتحسین ہے خصوصًا ان دو مسجد مبارک میں کہ مسجد محلّہ نہیں ہر جماعت جماعت اولٰی ہے اس لئے آٹھ سو برس یا زائد سے مکہ معظمہ ومدینہ طیبہ وبیت المقدس وجدہ ومصر وشام وغیرہا بلادِ اسلام میں عامہ مسلمین کا

عمل اس پر جاری وساری رہااور بعض کاانکار شاذ ومہجور قرار پایا تو بعد وضوح حق واستقرار امر اسے زبون وحرام وبدعت کہنا باطل وجہل وسفاہت ہے، چار مصلّے ہونا اسی طریقہ انیقہ سے عبارت جسے علمائے مذاہب نے بنظر مصالح جلیلہ مذکورہ پسند ومقرر رکھا باقی کسی مکان یاعلامت کابننا کہ یہ بھی صدہاسال سے معہود ومقبول ہے نہ اس کے لئے ضرور نہ ان میں مخل بلکہ وہ بھی منافع پر مشتمل، درمختار میں ہے:

یکرہ تطوع عند اقامۃ صلٰوۃ مکتوبۃ ای اقامۃ امام مذھبہ[1]۔	نماز فرض کی اقامت کے وقت نوافل مکروہ ہیں یعنی اقامت سے مراد اپنے ہم مذہب امام کی اقامت ہے (ت)

ردالمحتار میں:

لوانتظر امام مذھبہ بعیدا عن الصفوف لم یکن اعراضا عن الجماعۃ للعلم بانہ یرید جماعۃ اکمل من ھذہ الجماعۃ[2]۔	اگر کوئی شخص صفوں سے دور اپنے مذہب کے امام کاانتظار کرتارہا تو یہ جماعت سے اعراض نہ ہوگا کیونکہ یقینا معلوم ہے کہ وہ اس موجودہ جماعت سے اکمل جماعت کاارادہ رکھتاہے (ت)

شیخ علمائے مکہ معظّمہ مولانا علی قاری مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ رسالہ اہتداء میں فرماتے ہیں:

لوکان لکل مذھب امام کما فی زماننا فالافضل الاقتداء بالموافق سواء تقدم اوتاخر علی ما استحسنہ عامہ المسلمین وعمل بہ جمھور المومنین من اھل الحرمین والقدس ومصر و الشام ولاعبرۃ بمن شذ منھم[3]۔	اگر ہر مذہب کاالگ امام موجود ہو جیسا کہ ہمارے دور میں ہے توپھر اپنے موافق کی اقتدا افضل ہے خواہ وہ پہلے ہو یا بعد جیسا کہ اس کو عامہ مسلمین نے پسند کیا، جمہور مومنین اہل حرمین، قدس، مصر اور اہل شام کا اسی پر عمل ہے، اس کی مخالفت کرنے والے شاذونادر کا کوئی اعتبار نہیں۔ (ت)

---

[1] درمختار، کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۲

[2] ردالمحتار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۵۲۵

[3] ردالمحتار بحوالہ رسالہ اہتدائ باب الامامۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۴۱۷

علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

قد سئل بعض العلماء عن هذه المقامات المنصوبة حول الكعبه التی یصلون فیها الاٰن باربعة ائمة علی مقتضی المذاهب الاربعة فاجاب بانها بدعة ولكنها بدعة حسنة لاسیئة لانها تدخل بدلیل السنة الصحیحة و تقریرها فی السنة الحسنة لانها لم یحدث منها ضرر ولاحرج فی المسجد ولافی المصلین من المسلمین لعامة اهل السنة والجماعة بل فیها عمیم النفع فی المطروالحر الشدید والبرد و فیها وسیلة للقرب من الامام فی الجمعة وغیرها فهی بدعة حسنة و یسمون بفعلهم للسنة الحسنة و ان كانت بدعة اهل السنة لااهل البدعة لان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال من سن سنة[1] حسنة الٰی اٰخرما اطال واطاب علیه رحمة الملك الوهاب والله تعالٰی اعلم۔	بعض علماء سے کعبہ معظّمہ کے ارد گرد مقامات مخصوصہ میں مذاہب اربعہ کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے اسے بدعۃ کہا، لیکن یہ بدعت حسنہ ہے سیئہ نہیں کہ یہ سنت صحیحہ کی دلیل و تقریر پر سنت حسنہ میں داخل ہے کیونکہ اس کی وجہ سے کوئی ضرر نہیں ہوتا نہ مسجد میں کوئی تنگی ہے اور نہ عام اہل سنت کے نمازیوں میں کوئی حرج ہے بلکہ اس میں بارش اور سخت گرمی و سردی میں فائدہ و آسانی ہے اور اس میں جمعہ وغیرہ میں امام کا قرب بھی حاصل رہتا ہے لہٰذا یہ بدعت حسنہ ہے اور فقہاء اپنے اس فعل کا نام سنت حسنہ رکھتے ہیں اگرچہ اہلسنت کی بدعت ہے نہ کہ اہل بدعت کی، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا "من سن سنۃ حسنۃ" (جس نے اچھا طریقہ ایجاد کیا) الٰی آخر العبارۃ، اللہ تعالٰی ان پر لطف و کرم فرمائے، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۹۴۲: از غازی پور محلّہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب محرر دفتر ججی غازی پور ۱۷/ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام پر تحکم کرنا مقتدیوں کو یا انتظار کرنا امام کو مقتدی

---

[1] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ وقد سئل بعض العماء عن ہذہ المقامات المنصوبۃ حول الکعبۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۱۱۶

کا بعد اوقات معینہ کے بھی بالخصوص ایسے مقتدی کا جو بے علم اور مشہور جھگڑالو ہو درمیان میں مقتدیوں کے، اور یہ چاہتا ہو کہ جب ہم کہیں جب ہی اذان ہو اور جب ہم کہیں جب ہی نماز ہو اگرچہ وقت کچھ ہی ہو جائے اور امام پانچوں وقت بعد اذان کے خود آکر ہمیں گھر سے بلالے جایا کرے، پس ایسے شخص کا نماز کے باب میں انتظار کرنا اور متبع ہونا امام کو سزاوار ہے یا نہیں؟

الجواب:

مقتدی کو امام پر تحکم نہیں پہنچتا اور وہ خیالات جو سوال میں مذکور ہوئے محض ظلم واثم ہیں امام کو ایسے شخص کا اتباع اور اس کی ان نفسانی خواہشوں کا لحاظ ہرگز نہ چاہئے مگر جبکہ شریر وموذی ہو اور اس کے ترک انتظار میں مظنہ فتنہ ہو تو بمجبوری تاحدامکان انتظار کرسکتا ہے کہ فتنہ سے بچنا ضرور ہے۔

قال اللہ تعالٰی اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ[1]۔	اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے: فتنہ قتل سے بدتر ہے۔ (ت)

ملتزمان جماعت جب تک حاضر نہ ہوں اور وقت میں کراہت نہ آئے امام انتظار کرے ورنہ نہیں۔

وقد کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا حضر الناس عجل واذا تاخروا اخر۔	واللہ تعالٰی اعلم حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا معمول تھا جب لوگ حاضر ہوتے آپ جلدی فرماتے جب لوگ تاخیر کرتے آپ تاخیر فرماتے (ت)

مسئلہ ۹۴۳: از شہر کہنہ مرسلہ رحیم بخش بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ کھانا تیار ہے اور جماعت بھی تیار ہے تو اول کھانا کھائے یا نماز پڑھ لے؟

الجواب:

جماعت تیار ہے اور کھانا سامنے آیا اور وقت تنگ نہ ہو جائے گا اور پہلے جماعت کو جائے تو بھوک کے سبب دل کھانے میں لگا رہے یا کھانا سرد ہو کر بے مزا ہو جائے گا یا اس کے دانت کمزور ہیں روٹی ٹھنڈی ہو کر نہ چبائی جائے گی تو اجازت ہے کہ پہلے کھانا کھالے اور اگر کھانے میں کوئی خرابی یا دقّت نہ آئے گی نہ اسے ایسی بھوک ہے تو جماعت نہ کھوئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن ۲/ ۱۹۱

مسئلہ ۹۴۴ : مرسلہ اصغر علی خاں بریلی بانس منڈی

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں دس بیس شخص نمازی روزمرہ جمع ہوتے ہیں ان سب کی رائے سے وقت ظہر دوبجے اور عصر پانچ ۵ بجے اور عشا ۹ بجے قرار پایا ہے اذان ہوئی اور دو ایک شخص تشریف لاکر بیٹھے رہے یہاں تک کہ اور نمازی بھی جمع ہوگئے اور صف باندھ کر کھڑے ہوئے تو ان صاحب نے جو پیشتر سے تشریف لائے ہیں کہا کہ ہم نے تو بھی وضو ہی نہیں کیا ہے لہٰذا کچھ صاحبوں کی اہل جماعت سے رائے ہوئی کہ وضو کرلینے دو، جملہ نمازی کھڑے رہے، جب اُن صاحب نے وضو کرلیا بلکہ پاؤں دھونا باقی تھے کہ اس عرصہ میں دوچار شخص اور آگئے ان کو وضو سے فارغ نہ ہونے دیا اور فورًا کھڑے ہوگئے، دیگر یہ کہ کوئی صاحب تشریف لائے اور وضو کرکے جماعت میں دیر دیکھ کر اپنے مکان کو تشریف لے گئے تو ان کا انتظار کیا جائے یا نہیں اور جماعت تیار ہے، **بینوا توجروا**

الجواب:

یہ دو'چار شخص جو بعد کو آئے اور ان کے وضو کا انتظار نہ کیا اور جماعت قائم کردی اگر یہ لوگ اہل محلّہ سے نہ تھے انہیں اس تعیین وقت پر جو اہل مسجد نے مقرر کرلی ہے اطلاع نہ تھی اور وقت میں تنگی بھی نہ تھی اور حاضرین میں کسی پر انتظار سے کوئی حرج بھی نہ تھا تو اس صورت میں ان کے وضو کا انتظار کرلینا مناسب تھا خصوصًا جبکہ اس انتظار نہ کرنے میں ان کی دل شکنی ہو کہ بلاوجہ کسی مسلمان کی دل شکنی بہت سخت بات ہے، دوچار منٹ میں وضو ہوجائے گا، اس میں ان کا ایک نفع اور اپنے تین، اُن کا تو یہ کہ تکبیر اولٰی پالیں گے او اپنا پہلا نفع یہ کہ اس فضیلت کے ملنے میں مسلمانوں کی اعانت ہوئی اور اس کا اجر عظیم ہے **قال اللہ تعالٰی تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى**[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: نیکی اور تقوٰی پر لوگوں کے ساتھ تعاون کرو(ت) یہاں تک کہ عین نماز میں امام کو چاہئے کہ اگر رکوع میں کسی کی پہچل سنے اور اسے پہچانا نہیں تو ایک تسبیح زیادہ کردے کہ وہ شامل ہوجائے، دوم اس رعایت سے ان مسلمانوں کا دل خوش کرنا متعدد احادیث میں ہے:

احب الاعمال الی اللہ بعد الفرائض ادخال السرور علی المسلم[2] اوکما	فرائض کے بعد سب اعمال میں اللہ کو زیادہ پیارا مسلمان کا دل خوش کرنا ہے جیسا کہ حضور اکرم

---

[1] القرآن ۲/۵

[2] الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۲۰۰ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۶۷، مجمع الزوائد باب فضل قضاء الحوائج مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۸/۱۹۳

قال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم۔	صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کاارشاد مبارک ہے۔

سوم صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ:

انکم فی صلٰوۃ ماانتظر تم الصلٰوۃ[1]۔	بیشک تم نماز ہی میں ہو جب تک نماز کے انتظار میں ہو۔

ورنہ انتظار نہ کرنے میں کوئی حرج نہ ہوا، جو شخص جماعت میں دیر دیکھ کر چلاگیا وقت مقررہ کے بعد اس کے انتظار کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۴۵: از ککرالہ ضلع بدایوں مرسلہ یسین خاں ۷/ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

ایک شخص نے نماز پڑھنا شروع کیا دوسرا آیا اس کے برابر کھڑا ہوگیا، تیسرا آیا وہ دوسری طرف برابر کھڑا ہوگیا، چوتھا آیا اس نے دونوں مقتدیوں کو کھینچ کے پیچھے کھڑا کرکے شامل ہوا پوچھا گیا کہ نماز میں کوئی قصور تو نہ ہوا کہا حدیث میں آیا ہے کہ مقتدیوں 0 کو کھینچ کے پیچھے کھڑا کرلے۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

آج کل بوجہ غلبہ جہل کھینچنا منع ہے پھر بھی نماز ہو گئی اگر ہٹنے والے حکم شرع ماننے کے لئے ہٹے ہوں، اور اگر کھینچنے والے کا حکم ماننے کو ہٹے نہ مسئلہ کے لحاظ سے تو ان ہٹنے والوں کی نماز نہ ہوئی، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۴۶: از ڈیرہ غازی خاں بلاک نمبر ۱۲ مسؤلہ احمد بخش صاحب ۸ صفر ۱۳۳۹ھ

حضرت ملک العلماء شمس الفضلا، مقتدائے اہل ایمان، پیشوائے اہل ایقان ادام اللہ تعالٰی فضلھم ومجدھم الٰی یوم الدین، السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،، نیاز مند مشتاق زیارت محتاج دعا ہزار ہزار نیاز کے بعد عرض کرتا ہے کہ ان ایام میں ایک مسجد جدید تیار کرائی جاتی ہے جس کے متعلق یہ ارادہ ہے کہ سقف پر عورتوں کے نماز پڑھنے کی جگہ تیار ہو اس حالت میں جماعت کی وضع اور صورت یہ ہوگی کہ بعض صفوف رجال جو نیچے زمین پر ہوں گی عورتوں کی صفوں سے مقدم اور بعض محاذی زیر وبالا اور بعض مؤخر بیرونی صحن میں، پس کیا ایسی جماعت اس لئے کہ عورتوں کے صفوف بعض صفوف رجال کے اوپر اور بعض صفوف رجال سے جو بیرونی صحن میں ہوں گی مقدم ہیں مکروہ یا ناجائز ہوگی اس لئے کہ عورتوں کے صفوف اور صفوف رجال کے درمیان دیواریں اور پردے حائل ہوں گے یا کوئی کراہت نہیں، **بینوا توجروا**

الجواب:

جبکہ بیچ میں سقف وجدار حائل ہیں باعث بطلان نماز رجال نہیں ہو سکتا کہ محاذات نہ ہوئی،

---

[1] صحیح بخاری باب السمر فی الفقہ والخیر بعد العشاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۴۔۹۰

تنویر الابصار میں ہے:

واذا حاذته امرأة ولا حائل بینھما فی صلاۃ مطلقۃ فسدت صلاتہ[1]۔	جب عورت نماز مطلقہ میں مرد کے محاذی ہو جائے اور ان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو تو اس مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔(ت)

مگر یہ صورت بوجوہ کراہت وممانعت سے خالی نہ ہوگی،

اولاً عورتوں کا مسجد میں جانا خود ممنوع ہے تو ایک ممنوع کے لئے سامان کرنا ہے، تنویر الابصار میں ہے:

ویکرہ حضورھن الجماعۃ مطلقا علی المذھب[2]۔	مفتی بہ مذہب پر خواتین کا جماعت کے لئے حاضر ہونا مطلقاً مکروہ ہے(ت)

ثانیاً بے ضرورت شرعیہ مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے یہاں تک کہ شدت گرمی بھی اس کے لئے عذر نہ مانی گئی، عالمگیریہ میں ہے:

الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولھذا اذا اشتد الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعۃ فوقہ[3]۔	ہر مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے یہی وجہ ہے کہ جب گرمی سخت ہو تو مسجد کے اوپر باجماعت نماز پڑھنا مکروہ ہے۔(ت)

ثالثاً یہ اگرچہ تقدیم محسوس نہیں مگر واقع میں بعض صفوف رجال سے تقدیم اور بعض سے معیت ضرور ہے اور حکم یہ ہے کہ **اخروھن من حیث اخرھن اللہ**[4] (ان کو موخر رکھو جیسا کہ اللہ تعالٰی نے انہیں مؤخر فرمایا ہے۔ت) لہٰذا اس سے احتراز ہی کیا جائے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

---

[1] در مختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۴

[2] در مختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

[3] فتاوٰی ہندیۃ الباب الخامس فی آداب المسجد الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۲۲

[4] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۱۲

فَصلُ المَسبُوق

(مسبوق کا بیان)

مسئلہ ۹۴۷: از فیض آباد مرسلہ منشی احمد حسین خرسند نقشہ نویس اسسٹنٹ انجینئر ریلوے ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۲۳ھ

س کہتا ہے جس کو مغرب کی تیسری رکعت جماعت کے ساتھ ملے وہ جب اپنی نماز پوری کرنے کھڑا ہو تو اپنی دوسری رکعت میں قعدہ کرے کیونکہ قاعدہ مصرحہ ہے نماز مسبوق درحق قرأت حکم اول نماز دارد ودرحق قعود حکم آخر نماز مسبوق کی باقی ماندہ نماز) قرأت کے لحاظ سے اول اور بیٹھنے میں آخر کا حکم رکھتی ہے۔ت) ع کہتا ہے مسبوق دوسری رکعت پر قعدہ نہ کرے کہ بعض کتب فقہ میں ایسا ہی لکھا ہے اور جو دوسری قعدہ کرے گا تو تینوں رکعات علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گی، پس سوال یہ ہے کہ قول س کا قابل عمل ہے یا ع کا۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

قول س کا صحیح ہے، ائمہ فتوٰی سے اسی کا اختیار مفید ترجیح ہے، کتب معتمدہ میں اس کی تصریح ہے، درمختار میں ہے:

یقضی اول صلاتہ فی حق قراءۃ واٰخرھا فی حق تشھد فمدرك رکعۃ من غیر	قرأۃ کے حق میں وہ اپنی ابتدا نماز اور تشہد کے حق میں آخر نماز تصور کرکے ادا کرے فجر کے علاوہ

فجریاتی برکعتین بفاتحۃ وسورۃ و تشھد بینھما وبرابعۃ الرباعی بفاتحۃ فقط ولایقعد قبلھا[1]۔	ایک رکعت پانے والا دو رکعتوں کو فاتحہ اور سورت کے ساتھ ادا کرے اور ان کے درمیان قعدہ بھی کرے اور چار رکعتی نماز میں چوتھی رکعت کو صرف فاتحہ کے ساتھ ادا کرے اور اس سے پہلے قعدہ نہ کرے۔ (ت)

خلاصہ وہندیہ میں ہے:

لوادرك ركعة من المغرب قضی رکعتین وفصل بقعدۃ فتکون بثلث قعدات[2]۔	اگر کسی نے مغرب کی ایک رکعت پائی تو وہ باقی ماندہ دو بجالائے اور ان کے درمیان قعدہ کے ساتھ فاصلہ کرے تو یہاں تین قعدے ہوجائیں گے (ت)

یہاں تک کہ غنیہ شرح منیہ میں فرمایا اگر ایک رکعت پڑھ کر قعدہ نہ کیا تو قیاس یہ ہے کہ نماز ناجائز ہو یعنی ترک واجب کے سبب ناقص وواجب الاعادہ البتہ استحساناً حکم جواز وعدم وجوب اعادہ دیا گیا کہ یہ رکعت من وجہ پہلی بھی ہے، ردالمحتار میں ہے:

قال فی شرح المنیۃ ولولم یقعد جاز استحسانًا لاقیاسا ولم یلزم سجود السھو لکون الرکعۃ اولی من وجہ[3]۔ واللہ سبحٰنہ، وتعالٰی اعلم۔	شرح المنیہ میں فرمایا ہے اگر اس نے ایک رکعت پڑھ کر قعدہ نہ کیا تو اگرچہ قیاسًا نماز درست نہیں مگر استحسانًا درست ہے اور اس پر سجدہ سہو لازم نہیں کیونکہ ایک لحاظ سے یہ پہلی رکعت ہے۔ (ت)

مسئلہ ۹۴۸: حافظ عبداللہ خاں موضع ٹھریا ضلع بریلی بتاریخ ۲۹/جمادی الاخری ۱۳۲۷ھ

جماعت رکوع میں ہو تو مسبوق نمازی کو نیت کرکے اور تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھنا چاہئے یا بے باندھے دوسری تکبیر کہہ کر رکوع میں جانا چاہئے یا ایک ہی تکبیر اس کے واسطے کافی ہے یا کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۶

[2] فتاوٰی ہندیۃ الفصل السابع فی المسبوق واللاحق مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۹۱

[3] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۴۱

الجواب:

ہاتھ باندھنے کی تو اصلًا حاجت نہیں اور فقط تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں مل جائے گا تو نماز ہوجائے گی مگر سنت یعنی تکبیر رکوع فوت ہوئی لہٰذا یہ چاہئے کہ سیدھا کھڑا ہونے کی حالت میں تکبیر تحریمہ کہے اور **سبحٰنك اللھم** پڑھنے کی فرصت نہ ہو یعنی احتمال ہو کہ امام جب تک سر اٹھالے گا تو معًا دوسری تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور امام کا حال معلوم ہو کہ رکوع میں دیر کرتا ہے **سبحٰنك اللّٰھم** پڑھ کر بھی شامل ہوجاؤں گا تو پڑھ کر رکوع کی تکبیر کہتا ہوا شامل ہو یہ سنت ہے اور تکبیر تحریمہ کھڑے ہونے کی حالت میں کہنی تو فرض ہے بعض ناواقف جو یہ کرتے ہیں کہ امام رکوع میں ہے تکبیر تحریمہ جھکتے ہوئے کہی اور شامل ہوگئے اگر اتنا جھکنے سے پہلے کہ ہاتھ پھیلائیں تو گھٹنے تک پہنچ جائیں اللہ اکبر ختم نہ کرلیا تو نماز نہ ہوگی، اس کا خیال لازم ہے، **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۹۴۹: از بلنڈی افریقہ سائل حاجی عبداللہ و حاجی یعقوب علی

نماز ظہر کی جماعت کھڑی ہے میں نے وضو کیا تب تک تین رکعت خلاص ہوگئیں چوتھی میں جاملا، اب میں تین رکعت کس ترتیب سے ادا کروں؟

الجواب:

سلام امام کے بعد کھڑے ہو کر **سبحٰنك اللھم** الخ پہلے اگر نہ پڑھا تھا تو اب پڑھے ورنہ اعوذ سے شروع کرے اور الحمد و سورت پڑھ کر رکوع و سجدہ کرکے بیٹھ کر التحیات پڑھے پھر کھڑا ہو کر الحمد و سورت پڑھے اور رکوع و سجدہ کرکے بغیر بیٹھے کھڑا ہوجائے اور چوتھی رکعت میں فقط الحمد پڑھ کر رکوع و سجدہ کرکے التحیات پڑھے اور نماز تمام کرے، درمختار میں ہے:

یقضی اول صلاتہ فی حق قراءۃ واٰخرھا فی حق تشھد فمدرك رکعۃ من غیرفجر یاتی برکعتین بفاتحۃ وسورۃ وتشھد بینھما وبرابعۃ الرباعی بفاتحۃ فقط ولایقعد قبلھا[1]۔ **واللہ تعالٰی اعلم**	قراءت کے حق میں ابتدائے نماز اور تشہد کے حق میں آخر نماز تصور کرکے ادا کرے، فجر کے علاوہ ایک رکعت پانے والا دو رکعتوں کو فاتحہ اور سورت اور ان کے درمیان تشہد کے ساتھ ادا کرے اور چار رکعتی نماز میں چوتھی رکعت کو صرف فاتحہ کے ساتھ پڑھے اور اس سے پہلے قعدہ نہ کرے (ت)

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۶/۱

مسئلہ ۹۵۰ : از لشکر گوالیار محکمہ ڈاک دربار گوالیار مرسلہ مولوی نورالدین احمد صاحب ۹/صفر ۱۳۱۲ھ

مخدوم نیاز منداں بسط اللہ ظلکم ابداً، مسبوق سجدہ سہو میں امام سے ملے یا نہیں یعنی اگر اس کو علم ہو کہ امام اور اس کے مقتدی سجدہ سہو کر رہے ہیں یا تشہد بعد سجدہ سہو میں بیٹھے ہیں باوجود اس علم کے اس کی اقتداء درست ہے یا نادرست؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

ضرور مل جائے ہر حال میں اقتدا درست و صحیح ہے، ردالمحتار میں زیر قول درمختار:

المسبوق یسجد مع امامه مطلقا سواء کان السهو قبل الاقتداء اوبعده لکها شمل ایضا ماإذا سجد الامام واحدة ثم اقتدی به قال فی البحر فانه یتابعه فی الاخری ولایقضی قضاء الاولی کما لایقضیهما لواقتدی به بعد ما سجدهما[1] انتهی۔ واللہ تعالٰی اعلم	مسبوق اپنے امام کے ساتھ ہر حال میں سجدہ سہو کرے خواہ وہ سہو اقتدا سے پہلے ہو یا بعد میں، یہ اس صورت کو بھی شامل ہے جب امام نے ایک سجدہ کرلیا تو پھر اس نے امام کی اقتداء کی، بحر میں ہے کہ مسبوق دوسرے سجدے میں اقتدا کرے تو اس صورت میں پہلے سجدہ کی قضا نہیں، جیسا کہ ان دونوں سجدوں کی ادائیگی کے بعد شمولیت کرنے پر قضا نہیں انتہی۔ (ت)

مسئلہ ۹۵۱ : ۲۲/رجب ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب زید صبح کی نماز کے وقت وضو کرکے فارغ ہوا تو گمان کیا کہ امام نصف التحیات پڑھ چکا اور جماعت دوسری بھی تیار ہے اس نے سنت پڑھنا شروع کیا، بعد سنت کے جماعت ثانی ہوئی زید اس میں شریک ہوا، آیا یہ سنتیں اس کی ہوئی یا نہیں؟ اور زید امام اول کی التحیات میں شریک نہ ہونے سے گنہگار ہوا یا نہیں؟ اور اس التحیات میں شریک ہونا اسے ضروری تھا یا نہیں؟

الجواب:

سنتیں ہوتو ہر حال میں گئیں مگر زید کو حکم یہ تھا کہ امام اول کی التحیات میں شریک ہوجائے۔

---

[1] ردالمحتار باب سجود السہو مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۴۹

جماعت ثانیہ کے اعتماد پر اولٰی کی شرکت نہ چھوڑے، زید بالقصد بلاعذر صحیح شرعی جماعت اولٰی فوت کردینے سے گنہگار ہوا، درمختار میں ہے:

اذا خاف فوت رکعتی الفجر لاشتغاله بسنتها ترکها[1]۔	جب سنتوں میں مشغولیت سے فرائض فجر کے فوت ہونے کا خوف ہو تو سنن کو ترک کردیا جائے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

الراجح عند اهل المذهب وجوب الجماعة وانه یاثم بتفویتها اتفاقا[2] ھ وقدحققنا فی فتاوٰنا بتوفیق الله تعالٰی ان هذا الحکم للجماعة الاولٰی عینا۔	راجح اہل مذہب کے ہاں جماعت کا واجب ہونا ہے اور اس کافوت کرنا بالاتفاق گناہ ہے اھ۔ اللہ تعالٰی کی توفیق سے اپنے فتاوٰی میں اس بات کی خوب تحقیق کی ہے کہ یہ حکم صرف پہلی جماعت کے لئے ہے۔(ت)

ہاں اگر جماعت اولٰی کا امام غلط خواں یا معاذاللہ بدمذہب گمراہ یا فاسق معلن تھا، اور امام ثانی ان بلاؤں سے پاک، تو زید نے بہت اچھا کیا ایسا ہی چاہئے تھا بلکہ اگر امام اول مثلاً شافعی المذہب تھا اور اس نے امام حنفی المذہب کی اقتدا چاہی اس نیت سے تاخیر کی جب بھی گناہ نہ ہوا، کما بیّنا کل ذٰلك فی فتاوٰنا والمسائل فی ردالمحتار وغیرہ (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس بات کی خوب تحقیق کی ہے اور ردالمحتار وغیرہ میں مسائل کی تفصیل ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۵۲: از گونڈل مرسلہ سید غلام محی الدین صاحب راندھیری ۱۱/صفر ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسبوق بروقت اختتام نماز، امام قعدہ اخیرہ میں تمامیت تشہد کے بعد گویا فقہی اقوال کے بموجب شہادتین کو مسبوق دہرایا کرے تاسلام امام، بجائے شہادتین کے اگرالسلام علیک ایھاالنبی سے دہرایا کرے توکچھ حرج ہے؟

الجواب:

فقہانے تکرار تشہد ہی کو لکھاہے اور اگر السلام سے تکرار کرے جب بھی کوئی ممانعت نہیں، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۵۳: از بریلی مرسلہ مولوی عبدالرشید صاحب مدرس ۲۲/شوال ۱۳۱۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسبوق امام کی متابعت سجدہ وسلام دونوں میں کرے گا

---

[1] درمختار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۹۹

[2] ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۹۲

یافقط سجدہ میں؟ اور اگر بالفرض والتقدیر سلام میں متابعت کرے تو نماز مسبوق کی باقی رہے گی یا فاسد؟ **بینوا توجروا جزاکم اللہ تعالٰی۔**

الجواب:

مسبوق صرف سجدہ میں متابعت کرے، نہ سلام میں، اگر سلام میں قصداً متابعت کرے گا اگرچہ اپنے جہل سے یہ ہی سمجھ کر کہ مجھے شرعاً سلام میں بھی اتباعِ امام چاہئے تو نماز اس کی فاسد ہو جائے گی، ہاں اگر سہواً سلام کیا تو نماز مطلق نہ جائے گی اور سجدہ سہو بھی اپنی نماز کے آخر میں کرنا نہ ہوگا اگر یہ سلام سہواً سلامِ امام سے پہلے یا معًا اس کے ساتھ ساتھ بغیر تاخیر کے تھا اور اگر سلام امام کے بعد بھول کر سلام پھیرا تو اس سجدہ سہو میں تو امام کی متابعت کرے ہی، پھر جب اپنی باقی نماز کو کھڑا ہو تو اس کے ختم پر اس کے سہو سلام کے لئے سجدہ سہو کرے، ردالمحتار میں ہے:

المسبوق لیسجد مع امامه. قید بالسجود لانه لایتابعه فی السلام بل یسجد معه ویتشهد فاذا سلّم الامام قام الی القضاء فان سلم فان کان عامدًا فسدت والالاولاسجود علیه ان سلم سهوًا قبل الامام اومعه وان سلم بعده لزمه لکونه منفردًا حینئذ، بحر واراد بالمعیة المقارنة وهو نادرالوقوع کما فی شرح المنیة وفیه لوسلم علی ظن ان علیه ان یسلم فهو سلام عمد یمنع البناء[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم	مسبوق اپنے امام کے ساتھ سجدہ کرے، سجدہ کی قید اس لئے کہ سلام میں امام کی اتباع نہ کرے بلکہ اس کے ساتھ سجدہ کرے اور تشہد پڑھے اور جب امام سلام پھیرے تو وہ بقیہ رکعتوں کی ادائیگی کے لئے کھڑا ہو جائے، اگر اس نے سلام پھیرا اور اس کا سلام پھیر نادانستہ تھا تو نماز فاسد ہو جائے گی ورنہ نہیں، اگر اس نے بھول کر سلام پھیرا تو اس صورت میں سجدہ سہو نہ ہوگا جب امام سے پہلے یا معًا اما کے ساتھ ساتھ بغیر تاخیر سلام پھیرا ہو، اور اگر سلام امام کے بعد سلام پھیرا تو اب سجدہ لازم ہے کیونکہ اب وہ تنہا ومنفرد ہے بحر، اور یہاں معیت سے مراد مقارنت ہے اور اس کا وقوع بہت کم ہے، اسی طرح شرح المنیۃ میں ہے کہ اگر اس نے یہ گمان کرتے ہوئے سلام پھیر دیا کہ اس پر سلام لازم تھا تو یہ عمداً سلام ہوگا جو کہ بنائے نماز سے مانع ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب سجود السہو مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۴۹

مسئلہ ۹۵۴: مرسلہ مرزا باقی بیگ صاحب رامپوری ۱۱/ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقیم نے امام مسافر کی اقتدا کی اور ایک یادونوں رکوع نہ پائے مثلاً دوسری رکعت یاصرف التحیات میں شریک ہوا تو بعد سلام امام کے اپنی نماز کس طرح ادا کرے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

یہ صورت مسبوق لاحق کی ہے وہ پچھلی رکعتوں میں کہ مسافر سے ساقط ہیں مقیم مقتدی لاحق ہے **لانہ لم یدرکھما مع الامام بعد ماقتدی بہ** (اس لئے کہ اس نے اقتداء کے بعد امام کے ساتھ ان دو رکعتوں کو نہیں پایا۔ ت) اور اس کے شریک ہونے سے پہلے ایک رکعت یادونوں جس قدر نماز ہوچکی ہے اس میں مسبوق ہے **لانھا فاتتہ قبل ان یقتدی** (اقتداسے قبل اس نے اسے فوت کیاہے۔ ت) درمختار وردالمحتار میں ہے:

مقیم ائتم بمسافر فھو لاحق بالنظر للاخیرتین وقدیکون مسبوقا ایضاہ کما اذافاتہ اول صلاۃ امامہ المسافر[1] ط۔	اگر مقیم نے مسافر کی اقتداء کی تو وہ آخری رکعتوں کے لحاظ سے لاحق ہے اور کبھی مسبوق بھی ہوسکتا ہے جبکہ مسافر امام کی اقتداء پہلی رکعت میں نہ کی ہو۔ ط (ت)

اور حکم اس کا یہ ہے کہ جتنی نماز میں لاحق ہے پہلے اسے بے قراءت ادا کرے یعنی حالت قیام میں کچھ نہ پڑھے بلکہ اتنی دیر کہ سورہ فاتحہ پڑھی جائے محض خاموش کھڑا رہے بعدہ، جتنی نماز میں مسبوق ہوا اسے مع قراءت یعنی فاتحہ وسورت کے ساتھ ادا کرے،

فی الدر المختار اللاحق یبدأ بقضاء مافاتہ بلاقراءۃ ثم ماسبق بہ بھا ان کان مسبوقا[2] ایضاہ ملخصا۔	درمختار میں ہے کہ پہلے لاحق فوت شدہ رکعات بغیر قراءت کے ادا کرے پھر وہ رکعات جوامام کے ساتھ رہ گئی تھیں اگر مسبوق ہوااھ ملخصًا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ ماسبق بہ بھا الخ ای ثم صلی	ماسبق رکعات الخ یعنی اگر مسبوق ہے تولاحق

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۴۰

[2] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۶

اللاحق ماسبق به بقرأة ان كان مسبوقا ايضا بان اقتدى فی اثناء صلاة الامام ثم نام مثلا وهذا بيان للقسم الرابع وهو المسبوق اللاحق الخ[1]	پھر قرات کے ساتھ سابقہ رکعات ادا کرے مثلاً اس نے امام کے ساتھ دوران نماز اقتداء کی پھر مثلاً سوگیا اور یہ چوتھی قسم کابیان ہے جو مسبوق لاحق ہے الخ۔ (ت)

پس اگر دونوں رکوع نہ پائے تھے تو پہلے دو رکعتیں بلاقرات پڑھ کر بعد التحیات دو رکعتیں فاتحہ و سورت سے پڑھے، اور اگر ایک رکوع نہ ملا تھا تو پہلے ایک رکعت بلاقرات پڑھ کر بیٹھے اور التحیات پڑھے کیونکہ یہ اس کی دوسری ہوئی، پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور ویسی ہی بلاقرات پڑھ کر اس پر بھی بیٹھے اور التحیات پڑھے کہ یہ رکعت اگرچہ اس کی تیسری ہے مگر امام کے حساب سے چوتھی ہے اور رکعات فائتہ کو نماز امام کی ترتیب پر ادا کرنا ذمہ لاحق لازم ہوتا ہے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت بفاتحہ و سورت پڑھ کر بیٹھے اور بعد تشہد نماز تمام کرے۔

فی ردالمحتار عن شرح المنية والمجمع انه لوسبق بركعة من ذوات الاربع ونام فی ركعتين يصلی اولامانام فيه ثم ماادركه مع الامام ثم ماسبق به فيصلی ركعة ممانام فيه مع الامام ويقعد متابعة له لانها ثانية امامه ثم يصلی الاخرى ممانام فيه ويقعد لانها ثانيته ثم يصلی التی انتبه فيها و يقعد متابعة لامامه لانها رابعة و كل ذلك بغيرقرأة لانه مقتد ثم يصلی الركعة التی سبق بها بقرأة الفاتحة وسورة والاصل ان اللاحق يصلی على ترتيب صلاةالامام	ردالمحتار میں شرح منیہ و مجمع سے ہے کہ اگر چار رکعات میں سے ایک رکعت گزر گئی اور پھر شریک ہوا پھر دو میں سوگیا تو اب جن میں سویا انہیں پہلے ادا کرے، پھر جس میں امام کے ساتھ اقتداء کی پھر چھوٹی ہوئی، پس وہ جس میں امام کے ساتھ سویا اس کی ایک رکعت پڑھے اور امام کی اتباع میں قعدہ کرے کیونکہ امام کی دوسری رکعات تھی، پھر سونے والی دوسری رکعات ادا کرے اور قعدہ کرے کیونکہ اس کی دوسری رکعت ہے پھر وہ پڑھے جس میں بیدار ہوا اور اتباع امام کی وجہ سے بیٹھے کیونکہ یہ اس کی چوتھی ہے اور یہ تمام بغیر قرات کے ہوں گے پھر وہ قرات وفاتحہ کے ساتھ وہ رکعات پڑھے جو گزرچکی تھیں، ضابطہ

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۱/۴۴۰

والمسبوق یقضی ماسبق به بعد فراغ الامام[1] ھ **اقول:** فهذه هی الصورة المسؤل عنها بید ان مانحن فیه اعنی اقتداء المقیم بالمسافر لایتحقق فیه الادراك بعد ماصار لاحقالانه انما یصیر لاحقا فی الاخیرین وذلك انما یکون بعد سلام الامام فلا تتأتی هنا صورة المتابعة بعد اداء ماهو لاحق فیه کمالایخفی ولذٰلك تغیر بعض الترتیب واللہ تعالٰی اعلم۔	یہ ہے کہ لاحق امام کی ترتیب پر نماز ادا کرے لیکن امام کی فراغت کے بعد ماسبق کی ادائیگی کرے اھ۔ **اقول:** (میں کہتاہوں) صورت مسؤلہ یہی ہے علاوہ ازیں جس میں ہم بحث کررہے ہیں یعنی مقیم کا مسافر کی اقتدا کرنا اس میں لاحق سے ادراک امام پایانہیں جاتا کیونکہ آخری رکعتوں میں وہ لاحق ہی ہے اور یہ بات سلام امام کے بعد ہی ہوگی لہٰذا یہاں ایسی صورت نہ ہوگی کہ وہ کچھ ادائیگی کے بعد لاحق ہو جیسا کہ واضح ہے اسی لئے کچھ ترتیب میں تبدیلی آجاتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۵۵ : از بگرام ضلع ہردوئی محلّہ میدانی پورہ مرسلہ حضرت سیّد ابراہیم صاحب مارہروی ۲۰/ صفر ۱۳۱۱ھ

امام نماز ظہر یا عصر یا عشاء پڑھتا ہے اور ایک یا دو رکعت پڑھ چکا ہے کہ دوسرا شخص آکر شامل ہوا تو بعد ختم ہونے نماز کے یہ مقتدی اپنے رکعات باقیہ جو پڑھے تو اس میں فاتحہ وسورت وقراءت کرے یا بقدر پڑھنے فاتحہ وسورت کے ساکت رہ کر رکوع وسجود بجالائے تشریحًا لکھا جاوے اور اسی طرح اگر مسافر نمازیں مذکور نصف پڑھ کر ختم کرے تو مقتدی فاتحہ پڑھے یا بقدر قراءت ساکت رہے۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

صورت اولٰی میں مقتدی کہ بعد سلام امام رکعت اولٰی یا اولین قضا کرے فاتحہ وسورت وجوبًا پڑھے کیونکہ وہ مسبوق ہے اور مسبوق اپنے رکعات میں مثل منفرد، اور منفرد پر قراءت لازم، اور صورت ثانیہ میں مقیم کہ بعد سلام مسافر رکعتین اخیر تین ادا کرے بجائے قراءت ساکت رہے کہ وہ ان رکعات میں لاحق ہے اور لاحق حکمًا مقتدی اور مقتدی کو قراءت ممنوع۔

فی الدرالمختار اللاحق من فاتته الرکعات کلها اوبعضها	درمختار میں ہے لاحق وہ مقتدی ہوتا ہے جس کی اقتدا کے بعد تمام یا بعض رکعتیں (امام سے)

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۴۰

بعد اقتدائه كمقيم ائتم بمسافر و حكمه كمؤتم فلا يأتي بقرأة ولاسهو والمسبوق من سبقه الامام بها اوبعضها وهو منفرد حتى يثنى ويتعوذ ويقرؤ فيما يقضيه فمدرك ركعة من غير فجر يأتي بركعتين بفاتحة وسورة و تشهد بينهما وبرابعة الرباعى بفاتحة فقط[1] ھ ملتقطاً۔ واللّٰہ سبحٰنه وتعالٰى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم۔	رہ جائیں جیسے کہ کسی مقیم نے مسافر کی اقتداء کی اس کا حکم مقتدی کی طرح ہی ہے وہ قرات نہیں کرے گا اور نہ ہی سجدہ سہو کرے گا، اور مسبوق وہ ہوتا ہے جس سے پیشتر امام سب رکعتیں یا بعض رکعتیں ادا کرچکا ہو اس کے بعد شریک ہو وہ مسبوق منفرد کی طرح ہوتا ہے حتی کہ وہ ثناء سبحٰنک اللھم الخ اور تعوذ پڑھے گا بقیہ رکعتوں میں قرات بھی کرے گا، فجر کے علاوہ ایک رکعت پانے والا دو رکعتوں کو فاتحہ اور سورت کے ساتھ ادا کرے اور ان کے درمیان قعدہ بھی کرے، اور چار رکعتی نماز میں چوتھی رکعت میں صرف فاتحہ ہی پڑھے اھ ملتقطاً۔ واللّٰہ سبحنه، وتعالٰى اعلم وعلمه مجل مجده اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۹۵۶: از پیلی بھیت و موضع بھنڈورہ علاقہ آنولہ　　　یکم شوال ۱۳۰۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس امام کے ساتھ چار رکعت کی نماز میں ایک رکعت ملی، وہ باقی نماز کیونکر ادا کرے؟ بینوا توجروا

الجواب:

امام کے سلام کے بعد اٹھ کر ایک رکعت فاتحہ وسورت کے ساتھ پڑھے اور اس پر التحیات کے لئے بیٹھے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت فاتحہ وسورت کے ساتھ پڑھے اور اس پر نہ بیٹھے پھر ایک رکعت صرف فاتحہ کے ساتھ پڑھے اور قعدہ اخیرہ کرکے سلام پھیر دے۔

هذا ما اعتمده الائمة الجلة وعليه اقتصر فى الخلاصة وشرح الطحاوى والاسبيجابى وفتح القدير والبحر الرائق	یہ وہ ہے جس پر اکابر ائمہ نے اعتماد کیا خلاصہ، شرح طحاوی، اسبیجابی، فتح القدیر، بحر الرائق، درر، درمختار،

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۴۰

والدرر والدرالمختار والھندیة وغیرھا من معتمدات المذھب۔	ہندیہ اور دیگر معتبر کتب مذہب میں اسی پر اکتفا کیا ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے:

یقضی اول صلاتہ فی حق قراءۃ وآخرھا فی حق تشھد فمدرك رکعة من غیر فجر یأتی برکعتین وفاتحة وسورۃ و تشھد بینھما وبرابعة الرباعی بفاتحة فقط ولایقعد قبلھا[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اور مسبوق قرات کے حق میں اپنی نماز کو اول اور تشہد کے حق میں آخر نماز کرکے نماز ادا کرے، فجر کے علاوہ ایک رکعت پانے والا دو رکعتوں کو فاتحہ اور سورت کے ساتھ ادا کرے اور ان کے درمیان قعدہ بھی کرے، چار رکعتی نماز میں چوتھی میں صرف فاتحہ پڑھے اور اس سے پہلے قعدہ نہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۵۷: از قصبہ میترانوالی ڈاک خانہ گھکرریلوی ضلع گوجرانوالہ مرسلہ حافظ شاہ ولی اللہ صاحب ۷ محرم الحرام ۱۳۰۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بخدمت عالی جناب قدسی القاب مولوی احمد رضاخاں صاحب دام برکاتہ،، از فقیر حافظ ولی اللہ شاہ بعد از تسلیمات وآداب ماوجب معروض آنکہ عرصہ ایک سال کا گزرا ہے کہ بندہ حضور کی قدم بوسی سے مشرف ہوا تھا اور ایک مسئلہ حضور سے دریافت کیا تھا در باب اقتداء مقیم کا مسافر کے ساتھ نماز رباعی میں اس حالت میں جو مسافر ایک رکعت ادا کرچکا ہو اور مقیم آکر ملا تو ایک رکعت مقیم نے امام مسافر کے ساتھ پائی پھر وہ تین کس طرح پر ادا کرے، میں نے آپ سے یہ مسئلہ دریافت کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ اول دو رکعت جو خالی قرات سے ہیں وہ ادا اس طرح پر کرے کہ بقدر الحمد کے قیام کرے اور اس میں قرات نہ پڑھے بعدہ، ایک رکعت جو مسبوقانہ ہے ادا کرے اور اس میں ثناء و فاتحہ و سورۃ پڑھے۔ اور یہی مسئلہ مسافر والے کا اس جگہ تنازع دو مولوی صاحبوں کا آپس میں پڑا ہوا ہے بلکہ بہت عالموں سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا ہے سب کے سب آپ کے برخلاف بیان کرتے ہیں اور یہی کہتے ہیں سوا سند کتاب کے ہم نہیں مانتے اور دوسری جگہ ہمیشہ جب امام سے علیحدہ ہو کر مسبوقانہ ادا کرتا ہے تو پہلے ابتداء سے شروع کرتا ہے یعنی ثناء و فاتحہ و سورۃ شروع کرتا ہے

---

[1] در مختار، باب الامامۃ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۶/۱

کیا وجہ ہے کہ مقیم نماز رباعی میں امام مسافر کے ساتھ مسبوق ہوجائے تو اول خالی دو رکعت ادا کرے۔ برخلاف ترتیب معمولہ کے، لہٰذا مہربانی فرماکر محض واسطے ثواب کے یہ مسئلہ مسافروالا مفصل معہ حوالہ کتب معتبرہ کے تحریر فرمائیں تاکہ تنازع رفع ہوجائے مگر بجز حوالہ کتاب کے تسلی نہ ہوگی کیونکہ ہم نے اس جگہ بہت کتب سے معلوم کیا ہے کچھ تسکین نہ ہوئی، اور اگر پہلی خالی دو رکعت کو ادا کرے تو اس میں قعدہ ایک پر کرے یا نہ؟ اور قرأت وسجدہ سہو بھی ادا کرے یا نہ؟ از جانب نیازمند امیر احمد اگرچہ ظاہر آپ سے ملاقات حاصل نہیں مگر زبانی حافظ ولی اللہ شاہ صاحب سے آپ کی تعریف سن کر شائق ہوں کہ آپ جیسا شاید ہندوستان میں کوئی عالم حنفی مذہب موجود نہیں، جو مسئلہ حافظ ولی اللہ شاہ صاحب نے اوپر لکھا ہے آپ پورا پورا بعینہٖ حوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں تاکہ اطمینان کلی حاصل ہو اور کوئی شک وشبہ باقی نہ رہے اور دوسرا صرف نیازمند کو یہ شبہہ واقع ہوا ہے کہ مسافر کے ساتھ مقیم نے نماز چہارگانہ میں دوسری رکعت میں آکر اقتداء کیا تو اب پہلی رکعت جو بعد فراغ امام اٹھ کر پڑھے گا کس طرح پڑھے گا؟ کیونکہ اس کی تین رکعت باقی ہیں اور یہ جو رکعت امام کے ساتھ اس نے پائی ہے مقتدی کی کونسی رکعت ہوگی؟ آیا بعموم قاعدہ کے جو رکعت امام کی وہی رکعت مقتدی کی، اس نماز میں تو یہ رکعت امام کی بلحاظ مسافر ہونے کے آخر کی ہے اور مقیم کی دوسری، اب وہ دوسری رکعت میں الحمد وقل پڑھے گا یا نہیں؟ ہر سہ رکعت میں جیسے قرأت پڑھنی کتب سے ثابت ہو تحریر فرمائیں مکلّف اوقات گرامی امیر احمد عفی عنہ مکرر عرض یہ ہے کہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ جو رکعت امام کی قرأت والی ہے اس کی بھی قرأت والی رکعت اس کے ساتھ ملحق ہوجائے یا کہ پہلی دو رکعت وہ ادا کرے جو خالی سورۃ والی ہیں فقط

بینوا توجروا

الجواب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ، ونصلی علی رسولہ الکریم۔

(شاہ صاحب کرم فرما اکرمکم اللہ تعالٰی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حکم مسئلہ جو کہ فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے بیان کیا صحیح ومطابق کتاب تھا منشا اشتباہ ناظرین یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں یہ مقیم بھی مسبوق ہے اور ہم مسبوق کو دیکھتے ہیں کہ حق قرأت میں اول نماز سے ابتداء کرتا ہے، درمختار میں ہے:

المسبوق یقضی اول صلاتہ فی حق قرأۃ[1]۔	مسبوق قرأت کے حق میں اپنی پہلی رکعت تصور کرکے ادا کرے گا۔ (ت)

---

[1] درمختار، باب الامامۃ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۶

توچاہئے تھا کہ یہ بھی بعد سلام امام رکعت اولٰی ہی ادا کرتا جس میں اس کو حکم قرات ہے مگرانہوں نے یہ خیال نہ فرمایا کہ صورت مسطورہ میں مقیم تنہا مسبوق نہیں لاحق بھی ہے دورکعت اخیرہ کی نظر سے لاحق اور اولٰی کے اعتبار سے مسبوق، درمختار میں ہے:

اللاحق من فاتته الرکعات کلھا اوبعضھا بعد اقتدائه کمقیم ائتم بمسافر[1]۔	لاحق وہ ہوگا جس کی اقتداء کے بعد تمام یا بعض رکعات (امام سے) رہ گئی ہوں جیسا کہ وہ مقیم جس نے مسافر کی اقتداء کی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای فھولاحق بالنظر للاخیرتین وقد یکون مسبوقا کما اذا فاته اول صلاۃ امامه المسافر[2] ط۔	یعنی وہ آخری رکعتوں کے لحاظ سے لاحق ہے اور کبھی مسبوق بھی ہوسکتا ہے جب مسافرامام کے ساتھ اس کی پہلی رکعت رہ گئی ہوط۔ (ت)

اور مسبوق لاحق کو یہی حکم ہے کہ پہلے دورکعت بے قراءت ادا کرے جن میں لاحق ہے ان سے فارغ ہو کر رکعت مسبوق بہا کی قضاء باقراءت کرے۔ درمختار میں ہے:

اللاحق یبدأ بقضاء مافاته بلاقرأۃ ثم ماسبق به بها ان کان مسبوقا ایضا[3]۔ (ملخصا)	لاحق پہلے بغیر قراءت کے فوت شدہ ادا کرے اور اگر مسبوق بھی ہو تو اس کے بعد وہ پڑھے جس میں مسبوق ہوا (یعنی اول رکعت جو باقی تھی اس کو قراءت کے ساتھ پڑھے)۔ (ت)

توعلماء کافرمانا کہ مسبوق قضائے رکعات میں اول نماز سے آغاز کرے اس کے یہ معنی نہیں کہ سب سے پہلے رکعات مسبوق بہا کی قضا کرے، یہ تو نہ لفظوں کا مفاد نہ ان کی مراد نہ واقع میں صحیح ومتصف بسداد تمام کتب فقہ جن میں خود انہیں علماء کی صاف وصریح تصریح ہے کہ مقتدی جس نماز میں لاحق ہوا سے مسبوق بہا سے پہلے ادا کرے اس کے بطلان پر شاہد عدل بلکہ علماء اس حکم سے صرف رکعات مسبوق بہا کی باہمی ترتیب ارشاد فرماتے ہیں یعنی چند رکعتوں میں مسبوق ہوا وہ ان کی قضا کے وقت الاول فالاول ادا کرے مثلاً تین میں مسبوق ہو تو پہلی میں ثناء وتعوذوفاتحہ سب کچھ پڑھے دوسری میں صرف فاتحہ وسورۃ، تیسری میں

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۸٦/۱

[2] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴۴۰/۱

[3] درمختار ۔ باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸٦/۱

فقط فاتحہ، غرض حکم منکشف ہے اور شبہہ منکسف، یونہی دوسرا شبہہ کہ قیاس چاہتا ہے کہ رکعت قرات رکعت قرات سے ملحق ہو،

اوّلاً نصوص صریحہ کے مقابل ہمارے خیالات کو کیا دخل!

ثانیاً جسے چار رکعتی نماز میں صرف اخیرہ ملی بعد سلام امام دو رکعت قرات پڑھے گا تو جیسے خالی سے خالی کا اتصال ضرور نہیں یونہی بھری سے بھری کا۔

ثالثاً یہ دیکھنا تھا کہ وہ رکعت قرات کون سی ہے جس سے رکعت قرات ملحق ہوتی ہے اور وہ کون سی ہے جو اسے امام کے ساتھ ملی ہے وہ رکعت قرات رکعت اولیٰ ہے جس کے بعد رکعات قرات ہوتی ہے اور اس نے ہمراہ امام رکعت ثانیہ پائی اس سے رکعت بے قرات ہی ملتی ہے غرض یونہی دیکھئے تو دوسری کے بعد تیسری کا محل ہے نہ وہ پہلی کا بخلاف مسبوق کہ چوتھی تک ادا کرچکا لاجرم اب پہلی سے شروع کرے گا، رہا حکم قعود و سجود جب سلام امام مسافر کے بعد مقیم قائم ہو ایک رکعت پڑھ کر اسے قعود چاہئے کہ اگر اصل میں یہ تیسری رکعت ہے مگر اس کی ادا میں دوسری ہے تو اس پر ایک شفعہ تمام ہوگا اور ہر شفعہ پر قعدہ مطلقاً چاہئے، امام، منفرد، مقتدی، مدرک، لاحق، مسبوق اس قدر حکم میں سب شریک ہیں، مسبوق کے لئے درمختار و خلاصہ و ہندیہ میں ہے:

واللفظ لهاتین لوادرك ركعة من المغرب قضٰی ركعتین وفصل بقعدة فتكون بثلث قعدات ولوادرك ركعة من الرباعیة یقضی ركعة و یتشهد[1] الخ	الفاظ ہندیہ وخلاصہ کے ہیں اگر مغرب کی ایک رکعت پائی تو دو اور پڑھے اور ان کے درمیان قعدہ کرے تو اب تین قعدے ہوجائیں گے، او ر اگر چار میں سے ایک رکعت پائی تو ایک رکعت پڑھ کر تشہد بیٹھے الخ (ت)

لاحق کے لئے شرح مجمع وغنیہ وردالمحتار میں ہے:

لوسبق بركعة من ذوات الاربع ونام فی ركعتین یصلی اولامانام فیه ثم ماادركه مع الامام ثم ماسبق به فیصلی ركعة ممانام	اگر چار میں سے ایک رکعت (امام سے) گزر گئی اور دو رکعتوں میں وہ سوگیا تو پہلے سونے والی رکعتیں ادا کرے پھر وہ جو امام کے ساتھ پائی اور پھر فوت شدہ ادا کرے تو وہ ایک رکعت جو سوتے میں

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل السابع فی المسبوق واللاحق مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۹۱/۱

فیه مع الامام ویقعد متابعة له لانها ثانیة امامه ثم یصلی اخری مانام فیه ویقعد لانها ثانیته[1] الخ	امام کے ساتھ ہوئی، پڑھے گا اور اتباعًا قعدہ کرے کیونکہ امام کی دوسری تھی، پھر ایک اور رکعت سونے والی پڑھے اور قعدہ کرے کیونکہ وہ اس کی دوسری ہے الخ (ت)

دیکھو ان کی ادا میں جو رکعت دوسری تھی اس پر قعدہ کا حکم دیا اگرچہ واقع میں وہ مسبوق کی پہلی اور لاحق کی تیسری تھی کما لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ ت) یہ عبارت بھی نص صریح ہے کہ لاحق مسبوق جس رکعت میں لاحق ہوا سے رکعت مسبوق بہا سے پہلے ادا کرے گا اور مقیم مذکور کو بعد فراغ امام جو سہو ہوا اگر وہ سہو رکعت مسبوق بہا میں ہے تو بالاجماع سجدہ سہو لازم لانه فیها مسبوق وعلی المسبوق السجود بسهوه (کیونکہ اس میں وہ مسبوق ہے اور مسبوق پر سہو کی وجہ سجدہ سہو لازم ہوتا ہے۔ ت) اور اگر ان دو رکعت میں ہے جن میں اسے حکم لاحق دیا گیا تو لزوم سجدہ میں علماء مختلف ہیں اور اصح لزوم ہے، بحر الرائق ہے:

المقیم اذا اقتدٰی بالمسافر ثم قام لاتمام صلاته وسها ذکر فی الاصل انه یلزم سجود السهو و صححه فی البدائع[2] ھ ملخصًا۔	وہ مقیم جس نے مسافر کی اقتدا کی جب وہ اتمام نماز کے لئے کھڑا ہوا اور بھول گیا تو اصل میں ہے کہ اس پر سجدہ سہو لازم ہے، بدائع میں اس کی تصحیح کی اھ تلخیصًا (ت)

واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم فقط۔

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۴۰

[2] بحر الرائق، باب سجود السہو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۰۰

فصل الاستخلاف

(خلیفہ بنانے کا بیان)

مسئلہ ۹۵۸ : از کیمپ بریلی ۱۱/ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر نماز پڑھاتے میں امام کا وضو جاتا رہے تو مقتدی کیا کریں اور ان کی نماز کیونکر درست رہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

یہ صورت استخلاف کی ہے کہ امام قبل اس کے کہ وضو کرنے کو مسجد سے باہر نکلے مقتدیوں میں سے کسی صالح امامت کو اپنا خلیفہ کردے اور وہ خلیفہ نہ کرے تو مقتدی اپنے میں سے ایک کو امام کردیں یا ان میں سے کوئی خود ہی آگے بڑھ جائے بشرطیکہ امام ابھی مسجد سے خارج نہ ہوا ہو کہ خلیفہ اس کی جگہ جا کھڑا ہو ان صورتوں میں بعد لحاظ شرائط کثیرہ نماز قائم رہے گی اور اگر پانی مسجد ہی میں مل سکے کہ وضو کے لئے باہر جانا نہ پڑے تو ان باتوں کی حاجت نہیں بلکہ مقتدی اپنی حالت پر باقی رہیں اور امام وضو کرکے آجائے اور نماز جہاں سے چھوڑی تھی شروع کردے مگر یہ مسئلہ استخلاف ایک سخت دشوار وکثیر الشقوق مسئلہ ہے جس میں بہت سے شرائط اور بکثرت اختلاف صور سے اختلاف احکام ہے جن کی پوری مراعات عام لوگوں سے کم متوقع، لہذا وہ ان امور کے خیال میں نہ پڑیں بلکہ جو بات احسن وافضل واعلٰی واکمل ہے اسی پر کاربند رہیں یعنی اس نیت کو توڑ کر ازسرنو نماز پڑھنا کہ جو لوگ علم کافی رکھتے اور مراعات جمیع احکام پر قادر ہیں ان کے لئے بھی افضل یہی ہے تو عام لوگ ایک خلاف افضل بات کے حاصل کرنے کو ایسے راہ دشوار گزار میں کیوں پڑیں،

فی الدر المختار اعلم ان لجواز البناء ثلثة عشر شرطا الخ ثم قال سبق الامام حدث غیر مانع للبناء استخلف ای جازله ذٰلک مالم یجاوز الصفوف لوفی الصحراء ومالم یخرج من المسجد لوفیه ولوکان الماء فی المسجد لم یحتج للاستخلاف واستینافه افضل تحرزا عن الخلاف[1] ھ ملتقطا۔	درمختار میں ہے آگاہ رہنا چاہئے کہ جوازِ بناء کی تیرہ شرائط ہیں، پھر فرمایا: امام کو ایسا حدث لاحق ہوگیا جو بنا سے مانع نہیں تو وہ کسی کو خلیفہ بنائے یعنی اس کے لئے یہ جائز ہے جب تک اس نے صفوں سے تجاوز نہیں کیا بشرطیکہ وہ صحرا میں ہو اور اگر مسجد میں ہو تو جب تک مسجد سے خارج نہیں ہوا خلیفہ بناسکتا ہے، اور اگر مسجد میں پانی ہو تو خلیفہ بنانے کی ضرورت نہیں البتہ اختلاف سے بچنے کے لئے نئے سرے سے نماز ادا کرنا افضل ہے اھ تلخیصاً (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ان قدم القوم واحد اوتقدم بنفسه لعدم استخلاف الامام جاز ان قام مقام الاول قبل ان یخرج من المسجد ولوخرج منه فسدت صلاة الکل دون الامام کذا فی الخانیة[2] انتهی۔ واللہ تعالٰی اعلم	امام کے خلیفہ بنانے کی وجہ سے اگر قوم نے کسی ایک کو آگے کردیا یا کوئی خود آگے ہوگیا تو یہ جائز ہے بشرطیکہ وہ امام کے مسجد سے خارج ہونے سے پہلے پہلے قائم مقام بن جائے اور اگر امام مسجد سے خارج ہوگیا تو امام کے علاوہ باقی تمام کی نماز فاسد ہوجائے گی جیساکہ خانیہ میں ہے انتہی۔ (ت)

مسئلہ ۹۵۹: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کو حدث ہوا اس نے ایک اُمّی مقتدی کو خلیفہ کیا، اس خلیفہ نے دوسرے کو خلیفہ کردیا، آیا یہ نماز صحیح ہوئی یا فاسد؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اگر یہ خلیفہ فی الحقیقۃ امی ہے کہ ایک آیت بھی قرآن کی اسے یاد نہیں اور اس نے قبل اس کے کہ امام مسجد سے باہر جائے اور آپ امام کی جگہ پہنچے دوسرے شخص صالح امامت کو خلیفہ کردیا اور وہ امام کے

---

[1] درمختار باب الاستخلاف مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۷

[2] ردالمحتار باب الاستخلاف مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۴۴

نکلنے سے پہلے اس کی جگہ پر پہنچ گیا تو نماز صحیح ہو گئی کہ ہرچند اُمّی صلاحیت خلافت نہیں رکھتا لیکن اس حالت میں خلیفہ دوسرا شخص ہے نہ وہ،

فی الھندیۃ وشرط جواز صلاۃ الخلیفۃ والقوم ان یصل الخلیفۃ الی المحراب قبل ان یخرج الامام عن المسجد کذا فی البحر الرائق ولواستخلف فاستخلف الخلیفۃ غیرہ قال الفضلی ان لم یخرج الاول ولم یأخذ الخلیفۃ مکانہ حتی استخلف جاز یصیرکان الثانی تقدم بنفسہ اوقدمہ الاول والا لم یجز ھکذا فی الخلاصۃ[1]۔	ہندیہ میں ہے خلیفہ اور قوم کی نماز کے جواز کے لئے شرط ہے کہ امام کے مسجد سے خارج ہونے سے پہلے پہلے خلیفہ محراب میں پہنچ جائے جیسا کہ بحرالرائق میں ہے اور اگر خلیفہ نے اپنی جگہ اور خلیفہ بنالیا تو فضلی کہتے ہیں کہ اگر اول نہیں نکلا اور خلیفہ نے امام کی جگہ لینے سے پہلے کوئی اور خلیفہ بنالیا تو جائز ہے گویا دوسرا خود بنا یا پہلے نے اسے بنایا ورنہ جائز نہ ہوگا جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔(ت)

اور جو امام نے اسے تشہد میں یا اس سے پہلے خلیفہ کیا اور اس نے امام کی جگہ پر پہنچنے کے بعد دوسرے شخص کو خلیفہ کیا تو نماز فاسد ہوئی اب اصلاح اس کے دوسرے کو خلیفہ کرنے سے متصور نہیں،

فی الدرالمختار واستخلف الامام امیا فی الاخریین ولوفی التشھد اما بعدہ فتصح لخروجہ بصنعہ تفسد صلاتھم[2]۔	درمختار میں ہے اگر امی کو آخری دو رکعات حتی کہ تشہد میں خلیفہ بنایا (تو امام کی نماز فاسد ہوگی) لیکن اس کے بعد صحیح ہے کیونکہ اس کا خروج بالارادہ ہے، لوگوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔(ت)

اسی طرح دوسرا شخص امام کی جگہ پر بعد اس کے کہ امام مسجد سے خارج ہو پہنچا تو نماز فاسد ہو گئی اور جو خلیفہ اول کو ایک آیت قرآن کی یاد ہے تو وہ صالح خلافت تھا ایسی صورت میں دوسرے کو خلیفہ کرنے سے نماز اس کی فاسد ہو گئی کہ استخلاف بدون ضرورت کے نماز کو فاسد کرتا ہے کما فی الھدایۃ فی مسئلۃ من الحدث (جیسا کہ ہدایہ میں مسئلہ حدث میں ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ فصل فی الاستخلاف مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۹۶/۱

[2] درمختار ، باب الامامۃ ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ، ۸۶/۱

مسئلہ ۹۶۰: از شہر بازار شہامت گنج نثار احمد صاحب ۹/ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کا نماز میں وضو ٹوٹ گیا اور امام رکوع ان ابراھیم کان پڑھ رہا تھا اور جو خلیفہ امام نے بنایا اس کو رکوع مذکور یاد نہیں تھا اب وہ خلیفہ کوئی سورت یعنی اخلاص یا اور کوئی سورت پڑھے تو نماز ہوجائے گی یا نہیں؟ اور وضو کے بعد امام اپنی جگہ پر آسکتا ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

نماز ہوجائے گی اور امام کے خلیفہ نے جتنی پڑھی اُتنی پڑھ کر اگر خلیفہ نماز میں ملے اس کا شریک ہوجائے، یہ نہیں ہوسکتا کہ باقی نماز میں اسے ہٹا کر خود امام ہوجائے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

باب مفسدات الصّلوٰۃ

(مفسداتِ نماز کا بیان)

مسئلہ ۹۶۱ : از بمبئی مسجد قصاباں کرافٹ مارکیٹ مرسلہ مولوی عمرالدین صاحب ۲۹/شعبان ۱۳۳۱ھ

مولٰنا المعظم ذی الفضل الاعظم دامت برکاتکم العالیہ بعد تسلیمات بصد تعظیمات کے واضح رائے عالی ہو کہ زمانہ طالب علمی میں کسی کتاب میں دیکھا تھا کہ مصلی کو غیر مصلی پنکھا کرے تو مصلّی کو اگر اس پر رضامندی ہے تو نماز اس کی فاسد ہوجائے گی، اب اس مسئلہ کو بہت تلاش کیا ہوں نہیں ملتا البتہ مولوی عبدالحیٔ کے رسالہ نفع المفتی والسائل میں ہے:

قلت فما فی مجمع البرکات من فساد صلوٰۃ من روحه غیرالمصلی بمروحة معللا بانه رضی بفعل الغیر غیر معتمد علیه فانه مخالف للدرایة و الروایة وقد کان الوالد العلام افتی به مرة ثم رجع عنه وحکم بکونه غلطا وقد اغتربه بعض معاصریه فاصر علی الافتاء به	میں نے کہا پس جو مجمع البرکات میں ہے کہ غیر نمازی اگر نمازی کو پنکھے سے ہوادے تو نمازی کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ وہ نمازی غیر کے فعل پر راضی ہے یہ فسادِ نماز کا حکم فہم اور روایت کے مخالف ہے، میرے والد گرامی نے ایک دفعہ یہ فتوٰی دیا تھا، پھر اس سے انہوں نے رجوع فرمالیا اور فرمایا کہ یہ فتوٰی غلط ہے اور والد صاحب کو معاصرین میں سے ایک صاحب نے دھوکا دے کر اصرار کرتے ہوئے یہ

واعتمد علیه عملا وافتاءً ولم یدر کونه لغوا[1]۔	فتوی ان سے حاصل کیا، والد صاحب نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے عملاً فتوی دے دیا اور انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ لغو بات ہے۔ (ت)

مجمع البرکات کس کی تصنیف ہے اور حضور کی رائے عالی اس مسئلہ میں اس کے موافق ہے یا مخالف۔ بر تقدیر موافقت برقی پنکھا جو آدمی کی صنعت ہے اس حکم میں داخل ہے یا نہیں؟ چار چھ سطر اس کے متعلق اگر جوابی کارڈ پر تحریر فرمائی جائے تو عین بند نوازی ہوگی۔

الجواب:

مولٰنا المبجل المکرم المفخم المولٰی سبحٰنہ وتعالٰی کاسمہ عمرالدین آمین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،، **مجمع البرکات** مولٰنا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ، کی تصنیف ہے اگر یہ عبارت اس کے کسی نسخہ صحیحہ میں ہو تو اس سے مراد نماز قلبی کا فساد ہوگا، نہ نماز فقہی کا کہ ادائے فرض ودفع کبیرہ ترک کے لئے باذنہ تعالٰی کافی ہے ظاہر ہے کہ فعل غیر پر رضا عمل قلیل بھی نہیں کثیر درکنار، تو فساد نماز فقہی ناممکن ہے ہاں نماز قلبی تذلل وتضرع وتخشع ہے **کما فی الحدیث** (جیسا کہ حدیث میں ہے۔ت) اور یہ امر نوع تجبر پر دال ہے لٰہذا اس میں مخل ہوسکتا ہے اگر اس کی نیت خود استخدام اور نماز میں اپنا اعظام ہو تو یقیناً مفسدِ نماز قلب ہے ورنہ مفسد کی صورت ہے لہٰذا احتراز درکار ہے پنکھا کہ کل کے ذریعہ سے چلے اگر اس کے مسالے میں مٹی کا تیل وغیرہ بدبودار چیزیں ہو تو ایسی اشیاء کا مسجد میں لے جانا حرام ہے ورنہ کم از کم ناپسند وخلاف مصالح ہے پنکھے کا مسئلہ فتاوٰی فقیر میں بہت مفصّل ہے **فلیراجع** (اس کی طرف رجوع کیا جائے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۹۶۲: مسؤلہ شوکت علی ۲۳ ربیع الاخری شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نمازی کے آگے سے نکلنے والا گنہگار ہوتا ہے اور اس کی نماز میں تو کوئی خلل نہیں ہوتا ہے اور نمازی کے آگے سے کس قدر دور تک گزر، نہ کرنا چاہئے؟

الجواب:

نماز میں کوئی خلل نہیں آتا نکلنے والا گنہگار ہوتا ہے، نماز اگر مکان یا چھوٹی مسجد میں پڑھتا ہو تو دیوار قبلہ تک نکلنا جائز نہیں جب تک بیچ میں آڑ نہ ہو اور صحرا یا بڑی مسجد میں پڑھتا ہو تو صرف موضع سجود تک نکلنے کی

---

[1] نفع المفتی والسائل ما یتعلق بما یفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۵

اجازت نہیں اس سے باہر نکل سکتا ہے۔ موضع سجود کے یہ معنی ہیں کہ آدمی جب قیام میں اہل خشوع وخضوع کی طرح اپنی نگاہ خاص جائے سجود پر جمائے یعنی جہاں سجدے میں اس کی پیشانی ہوگی تو نگاہ کا قاعدہ ہے کہ جب سامنے روک نہ ہو تو جہاں جمائے وہاں سے کچھ آگے بڑھتی ہے جہاں تک آگے بڑھ کر جائے وہ سب موضع میں ہے اس کے اندر نکلنا حرام ہے اور اس سے باہر جائز۔ درمختار میں ہے:

مرور مارٍّ فی الصحراء اوفی مسجد کبیر بموضع سجودہ فی الاصح اومرورہ بین یدیہ الٰی حائط القبلة فی بیت ومسجد صغیر فانہ کبقعة واحدة[1]۔	نمازی کے آگے سے صحرا اور بڑی مسجد میں گزرنا اصح قول کے مطابق اس کی سجدہ کی جگہ سے گزرنا ہے یا گھر یا چھوٹی مسجد میں دیوار قبلہ تک گزرنا ہے کیونکہ یہ ایک ہی جگہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ بموضع سجودہ کما فی الدرر وھذا مع القیود التی بعدہ انما ھو للاثم والافالفساد منتف مطلقا، قولہ فی الاصح صححہ التمرتاشی وصاحب البدائع واختارہ فخرالاسلام ورجحہ فی النھایة والفتح انہ قدرمایقع بصرہ علی المار لوصلی بخشوع ای رامیا ببصرہ الی موضع سجودہ[2] ھ مختصرا۔	ماتن کا قول" نمازی کے سجدہ کی جگہ" جیسا کہ درر میں ہے یہ بات ان قیودات کے ساتھ جو بعد میں ذکر کی گئی ہیں فقط گناہ کا سبب ہے ورنہ ہر حال میں نماز فاسد نہیں ہوتی، اس کا قول" اصح قول کے مطابق ہے" اسے تمرتاشی اور صاحب بدائع نے صحیح کہا اور اس کو فخرالاسلام نے اختیار کیا اور اس کو ترجیح دی۔ نہایہ اور فتح میں ہے کہ اس کی مقدار یہ ہے کہ خشوع سے نماز پڑھتے ہوئے نمازی کی نظر گزرنے والے پر پڑے، اور خشوع سے مراد یہ ہے کہ وہ سجدہ کی جگہ دیکھنے کا ارادہ کئے ہوئے ہو اھ تلخیصًا (ت)

منحۃ الخالق میں تجنیس سے ہے:

الصحیح مقدار منتھی بصرہ وھو موضع سجودہ وقال ابونصر رحمة اللہ تعالٰی علیہ مقدار مابین الصف الاول وبین	صحیح یہ ہے کہ اس کی مقدار نمازی کی انتہا نگاہ ہے اور وہ اس کے سجدہ کی جگہ ہے۔ ابونصر نے فرمایا کہ اس کی مقدار صف اول اور امام کے درمیانی جگہ

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، بھارت ۹۱/۱

[2] ردالمحتار باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۴۶۹/۱

مقام الامام وھذا عین الاول ولکن بعبارۃ اخری قال رضی اللہ تعالٰی عنہ وفیما قرأنا علی شیخنا منہاج الائمۃ رحمہ اللہ تعالٰی ان یمر بحیث یقع بصرہ وھو یصلی صلاۃ الخاشعین وھذہ العبارۃ اوضح۔[1]	ہے اور یہ پہلے کے عین مطابق ہے البتہ دوسرے الفاظ میں ہے، انہوں نے فرمایا کہ ہم نے اپنے شیخ منہاج الائمہ رحمہ اللہ تعالٰی سے جو پڑھا وہ یہ ہے کہ نمازی خشوع والوں کی نماز ادا کررہا ہے اس کی نگاہ گزرنے والے پر پڑ سکتی ہے، اور یہ عبارت نہایت ہی واضح ہے۔(ت)

علامہ شامی فرماتے ہیں:

فانظر کیف جعل الکل قولا واحدا وانما الاختلاف فی العبارۃ لافی المعنی۔[2]	آپ نے دیکھا کہ انہوں نے تمام اقوال کو ایک قول قرار دیا اور اختلاف فقط عبارت میں ہے معنی میں نہیں۔(ت)

نیز ردالمحتار میں ہے:

(قولہ فی بیت) ظاھرہ ولوکبیرا وفی القھستانی وینبغی ان یدخل فیہ ای فی حکم المسجد الصغیر الدار والبیت۔[3]	ماتن کا قول "فی بیت" اس کے ظاہر سے پتا چلتا ہے کہ خواہ وہ گھر بڑا ہو، قہستانی میں ہے مناسب یہ ہے کہ دار اور بیت کو مسجد صغیر کے حکم میں داخل کیا جائے۔(ت)

رہا یہ کہ مسجد صغیر وکبیر میں کیا فرق ہے، فاضلِ قہستانی نے لکھا، چھوٹی مسجد وہ کہ چالیس ۴۰ گز مکسر سے کم ہو

ففی ردالمحتار (قولہ ومسجد صغیر) ھو اقل من ستین ذراعا وقیل من اربعین وھو المختار کما اشار الیہ فی الجواھر۔[4]	ردالمحتار میں قہستانی سے ہے کہ چھوٹی مسجد سے مراد وہ ہے جو ساٹھ ہاتھ سے کم ہو، بعض نے چالیس ہاتھ کہا اور مختار یہی ہے جیسا کہ اس کی طرف جواہر میں اشارہ ہے۔(ت)

---

[1] منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۵/۲

[2] تقریرات الرافعی علی ردالمحتار مطلب اذاقرأ تعالٰی جدک الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴۶۹/۱

[3] ردالمحتار، مطلب اذاقرأ تعالٰی جدک الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۴۶۹/۱ ردالمحتار،

[4] ردالمحتار، مطلب اذاقرأ تعالٰی جدک الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۴۶۹/۱

اقول: یہاں گز سے گزِ مساحت مراد ہونا چاہئے۔

لانہ الالیق بالممسوحات کماقالہ الامام قاضی خاں فی الماء فھھنا ھوالمتعین بالاولی۔	کیونکہ ممسوحات کے یہی زیادہ مناسب ہے جیسا کہ قاضی خاں نے پانی کے بارے میں کہا، پس یہاں بطریق اولٰی یہی متعین ہوگا۔ (ت)

اور گز مساحت ہمارے اس گز سے کہ اڑتالیس انگل یعنی تین فٹ کا ہے ایک گز دو گرہ اور دو تہائی گرہ ہے کمابیناہ فی بعض فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے بعض فتاوٰی میں اسے بیان کیا ہے۔ت) تو اس گز سے چالیس گز مکسر ہمارے سے چون ۵۴ گز سات گرہ کانواں حصہ ہوا کما لایخفی علی الحاسب (جیسا کہ حساب دان پر مخفی نہیں ہے۔ت) تو اس زعمِ علامہ پر ہمارے گز سے چون ۵۴ گز سات گرہ مکسر مسجد صغیر ہوئی اور ساڑھے چون (۵۴۱/۲) گز مسجد کبیر، یہ ہے وہ کہ انہوں نے لکھا اور علامہ شامی نے اس میں ان کا اتباع کیا۔

اقول: مگر یہ شبہہ ہے کہ فاضل مذکور کو عبارت جواہر سے گزرا، عبارتِ جواہر الفتاوٰی دربارہ دار ہے نہ کہ دربارہ مسجد، مسجد کبیر صرف وہ ہے جس میں مثل صحرا اتصال صفوف شرط ہے جیسے مسجد خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر ہے، باقی عام مساجد اگرچہ دس ہزار گز مکسر ہوں مسجد صغیر ہیں اور ان میں دیوار قبلہ تک بلاحائل مرور ناجائز، **کمابیّناہ فی فتاوٰنا** (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تفصیل بیان کی ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۹۶۳ : از کلکتہ فوجداری بالاخانہ ۳۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب آخر ربیع الاخری ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام کو قعدہ اولٰی میں اپنی عادت سے دیر لگی اور مقتدی نے بخیال اس امر کے کہ امام کو سہو ہوا ہوگا تکبیر بآواز بلند بنابر اطلاع امام کہی تو نماز مقتدی کی فاسد ہوئی یا نہیں؟ **بیّنوا توجّروا** (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ بتانا اگرچہ لفظًا قرات یا ذکر مثلًا تسبیح و تکبیر ہے اور یہ سب اجزا واذکار نماز سے ہیں مگر معنیً کلام ہے کہ اس کا حاصل امام سے خطاب کرنا اور اسے سکھانا ہوتا ہے یعنی تو بھولا، اس کے بعد تجھے یہ کرنا چاہئے، پر ظاہر کہ اس سے یہی غرض مراد ہوتی ہے اور سامع کو بھی یہی معنی مفہوم، تو اس کے کلام ہونے میں کیا شک رہا اگرچہ صورۃً قرآن یا ذکر، ولہٰذا اگر نماز میں کسی یحیٰی نامی کو خطاب کی نیت سے یہ آیہ کریمہ **یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ**ؕ[1] پڑھی بالاتفاق نماز

---

[1] القرآن ۱۹/۱۲

جاتی رہی حالانکہ وہ حقیقۃً قرآن ہے، اس بناپر قیاس یہ تھاکہ مطلقًا بتانا اگرچہ برمحل ہو مفسد نماز ہو کہ جب وہ بلحاظ معنی کلام ٹھہرا توبہرحال افساد نماز کرے گامگر حاجت اصلاح نماز کے وقت یا جہاں خاص نص وارد ہے ہمارے ائمہ نے اس قیاس کوترک فرمایا اور بحکم استحسان جس کے اعلٰی وجوہ سے نص وضرورت ہے جواز کاحکم دیا، وللہذا صحیح یہ ہے کہ جب امام قرا‌ءت میں بھولے مقتدی کومطلقًا بتانا روااگرچہ قدرواجب پڑھ چکا ہو اگرچہ ایک سے دوسرے کی طرف انتقال ہی کیا ہو کہ صورت اولٰی میں گوواجب اداہوچکامگر احتمال ہے کہ رکنے اور الجھنے کے سبب کوئی لفظ اس کی زبان سے ایسا نکل جائے جو مفسد نماز ہو، للہذا مقتدی کو اپنی نماز درست رکھنے کے لئے بتانے کی حاجت ہے، بعض عوام حفاظ کو مشاہدہ کیاگیاکہ جب تراویح میں بھولے اور یاد نہ آیاتوایں آں یااوراسی کی قسم الفاظ بے معنی ان کی زبان سے نکلے اور فساد نماز کاباعث ہوئے، اور صورت ثانیہ میں اگرچہ جب قرا‌ءت رواں ہے توصرف آیت چھوٹ جانے سے فساد نماز کااندیشہ نہ ہومگراس بات میں شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلمسے نص وارد:

وهو حديث سورة المومنين الذی ذکره المحقق فی الفتح وغيره فی غيره مع اطلاقات احاديث اخر واردة فی الباب كما بينه فی الحلية من المفسدات۔ اقول والاحسن من كل ذٰلك التمسك بما اخرج ابوداؤد و عبدالله ابن الامام فی زوائد المسند عن مسور بن يزيد المالكی قال صلی رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم فترك اٰية فقال له رجل يارسول الله اٰية كذا وكذا فقال فهلا اذكرتنيها[1] وذٰلك لان حديث الفتح فی ترك كلمة وهوانه صلی الله تعالٰی عليه وسلم قرأ فی الصلاة سورة المومنين	اور وہ سورہ مومنین کے بارے میں حدیث وارد ہے محقق نے فتح میں اور دیگر فقہا نے مختلف کتب میں اسے ذکر کیا باوجودیکہ دیگراحادیث اس باب میں مطلق ہیں جیساکہ حلیہ میں مفسدات صلوٰۃ کے باب میں بیان ہواہے اقول (میں کہتاہوں) سب سے احسن تمسک کے لحاظ سے وہ حدیث ہے جسے ابوداؤداور عبداللہ بن امام احمدنے زوائد مسند میں حضرت مِسوَربن یزیدمالکی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیاکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز پڑھائی توآپ نے ایک آیت چھوڑدی ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! آیت توایسے ہے، توآپ نے فرمایا: تونے مجھے یاد کیوں نہ کرائی، اور وہ اس لئے کہ حدیث جوایک کلمہ کے ترک پرلقمہ دینے

---

[1] سنن ابوداؤد باب الفتح علی الامام فی الصلاۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۳۱

فترك كلمة فلما فرغ قال الم يكن فيكم أبي قال بلى قال هلا فتحت علی[1] فظاهر ان حكم ترك كلمة اضيق من حكم الانتقال من اٰية الى اٰية۔ واثر علی كرم الله تعالٰی وجهه اذا استطعمكم الامام فاطعموه[2] رواه سعيد بن منصور فی سننه وذكره فی الحلية والفتح، فيما اذا سكت الامام ينتظر الفتح، وحديث انس رضی الله تعالٰی عنه كنا نفتح علی عهد رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم علی الائمة[3] رواه الدارقطنی والحاكم وصححه مجمل بخلاف ماذكرنافيه تصريح ترك اٰية وان كان قد يقال علی هذا و علی ماتمسك به فی الفتح من حديث الكلمة انهما من وقائع العين ليس فيهما ان ذٰلك كان بعد ثلاث اوقبلها۔	کے بارے میں ہے یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز میں سورہ مومنون کی تلاوت فرمائی اور ایک کلمہ چھوڑ دیا جب آپ فارغ ہوئے توفرمایا: کیا تم میں اُبی نہیں؟ عرض کیا: یارسول اللہ! موجود ہوں، فرمایا: مجھے لقمہ کیوں نہ دیا۔ اور یہ واضح ہے کہ کلمہ کاترک کرنا ایک آیت سے دوسری آیت کی طرف منتقل ہونے سے زیادہ تنگ ہے اور حضرت علی کرّم اللہ وجہہ، کا کہنا ہے کہ جب امام تم سے لقمہ چاہے تولقمہ دو، اسے سعید بن منصور نے اپنی سُنن میں روایت کیا ہے، حلیہ اور فتح میں اسے اس صورت کے بارے میں کہ، جب امام خاموش ہوجائے اور لقمہ کاانتظار کرے، ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حدیث کہ ہم رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں اپنے ائمہ کو لقمہ دیا کرتے تھے اسے دارقطنی اور حاکم نے روایت کیا اور صحیح کہا، یہ حدیث مجمل ہے، بخلاف اس حدیث کے جو ہم نے ذکر کی، اس میں ترک آیت کی تصریح ہے اگرچہ اس آیت کے ترک والی اور وہ حدیث جس میں کلمہ کاترک مذکور ہے جس سے فتح القدیر میں استدلال کیا گیا ہے، پر اعتراض کیا گیا ہے، یہ خاص واقعات ہیں اس میں اس بات کا تذکرہ نہیں کہ یہ تین آیات پڑھنے کے بعد ہوا یا پہلے ہو۔ (ت)

ولہٰذا اگر کوئی مکان میں آنے کا اذن چاہے اور یہ اس غرض سے کہ اسے نماز میں ہونا معلوم ہوجائے تسبیح یا تکبیر یا تہلیل کہے نماز فاسد نہ ہوگی کہ اس بارے میں بھی حدیث وارد،

---

[1] فتح القدیر باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۴۸

[2] فتح القدیر باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۴۸

[3] سنن الدار قطنی باب تلقین المأموم لامامہ الخ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/۳۹۹

وھو علی ماذکر علمائنا فی الھدایة و الکافی والتبیین والفتح والحلیة والغنیة والبحر وغیرھا حدیث سھل بن سعد عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم من نابه شیئ فی صلاته فلیسبح[1] اخرجه الشیخان وغیرھما۔ اقول: والاقرب مااخرج احمد فی المسند عن علی کرم اللہ تعالٰی وجھه قال کان له ساعة من السحر ادخل فیھا علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فان کان قائما یصلی سبح[2] لی الحدیث۔	یہ اس حدیث کے مطابق ہے جو ہمارے علماء نے ہدایہ، کافی، تبیین، فتح، حلیہ، غنیہ اور بحر وغیرہ میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا کہ جس شخص کو نماز میں کوئی واقعہ درپیش ہو وہ تسبیح کہے، اسے بخاری و مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اقول: (میں کہتا ہوں) سب سے اقرب وہ حدیث ہے جسے امام احمد نے مسند میں سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ، سے روایت کیا ہے کہ میرے لئے سحری کے وقت میں ایک خاص وقت تھا جس میں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا تو اگر آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تو تسبیح پڑھ کر مجھے اندر آنے کی اجازت دیتے الخ الحدیث (ت)

بس جو بتانا حاجت ونص کے مواضع سے جدا ہو وہ بیشک اصل قیاس پر جاری رہے گا کہ وہاں اس کے حکم کا کوئی معارض نہیں اس لئے اگر غیر نمازی یا دوسرے نمازی کو جو اس کی نماز میں شریک نہیں یا ایک مقتدی دوسرے مقتدی یا امام کسی مقتدی کو بتائے قطعًا نماز قطع ہوجائے گی کہ اس کی غلطی سے اس کی نماز میں کچھ خلل نہ آتا تھا جو اسے حاجت اصلاح ہوتی تو بے ضرورت واقع ہوا اور نماز گئی بخلاف امام کہ اس کی نماز کا خلل بعینہٖ مقتدی کی نماز کا خلل ہے تو اس کا بتانا اپنی نماز کا بنانا ہے، تبیین الحقائق میں ہے:

قوله وفتحه علی غیر امامه لانه تعلیم وتعلم من غیر ضرورة فکان من کلام الناس وقوله علی غیر امامه یشمل فتح	ماتن کا قول (نمازی کا اپنے امام کے غیر کو لقمہ دینا) کیونکہ یہ بغیر ضرورت تعلیم و تعلّم ہونے کی وجہ سے لوگوں کے کلام کی طرح ہوگا۔ اس کا قول " اپنے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاذان باب من دخل لیؤم الناس قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۹۴

[2] مسند احمد بن حنبل مسند علی ابن ابی طالب دارالفکر بیروت ۱/ ۷۷

المقتدی علی المقتدی وعلی غیر المصلی وعلی المصلی وحدہ وفتح الامام المنفرد علی ای شخص کان وکل ذٰلك مفسد الا اذا قصدبه التلاوۃ دون الفتح[1] ھ ملخصا	امام کے علاوہ" کے الفاظ، مقتدی کا مقتدی کو، غیر نمازی تنہا نمازی کے لقمہ کو اور امام اور منفرد کا کسی بھی دوسرے شخص کو لقمہ دینے کو شامل ہیں اور ان تمام صورتوں میں نماز فاسد ہوجاتی ہے لیکن اس صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی جب تلاوت مقصود ہو، لقمہ دینا مقصود نہ ہو اھ تلخیصًا (ت)

درمختار میں ہے:

یفسدھا کل ماقصد به الجواب اوالخطاب کقوله لمن اسمه یحیٰی، یایحیٰی خذ الکتٰب بقوۃ[2] ھ ملخصا۔	ہروہ شے نماز کو فاسد کردے گی جس سے جواب یاخطاب مقصود ہو جیساکہ یحیٰی نامی شخص کو یہ کہنا یایحیٰی خذالکتاب بقوۃ (اے یحیٰی! کتاب کو مضبوطی سے پکڑ) اھ ملخصًا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله اوالخطاب الخ ھذا مفسد بالاتفاق وھو مماورد نقضا علی اصل ابی یوسف فانه قراٰن لم یوضع خطابا لمن خاطبه المصلی وقد اخرجه بقصد الخطاب عن کونه قراٰنا وجعله من کلام الناس[3]۔	اس کا قول "اوالخطاب" بالاتفاق مفسد نماز ہے اور یہ ان امور میں سے ہے جن سے امام ابویوسف کے قاعدے پر نقض وارد ہوتا ہے کہ یہ قرآن ہے اس کی وضع اس لئے نہیں کہ کوئی شخص اس سے نمازی کو مخاطب کرے، حالانکہ (وجہ یہ ہے) کہ اس نے اسے قصد خطاب کے طور پر، قرآن ہونے سے خارج کیااور اسے کلام الناس میں شامل کردیا ہے۔ (ت)

علامہ ابن امیر الحاج حلبی حلیہ میں فرماتے ہیں:

الذی یفتح کانه یقول خذ منی کذا والتعلیم لیس من الصلاۃ فی شیئ	لقمہ دینے والا گویا کہہ رہاہوتا ہے کہ " مجھ سے یہ لے لو" اور سکھانا نماز کا حصہ نہیں اور ایسی

---

[1] تبیین الحقائق باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ امیریہ کبرٰی بولاق مصر ۱/۱۵۶

[2] الدرالمختار باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۹

[3] ردالمحتار باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۴۵۹

وادخال مالیس منها فیها یوجب فسادها وکان قضیة هذا المعنی ان تفسد صلاته اذا فتح علی امامه لکن سقط اعتبار التعلیم للاحادیث و للحاجة الی اصلاح صلاۃ نفسه فماعدا ذلك یعمل فیه بقضیة القیاس[1] ھ ملخصا بالمعنی۔	شیئ کا نماز میں داخل کرنا جو نماز میں سے نہیں نماز کے فساد کا سبب ہے۔ اس بات کے پیش نظر ہونا یہی چاہئے کہ جب امام کو لقمہ دیا جائے تو بھی نماز فاسد ہوجائے لیکن اس صورت میں نماز کے فساد کا حکم اس لئے جاری نہیں کیاجاتا کہ احادیث میں اس کی اجازت ہے اور نماز کی اصلاح کی بھی حاجت ہے البتہ اس کے علاوہ دیگر صورتوں میں قیاس پر عمل کیا جائے گا (یعنی نماز فاسد ہوجائے گی) ملخصًا بالمعنٰی۔ (ت)

اُسی میں ہے:

هذا قد استعمل فی موضع الجواب وقد ارید ذٰلك منه وفهم فیصیر من هذا الوجه کلام الناس فیفسد و ان لم یکن من حیث الصیغة فی الاصل من کلامهم فالقیاس فساد الصلٰوۃ الا انا ترکناه بالنص والمعدول به عن القیاس لایقاس علیه[2] ھ ملخصا۔	یہ جواب میں مستعمل ہے اور یہاں وہی مراد اور مفہوم ہے لہٰذا یہ لوگوں کے کلام میں سے ہونے کی وجہ سے مفسد نماز ہے اگرچہ الفاظ کے لحاظ سے لوگوں کے کلام میں سے نہیں۔ تو قیاس کا تقاضا ہے کہ نماز فاسد ہوجائے مگر نص کی بنا پر قیاس ترک کردیا اور جو خود خلافِ قیاس ہوں اس پر قیاس نہیں کیاجاسکتا اھ ملخصًا (ت)

اُسی میں ہے:

(م) ان فتح بعد ماقرأ قدرماتجوز به الصلاۃ تفسد (ش) لانه لیس فیه اصلاح صلاته فیبقی تعلیما وجوابا له وان اخذ الامام بفتحه تفسد صلاۃ الکل (م)	(متن) اگر یہ لقمہ اتنی قرات کے بعد دیا جس سے نماز ہوجاتی ہے تو نماز فاسد ہوجائے گی (شرح) کیونکہ اس میں اس کی نماز کی اصلاح نہیں ہے لہٰذا یہ تعلیم وجواب ہوگا اور اگر امام نے لقمہ لے لیا تو تمام کی

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

الصحیح لا (ش) کذا فی الخانیة والخلاصة ونص القاضی فی شرح الجامع الصغیر انه الاصح وعلله هو وغیرہ بانه لولم یفتح ربما جری علی لسانه مایکون مفسدا فکان بمنزلة الفتح والاولی فی التعلیل حدیث المسوربن یزید واطلاق ماروی عن علی و عن انس رضی الله تعالٰی عنه (م) وان انتقل الامام الی اٰیة اخری ففتح علیه بعد الانتقال تفسد (ش) لوجود التلقین من غیرضرورہ کذا فی الهدایة وغیرها وجعل صاحب الذخیرة هذا محکیا عن القاضی الامام ابی بکر الزر نجری وان غیرہ من المشائخ قالوا لاتفسد کذا نقلوہ عن المحیط واخذ من هذا صاحب النهایة ان عدم الفساد قول عامة المشائخ ووافقه شیخنا رحمه الله تعالٰی علی ذلك وهو الاوفق لاطلاق الرخص الذی رویناہ[1] ھ ملخصا۔	نماز فاسد ہوجائے گی۔ (متن) صحیح یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی (شرح) اسی طرح خانیہ اور خلاصہ میں ہے اور قاضی نے شرح جامع الصغیر میں کہا ہے کہ یہی اصح ہے اور انہوں نے اور دیگر لوگوں نے علت یہ بیان کی ہے کہ اگر وہ لقمہ نہیں دے گا تو بعض اوقات امام کی زبان پر ایسی چیز جاری ہوجاتی ہے جو نماز کے لئے مفسد ہوتی اس لئے وہ لقمہ ہی ہوگا، حضرت مِسوَر بن یزید سے مروی اور وہ جو حضرت علی اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے مروی روایات کا اطلاق علت کے بیان کے لئے بہتر ہے (متن) اور اگرامام کسی دوسری آیت کی طرف منتقل ہوگیا اور اسے انتقال کے بعد لقمہ دیا تو نماز فاسد ہوجائے گی (شرح) کیونکہ یہ بغیر ضرورت کے تلقین ہے، ہدایہ وغیرہ میں اسی طرح ہے، اور صاحب ذخیرہ نے اسے قاضی امام ابوبکر الزرنجری نے نقل کیا ہے اگرچہ ان کے علاوہ دیگر مشائخ کہتے ہیں کہ نماز فاسد نہں ہوتی، محیط سے اسی طرح منقول ہے، اسی سے صاحب نہایہ نے لیا اور کہا کہ اکثر مشائخ کا قول عدم فساد ہے اور ہمارے شیخ رحمہ اللہ نے اسی کی موافقت کی ہے اور یہ ان رخصتوں کے اطلاق کے بھی زیادہ موافق ہے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اھ تلخیصًا (ت)

فتح القدیر میں ہے:

خرج قصد اعلام الصلٰوۃ بالحدیث لالانه لم یتغیر بعزیمته فیبقی ماوراءہ علی	نماز میں ہونے کی قصداً اطلاع کرنا، حدیث کی وجہ سے مفسدات سے خارج ہے، نہ اس لئے کہ اس کے

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

المنع[1] ھ ملخصاً	عزم وارادہ سے تغیر نہیں ہوالہٰذا اس کے علاوہ صورتیں منع ہی رہیں گی اھ ملحضاً (ت)

جب یہ اصل ممہد ہولی، حکم صورت مسؤلہ واضح ہوگیا ظاہر ہے کہ جب امام کو قعدہ اولٰی میں دیر ہوئی اور مقتدی نے اس گمان سے کہ یہ قعدہ اخیرہ سمجھا ہے تنبیہ کی تو دو حال سے خالی نہیں یا تو واقع میں اس کا گمان غلط ہوگا یعنی امام قعدہ اولٰی ہی سمجھا ہے اور دیر اس وجہ سے ہوئی کہ اس نے اس بار التحیات زیادہ ترتیل سے ادا کی جب تو ظاہر ہے کہ مقتدی کا بتانا نہ صرف بے ضرورت بلکہ محض غلط واقع ہوا تو یقیناً کلام ٹھہرا اور مفسد نماز ہوا

لقول الحلیة ان ماوراء ذلك یعمل فیه بقضیة القیاس ولقول المعدول به عن القیاس لایقاس علیه ولقول الفتح یبقی ماوراء ہ علی المنع ولقول التبیین لایقاس علیه غیرہ وھذا واضح جدا۔	حلیہ کے ان الفاظ کی وجہ سے کہ " ان کے علاوہ میں قیاس پر عمل ہوگا" اور اس کے اس قول کے پیش نظر کہ " خلاف قیاس پر قیاس نہیں ہوسکتا" اور فتح کے قول کہ " اس کے علاوہ ممنوع ہوں گے" اور تبیین کے قول کہ " اس پر غیر کو قیاس نہیں کیا جاسکتا" اور یہ نہایت ہی واضح ہے (ت)

یا اس کا گمان صحیح تھا، غور کیجئے تو اس صورت میں بھی اس بتانے کا محض لغو وبے حاجت واقع ہونا اور اصلاح نماز سے اصلاً تعلق نہ رکھنا ثابت کہ جب امام قدہ اولٰی میں اتنی تاخیر کرچکا جس سے مقتدی اس کے سہو پر مطلع ہوا تو لاجرم یہ تاخیر بقدر کثیر ہوئی اور جو کچھ ہونا تھا یعنی ترک واجب ولزوم سجدہ سہو وہ ہوچکا اب اس کے بتانے سے مرتفع نہیں ہوسکتا اور اس سے زیادہ کسی دوسرے خلل کا اندیشہ نہیں جس سے بچنے کو یہ فعل کیا جائے کہ غایت درجہ وہ بھول کر سلام پھیر دے گا پھر اس سے نماز تو نہیں جاتی وہی سہو کا سہو رہے گا، ہاں جس وقت سلام شروع کرتا اس وقت حاجت متحقق ہوتی اور مقتدی کو بتانا چاہئے تھا کہ اب نہ بتانے میں خلل وفساد نماز کا اندیشہ ہے کہ یہ تو اپنے گمان میں نماز تمام کرچکا، عجب نہیں کہ کلام وغیرہ کوئی قاطع نماز اس سے واقع ہوجائے، اس سے پہلے نہ خلل واقع کا ازالہ تھا نہ خلل آئندہ کا اندیشہ، تو سوا فضول وبے فائدہ کے کیا باقی رہا، لہٰذا مقتضائے نظر فقہی پر اس صورت میں بھی فساد نماز ہے، نظیر اس کی یہ ہے کہ جب امام قعدہ اولٰی چھوڑ کر پورا کھڑا ہوجائے تو اب مقتدی بیٹھنے کا اشارہ نہ کرے، ورنہ ہمارے امام کے مذہب پر مقتدی کی نماز جاتی رہے گی کہ پورا کھڑے ہونے کے بعد امام کو قعدہ اولٰی کی طرف عود ناجائز تھا تو اس کا بتانا محض بے فائدہ رہا اور اپنے اصلی حکم کی رو سے

---

[1] فتح القدیر باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۴۹

کلام ٹھہر کر مفسد نماز ہوا، بحر الرائق میں ہے:

لوعرض للامام شیئ فسبح الماموم لاباس به لان المقصود به اصلاح الصلوٰۃ فسقط حکم الکلام عند الحاجۃ الی الاصلاح ولایسبح للامام اذا قام الی الاخریین لانه لایجوز له الرجوع اذا کان الی القیام اقرب فلم یکن التسبیح مفید اکذا فی البدائع وینبغی فساد الصلوۃ به لان القیاس فسادها به عند قصد الاعلام وانما ترك للحدیث الصحیح من نابه شیئ فی صلاته فلیسبح فللحاجۃ لم یعمل بالقیاس فعند عدمها یبقی الامر علی اصل القیاس ثم رایته فی المجتبی قال ولوقام الی الثالثۃ فی الظهر قبل ان یقعد فقال المقتدی سبحٰن الله قیل لاتفسد و عن الکرخی تفسد عندهما[1] ه وبه انتهٰی مانقلناه عن البحر۔ **قلت** وقوله عندهمایرید به الطرفین فان مذهبهما تغیر الذکر بتغیر العزیمۃ خلافا لابی یوسف فعنده ماکان ذکرا بصیغته لاتعمل فیه النیۃ وکذا قوله اعنی المجتبی لوسبح اوهلل یرید زجراعن فعل اوامرابه فسدت عندهما[2] ه فانما ارادالطرفین	اگر امام کو عارضہ پیش آگیا مقتدی نے لقمہ دیا تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اس سے مقصود نماز کی اصلاح ہے لہٰذا حاجت اصلاح کی وجہ سے اس سے حکم کلام ساقط ہوگیا، اگرامام آخری دورکعات کی طرف اٹھ جائے تو اسے لقمہ نہ دیا جائے کیونکہ اگروہ قیام کے زیادہ قریب ہے تو اب اس کے لئے لوٹنا جائز نہیں لہٰذا لقمہ اس کے لئے مفید نہیں۔ البدائع میں ایسے ہے، اوراس سے نماز فاسد ہوجانی چاہئے کیونکہ یہ قیاس کا تقاضا ہے کہ جب مقصود امام کواطلاع ہو تو نماز فاسد ہوجائے البتہ اس حدیث صحیح کی بناپر اس قیاس کو ترک کردیں گے کہ جس کو نماز میں کوئی واقعہ درپیش ہو تو وہ تسبیح کہے، توحاجت کے پیش نظر قیاس پر عمل نہ ہوگا اور جب حاجت نہ ہوگی تو معاملہ اصل قیاس پر ہی رہے گا پھر میں نے مجتبٰی میں دیکھا اگر نماز ظہر میں امام قعدہ کئے بغیر تیسری رکعت کی طرف اٹھا اور مقتدی نے سبحان اللہ کہا تو بعض کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی۔ امام کرخی سے منقول ہے کہ طرفین کے نزدیک نماز فاسد ہوجائے گی۔ اور یہاں بحر سے منقول عبارت ختم ہوگئی۔ قلت اس کا قول "عندهما" سے مراد طرفین ہیں کیونکہ انہی کا قول ہے کہ تبدیلی عزم سے ذکر تبدیل ہوجاتا ہے

---

[1] بحر الرائق باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۷

[2] بحر الرائق باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۷

رضی اللہ تعالٰی عنہما **ثم اقول:** وباللہ التوفیق لایبعد ان یکون قام فی القیل للارادۃ کقولہ تعالٰی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ[1] وفی روایۃ الکرخی للحقیقۃ کقولہ تعالٰی وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ[2] الاٰیۃ وھذا جمع کماتری حسن ان شاء اللہ تعالٰی والافلاشك ان الدلیل مع الکرخی وانہ ھوقضیۃ مذھب الامام والامام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما فعلیہ فلیکن التعویل فان قیل فی القیل لواراد الارادۃ فما الوجہ لتخصیص المسئلۃ بالذکر فانہا معلومۃ من اطلاق قولھم لوعرض للامام شیئ الخ اقول بلی کان لمتوھم ان یتوھم عدم الجواز ھھنا مطلقا کمایتوھم من ظاھر لفظ البدائع لایسبح للامام اذاقام	بخلاف امام ابویوسف کے، ان کے نزدیک الفاظ ذکر میں نیت کا دخل نہیں ہوتا، اسی طرح اس یعنی المجتبٰی کا قول اگر اس نے سبحان اللہ کہا یا لاالٰہ الا اللہ، اور اس سے مقصد کسی عمل پر زجر یا کسی عمل کا حکم ہو تو ان دونوں کے نزدیک نماز فاسد ہوجائے گی اھ اس سے مراد طرفین رضی اللہ تعالٰی عنہما ہیں **ثم اقول:** وباللہ التوفیق (پھر میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ت) یہ بھی ممکن ہے کہ مجتبٰی کی عبارت میں قام کا معنی ارادہ ہو، جیسا کہ اللہ تعالٰی کے اس ارشاد گرامی میں ہے" اے اہل ایمان! جب تم نماز کا ارادہ کرو" اور روایتِ کرخی میں حقیقی معنی ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی کا فرمان ہے" جب اللہ کا بندہ کھڑا ہوکر اپنے رب کو پکارتا ہے"۔ آپ نے دیکھا یہ نہایت ہی اچھا تطابق ہے ان شاء اللہ تعالٰی، ورنہ اس میں کوئی شک نہیں کہ دلیل کرخی کا ساتھ دیتی ہے اور یہی ضابطہ ہے امام اعظم اور امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما کے مذہب کا، اس بناپر اس پر اعتماد کرنا چاہیے، اگر سوال ہو کہ عبارت میں اگر ارادہ مراد ہے تو اس مسئلہ کا خصوصًا کیوں ذکر ہوا؟ کیونکہ اس کا علم تو فقہا کے اس قول" اگر امام کو کوئی عارضہ لاحق ہو" کے اطلاق سے ہی ہورہا ہے اقول (میں کہتا ہوں) کیوں نہیں

---

[1] القرآن ۶/۵

[2] القرآن ۱۹/۷۲

الی الأخریین [1] حیث لم یفصل والحاوی علی الوهم ان المقتدی لایطلع علی قیام الامام بفوره بل یتاخر ذلك عن افاضته فی القیام ولولحظات کما هو معلوم مشاهد فعند ذلك یسبح ثم الامام لاینبه بفور مابدأ المقتدی بحرف التسبیح بل یتاخرولو لحظة ثم هو ربما لایتذکر بمجرد السماع والتنبه علی تنبیهه بل قدیحتاج الی شیئ من التامل فهذه ثلث وقفات والامام اذا نهض نهض ولم یکن فیه تدرج یقتضی مکثا معتدا به فربما لایتنبه بتسبیحه الابعد مافات وقت العود لاسیما علی قول من قال بفواته اذ اقرب الی القیام کما هو مختار صاحب البدائع و الهدایة والوقایة والکنز وغیرهم من الجلة الکرام وان کان الاصح العبرة بتمام القیام کما اعتمده فی مواهب الرحمٰن ونور الایضاح	گویا کوئی وہم کرنے والا یہ تصور کرسکتا تھا کہ یہاں مطلقًا لقمہ ناجائز ہے جیسا کہ بدائع کے ان الفاظ کے ظاہر سے وہم کیاجاسکتاہے کہ " امام جب آخری رکعتوں کی طرف کھڑا ہوجائے تو سبحان اللہ نہ کہاجائے" تو یہاں انہوں نے کوئی فرق نہیں کیااور یہاں منشاء وہم یہ بات ہے کہ مقتدی فی الفور امام کے قیام پر مطلع نہیں ہوتا بلکہ قیام کی طرف مائل ہونے کے بعد مطلع ہوتاہے اگرچہ کچھ لمحات ہی ہوں جیساکہ معلوم ومشاہد ہے تو اس وقت مقتدی سبحان اللہ کہے گا، پھر امام بھی مقتدی کے لقمہ پر فی الفور متوجہ نہیں ہوتا بلکہ معاملہ متاخر ہوتاہے خواہ ایک لمحہ بعد ہی ہو، پھر بعض اوقات اسے صرف سماع اور توجہ دلانے سے یاد نہیں آجاتا بلکہ کچھ نہ کچھ غور وفکر کا محتاج ہوتاہے، تو یہ تین وقفے ہوئے، تو امام جب کھڑا ہوتاہے، تو کھڑا ہوجاتاہے اس میں ایسی تدریج نہیں جو قابل ذکر ٹھہرنے کا تقاضا کرے، بعض اوقات مقتدی کی تسبیح سے بھی متوجہ نہیں ہوپاتا مگر اس وقت جب لوٹنے کاوقت ختم ہوچکا ہو خصوصًا اس قول کے مطابق جو کہتے ہیں کہ جب قیام کے زیادہ قریب ہو تو رجوع فوت ہوجاتاہے جیساکہ صاحب بدائع، ہدایہ، وقایہ، کنزاور دیگر جلیل القدر فقہاء نے اختیار کیاہے، اگرچہ اصح یہ ہے کہ اعتبار کامل قیام کاہے جیسا کہ اس پر مواہب الرحمٰن، نورالایضاح، تنویر، فتح،

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی بیان حکم الاستخلاف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۳۵

والتنویر والفتح والدر المختار وغیرھا وجعله فی الدر ظاھر المذھب۔ واذا کان الامر علی ماوصفنا لك فعسی ان یتوھم کونه عبثا مطلقا فیحکم بفساد الصلٰوۃ به علی الاطلاق فمست الحاجة الی التصریح بذٰلك فان المسموع ھو کونه مفیدا حین وقوعه وھوکذٰلك فی فورالقیام ولربما یرجی العود به بل ربما یقع وھذا حسبه ولایضرہ ان تعجل الامام ولم یلتفت کما اذا فتح ولم یاخذ فانقلت یحتمل ان الامام لماظن ان صلاته تمت لعله یتعمد الکلام اوالذھاب اوالضحك قبل ان یسلم۔	درمختار وغیرہ میں اعتماد کیا گیا ہے اور در میں اسے ظاہر مذہب قرار دیا ہے، اور جب معاملہ اس طرح ہے جو ہم نے آپ کے سامنے بیان کیا ہے تو قریب ہے اس کے مطلقاً عبث ہونے کے وہم پر مطلقاً فساد نماز کا حکم کردیا جائے لہٰذا اس کی تصریح کی حاجت وضرورت پیش آئی کیونکہ اس کے وقوع کے وقت لقمہ کا مفید ہونا قابل اعتبار ہے اور علی الفور قیام کے وقت لقمہ میں یہ صورت ہے اور بسا اوقات لوٹنے کی امید کی جاتی بلکہ بعض دفعہ لوٹنے کا وقوع ہوتا ہے اور مفید ہونے کے لئے یہی کافی ہے اور امام کا جلدی کرنا اور متوجہ نہ ہونا نقصان دہ نہیں جیسا کہ اس صورت میں جب لقمہ دیا مگر امام نے نہ لیا۔ اگر آپ سوال کریں (قعدہ لمبا ہونے پر سلام سے پہلے لقمہ دینے میں فائدہ ہے) کیونکہ ممکن ہے امام نے گمان کیا ہو کہ نماز مکمل ہوگئی ہے پھر وہ دانستہ طور پر قبل از سلام کلام کرنے یا چلے جانے یا ہنسنے کا ارادہ کرلے۔
قلت ھذا فی غایة البعد ولا یتوقع من المسلم بل ھو اسائة ظن به والفقه لایبنی علی نادر فضلا عما عساہ لم یقع قط بل ھواحتمال علی احتمال لان ظن الامام تمام الصلٰوۃ ایضا غیرمعلوم کما قدمنا فکان شبھة الشبھة ولاعبرۃ بھا اصلا ، ھذا ماوقع فی الحلیة	**قلت** (میں کہتا ہوں) یہ نہایت ہی بعید ہے اور اس بات کی کسی مسلمان سے توقع نہیں بلکہ کسی مسلمان کے بارے میں ایسا گمان کرنا بھی گناہ ہے اور کسی نادر معاملہ پر فتوٰی نہیں ہوا کرتا چہ جائیکہ جس کا امکان کبھی واقع نہ ہو بلکہ یہ احتمال در احتمال ہے کیونکہ امام کا اتمام نماز کا گمان کرنا بھی معلوم نہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا، گویا یہ اتمام کے گمان کے بعد کلام وغیرہ کا گمان شبہ کا شبہ ہے لہٰذا اس کا کوئی اعتبار نہیں، یہ وہ ہے جو حلیہ میں

نقلا عن المحیط الرضوی اذا فتح علی امامه یجوز مطلقا لان الفتح وان کان تعلیما ولکن التعلیم لیس بعمل کثیر وانه تلاوۃ حقیقة فلایکون مفسدا وان لم یکن محتاجا الیه[1] ھ **فاقول:** یجب ان یحمل فیه لام" التعلیم" علی العھد ای ھذا التعلیم من المقتدی للامام کمثل لام" الفتح" فلیس المراد الاھذا الفتح' لامطلقا ولومن غیر مقتدعلی امامه وذٰلك لان کون مطلق التعلیم من العمل القلیل باطل بداھة وتشھد به فروع فی المذھب متواترات بل قدنص فی الفتح فی نفس مسئلة الفتح ان التکرار لم یشترط فی الجامع ای ان الجامع الصغیر لم یشترط للافساد تکرار الفتح بل حکم به مطلقا قال وھوالصحیح وکذا صححه فی الخانیة وقد علم ھذا من مذھب الامام فانه اذا جعل کلاما فقلیله و کثیره سواء فاعرف وتثبت وباللّٰه التوفیق ھذا ماعندی واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔	محیط رضوی کے حوالے سے مذکور ہے کہ امام کو لقمہ دینا ہر حال میں جائز ہے کیونکہ لقمہ دینا اگرچہ تعلیم ہے لیکن تعلیم عمل کثیر نہیں ہے اور یہ توحقیقت میں تلاوت ہے لہٰذا یہ مفسد نماز نہیں، اگرچہ اس کی احتیاجی نہ ہو۔ **اقول:** یہاں پر لفظ تعلیم کے الف لام کو عہدِ خارجی ماننا ضروری ہے کیونکہ اس سے مراد وہی تعلیم ہے جو مقتدی کی امام کے لئے ہو جیسا کہ الفتح کے الف لام کا معاملہ ہے کیونکہ یہاں لقمہ سے بھی خصوصی لقمہ مراد ہوگا ہر لقمہ نہیں کہ اگرچہ وہ غیر مقتدی کا امام کے لئے ہو، وہ اس لئے کہ ہر تعلیم کا عمل قلیل ہونا بداہۃً باطل ہے اور اس پر مذہب کی فروعات بڑی تواتر کے ساتھ گواہ ہیں بلکہ فتح میں اس مسئلہ لقمہ میں تصریح ہے کہ جامع میں تکرار کو شرط نہیں کیا یعنی جامع صغیر نے نماز فاسد ہونے کے لئے تکرار لقمہ کو شرط قرار نہیں دیا بلکہ مطلقاً حکم جاری کیا اور کہا یہی صحیح ہے، اسی طرح اسے خانیہ نے بھی صحیح قرار دیا اور مذہب امام کے حوالے سے یہ معلوم ہے کہ جب انہوں نے اسے کلام قرار دیا ہے تو اب کلام کے قلیل اور کثیر کا ایک ہی حکم ہوگا، اسے اچھی طرح جان لو اور ثابت رہو، اور توفیق اللہ ہی سے ہے یہ ہے جو کچھ میرے پاس تھا اور اللہ سبحانہ، وتعالٰی ہی زیادہ جاننے والا ہے (ت)

مسئلہ ۹۶۴: ازکلکتہ نل موتی گلی نمبر ۱۸ جناب مرزاغلام قادر بیگ صاحب ۲۱ جمادی الاخری ۱۳۱۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں اکثر لوگ بے پڑھے نماز ظہر وعصر ومغرب وعشاکے

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

فرض تنہاپڑھنے کی حالت میں تکبیرات انتقالیہ بجہر اس غرض سے کہتے ہیں کہ دوسرے نمازی معلوم کرلیں کہ یہ شخص فرض پڑھتاہے اور شریک ہوجائیں اس صورت میں جہر کے ساتھ تکبیر کہنے سے نماز میں فساد ہوتا ہے یا نہیں؟ دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص نماز پڑھ رہاہے دوسرا شخص آیا اور منتظر اس امر کا ہے کہ یہ نمازی بجہر تکبیر کہے تو میں شریک ہوجاؤں، چنانچہ اس نے اس کی اطلاع کی غرض سے تکبیر جہر کے ساتھ کہ اس صورت نماز فاسد ہوگی یا صحیح؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

دونوں صورتوں میں اگر نمازیوں نے اصل تکبیرات انتقال بہ نیت ادائے سنت وذکرالٰہی عزوجل ہی کہیں اور صرف جہر بہ نیت اطلاع کیاتو نماز میں کچھ فسادنہ آیا، ردالمحتار میں ہے:

وقال فی البحر ومما الحق بالجواب مافی المجتبی لوسبح اوھلل یرید زنجرا عن فعل اوامرابہ فسدت عندھما ھ قلت والظاھر انہ لولم یسبح ولکن جھر بالقراءۃ لاتفسد لانہ قاصد للقرائۃ وانما قصد الزجر اوالامربمجرد رفع الصوت تأمل[1] ھ۔	بحر میں ہے کہ ان چیزوں میں سے جن کا جواب سے تعلق ہے وہ ہیں جو مجتبٰی میں ہیں اگر مقتدی نے سبحان اللہ کہا یا لاالٰہ الااللہ کہااور اس سے مقصد کسی عمل پر زجر یا کسی عمل کا حکم تھا توان دونوں (طرفین) کے نزدیک نماز فاسد ہوجائے گی اھ میں کہتاہوں ظاہر یہی ہے کہ اگراس نے سبحان اللہ نہیں کہا لیکن قرات بلند آواز سے کی تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ اس سے مقصد قرات ہے اور آواز کی بلندی کے ذریعے توصرف زجر یا حکم مقصود ہے تاَمل اھ (ت)

اور شک نہیں کہ واقعاایسا ہی ہوتا ہے نہ یہ کہ نفس تکبیر ہی سے ذکر وغیرہ کچھ مقصود نہ ہو صرف بغرض اطلاع بہ نیت مذکورہ کہی جاتی ہو، ہاں اگر کوئی جاہل اجہل ایسا قصد کرے تو اس کی نماز ضرور فاسد ہوجائے گی علی قول الامام والامام محمد خلافا للامام ابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنھم۔ (یہ امام اعظم اور امام محمد کے قول کے مطابق ہے بخلاف امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہم کے۔ت) **اقول:** وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتاہوں۔ت) تحقیق مقام یہ ہے کہ ان مسائل میں حضرات طرفین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک اصل یہ ہے کہ نمازی جس لفظ سے کسی ایسے معنی کا افادہ کرے جو اعمال نماز سے نہیں وہ

---

[1] ردالمحتار باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۴۵۹

کلام ہو جاتا اور مفسد نماز قرار پاتا ہے اگرچہ لفظ فی نفسہٖ ذکر الٰہی یا قرآن ہی ہو اگرچہ اپنے محل ہی میں ہو، مثلًا کسی موسٰی نامی شخص سے نمازی نے کہا: ماتلک بیمینک یاموسٰی (اے موسٰی! تیرے تھ میں کیا ہے؟ نماز جاتی رہی، اگرچہ یہ الفاظِ آیہ کریمہ ہیں۔ یا التحیات پڑھ رہا تھا جب کلمہ تشہد کے قریب پہنچا مؤذن نے اذان میں شہادتیں کہیں اس نے نہ بہ نیت قرات تشہد بلکہ بہ نیت اجابت مؤذن اشھد ان لاالٰہ الا اللہ واشھد ان محمدًا عبدہ، ورسولہ، کہا نماز جاتی رہی، اگرچہ یہ ذکر اپنے محل ہی میں تھا۔ بحرالرائق میں ہے:

اذا ذکر فی التشھد الشھادتین عند ذکر المؤذن الشھادتین تفسد ان قصد الاجابة[1] ھ	جب دورانِ تشہد شہادتین کاذکر مؤذن کے ذکرِ شہادتین کے موقع پر کرتا ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر اذان کا جواب مقصود ہو اھ (ت)

مگر جبکہ ایسا قصد بضرورت اصلاح نماز ہو جیسے مقتدیوں کا امام کو بتانا یا اس کے جواز میں خاص نص آگیا ہو جیسے کوئی دروازے پر آواز دے یہ نماز پڑھتا ہو اس کو مطلع کرنے کے لئے سبحان اللہ یا لاالٰہ الا اللہ یا اللہ اکبر کہے تو صرف ان صورتوں میں نماز نہ جائے گی اور ان کے ماوراء میں مطلقًا اسی اصل کلی پر عمل ہو کر فساد نماز کا حکم دیا جائے گا۔ فتح القدیر میں ہے:

قلنا خرج قصد اعلام الصلاۃ بقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اذانابت احدکم نائبة وھو فی الصلاۃ فلیسبح الحدیث اخرجه الستة لالانه لم یتغیر بعزیمته کما لم یتغیر عند قصد اعلامه فان مناط کونه من کلام الناس کونه لفظا افید به معنی لیس من عمال الصلاۃ لاکونه وضع لافادۃ ذٰلك فیبقی ماوراء ہ علی المنع[2] الخ قلت وقد اوضحنا المسألة بنقولھا فیما تقدم من فتاوٰنا۔	ہم کہتے ہیں کہ نماز میں اصلاح کا قصد، حضور علیہ السلام کے ارشاد مبارک کہ " جب کسی کو نماز میں کوئی واقعہ پیش آجائے تو وہ تسبیح کہے" کے تحت اس حکم سے خارج ہے۔ اس حدیث کو صحاح ستّہ نے بیان کیا ہے اس لئے نہیں کہ اس میں تبدیلی بالارادہ نہیں کیونکہ لوگوں کے کلام میں سے ہونے کا مدار اس پر ہے کہ وہ الفاظ ہوں جو ایسے معانی کا فائدہ دیں جو اعمال نماز میں سے نہیں، نہ کہ وہ الفاظ ان معانی کے افادہ کے لئے موضوع ہوں لہٰذا اس کے علاوہ ممنوع ہی رہیں گے الخ قلّت ہم نے اس مسئلہ کو سابقہ گفتگو میں خوب واضح کیا ہے۔ (ت)

---

[1] بحرالرائق باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۶

[2] فتح القدیر باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۴۹

اور شک نہیں کہ جب نمازی نے **اللہ اکبر** یا **سمع اللہ لمن حمدہ** صرف اس اطلاع کی نیت سے کہا کہ میں پڑھ رہا ہوں میرے شریک ہو جاؤ، تو یہ ایک لفظ ہے جس سے ایسے معنی کا افادہ چاہا جو اعمال نماز سے نہیں کہ اعمال نماز اس کے افعال مخصوصہ معلومہ ہیں نہ کسی سے یہ کہنا کہ نماز میں مل جاؤ اور اس خصوص میں نہ نص وارد ہے نہ یہ کسی نہ جاننے والے کو اس کا بتانا ہے کہ میں نماز میں مشغول بلکہ اس سے اپنے فرض میں ہونے کا اعلام اور اپنی نماز کی طرف بلانا مقصود ہے، یہ دونوں باتیں مجرد قصد اعلام صلٰوۃ سے زائد ہیں کہ اس قدر تو وہ آنے والے خود ہی جانتے ہیں کہ یہ نماز پڑھ رہا ہے تو یہ صورت اُن صور استثناء میں داخل نہیں اور حکم فساد نماز ہے مگر اگر اصل لفظ سے کوئی امر بیرونی مقصود نہیں بلکہ صرف رفع صوت بقصد دیگر ہے تو یہاں کوئی لفظ ایسا نہ پایا گیا جس سے کسی خارج بات کا قصد کیا گیا ہو اور تنہا رفع صوت کلام نہیں تو مناط فساد متحقق نہ ہوا ولہٰذا امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام قدس سرہ، نے جبکہ اُن مکبّروں کی نسبت جو تکبیرات انتقالات میں گانے کے طور پر اپنی آواز بنانے کے لئے گھٹاتے بڑھاتے اور سامعین کو اپنی خوش الحانی جتانے کا قصد کرتے ہیں فساد نماز کا حکم دیا اسے دو امر پر مبنی فرمایا ایک یہ کہ ان تکبیرات سے ان کا قصد اقامت عبادت نہیں ہوتا بلکہ اپنی صناعت موسیقی کا اظہار مقصود ہوتا ہے تو اب یہ تکبیریں خود ہی وہ الفاظ ہیں جن سے معنی خارج کا افادہ مراد ہوا، دوسرے یہ کہ اس جزر و مد سے حروف زائد پیدا ہو جاتے ہیں جو اصل کلمات تکبیر میں نہیں تو اگرچہ نفس تکبیر سے اُن کا قصد وہ نہ ہو مگر یہ حروف تو ضرور اسی قصد سے بڑھائے گئے اور اب یہ وہ الفاظ بقصد افادہ معنی خارج ہوئے بہر صورت فساد نماز چاہئے۔ فتح القدیر میں درایہ سے مکبّرین کے لئے رفع صورت کا جواز نقل کرکے اشارہ فرمایا:

مقصودہ اصل الرفع لابلاغ الانتقالات اما خصوص ھذا الذی تعارفوہ فی ھذا البلاد فلا یبعد انہ مفسد فلانھم یبالغون فی الصیاح زیادۃ علی حاجۃ الابلاغ والاشتغال بتحریرات النغم اظھارا للصناعۃ النغمیۃ لااقامۃ للعبادۃ والصیاح ملحق بالکلام وھنا معلوم ان قصدہ اعجاب الناس بہ ولوقال اعجبوا من حسن صوتی و تحریری	تکبیرات میں آواز بلند کرنے کا اصل مقصد انتقالات کی اطلاع ہے، رہا وہ مخصوص انداز جو ان شہروں میں معروف ہے اس کا مفسد نماز ہونا بعید نہیں کیونکہ یہ مکبّرین حاجت ابلاغ سے بڑھ کر چیخنے میں مبالغہ کرتے ہے اور نغمہ کو سجانے کے لئے مشغول ہونا نغمہ سرائی ہے عبادت کا قیام نہیں اور چیخنا بھی کلام کے ساتھ ملحق ہے اور یہاں تو واضح ہے کہ مکبّر کا مقصد لوگوں کو تعجب میں ڈالنا ہے، اگر وہ یہ کہتا کہ لوگو! میری اچھی آواز اور سر پر خوش ہو جاؤ، تو اس نے نماز فاسد

فیه افسد و حصول الحروف لازم من التلحین اھ[1] مختصرا وقد اقرہ فی النھر و استحسنه فی الحلیة فقال وقد اجاد فیما اوضح وافاد۔	کردی ہوتی اور اظہار لحن سے حروف کا حاصل ہونا لازمی ہےاھ اختصارًا۔ اسے نہر نے ثابت رکھا اور حلیہ میں اسے ان الفاظ سے سراہا گیا کہ وضاحت میں یہ نہایت ہی عمدہ اور مفید ہے۔ (ت)

علامہ شامی تنبیہ ذوی الافہام علی احکام التبلیغ خلف الامام میں فرماتے ہیں:

ان المحقق لم یجعل مبنی الفساد مجرد الرفع بل زیادۃ الرفع ملحق بالکلام بالصیاح المشتمل علی النغم مع قصد اظهارہ لذلك والاعراج عن اقامة العبادۃ فقول المحقق والصیاح ملحق بالکلام ای الصیاح المشتمل علی ماذکر بدلیل سوابق الکلام ولو احقه الخ	محقق نے محض بلندی آواز کو فساد کی علت قرار نہیں دیا بلکہ بلندی میں ایسی زیادتی کو جو نغمہ پر مشتمل چیخ سے مل جائے اور اس کے اظہار کا اور اقامتِ عبادت سے اعراض کا قصد بھی ہو لہٰذا محقق کا قول کہ "الصیاح ملحق بالکلام" سے وہی چیخنا مراد ہے جو مذکورہ امور پر مشتمل ہو اس پر سابق ولاحق کلام شاہد عادل ہے الخ (ت)

اُسی میں ہے:

فحاصل کلام المحقق ان الاشتغال بتحریر النغم والتلحین والصیاح الزائد علی قدر الحاجة لالقصد القربة بل لیعجب الناس من حسن صوته ونغمه مفسد من وجهین الاول مایلزم من التلحین من حصول الحرف بالمفسد غالبا و الثانی عدم قصد اقامة العبادۃ الخ[2] **اقول:** وللعبد الضعیف فی بعض کلام العلامة الشامی هنا کلام بینته علی هامشه ولکن المرمی۔	کلام محقق کا حاصل یہ ہے کہ نغمہ، الحان اور ایسا چیخنا جو قدر حاجت سے زائد ہو، میں مشغول ہونا جس کا مقصد قربت وعبادت نہ ہو بلکہ لوگوں کو حسن آواز کی وجہ سے مسحور کرنا ہو تو یہ عمل دو وجہ سے مفسد نماز ہ اول یہ کہ الحان سے ایسے حروف کا حصول ہوجاتا ہے جو غالبًا نماز کے لئے مفسد ہوتے ہیں، ثانی یہ کہ یہاں مقصود عبارت نہیں الخ (ت) **اقول:** (میں کہتاہوں) اس عبد ضعیف کو علامہ شامی کے اس مقام پر بعض کلام میں اعتراض ہے جسے میں نے ردالمحتار کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے (ت)

---

[1] فتح القدیر باب الامامة مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۲۲

[2] رسائل ابن عابدین رسالہ تنبیہ ذوی الافہام علی احکام التبلیغ خلف الامام مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۱۴۶

بالجملۃ جبکہ لفظ بقصد مفسد نہ ہو تو مجرد رفع صورت سے کسی معنی زائد کا ارادہ مفسد نہیں ولہذا علامہ حموی نے رسالہ القول البلیغ فی حکم التبلیغ میں فرمایا:

فی کون الصیاح بما ھوذکر ملحقا بالکلام نظر لان المفسد للصلاۃ الملفوظ لاعزیمۃ القلب[1] ھ ملخصا۔	مذکورہ چیخنے کو کلام کہنا محل نظر ہے کیونکہ مفسد نماز وہ ہوگا جو ملفوظ ہو ارادہ قلب مفسدِ نماز نہیں اھ ملخصًا (ت)

ردالمحتار سنن الصّلاۃ میں حاشیہ ابوالسعود ازہری سے ہے:

مانقل عن الطحطاوی اذا بلغ القوم صوت الامام فبلغ المؤذن فسدت صلاته لعدم الاحتیاج الیه فلاوجه له اذغایته انه رفع صوته بما ھو ذکر بصیغته وقال الحموی وأظن ان ھذا النقل مکذوب علی الطحاوی فانه مخالف للقواعد[2] ھ واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم۔	طحاوی سے جو کچھ منقول ہے کہ لوگوں تک امام کی آواز پہنچ رہی ہو اس کے باوجود موذن بھی پہنچارہا ہو تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی کیونکہ یہاں احتیاجی ہی نہ تھی۔ اس (منقول) پر کوئی دلیل نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ رفع صوت جو ذکر کے الفاظ پر مشتمل ہے اور شیخ حموی کہتے ہیں کہ میں یہ محسوس کرتاہوں کہ یہ قول امام طحاوی کی طرف غلط طور پر منسوب ہے کیونکہ یہ قواعد کے مخالف ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم اسی کا علم کامل واتم ہے (ت)

مسئلہ ۹۶۵ : از کلکتہ فوجداری نمبر ۳۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۳۰/رجب ۱۳۰۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقتدی نے رکوع یا سجدہ امام کے ساتھ نہ کیا بلکہ امام کے فارغ ہونے کے بعد کیا تو نماز اس کی ہوئی یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

ہوگئی اگرچہ بلاضرورت ایسی تاخیر سے گنہگار ہوا اور بوجہ ترک واجب اعادہ نماز کا حکم دیا جائے تحقیق مقام یہ ہے کہ متابعت امام جو مقتدی پر فرض میں فرض ہے تین صورتوں کو شامل، ایک یہ کہ اس کا ہر فعل فعل امام کے ساتھ کمال مقارنت پر محض بلافصل واقع ہوتا رہے یہ عین طریقہ مسنونہ ہے اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ

---

[1] رسالہ القول البلیغ فی حکم التبلیغ

[2] ردالمحتار باب صفۃ الصلاۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۵۱

تعالٰی عنہ کے نزدیک مقتدی کو اسی کا حکم۔ دوسرے یہ کہ اس کا فعل فعل امام کے بعد بدیر واقع ہو اگرچہ بعد فراغ امام، فرض یوں بھی ادا ہو جائے گا پھر یہ فصل بضرورت ہوا تو کچھ حرج نہیں، ضرورت کی یہ صورت کہ مثلاً مقتدی قعدہ اولٰی میں آکر ملا اس کے شریک ہوتے ہی امام کھڑا ہو گیا اب اسے چاہئے کہ التحیات پوری پڑھ کر کھڑا ہو اور کوشش کرے کہ جلد جا ملے، فرض کیجئے کہ اتنی دیر میں امام رکوع میں آگیا تو اس کا قیام قیام امام کے بعد اختتام واقع ہوگا مگر حرج نہیں کہ یہ تاخیر بضرورت شرعیہ تھی اور اگر بلا ضرورت فصل کیا تو قلیل فصل میں جس کے سبب امام سے جاملنا فوت نہ ہو ترک سنت اور کثیر میں جس طرح صورت سوال ہے کہ فعل امام ختم ہونے کے بعد اس نے فعل کیا ترک واجب جس کا حکم اس نماز کو پورا کرکے اعادہ کرنا۔

تیسرے یہ کہ اس کا فعل فعل امام سے پہلے واقع ہو مگر امام اسی فعل میں اس سے آملے مثلاً اس نے رکوع امام سے پہلے رکوع کر دیا لیکن یہ ابھی رکوع ہی میں تھا کہ امام رکوع میں آگیا اور دونوں کی شرکت ہو گئی یہ صورت اگرچہ سخت ناجائز و ممنوع ہے اور حدیث میں اس پر وعید شدید وارد، مگر نماز یوں بھی صحیح ہو جائے گی جبکہ امام سے مشارکت ہو لے اور اگر ابھی امام مثلاً رکوع یا سجود میں نہ آنے پایا کہ اس نے سر اٹھالیا اور پھر امام کے ساتھ یہ بعد اس فعل کا اعادہ نہ کیا تو نماز اصلاً نہ ہوگی کہ اب فرض متابعت کی کوئی ضرورت نہ پائی گئی تو فرض ترک ہوا اور نماز باطل۔ ردالمحتار میں ہے:

وتکون المتابعۃ فرضا بمعنی ان یأتی بالفرض مع امامہ اوبعدہ کما لو رکع امامہ فرکع معہ مقارنا اومعاقبا وشارکہ فیہ اوبعد مارفع منہ فلولم یرکع اصلا اورکع و رفع قبل ان یرکع امامہ ولم یعدہ معہ اوبعدہ بطلت صلاتہ والحاصل ان المتابعۃ فی ذاتہا ثلثۃ انواع مقارنۃ لفعل الامام مثل ان یقارن احرامہ لاحرام امامہ ورکوعہ	اور متابعتِ امام اس معنی میں فرض ہے کہ مقتدی فرض کو بجالائے خواہ امام کے ساتھ یا اس کے بعد مثلاً امام نے رکوع کیا تو مقتدی اس کے ساتھ ہی رکوع کرے یا بعد میں کرے مگر اس کے ساتھ شریک ہو جائے اور یا اس کے سر اٹھانے کے بعد کرے، پس اگر مقتدی نے بالکل رکوع ہی نہ کیا یا رکوع کیا مگر امام کے رکوع جانے سے پہلے سر اٹھالیا اور امام کے ساتھ دوبارہ شامل نہ ہوا یا اس نے امام کے بعد رکوع نہ کیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ الحاصل متابعتِ امام تین ۳ طرح کی ہے فعل امام سے مقارنت، مثلاً امام کی تکبیر تحریمہ کے ساتھ تکبیر تحریمہ، اس کے رکوع

لركوعه وسلامه لسلامه ويدخل فيها مالوركع قبل امامه ودام حتى ادركه امامه فيه، ومعاقبة لابتداء فعل امامه مع المشاركة فى باقيه، ومتراخية عنه فمطلق المتابعة الشامل لهذه الانواع الثلثة يكون فرضا فى الفرض و واجبا فى الواجب وسنة فى السنة عند عدم المعارض اوعدم لزوم المخالفة كما قدمناه والمتابعة المقيدة بعدم التاخيروالتراخى الشاملة للمقارنة والمعاقبة لاتكون فرضا بل تكون واجبة فى الواجب وسنة فى السنه عند عدم المعارض وعدم لزوم المخالفة ايضا والمتابعة المقارنة بلاتعقيب ولاتراخ سنة عنده لاعندهما[1] الى اٰخرما افادواجاد عليه رحمة الملك الجواد۔

اقول: وفى التقسيم الذى ذكرا المولى المحقق الفاضل والذى ابداه هذا العبد الظلوم الجاهل نوع تفنن ومآل الاقسام واحد فهو رحمه الله تعالٰى جعلها ثلثا مقارنة ومعاقبة ومتراخية وادخل المتقدمة التى اٰلت الى المشاركة فى المقارنة والعبد الضعيف قسم هكذا متصلة ومنفصلة ومتقدمة وادخل

کے ساتھ رکوع اور سلام کے ساتھ سلام، اس میں یہ صورت بھی شامل ہوجائے گی کہ جب امام سے پہلے رکوع کیا مگر طویل کیا حتی کہ امام نے اس کو رکوع میں پالیا اور فعل امام کی ابتداء سے معاقبت ہو اور آخر تک شرکت رہے اور امام سے متاخر ہو، عدم معارض اور عدم لزوم مخالفت کے وقت مطلق متابعت جو ان تینوں اقسام کو شامل ہے، فرض میں فرض، واجب میں واجب اور سنت میں سنت ہوگی جبکہ معارض نہ ہو اور لزوم مخالفت بھی نہ ہو اور متابعت بمعنی مقارنت بلاتعقیب وتراخی امام کے نزدیک سنت ہے صاحبین کے نزدیک نہیں، آخر کلام تک جو نہایت ہی مفید اور عمدہ ہے۔

اقول: (میں کہتا ہوں) فاضل محقق کی تقسیم اور اس عبد ضعیف اور ظلوم وجہول کی تقسیم میں صرف تفنن ہے کہ تمام اقسام کا مآل واحد ہے، فاضل رحمہ اللہ تعالٰی نے متابعت کی تین اقسام مقارنت، معاقبت اور متراخی کرکے متقدمہ کو جو مشارکت کی طرف راجح تھی مقارنت میں داخل کردیا۔ عبد ضعیف نے تقسیم یوں کی ہے متصلہ، منفصلہ، متقدمہ، اور متراخیہ اور معاقبہ کو منفصلہ میں داخل کیا، اور

---

[1] ردالمحتار باب صفۃ الصلاۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۴۸

المتراخیة والمعاقبة فی المنفصلة وجعل المتقدمة قسما بحیالها وذلك لانی رأیت المتقدمة تباین المقارنة لانها فاعلة من الطرفین فکما ان تاخر المقتدی یخرجه عن القِران حتی جعل المعاقبة قسیما للمقارنة فکذلك تقدمه وایضا رأیت احکام المتابعة المجزئة ثلثة سنّة وکراهة الالضرورة وکراهة شدیدہ مطلقا فاجبت ان تنفرزالاقسام بحسب الاحکام بخلاف ماصنع ھو رحمه الله تعالٰی فان المقارنة علی ما افاد تشتمل اکمل مطلوب واشنع مھروب اعنی المتصلة و المتقدمة کما سمعت وعلی کل فالحاصل واحد والحمدلله۔	متقدمہ کو ایک مستقل قسم بنادیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے متقدمہ کو مقارنۃ کے متبائن پایا کیونکہ یہ جانبین سے ہے، پس جیسا کہ مقتدی کا موخر ہونا اسے مقارنت سے خارج کردیتاہے نیز جب متابعت کی قسموں کے کل احکام میں نے تین پائے، سنّت، کراہت (جب بلاضرورت ہو) مطلق کراہت شدیدہ، تومیں نے احکام کی تعداد کے مطابق اقسام کی تعداد کو پسند کیا۔ اور فاضل محقق کی تقسیم میں ایسانہیں ہے کیونکہ ان کی مقارنت والی قسم (دومتضاد صورتوں) جن میں سے ایک انتہائی کامل مطلوب ہے اوردوسری انتہائی ناپسندیدہ، یعنی متصلہ اور متقدمہ پر مشتمل ہے جیساکہ تومعلوم کرچکاہے بہرصورت حاصل ایک ہے، الحمدللہ۔

اسی میں ہے:

قال فی شرح المنیة متابعة الامام من غیرتاخیر واجبة فان عارضھا واجب یأتی به ثم یتابع کمالوقام الامام قبل ان یتم المقتدی التشھد فانه یتمه ثم یقوم[1] ھ ملخصا۔	شرح المنیہ میں فرمایا ہے متابعت امام بغیر کسی تاخیر کے واجب ہے اگر کسی واجب کامتابعت کے ساتھ تعارض ہوجائے تو اسے بجالائے پھر متابعت کرے مثلاً مقتدی کے تشہد مکمل کرنے سے پہلے امام نے قیام کرلیا تو مقتدی تشہد مکمل کرکے قیام کرے اھ تلخیصًا (ت)

درمختار میں ہے:

لورفع الامام رأسه من الرکوع او	اگرامام نے رکوع یا سجود سے سراٹھالیا حالانکہ

---

[1] ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۴۷

السجود قبل ان یتم المأموم التسبیحات الثلث وجب متابعته بخلاف سلامه او قیامه لثالثة قبل تمام الموتم التشهد فانه لایتابعه بل یتمه لوجوبه[1]۔	مقتدی نے تین تین تسبیحات نہیں کہی تھیں تو مقتدی پر امام کی متابعت لازم ہے۔ بخلاف مقتدی کے تشہد مکمل نہ کرنے کی صورت میں جب امام سلام پھیرے یا تیسری رکعت کی طرف کھڑا ہوجائے تو اب مقتدی متابعت نہ کرے کیونکہ تشہد واجب ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله فانه لایتابعه الخ ای ولوخاف ان تفوته الرکعة الثالثة مع الامام کما صرح به فی الظهیریة[2]۔	قولہ فانہ لایتابعہ الخ یعنی اگرچہ اسے یہ خوف ہو کہ امام کے ساتھ تیسری رکعت فوت ہوجائے گی، جیسا کہ ظہیریہ میں اس پر تصریح ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

سجود السهو یجب علی مقتد بسهو امامه لابسهوه اصلا[3] (ملخصًا)	امام کے بھول جانے کی وجہ سے مقتدی پر سجدہ سہو لازم ہوتا ہے مگر مقتدی کے بھولنے کی وجہ سے سجدہ لازم نہیں ہوتا نہ مقتدی پر نہ امام پر (ملخصًا) (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی النهر ثم مقتضی کلامهم انه یعیدها لثبوت الکراهة مع تعذر الجابر[4] ھ قلت فاذا کان هذا فی السهو فالعمد اولی بالاعادة مع تصریحهم بانها هی سبیل کل صلاة ادیت مع کراهة التحریم والله تعالٰی اعلم۔	نہر میں ہے کہ کلام فقہا کا تقاضا ہے کہ مقتدی نماز کو ثبوت کراہت کی وجہ سے لوٹائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ (امام کی متابعت کی وجہ سے) نقصان پورا نہیں ہوسکتا اھ قلت جب یہ صورت سہو میں ہے تو عمد میں بطریق اولٰی اعادہ ہوگا اور اس پر تو فقہاء کی تصریح ہے کہ ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی سے ادا کی جائے اس کا اعادہ واجب ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] الدرالمختار فصل اذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ کبر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۵

[2] ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۶۶

[3] الدرالمختار باب سجود السہو مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۲

[4] ردالمحتار باب سجود السہو مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۴۹

مسئلہ ۹۶۶ : از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولانا حشمت علی صاحب طالب علم قادری رضوی ۲۹/ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا پڑھی مقتدی کے منہ سے عادۃً صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نکل گیا نماز فاسد ہوئی یا نہیں؟

الجواب:

اس میں جواب امام مقصود نہیں ہوتا بلکہ امتثال امر الٰہی، لہٰذا فساد نماز نہیں۔

مسئلہ ۹۶۷ : از میرٹھ لال کرتی کوٹھی حافظ عبدالکریم صاحب مرسلہ مولوی محمد احسان الحق صاحب ۲۷/ رمضان ۱۳۲۹ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

(۱) زید ایک مسجد کا امام تراویح میں قرآن مجید سناتا ہے عمرو اسی مسجد کا مؤذن۔ مہتممان مسجد کی طرف سے زید کا سامع مقرر کیا گیا ہے، محمود ایک تیسرا شخص ہے جو ہمیشہ یا کبھی کبھی اسی مسجد میں زید کے پیچھے تراویح پڑھا کرتا ہے اگر محمود کے خیال میں زید (امام) نے کچھ غلط پڑھا اور عمرو مقرر کیا ہوا سامع سہوًا یا عمدًا خاموش رہا یا یہ کہ زید نے صحیح پڑھا اور عمرو نے سہوًا یا عمدًا غلط بتایا یا یہ کہ زید نے غلط پڑھا اور عمرو نے بھی سہوًا یا عمدًا غلط بتایا تو ان تینوں صورتوں میں محمود شخص ثالث کو غلطی کی تصحیح کا اگرچہ وہ غلطی مفسد نماز نہ ہو حق حاصل ہے یا نہیں اور ایسی تصحیح اس کو حالت قرات میں کرنی چاہئے یا بعد اختتام نماز کے وجوبًا کرنی چاہئے یا اختیارًا۔ قرآن مجید کے غلط پڑھے جانے کے غالب گمان ہونے کی حالت میں محمود کی خاموشی اس کے لئے گنہگار ہونے کا باعث ہوگی یا نہیں؟

(۲) شرع شریف میں امامت اور مؤذن کی طرح سامعت قرآن مجید کا بھی کوئی منصب مقرر ہے یا نہیں یعنی آیا یہ بات شرعًا جائز ہے کہ کوئی شخص قرآن مجید سننے کے لئے کسی طرف سے ایسا سامع مقرر کیا جائے جس کی بلا اجازت واذن دوسرا شخص امام کو فتح نہ کرسکے۔ کسی مہتمم مسجد کا ایک ایسی بات کو جو شرعًا مستحسن و اولٰی یا واجب ہو اپنے ذاتی رسوخ اور تمکنت اور اعلٰی شخصیت کی وجہ سے حکمًا بند کردینا یعنی درصورت خلاف ورزی حکم کے خلاف کرنے والے کو مسجد سے نکلوا دینا یا آئندہ اس مسجد میں نماز نہ پڑھنے کی ہدایت کرنا یا اور تشدد کرنا شرعًا و اخلاقًا کیسا ہے خصوصًا اس حالت میں کہ جس فعل کے ارتکاب سے دوسروں کو تشدد کے ساتھ روکا جاتا ہو خود مانع اس کو انہیں تغیر کے ساتھ متعدد بار کرچکا ہو۔ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

امام جب ایسی غلطی کرے جو موجب فساد نماز ہو تو اس کا بتانا اور اصلاح کرانا ہر مقتدی پر فرض کفایہ ہے ان میں سے جو بتادے گا سب پر سے فرض اُتر جائے گا اور کوئی نہ بتائے گا تو جتنے جاننے والے تھے سب مرتکب حرام ہوں گے اور نماز سب کی باطل ہو جائے گی،

وذٰلك لان الغلط لما كان مفسدا كان السكوت عن اصلاحه ابطالا للصلاة وھو حرام بقوله تعالٰی وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾[1] ۔	وجہ یہ کہ غلطی جب مفسد ہو تو اس کی اصلاح کرنے پر خاموشی، نماز کے بطلان کا سبب ہے اور اللہ تعالٰی کے اس ارشاد مبارک کی وجہ سے حرام ہے کہ " تم اپنے اعمال کو باطل نہ کرو"۔ (ت)

اور ایک کا بتانا سب پر سے فرض اس وقت ساقط کرے گا کہ امام مان لے اور کام چل جائے ورنہ اوروں پر بھی بتانا فرض ہوگا یہاں تک کہ حاجت پوری اور امام کو وثوق حاصل ہو، بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک کے بتائے سے امام کا اپنی غلط یاد پر اعتماد نہیں جاتا اور وہ اس کی تصحیح کو نہیں مانتا اور اس کا محتاج ہوتا ہے کہ متعدد شہادتیں اس کی غلطی پر گزریں تو یہاں فرض ہوگا کہ دوسرا بھی بتائے اور اب بھی امام رجوع نہ کرے تو تیسرا بھی تائید کرے یہاں تک کہ امام صحیح کی طرف واپس آئے،

وذٰلك لان الاصلاح ھھنا فرض و مالایتم الفرض الابه فھو فرض اقول ونظیرہ ان الشھادۃ فرض کفایة فان علم الشاھد انه اسرع قبولا عند القاضی وجب علیه الاداء عینا و ان کان ھناك من تقبل شھادته[2] كما فی الخانیة والفتح والوھبانیة والبحر والدر وغیرھا۔	اس لئے کہ یہاں اصلاح فرض ہے اور ہر وہ چیز جس کے بغیر فرض مکمل نہ ہو وہ فرض ہوتی ہے اقول اس کی نظیر گواہی ہے جو فرض کفایہ ہے اگر کوئی گواہ جانتا ہے کہ اس کی گواہی قاضی کے ہاں زیادہ مقبول ہے تو اس پر ادائیگی شہادت لازم ہے اگرچہ وہاں ایسے گواہ ہوں جن کی گواہی قبول کی جاسکتی ہو خانیہ، فتح، وہبانیہ، بحر اور در وغیرہ۔ (ت)

اور اگر غلطی ایسی ہے جس سے واجب ترک ہو کر نماز مکروہ تحریمی ہو تو اس کا بتانا ہر مقتدی پر

---

[1] القرآن ۴۷/ ۳۳

[2] بحر الرائق کتاب الشہادات مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۵۸،۵۷

واجب کفایہ ہے اگر ایک بتادے اور اس کے بتانے سے کاروائی ہو جائے سب پر سے واجب اتر جائے ورنہ سب گنہگار رہیں گے،

فان قیل له مصلح اٰخر وهو سجود السهو فلایجب الفتح عینا قلت بلی فان ترك الواجب معصیة وان لم یاثم بالسهو و دفع المعصیة واجب ولایجوز التقریر علیها بناء علی جابر یجرها کمالایخفی۔	اگر یہ کہا جائے کہ یہاں اصلاح کی دوسری صورت، بصورتِ سجدہ سہو موجود ہے تو یہاں لقمہ دینا واجب نہ ہوگا، قلّت کیوں نہیں، کیونکہ ترک واجب گناہ ہے اگرچہ امام سہو سے گناہگار نہیں ہوتا، اور گناہ سے بچنا ضروری ہے تو معصیت پر اثبات اس لئے کہ کسی دوسرے سے اس کا ازالہ کرلیا جائے گا جائز نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔(ت)

اور اگر اس غلطی میں نہ فساد نماز ہے نہ ترک واجب، جب بھی ہر مقتدی کو مطلقاً بتانے کی اجازت ہے **هو**[1] **الصحیح کما نص علیه فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر** (یہی صحیح ہے جیسا کہ اس پر در وغیرہ میں تصریح ہے۔ت) مگر یہاں وجوب کسی پر نہیں لعدم الموجب اقول مگر دو صورتوں میں ایک یہ کہ امام غلطی کرکے خود متنبہ ہوا اور یاد نہیں آتا یاد کرنے کے لئے رکا اگر تین بار سبحان اللہ کہنے کی قدر رُکے گا نماز میں کراہتِ تحریم آئے گی اور سجدہ سہو واجب ہوگا،

فی الدر المختار اذا شغله الشك فتفکر قدر اداء رکن ولم یشتغل حالة الشك بقراءۃ، وجب علیه سجود السهو[2]۔	درمختار میں ہے جب کوئی شک میں پڑ جائے اور وہ ایک رکن کی ادائیگی کے مقدار غور کرتا رہے اور حالتِ شک میں قراءت میں مشغول نہ ہوا تو اس پر سجدہ سہو لازم ہوگا(ت)

تو اس صورت میں جب اُسے رُکا دیکھیں مقتدیوں پر بتانا واجب ہوگا کہ سکوت قدر ناجائز تک نہ پہنچے، دوسرے یہ کہ بعض ناواقفوں کی عادت ہوتی ہے جب غلطی کرتے ہیں اور یاد نہیں آتا تو اضطراراً اُن سے بعض کلمات بے معنی صادر ہوتے ہیں کوئی اُوں اُوں کہتا ہے کوئی کچھ اور، اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے تو جس کی یہ عادت معلوم ہے وہ جب رکنے پر آئے مقتدیوں پر واجب ہے کہ فوراً بتائیں قبل اس کے کہ وہ اپنی عادت کے حروف نکال کر نماز تباہ کرے،

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۰

[2] درمختار باب سجود السہو، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۳

وذٰلك لانه اذن يكون صيانته عن البطلان وهى فريضة غير ان وقوعه مظنون للعادة لامقطوع به فينزل فيما يظهر الى الوجوب۔	وجہ یہ ہے کہ اس وقت اس کا بطلان سے بچانا ہے جو کہ فریضہ ہے لیکن عادت کی بنا پر اس کا وقوع صرف ظنی ہے قطعی نہیں ہے تو موجودہ صورت میں یہ فرض سے مرتبہ وجوب پر آجائے گا۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

نص القاضى فى شرح الجامع الصغير على انه الاصح وعلله هو وغيره بانه لولم يفتح ربما يجرى لسانه مايكون مفسدا[1] ھ **اقول:** ولايرد عليه مافى الحلية انه كما يكره للامام الجاء القوم الى الفتح عليه، يكره للمقتدى ان يفتح عليه من ساعته، قال فى الذخيرة لانه ربما يتذكر الامام من ساعته فتكون قراءته خلفه قراءة من غيرحاجة[2] ھ فان هذا حيث لم يخش الفساد اما اذا خشى كما ذكرنا فحاجة واى حاجة۔	قاضی نے شرح جامع صغیر میں اس کے اصح ہونے کی تصریح کی انہوں نے اور دیگر علما نے علت یہ بیان کی ہے کہ اگر وہ لقمہ نہیں دیتا تو بعض اوقات امام کے زبان پر ایسے الفاظ جاری ہوجاتے ہیں جو نماز کے لئے مفسد ہوتے ہیں **اقول:** (میں کہتا ہوں) یہاں وہ اعتراض وارد نہیں ہوسکتا جو حلیہ میں ہے کہ جس طرح امام کا قوم کو لقمہ پر مجبور کرنا مکروہ ہے اسی طرح مقتدی کا فی الفور امام کو لقمہ دینا بھی مکروہ ہے۔ ذخیرہ میں ہے اس لئے کہ بعض اوقات امام کو اسی وقت یاد پڑتا ہے تو امام کے پیچھے مقتدی کی قرات بغیر حاجت کے ہوگی اھ لیکن یہ وہاں ہے کہ جہاں فساد کا خوف نہ ہو، اگر وہاں فساد کا خوف ہو جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے تو اب لقمہ کی حاجت ہوگی اور وہ کوئی بھی ہوسکتی ہے۔ (ت)

اقول: اور ان دونوں صورتوں کے سواجب تراویح میں ختم قرآن عظیم ہو تو ویسے بھی مقتدیوں کو بتانا چاہئے جبکہ امام سے نہ نکلے یا وہ آگے رواں ہوجائے اگرچہ اس غلطی سے نماز میں کچھ خرابی نہ ہو کہ مقصود ختم کتاب عزیز ہے اور وہ کسی غلطی کے ساتھ پورا نہ ہوگا، یہاں اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت نہ بتائے بعد سلام اطلاع کردے امام دوسری تراویح میں اُتنے الفاظ کریمہ کا صحیح طور پر اعادہ کرلے مگر اولٰی بھی بتانا ہے کہ

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

حتی الامکان نظم قرآن اپنی ترتیب کریم پر ادا ہو۔ خانیہ و ہندیہ وغیرہ میں ہے:

اذ غلط فی القراء ۃ فی التراویح فترك سورۃ او اٰیۃ وقرأما بعدھا فالمستحب له ان یقرء المتروکۃ ثم المقروأۃ لیکون علی الترتیب[1]۔	جب تراویح میں قرأت میں غلطی ہوجائے سورت یا آیت چھوڑدی اور اس کے بعد والی پڑھ لی تو مستحب یہ ہے کہ پہلے متروکہ پڑھے پھر تلاوت کردہ، تاکہ ترتیب درست ہو جائے (ت)

اور ان تمام احکام میں جملہ مقتدی یکساں ہیں امام کو بتانا کسی خاص مقتدی کا حق نہیں، ارشادات حدیث و فقہ سب مطلق ہیں ابن عساکر نے سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

قال امرنا النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ان نرد علی الامام[2]۔	ہم کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ امام پر اس کی غلطی رد کریں۔

ابن منیع نے مسند اور حاکم نے مستدرک میں ابوعبدالرحمٰن سے روایت کی:

قال قال علی کرم اللہ تعالٰی وجھه من السنۃ ان تفتح علی الامام اذاستطعمك قیل لابی عبدالرحمٰن مااستطعام الامام قال اذا سکت[3]۔	فرمایا: امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ، نے فرمایا سنت ہے کہ جب امام تم سے لقمہ مانگے تو اسے لقمہ دو، ابوعبدالرحمان سے کہا گیا امام کا مانگنا کیا، کہا جب وہ پڑھتے پڑھتے چپ ہوجائے۔

کتب مذہب میں عموماً یجوز فتحہ علی امامہ فرمایا جس میں ضمیر مطلق مقتدی کی طرف ہے کہ اسے امام کو بتانے کی اجازت ہے مسئلہ کی دلیل جو علماء نے فرمائی وہ بھی تمام مقتدی کو شامل ہے۔ بحرالرائق وغیرہ میں ہے:

لانه تعلق به اصلاح صلاته لانه لولم یفتح ربما یجری علی لسانه مایکون مفسد اولاطلاق ماروی عن علی رضی اللہ تعالٰی عنه اذاستطعمکم الامام فاطعموه	کیونکہ اس کے ساتھ اصلاح نماز کا تعلق ہے کیونکہ اگر لقمہ نہ دیا تو بعض اوقات امام کی زبان پر ایسے کلمات جاری ہوجاتے ہیں جو مفسد نماز ہیں، اور حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کا اطلاق بھی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ فصل فی التراویح مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۱۸/۱

[2] المستدرک علی الصحیحین کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲۷۰/۱

[3] المستدرک علی الصحیحین کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲۷۰

واستعامه سکوته ولهذا لوفتح علی امامه بعد ما انتقل الی اٰیة اخری لاتفسد صلاته وهو قول عامة المشایخ لاطلاق المرخص[1] اھ مختصرا۔	یہی تقاضا کرتا ہے جب امام تم سے لقمہ مانگے تو اسے لقمہ دو، امام کا قراءت سے سکوت کرنا لقمہ طلب کرنا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر امام نے دوسری آیت کی طرف انتقال کرلیا پھر لقمہ دیا گیا تو نماز فاسد نہ ہوگی، اور یہی اکثر مشائخ کا قول ہے کیونکہ اجازت مرحمت فرمانے والی نصوص میں اطلاق ہے اھ اختصارًا (ت)

حتی کہ بالغ مقتدیوں کی طرح تمیز دار بچہ کا بھی اس میں حق ہے کہ اپنی نماز کی اصلاح کی سب کو حاجت ہے قنیہ پھر بحر پھر ہندیہ میں ہے: **وفتح المراھق کالبالغ**[2] (تمیز دار بچے کا لقمہ دینا بالغ کے لقمہ کے حکم میں ہے۔ ت) قوم کا کسی کو سامع مقرر کرنے کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ اس کے غیر کو بتانے کی اجازت نہیں اور اگر کوئی اپنے جاہلانہ خیال سے یہ قصد کرے بھی تو اس کی ممانعت سے وہ حق کہ شرع مطہر نے عام مقتدیوں کو دیا کیونکر سلب ہوسکتا ہے اور اس کے سبب کسی مسلمان پر تشدد یا مسجد میں آنے سے ممانعت یا معاذاللہ مسجد سے نکلوادینا سخت حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۱۹۰﴾[3]	زیادتی نہ کرو اللہ دوست نہیں رکھتا زیادتی کرنے والوں کو۔

اور فرماتا ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ[4]	اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نام خدا لینے سے روکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ[5]۔ رواہ الطبرانی فی المعجم الاوسط عن	جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی بیشک اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔ اسے طبرانی نے معجم اوسط میں

---

[1] بحر الرائق باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۲

[2] فتاوٰی ہندیہ باب فیما مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا نورانی کتب خانہ پشاور ۹۹/۱

[3] القرآن ۱۹۰/۲

[4] القرآن ۱۱۴/۲

[5] الترغیب والترہیب من تخطی الرقاب یوم الجمعۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵۰۴/۱، مجمع الزوائد بحوالہ معجم اوسط باب فیمن یتخطی رقاب الناس الخ مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۱۷۹/۲

عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه بسند حسن۔	حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن روایت کیا۔ (ت)

اور دوسرے کو منع کرنا اور خود مرتکب ہونا دوسرا الزام ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ② كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ③ [1]	اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے اللہ کو سخت ناپسند ہے یہ کہ کہو اور نہ کرو۔

اس بیان سے جملہ مدارج سوال کا جواب منکشف ہوگیا بیشک محمود کو سب صورتوں میں عین نماز میں بتانے کا حق حاصل ہے کہیں وجوبًا کہیں اختیارًا، جس کی تفصیل اوپر گزری اور بحال وجوب عینی خاموشی میں گناہ ہوگا خصوصًا اس حالت میں کہ عمرو غلط بتائے کہ اب تو بہت جلد فورًا فورًا صحیح بتانے کی طرف مبادرت واجب ہے کہ بتانا تعلیم و کلام تھا اور بضرورت اصلاح نماز جائز رکھا گیا اور غلط بتانے میں نہ اصلاح نہ ضرورت۔ تو اصل پر رہنا چاہئے تو عمرو نے اگر قصدًا مغالطہ دیا جب تو یقینا اس کی نماز جاتی رہی اور اگر امام اس کے مغالطے کو لے گا عام ازیں کہ امام نے غلط پڑھا ہو یا صحیح، تو ایک شخص خارج از نماز کا امتثال یا اس سے تعلّم ہوگا اور یہ خود مفسد نماز ہے تو امام کی نماز جائے گی اور اس کے ساتھ سب کی باطل ہوگی، لہٰذا اس فساد کا انسداد فورًا واجب ہے، بحرالرائق میں ہے:

القیاس فسادها به وانما ترك للحاجة فعند عدمها یبقی الامر علی اصل القیاس [2] ھ مختصرا۔	قیاس کے مطابق نماز اس کے ساتھ فاسد ہوجائے گی البتہ حاجت کی بناپر قیاس متروک ہے جب حاجت نہیں تو معاملہ اصل قیاس کے مطابق ہی ہوگا اھ اختصارًا (ت)

اور اگر سہوًا غلط بتایا تو بظاہر حکم کتاب وقضیہ دلیل مذکور اب بھی وہی ہے

اقول: مگر فقیر امید کرتا ہے کہ شرع مطہر ختم قرآن مجید فی التراویح میں اس باب میں تیسیر فرمائے کہ سامع کا خود غلطی کرنا بھی نادر نہیں اور غالبًا قاری اسے لے لیتا یا اس کے امتثال کے لئے اوپر سے پھر عود کرتا ہے تو اگر ہر بار بحال سہو فساد نماز کا حکم دیں اور قرآن مجید کا اعادہ کرائیں حرج ہوگا والحرج مدفوع بالنص (دین میں تنگی کا مدفوع ہونا نص سے ثابت ہے۔ ت) بہرحال یہ حکم قابل غور ومحتاج تحریر تام ہے تو اندیشہ فساد سے تحفظ

---

[1] القرآن ٦١/٣

[2] بحرالرائق باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ٢/٧

کے لئے عمرو کے غلط بتانے کی حالت میں مطلقاً دوسروں کو صحیح بتانے کی طرف فوراً فوراً مبادرت چاہئے۔ **واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۹۶۹: از میرٹھ لال کرتی بازار مرسلہ حاجی شیخ علاء الدین صاحب رئیس ۲۵/ربیع الآخر شریف ۱۳۳۰ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک امام مسجد میں تراویح پڑھاتا ہے اور ایک سامع حافظ بھی اس کی تصحیح کے واسطے مقرر ہے امام اس کی تصحیح سے فائدہ اٹھاتا ہے اب کوئی حافظ بھی امام کو اپنے خیال کے موافق لقمہ دیتا ہے جو کبھی غلط اور کبھی صحیح ثابت ہوتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ سامع اپنی یادداشت کے موافق اس دوسرے بتانے والے کی تردید بھی کرتا ہے اور امام اس شش وپنج میں پڑجاتا ہے کہ کس کا قول مانا جائے غرض کہ امام کو کئی شخصوں کے لقمہ دینے سے اور زیادہ شکوک پیدا ہوتے ہیں اور پریشان ہو کر معمول سے زیادہ غلطی کرنے لگتا ہے، چنانچہ یہ بات بارہا تجربہ سے ثابت ہوچکی ہے، علاوہ ازیں اکثر نوجوان ایسے ہوتے ہیں جو محض اپنی یاد جتانے کے واسطے ذرا ذرا شبہے پر لقمہ دیتے ہیں اور قاری کو پریشان کرتے ہیں اور بعض اوقات امام اور نئے بتانے والے میں غلط بتانے پر جھگڑا بھی ہوتا ہے اور قاری ملامت کرتا ہے کہ کیوں غلط بتایا جس کے باعث نماز میں بے لطفی پیدا ہوتی ہے، ان امور پر لحاظ فرماکر علمائے کرام اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ اور حفّاظ بعد سلام اپنے شکوک کا اظہار فرمائیں اگر فی الواقع وہ غلطی نکلے گی اور اس کی وجہ سے نماز میں نقصان کچھ واقع ہوگا تو نماز دہرالی جائے گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ فقط کراہت کی وجہ سے نماز دہرائی جائے؟ ایسی صورتوں میں ان حفاظ کو باوجود اپنے شک کے کہ قاری غلط پڑھتا ہے سکوت کرنے میں کچھ گناہ تو لازم نہیں آتا خصوصاً ایسی صورت میں کہ جب ان کو ایسے شبہات کے موقع پر جس سے نماز میں قطعاً فساد پیدا ہوتا ہو، بولنے کی اجازت بھی دے دی جائے کیونکہ اگر حافظ عالم بھی ہو تو ایسے فساد معنی پر اس کو کماحقہ آگاہی ہوجائے گی اور ایسے مواقع میں شبہۃً نہیں بلکہ یقیناً اس کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ موقع فساد نماز کا ہے **بیّنوا توجروا**

الجواب:

یہاں چند امور ہیں جن کے علم سے حکم واضح ہوجائے گا:

(۱) امام کو فوراً بتانا مکروہ ہے، ردالمحتار میں ہے: **یکرہ ان یفتح من ساعتہ**[1] (فی الفور لقمہ دینا مکروہ ہے۔ت)

ہاں اگر وہ غلطی کرکے رواں ہوجائے تو اب نظر کریں اگر غلطی مفسد معنی ہے جس سے نماز فاسد ہو تو بتانا لازم ہے اگر سامع کے خیال میں نہ آئی ہر مسلمان کا حق ہے کہ بتائے کہ اس کے باقی رہنے میں نماز کا فساد ہے اور دفع فساد لازم اور اگر مفسدِ معنی نہیں تو بتانا کچھ

---

[1] ردالمحتار مطلب المواضع التی لایجب فیہا رد السلام مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۲۳

ضرور نہیں بلکہ نہ بتانا ضرور ہے جبکہ اس کے سبب امام کو وحشت پیدا ہو **فان الامر بالمعروف یسقط بالایحاش کما فی الفتاوی العلمگیریۃ وغیرھا** (وحشت پیدا کرنے والا امر بالمعروف ساقط ہوجاتا ہے جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری وغیرہ میں ہے۔ ت) بلکہ بعض قاریوں کی عادت ہوتی ہے کہ غیر شخص کے بتانے سے اور زیادہ اُلجھ جاتے اور کچھ حروف اس گھبراہٹ میں اُن سے ایسے صادر ہوجاتے ہیں جس سے نماز فاسد ہوتی ہے اس صورت میں اوروں کا سکوت لازم ہے کہ اُن کا بولنا باعث فساد نماز ہوگا۔

(۲) قاری کو پریشان کرنے کی نیت حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بشروا ولاتنفروا ویسروا ولاتعسروا[1]۔	لوگوں کو خوشخبریاں سناؤ نفرت نہ دلاؤ، آسانی پیدا کرو تنگی نہ کرو۔ (ت)

اور بیشک آج کل بہت حفاظ کا یہ شیوہ ہے یہ بتانا نہیں بلکہ حقیقۃً یہود کے اس فعل میں داخل ہے

لَاتَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ[2]	(اس قرآن کو نہ سنو اس میں شور ڈالو۔ ت)

(۳) اپنا حفظ جتانے کے لئے ذرا ذرا شبہ پر روکنا ریاء ہے اور ریاء حرام ہے خصوصًا نماز میں۔

(۴) جبکہ غلطی مفسد نماز نہ ہو تو محض شبہ پر بتانا ہرگز جائز نہیں بلکہ صبر واجب، بعد سلام تحقیق کرلیا جائے، اگر قاری کی یاد صحیح نکلے فبہا اور ان کی یاد ٹھیک ثابت ہوئی تو تکمیل ختم کے لئے حافظ اتنے الفاظ کا اور کسی رکعت میں اعادہ کرلے گا حرمت کی وجہ ظاہر ہے کہ فتح حقیقۃً کلام ہے اور نماز میں کلام حرام ومفسد نماز، مگر بضرورت اجازت ہوئی جب اسے غلطی ہونے پر خود یقین نہیں تو مبیح میں شک واقع ہوا اور محرم موجود ہے لہٰذا حرام ہوا جب اسے شبہ ہے تو ممکن کہ اسی کی غلطی ہو اور غلط بتانے سے اس کی نماز جاتی رہے گی اور امام اخذ کرے گا تو اس کی اور سب کی نماز فاسد ہوگی۔ تو ایسے امر پر اقدام جائز نہیں ہوسکتا۔

(۵) غلطی کا مفسد معنی ہونا مبنائے افساد نماز ہے ایسی چیز نہیں جسے سہل جان لیا جائے، ہندوستان میں جو علماء گنے جاتے ہیں ان میں چند ہی ایسے ہوسکیں کہ نماز پڑھتے میں اس پر مطلع ہوجائیں ہزار جگہ ہوگا کہ وہ افساد گمان کریں گے اور حقیقۃً فساد نہ ہوگا جیسا کہ ہمارے فتاوٰی کی مراجعت سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان امور سے حکم مسئلہ واضح ہوگیا، صورت فساد میں یقینا بتایا جائے ورنہ تشویش قاری ہو تو نہ بتائیں اور خود شبہ ہو تو بتانا سخت ناجائز، اور جو ریاء وتشویش چاہیں اُن کو روکا جائے نہ مانیں تو اُن کو مسجد میں نہ آنے دیا جائے کہ موذی ہیں اور موذی کا دفع واجب۔

---

[1] صحیح البخاری باب ماکان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم یتخولہم بالموعظۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

[2] القرآن ۴۱/ ۲۶

درمختار میں ہے: **ویمنع کل موذ ولو بلسانہ**[1] (ہر ایذا دینے والے کو مسجد سے منع کیاجائے گا اگرچہ وہ زبان سے ایزادے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۹۷۰: ازجلال پور ڈاک خانہ خداگنج ضلع شاہجہاں پور مرسلہ سید مشتاق علی صاحب ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۰ھ

ذات فیض سمات قبلہ ارباب علم وکعبہ اصحاب حلم کی ہمیشہ فدویوں کے سروں پر سایہ انداز رہے، بعد سلام نیاز وشوق قدم بوسی کے عرض پرداز ہوں کہ ایک مسئلہ میں ضرورت جناب کے حکم کی بموجب شرع شریف وحدیث نبوی کے ہے کہ اس میں ہم لوگوں کو کیا کرنا چاہئے، ذیل کے سوال کا جواب بواپسی ڈاک، ہم لوگوں کو مکروہیت اور گناہ سے بچائیے، وہ یہ ہے کہ ایک صاحب نے نماز جمعہ پڑھاتے وقت مقتدی کا لقمہ درمیان قرأت کے لیا اور پھر سجدہ سہو کیا تو اس حالت میں نماز ہوئی یا نہیں؟ وجہ شک کے پیدا ہونے کی یہ ہوئی ہے کہ ایک دوسرے صاحب بمقام لکھنؤ میں نماز جمعہ پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے جو کہ کسی اسلامیہ اسکول کے غالبًا منتہی طالب علم تھے اتفاق سے قرأت میں بھول گئے لہذا میں نے فورًا لقمہ دیا معًا انہوں نے نماز سلام کے ساتھ ترک کرکے دوبارہ نماز پڑھائی اور یہ کہا کہ فرضوں میں لقمہ دینا ناجائز ہے فرضوں میں لقمہ دینے سے سجدہ سہو کیا جائے تو بھی نماز نہیں ہوتی ہے، میری غلطی یہ ہوئی کہ میں نے اُن صاحب سے بالتشریح نہ دریافت کیا کہ اس کا کیا ثبوت۔ علاوہ اس کے اُن صاحب نے یہ بھی کہا کہ بجز تراویح کے دوسری نماز فرض یا واجب کسی میں لقمہ دینا بھی جائز نہیں لہذا اس کی بابت بواپسی جواب جلد سرفراز فرمائیے۔

الجواب:

امام جب نماز یا قرأت میں غلطی کرے تو اسے بتانا لقمہ دینا مطلقًا جائز ہے خواہ نماز فرض ہو یا واجب یا تراویح یا نفل، اور اس میں سجدہ سہو کی بھی کچھ حاجت نہیں، ہاں اگر بھولا اور تین بار **سبحٰن اللہ** کہنے کی دیر چپکا کھڑا رہا تو سجدہ سہو آئے گا جس نے لقمہ دینے کے سبب نیت توڑدی اس نے محض جہالت برتی اور مبتلائے حرام ہوا کہ بے سبب نیت توڑدینا حرام ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۹۷۱: از بنگلور ڈاکخانہ گجادھر گنج لائن مین اسٹیشن بکسر مسؤلہ حاجی عبداللہ خاں ۲۳/ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی نماز امام پڑھاتا ہو اور درمیان میں رک گیا لقمہ

---

[1] الدرالمختار باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۹۴

دینا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر لقمہ دیا گیا تو سجدہ سہو جائز ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

امام کو لقمہ دینا ہر نماز میں جائز ہے جمعہ ہو یا کوئی نماز، بلکہ اگر اس نے ایسی غلطی کی جس سے نماز فاسد ہوگی تو لقمہ دینا فرض ہے، نہ دے گا اور اس کی تصحیح نہ ہوگی تو سب کی نماز جاتی رہے گی اور لقمہ دینے سے سجدہ سہو نہیں آتا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

باب مکروهات الصّلٰوة

(مکروہات نماز کا بیان)

مسئلہ ۹۷۲: از کلکتہ فوجداری بالاخانہ دکان ۳۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۸/ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کا دو ستونوں کے بیچ میں اور مقتدیوں سے تین گرہ اونچی جگہ پر کھڑا ہونا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب:

امام کا دو ستونوں کے بیچ میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

فی معراج الدرایة من باب الامامة الاصح ماروی عن ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه قال اکرہ للامام ان یقوم بین الساریتین اوزاویة او ناحیة المسجد اوالی ساریة لانه بخلاف عمل الامة[1]۔	معراج الدرایۃ کے باب الامامت میں ہے کہ اصح روایت کے مطابق امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یہی منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: میں امام کا دو ستونوں کے درمیان یا زاویہ یا مسجد کی ایک جانب یا ستون کی طرف کھڑا ہونا مکروہ جانتا ہوں کیونکہ یہ اُمتِ محمدیہ کے عمل کے خلاف ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب مکروہات الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۸

اسی طرح امام کا تمام مقتدیوں سے بلند جگہ میں ہونا بھی مکروہ۔ سنن ابی داؤد میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا ام الرجل القوم فلایقم فی مکان ارفع من مقامھم اونحوذٰلک[1]۔	یعنی جب کوئی شخص نمازیوں کی امامت کرے تو اُن کے مقام سے اُونچی جگہ میں نہ کھڑا ہو۔

ابوداؤد وابن حبان وحاکم حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

وھذا لفظ الحاکم فی مستدرکہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی ان یقوم الامام فوق ویبقی الناس خلفہ[2]۔	حاکم کی مستدرک میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور پر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ امام اونچا کھڑا ہو اور مقتدی نیچے رہیں،

پھر ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم نے ظاہر الروایہ میں اس کراہت بلندی وپستی کو کسی مقدار معین مثلاً ایک ذراع شرعی وغیرہ پر موقوف نہ مانا بلکہ جس قدر سے امام وقوم کا مقام میں امتیاز واقع ہو مطلقاً باعث کراہت جانا اور اسی کو امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی قدس سرہ الربانی نے بدائع میں صحیح اور امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام صاحب فتح القدیر وغیرہ محققین نے اوجہ وارجح فرمایا اور یہی اطلاق احادیث کا مفاد، تو اسی پر فتوٰی اور اسی پر اعتماد، ولہٰذا منیہ ونقایہ وجامع الرموز وغیرہا میں حکم کراہت کو مطلق رکھا، درمختار میں ہے:

کرہ انفراد الامام علی الدکان للنھی وقدر الارتفاع بذراع ولاباس بما دونہ وقیل مایقع بہ الامتیاز وھو الاوجہ ذکرہ الکمال وغیرہ[3]۔	امام کا اونچی جگہ تنہا کھڑا ہونا مکروہ ہے کیونکہ اس پر نہی وارد ہے اور اونچائی کی مقدار ایک ذراع ہے اس سے کم ہو تو کوئی حرج نہیں، بعض کی رائے میں اتنی اونچائی مکروہ ہے جس سے امتیاز پیدا ہو، یہی مختار ہے کمال وغیرہ نے اسے ذکر کیا۔ (ت)

---

[1] سنن ابوداؤد باب الامام یقوم مکانا ارفع من مکان القوم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۸۸/۱

[2] المستدرک علی الصحیحین نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یقوم الامام الخ مطبوعہ المطبوعات الاسلامیہ بیروت ۲۱۰/۱

[3] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مجتبائی دہلی بھارت ۹۲/۱

ردالمحتار میں ہے:

قولہ وقیل الخ ھو ظاھر الروایۃ کما فی البدائع قال فی البحر والحاصل ان التصحیح قد اختلف والاولی العمل بظاھر الروایۃ واطلاق الحدیث[1] اھ و کذا رجحہ فی الحلیۃ۔	قولہ وقیل الخ یہی ظاہر روایت ہے جیسا کہ بدائع میں ہے، بحر میں کہا ہے الغرض تصحیح میں اختلاف ہے لیکن ظاہر روایت اور اطلاق حدیث پر عمل بہتر ہے اھ حلیہ میں اسی کو ترجیح ہے۔

امام ملک العلماء ابوبکر بدائع میں فرماتے ہیں:

الصحیح جواب ظاھر الروایۃ لماروی ان حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہما قام بالمدائن یصلی بالناس علی دکان فجذبہ سلمان الفارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ ثم قال ما الذی اصابك اطال العھد ان نسیت اما سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول لایقوم الامام علی مکان انشر مما علیہ اصحابہ وفی روایۃ اماعلمت ان اصحابك یکرھون ذلك فقال تذکرت حین جذبتنی[2]۔	ظاہر الروایہ کا جواب صحیح ہے کیونکہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالٰی عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ وہ مدائن میں نماز پڑھانے کے لئے اونچی جگہ کھڑے ہوتے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انہیں نیچے کھینچا اور فرمایا کیا ہوگیا کیا وقت زیادہ گزرگیا ہے یا آپ بھول گئے؟ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ امام ایسی جگہ کھڑا نہ ہو جہاں وہ اپنے ساتھیوں سے جُدا ہوجائے۔ دوسری روایت کے الفاظ میں ہے کہ کیا آپ نہیں جانتے کہ تمہارے ساتھی اس بات کو پسند نہیں کرے، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا مجھے اس وقت یہ بات یاد آگئی جب تم نے مجھے کھینچا۔ (ت)

منیہ میں ہے:

یکرہ ان یقوم ینفرد فی مکان اعلی	یہ مکروہ ہے کہ امام اکیلا ایسی جگہ کھڑا ہو کہ قوم

---

[1] ردالمحتار باب مایفسد الصلوٰۃ الخ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۸

[2] بدائع الصنائع فصل وامابیان مایستحب فیہا ومایکرہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۱۶

من مکان القوم اذا لم یکن بعض القوم معه [1]۔	سے بلند ہو جبکہ اس کے ساتھ کچھ لوگ بھی نہ ہوں۔ (ت)

نقایہ کے مکروہات الصلاۃ میں ہے: وتخصیص الامام بمکان (امام کا جگہ مخصوص کرنا۔ ت) شرح علامہ شمس الدین محمد میں ہے:

(تخصیص الامام) ای انفراده (بمکان) اما بان یکون مقامه اعلی او اسفل من مکان القوم [2] الخ ویأتی تمامه۔	(تخصیص امام سے مراد) اس کا الگ ہونا ہے (بمکان) یا تو اس کا مقام قوم سے اوپر ہوگا یا نیچے ہوگا الخ اس کی تفصیل آرہی ہے (ت)

ہمارے مذہب کے قواعد مقررہ سے ہے کہ عند اختلاف الفتیا (جب فتوٰی میں اختلاف ہو۔ ت) ظاہر الروایۃ پر عمل واجب ہے، بحر الرائق میں ہے:

اذا اختلف التصحیح وجب الفحص عن ظاهر الروایة والرجوع الیها [3]۔	جب تصحیح اقوال میں اختلاف ہو تو ظاہر الروایۃ کی تلاش اور اس کی طرف رجوع واجب ہوتا ہے (ت)

اور علماء فرماتے ہیں جب روایت ودرایت متطابق ہوں تو عدول کی گنجائش نہیں۔ علامہ حلبی نے غنیہ میں فرمایا:

لایعدل عن الدرایة ماوافقتها روایة [4]۔	اس درایت سے اعراض نہیں کیا جائے گا جو روایت کے موافق ہو۔ (ت)

یہاں جبکہ یہی ظاہر الروایۃ اور اسی کے مطابق دلیل وروایت تو لاجرم قول یہی ہے کہ ادنی مابه الامتیاز (جس سے کم از کم امتیاز پیدا ہو جائے۔ ت) بلندی بھی مکروہ ہے ہاں ایسا قلیل تفاوت جس سے امتیاز ظاہر نہ ہو عفو ہے فان فی اعتبارہ حرجا والحرج مدفوع بالنص (کیونکہ اس کے اعتبار کرنے میں حرج وتنگی ہے اور تنگی نصوص کی وجہ سے مدفوع ہے۔ ت) یونہی اگر پہلی صف امام کے سات ہو باقی صفیں نیچی تو بھی مذہب اصح میں کچھ حرج نہیں

---

[1] منیۃ المصلی بحث یکرہ ان یصلی علی بساط فیہ تصاویر مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۳۶۶

[2] جامع الرموز فصل مایفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۹۴

[3] بحر الرائق، باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۶

[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی واجبات الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۹۵

کماقدمنا عن المنیة وغیرھا وقال فی الدر المختار لم یکرہ لوکان معه بعض القوم فی الاصح[1] ھ۔**اقول:** وربما یشیرالیه مافی حدیث الحاکم ویبقی الناس خلفه فافھم۔	جیسا کہ ہم نے منیہ وغیرہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور درمختار میں فرمایا ہے کہ اصح قول کے مطابق اگرامام کے ساتھ کچھ لوگ ہوں تو کراہت نہ ہوگی اھ **اقول:** اس کی طرف حدیث حاکم کے یہ الفاظ اشارہ کرتے ہیں "اور لوگ اس کے پیچھے ہوں "اس کو سمجھ۔ (ت)

اور شک نہیں کہ تین گرہ بلندی قطعًا ممتاز و باعث امتیاز ہے کہ ہر شخص بنگاہِ اولیں فورًا تفاوت بین جان لے گا تو مذہب معتمد پر اس کی کراہت میں شبہہ نہیں بلکہ علما تصریح فرماتے ہیں کہ امام کے لئے تخصیص مکانی کراہت میں یہ صورت بھی داخل کہ مثلًا وہ مکان مسقف میں ہو اور مقتدی صحن میں، شرح نقایہ میں بعد عبارت مذکورہ ہے:

وامابان یکون فی صُفّة، وھم فی وسط الدار مثلا کما فی الجوھر وامابان یقوموا فی المسجد والامام فی طاق یتخذ فی المحراب[2]۔	امام چھت میں ہو اور لوگ صحن کے درمیان، جیسا کہ جواہر میں ہے یالوگ مسجد میں ہوں اور امام طاق میں ہوجو محراب میں بنایا گیاہو۔ (ت)

یہاں تک کہ امام مقتدیوں سے تقدیم کو فرماتے ہیں یہ بھی تخصیص مکانی ہے اگر شریعت مطہرہ میں اس کا حکم نہ آتا مکروہ ہوتا، علامہ برجندی نے شرح نقایہ میں فرمایا:

یدخل فی تخصیص الامام بمکان قیامه فی الطاق ای المحراب بحیث یکون قدماہ فیه والتقدم علی القوم وان کان تخصیصاله بمکان لکنه مستثنی شرعا[3]۔	امام کے لئے تخصیص مکان میں یہ صورت بھی شامل ہے جب وہ طاق یعنی محراب میں اس طرح کھڑا ہو کہ اس کے قدم محراب کے اندر ہوں، امام کا قوم سے مقدم ہونا بھی اگرچہ تخصیص مکان میں شامل ہے مگر اس کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ (ت)

جب ایسے فرق کو بھی تخصیص مکانی ٹھہراتے ہیں حالانکہ مکان واحد اور زمین ہموار ہے جس میں فی نفسہٖ اصلًا

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۹۲

[2] جامع الرموز فصل مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۱۹۴

[3] البرجندی شرح مختصر الوقایۃ فصل مایکرہ فی الصلٰوۃ مطبوعہ مکتبہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، بھارت ۱/ ۱۳۰

کوئی فرق وامتیاز نہیں تو مثلًا کرسی، مکان یا چبوترہ کی بلندی اگرچہ دو تین ہی گرہ ہو بدرجہ اولٰی تخصیص مکانی باعث کراہت ہوگی کہ یہاں نفس مکان میں تفرقہ وتفاوت موجود اور دالان وصحن کے فرق میں توسرے سے درجہ ہی بدل گیا تو یہ سب صورتیں، ارشاد امام علام صدرالشریعۃ قدس سرہ و **تخصیص الامام بمکان** (امام کا جگہ مخصوص کرنا۔ت) میں داخل ہیں **جزاہ اللہ خیر جزاء** (کیا دو لفظوں میں تمام صور کا احاطہ فرمالیا اور بہت نزاعوں کا تصفیہ کردیا **فالحمد للہ رب العٰلمین** پس ثابت ہوا کہ جہاں دالانِ مسجد کی کرسی صحن مسجد سے بلندی ممتاز رکھتی ہو جیسا کہ اکثر مساجد میں ہے وہاں امام کا دوستونوں کے درمیان کھڑا ہونا جیسا کہ عوام ہند میں مشاہد ہے نہ صرف ایک کراہت بلکہ تین کراہتوں کا جامع ہوگا:

اوّلًا: یہی بین الساریتین قیام امام،

ثانیًا: مقتدیوں پر بلندی ممتاز،

ثالثًا: اس کا زیر سقف اور مقتدیوں کا صحن پر ہونا۔

ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق وھو سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ، اتم واحکم۔

یہی تحقیق مناسب ہے اور اللہ تعالٰی توفیق کا مالک ہے وہ پاک وبلند زیادہ جاننے والا اور اس کا علم اجل واعلٰی ہے۔(ت)

مسئلہ ۹۷۳ تا ۹۷۴: از شہر کہنہ بریلی مسؤلہ محمد ظہور محمد صاحب ۱۲ شوال ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) بعض شخص نماز میں رکوع کے بعد سجدہ کو جاتے وقت دونوں ہاتھوں سے دونوں پایچوں کو گھٹنوں سے اوپر کو چھڑالیا کرتے ہیں یعنی ہر رکعت میں ایسا ہی کرتے ہیں اس کی نسبت کیا حکم ہے؟

(۲) ہاتھوں کی کہنی کھول کو آستین اوپر کو چھڑھا کر نماز پڑھنے میں کس قدر نقصان ہے؟ کس درجہ کی وہ نماز ہوگی؟ زید کا خیال ہے وہ نماز مکروہ ہوئی مگر عمرو کا خیال ہے کہ مکروہ نہیں ہوئی اور عمرو کا سوال ہے کہ اگر مکروہ ہوئی تو صحت کے ساتھ بتلادیا جائے۔

الجواب:

(۱) مکروہ ہے۔

(۲) نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی، اگرنہ پھیرے گا تو گنہگار رہے گا، درمختار، حلیہ وغیرہ۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۹۷۵تا۹۷۶: ازبریلی مدرسہ منظر الاسلام مسؤلہ احسان علی مظفر پوری طالب علم بتاریخ ۱۳ شوال ۱۳۲۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) نماز کے اندر اگر ٹوپی گرجائے تو اٹھانا چاہیئے یا نہیں؟

(۲) امام قراءت یا رکوع کو کسی مقتدی کے واسطے دراز کرسکتاہے یا نہیں جبکہ مقتدی وضو کررہاہو یا مسجد میں آگیاہو اور یہ امام کو معلوم ہوگیا کہ کوئی شخص ہے کہ عنقریب شریک ہوناچاہتاہے بایں صورت رکوع میں کچھ دیر کردے تو جائز یا نہیں؟

الجواب:

(۱) اٹھالینا افضل ہے جبکہ بار بار نہ گرے اور اگر تذلل وانکسار کی نیت سے سر برہنہ رہناچاہے تو نہ اٹھانا افضل۔ درمختار میں ہے:

سقط قلنسوته فاعادتها افضل الا اذا احتاجت لتکویر او عمل کثیر[1]	نمازی کی ٹوپی گرجائے تو اس کا اٹھانا افضل ہے مگر اس صورت میں کہ باندھنے کی حاجت ہو یا عمل کثیر لازم آرہاہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الظاهر ان افضلية اعادتها حيث لم يقصد بترکها التذليل[2]۔	ظاہر یہی ہے کہ اس کا اٹھانا تب افضل ہے جب اس کے ترک میں تذلل کا ارادہ نہ ہو۔ (ت)

(۲) اگر کسی خاص شخص کی خاطر اپنے کسی علاقہ خاصہ یا خوشامد کے لئے منظور تو ایک بار تسبیح کی قدر بھی بڑھانے کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ **یخشی علیه امر عظیم** یعنی اس پر شرک کا اندیشہ ہے کہ نماز میں اتنا عمل اس نے غیر خدا کے لئے کیا اور اگر خاطر خوشامد منظور نہیں بلکہ عمل حسن پر مسلمان کی اعانت (اور یہ اس صورت میں واضح ہے کہ یہ اس آنے والے کو نہ پہچانے یا پہچانے اور اس کا کوئی تعلق خاص اس سے نہ ہو نہ کوئی غرض اس سے اٹکی ہو) تو رکوع میں دو ایک تسبیح کی قدر بڑھادینا جائز بلکہ اگر حالت یہ ہے کہ یہ ابھی سر اٹھائے لیتاہے تو وہ رکوع میں شامل ہونے نہ ہونے میں شک میں پڑجائے گا تو بڑھادینا مطلوب اور جو ابھی نماز میں نہ ملے گا مسجد میں آیا ہے وضو وغیرہ کرے گا یا وضو کرتارہے اس کے لئے

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۹۱/۱

[2] ردالمحتار باب مکروہات الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۴۷۴/۱

قدر مسنون پر نہ بڑھائے بلکہ اگر بڑھائے موجب ثقل حاضرین نماز ہوگا تو سخت ممنوع و ناجائز، المسألۃ دوارۃ فی الکتب و بسطھا الشامی من صفۃ الصلٰوۃ وماقلتہ عطر التحقیق (یہ مسئلہ کتب فقہ میں تحریر ہے، شامی نے اسے صفت صلٰوۃ میں تفصیلاً بیان کیا اور جو کچھ میں نے بیان کیا ہے یہ تحقیق کا عطرو نچوڑ ہے۔ (ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۹۷۷: یکم ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے منع کرنے پر کہ آستین چڑھے ہوئے سے نماز نہ پڑھا کرو آستین اُتار لیا کرو، جواب دیا کہ کس کا قول ہے، کس حدیث میں ہے اور اس کا راوی کون ہے؟

الجواب:

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے، صحیحین کی حدیث ہے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما راوی ہیں، اور جاہل کو ایسے سوالات نازیبا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۹۷۸: ازبریلی محلّہ ذخیرہ مسؤلہ مسعود حسین ۲۹ صفر ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر دھوبی کپڑا بدل کرلائے تو اس کو پہن کر عورتوں کو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

بدلا ہوا کپڑا پہننا مرد و عورت سب کو حرام ہے اور اس سے نماز مکروہ تحریمی، جوڑا باندھنے کی کراہت مرد کے لئے ضرور ہے، حدیث میں صاف **نھی الرجل**[1] ہے، عورت کے بال عورت ہیں پریشان ہوں گے توانکشاف کا خوف ہے اور چوٹی کھولنے کا اسے غسل میں بھی حکم نہ ہوا کہ نماز میں کف شعر گندھی چوٹی میں ہے جب اس میں حرج نہیں جوڑے میں کیا حرج ہے، مرد کے لئے ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ سجدے میں وہ بھی زمین پر گریں اور اس کے ساتھ سجدہ کریں کما فی المرقاۃ وغیرہ (جیسا کہ مرقات وغیرہ میں ہے۔ت) اور عورت ہرگز اس کے مامور نہیں، لاجرم امام زین الدین عراقی نے فرمایا: **ھو مختص بالرجال دون النساء** (یہ مردوں کے ساتھ مخصوص ہے نہ کہ عورتوں کے لئے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۵۱۳ مروی عن ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۵۲/۲۳، مسند احمد بن حنبل حدیث ابی رافع رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۸/۶

ف: حدیث کے الفاظ یوں ہیں: نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی الرجل ورأسہ معقوصٌ۔ نذیر احمد

مسئلہ ۹۷۹: از موضع مانیاوالہ ڈاکخانہ قاسم پور گڈھی ضلع بجنور پرگنہ افضل گڑھ مرسلہ سید کفایت علی ولد حمایت علی ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

حضور کی مسجد میں ایک مرتبہ نماز عشاء کی پڑھ رہا تھا سر پر چادر اوڑھے ہوئے تھا اور چادر بدن پر قائم رہی مگر سر پر اتر کر کندھے پر گر گئی تھی، میں نے یہ مسئلہ سنا بھی نہیں تھا آپ کے خلیفہ مولوی امجد علی صاحب نے یہ فرمایا اگر چادر رکوع میں یا کھڑے ہونے سے گر جائے تو ہاتھ سے اشارہ کرکے سر پر رکھ لینی چاہئے اگر نہیں رکھے گا تو نماز مکروہ ہوگی اور بھیتر چادر اوڑھنے کے ٹوپی کے دوپٹہ بندھا ہوا تھا جیسا کہ انہوں نے بتایا تھا ویسا خاکسار عمل میں لایا تھا مگر غریب خانہ آکر جو نمازیوں کو دیکھا تو وہ چادر یا رضائی سر کے اوپر سے نہیں اوڑھتے بلکہ کاندھے پر اوڑھتے ہیں میں نے اُن سے کہا کہ چادر نماز پڑھتے میں سر پر سے اوڑھنی چاہئے اگر سر پر گر جائے تو ہاتھ سے سر پر رکھ لینی چاہئے انھوں نے کہا نماز پڑھتے میں چادر سر پر رکھے گا نماز نہیں ہوگی، اب اس مسئلہ کا خواستگار ہوں تحریر کیجئے۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

ابونعیم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاینظر اللہ الی قوم لایجعلون عمائمھم تحت ردائھم یعنی فی الصلٰوۃ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی اُس قوم کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا جو نماز میں اپنے عمامے اپنی چادروں کے نیچے نہیں کرتے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۸۰ : از سرولی کلاں ڈاکخانہ کچھا ضلع نینی تال مرسلہ محمد حسین خورد ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر سر پر رومال باندھ کر نماز پڑھی جائے تو ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور بغیر ٹوپی کے رومال بندھا جائے تو نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب: رومال اگر بڑا ہو کہ اتنے پیچ آسکیں جو سر کو چھپالیں تو وہ عمامہ ہی ہوگیا، اور چھوٹا رومال جس سے صرف دو ایک پیچ آسکیں لپیٹنا مکروہ ہے، اور بغیر ٹوپی کے عمامہ بھی نہ چاہئے نہ کہ رومال، حدیث میں ہے:

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۷۷۷۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/۱۴۶

فرق مابیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس[1]۔	ہم میں اور مشرکوں میں ایک فرق یہ ہے کہ ہمارے عمامے ٹوپیوں پر ہوتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۸۱: از شہر ممباسہ ضلع شرقی افریقہ دکان حاجی قاسم اینڈ سنز مسؤلہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب ۲۶ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو جاگتے میں کچھ غفلت ہوئی یا نماز پڑھتے میں کچھ شیطانی خیال آیا اور آنکھوں کے سامنے عورت کی فرج کو دیکھا اور اپنا ذکر سامنے کیا لیکن دخول نہ کیا ایک منٹ کے بعد اس خیال کو دور کیا اور نماز تمام کی اب اس نے نہ دخول کیا اور نہ ذکر کھڑا ہوا تھا اور نہ منی یا مذی نکلی ہے ایک ذرا سا یہ خیال اس کو تھا لیکن پیشاب اس کو لگا ہے غسل کرنا ہوگا یا نہیں؟ اور اس کی نماز کیسی ہوئی؟ اس کا خیال ہے کہ مجھ پر غسل نہیں اور نمازیں پڑھتا ہے قرآن مجید پڑھتا ہے اب نمازیں پڑھنا یا قرآن مجید اور درود شریف پڑھنا سب کیسا ہے؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

جب نہ اس نے دخول کیا نہ منی نکلی، تو غسل واجب نہ ہوا، قرآن مجید کی تلاوت کرسکتا ہے اور سوائے قرآن مجید اور اذکار مثل کلمہ طیبہ و تسبیح و تہلیل و درود شریف وغیرہا تو حالت جنابت میں بھی پڑھ سکتا ہے اور جبکہ صورت مذکورہ میں مذی بھی نہ نکلی تو نماز بھی ہوگئی بشرطیکہ اس کا برہنہ عضو عورت کی برہنہ شرمگاہ سے ملا نہ ہو ورنہ وضو جاتا رہا اور نماز نہ ہوئی، باقی نماز میں ایسا خیال بہت بد ہے اگرچہ فرض ادا ہوجائے گا نماز سخت مکروہ ہوگی اور اگر برہنگی ایسی ہو جس سے دوسرے کی نظر سے حجاب نہ ہو تو اسی قدر سے نماز جاتی رہے گی جبکہ چہارم عضو کی قدر برہنہ کرے اگرچہ وضو نہ جائے گا جبکہ برہنہ شرمگاہ زن سے ملا نہ ہو یہ سب اسی صورت میں ہے کہ واقعی کوئی عورت موجود ہو ورنہ مجرد خیال سے نہ وضو جائے گا جب تک مذی نہ نکلے نہ غسل واجب ہوگا جب تک منی نہ نکلے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۹۸۲: از جمشید پور ڈاکخانہ خاص ضلع سنگھ بھوم آفس کارکیسے مسؤلہ حمیداللہ ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ پتلون پہن کر نماز درست ہے یا نہیں جبکہ اس میں نشست و برخاست

---

[1] سنن ابوداؤد باب فی العمائم مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۸

پوری طور سے ہوتا ہے **بیّنوا توجروا**

الجواب:

پتلون پہننا مکروہ ہے اور مکروہ کپڑے سے نماز بھی مکروہ۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۹۸۳: گلوبند یا پگڑی یا رومال سے پیشانی چھپی ہے تو سجدہ درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب:

سجدہ درست ہے اور نماز مکروہ۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۹۸۴: مرزا اصغر علی خاں بانس منڈی، بریلی

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر جماعت میں امام مسجد کے در میں اور مقتدی باہر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں اس میں کیا حکم ہے؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

امام کا در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے **کما فی رد المحتار عن معراج الدرایۃ عن سیدنا الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ**[1] (ردالمحتار میں معراج الدرایہ کے حوالے سے سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے۔ت) **واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم**

مسئلہ ۹۸۵: جرابیں پہن کر پاؤں میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ جبکہ ان کے پہننے سے ٹخنے بند ہوگئے تو نماز مکروہ ہوگی۔ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

زید کا قول غلط ہے، موزے پہن کر نماز پڑھنا بہتر ہے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۹۸۶: از سرکار پاک پٹن شریف ضلع منٹگمری درگاہ اقدس مرسلہ امام علی شاہ صاحب ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۱ھ

حق، حق، حق، جناب مولٰنا! السلام علیکم، مکلّف ہوں کہ اس مسئلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ کسی بزرگ کے آستانہ پاک میں اسی بزرگ صاحب مزار کے روضہ منورہ کے دروازے کو بند کرکے روضہ کے آگے ہی اگر نماز پڑھ لی جائے تو شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ اخبار دبدبہ سکندری میں لکھ دیا جائے تاکہ سب لوگ دیکھ لیں۔ زیادہ نیاز المکلف فقیر محمد امام علی شاہ اولاد بابا صاحب رحمہ اللہ تعالٰی از درگاہ حضرت جناب

---

[1] ردالمحتار باب مکروہات الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۸

بابا صاحب رحمہ اللہ تعالٰی گنج شکر قطب عالم اغیاث ہند پاک پٹن شریف ضلع منٹگمری

الجواب:

جناب شاہ صاحب وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،، صورت مذکورہ میں نماز جائز اور بلاکراہت جائز، اور قرب مزار محبوباں کردگار کے باعث زیادہ مثمر برکات وانوار ومورد رحمت جلیلہ غفار۔ خلاصہ وذخیرہ ومحیط وہندیہ وغیرہا میں ہے:

واللفظ لهذين قال محمد اكره ان تكون قبلة المسجد الى المخرج والحمام والقبر[1] (الى قوله اعنى المحيط) هذا كله اذا لم يكن بين المصلى وبين هذه المواضع حائط اوسترة اماذاكان لايكره ويصير الحائط فاصلا[2]۔	ان دونوں کی عبارت یہ ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ میں مسجد کے قبلہ کابیت الخلاء، حمام اور قبر کی طرف ہونا مکروہ جانتاہوں (محیط کے قول تک) یہ اس وقت ہے جب نمازی اور ان کے درمیان کوئی دیوار یاسُترہ نہ ہو لیکن اگر درمیان کوئی چیز ہے ومکروہ نہیں اب دیوار ان کے درمیان فاصل ہوجائے گی۔ (ت)

سرکار اعظم مدینہ طیبہ صلی اللہ تعالٰی علٰی من طیبہا وآلہٖ وسلم میں روضہ انور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے نمازیوں کی صفیں ہوتی ہیں جن کا سجدہ خاص روضہ انورؐ کی طرف ہوتاہے مگرنیت استقبال قبلہ کی ہے، نہ استقبال روضہ اطہر کی۔ لہٰذا ہمیشہ علمائے کرام نے اسے جائز رکھاہاں بلامجبوری مزار اقدس کو پیٹھ کرنے سے منع فرمایا اگرچہ نماز میں ہو، منسک متوسط اور اس کی شرح مسلک متقسط ملا علی قاری میں ہے:

(لایستدبر القبر المقدس) ای فی صلاۃ ولاغیرھا الالضرورۃ ملجئۃ الیه[3]۔	(مزار اقدس کی طرف پشت نہ کرے) نماز اور غیر نماز میں البتہ جب کوئی مجبوری وضرورت ہو تو کوئی حرج نہیں (ت)

نیز شرح مذکور میں ہے:

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الخامس فی آداب المسجد الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۱۹/۵

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب الخامس فی آداب المسجد الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۲۰/۵

[3] مسلک متقسط مع ارشاد الساری باب زیارت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دارالکتاب العربیۃ بیروت ص ۳۴۲

لاتکرہ الصلٰوۃ خلف الحجرۃ الشریفۃ الا اذا قصدالتوجہ الٰی قبرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]۔	حجرہ شریف کے سامنے نماز ادا کرنا مکروہ نہیں مگر اس صورت میں جب توجہ سے مقصود ہی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قبر شریف ہو۔(ت)

۱امام اجل قاضی عیاض شرح صحیح مسلم شریف پھر ۲علامہ طیّبی شرح مشکٰوۃ المصابیح پھر ۳علامہ قاری مرقاۃ المفاتیح نیز ۴علامہ محدث طاہر فتنی مجمع بحارالانوار نیز ۵امام قاضی ناصرالدین بیضاوی پھر ۶امام جلیل علامہ محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری پھر ۷امام احمد محمد خطیب قسطلانی ارشاد الساری شرح بخاری نیز ۸امام ابن حجر مکی شرح مشکٰوۃ شریف پھر ۹شیخ محقق محدث دہلوی لمعات التنقیح میں فرماتے ہیں:

وھذا لفظ الاولین، من اتخذ مسجدا فی جوار صالح اوصلی فی مقبرہ وقصد الاستظہار بروحہ اووصول اثر من اٰثار عبادتہ الیہ. لاللتعظیم لہ و التوجہ نحوہ. فلاحرج علیہ الاتری ان مرقد اسمٰعیل علیہ الصلاۃ و السلام فی المسجد الحرام عند الحطیم. ثم ان ذلك المسجد افضل مکان یتحری المصلی لصلاتہ[2]۔	یعنی جس نے کسی نیک بندے کے قرب میں مسجد بنائی یا مقبرہ میں نماز پڑھی اور اس کی روح سے استمداد و استعانت کا قصد کیا یا یہ کہ اس کی عبادت کا کوئی اثر پہنچے، نہ اس لئے کہ نماز سے اس کی تعظیم کرے یا نماز میں اس کی طرف منہ ہونا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیا دیکھتے نہیں کہ سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوۃ والسلام کا مزار شریف خاص مسجد الحرام میں حطیم کے پاس ہے پھر یہ مسجد سب سے افضل وہ جگہ ہے کہ نمازی نماز کے لئے جس کا قصد کرے۔

اخیرین کے لفظ یہ ہیں:

خرج بذلك اتخاذ مسجد بجوار نبی او صالح والصلوٰۃ عند قبرہ لالتعظیمہ والتوجہ نحوہ بل لوصول مدد منہ حتی تکمل عبادتہ ببرکۃ مجاورتہ	یعنی کسی نبی یا ولی کے قرب میں مسجد بنانا اور ان کی قبر کریم کے پاس نماز پڑھنا نہ ان دو نیتوں سے بلکہ اس لئے کہ اُن کی مدد مجھے پہنچے اُن کے قرب کی برکت سے میری عبادت کامل ہو اس میں کچھ مضائقہ

---

[1] مسلک متقسط مع ارشاد الساری باب زیارت سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ دارالکتاب العربیۃ بیروت ص ۳۲۲

[2] شرح طیّبی علٰی مشکٰوۃ المصابیح الفصل الاول باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۲۳۵

لتلك الروح الطاھرۃ فلاحرج فی ذلك لما ورد ان قبر اسمعیل علیه الصلٰوۃ والسلام فی الحجر تحت میزاب وان فی الحطیم وبین الحجر الاسود وزمزم قبرسبعین نبیا ولم ینه احد عن الصلاۃ فیه[1]۔	نہیں کہ وارد ہوا ہے کہ اسمٰعیل علیہ الصلٰوۃ والسلام کامزار پاک حطیم میں میزاب الرحمۃ کے نیچے ہےاور حطیم میں اور سنگِ اسود وزمزم کے درمیان سّتر پیغمبروں کی قبریں ہیں علیہم الصلٰوۃ والسلام، اور وہاں نمازپڑھنے سے کسی نے منع نہ فرمایا۔

شیخ محقق فرماتے ہیں: **کلام الشارحین متطابق فی ذٰلک**[2] تمام اصحاب شرح اس بارے میں یک زبان ہیں۔

الحمدللہ ائمہ کرام کے اس اجماع واتفاق نے جان وہابیت پر کیسی قیامت توڑی کہ خاص نماز میں مزارات اولیائے کرام سے استمداد واستعانت کی ٹھہرادی، اب توعجب نہیں کہ حضرات وہابیہ تمام ائمہ دین کو گور پرست کالقب بخشیں ولاحول ولاقوۃ الّاباللہ العلی العظیم پھر روضہ مبارک کادروازہ مبارک بند کرنے کی بھی ضرورت اس حالت میں ہے کہ قبرانور نمازی کے خاص سامنے ہواور بیچ میں چھڑی وغیرہ کوئی سترہ نہ ہواور قبراتنی قریب ہوکہ جب یہ خاشعین کی سی نمازپڑھے توحالت قیام میں قبر پر نظرپڑے، اور اگر مزار مبارک ایک کنارے کو ہے یابیچ میں کوئی سترہ ہے اگرچہ آدھ گزاونچی کوئی لکڑی ہی کھڑی کرلی ہو یامزار مطہر نماز کی جگہ سے اتنی دورہے کہ نمازی نیچی نظرکئے اپنے سجدہ کی جگہ نظرجمائے تومزارشریف تک نگاہ نہ پہنچے توان صورتوں میں دروازہ بند کرنے کی بھی حاجت نہیں یونہی نماز بلاکراہت جائز ہے۔[1]تاتارخانیہ پھر [2]فتاوٰی علمگیریہ میں ہے:

ان کان بینه وبین القبر مقدار مالوکان فی الصلٰوۃ ویمر انسان لایکرہ فھھنا ایضا لایکرہ[3]۔	اگر نمازی اور قبر کے درمیان اتنافاصلہ ہوکہ آدمی نماز میں ہو اوراس کے آگے سے کسی آدمی کا گزرنامکروہ نہ ہوتویہاں بھی کراہت نہ ہوگی۔(ت)

[3]جامع مضمرات شرح قدوری پھر [4]جامع الرموز شرح نقایہ پھر [5]طحطاوی علی مراقی الفلاح و[6]ردالمحتارعلامہ شامی میں ہے:

---

[1] لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد ومواضع الصلاۃ مطبوعہ معارف علمیہ لاہور ۵۲/۳

[2] لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد ومواضع الصلاۃ مطبوعہ معارف علمیہ لاہور ۵۲/۳

[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فیمایکرہ فی الصلوٰۃ ومالایکرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۰۷/۱

لاتکرہ الصلٰوۃ الٰی جھۃ القبر الا اذا کان بین یدیہ بحیث لوصلی صلاۃ الخاشعین وقع بصرہ علیہ[1]۔	قبر کی طرف نماز پڑھنا مکروہ نہیں مگر اس صورت میں جبکہ نمازی خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو (جائے سجدہ پر نظر ہو) تو قبر پر نظر پڑے (ت)

یہ قلب وہابیت پر کیسا شاق ہوگا کہ مزار مبارک بلاحائل بے پردہ صرف چار پانچ گز کے فاصلے سے عین نماز میں نمازی کے سامنے ہے اور نماز بلاکراہت جائز، کیا یہ فقہائے کرام کو قبر پرست نہ کہیں گے، والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔ یہ سب اُس صورت میں ہے کہ وہ بہ نیت فاسدہ نہ ہوں یعنی نماز سے تعظیم قبر کا ارادہ یا بجائے کعبہ نماز میں استقبال قبر کا قصد۔ ایسا ہو تو آپ ہی حرام بلکہ معاذاللہ نیت عبادت قبر ہو تو صریح شرک وکفر مگر اس میں مزار مقدس کی جانب سے حرج نہ آیا بلکہ اس شخص کا فاسد ارادہ یہ فساد لایا اس کی نظیر یہ ہے کہ کوئی ناخدا ترس کعبہ معظّمہ کے سامنے اس نیت سے نماز پڑھے کہ وہ کعبہ کی طرف نہیں بلکہ وہ خود کعبہ کو سجدہ کرتا ہے یا نماز تعظیم کعبہ کے لئے پڑھتا ہے ایسی نماز بیشک حرام اور نیت عبادت کعبہ ہو تو سلب اسلام مگر اس میں کعبہ معظّمہ کا کیا قصور ہے یہ تو اس کی نیت کا فتور ہے، یونہی جو مزارات کے حضور ہے اور مزار کریم مستور ہے یا نظر خاشعین سے دور ہے تو فاسد نیت سے مازور ہے اور تبرک واستمداد کی نیت سے ماجور ہے کہ نماز ونیاز کا اجتماع نورٌ علٰی نور ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۹۸۷تا۹۸۹: از موضع سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲رجب ۱۳۳۱ھ

(۱) وضو، نماز، غسل، جماعت، لباس، نماز جنازہ، کفن، دفن، نکاح وغیرہ میں کتنے کتنے اور کون کون سے فرض، سنت، مستحب، واجب ہیں جس کے ترک سے نماز فاسد یا مکروہ تنزیہی یا تحریمی یا کہ بطور دہرانے کے یا سجدہ سہو کے قابل ہوجاتی ہے یا کیا چیز ترک ہو جس سے امام نے دوبارہ جماعت شروع کی اب اور نئے آدمی شامل نہیں ہوسکتے ہیں اور کس ترک کے سبب سے اب نئے آدمی شامل ہوسکتے ہیں، اسی طرح غسل، جماعت، لباس، کفن، دفن، نکاح سب کا حال علیحدہ علیحدہ ترتیب وار تحریر فرمایا جائے۔

(۲) زید تمباکو کھانے پینے کی اکثر اشیاء باندھ کر نماز پڑھتا ہے نماز ہوگی؟

(۳) زید اکثر رزائی، کمبل، چادر کی گھوکی ڈال کر نماز پڑھتا ہے ہوگی یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

(۱) اس سوال کا جواب اگر مفصل لکھا جائے تو کم از کم دو ہزار ورق ہوں گے سائل کو چاہیے علم سیکھے

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۹۶

یہ باتیں آجائیں گی، فرض کے ترک سے نماز فاسد ہوتی ہے اور واجب کے ترک سے مکروہ تحریمی، اور سنت مؤکدہ کا ترک بہت برا ہے اور غیر مؤکدہ کے ترک سے مکروہ تنزیہی، اور مستحب کے ترک سے غیر اولٰی، فرض کے ترک میں پڑھنا فرض ہے کہ پہلی نماز اصلًا نہ ہوئی اور اسی صورت میں نئے آدمی شامل ہو سکتے ہیں، اور واجب بھول کر چھوٹا تو سجدہ سہو کا حکم ہے اور قصدًا چھوڑا یا بھول کر چھوٹا تھا مگر سجدہ سہو نہ کیا تو اعادہ واجب ہے اور سنت کے ترک میں سنت اور مستحب کے ترک میں مستحب، اور ان سب صورتوں میں نئے آدمی شامل نہیں ہو سکتے۔

(۲) ہاں نماز ہوجائے گی مگر بدبو آئے تو کراہت ہے۔

(۳) نماز مکروہ ہوگی جب تک ایک پلہ اس کا دوسرے کندھے پر نہ ڈالا جائے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۹۹۰: از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲/ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد کو ریشمیں کپڑا پہن کر نماز کیسی ہے؟ اور جب امام باوصف معلوم ہوجانے حرمت کے لباس ریشمیں پہن کر امامت کیا کرے تو ساری جماعت کی نماز میں کراہت تحریمی کا وبال امام پر ہوگا یا نہیں؟

الجواب:

فی الواقع ریشمیں کپڑا پہن کر نماز مرد کے لئے مکروہ تحریمی ہے کہ اسے اتار کر پھر پڑھنا واجب کما ھو معلوم من الفقہ فی غیر ما موضع (جیسا کہ فقہ میں متعدد مقامات پر موجود ہے۔ ت) شرح مقدمہ غزنویہ پھر فتاوٰی انقرویہ میں ہے:

تکرہ الصلوٰۃ فی ثوب الحریر وعلیہ ایضا لانہ محرم علیہ لبسہ فی غیرالصلوٰۃ ففیہا اولی فان صلی فیہا صحت صلاتہ لان النہی لایختص بالصلوٰۃ[1] انتہی **اقول**: وقولہ وعلیہ ایضا مبتن علی قولہما من حرمۃ افتراش الحریر والا فہو جائز عندالامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی	ریشمی کپڑے میں اور اس کے اوپر نماز مکروہ ہے کیونکہ جب نماز کے علاوہ اسے پہننا حرام ہے تو نماز میں بطریق اولٰی حرام ہوگا، اگر ان میں نماز ادا کی تو صحیح ہوگی کیونکہ نہی نماز کے ساتھ ہی مخصوص نہیں انتہی **اقول**: اس کا قول "ریشمی کپڑے پر بھی" صاحبین کے اس قول پر مبنی ہے کہ ریشم کا بچھونا بنانا بھی حرام ہے ورنہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک جائز

---

[1] فتاوٰی انقرویہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دارالاشاعت قندھار، افغانستان ۱/۷

عنه لان المحرم لبسه لاسائر وجوه الانتفاع[1] كما فی ردالمحتار وغیره نعم تكره الصلاة علیه وان جاز افتراشه لان الصلوٰة لیست موضع الترفه وهذه الكراهة تنزیهیا۔	ہے کیونکہ ریشم کا پہننا حرام ہے باقی نفع کی صورتیں منع نہیں جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے، ہاں اگرچہ اس کا بچھونا بنانا جائز ہے مگر اس پر نماز مکروہ ہوگی کیونکہ نماز تعیش کا مقام نہیں اور یہ کراہت تنزیہی ہوگی۔ (ت)

جبکہ اللہ عزوجل نے مرد کو ریشمیں کپڑا گھر میں پہننا حرام کیا تو خود اس کے دربار میں اسے پہن کر حاضر ہونا کس درجہ گستاخی وبے ادبی ہوگا، جو بات گھر بیٹھ کر تنہائی میں کرنا تو قانون سلطانی میں جرم ہو وہ خود بارگاہ سلطانی میں اس کے حضور کھڑے ہو کر کرنا کیسی صریح بیباکی اور بادشاہ کا موجبِ ناراضی ہوگا **والعیاذ باللہ تعالٰی** اور پُرظاہر کہ نماز امام کی یہ کراہت نماز مقتدیان کی طرف بھی سرایت کرے گی تو اُن سب کی نمازیں خراب وناقص ہونے کا یہی شخص باعث ہوا اور معاذاللہ ارشاد حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی کا مصداق ٹھہرا۔

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

(بے ادب تنہا اپنے آپ کو ہی تباہ نہیں کرتا بلکہ اس ایک کی بے ادبی تمام عالم کو برباد کردیتی ہے)

بعینہٖ یہی حکم ان سب چیزوں کا ہے جن کا پہننا ناجائز ہے جیسے ریشمیں کمربند یا مغرق ٹوپی یا وہ کپڑا جس پر ریشم یا چاندی یا سونے کے کام کا کوئی بیل بُوٹا چار انگل سے زیادہ عرض کا ہو یا ہاتھ خواہ پاؤں میں تانبے سونے چاندی پیتل لوہے کے چھلّے یا کان میں بالی یا بُندا یا سونے خواہ تانبے پیتل لوہے کی انگوٹھی اگرچہ ایک تار کی ہو یا ساڑھے چار ماشے چاندی یا کئی نگ کی انگوٹھی یا کئی انگوٹھیاں اگرچہ سب مل کر ایک ہی ماشہ کی ہوں کہ یہ سب چیزیں مردوں کو حرام وناجائز ہیں اور اُن سے نماز مکروہ تحریمی اور تانبے پیتل لوہے کے زیور تو عورتوں کو بھی حرام ہیں انہیں پہن کر اُن کی نماز بھی مکروہ تحریمی، ان مسائل کی تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے اللہ عزوجل مسلمانوں کو ہدایت فرمائے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۹۹۱ : از بدایوں کچہری منصفی مرسلہ شیخ حامد حسین وکیل ۱۷ جمادی الاخری ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگریزی وضع کے کپڑے پہننا کیسا؟ اور ان کپڑوں سے نماز

---

[1] ردالمحتار فصل فی اللبس مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۳۵۴

ہوتی ہے یا نہیں؟ اور ہوتی ہے تو بکراہت تحریمی یا تنزیہی یا بلا کسی فساد کے؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

انگریزی وضع کے کپڑے پہننا حرام سخت حرام اشد حرام، اور انہیں پہن کر نماز مکروہ تحریمی قریب بحرام واجب الاعادہ کہ جائز کپڑے پہن کر نہ پھیرے تو گنہگار مستحق عذاب والعیاذ باللہ العزیز الغفار سیدی علامہ اسمٰعیل نابلسی شرح درر و غرر پھر علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہما القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

مافعلہ بعض عــہ۱ ارباب الحرف بدمشق لما زینت البلدۃ بسبب اخذ بلد من الافرنج من لبسھم زی الافرنج فی رؤسھم وسائر بدنھم وجعلھم اساری فی القیود وعرض ذلك فی البلدۃ علی زعم انہ حسن وھو والعیاذ باللہ کفر علی الصحیح وخطأ عظیم علی القول المرجوع عــہ۲ اعاذنا اللہ من الجھل المورد موارد السوئ۔[1]	دمشق شہر کی خوبصورتی کے وقت بعض ارباب صنعت نے فرنگیوں سے شہر کی قبضہ میں لیتے وقت جشن مناتے ہوئے مذاق کے طور پر فرنگیوں کا لباس سر اور جسم پر پہنا کر (کچھ لوگوں کو) قید میں ڈالا اور شہر میں پھرایا اور اس سے خوش ہوئے (اللہ کی پناہ) یہ صحیح قول کے مطابق کفر اور قول مرجوع پر خطأ عظیم ہے اللہ تعالٰی جہالت کے ایسے برے مواقع سے محفوظ رکھے۔ (ت)

عالمگیری میں تاتارخانیہ سے ہے: تکرہ الصلاۃ مع البرنس[2] (ٹوپی والے جبّہ میں نماز مکروہ ہے۔ ت) واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

عــہ۱ ذکرہ فی النوع الثامن من المبحث الاول من القسم الثانی من الصنف الثانی اٰفات اللسان وھو نوع السخریہ ۱۲ منہ (م)	اسے نابلسی نے مبحث اول کی قسم ثانی کی نوع ثامن میں آفات زباں کی صنف ثانی کے تحت ذکر کیا ہے اور یہ مذاق کی قسم ہے ۱۲ منہ (ت)
عــہ۲ ھکذا ھو بالعین فی نسختی الحدیقۃ ۱۲ منہ (م)	میرے پاس جو حدیقہ کا نسخہ ہے اس میں یہ لفظ ع کے ساتھ ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الحدیقۃ الندیہ النوع الثامن من الانواع الستین الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۳۰

[2] فتاوٰی ہندیہ فیمایکرہ فی الصلوٰۃ ومالایکرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۰۶

مسئلہ ۹۹۲: از ملک اپر برہما چھاؤنی مٹکینہ مرسلہ حاجی ہادی یار خاں ۶ صفر ۱۳۱۶ھ

کیافرماتے ہیں علمائے حامیان دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی ہے اس کے کپڑا بہت ہے لیکن آستینیں چڑھا کر کُہنی سے اوپر نمازپڑھتاہے، کچھ کراہت نماز میں آتی ہے یانہیں؟ اس کاجواب بمع حدیث شریف تحریر فرمائیے۔

الجواب: مکروہ ہے نماز پھیرنے کاحکم ہے، درمختار میں ہے:

کرہ سدل ثوبہ وکرہ کفہ ای رفعہ ولولتراب کمشمر کم اوذیل[1]۔	کپڑے کالٹکانا اسی طرح کپڑے کااٹھانا بھی مکروہ ہے اگرچہ کیچڑ کی وجہ سے ہو جیسے کوئی آدمی آستین اور دامن اٹھالے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

حررالخیر الرملی مایفید ان الکراھۃ فیہ تحریمیۃ[2]۔	شیخ خیرالدین رملی کی عبارت اس بات کی مفید ہے کہ اس میں کراہت تحریمی ہے (ت)

حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

امرت ان اسجد علی سبعۃ اعضاء وان لا اکف شعرا ولا ثوبارواہ الستۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما[3]۔	مجھے سات اعضاپر سجدہ کاحکم دیاگیاہے اور اس بات کاحکم ہے کہ بال اکٹھے نہ کروں اور نہ کپڑا اٹھاؤں، اس روایت کو صحاح ستّہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۹۳ : از میرٹھ مرسلہ مولوی محمد حسین ۲ صفر ۱۳۱۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آستین کہنی تک چڑھی ہوئی نمازپڑھنی مکروہ ہے یانہیں؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

ضرور مکروہ ہے اور سخت وشدید مکروہ ہے، صحاح ستّہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ

---

[1] الدرالمختار باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۱

[2] ردالمحتار مطلب مکروہات الصلوٰۃ، مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۴۷۳

[3] صحیح مسلم، باب اعضاء السجود، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱/۱۹۳

وسلم فرماتے ہیں:

امرت ان اسجد علی سبعۃ اعضاء وان لا اکف شعرا ولاثوبا[1]۔	مجھے سات اعضاپر سجدہ کا حکم ہے اور اس بات کا کہ میں بال اکٹھے نہ کروں اور نہ کپڑا اٹھاؤں، (ت)

صحیحین میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

امرت ان لا کف الشعر والثیاب[2]۔	مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں بالوں اور کپڑوں کو اکٹھا نہ کروں۔(ت)

تمام متون مذہب میں ہے: کرہ کف ثوبہ (کپڑوں کو اٹھانا مکروہ ہے۔ت) فتح القدیر و بحر الرائق میں ہے:

یدخل ایضا فی کف الثوب تشمیر کمیہ[3]۔	کپڑا اٹھانے میں آستینوں کا چڑھانا بھی داخل ہے۔(ت)

درمختار میں ہے:

کرہ کف ای رفعہ ولو لتراب کمشمر کم اوذیل[4]۔	کپڑے کا اٹھانا اگرچہ مٹی کی وجہ سے ہو مکروہ ہے جیساکہ آستین اور دامن کا چڑھانا۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

حرر الخیر الرملی مایفید ان الکراھۃ فیہ تحریمیۃ[5]۔	شیخ خیرالدین رملی کی عبارت اس بات کی مفید ہے کہ اس میں کراہت تحریمی ہے(ت)

غنیہ میں ہے:

یکرہ ان یکف ثوبہ وھو فی الصلاۃ بعمل قلیل بان یرفعہ من بین یدیہ او من خلفہ عند السجود اویدخل فیھا	عمل قلیل کے ساتھ نماز میں کپڑا چڑھانا مکروہ ہے بایں طور کہ پیچھے یا آگے سے سجدہ کے وقت اٹھائے یا نماز میں کپڑا اٹھائے ہوئے داخل ہونا

---

[1] صحیح مسلم باب اعضاء السجود مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۹۳/۱

[2] صحیح مسلم، باب اعضاء السجود، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۹۳/۱

[3] بحر الرائق باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۴/۲

[4] الدرالمختار باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۹۱/۱

[5] ردالمحتار، مطلب مکروہات الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۴۷۳/۱

وھو مکفوف کما اذا دخل وھومشمرا لکمہ او الذیل[1]۔	جیسا کہ نماز میں داخل ہوتے وقت اس نے آستین یادامن چڑھایا ہوا تھا۔(ت)

علامتین محققین جلیلین شارحین منیہ تحقیق فرماتے ہیں کہ اکثر کلائی پر سے آستین چڑھی ہونا ہی کراہت کو کافی ہے اگرچہ کہنی تک نہ ہو۔ غنیہ میں ہے:

(و) یکرہ ایضا (ان یرفع کمہ) ای یشمرہ (الی المرفقین) وھذا قید اتفاق فانہ لو شمر الی مادون المرفق یکرہ ایضا لانہ کف للثوب وھو منھی عنہ فی الصلاۃ لما مر وھذا اذاشمرہ خارج الصلوٰۃ وشرع فی الصلوٰۃ وھوکذٰلك اما لوشمرہ فی الصلاۃ تفسد لانہ عمل کثیر[2]۔	اور یہ بھی مکروہ ہے (کہ آستین اٹھائی) یعنی چڑھائی ہو (کہنیوں تک) اور یہ قید اتفاقی ہے کیونکہ کہنیوں کے نیچے تک بھی چڑھائی ہوں تب بھی کراہت ہے کیونکہ یہ کپڑے کا اٹھانا ہے حالانکہ وہ نماز میں ممنوع ہے جیسا کہ اس پر احادیث گزری ہیں اور یہ اس وقت ہے جب اس نے نماز سے باہر آستین کو چڑھایا تھا اور اسی حال میں نماز شروع کردی اور اگر دوران نماز آستین چڑھاتا ہے تو نماز فاسد ہوجائے گی کیونکہ یہ عمل کثیر ہے۔(ت)

حلیہ میں ہے:

ینبغی ان یکرہ تشمیرھما الی مافوق نصف الساعد لصدق کف الثوب علی ھذا[3]۔	آستینوں کا نصف کلائی کے اوپر تک اٹھانا بھی مکروہ ہونا چاہئے کیونکہ اس پر بھی کپڑا اٹھانا صادق آرہا ہے(ت)

تو لازم ہے کہ آستینیں اتار کر نماز میں داخل ہو اگرچہ رکعت جاتی رہے اور اگر آستین چڑھی نماز پڑھے تو اعادہ کی جائے کما ھو حکم صلاۃ ادیت مع الکراھۃ کمافی الدر وغیرہ (جیسا کہ ہر اس نماز کا حکم ہے جو کراہت کے ساتھ ادا کی گئی ہو جیسا کہ درو غیرہ میں ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۹۴: غرہ جمادی الاولٰی ۱۳۱۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سنی المذہب ہے اور اس نے کسی وجہ سے نماز

---

[1] غنیۃ المستملی یکرہ فصلہ فی الصلوٰۃ ومالایکرہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۸

[2] غنیۃ المستملی ، یکرہ فصلہ فی الصلوٰۃ ومالایکرہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۸

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

دست کشا پڑھی تو وہ اس کی نماز صحیح ہو گئی یا نہیں یا اس کا اعادہ کرنا چاہئے یا کیا؟

الجواب:

نماز ہو جائے گی مگر بکراہت لترک السنۃ (ترک سنت کی بنا پر۔ ت) اعادہ چاہئے علٰی وجہ الاستحباب۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۹۵ : از مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ محلہ کمبوہان مرسلہ تاج الدین حسین خاں صاحب ۵ جمادی الاخری ۱۳۱۷ھ

موسم گرما میں مَیں ساری بہت نیچی باندھتا ہوں اکثر نماز مولوی صاحبوں کے ہمراہ پڑھی کسی نے اعتراض نہ کیا ایک سید صاحب سے دریافت کیا تو فرمایا جو اونچی دھوتی باندھتے ہیں ان کو کانچھ کھولنی ضرور ہے کہ ستر پوشی ہو اور تم بہت نیچی باندھتے ہو اس میں ضرور نہیں کہ ستر چھپا رہتا ہے، میں نماز بیٹھ کر پڑھتا ہوں کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا اس پر چند آدمیوں نے اعتراض کیا کہ کھول دیا کرو ورنہ نماز میں خلل پڑتا ہے، پس آں مخدوم کو تکلیف دیتا ہوں حکم شرح بیان فرمائیے، اور اگر باندھنا ساری کا داخل پوشاک مشرکین ہو تو میں موقوف کروں کیونکہ میرا اعتقاد آپ کے قول پر ہے بمقابلہ آپ کے میں کسی کے قول کو ترجیح نہیں دیتا ہوں بقول مخدوم مینا صاحب قدس سرہ العزیز۔

ہمہ شہر پُر ز خُوباں منم و خیال ماہے
چکنم کہ چشم بدخو نکند بکس نگاہے

(تمہارا شہر خوبصورت حضرات سے بھرا ہے، میرا ذوق اپنا ہے، میں کیا کروں کہ بدخو آنکھ کسی پر بھی ایک نگاہ نہیں ڈالتی)

زیادہ نیاز

الجواب:

مکرمی سلّمکم اللہ تعالٰی! جواب مسئلہ اُنہی لفظوں میں ہے جو آپ نے تحریر فرمائے کہ اس عقدے کو حل فرمائیے واقعی ساری پیچھے سے نہ کھولنا کراہت نماز کا موجب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **امرت ان لا اکف شعرا ولا ثوبا**[1] (مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں بال اکٹھے نہ کروں اور نہ کپڑا اٹھاؤں۔ ت)

---

[1] صحیح مسلم باب اعضاء السجود والنہی عن کف الثوب مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۹۳

غنیہ شرح منیہ میں ہے:

یکرہ ان یکف ثوبہ وھوفی الصلاۃ بعمل قلیل بان یرفعہ من بین یدیہ او من خلفہ عن السجود او یدخل فیھا وھو مکفوف کما اذا دخل وھومشمرالکم او الذیل۔[1]	نماز میں عمل قلیل کے ساتھ کپڑا اٹھانا مکروہ ہے یوں کہ آگے یا پیچھے سے اپنا کپڑا اٹھائے یا نماز میں کپڑا چڑھائے ہوئے داخل ہونا اور یہی حکم ہے جبکہ نمازی آستین یا دامن چڑھائے ہوئے ہو۔ (ت)

اور ساری یا دھوتی باندھنا جہاں کے شرفا میں اس کا رواج نہ ہو جیسے ہمارے بلاد وہاں شرفا کے لئے خود بھی کراہت سے خالی نہیں **کماحققناہ فی کتاب الحظر من فتاوٰنا** (ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاوٰی کی کتاب الحظر میں کی ہے۔ ت) اور اگر وہاں کے مسلمان اسے لباس کفار سمجھتے ہوں تو احتراز مؤکد ہے حرج پیچھے گُھرسنے میں ہے ورنہ تہبند تو عین سنت ہے اور گٹّوں سے اُوپر تک ہونا چاہئے اس سے زیادہ نیچی مکروہ ہے **واللہ تعالٰی اعلم** یہ تو آپ کے سوال کا جواب تھا اور ان سب باتوں سے زیادہ ضروری مسئلہ قیام نماز ہے فرض و وتر و سنت فجر بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت صرف اس حالت میں ہے کہ کھڑے ہونے پر اصلاً قدرت نہ ہو نہ دیوار کی ٹیک نہ کسی آدمی یا لکڑی کے سہارے سے، اور عجز بھی ایسا ہو کہ ایک بار اللہ اکبر کہنے کی دیر تک بھی کھڑا نہ ہوسکے اگر اتنی ہی دیر قیام کی طاقت ہو اگرچہ کسی سہارے سے، تو فرض ہے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہے پھر طاقت نہ رہے تو بیٹھ جائے، آج کل اکثر لوگ اس کا خلاف کرتے ہیں ذرا تکلیف ہوئی اور نماز بیٹھ کر پڑھ لی اور سیدھے کھڑے ہو کر گھر کو راہی ہوئے، یوں نمازیں قطعاً باطل ہوتی ہیں بلکہ جتنی دیر جس قدر اور جس طرح کھڑے ہونے کی قدرت ہو اتنا قیام ہر رکعت میں فرض ہے، یہ مسئلہ خوب یاد رکھنے کا ہے **وقد بیناہ فی فتاوٰنا وباللہ التوفیق ثم السلام**

مسئلہ ۹۹۶: ۲۸ جمادی الاولٰی ۱۳۱۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وقت نماز اپنی جوتیاں سجدہ کے روبرو رکھ کر نماز ادا کرے تو نماز میں کیا شرعاً کراہت آتی ہے اور دہنے یا بائیں طرف رکھنے سے کیا نفع نقصان ہے، اگر سجدہ کے برابر رکھ کر کپڑے وغیرہ سے چھپادی جائیں تو علیحدہ ہونے کے مرتبہ میں ہوئیں یا نہیں؟ اور کس حدیث سے جوتیوں کو سجدہ کے روبرو رکھنا منع آیا ہے؟ اور ایسے وقت میں نزول رحمت کا بند ہونا کیوں ہے؟ معمولی جوتیاں

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی کراہیۃ الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۸

جو ہر شخص پہنے پھرتا ہے پہنے ہوئے مسجد میں چلاآئے اور پہنے ہوئے نماز ادا کرے جائز ہے یا نہیں؟ کن بزرگان دین نے ایسا فعل کیا تھا؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

سنن ابی داؤد میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا اصلی احدکم فلایضع نعلیه عن یمینه ولاعن یسارہ فتکون عن یمین غیرہ الاان لایکون احد ولیضعهما بین رجلیه[1]۔ رواہ الحاکم ایضا والبیهقی۔	جب تم میں کوئی نماز پڑھے تو جوتی اپنے دائیں طرف نہ رکھے نہ اپنے بائیں طرف رکھے کہ دوسرا جو اس کے بائیں ہاتھ کو ہے اس کے دہنی طرف ہوں گی ہاں اگر بائیں طرف کو کوئی نہ ہو تو بائیں جانب رکھے ورنہ اپنے پاؤں کے بیچ میں رکھے، اسے بھی حاکم اور بیہقی نے روایت کیا۔

دوسری روایت میں اس ممانعت کے لئے یوں حدیث آئی:

فلایؤذ بهما احدا [2]۔ رواہ الثلثة المذکورون وابن حبان رضی اللہ تعالٰی عنه۔	کسی کو ایذا نہ دے۔ مذکورہ تینوں محدثین اور ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ایک حدیث میں اس ایذا کی یوں تصریح آئی:

لاتضعهما عن یمینك ولا عن یسارك فتؤذی الملئکة والناس[3]۔ رواہ الخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم۔	دہنے ہاتھ کو رکھے گا تو ملائکہ کو ایذا ہوگی، بائیں کو رکھے گا تو جو لوگ بائیں طرف ہیں انہیں ایذا ہوگی۔ اسے خطیب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔

علماء نے اس ایذا کی وجہ فرمائی یعنی **وفیه نوع اهانة له**[4] (جس کی طرف جوتا رکھا جائے اس کی

---

[1] سنن ابوداؤد باب المصلی اذاخلع نعلیہ این یضعما مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۹۶/۱

[2] المستدرک علی الصحیحین کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲۵۹/۱

[3] تاریخ بغداد ترجمہ عبداللہ بن حمویہ نمبر ۱۵۰۷۸ مطبوعہ دارالکتاب العربیۃ بیروت ۴۴۹/۹

[4] مرقات المفاتیح حدیث ۷۶۷ کے تحت مذکور ہے مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴۷۵/۲

اہانت ہوتی ہے قاله الطیبی ونقله فی المرقاۃ (یہ علامہ طیبّی نے فرمایا اور مرقات میں نقل ہوا۔ت) اعلٰی درجہ کی حدیث صحیح ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا کان احدکم یصلی فلایبصق قبل وجهه فان اللّٰه تعالٰی قبل وجهه اذا صلی[1]۔ رواه مالك فی الموطا عن ابن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنهما و طریقه الشیخان فی الصحیحین۔	جب تم میں کوئی نماز میں ہو تو سامنے کو نہ تھوکے کہ نمازی کے سامنے اللہ عزوجل کا فضل وجلال ورحمت ہوتے ہیں۔ اسے امام مالک نے مؤطا میں امام نافع سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور اسی سند سے بخاری و مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

ائمہ دین اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

یجب علی المصلی اکرام قبلته بما یکرم به من یناجیه من المخلوقین عند استقبالهم بوجهه[2]۔ ذکره ابن بطال ونقله فی ارشاد الساری۔	یعنی نمازی پر واجب ہے کہ معظّمین کے سامنے کھڑے ہونے میں جس بات میں ان کی تعظیم جانتا ہے وہی ادب اپنی جانب قبلہ میں ملحوظ رکھے کہ اللہ عزوجل سب سے زیادہ احق بالتعظیم ہے۔ اسے شیخ ابن بطال نے ذکر کیا اور ارشاد الساری میں مذکور ہے۔

ان احادیث میں دہنے بائیں کا حکم صاف مصرح ہے اور سامنے کا حکم اس حدیث صحیح کہ دلالۃ النص اور اسی ارشاد علما کے عموم اور نیز اس قاعدہ مسلمہ مرعیہ عقلیہ شرعیہ سے معلوم کہ توہین و تعظیم کامدار عرف و عادت ناس و بلاد پر ہے۔

وقد حققه المولی العلامة خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سره الماجد فی اصول الرشاد۔	اس کی تحقیق علامہ خاتمۃ المحققین سیدنا والد گرامی قدس سرہ الماجد نے اصول الرشاد میں فرمائی ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ اب عرف عام تمام بلاد یہی ہے کہ دربار شاہی میں بحضور سلطانی باتیں کرنے کھڑا ہو اور جوتا سامنے رکھے بے ادب گنا جائے گا فقیر نے بچشم خود دیکھا ہے کہ کعبہ معظّمہ پر پھوہار برسی تھی میزاب رحمت سے

---

[1] موطا امام مالک النہی عن البصاق فی القبلۃ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ۱۸۲/۱

[2] ارشاد الساری شرح البخاری باب حک البزاق بالید من المسجد مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت ۴۱۹/۱

بُوندیں ٹپک رہی تھیں مسلمان حاضر تھے اُن بوندوں کو لیتے اور چشم ودل سے ملتے، ان میں کوئی ہندی شخص جوتا ہاتھ میں لئے تھاتر کی خادم دوڑا اور اس کی گردن دبادی تناجی ربک ونعلاک بیدک جوتیاں ہاتھ میں لئے ہوئے اللہ تعالٰی سے مناجات کرتا ہے، بلکہ سنن ابن ماجہ میں حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں یوں ہے:

فاجعلهما بين رجليك ولاتجعلهما عن يمينك ولاعن يمين صاحبك ولاورائك فتوذی من خلفک[1]۔	یعنی جوتے اپنے پیچھے بھی نہ رکھ جو پیچھے ہے اس کے آگے ہوں گے اسے ایذا ہوگی۔

انجاح الحاجہ میں لکھا ہے:

لانك اذاوضعتهما ورائك تكونان قدام من كان فی الصف الموخر فيتأذی ورحمة الله تعالٰی تنزل عليهم فيكون هذاالفعل اساءة[2]۔	جب تو ان کو اپنے پیچھے رکھے گا تو وہ پچھلی صف میں کھڑے ہونے والے نمازی کے سامنے ہوں گی تو اسے اذیت ہوگی حالانکہ ان پر اللہ تعالٰی کی رحمت نازل ہورہی ہوگی۔ لٰہذا یہ عمل بُرا ہے۔(ت)

ولٰہذا ائمہ دین نے تصریح فرمائی کہ استعمال جوتیاں پہنے ہوئے مسجد جانا بے ادبی ومکروہ ہے، امام برہان الدین صاحب ہدایہ کتاب التجنیس والمزید پھر علامہ بحر بحرالرائق میں فرماتے ہیں:

قدقيل دخول المسجد متنعلا من سوء الادب[3]۔	مسجد میں جوتے پہنے ہوئے داخل ہونا بے ادبی ہے۔(ت)

ردالمحتار میں عمدۃ المفتی سے ہے:

دخول المسجد متنعلا من سوء الادب[4]۔	مسجد میں جوتے پہنے ہوئے داخل ہونا بے ادبی ہے۔(ت)

فتاوٰی سراجیہ و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے: دخول المسجد متنعلا مکروہ[5] (مسجد میں جوتے پہن کر داخل ہونا مکروہ ہے۔(ت)

---

[1] سنن ابن ماجہ باب ماجاء این توضع النعل اذاخلعت فی الصلوٰۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۰۵

[2] انجاح الحاجہ حاشیہ سنن ابن ماجہ باب ماجاء این توضع النعل اذاخلعت فی الصلوٰۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۰۵

[3] بحرالرائق باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴

[4] ردالمحتار مطلب فی احکام المسجد مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۵۷

[5] فتاوٰی سراجیہ باب المسجد مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ص ۱۷

مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ دوجوڑے رکھتے تھے استعمالی جوتا پہن کر دروازہ مسجد تک تشریف لاتے پھر دوسرا جوڑا پہن کر مسجد میں جاتے[1]

ذکرہ ایضاً فی البحر عن التجنیس واذاالامر دار علی العرف فالحکم الحظر الاٰن مع ثبوتہ عن سیدالمتادبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وذٰلک کترک الکلاب تدور فی المسجد ووضع السریر وادخال البعیر وضرب الخیمۃ للمرضی وغیرھم فیہ ولنا رسالۃ فی الباب سمیناھا "جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلاۃ فی النعال" واخری "نفیسۃ حافلۃ فیماتصان عنہ المساجد"۔	اسے بحر میں تجنیس کے حوالے سے ذکر کیا اور مسئلہ کا مدار عرف پر ہوتا ہے اس دور میں یہ ممنوع ہے باوجودیکہ اس کا ثبوت سید المتادبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے وہ اسی طرح ہے جیسے کتوں کا مسجد میں آنا جانا، چارپائی کا بچھانا، اونٹوں کا داخل ہونا، بیمار لوگوں اور دیگر ضروریات کے لئے خیمہ نصب کرنے کا حکم متروک ہے، ہم نے اس موضوع پر ایک رسالہ "جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلاۃ فی النعال" اور دوسرا "نفیسۃ حافلۃ فیما تصان عنہ المساجد" لکھا ہے۔ (ت)

ہاں اگر بائیں جانب یا پیچھے رکھنے میں چوری کا خوف ہو اور یہاں جوتی پاؤں کے بیچ میں جو فرجہ نماز میں ہوتا ہے یعنی چار انگل اس قدر میں آنے کے قابل نہیں ہوتے تو کپڑے سے چھپانا کافی ہے

ھذا کلہ ماظھر لی تفقھا وبما قررت ظھر ان لاورود لبقیۃ حدیث الخطیب المذکور وان سُلِّم ان سلمَ من الضعف لان الاحکام ھھنا بالعرف۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	یہ تمام وہ جو مجھے ازراہ تفقہ حاصل ہوا، جو ہم نے گفتگو کی اس سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ خطیب کی ذکر کردہ حدیث کا یہ محل نہیں اگرچہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ یہ روایت ضعف سے خالی ہے کیونکہ ان احکام کا مدار عرف پر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۹۷: ۴؍ ربیع الاآخر ۱۳۲۰ھ

کیافرماتے ہیں علمائے احناف، رحم کرے اللہ آپ لوگوں پر، اور برکت دے علم میں کہ فیض پہنچاتے رہیں علم سے اپنے خلائق کو اس قول میں کہ وردی جو کہ سپاہی پولیس کے پہنتے ہیں اور دھوتی جو کہ کفار پہنتے ہیں اس کو پہن کر نماز مکروہ ہے یا کہ مکروہ تحریمی، حکمش چیست؟

---

[1] بحرالرائق ، باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۴

الجواب:

وہ وردی پہن کر نماز مکروہ ہے خصوصًا جبکہ سجدہ بر درجہ مسنون سے مانع ہو۔ فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

اوالخیاط اذااستوجر علی خیاطة شیئ من زی الفساق و یعطی له فی ذلك کثیر اجر لایستحب له ان یعمل لانه اعانة علی المعصیة[1]۔	جب کسی درزی کو فاسقوں کے لباس سینے پر اُجرت دی جائے اور اسے اس پر اجر کثیر دیا جائے تو یہ عمل اس کے لئے بہتر نہیں کیونکہ یہ گناہ پر معاونت ہے۔ (ت)

اور دھوتی باندھنا بھی مکروہ ہے کہ اگر لباس ہنود وغیرہ نہ ہو تو کپڑے کا پیچھے گھرسنا ہی نماز کو مکروہ کرنے کے لئے بس ہے لنھیه صلی الله تعالٰی علیه وسلم عن کف ثوب او شعر (کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کپڑے یا بال مجتمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ت) ہاں پیچھے نہ گھرسیں تو وہ دھوتی نہیں تہ بند ہے اور اس میں کچھ کراہت نہیں بلکہ سنت ہے **والله تعالٰی سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۹۹۸: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عینک لگا کر نماز پڑھاتا ہے تو مقتدیوں کی نماز میں کچھ قصور تو نہیں؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

اگر عینک کا حلقہ یا قیمیں چاندی یا سونے کی ہیں تو ایسی عینک ناجائز ہے اور نماز اس کی اور مقتدیوں سب کی سخت مکروہ ہوتی ہے ورنہ تانبے یا اور دھات کی ہوں تو بہتر یہ کہ نماز پڑھتے میں اُتار لے ورنہ یہ خلاف اولٰی اور کراہت سے خالی نہیں۔ **والله تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۹۹۹: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے در و محراب میں نماز پڑھنا وپڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اکثر آگے در کے چبوترہ یا لکڑی کی مثل چوکی کے بنا کر اس پر نماز پڑھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم در کے باہر نماز پڑھتے ہیں، اور بعض در ایسے ہیں کہ کچھ دروازہ اُن کا عمارت میں نکال دیا گیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ در بیچ کا آگے کو ان دونوں دروں سے نکال دیا گیا ہے تب ان صورتوں میں کیا حکم ہے؟

الجواب:

اصل حکم یہ ہے کہ تنہا ایک شخص کہ نہ امام ہے نہ مقتدی بلکہ اپنی نماز جدا پڑھ رہا ہے اسے در میں کھڑے

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۰

ہو کر اپنی نماز پڑھنے میں حرج نہیں ہے اور مقتدی کو در میں کھڑا ہونا ممنوع ہے مگر بضرورت کہ جگہ نہیں ہے یا مثلاً مینہ برس رہاہے، صحیح حدیث میں ہے:

کنا نتقی ھذا علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]۔	ہم اس عمل سے حضوراکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں بچا کرتے تھے (ت)

کما بیّناہ فی فتاوینا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اسے بیان کیاہے۔ت) یہ حکم منفرد و مقتدی کے لئے تھا، رہاامام اس کے لئے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایاہے کہ در میں کھڑے ہونا مکروہ ہے، تاتارخانیہ وردالمحتار میں امام سے ہے:

انی اکرہ للامام ان یقوم بین الساریتین[2]۔	میں امام کے ستونوں کے درمیان کھڑاہونے کو مکروہ سمجھتاہوں۔ (ت)

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عمل خلاف امت ہے کما فی المعراج وغیرہ (جیسا کہ معراج وغیرہ میں ہے۔ت) اور دوسرے یہ کہ امام و مقتدی کادرجہ بدل گیا اگر امام ایک درجہ میں تنہا ہے اور مقتدی دوسرے درجے میں ہے تو یہ مکروہ ہے **کما نص علیہ القھستانی فی شرح النقایۃ** (جیسا کہ قہستانی نے شرح نقایہ میں اس پر نص وارد کی ہے۔ت) در کاآس پاس کے دروں سے آگے نکلا ہونا اس سے کراہت کادفع نہیں ہوسکتا البتہ امام در کے باہر کھڑا ہو اور سجدہ در کے اندر کرے تو وہ کراہت جاتی رہے گی کہ اب امام و مقتدی ایک ہی درجہ میں ہیں **لان العبرۃ للقدم**[3] **کما نصوا علیہ** (کیونکہ اعتبار قدم کاہے جیسا کہ اس پر فقہانے تصریح کی ہے۔ت) مگر اب غالب مساجد میں ایک اور کراہت پیش آئے گی وہ یہ ہے کہ اگلے درجے کی کرسی صحن سے بلند ہوتی ہے تو کھڑا ہوا نیچے اور سجدہ بلندی پر کیا یہ بلندی اگر دو خشت بخارا یعنی ۱۲ انگل یعنی پاؤ گز کی قدر ہوئی جب تو نماز ہی نہ ہوگی **کما نص علیہ فی الدر المختار** (جیسا کہ درمختار میں اس پر نص وارد کی گئی ہے۔ت) اور اگر اس سے کم ہوئی جب بھی کراہت سے خالی نہیں، لہٰذا اس کاعلاج یہ ہے کہ در کی کرسی اس قدر جس میں امام سجدہ کرسکے زمین کاٹ کر صحن کے برابر کردی جائے اب امام در کے باہر کھڑا ہو اور اس کٹی ہوئی زمین میں سجدہ کرے سب کراہتیں جاتی رہیں اور وہ جو چوکی رکھ دیتے ہیں یا لکڑی وغیرہ کاچبوترہ بنادیتے ہیں اس سے اگرچہ

---

[1] سنن ابوداؤد باب الصفوف بین السواری، مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۹۸/۱

[2] ردالمحتار باب مکروہات الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴۷۸/۱

[3] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۹۲/۱

دو ۲ کراہتیں جاتی رہیں کہ اب نہ امام در میں ہے نہ اس کا سجدہ پاؤں کی جگہ سے بلند ہے مگر تیسری کراہت اور عارض ہوئی کہ امام کو مقتدیوں سے ببلند جگہ بقدر امتیاز کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے **کما فی الدر المختار وھو الاصح المختار** (جیسا کہ در مختار میں ہے اور یہ اصح و مختار ہے۔ ت) اور مشابہت یہود ہے، اور حدیث میں فرمایا:

لاتشبھوا بالیھود[1] **وقد قالوا انھم یقیمون امامھم علٰی دکان ممتازا عمن خلفه۔**	یہود کے ساتھ مشابہت نہ کرو، اور منقول ہے کہ یہود اپنے ائمہ کو بلند جگہ کھڑا کرتے تھے تاکہ وہ مقتدیوں سے ممتاز ہو جائے۔ (ت) تو چارہ کار وہی ہے جو اُوپر بتایا گیا۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ اشارۃ الید فی السلام مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۴

تیجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب ۱۳۲۰ھ

(محراب میں قیام امام سے متعلق درستگی کے تاج)

(محراب کے معنی اور امام کے محراب میں کھڑا ہونے پر نفیس بحث)

مسئلہ ۱۰۰۰: از جبل پور قریب مسجد کوتوالی مرسلہ مولٰنا مولوی شاہ محمد عبدالسلام صاحب قادری برکاتی ٦ جمادی الاخری ۱۳۲۰ھ

اما بعد مایقول سیدنا وسندنا ومولٰنا ومرشدنا والذخرلیومنا وغدنا و وسیلتنا وبرکتنا فی الدنیا والدین، اٰیة من اٰیات اللہ رب العٰلمین، نعمة اللہ علی المسلمین، اعلم العلماء المتبحرین افضل الفضلاء المتصدرین، تاج المحققین سراج المدققین، مالك ازمة الفتاوی و المفتین، ذوالمقامات الفاخرة والکمالات الزاھرہ الباھرة، صاحب الحجة القاھرة، مجدد المائة الحاضرة، العلامة الاجل الابجل، حلال عقدة مالاینحل، بحرالعلوم، کاشف السر المکتوم، صدرالشریعة، محی السنة، المحدّث	حمد وصلوٰۃ کے بعد، کیافرماتے ہیں ہمارے سر براہ وآقا، مرشد، ہمارے آج اور کل کے لئے ذخیرہ، دنیاوآخرت میں ہمارے وسیلہ، اللہ رب العالمین کی نشانیوں میں سے ایک نشانی، مسلمانوں پر اللہ کی نعمت، متبحر علماء سے زیادہ صاحب علم فضلاء سے افضل، تاج المحققین، سراج المدققین، فتاوٰی اور اصحاب فتاوٰی کے شیخ، صاحب مقامات کاملہ اور کمالات زاہرہ و باہرہ، صاحب حجت قاہرہ، مجدد مائۃ حاضرہ، علامہ اجل وابجل، نہ کھلنے والے عقدوں کو کھولنے والے، علوم کے سمندر، مخفی رازوں کے واضح کرنے والے، صدرالشریعۃ، سنت کوزندہ کرنے والے، عظیم محدث و

الفقیه العدیم النظیر النحریر لازالت لوامع افکارہ توضح غوامض المشکلات وانوار اسرارہ تحل المعضلات فی ھذا المرام۔ **سوال اوّل:** امام راتب اگر محراب را گزاشتہ در مسجد یادر صحن بازائے وسط قیام نماید آیا ایں ترک مقام معین ومقام درغیر محراب مکروہ باشد یانہ برتقدیر اول انچہ درکتاب مستطاب ردالمحتار درباب الامامۃ مذکورست والظاھر ان ھذا فی الامام الراتب لجماعۃ کثیرۃ لئلا یلزم عدم قیامہ فی الوسط فلولم یلزم ذلك لایکرہ[1] فما المراد منہ وبرتقدیر ثانی آنچہ درہماں کتاب درمکروہات الصلٰوۃ مسطوراست ومقتضاہ ان الامام لوترک المحراب وقام فی غیرہ یکرہ ولوکان قیامہ وسط الصف لانہ خلاف عمل الامۃ وھوظاھر فی الامام الراتب دون غیرہ والمنفرد[2] الخ فما المستفاد عنہ ازعبارت اولٰی مفہوم می شود کہ ترک محراب سبب کراہت نیست بلکہ لزوم عدم قیام فی الوسط باعث کراہت است پس اگرامام راتب ہم ترک محراب نمودہ درغیر محراب بمحاذات وسط صف	فقیہ، جن کی مثالیں نہیں، آپ کے افکار عالیہ ہمیشہ نہایت ہی مشکل پیچیدگیوں کو واضح کرتے رہیں، اور آپ کے اسرار کے نور اس مقصد کی مشکلات روشن کرتے رہیں۔ **سوال اول:** مقررہ امام اگر محراب چھوڑ کر مسجد یا صحن مسجد محراب کے مقابل درمیان میں کھڑا ہوا تو کیا مقام مقررہ کا چھوڑنا مکروہ ہے یا نہیں؟ اگر مکروہ ہے تو ردالمحتار کے باب الامامت کی اس عبارت کہ "ظاہر یہ ہے کہ یہ اس امام مقرر کے لئے ہے جو جماعت کثیرہ کا ہو، تاکہ اس کا وسط میں کھڑا نہ ہونا لازم آئے، اور اگر ایسی صورت نہیں تو کراہت نہیں" کا کیا معنی ہوگا؟ اور مکروہ نہیں تو اس کتاب کے باب مکروہات نماز میں تحریر ہے "اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر امام نے محراب چھوڑ دیا اور دوسری جگہ کھڑا ہوگیا تو مکروہ ہے اگرچہ اس کا قیام صف کے درمیان میں ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس کا یہ عمل امت کے عمل کے خلاف ہے اور یہ بات مقررہ امام میں واضح ہے مگر غیر مقرر امام اور منفرد میں نہیں" تو اس کا مفہوم کیا ہوگا؟ پہلی عبارت سے یہ سمجھ آرہا ہے کہ ترک محراب کراہت کا سبب نہیں بلکہ وسط میں کھڑا نہ ہونا سبب کراہت ہے لہٰذا اگر مقرر امام بھی محراب ترک کردے اور کسی اور مقام پر اس کے محاذات میں صف کے درمیان

---

[1] ردالمحتار مطلب فی کراہۃ قیام الامام فی غیر المحراب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۶۸

[2] ردالمحتار مطلب اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۴۶

قیام نماید درمسجد باشد یادر صحن مسجد باجماعت قلیل کہ ازعدم محاذات وسط صف لازم نیاید مکروہ نباشد واز عبارت اخری مستفاد می شود کہ امام راتب راترک محراب و قیام در غیر محراب مطلقًا اگرچہ بازائے وسط صف باشد وبہر کجاکہ بود اندرون مسجد یابیرون مسجد در صحن وغیرہ مکروہ باشد لانہ خلاف عمل الامۃ وظاھرھما یدل علی التضارب و التنافی بینھما فکیف التطبیق۔	کھڑا ہوخواہ مسجد کے اندر ہویا صحن مسجد میں یاجماعت قلیل ہوتاکہ وسط صف کی عدم محاذات لازم نہ آئے تویہاں کراہت نہ ہوگی اور دوسری عبارت سے پتاچلتاہے کہ مقررامام کامحراب کوترک کرکے غیر محراب میں کھڑاہوناخواہ صف کے وسط میں ہو اندرون مسجد یا صحن مسجد میں ہر جگہ مکروہ ہے کیونکہ یہ عمل امت کے خلاف ہےاور ان دونوں عبارات میں بظاہر تعارض ومنافات ہےان میں تطبیق کیسے ہوگی؟
سوال دوم: قیام امام در محراب بطوریکہ مصرح فقہائے کرام رحمہ اللہ تعالٰی است یعنی قیامہ خارجہ وسجودہ فیہ چہ حکم دارد مباح یا سنت، امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی درجامع صغیر می فرمایند عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی لاباس ان یکون مقام الامام فی المسجد وسجودہ فی الطاق ویکرہ ان یقوم فی الطاق[1] ھ وھکذا فی الھدایۃ ودرکتاب الآثار می نویسند و اما نحن فلانری باسا ان یقوم بحیال الطاق مالم یدخل فیہ اذاکان مقامہ خارجا منہ و سجودہ فیہ وھو قول ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ[2] فیفھم من ھذہ العبارات	**سوال دوم:** امام کامحراب میں اس طرح کھڑاہ ہونا جو فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالٰی نے بیان کیاہے یعنی خود خارج میں کھڑا ہواور سجدہ محراب میں کرے کیاحکم رکھتاہے مباح یاسنت؟ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے جامع صغیر میں فرمایاکہ امام یعقوب نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل کیا ہے کہ امام کامسجد میں کھڑاہوکر محراب میں سجدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، البتہ محراب میں کھڑاہونامکروہ ہے اھ اور ہدایہ میں بھی اسی طرح ہے اور کتاب الآثار میں امام محمد لکھتے ہیں کہ رہامعاملہ ہمارا تواگرامام محراب کے گوشے میں کھڑاہوبشرطیکہ اس میں داخل نہ ہواوراس کی قیام گاہ اس سے باہر ہو اور سجدہ اس کے اندر ہو توہمارے نزدیک کوئی حرج نہیں، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کابھی یہی موقف ہے، ان تمام عبارات سے

---

[1] الجامع الصغیر باب فی الامام این یستحب لہ ان یقوم الخ مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۱۱

[2] کتاب الآثار باب الصلوٰۃ فی الطاق مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ص ۲۱

الاذن والرخصة فيه، وازاکثر کتب معتمدہ فقہیہ ہم جواز مطلق مفہوم می شود کہ عبارات متون وشروح معتبرہ مشہورہ يكره قيام الامام فی الطاق ولايكره سجوده فی الطاق اذاكان قائما خارجا المحراب[1] ھ ملخصا عینی کنز، لاسجود فيه وقدماه خارج[2]الخ مختصرا درمختار، لايكره ان قام الامام فی المسجد وسجد فی الطاق الخ مختصرا قهستانی وغيرها من العبارات المتقاربة لها مشعر ہمیں معنٰی خواہند شد ازا یں تصریحات معلوم می شود کہ قیام امام در محراب بطور مذکور مباح وجائز ست نہ کہ سنت ومندوب پس از طرف محراب وقیام در غیر آں ہیچ کراہتے لازم نا نیاید اما علامہ محقق شامی رحمۃ اللہ علیہ در ردالمحتار از معراج الدرایہ و مبسوط نقل می فرمایند : السنة ان يقوم فی المحراب ليعتدل الطرفان ولو قام فی احد جانبی الصف يكره[3] الخ ايضا السنة ان يقوم الامام ازاء وسط الصف الاترى	یہی محسوس ہوتا ہے کہ اس میں اجازت ورخصت ہے، اور اکثر کتب فقہ جو معتمد ہیں ان سے بھی مطلق جواز مفہوم ہوتا ہے کیونکہ مشہور متون اور شروحات میں درج ہے کہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے مگر محراب میں سجدہ کرنا مکروہ نہیں جبکہ وہ خارج محراب کھڑا ہواھ تلخیصا عینی کنز، محراب میں اس کا سجدہ مکروہ نہیں جبکہ اس کے قدم محراب سے خارج ہوں الخ اختصارًا، درمختار میں ہے اگر امام مسجد میں کھڑا ہو اور سجدہ محراب میں ہو تو کراہت نہیں الخ اختصارًا، قہستانی اور دیگر کتب میں ایسی ہی قریب المعنی عبارات ہیں جن سے یہی معنی مترشح ہوتا ہے، ان تمام تصریحات سے معلوم ہورہا ہے کہ امام کا محراب میں مذکورہ طریقہ پر کھڑا ہونا جائز ومباح ہے سنت ومندوب نہیں لہٰذا محراب کا ترک اور دوسری جگہ کھڑے ہونے سے کراہت لازم نہیں آتی۔ لیکن علامہ محقق شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ردالمحتار میں معراج الدرایہ اور مبسوط سے نقل کیا کہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے تاکہ دونوں اطراف میں اعتدال ہوجائے، اگر کسی ایک جانب کھڑا ہوا تو کراہت ہوگی الخ وہاں یہ بھی ہے امام کا وسط صف کے مقابل کھڑا ہونا سنت ہے کیا آپ نے

---

[1] عینی علی الکنز باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۳

[2] درمختار باب مایفسد فی الصلٰوۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۲

[3] جامع الرموز للقہستانی فصل مایفسد فی الصلٰوۃ الخ مطبوعہ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۹۴

ان المحاریب مانصبت الاوسط المساجد وھی عینت لمقام الامام[1] ایضا والاصح ماروی عن ابی حنیفۃ انہ قال اکرہ ان یقوم بین الساریتین اوفی زاویۃ اوفی ناحیۃ المسجد اوالی ساریۃ لانہ خلاف عمل الامۃ قال علیہ الصلوٰۃ و السلام توسطوا الامام[2] الخ واز تاتارخانیہ می آرند ویکرہ ان یقوم فی غیرالمحراب الابضرورۃ[3] ونیز می فرمایند یفھم من قولہ او الی ساریۃ کراھۃ قیام الامام فی غیرالمحراب ویؤیدہ قولہ قبلہ السنۃ ان یقوم فی المحراب وکذا قولہ فی موضع اٰخر والسنۃ ان یقوم الامام ازاء وسط الصف[4] الی اٰخر ماھو المنقول والمذکور فیہ کل ذلك یدل علی ان السنۃ للامام ان یقوم فی المحراب ویکرہ ان یقوم فی غیرہ فما صورۃ التطبیق بین ھذہ الاقوال المختلفۃ او الترجیح لواحد علی وجہ یتبین بہ الصواب والحکم الصحیح آیا امام راتب

نہیں دیکھا کہ محرابیں مساجد کے درمیان بنائی جاتی ہیں جو امام کے مقام کا بھی تعین کردیتی ہیں اور اصح قول جو امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ میں امام کا دو ستونوں کے درمیان یا زاویہ یا مسجد کے گوشے یا ستون کی طرف کھڑا ہونے کو ناپسند کرتا ہوں کیونکہ یہ عمل امت کے خلاف ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: امام کو درمیان میں کھڑا کرو۔ تاتارخانیہ میں ہے کہ امام کا ضرورت کے بغیر محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ امام صاحب کے "یاستون کی طرف" سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر محراب میں امام کا قیام مکروہ ہے اس کی تائید اس پہلے قول سے ہوتی ہے کہ محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے، اسی طرح دوسرے مقام پر ہے کہ سنت یہ ہے کہ امام وسط صف کے مقابل کھڑا ہو، اس بارے میں جو کچھ منقول ومذکور ہے وہ تمام اس پر دال ہے کہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے اور غیر محراب میں قیام مکروہ ہے، تو اب ان مختلف اقوال میں تطبیق کیسے ہوگی یا ان میں سے کسی ایک کو ترجیح کیسے دی جائے تاکہ درست رائے اور حکم صحیح واضح و متعین ہوجائے، کیا امام کا

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۵۶۸

[2] ردالمحتار باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۴۶

[3] ردالمحتار مطلب فی کراہۃ قیام الامام فی غیر المحراب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۵۶۸

[4] ردالمحتار مطلب فی کراہۃ قیام الامام فی غیر المحراب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۵۶۸

راقیام درصحن مسجد بمحاذاۃ محراب درصف کماھو المتعاد فی دیارنا براعتبار فرق مسجد صیفی و شتوی جائز داشتہ شدہ یابوجے دیگر فالمسؤل من الحضرۃ العلیۃ البھیۃ السنیۃ الرضیۃ المطھرۃ القدسیۃ ان نستفیض بتحقیق المقام وتوضیح المرام بحیث ینکشف بہ المشکل و ینحل بہ المعضل فتطمئن بہ الاوھام۔	محراب کے محاذی صحن مسجد میں قیام جیسا کہ ہمارے علاقے میں متعارف ہے بنابراعتبار مسجد صیفی و شتوی جائز ہے یا کوئی اور صورت ہے، اس بارگاہ میں سوال ہے جو بلند، اعلٰی، محبوب، پاکیزہ ومقدسہ ہے کہ ہمیں اس مقام کی ایسی تحقیق اور مقصد کی وضاحت عطافرمائے جس سے مشکل حل ہوجائے اور ذہن مطمئن ہوجائیں۔(ت)

بیّنوا توجروا۔ فقیر حقیر مستہام غلام تراب الاقدام اذل خدام الحضور عالی مقام احقر الطلبہ محمد عبدالسلام سنی حنفی قادری جبلپوری عفی عنہ۔

الجواب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد بر ضمیر منیر ہدی تخمیر مولٰنا الفاضل الکامل العالم العامل التقی النقی الحفی الوفی الصفی الزکی الذکی السنی السنی الجمیل الجلیل المولوی الشاہ محمد عبدالسلام القادری البرکاتی السنی الحنفی سلمہ اللہ تعالٰی بالعز والاکرام و السلامۃ والسلام وحمایۃ الاسلام وجعلناہ وایاہ دارالسلام آمین آمین یاذاالجلال والاکرام، مستترنیست کہ مسئلہ مرسلہ سامی برچار سوال اشتمال دارد، یکے نفی تنافی از دوعبارت علامہ شامی کہ جائے مبنائے کراہت درحق امام عدم توسط صف راداشتہ است نہ ترک محراب راتاآنکہ اگر میانہ صف ایستد کراہت نبود اگرچہ ترک محراب گوید، ودگرجانفس ترکش راتاآنکہ اگردر غیر محراب ایستد کراہت باشد گومیانہ صف باش دوم دفع	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہم اس کی حمد بجالاتے ہیں اور اس کے رسول کریم کی خدمت میں صلٰوۃ وسلام عرض کرتے ہیں، حمد وصلٰوۃ کے بعد، اے روشن ضمیر، سراپاہدایت، مولٰنا الفاضل الکامل العالم العامل تقی نقی، لائق، تام، پاکیزہ، ستھرا، سنی، قیمتی، جمیل، بزرگ، اللہ تعالٰی ان کو عزت و اکرام سے زندہ رکھے، ہمیں اور ان کو جنت میں داخل کرے، یاذاالجلال والاکرام آمین! ارسال کردہ مبارک مسئلہ چار سوالات پر مشتمل ہے ایک یہ ہے کہ علامہ شامی کی دوعبارات میں منافات کی نفی مقصود ہے کہ ایک جگہ امام کے صف میں عدم توسط کو علت کراہت قرار دیا ہے نہ کہ ترک محراب کو، حتی کہ اگر امام صف کے درمیان کھڑا ہوجاتا ہے اگرچہ محراب میں نہیں تو اب کراہت نہ ہوگی، دوسرے مقام پر ترک محراب کو مکروہ کہا ہے حتی کہ اگر امام محراب چھوڑ کر

تدافع از تنصیصات متون وغیرہا کہ قیام در نفس محراب را مکروہ فرمودہ اند وبازائے اُواستادن راچنانکہ سجدہ در محراب افتد بہ لفظ لاباس بہ کہ مفید مجرد اباحت عاری از فضیلت بلکہ در غالب اطلاق مشعر بکراہت است تعبیر نمودہ، وتصریحات مبسوط امام خواہرزادہ ومعراج الدرایہ وتاتارخانیہ وغیرہا کہ قیام امام در محراب سنت است وترکش موجب کراہت واسائت، سوم آنکہ امام راتب راترک محراب باوصف توسط صف در مسجد صیفی خواہ شتوی مکروہ باشد یاخیر، چہارم آنکہ امام رابازائے محراب ایستادن چنانکہ سجدہ درون طاق باشد سنت ووجہ فضیلت ست یا محض مباح، دوسوال پیشیں تشابہ وتماثل ست عبارت اول شامی کہ ترک محراب را وجہ ایراث کراہت نداشت بانصوص متون موافق می آید کہ قیام بازائے محراب را لاباس بہ گفتند پیداست کہ ترک مباح کراہتے ندارد وعبارت دومش باقوال مبسوط ومامعہ مشایعت نماید کہ قیام فی المحراب چوں مسنون ست نفس ترکش ہرآئینہ مکروہ وزبون ست و سوال سوم نیزاز ہمیں مناشی ناشی آمدہ کہ اونیزاز کراہت وعدم کراہت ترک محراب مستحسن می راند واگرنیکو بنگرند سوال چہارم نیزاز ہمیں گریبان سربرزدہ زیراکہ چونکہ بتصریحات ائمہ مذہب قیام در نفس طاق مکروہ است لاجرم آنجاکہ حکم فضیلت۔	دوسری جگہ کھڑا ہوا تو یہ مکروہ ہے خواہ وہ درمیان صف ہی کھڑا ہوا ہو، دوم متون وغیرہ کی نصوص کے درمیان اختلاف کا تدافع ہے کہ بعض میں ہے کہ محراب میں قیام مکروہ ہے اور اس کے سامنے کھڑا ہونا اور سجدہ محراب میں کرنے کی صورت کو "اس میں کوئی حرج نہیں" کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے جو اس بات پر دال ہے کہ یہ مباح ہے اور فضیلت سے عاری ہے بلکہ اغلب طور پر ان کا اطلاق کراہت پر ہوتا ہے، دوسرے متون مثلاً مبسوط امام خواہرزادہ، معراج الدرایہ اور تاتارخانیہ وغیرہ میں ہے کہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے اور اس کا ترک کراہت واسائت کا موجب ہے۔ تیسرے یہ کہ امام مقررہ کا محراب کو چھوڑنا خواہ مسجد صیفی ہو یا شتوی، اگرچہ وہ صف کے درمیان ہی کھڑا ہو مکروہ ہے یا نہیں، چہارم یہ کہ امام کا محراب کے سامنے اس طرح کھڑا ہونا کہ سجدہ محراب کے اندر ہو، سنت اور سبب فضیلت ہے یا صرف مباح، پہلے دونوں سوالات ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ امام شامی کی پہلی عبارت کہ امام کا ترک محراب مکروہ نہیں ان نصوص متون کے موافق ہے کہ امام کا مقابل محراب کھڑا ہونے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ترک مباح میں کراہت نہیں ہوتی، دوسری عبارت شامی کی مبسوط وغیرہ کتب کے مناسب وموافق ہے کہ جب امام کا محراب میں کھڑا ہونا مستون ہے تو اس کا ترک بہرطور مکروہ ہوگا۔ تیسرا سوال بھی اسی تشابہ کی بنا پر پیدا ہوا کہ ترک محراب کی کراہت وعدم کراہت ہے یا نہیں، اگر

یاسلب کراہت کنند مرادنباشد مگر قیام بازائے اوقریبًا پس سوال ازدوشق فضیلت و اباحت محضہ راجح شود بتخالف مافی المتون والمبسوط پس گرہے کہ ایں جابایدکشود ہمین ست کہ معنی قیام فی المحراب و حکمش درحق امام ازکراہت واباحت واستحباب چیست وہرچہ منقح شود درکلمات کرام ایں چہ تنافی ست۔	اسے مستحسن جانتے ہیں تو چوتھا سوال اسی سے جنم لے گا کیونکہ جب ائمہ مذہب کی تصریحات ہیں کہ محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے تو اب ہر صورت فضیلت یا عدم کراہت کا حکم نہیں ہوسکتا مگر اس صورت میں جب قیام محراب کے مقابل ہو پس ان دوشقوں کی وجہ سے، فضیلت واباحت محضہ کا سوال متون اور مبسوط میں تخالف و تضاد کی طرف راجح ہوگیا، یہاں اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ امام کا محراب میں کھڑے ہونے کا معنی و مفہوم کیا ہے، امام کے حق میں اس کا کیا حکم ہے مکروہ، مباح یا مستحب ہے، جب ان بزرگوں کے کلمات سے یہ واضح ہوجائے گا تو (پھر دیکھنا ہے کہ) منافات کیا ہے!
فقیر گوید یغفراللہ لہ اما دفع تدافع میاں حکم سنیت و تعبیر بلاباس بہ بنظر ظاہر خود آسان ست کلمہ لاباس گاہے برائے دفع توہم باس آید گوآں کارخودسنت بلکہ واجب باش قال اللہ تعالٰی اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا[1] عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما خالہ اش ام المومنین محبوبہ محبوب رب العلمین عائشہ صدیقہ بنت الصدیق صلی اللہ تعالٰی علٰی بعلہا الکریم	فقیر (اللہ تعالٰی اسے معاف کرے) کہتا ہے کہ اسے سنت قرار دینا اور "اس میں کوئی حرج نہیں" کہنا، اس پر منافات کا دور کرنا نہایت ہی آسان ہے کیونکہ "لاباس بہ" کے کلمات میں دفع وہم کے لئے بھی آجاتے ہیں اگرچہ وہ کام سنت بلکہ واجب بھی ہو۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے: "صفاومروہ اللہ تعالٰی کی نشانیوں میں سے ہیں پس جو بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف کرے۔" حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اپنی خالہ ام المومنین محبوبہ محبوب رب العلمین حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق (اللہ تعالٰی ان کے

---

[1] القرآن ۲/۱۵۸

وابیہا وعلیہا وسلم الکریم راازیں آیت پرسید وگفت فواللہ ماعلی احد جناح ان لایطوف بالصفا والمروۃ ام المؤمنین فرمود بئس ماقلت یابن اخی ان ھذہ لوکانت کما اولتھا علیہ کانت لاجناح علیہ ان لایطوف بھما ولکنھا انزلت فی الانصار کانوا قبل ان یسلموا یھلون لمناۃ الطاغیۃ التی کانوا یعبدونھا عندالمشلل فکان من اھل یتحرج ان یطوف بالصفا و المروۃ فلما اسلموا سئلوا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ذلك قالوا یارسول اللہ انا کنا نتحرج ان نطوف بین الصفا والمروۃ فانزل اللہ تعالٰی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ الاٰیۃ وقدسن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الطواف بینھما فلیس لاحد ان یترك الطواف بینھما[1] نظر کردنی ست ام المومنین چساں نفی حرج رابر دفع توہم حرج فرود آورد وہم عروہ رایک دم دلیل ساطع رد کرد کہ اگرچناں بودے لاجناح علیہ ان لایطوف بودے	مبارک خاوند، ان کے والد گرامی، خود ان کی ذات پر رحمت وسلام نازل فرمائے) سے اس آیت مبارکہ کے بارے میں پوچھتے ہوئے کہا اللہ کی قسم صفاومروہ کا طواف نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں تو ام المومنین نے فرمایا اے بھتیجے! تونے بہتر قول نہیں کیا اگر اس کا معنی یہی ہوتا جو تونے کیا ہے تو اس کے الفاظ یوں ہوتے "نہیں گناہ اس پر اگر وہ ان کا طواف نہ کرے" لیکن یہ تو انصار کے بارے میں نازل ہوئی جو اسلام سے پہلے مقام مشلّل میں "مناۃ" کی عبادت کیا کرتے تھے تو ان میں سے جو شخص حج کے لئے آتا وہ صفا ومروہ کے طواف میں حرج محسوس کرتا جب انصار اسلام لائے توانہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس کے بارے میں سوال کرتے ہوئے عرض کیا کہ ہم صفاومروہ کے طواف میں حرج محسوس کرتے ہیں، تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی کہ "صفاومروہ اللہ کی نشانیاں ہیں" (الآیۃ) تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی نے صفاومروہ کے درمیان طواف کو سنت قرار دیا، تواب کوئی ان کے طواف کو ترک نہیں کرسکتا۔ دیکھا ام المومنین نے نفی حرج کو دفع توہم پر چسپاں کرتے ہوئے حضرت عروہ کے وہم کو واضح دلیل سے رَد کردیا اور کہا اگر معاملہ ایسے ہوتا تو الفاظ یہ ہوتے "نہیں گناہ اس پر کہ ان دونوں کا طواف نہ کرے" "ان کا طواف کرے" کے الفاظ

---

[1] صحیح البخاری باب وجوب الصفا والمروۃ وجعل من شعائر اللہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۲۲

نہ ان یطوف یعنی منافی وجوب نفی حرج از ترک است نہ از فعل کہ اوخودلازم وجوب است زیرا کہ واجب رادرترک حرج باشد و ثبوت حرج دراں مستلزم انتفائے آں از فعل است واثبات لازم منافی ثبوت ملزوم نباشد بلکہ مؤکد ومقرر آن است این معنی شریف رابالطف واخصر لفظے ادافرمود ولہٰذا چوں عروہ ایں حکایت پیش ابوبکر بن عبدالرحمان بن حارث بن ہشام برو ابوبکر گفت ان ھذا لعلم وآیت راسببے دیگرازاہل علم آورد کہ ذکر اللہ تعالٰی الطواف بالبیت ولم یذکر الصفا والمروۃ فی القراٰن قالوا یارسول اللہ کنا نطوف بالصفا والمروۃ وان اللہ تعالٰی انزل الطواف بالبیت فلم یذکر الصفا فھل علینا من حرج ان نطوف بالصفا والمروۃ فانزل اللہ تعالٰی ان الصفا و المروۃ من شعائر اللہ الاٰیۃ قال ابوبکر فاسمع ھذہ الاٰیۃ نزلت فی الفریقین الخ رواہ الشیخان[1] ایں دگر نیز ازھماں وادی ست کما لایخفی در ردالمحتار باب ما یکرہ فی الصلوۃ قبیل احکام المسجد	نہ ہوتے یعنی وجوب کے منافی، ترک سے حرج کی نفی ہے، فعل سے حرج کی نفی منافی نہیں، فعل توخود لازم واجب ہے کیونکہ ترک واجب میں حرج ہے اوراس میں ثبوت حرج اس بات کو مستلزم ہے کہ اس فعل کی نفی ہو اور کسی لازم کا اثبات لازم کے ثبوت کے منافی نہیں ہوتا کے منافی نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے مؤکد اور ثابت کرنے والا ہوتاہے، اس مبارک معنی کو انہوں نے کتنے احسن اختصار کے ساتھ بیان فرمادیا، یہی وجہ ہے کہ جب یہ بات حضرت عروہ نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام کے سامنے رکھی توانہوں نے کہا علم یہی ہوتاہے، اس آیت کے نزول کاسبب اہل علم نے ایک اور بھی ذکر کیاہے کہ اللہ تعالٰی نے قرآن میں بیت اللہ کے طواف کاذکر کیا مگر صفا ومروہ کے طواف کاذکر نہ کیا توصحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ہم صفا ومروہ کاطواف کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالٰی نے بیت اللہ کے طواف کاذکر فرمایااور صفاومروہ کاذکر نہیں کیا توکیا ہمارا صفاومروہ کاطواف کرنا صحیح نہیں؟ تواللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی: "بلاشبہ صفاومروہ اللہ کی نشانیاں ہیں" ابوبکر نے کہا اس آیت کو سنو جو دونوں فریقوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے الخ (بخاری ومسلم) یہ دوسرا بھی اس (دفع وہم) معاملہ سے تعلق رکھتاہے جیساکہ واضح ہے۔ ردالمحتار میں احکام مسجد سے تھوڑاسا

---

[1] صحیح البخاری باب وجوب الصفاوالمروۃ وجعل من شعائر اللہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۲۳

است، قديقال ان لاباس هنا لدفع مايتوهم ان عليه باسا فى عدم الاجابة[1] نیز دراوائل ادراک الفریضۃ گوید ليس كلمة لاباس هنالخلاف الاولٰى لان ذلك غيرمطردفيها بل قدتاتى بمعنى يجب[2] هم درباب العیدین فرمود كلمة لاباس قدتستعمل فى المندوب كما فى البحر من الجنائز والجهاد ومنه هذا الموضع[3] اینجا نیز زآنرد کہ قیام فی الطاق رامکروہ فرمودہ بودند توہم می شود کہ شاید ایں چناں قیام کہ سجدہ درطاق افتد نیز مکروہ باشد دفع ایں التباس رالاباس آوردند۔ اما نفی تنافی ازدوکلام شامی **فاقول:** محقق سامی علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی درہر دوباب کلام امام امام الکلام وکلمات علمائے رام از مبسوط ودرایہ وتاتارخانیہ آوردہ مقتضایش وانمود کہ قضیہ ایں سخن کراہت ترک محراب است مرامام رامطلقًا اگرچہ میانہ صف ایستد ایں اطلاق رابنظراو دو تخصیص بود، یکے مستفاد ازحکم	پہلے "باب مایکرہ فی الصلٰوۃ" میں ہے، یہ کہا گیا گیا ہے لکہ اس مقام پر "لا باس" کا ذکر اس وہم کے ازالے کے لئے، کہ یہاں حرج ہے ادراک الفریضہ کی ابتداء میں ہے لا باس کا کلمہ یہاں خلاف اولٰی کے لئے نہیں ہے کیونکہ اس کا یہ معنی غیر یقینی ہے بلکہ وہ تو بعض اوقات وجوب کا معنی دیتا ہے اور باب العیدین میں بھی فرمایا لاباس کا کلمہ مندوب کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ بحر کے باب الجنائز اور باب الجہاد میں ہے اور مذکورہ مقام اس کے باب الجہاد سے ہے یہاں بھی فقہاء نے جوطاق میں قیام کر مکروہ فرمایا تو اس سے وہم پیدا ہوا شاید اس طرح کھڑا ہو کہ سجدہ طاق میں کرنا بھی مکروہ ہے لہٰذا اس کو لاباس کے ساتھ دفع کردیا۔ رہا معاملہ امام شامی کی دو[۲] عبارات میں منافات ہونے کا **فاقول:** (تو میں کہتا ہوں) محقق سامی علامہ شامی نے دونوں مقامات پر امام کی گفتگو جو کلام کی امام ہے اور دیگر فقہاء کرام کی مبسوط، درایہ اور تاتارخانیہ کے حوالے سے جو عبارات نقل کی ہیں ان کا مقتضی یہ ہے کہ امام کے لئے محراب کا ترک ہر حال میں مکروہ ہے خواہ صف کے درمیان ہی میں کھڑا ہو، اس کے اطلاق کے لئے ان کی نظر میں دو تخصیصیں

---

[1] ردالمحتار باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۸۴

[2] ردالمحتار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۲۶

[3] ردالمحتار باب العیدین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۲۱

منصوص وآں تخصیص امام غیر راتب ست اے در مسجد محلّہ زیراکہ فرق احکام راتب وغیرا وہما نجاست امامساجدالقوارع والجوامع العامة وامثالها فلاراتب لها وان کان فلافضل له علی غیرہ بل الکل فیها سواء ولذاکانت کل جماعة فیها جماعة اولٰی وکان الافضل فی کل جماعة ان تقام باذان واقامة جدیدین[1] کما نص علیه فی الخانیة وغیرها وبیناہ فی فتاوٰنا علماء تصریح فرمودہ اند کہ بعد امام راتب اعنی بعد جماعت اولٰی در مسجد محلّہ امام دیگر را باید کہ از محراب عدول نماید **اقول**: ولعل ذلك ابانة لشرف الاولٰی وتنبیها علی ان من تاخر أخر عن اشرف المقامات وایضا قدتأدی حق المسجد فلایکرر فی صلوة مرتین لحدیث لایصلی بعد صلوة مثلها[2] رواہ ابن ابی شیبة عن امیر المؤمنین الفاروق الاعظم رضی اللّٰه تعالٰی عنه من قوله وظاهر کلام الامام محمد انه عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم قال المحقق علی الاطلاق فی الفتح

ہیں، ایک توحکم منصوص سے مستفاد ہے اور وہ تخصیص غیر مقررہ امام جب محلّہ کی مسجد ییں ہو، کے اعتبار سے ہے، کیونکہ مقرر اور غیر مقرر کے درمیان فرق مسجد محلّہ ہی کے اعتبار سے ہے، رہامعاملہ مساجد شوارع یاعام جامع مسجد کا تو وہاں امام مقرر نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی تو اسے دوسرے پر فضیلت نہیں بلکہ اس میں تمام برابر ہیں اسی لئے وہاں کی ہر جماعت، جماعت اولٰی ہوتی ہے اور ہر جماعت میں افضل یہی ہے کہ وہ نئی اذان وتکبیر کے ساتھ ہو، اس پر خانیہ وغیرہ میں تصریح ہے کہ مقرر امام یعنی جماعت اولٰی کے بعد مسجد محلّہ میں دوسرے امام کو محراب سے عدول کرنا چاہئے اقول شاید اس میں پہلی کے شرف کااظہار ہے اور اس پر تنبیہ ہے کہ ہر وہ شخص جو جماعت اولٰی سے مؤخر ہوجاتا ہے وہ اعلٰی مقامات سے بھی مؤخرہ جاتا ہے، اور یہ بھی ہے کہ مسجد کا حق اداہوگیا تھا لہٰذا نماز میں دودفعہ تکرار اس حدیث کی بناپر "مناسب نہیں کہ نماز کے بعد اس کی مثل نہ پڑھی جائے"۔ ابن ابی شیبہ نے اسے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول کے طور پر نقل کیاہے، اور امام محمد کی عبارت سے واضح ہوتاہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کاارشاد عالی ہے، محقق علی الاطلاق نے فتح میں

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فی المسجد مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۳۲

[2] مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن الخ کراچی ۲/۳۰۲

ومحمد اعلم بذلك منا[1] ھوقد حمله علی الجماعة الثانية الامامان الجليلان فخر الاسلام وفخرالدين قاضی خاں قال فی البحر فالحاصل ان تكرار الصلوٰة ان كان مع الجماعة فی المسجد علی ھيأته الاولٰی فمكروه[2] الخ وفی ردالمحتار عن الغنية عن البزازية عن ابی يوسف اذالم تكن علی الھيأة الاولٰی لاتكره والاتكره قال وھوالصحيح وبالعدول عن المحراب تختلف الھيأة وفيه عن التتارخانية عن الولوالجية وبه ناخذ[3] ایں تخصیص چوں مبنی بر تنصیص بودہر دوجا اورابیان نمود، ودر مکروہات خودسخنے درآں نفرمود بلکہ درآخرش بجملہ فاغتنم ھذه الفائدة لب کشود دوم آنکہ ازحکمت وعلتش استنباط خواست و تحقیقش **علی ما اقول:** چنانست کہ معہود ومتوارث از زمان برکت توامان حضور سیدالانس والجان وعلٰی آلہٖ افضل الصلوٰۃ والسلام قیام امام درمحراب است فاماظاہراین سنت مقصود لعینہا نیست بلکہ لغیرہا واصل سنت توسط امام درصفت است لحکم بالغۃ سیأتیك بیان بعضھا ان شاء اللہ تعالٰی ولہٰذا جائیکہ قیام درمحراب

فرمایاامام محمد ہم سے زیادہ جاننے والے ہیں، دوبزرگ امام فخرالاسلام اور فخرالدین قاضی خاں نے اسے دوسری جماعت پر محمول کیاہے۔ بحر میں ہے حاصل یہ ہے کہ اگر تکرار جماعت محلّہ کی مسجد میں پہلی حالت پر ہے تومکروہ ہے الخ ردالمحتار میں غنیہ وہاں بزازیہ سے امام ابویوسف کے حوالے سے ہے کہ جب پہلی حالت کے مطابق نہ ہو تو کراہت نہیں ورنہ کراہت ہوگی، فرمایا یہی صحیح ہے اور محراب سے عدول کرلینے سے حالت بدل جاتی ہے اور اس میں تاتارخانیہ وہاں والوالجیہ سے ہے کہ ہمارا عمل اسی پر ہے یہ تخصیص چونکہ دونوں جگہ پر نصوص فقہاء پر مبنی تھی اس لئے اس کی تصریح کردی اور مکروہات میں اس پر خود کچھ نہ فرمایا بلکہ اس کے آخر میں یہ جملہ کہہ دیا "اس فائدہ کو غنیمت جان لو،" دوسری (تخصیص) اس کی حکمت اور علت سے مستنبط ہوتی ہے اس کی تفصیل میرے نزدیک یہ ہے کہ حضور سیدالانس والجن صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ افضل الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات سے امام کا محراب میں کھڑا ہونا آرہاہے لیکن ظاہر یہی ہے کہ یہ سنت بذاتہٖ مقصود نہیں بلکہ غیر کی وجہ سے مقصود ہے بلکہ اصل سنت امام کا صف کے درمیان کھڑا ہونا ہے ان عظیم حکمتوں کی وجہ سے جن میں سے بعض کا تذکرہ آرہاہے ان شاء اللہ تعالٰی، لہٰذا وہ جگہ جہاں محراب

---

[1] ردالمحتار بحوالہ فتح القدیر ، باب الوتروالنوافل ، مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۵۱۶

[2] بحرالرائق باب الوتروالنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۶۲

[3] ردالمحتار مطلب فی کراہیۃ تکرار الجماعۃ فی المسجد مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۲۹۱

باتوسط صف. بر طرف افتد اعنی جمع میان ہر دو نتواں کرد آنجا توسط صف اختیار کنند وقیام محراب راترک دہند مثلاً مسجد صیفی درجنب شتوی باشد ومردماں بکثرت گرد آمدند کہ ہر دو مسجد بصفوف صلوٰۃ یکے شد آں گاہ راامام راحکم ست کہ محراب گزاشتہ بکنار دیوار ایستد تامیانہ صفہا باشد فی ردالمحتار عن **معراج الدرایة عن مبسوط الامام بکر خواھر زادہ السنة ان یقوم فی المحراب لیعتدل الطرفان ولوقام فی احدجانبی الصف یکرہ ولو کان المسجد الصیفی بجنب الشتوی وامتلأ المسجد یقوم الامام فی جانب الحائط لیستوی القوم من جانبیہ و الاصح ماروی عن ابی حنیفة الٰی قومه قال علیه الصلوٰة والسلام توسطواالامام**[1]۔ پس ایں استدلال بحدیث وآں فرع نفیس خاصہ بعدازاں مقال کہ **السنة ان یقوم فی المحراب** وتعلیلش بآں کہ **لیعتدل الطرفان** و تعقیبش بقول او **ولوقام فی احد جانبی الصف یکرہ**[2] ایں ہمہ با دلیل روشن است برآنکہ اصل مقصود توسیط امام ست نہ نفس قیام فی المحراب

میں کھڑا ہونا اور وسط صف دونوں جمع نہ ہو سکتے ہوں تو وہاں امام وسط صف کو اختیار کرے اور محراب میں قیام کو ترک کردے مثلاً مسجد صیفی شتوی کے پہلو میں ہو اور لوگ کثیر ہوں اور دونوں مساجد کی دو صفیں ایک ہو جائیں تو امام کے لئے حکم ہے کہ وہ محراب کو چھوڑ کر دیوار کے پاس کھڑا ہو تاکہ صفوں کے درمیان ہو جائے، ردالمحتار میں معراج الدرایہ وہاں مبسوط امام بکر خواہر زادہ سے ہے کہ امام کے لئے محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے تاکہ دونوں اطراف میں برابری ہو جائے، اگر صف کی ایک جانب کھڑا ہوا تو یہ مکروہ ہے اور اگر مسجد صیفی، شتوی کے پہلو میں ہو، مسجد بھر جائے تو امام دیوار کی جانب کھڑا ہو تاکہ لوگ دونوں طرف برابر ہو جائیں اور اصح طور پر امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا امام کو درمیان میں کھڑا کرو، پس اس حدیث سے استدلال اور اس پر اس فرع کا ذکر کہ محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے، اس کی علت یہ تاکہ دونوں اطراف برابر ہو جائیں اور اس کے بعد یہ قول ذکر کرنا کہ اگر امام کسی صف کی ایک جانب کھڑا ہوا تو یہ مکروہ ہوگا، یہ تمام کے تمام اس بات پر روشن دلیل ہیں کہ اصل مقصود امام کا درمیان میں کھڑا ہونا ہے محراب میں کھڑا ہونا مقصود نہیں،

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۴۲۰/۲

[2] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۴۲۰/۲

آرے غالب آنست کہ محراب مقام تعادل طرفین ست چوں صف کامل باشد خودظاہر ست وآں گاہ بترک محراب ترک سنت مقصودہ بالفعل نقدوقت ست ورنہ درعامہ مساجد استکمال صف بہ پس آیندگاں مرجو و متوقع می باشد وزیادتش بنحیکہ توسط موجوداز ہم باشد پس ترک محراب تعرض بترک سنت و مخالف عمل امت بود واحکام فقہیہ برامور غالبہ انسحاب یابدازیں امر حکم بہ سنیت قیام فی المحراب کردہ اند اما اگر مسجد درجائے خامل بعیداز ممر و مورد باشد کہ ہمیں چندکساں دروحاضراندوآں بقدرزیادت اصلا متوقع نیست آں جا اگر امام راتب درگوشہ ازمسجد میانہ صف موجودایستد ظاہر مخالف سنت نباشد زیراکہ سنت قولیہ وسطواالامام خودادا شد وسنتِ فعلیہ مبتنی برہمیں حکمت بودواین جا ازعدم توقع زیادت مذکورخودرابمعرض مخالفت افگندن لازم نیست وفعل متوارث اززمان اقدس درمسجدے ست ازابشہر واعمر مساجد بود، ہمچو مسجدے خامل رابرآں قیاس نتواں کرد وکراہت حکم شرعی ست بے دلیل شرعی رنگ ثبوت نیابد پس ظاہراً ایں صورت نادرترباشد این مطمح نظر علامہ شامی و ایں جملہ مطالب راباوجزکلام

ہاں اغلب یہی ہے کہ محراب ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں دونوں جانبوں میں برابری ہوتی ہے۔ جب صف مکمل ہو تو خود ظاہر ہے کہ اس وقت محراب کو چھوڑنا موقعہ پر سنت مقصودہ کو ترک کرنا یعنی وسط کا ترک لازم آئے گا، ورنہ عام مساجد میں بعد میں آنے والے حضرات سے صف کا مکمل ہونا متوقع ہوتا ہے اور صف سے زائد بھی ہوسکتے ہیں لیکن توسط موجود ہونے پر کوئی حرج نہیں پس اس صورت میں محراب کو ترک کرنا سنت کا ترک اور امت کی مخالفت ہوگی۔ اور احکام فقہیہ اکثر طور پر امور غالبہ پر جاری کئے جاتے ہیں اسی وجہ سے امام کے محراب میں کھڑے ہونے کو سنت قرار دیا گیا ہے، اب اگر بے آباد مسجد ایسی جگہ پر ہے جو گزرگاہ اور جائے وَرود سے دور ہے اس میں چند لوگ اکٹھے ہیں اب اس سے زیادہ افراد کی توقع بھی نہیں تو امام اس مسجد کے کسی کونے میں موجود صف کے درمیان کھڑا ہوسکتا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ یہ سنت کے خلاف نہیں کیونکہ سنت قولیہ "امام کو درمیان میں کھڑا کرو" پر عمل ہو رہا ہے اور سنتِ فعلیہ بھی اسی حکمت پر مبنی ہے اور اس جگہ زیادہ کی عدم توقع سے مخالفت میں ڈالنا لازم نہیں آتا، اور آپ کی ظاہری حیات سے جو معمول چلا آرہا ہے وہ مشہور اور آباد مسجد میں ہے اس طرح کی گمنام مسجد کو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، کراہت حکم شرعی ہے جو کسی شرعی دلیل کے بغیر ثابت نہیں ہوسکتی تو ایسی صورت کا ظہور نادرتر ہے، علامہ شامی کا مطمح نظر یہی ہے اور ان تمام مطالب کو انہوں نے نہایت ہی اختصار

دریں دولفظ ادافرمود والظاھران ھذا فی الامام الراتب لجماعۃ کثیرۃ[1] فمعنی قولہ الامام الراتب ای امام الجماعۃ الاولٰی دون الثانیۃ وھوفی مسجد المحلۃ ظاھر وفی غیرہ کل امام لان جمیع جماعاتہ اولی فالکل فی حکم الراتب فی مسجد المحلۃ ومعنی قولہ لجماعۃ کثیرۃ ای واقعۃ اومتوقعۃ وکذا قولہ لئلا یلزم ای حالاا ومآلاظناواحتمالا ھذا مایعطیہ الفقہ فی تفسیر کلامہ وتبیین مرامہ واللہ تعالٰی اعلم باحکامہ لکن ازانجا کہ برخلاف تخصیص اول اینجا نصے کہ مفید او باشد بدست نبود باستظہار خودش بودن او تصریح نمود ودرآخرامر بتائل فرمود زیرا کہ می تواند کہ شارع علیہ الصلٰوۃ والسلام رادر نفس قیام امام راتب فی المحراب حکمتے باشد پس جزم بحکم نتواں نمود کماھو داب العلماء فی ابحاثھم ایں راتنافی نتواں گفت کہ جائے بر منصوص ومفاد پر نصوص اقتصار ورزیدہ وجائے بہ رائے خود استظہار خصوصے وگر نمودہ نظائر ایں ترک و	کے ساتھ ان دوالفاظ میں بیان کردیا ہے "اورظاہر یہی ہے کہ یہ مقرر امام اور جماعت کثیرہ کے لئے ہے" امام راتب سے مراد پہلی جماعت کاامام ہے دوسری کانہیں اور یہ بات مسجد محلّہ میں ظاہر ہے، اس کے علاوہ مسجد میں ہرامام مراد ہے کیونکہ وہاں کی تمام جماعتیں اولٰی ہیں لہٰذا وہاں کاہرامام مسجد محلّہ کے امام مقرر کے حکم میں ہوگا، جماعت کثیرہ سے مراد نفس الامر میں لوگ کثیر موجود ہوں یا ان کی توقع ہو اس طرح کاقول "تاکہ لازم نہ آئے" حالًا یا مآلًا، ظنًا اور احتمالًا مراد ہے جوشامی کے کلام کی تفسیر ومقصد کی تفصیل کے بارے میں عطا ہوا، اللہ تعالٰی اپنے احکام کاسب سے زیادہ عالم ہے لیکن اس وجہ سے کہ تخصیص اول کے خلاف اس جگہ کوئی ایسی نص جو انہیں مفید ہوتی ان کے ہاتھ میں نہ تھی تاکہ اپنے اظہار کی صورت میں اس کی تصریح کرتے اور آخر میں "غور کرو" فرمایا کیونکہ ہوسکتاہے کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں محراب میں امام راتب کے نفس قیام میں کوئی حکمت ہو، لہٰذا اس پر جزمًا حکم جاری نہیں کیا، علماء کا ایسے مقامات میں بحث کایہی طریقہ رہاہے۔ تواسے منافات نہیں کہہ سکتے ایک جگہ پر حکم منصوص اور نصوص سے مستفاد پر منحصرًا ہے اور دوسری جگہ خود اپنی رائے کااظہار ہے اس ترک و

---

[1] ردالمحتار، باب الامامۃ، مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۴۲۰

اظہار واقتصار واستظہار درکلام شراح ومحشین وخود علامہ شامی بوفور یافتہ می شود فانھم اذا لم یجزموا بمااستظھر والم یتأت لھم المشی علیہ وانما یمشون علی المنصوص وینقطعون الیہ ویقفون لدیہ۔

اما تحقیق کلام در تفسیر واحکام محراب وقیام **فاقول**: وباللّٰہ التوفیق وبہ الاعتصام حضرت عزہ منزہ از صورت جلت آلاءہ وتوالت نعماؤہ دریں عالم ہرشیئے را صورتے دادہ است وہر صورت را حقیقتے شہادت شرع مطہر درغالب احکام مطمح نظر حقیقت شیئ را داشت وصورت رانیز مہمل نگزاشت اے بسا احکام کہ تنہا برصورت میرود وگاہے مجموع حقیقت وصورت بہیأت اجتماعیہ ملحوظ می شود وکل ذلك جلی عند فضلکم لایخفی علی مثلکم پس چنانکہ مسجد را حقیقتے ست وآں بقعہ مخصوصہ موقوفہ للصلوٰۃ مفرزۃ فی جمیع الجہات عن حقوق العباد ست کہ ہیچ بنائے عمارت را در سنخ ماہیتش مدخلے نیست فی الخانیۃ وفی الھندیۃ عن الذخیرۃ عن الواقعات للامام الصدر الشہید رجل لہ ساحۃ لابناء

اظہار اور اقتصار واستظہار کے متعدد نظائر شارحین ومحشین اور خود علامہ شامی کے ہاں کثرت کے ساتھ موجود ہیں کیونکہ جب تک فقہاء کو اپنی رائے پر جزم نہ ہو وہ اس پر عمل نہیں کرسکتے وہ احکام منصوصہ پر چلتے ہیں انہیں کی طرف انقطاع اور رجوع کرتے ہیں اور انہیں پر گامزن ہوجاتے ہیں۔

اب رہ گیا معاملہ محراب وقیام کے احکام وتفسیر کا تو اللہ کی توفیق اور اس کے سہارے سے **میں کہتا ہوں** اس ذات اقدس نے جو صورت سے منزہ ہے اس کی قدرتیں اور نعمتیں مسلسل ہیں اس کائنات میں ہر شی کو اس نے صورت بخشی ہے اور ہر صورت کو ایک حقیقت دے رکھی ہے شریعت مطہر کے احکام میں مطمح نظر اغلب طور پر شے کی حقیقت ہے لیکن صورتِ شئے کو بھی بے فائدہ نہیں چھوڑا، بہت دفعہ احکام صورت پر جاری ہوتے ہیں اور بعض اوقات حقیقت وصورت دونوں کے مجموعہ پر بحیثیت اجتماعی احکام لاگو ہوتے ہیں، فاضل لوگوں کے ہاں یہ نہایت ہی واضح اور آپ جیسے لوگوں سے مخفی نہیں جیسا کہ مسجد کی حقیقت ہے جس سے مراد وہ بقعہ ہے جو نماز کے لئے مخصوص ووقف شدہ ہو اور ہر لحاظ سے بندوں کے حقوق سے علیحدہ کیا گیا ہو اس کی حقیقت میں عمارت کا کوئی دخل نہیں، خانیہ اور ہندیہ میں ذخیرہ سے وہاں امام صدر الشہید کے واقعات کے حوالے سے ہے کہ ایک آدمی کی کھلی جگہ تھی جس میں کوئی

فیھا امر قوما ان یصلوافیھا ابداوامرھم بالصلوٰۃ مطلقا ونوی الابد صارت الساحۃ مسجدا لومات لایورث عنہ[1] اھ مختصرا درآیہ کریمہ اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ[2] وکریمہ وَلَا تُبَاشِرُوْھُنَّ وَاَنْتُمْ عٰکِفُوْنَ ۙ فِی الْمَسٰجِدِ[3] وحدیث خیر البقاع المساجد شر البقاع الاسواق[4] رواہ الطبرانی وابن حبان والحاکم بسند صحیح عن ابن عمر ومعناہ لمسلم عن ابی ھریرۃ ولاحمد والحاکم عن جبیربن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی عنھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وحدیث لاصلوٰۃ لجارالمسجد الافی المسجد[5] رواہ الدارقطنی عن جابر وابی ھریرۃ وفی الباب عن امیرالمؤمنین علی وعن ام	تعمیر نہ تھی اس نے لوگوں سے کہا یہاں تم ہمیشہ نماز پڑھا کرو یا صرف مطلق نماز کا حکم کیا اور ہمیشگی کی نیت کی تو یہ جگہ مسجد قرار پائے گی اب وہ شخص اگر فوت ہوجاتا ہے تو اس کے ورثا اس زمین کے مالک نہ ہوں گے اھ آیت مبارکہ "اللہ کی مساجد وہی تعمیر کرتے ہیں جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں"۔ آیت کریمہ "جب تم مساجد میں معتکف ہو تو اپنی بیویوں سے مباشرت نہ کرو" اور یہ حدیث کہ "سب سے اعلٰی جگہ مساجد ہیں اور بدتر جگہ بازار ہیں"۔ اسے طبرانی، ابن حبان اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور مسلم نے اسی معنی کی روایت حضرت ابوہریرہ سے امام احمد اور حاکم نے حضرت جبیر بن مطعم سے اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔ یہ اور حدیث کہ "مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے علاوہ نہیں"۔ اسے دار قطنی نے حضرت جابر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے، اس سلسلہ میں امیر المومنین

---

[1] فتاوٰی ہندیہ باب المسجد ومایتعلق بہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۵۵

[2] القرآن ۹/ ۱۸

[3] القرآن ۲/ ۱۸۷

[4] مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی عن ابن عمر باب فضل المسجد مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۲/ ۶، الجامع الصغیر حدیث ۴۰۰۲ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۲۰۷، کنز العمال فضائل المسجد مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۷/ ۶۵۲۔۶۵۸

[5] سنن الدارقطنی کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/ ۴۲۰

المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالٰی عنھم کلھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واکثر احادیث واحکام فقھیہ متعلقہ بمساجد نظر اصلی یا کلی بہمیں حقیقت است واو را صورتے ست کہ عبارت از بنائے مخصوص بروجہ مخصوص درآیہ کریمہ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ[1] وکریمہ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا[2] وحدیث ابنوا المساجد واتخذوھا جمّا[3] رواہ البیھقی عن انس وابن ابی شیبة عنہ وعن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وحدیث ماامرت بتشیید المساجد[4] رواہ ابوداؤد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما بسند صحیح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ ومسئلہ نقش ونگار مسجد بآب زر وغیرہا مراد ہمیں صورت	حضرت علی اور ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہما نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ یہ تمام اور دیگر احادیث اور احکام فقہیہ کا تعلق بنظر اصلی یا کلی مسجد کی حقیقت کے ساتھ ہے البتہ مسجد کی ایک صورت ہوتی ہے جو بنائے مخصوص بروجہ مخصوص سے عبارت ہے، درج ذیل آیات اور احادیث میں یہی صورت مراد ہے "اگر اللہ تعالٰی بعض کو بعض کے ذریعے دفع نہ کرتا تو یہود ونصارٰی کی عبادت گاہیں اور مساجد گرادی جاتیں جن میں اللہ کا ذکر کثیر کیا جاتا ہے" "وہ لوگ جنہوں نے مسجد ضرار کو بنایا، اور حدیث "مساجد مُنڈی بناؤ اور ان میں کنگرے نہ رکھو"۔ اسے بیہقی نے حضرت انس اور ابن شیبہ نے ان سے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا، حدیث "مجھے مساجد مزیّن کرنے کا حکم نہیں دیا گیا" اسے ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے صحیح سند کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بیان کیا۔ مسجد کو سونے کے پانی کے ساتھ نقش ونگار کرنے کا تعلق صورتِ مسجد کے ساتھ

---

[1] القرآن ۲۲/۴۰

[2] القرآن ۹/۱۰۷

[3] السنن الکبرٰی للبیہقی باب کیفیۃ بناء المسجد مطبوعہ دار صادر بیروت ۲/۴۳۹

[4] السنن ابوداؤد باب فی بناء المسجد مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۶۵

ست ہمچناں محراب صورتے دارد وآں طاق معین درجدار قبلہ است وحقیقتش کہ ایں صورت برآں علم باشد موضعے ست ازمسجد برائے قیام امام ملحوظ بدولحاظ یکے آنکہ درعرض مسجد(کہ خط عموداست برخط مار از مصلی بقبلہ چنانکہ دردیارِ ماجنوبًا شمالًا) واقع دروسط بود **لحدیث وسّطوا الامام وسُدّوا الخلل[1] رواہ ابوداؤد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم** وحکمت درآں تعدیل واعتدال درقرب وبُعد رجال وسماع قرات واطلاع انتقال وسریان فیوض بہ یمین و شمال ازامام ست دوم آنکہ درجہت قبلہ تاحد تیسر شرعی وعادی ہرچہ تمام تراقرب بقبلہ باشد **لحدیث کان بین مصلی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبین الجدار ممر الشاۃ[2]، رواہ الائمۃ احمد والشیخان عن سھل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ وحدیث لایزال قوم یتأخرون حتی**

ہی ہے۔ اسی طرح محراب کی ایک صورت ہے کہ وہ طاق جو قبلہ کی دیوار میں ہوتا ہے اور اس کی حقیقت جس پر یہ صورت علامت ہے وہ جگہ ہے جو قیام امام کے لئے دولحاظ سے ہو، اس میں ایک لحاظ یہ ہو کہ عرض مسجد میں (کہ گزرنے والے خط پر خط عمود ہو جو نمازی سے قبلہ کی طرف گزرنے والے خط پر جیسا کہ ہمارے علاقے میں جنوبًا شمالًا) وسط میں واقع ہے اس حدیث کی وجہ سے کہ "امام کو درمیان میں کھڑا کرو اور صفوں کے رخنے بند کرو" اسے ابوداؤد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے، اور اس میں حکمت یہ ہے کہ لوگوں کے قرب وبعد میں برابری ہو تاکہ قرأت سننے، امام کے اوپر نیچے انتقال پر اطلاع اور دائیں بائیں لوگوں پر فیضان میں آسانی ہو جائے، دوسرا لحاظ یہ کہ جہت قبلہ میں ہو تاکہ حد شرعی وعادی تمام تر قبلہ سے اقرب ہو اس حدیث کی بناپر کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مصلّٰی اور دیوار کے درمیان بکری کے گزرنے کی جگہ ہوتی، اسے امام احمد، بخاری ومسلم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، اور یہ حدیث کہ "ہمیشہ لوگ پیچھے ہوتے رہیں گے حتّٰی کہ

---

[1] سنن ابوداؤد مقام الامام فی الصّف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۹

[2] صحیح البخاری باب قدر کم ان ینبغی ان یکون بین المصلی والسترہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ پشاور ۱/۷۱

یؤخرهم الله عزوجل[1] رواه مسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجة عن ابی سعید رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم وحدیث ابن مسعود رضی الله تعالٰی عنه لایصلین احدکم وبینه وبین القبلة فجوة[2] رواه عبدالرزاق فی مصنّفه۔ پس حکمت دروے توسیع برائے مقتدیاں وپس آیندگاں و عدم تضییق برذاکراں و گزرندگاں وعدم تعطیل پارہ از قبلہ مسجد باہمال آں وتفاؤل حسن بقرب رحمت ونزدیکی رحمان ست جل وعلی فان احدکم اذاقام فی صلوته فانه یناجی ربه وان ربه بینه وبین القبلة[3] کمارواه الشیخان وغیرهما عن انس رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم پیداست، وتعین ایں موضع راطاق معروف بلکہ بہ ہیچ بناہر گزنیاز نیست تاآنکہ اگر مسجد ساحتے سادہ باشد ایں موضع بتعیین وتحدید اوخود متعین می شود درزبان عرب نیز معنی محراب باصورت طاق جفت نیست عرباں ہر مکان رفیع وصدرِ	اللہ تعالٰی انہیں مؤخر فرمادے گا"۔ اسے مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ حضرت ابن سعد کی یہ حدیث کہ "تم میں ہر گز کوئی نماز اس طرح ادا نہ کرے کہ اس کے اور قبلہ کے درمیان بیکار خالی جگہ رہے" اسے عبدالرزاق نے مصنّف میں ذکر کیا ہے، اس میں مقتدیوں اور بعد میں آنے والوں کے لئے وسعت، ذاکرین اور گزرنے والوں کے لئے عدم تنگی، مسجد کے قبلہ کی جانب کسی گوشے کا مہمل نہ ہونا، اللہ تعالٰی کے قربِ رحمت کے لئے نیک فال ہے کیونکہ جب کوئی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کررہا ہوتا ہے اس نمازی اور قبلہ کے درمیان اس کا رب ہوتا ہے جیسا کہ بخاری ومسلم وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ذکر کیا، محراب کو طاق معروف یا کسی اور تعمیر کی حاجت نہیں بلکہ اگر مسجد سادہ میدان ہو تو بھی مسجد کی حدود خود بخود متعین ہوجاتی ہیں اور عربی زبان میں محراب کا اطلاق صرف طاق پر ہی نہیں ہوتا بلکہ ہر بلند جگہ، صدر مجلس اور گھر کی اعلٰی جگہ کو محراب کہا جاتا ہے

---

[1] صحیح مسلم باب تسویۃ الصفوف واقامتہا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۲

[2] المصنف لعبدالرزاق نمبر ۲۳۰۶ باب کم یکون بین الرجل وبین سترتہ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۱۶

[3] صحیح البخاری حک البزاق بالید من المسجد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۸

مجلس واشرف مواضع بیت رامحراب نامند لانه مما یتنافس فیه ویتنازع علیه فربما ادی الی حرب وقتال وفی الحدیث اتقوا هذه المذابح یعنی المحاریب[1] رواه الطبرانی فی الکبیر والبیهقی فی السنن عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله تعالٰی عنهما عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم، قال المناوی فی التیسرای تجنبوا تحری صدور المجالس یعنی التنافس فیها[2] ومحراب مسجد حسب تصریح ائمہ لغت وتفسیر ازہمیں معنی ماخوذ ست لانه صدرالمقام ومقدمه واشرف موضع فیه لکونه مقام الامام اوسط قطعة تلی القبلة لاجرم محراب رابمطلق مقام فی المسجد تفسیر کردہ اند در مجمع بحارالانوار ست دخل محرابالهم هو الموضع العالی المشرف وصدر المجلس ایضا ومنه محراب المسجد وهو صدره واشرف موضع فیه ومنه[3] ح انس کان یکره المحاریب ای لم یکن یحب ان یجلس فی صدرالمجلس ویترفع علی الناس درقاموس فرمود المحراب الغرفة وصدر البیت واکرم

کیونکہ اس میں ایک دوسرے پر رشک کرتے اور اس حصول میں جھگڑتے ہیں بسااوقات جنگ وقتال تک نوبت جاپہنچتی ہے، اور حدیث میں ہے ان مذابح یعنی محرابوں سے بچو، اسے طبرانی نے کبیر اور بیہقی نے سنن میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا، شیخ مناوی نے تیسیر میں فرمایا یعنی صدورِ مجالس کی تلاش سے بچو یعنی اس میں تنافس سے بچو، ائمہ لغت وتفسیر کی تفسیر کے مطابق مسجد کا محراب بھی اسی معنی سے ماخوذ ہے کیونکہ یہ صدر مقام اور اعلٰی جگہ ہوتی ہے اس لئے کہ امام کی جگہ قبلہ سے متصل سب سے وسط میں ہے اسی لئے محراب کی تفسیر مسجد میں مطلق مقام سے کی ہے، مجمع بحارالانوار میں ہے وہ ان کے محراب میں داخل ہوا اور وہ محراب بلند وعالی جگہ ہے، صدر مجلس کو بھی کہا جاتا ہے اسی سے محراب مسجد ہے اور یہ صدر اور اعلٰی جگہ ہے، اسی پر حدیث دال ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ محاریب کو پسند نہ کرتے یعنی لوگوں پر بلند اور صدر مجلس کے طور پر بیٹھنا پسند نہ کرتے۔ قاموس میں ہے محراب المارى، صدر گھر، گھر کا اعلٰی مقام،

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی باب فی کیفیۃ بناء المسجد مطبوعہ دار صادر بیروت ۲/ ۴۳۹

[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۱۵۲ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۴۴

[3] مجمع بحارالانوار باب الحاء مع الراء مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۴۹

مواضعه ومقام الامام من المسجد و الموضع ینفرد به الملك فیتباعد عن الناس[1] درمختار رازی منتخب صحاح ست المحراب صدر المجلس ومنه محراب المسجد[2] درصراح ست محاریب پیشگاہ ہائے مجالس ومنه محراب المسجد[3] درمصباح المنیر ست المحراب صدر المجلس ویقال هو اشرف المجالس وهوحیث یجلس الملوك والسادات و العظماء ومنه محراب المصلی[4] درتاج العروس ست المحراب الغرفة وموضع العالی نقله الهروی فی غریبیه عن الاصمعی وقال الزجاج المحراب ارفع بیت فی الدار وارفع مکان فی المسجد وقال ابوعبیدة المحراب اشرف الاماکن قال ابن الانباری سمی محراب المسجد لانفراد الامام فیه وبعده من القوم[5] وفی لسان العرب المحاریب صدورالمجالس ومنه محراب المسجد ومنه محاریب غمدان بالیمن والمحراب القبلة ومحراب	مسجد میں امام کی جگہ، اور اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں بادشاہ تنہا بیٹھتا ہو تاکہ لوگ دُور رہیں، مختار رازی منتخب صحاح میں ہے کہ محراب صدر مجلس کو کہا جاتا ہے، اور اسی سے محراب مسجد ہے۔ صراح میں ہے محاریب مجالس کی اگلی جگہ، اسی سے محراب مسجد ہے۔ مصباح المنیر میں ہے محراب مجلس کے لئے اونچی جگہ کو کہا جاتا ہے وہ اعلٰی جگہ ہے کہ وہاں بادشاہ، سادات اور بڑے لوگ بیٹھتے ہیں، اسی سے عیدگاہ کا محراب ہے۔ تاج العروس میں ہے لفظ محراب کو ہروی نے غریب میں اصمعی سے نقل کیا، اور زجاج نے کہا کہ گھر کا سب سے بلند مقام محراب کہلاتا ہے اور مسجد میں بلند جگہ۔ ابوعبیدہ نے کہا محراب بزرگ جگہ ہے۔ ابن الانباری کہتے ہیں کہ محراب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں امام اکیلا کھڑا ہوتا ہے اور لوگوں سے دور ہوتا ہے۔ لسان العرب میں ہے کہ محاریب سے مراد جائے صدور ہے اسی سے محراب مسجد ہے، اسی سے محراب مسجد ہے، اسی سے یمن میں غمدان کے محراب اور محراب قبلہ ہے،

---

[1] القاموس باب الباء فصل الحاء مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۵

[2] الصحاح باب الباء فصل الحاء مطبوعہ دارالعلم للملایین بیروت ۱/۸۸

[3] الصراح باب الباء فصل الحاء مطبوعہ مجیدی کانپور ص ۲۴

[4] مصباح المنیر تحت لفظ الحرب مطبوعہ منشورات دارالہجرۃ قم ایران ۱/۱۲۸

[5] تاج العروس فصل الحاء من باب الباء مطبوعہ احیاء التراث بیروت ۱/۲۰۷

المسجد ایضاً صدورہ واشرف موضع فیه والمحراب اکرم مجالس الملوك عن ابی حنیفة، وقال ابوعبیدة المحراب سیّد المجالس ومقدمها واشرفها قال وکذلك هو من المساجد[1] اھ ملخصًا۔ درمعالم التنزیل فرمود المحراب اشرف المجالس ومقدمها وکذلك هو من المسجد[2] درانوارالتنزیل ست (المحراب) ای الغرفة اوالمسجد اواشرف مواضعه ومقدمها سمی به لانه محل محاربة الشیطان کانها (ای سیدتنا مریم) وضعت فی اشرف موضع من بیت المقدس[3] درشرح او عنایہ القاضی ست ذکر المحراب معانی المشهور منها الاخیر ولذااقتصر علیه اخیرافی قوله کانها[4] الخ درجلالین ست (المحراب) الغرفة وهی اشر المجالس[5] درتفسیر کبیر ست المحراب الموضع العالی الشریف وقیل المحراب اشرف المجالس	مسجد کا محراب بھی اس کی اعلٰی واشرف جگہ ہوتی ہے، یہ امام ابوحنیفہ سے ہے۔ ابوعبیدۃ کہتے ہیں کہ محراب مجالس کی اعلٰی واشرف جگہ ہوتی ہے اور اسی طرح مساجد کے محراب ہیں اھ تلخیصًا۔ معالم التنزیل میں ہے محراب سے مراد مجالس کی اعلٰی اور مقدم جگہ ہے اور مسجد میں بھی محراب کا معاملہ ایسا ہی ہے۔ انوارالتنزیل میں ہے (محراب یعنی کمرہ یا مسجد یا کمرہ ومسجد کی اعلٰی واشرف جگہ مراد ہے یہ نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ شیطان سے محاربہ کی جگہ ہوتی ہے گویا (سیّدہ مریم علیہا السلام) بیت المقدس کی اعلٰی جگہ پر پیدا ہوئیں، اس کی شرح عنایۃ القاضی میں ہے کہ محراب کے متعدد معانی ہیں ان میں سے مشہور آخری ہے اسی لئے ماتن نے اس آخری معنی پر "**کانہا وضعت الخ**" کے الفاظ سے اقتصار کیا۔ جلالین میں ہے (محراب) کمرہ، یہ مجالس کی اعلٰی جگہ ہوتی ہے۔ تفسیر کبیر میں ہے محراب سے مراد بلند واعلٰی جگہ ہے، بعض کے نزدیک مجالس کے لئے

---

[1] لسان العرب فصل الحاء المہملۃ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/۳۰۵

[2] معالم التنزیل علی ہامش الخازن سورہ آل عمران مطبوعہ مصطفٰی البابی بیروت ۱/۳۴۲

[3] انوار التنزیل (بیضاوی) سورہ آل عمران مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۸

[4] حاشیۃ الشہاب المعروف عنایۃ القاضی سورہ آل عمران مطبوعہ دار صادر بیروت ۳/۳۳

[5] تفسیر جلالین سورہ آل عمران مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۴۸

وارفعھا[1] درکشاف ست غرفة وقیل اشرف المجالس ومقدمھا[2] این ست معظم عبارات ائمہ فن کہ ازہمان نفس موضع نشان می دہدہ از صورت طاق وچسپاں ازونشان دہند کہ اوخودحادث ست درمساجد قدیمہ تاسال ہشتاد وہشت ہجری نامے ازاں نبود افضل المساجد مسجد الحرام ہنوزازان خالیست ودر مسجد اکرم سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نیز نہ بزمان اقدس بودنہ بعہد خلفائے راشدین نہ بعہد امیر معاویہ وعبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین بلکہ ولید بن عبدالملک مروانی زمانہ امارتِ خوداحداث کردہ است ومانا کہ حامل برآں غیر زینت اعلام مقام امام بعلامتے ظاہرہ متبینہ باشد کہ درتوسط صف خاصہ بمساجد کبار حاجت بنظروآزمودن نیفتد وبشب نیز بے روشنی مدرک شود وبرائے مقتدیاں بسجدہ امام درطاق فراخی فراغے ہم نماید چوں کار مشتمل مصالح بودرواج گرفت وزاں بازدرعامہ بلاداسلام معہود شد پس اطلاق محراب برآں نام مُعَیّن برائے مُعَیِّن ست اعنی تسمیۃ الدال باسم المدلول سید سمہودی عــہ	اعلٰی وارفع جگہ ہے۔ کشاف میں ہے محراب کا معنی کمرہ، بعض کے نزدیک مجالس کے لئے اعلٰی واشرف جگہ مراد ہوتی ہے۔ محراب کے بارے میں یہ ہیں تمام ائمہ فن کی عبارات جن سے واضح ہورہاہے کہ اس سے مراد جگہ ہے طاق وغیرہ کی صورت کانام نہیں بلکہ اٹھاسی ۸۸ ہجری سے پہلے مساجد قدیمہ میں اس کا وجود نہ ہوتا تھا سب سے افضل مسجد مسجد حرام اس سے اب تک خالی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ظاہری حیات، خلفاء راشدین، امیر معاویہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہم کے دور میں مسجد نبوی میں صورت محراب نہیں تھی بلکہ ولید بن عبدالملک مروانی نے اپنے دورامارت میں محراب بنایا اور یہ تسلیم ہے کہ زینت کے علاوہ امام کی جگہ پر علامت کے طورپر محراب کاہونا بہتر ہے خصوصا بڑی مساجد میں تاکہ ہردفعہ غوروفکرنہ کرناپڑے اور رات کو بغیر روشنی کے امام کو پایاجاسکے اور امام کے محراب میں سجدہ کی وجہ سے مقتدیوں کووسعت بھی مل جاتی ہے توجب محراب میں یہ مصالح تھے تو اس کارواج ہوگیا اور تمام بلاد اسلامیہ میں یہ معروف ہواتو یہ یہاں مدلول کانام دال کودیاگیاہے۔ سیّد سمہودی قدس سرہ، نے
عــہ بتصریحات ہؤلاء الکبراء رحمہم اللہ	اکابر رحمہم اللہ تعالٰی کی ان تصریحات سے یہ بات (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] التفسیر الکبیر سورہ آل عمران میں مذکور ہے مطبوعہ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۱/۸

[2] تفسیر الکشاف سورہ آل عمران میں مذکور ہے مطبوعہ انتشارات آفتاب تہران ایران ۴۲۷/۱

قدس سرہ درخلاصہ الوفا در فصل ہشتم باب چہارم فرماید یحیٰی عن عبدالمھیمن بن عباس عن ابیہ مات عثمٰن ولیس فی المسجد شرفات ولامحراب فاول من احدث المحراب والشرفات عمر بن عبدالعزیز [1] ہمدر فصل دوم ازاں فرمودِ لم یکن للمسجد محراب فی عھدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولافی عھدالخلفاء بعدہ حتی اتخذعمربن عبدالعزیزفی امارۃ الولید [2] امام عسقلانی در فتح الباری شرح صحیح بخاری آورد قال الکرمانی من حیث انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یقوم بجنب المنبرای ولم یکن لمسجدہ محراب [3] امام عینی در عمدۃ القاری شرح بخاری فرمود	خلاصۃ الوفا کے باب چہارم کی آٹھویں فصل میں فرمایا یحیٰی نے عبدالمہیمن بن عباس انہوں نے اپنے والد سے بیان کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ شہید ہوئے تو مسجد میں کنگرے اور محراب نہ تھے سب سے پہلے محراب اور کنگرے بنانے والے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں، اسی کی دوسری فصل میں ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ظاہری حیات اور خلفائے راشدین کے دور میں محراب نہ تھا حتی کہ امارتِ ولید بن عبدالملک میں عمر بن عبدالعزیز نے بنوایا۔ امام عسقلانی فتح الباری شرح البخاری میں فرماتے ہیں کہ امام کرمانی نے لکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منبر کی ایک جانب کھڑے ہوتے یعنی اس وقت مسجد میں محراب نہ تھا۔ امام عینی نے عمدۃ القاری شرح البخاری میں فرمایا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تعالٰی ظھران ماوقع فی الفتح مسألۃ القیام فی الطاق انہ نبی فی المساجد المحاریب من لدن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم [4] ھ سھو فلیتنبہ ۱۲منہ غفرلہ(م)	واضح ہوگئی کہ فتح القدیر میں امام کے محراب میں کھڑا ہونے کے بیان میں جو کہا گیا کہ یہ محراب مساجد میں رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ظاہری حیات سے ہیں سہو و بھول ہے اھ اس پر متنبہ رہنا چاہیے ۱۲منہ غفرلہ (ت)

---

[1] وفاء الوفاء الفصل السابع عشر مطبوعہ احیاء التراث بیروت ۲/ ۵۲۵

[2] وفاء الوفاء محراب المسجد النبوی وقی صنع مطبوعہ احیاء التراث بیروت ۱/ ۳۷۰

[3] فتح الباری شرح بخاری قدر کم ینبغی ان یکون بین المصلی والسترۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۲۱

[4] فتح القدیر باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۶۰

انه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کان یقوم بجنب المنبر لانه لم یکن لمسجده محراب[1] علامہ شیخ محقق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز در جزب القلوب شریف فرماید درزمان آں سرور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علامت محراب کہ االآن درمساجد متعارف ست نبود ابتدائے آں ازوقت عمربن عبدالعزیز ست دروقتیکہ امیرمدینہ منورہ بود ازجانب ولید بن عبدالملک اموی[2] اھ ہمدرآن ست طول مسجد درزمان ولیددوئیست ذراع بودوعرض آں یکصدوشصت ہفت ذراع ووی در تکلّف وتصنّع عمارت باقصی الغایۃ کوشید وعلامت محراب کہ االآن درمساجد متعارف ست اوساخت وپیش ازاں نبود[3] اھ مختصرًا ازیں تقریر منیر مستنیر شد کہ ہیچ مسجد شتوی خواہ صیفی تاآنکہ بقعہ سادہ موقوفہ للصلوٰۃ نیزازمحراب حقیقی تہی نتواں بودوہمون ست مقام امام متوارث اززمان امام الانام علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام پس جائیکہ قیام امام فی المحراب راسنت گفتہ اند مراد ہمین ست ونہ قیام در محراب صوری یاباز آئے آن کہ اوخوددرزمان سنت بودوجائیکہ	حضور سرورعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منبر کے پہلو میں قیام فرماتے کیونکہ اس وقت مسجد میں محراب نہ تھا۔ علامہ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز جذب القلوب میں فرماتے ہیں یہ محراب جوآج متعارف ہے رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں نہ تھااس کی ابتداء ولید بن عبدالملک اُموی کے دور میں عمربن عبدالعزیز نے کی، جبکہ وہ مدینہ طیبہ کے گورنر تھے۔ اوراسی میں ہے کہ ولید مسجد کا طول چالیس ۴۰ ہاتھ اور عرض ایک ۱۶۷سوسڑسٹھ ہاتھ تھا اور عمارت بنانے میں تکلف وتصنع سے انھوں نے کام لیا اور علامت محراب جوآج کل مساجد میں متعارف ہے اس دور میں نہ تھااھ المختصر اس پرنور تقریر سے یہ بات آشکارا ہوگئی کہ کوئی بھی مسجد خواہ شتوی ہو یا صیفی جب سے وہ وقف ہوئی ہے وہ محراب حقیقی سے خالی نہیں ہوتی اور یہی وہ مقام ہے جو امام الانام علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات سے امام کی جگہ بنتا رہالہٰذا جس جگہ بھی علماء نے امام کے محراب میں کھڑے ہونے کو سنت کہا ہے وہاں یہی محراب حقیقی مراد ہے نہ کہ محراب صوری میں قیام مراد ہے یااس کے برابر جواس وقت

---

[1] عمدۃ القاری شرح بخاری قدر کم ینبغی ان یکون بین المصلی والسترۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۴ /۲۸۰

[2] جذب القلوب الٰی دیارالمحبوب باب ششم دربیان عمارت مسجد شریف نبوی مطبوعہ مکتبہ نعیمیہ چوک دارلگراں لاہور ص ۷۳

[3] جذب القلوب الٰی دیارالمحبوب باب ہفتم دربیان تغیرات وزیادات کہ بعد از وصلت الخ مطبوعہ مکتبہ نعیمیہ چوک دارلگراں لاہور ص ۸۸

مکروہ گفتند مراد در محراب صوری استادن ست بوجہیکہ پائے اندر قضائے او باشد بدلیل وآں اشتباہ حال امام ست بر قولے وتشبّہ بہ یہود وشبہ اختلاف مکان بر قول اصح ووجہ اطلاق محمد۔

اقول: وفی تعلیل الاشتباہ نظر واشتباہ فانہ لایحصل غالبا الااذازداد طول الصف وھو یحصل بدون القیام فی المحراب بل مع عدم المحراب والبناء اصلا وایضا ان ارید اطلاع الکل بنظر نفسہ فان النظر لہ حدلایتجاوزہ فکما یعجز عند قیام الامام فی المحراب لبعد ما یعجز ایضا بدونہ علی بعد اخر وان اکتفی بالاطلاع ولو بواسطۃ من معہ فی الصلٰوۃ فلامعنی للاشتباہ بالقیام فی المحراب ولاشك ان الاخیرھوالمعتبر والالم یکن لکل من بعد الصف الاول بدمن الاشتباہ ولالمن فی طرفی الاول علی بعد

بھی سنت تھا، اور جہاں علماء نے محراب میں امام کے قیام کو مکروہ قرار دیا ہے وہاں محراب صوری میں کھڑا ہونا ہے اس طریقہ پر کہ اس کے پاؤں محراب کے اندر ہوں، اس پر دلیل، ایک قول کے مطابق امام کے حال کا مشتبہ ہونا اور ایک قول پر یہود کے ساتھ تشابہ، لیکن اصح قول کے مطابق مکان کا مختلف ہوجانا ہے اور ایک وجہ امام محمد کے قول کا اطلاق ہے۔

اقول: مشتبہ ہونے کی علت میں نظر واشتباہ ہے کیونکہ یہ اکثر طور پر حاصل نہیں ہوتا مگر اس صورت میں جب صف زیادہ لمبی ہو اور یہ اشتباہ قیام فی المحراب کے بغیر بھی حاصل ہوجاتا ہے بلکہ اس وقت بھی جب محراب اور عمارت نہ ہو اور یہ بھی معاملہ ہے کہ کیا تمام مقتدیوں کا امام کو اپنی اپنی آنکھوں سے دیکھنا ضروری ہے کیونکہ نظر کی ایک حد ہے جس سے متجاوز نہیں ہوتی، تو جس طرح محراب کے اندر کھڑے ہونے پر امام کے بُعد کی وجہ سے وہ نظر نہیں آتا اس طرح اس کے بغیر بھی بعد کی وجہ سے ممکن ہے کہ وہ نظر نہ آئے اور اگر محض اطلاع کافی ہے خواہ وہ بالواسطہ کسی مقتدی کے ذریعے ہو تو محراب میں کھڑے ہونے سے اشتباہ کا پیدا ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا، اور بلاشبہ آخری بات (وجہ) ہی معتبر ہے ورنہ ہر وہ شخص جو صف اول کے بعد والی صف میں ہو اسے اشتباہ کے بغیر کوئی چارہ نہیں، اسی طرح

یمنع النظر الابالتفات عن القبلة دررد المحتار ست صرح محمد فی الجامع الصغیر بالکراھة ولم یفصل فاختلف المشائخ فی سببھا فقیل کونه یصیر ممتازاعنھم فی المکان المحراب فی معنی بیت اٰخر وذلك صنیع اھل الکتب واقتصر علیه فی الھدایة و اختارہ الامام السرخسی و قال انه الاوجه وقیل اشتباہ حاله علی من فی یمینه ویسارہ فعلی الاول یکرہ مطلقا وعلی الثانی لایکرہ عندعدم الاشتباہ وایدالثانی فی الفتح بان امتیاز الامام فی المکان مطلوب وتقدمه واجب وغایة اتفاق الملتین فی ذلك وارتضاہ فی الحلیة وایدہ لکن نازعه فی البحر بان مقتضی ظاھر الروایة الکراھة مطلقا بان امتیاز الامام المطلوب حاصل بتقدمه بلاوقوف فی مکان اٰخر ولھذا قال فی الولوالجیة وغیرھا اذا لم یضق المسجد	اس کو بھی جو صف اول کے اطراف میں اتنا دور کھڑا ہو کہ نظر سے دیکھ نہ پائے۔ اشتباہ کو دور کرنے کے لئے ان کو اپنے قبلہ سے انحراف ضروری ہوگا۔ ردالمحتار میں ہے کہ امام محمد نے جامع صغیر میں اس محراب میں ہونے پر کراہت کا حکم لگایا ہے اور کوئی تفصیل نہیں دی اس لئے سبب کے بیان میں مشائخ کا اختلاف ہوا، ایک یہ ہے کہ امام ایسی صورت میں ممتاز ہوکر یوں ہوجاتا ہے جیسے وہ کسی دوسرے کمرے میں ہے اور یہ اہل کتاب کا طریقہ ہے۔ ہدایہ میں اسی پر اکتفا کیا گیا ہے۔ امام سرخسی نے اسے ہی پسند کیا اور کہا یہی مختار ہے۔ بعض نے کہا کہ امام اپنے دائیں بائیں مقتدیوں پر مشتبہ ہوجاتا ہے، پہلی صورت میں ہر حال میں کراہت ہے اور دوسری صورت میں جب اشتباہ نہ ہو کراہت نہ ہوگی۔ فتح میں یہ کہتے ہوئے دوسری کی تائید کی اور کہا کہ امام کا ممتاز مقام پر کھڑا ہونا تو مطلوب ہے اور اس کا مقدم ہونا واجب ہے اور اس میں دونوں فریق متفق ہیں اسے حلیہ میں پسند کیا گیا اور اس کی تائید کی لیکن بحر میں یہ کہتے ہوئے اس سے اختلاف کیا کہ ظاہر روایت کا تقاضا یہی ہے کہ ہر حال میں کراہت ہو اور یہ کہ امام کا مطلوبہ امتیاز آگے ہونے سے حاصل ہوجاتا ہے یہ اس کے دوسرے مقام پر کھڑے ہونے پر موقوف نہیں ہے اسی لئے ولوالجیہ وغیرہ میں ہے کہ جب مقتدیوں پر مسجد

بمن خلف الامام لاینبغی له ذلك لانه یشبه تباین المکانین ھ یعنی وحقیقة اختلاف المکان تمنع الجواز فشبهة الاختلاف توجب الکراهة والمحراب وان کان من المسجد فصورته هیأته اقتضت شبهة الاختلاف ھ ملخصا **قلت** ای لان المحراب انما نبی علامة لمحل قیام الامام لیکون قیامه وسط الصف کماهوالسنة لالان یقوم فی داخله فهو وان کان من بقاع المسجد لکن اشبه مکانا اُخر فاورث الکراهة ولایخفی حسن هذا الکلام فافهم لکن تقدم ان التشبه انما یکرہ فی المذموم وفیما قصد به التشبه لامطلقا ولعل هذا من المذموم تامل[1] ھ کلام الشامی	تنگ نہ ہو توامام کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں کیونکہ دونوں مقامات کاجداہونالازم آتاہےاھ اور حقیقۃ جگہ کااختلاف جواز نماز سے مانع ہے اور جہاں اختلاف کاشبہ ہو وہاں کراہت ہوگی اور اگر محراب اگرچہ مسجد میں ہی ہے لیکن اس صورت و ہیئت سے شبہ اختلاف پیدا ہوتا ہےاھ تلخیصًا **قلت** (میں (شامی) کہتاہوں) محراب کامقصد یہ ہے کہ وہ قیام امام کی علامت ہوتاکہ اس کاقیام صف کے درمیان ہو یہ مقصد نہیں کہ امام محراب کے اندر کھڑا ہو۔ محراب اگرچہ مسجد کاہی حصہ ہے لیکن ایک دوسرے مقام کے مشابہ ہے لہٰذا اس سے کراہت ہوگی۔ اس کلام کاحسن واضح ہے اسے اچھی طرح محفوظ کرو، لیکن پیچھے گزرا کہ تشبہ بری بات میں مکروہ ہوتاہے اور اس صورت میں جب تشبہ مقصود ہوہر حال میں مکروہ نہیں اور ممکن ہے یہ مذموم میں سے ہو۔ (کلام شامی ختم ہوا)
اقول: ولامحل للترجی بعد ماافادنا قلاعن الولوالجیة وغیرها انه یشبه تباین المکانین وحقیقة تفسد فشبهته تکره بل لوعد هذا دلیلا براسه لکفی وشفی کما	**اقول:** (میں کہتاہوں) یہ "شاید" کہنے کامحل نہیں کیونکہ اس نے ولوالجیہ وغیرہ سے نقل کردیاہے کہ یہ عمل دوجگہوں کے متخالف ہونے کے مشابہ ہے اور اگر تباین حقیقۃً ہو تواس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے اور اگر تباین کاتشابہ ہو تونماز میں کراہت آئے گی بلکہ اگر اسے

---

[1] ردالمحتار باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۴۷۷

لایخفی پیداست کہ ایں شبہہ وتشبہ واشتباہ ہمہ ہا ہمیں در محراب صوری ست نہ حقیقی اما قیام بمحاذات محراب صوری آنچناں کہ سجدہ درطاق افتد پس فی نفسہ نہ کراہتے دارد **لعدم الوجوہ المذکورۃ من الشبھۃ و التشبہ والاشتباہ فیہ نہ فضیلتے لما قدمنا انہ لم یکن فی اصل السنۃ محراب صوری ولامحاذاتہ** پس نظر بذات خودش نباشد جز مباح ازینجاست کہ ایں راسنت نگفتہ اند و چوں مکروہ ہم نبود دفع توہم را لاباس آورند آرے اگر قیام بمحل محرابِ حقیقی موافق آید **کما ھو الغالب** لاجرم سنت باشد نہ ازاں روکہ محاذات محراب صوری ست بل ازاں جہت کہ موافات محراب حقیقی ست ازیں تحقیق انیق بحمداللہ روشن شد کہ اگرامام در مسجد صیفی بمحراب حقیقی ایستد یقینا اصابت سنت یافتہ باشد وہیچ کراہتے. برونبود گو محراب صوری را محاذی ہم مباش چنانکہ صیفی در عرض ازید از شتوی باشد آنگاہ باید کہ از محاذاتِ طاق بجانب زیادت میل کند وبوسط صیفی بایستد	مستقل دلیل بنایا جائے تو یہ کافی وشافی ہے جیسا کہ واضح اور یہ ظاہر بات ہے کہ یہ شبہ، تشبّہ اور اشتباہ وغیرہ تمام صورتیں محراب صوری میں ہیں، نہ کہ حقیقی میں، محراب صوری کی محاذات میں اس طرح کھڑا ہونا کہ سجدہ محراب میں ہو فی نفسہٖ مکروہ نہیں کیونکہ وجوہ مذکورہ یعنی شبہ، تشبّہ اور اشتباہ یہاں نہیں ہیں اور نہ اس میں کوئی فضیلت ہے کیونکہ ہم نے پہلے یہ بیان کردیا ہے کہ اصل سنت میں نہ محراب صوری ہے اور نہ اس کی محاذات پس وہ اپنی ذات کے حوالے سے سوائے مباح کے کچھ نہیں، یہی وجہ ہے کہ اسے سنت نہیں کہا گیا، چونکہ مکروہ بھی نہیں تو علماء دفع توہم کے لئے لفظ "لاباس" لے آئے ہیں، اگر اس کی محاذات کا قیام محراب حقیقی کے موافق ہوجاتا ہے جیسا کہ اکثر ہوتا ہے تو اب یہ سنت ہوگا مگر اس کی وجہ محرابِ صوری کے محاذی ہونا نہیں بلکہ محراب حقیقی کے موافق ہونا ہے، بحمداللہ اس شفاف تحقیق سے واضح ہوگیا کہ اگر امام مسجد صیفی میں محراب حقیقی میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ یقینا سنت کو پانے والا ہے اور اس پر ہرگز کوئی کراہت نہ ہوگی اگرچہ وہ محراب صوری کے محاذی نہ ہو، کیونکہ جب مسجد صیفی عرض میں شتوی سے زیادہ ہو تو اس وقت محراب کی محاذات میں جانب زیادت کی طرف ہو کر صیفی کے درمیان میں

بمحراب حقیقی قیام کردہ باشد وبدستور در شتوی نیز اگر طاق درحاق وسط نبود امام راطاق گزاشتہ بوسط شتوی عدول باید کہ محراب حقیقی بدست آید درولایت افغانستان از علمائے زمان کہ قیام امام رادر مسجد صیفی مکروہ گویند دلیل برآں ازہماں مسئلہ سنیت قیام فی المحراب چون درسوالیکہ نزد فقیر ازان ولایت آمدہ بود وانمود ناشی از اشتباہ معنی محراب است عزیزان اورا محراب صوری گماشتند واز حقیقی غفلت کردہ اند ودانستہ شد کہ قیام درصوری سنت نیست بلکہ بمعنی حقیقتش خود مکروہ ہست وانکہ سنت است بہ مسجد صیفی نیز نقدوقت ست پس کراہت از کجا امام ابن الہمام درفتح ایں معنی رارنگ ایضاح داد کہ فرمود لولم تبن (ای المحاریب) کانت السنۃ ان یتقدم فی محاذاۃ ذلک المکان لانہ یحاذی وسط الصف وھوالمطلوب اذقیامہ فی غیرمحاذاتہ مکروہ[1] اھ واگر چناں باشد کہ صیفی مطلقاً ازصلاحیت اقامت جماعت بدرودزیرا کہ آنجا محراب صوری نتواں یافت ومجرد محاذات اگرچہ ازدور بسندہ نیست کما	کھڑا ہونا چاہئے تاکہ محراب حقیقی میں قیام ہوجائے اسی طرح شتوی میں بھی اگر طاق وسط میں نہیں توامام طاق چھوڑ کر شتوی کے وسط میں ہوجائے تاکہ محراب حقیقی کو پایا جاسکے، افغانستان کے علاقے میں اس وقت کے علماء مسجد صیفی میں امام کے قیام کو مکروہ قرار دیتے ہوئے یہی دلیل دیتے ہیں کہ محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے کیونکہ اس ملک سے فقیر کے پاس جو سوال آیا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ انہیں معنی محراب میں اشتباہ ہے اور انہوں نے محراب صوری مقرر کئے ہیں مگر محرابِ حقیقی سے غافل ہوگئے ہیں اور معلوم ہوا کہ صوری میں قیام سنت نہیں بلکہ اسے حقیقی سمجھنا بذاتِ خود مکروہ ہے اور جو سنت ہے وہ صیفی مسجد میں بھی درست ہے، پس یہاں کراہت کہاں! امام ابن الہمام نے فتح القدیر میں اسے واضح کرتے ہوئے کہا کہ اگر وہ بنے ہوئے نہیں (یعنی محاریب) توسنت یہ ہے کہ اس جگہ کے محاذی کھڑا ہوا جائے کیونکہ وہ وسط صف کے محاذی ہے اور یہی مطلوب ہے کیونکہ محاذات کے علاوہ امام کا قیام مکروہ ہے اھ اور اگر ایسے ہو کہ صیفی اقامت جماعت کی صلاحیت نہ رکھتی کیونکہ وہاں محراب صوری نہیں اور صرف محاذات اگرچہ دور سے ہو محراب کی نشانی نہیں ہے جیساکہ تونے

---

[1] فتح القدیر فصل یکرہ المصلی مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۶۰

علمت وقداعترفوا بہ والالم یحکموا بکراھۃ قیام الامام فی الصیفی مطلقا وایں برخلاف عمل و نیت جملہ امت ست مسجد رابردودرجہ سرما وگرما از ہمیں روبخش میکنند کہ بہر موسم اقامت جماعت بہ مسجد نتوانند اگرایں پارہ از قیام امام معطل ماند لاجرم جماعت رانیز لازم باشد ہم درپارہ شتوی صفہا بستن کہ انفراد امام بدرجہ خود مکروہ ست پس از صیفی بہرہ نیابند مگر بعض قوم در بعض احیان آنگاہ کہ شتوی ہمہ آوردہ شود وایں یقینا مخالف نیت وقصد جملہ بانیان وعمل وتوارثِ عامہ مومنان ست بازدرہندیہ وبزازیہ وخلاصہ وظہیریہ وخزانۃ المفتین وغیرہا کتب معتمدہ ست قوم جلوس فی المسجد الداخل وقوم فی المسجد الخارج اقام المؤذن فقام امام من اھل الداخل فامھم قال من سبق بالشروع فھو والمقتدون بہ لاکراھۃ فی حقھم[1] چرابلائے نفی جنس مطلقاً سلب مستغرق نمایند چرانگویند کہ امام مسجد صیفی ومقتدیانش بہرحال درگرد کراہت اندزیراکہ قیام	سمجھا اور جیسا کہ انہوں نے اس کا اعتراف کیا ہے ورنہ وہ صیفی میں مطلقاً قیام امام کو مکروہ قرار نہ دیتے حالانکہ یہ بات تمام امت کے عمل کے خلاف ہے کیونکہ مسجد کے دو درجے موسم گرما وسرما کے لحاظ سے کئے جاتے ہیں کہ ہر موسم میں ایک جگہ جماعت نہیں کرائی جاسکتی تو اگر یہ حصہ قیام امام سے معطل ہو تو لازم ہوگا کہ جماعت بھی شتوی حصے میں صفیں بنائے کیونکہ امام کا تنہا ہونا بذات خود مکروہ ہے تو اس طرح صیفی حصہ سے فائدہ صرف بعض اوقات بعض لوگ اس وقت ہی اٹھاسکیں گے جب شتوی حصہ پُر ہوجائے گا، اور یہ بات تمام بانیان مساجد کی نیت اور عمل اور توارث امت کے خلاف ہے ہندیہ، بزازیہ، خلاصہ، ظہیریہ، خزانۃ المفتین وغیرہ کتب معتمدہ میں ہے کہ کچھ لوگ مسجد کے اندر اور کچھ مسجد کے صحن میں تھے مؤذن نے اذان کہی اور اہل خارج میں سے امام نے جماعت کرائی اسی طرح اندر والوں میں سے امام نے جماعت کرائی تو جس نے پہل کردی وہ امام ہوگا اور تمام لوگ اس کے مقتدی ہوں گے ان کے حق میں کوئی کراہت نہ ہوگی کیونکہ یہاں لانفی جنس انہوں نے استعمال کیا ہے جو مطلق سلب کا احاطہ کرتا ہے انہوں نے یہ کیوں نہ کہا کہ مسجد صیفی کا امام، اس کے مقتدی بہرحال کراہت میں مبتلا ہوں گے کیونکہ انہوں نے

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس فی الامامۃ والاقتداء مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۱۴۵

فی المحراب راترک گفتند بالجملہ ایں خطائے فاحش ست کہ ولاتیان دریں جزوزمان احداث کردہ اند ازیں باخبر باید بود۔ سخن راندن ماند از استظہار علامہ شامی عاملہ اللّٰہ باللطف النامی **اقول:** انچہ بالاگفتہ ایم غایت توجیہ کلام آں فاضل علام بود وہنوز گل نظرے دمیدن دارد ماثور و مورث چنانکہ دانی ہماں قیام امام در محراب حقیقی ست وآں مقام اشرف موضع وصدر مسجد ست چنانکہ شنیدی پس ترک اوبے عذر شرعی عدول ازافضل وخلاف متوارث العمل، وفرع مبسوط دلالت برآں ندرد کہ اینجا فی نفسہٖ اصلاً منظور نیست بلکہ غایتش آنست کہ توسط صف سنت عظیمہ مہم تر ازآن ست چوں ہر دودست و گریبان شود اختیار بہ سنت توسط رود وپس انچہ بدل می چسپد کلمات ائمہ رابر اطلاق آنہا داشتن اگرچہ درکمال خمول باشد غیرامام جماعت ثانیہ فی مسجد المحلہ را محراب حقیقی گذاشتن ست ھذا اخر الکلام فی ھذا المقام وقد اتضح بہ کل مرام وانکشف بہ جمیع الاوھام والتأمت کلمات الائمۃ الکرام وماتوفیقی الاباللّٰہ الملک العلام والسلام مع الکرام علی مولٰنا عبد السلام واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم	محراب میں قیام کو ترک کیا ہے، حاصل کلام یہ کہ یہ بہت بڑی غلطی ہے جو اس دور میں ان علاقوں میں پیدا ہوئی ہے اس سے باخبر ہونا چاہئے۔ رہا معاملہ علامہ شامی کے مختار قرار دینے کا تو **میں کہتا ہوں** کہ جو کچھ ہم نے بیان کیا اس فاضل علام کے کلام کی غایت توجیہ ہے اور جو کچھ منقول و متوارث ہے وہ امام کا محراب حقیقی میں قیام ہے اور وہ مقام سب سے اعلٰی اور صدر مسجد ہوتا ہے جیسا کہ آپ پڑھ چکے لہٰذا اس کا ترک بغیر کسی عذر کے افضل سے اعراض اور متوارث عمل کے خلاف ہے اور مبسوط کا جزئیہ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ یہ مقام فی نفسہٖ مقصود نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ کہ صف کے درمیان کھڑا ہونا سنت عظیمہ ہے کیونکہ جب دونوں میں تعارض ہو تو وسط میں کھڑا ہونا سنت اور مختار ہوگا، دل لگتی بات یہ ہے کہ ائمہ کے کلام کو اپنے اطلاق پر رکھیں اگرچہ یہ کمزور سی بات ہے تاہم اس سے محلّہ کی مسجد میں پہلے امام کا حقیقی محراب کو چھوڑنا مراد ہے، یہ اس مقام میں آخری کلام ہے اور اس سے پورا مقصد واضح ہوگیا اور تمام ائمہ کا کلام موافق ہوگیا وماتوفیقی الاباللّٰہ الملک العلام والسلام مع الاکرام علٰی مولٰنا عبدالسلام واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۰۰۲: از بنگالہ ضلع چاٹگام تھانہ راؤجان موضع پھرامر سلہ مولوی اسمٰعیل صاحب ۱۴ شوال ۱۳۲۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین وفضلائے شرع متین	کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور فضلائے شرع متین

اندریں صورت کہ شخصے مصلی ردائے خود را بدیں نوع پوشد کہ اولا وسط ردا را بر پشت نہادہ و ہر دو سرش را تحت بطین بیروں آوردہ باز جانب چپ را بر منکب راست وطرف راست را بر منکب چپ افگند حتی کہ ہر دو سرش نیز بطرف پشت و سریں رسند ایں صورت در حالت صلوٰۃ شرعًا جائز ست یانہ؟	اس مسئلہ میں کہ نمازی ایک چادر اس طرح پہنتا ہے کہ پہلے اس کا نصف حصہ اپنی پشت پر ڈالتا ہے اور اس کے دونوں کونوں کو بغلوں کے نیچے سے باہر لاکر اس کی جانب کو دائیں کاندھے اور اس کے دائیں حصے کو بائیں کاندھے پر ڈالتا ہے حتی کہ اس کے دونوں کونے بھی پشت وسرین تک پہنچ رہے ہوتے ہیں اس حالت میں نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

جائزست فی الصحیحین عن عمر بن ابی سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصلی فی ثوب واحد مشتملا بہ فیبیت ام سلمۃ واضعا طرفیہ علی عاتقیہ[1]۔ وللبخاری عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول من صلی فی ثوب واحد فلیخالف بین طرفیہ[2] شیخ محقق دہلوی قدس سرہ اشعۃ اللمعات می فرماید صورت اشتمال آن ست کہ طرفے راست از جامہ کہ بردوش راست است گرفتہ بردوش چپ بیندازد وطرف چپ	جائز ہے کیونکہ بخاری ومسلم میں حضرت عمر بن ابی سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ میں نے بیت حضرت ام سلمہ میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایک کپڑے میں اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ اس کی دونوں اطراف آپ کے کاندھوں پر تھیں۔ بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ میں نے رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا جو آدمی ایک کپڑے میں نماز ادا کرے اسے چاہئے کہ وہ اس کی دونوں اطراف کو مخالف سمت میں ڈالے۔ شیخ محقق دہلوی قدس سرہٗ اشعۃ اللمعات میں صورتِ اشتمال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کپڑے کی دائیں طرف جو کپڑا دائیں کاندھے پر ہے بائیں پر ڈال دے اور بائیں کاندھے

---

[1] صحیح مسلم، باب الصلوٰۃ فی ثوب واحد، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۹۸/۱

[2] صحیح بخاری باب اذا صلی فی الثوب الواحد الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۵۲/۱

کہ بردوش چپ است از زیر دست چپ گرفتہ بردوش راست بیندازد وپستر بندد ہر دو طرف رابر سینہ وغالبًا احتیاج بہ بستن ہر دو طرف بر سینہ بر تقدیریست کہ گوشہائے جامہ دراز نباشد وبیم واشدن بود واگر دراز بسیار باشد احتیاج بر بستن نباشد چنانکہ از لباس فقرائے یمن ظاہر میگردد ولہٰذا در عبارت بعض شارحان این قید واقع شدہ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم	کی طرف کو بائیں کے نیچے سے نکال کر دائیں کاندھے پر ڈال دے اس کے بعد دونوں اطراف کو سینہ پر باندھ لے، غالبًا دونوں کو سینہ پر باندھنے کی وجہ یہ ہے کہ کپڑے کے کنارے طویل نہ تھے اور اس کے گرجانے کا خطرہ تھا، اور اگر اطراف لمبے ہوں تو باندھنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ فقرائے یمین کالباس ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض شارحین کی عبارت میں اس قید کا ذکر نہیں، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۰۳: از ملک بنگالہ ضلع میمن سنگھ مرسلہ عبدالحکیم ۲۸/ جمادی الاول ۱۳۲۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چبوترہ جو صحن میں ملاصق بیچ کے در میں جو کچھ بلندی ہوتی ہے اس پر نماز جماعت میں امام کا کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اس کو اگر دور کردیا جائے تو نماز جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب:

یہ صورت مکروہ ہے،

لمشابھة الیھود فانھم یجعلون لامامھم علی دکان ممتازًا عمن خلفه والاصح ان لاتقدیر، بل کل مایقع به الامتیاز یکرہ کمافی الدر[2]۔	یہ یہود کے ساتھ مشابہت ہے کیونکہ امام کے لئے اونچی جگہ بناتے ہیں اور اصح یہ ہے کہ اس کی مقدار کا تعین نہیں بلکہ اتنی اونچائی جس سے امتیاز ہوجائے مکروہ ہے جیسا کہ در میں ہے۔ (ت)

اور اگر اسے دُور کردیں تو امام اگر در میں کھڑا ہو تو یہ بھی مکروہ ہے

لقول امامنا رضی اللہ تعالٰی عنه انی اکرہ للامام ان یقوم بین الساریتین[3]	ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ امام کے دوستونوں کے درمیان کھڑا ہونے کو

---

[1] اشعۃ اللمعات باب الستر الفصل الاول مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۴۴

[2] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۲

[3] ردالمحتار مطلب فی کراہۃ قیام الامام فی غیر المحراب مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۲۰

کمافی المعراج	ناپسند جانتا ہوں، جیسا کہ معراج میں ہے (ت)

اور اگر صحن میں کھڑا ہو کر کرسی کی بلندی پر سجدہ کرے تو یہ سخت تر مکروہ ہے یہاں تک کہ وہ بلندی بالشت بھر ہو تو نماز ہی نہ ہوگی **کمافی درالمختار وغیرہ** (جیسا کہ دُرمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) توجب صحن میں صفوں کے لئے زیادہ وسعت چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ در کی کرسی بقدر سجدہ کھود کر طاق کے مثل بنائیں اور اتنا ٹکڑا صحن سے ہموار کردیں امام صحن میں کھڑا ہو کر اس طاق نماز میں سجدہ کرے اب کوئی کراہت نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۰۴: ازاترولی ضلع علی گڑھ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ عبدالکریم صاحب مدرس ۸/جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پہلی رکعت میں قل یاپڑھے، دوسری رکعت میں **انا اعطینا** پڑھے ترتیب واجب میں فرق آیا اُلٹاقرآن پڑھنے سے۔ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

ترتیب اُلٹنے سے نماز کااعادہ واجب ہو نہ سجدہ سہو آئے۔ ہاں یہ فعل ناجائز ہے اگر قصداً کرے گنہگار ہوگا ورنہ نہیں، اور اگر بعد کی سورت پڑھنا چاہتا تھا زبان سے اُوپر کی سورت کا کوئی حرف نکل گیا تو اب اسی کو پڑھے اگرچہ خلاف ترتیب ہوگا کہ یہ اس نے قصداً نہ کیا اور اس کا حرف نکل جانے سے اس کا حق ہوگیا کہ اب اسے چھوڑنا قصداً چھوڑنا ہوگا۔ ردالمحتار میں ہے:

ترتیب السور فی القراءۃ من واجبات التلاوۃ وانما جوز للصغار تسھیلا لضرورۃ التعلیم ط التنکیس اوالفصل بالقصیرۃ انما یکرہ اذا کان عن قصد فلو سھوا فلا، شرح المنیۃ، واذا انتفت الکراھۃ فاعرضہ عن التی شرع فیھا لاینبغی، وفی الخلاصۃ، افتتح سورۃ و قصدہ سورۃ اخری فلما قرء اٰیۃ واٰیتین اراد ان یترك تلك السورۃو یفتتح التی ارادھا یکرہ الخ	قرات میں سورتوں کے درمیان ترتیب رکھنا واجب ہے، چھوٹے بچوں کے لئے ضرورت تعلیم کے پیش نظر جائز ہے تاکہ آسانی ہو ط، خلاف ترتیب یا تھوڑا فاصلہ اس وقت مکروہ ہے جب دانستہ ہوا گر بھول کر ہو تو مکروہ نہیں شرح المنیہ، اور جب کراہت ختم ہو تو مشروع سے اعراض مناسب نہیں، خلاصہ میں ہے کسی ایک نے سورت شروع کی اور دوسری کا ارادہ کیا جب ایک آیت یادو آیات تلاوت کیں تو اس نے چاہا کہ یہ سورت چھوڑدے اور وہ شروع کرے جس کا ارادہ تھا تو یہ مکروہ ہے الخ اور فتح میں ہے کہ اگرچہ پڑھا ہوا محض ایک حرف ہو الخ

وفی الفتح ولوکان ای المقرؤ حرفا واحدا[1] الخ فی ردالمحتار انھم قالوا یجب الترتیب فی سورۃ القراٰن فلوقرأمنکوسا اثم لکن لایلزمه سجود السھو لان ذلك من واجبات القرائۃ لامن واجبات الصلٰوۃ کمافی البحر باب السھو[2] الخ شامی اقول وبه یظھر مافی افتاء الشیخ الملانظام الدین والد ملك العلماء بحرالعلوم رحمھما اللہ تعالٰی بایجاب السجود فیه بناءً علٰی وجوبه فانه خلاف المنقول المنصوص علیه فی کتب المذھب وقدکان یتوقف فیه المولی بحرالعلوم قدس سرہ،، واللہ تعالٰی اعلم۔	ردالمحتار میں ہے کہ فقہاء نے فرمایا ہے کہ قرآنی سورتوں میں ترتیب ضروری ہے اگر کسی نے خلاف ترتیب پڑھا تو وہ گنہگار ہوگا لیکن اس پر سجدہ سہولازم نہیں ہوتا کیونکہ یہ واجبات قرات میں سے ہے نماز کے واجبات میں سے نہیں جیسا کہ بحر کے باب السہومیں ہے الخ شامی، اقول (میں کہتاہوں) اسی کے ساتھ یہ بھی واضح ہوگیا کہ شیخ ملانظام الدین والد گرامی ملک العلماء بحرالعلوم رحمہما اللہ تعالٰی نے جوفتوٰی دیا کہ اس صورت میں سجدۂ سہولازم ہے کیونکہ یہ عمل واجب ہے یہ کتب مذہب میں منقول نصوص کے خلاف ہے اور اس میں بحرالعلوم قدس سرہ، نے توقف سے کام لیا ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۰۵: ۲۱ ذیقعد ۱۳۲۲ھ

اگر کسی شخص نے صبح کی نماز کے وقت جلدی میں غلطی سے یااندھیرے میں اُلٹی دلائی اوڑھ کر نماز پڑھی تو وہ نماز مکروہ تحریمی یاواجب الاعادہ ہوگی یافاسد وغیرہ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

واجب الاعادہ اور مکروہ تحریمی ایک چیز ہے، کپڑا اُلٹا پہننا اوڑھنا خلاف معتاد میں داخل ہے اور خلاف معتاد جس طرح کپڑا پہن یا اوڑھ کر بازار میں یااکابر کے پاس نہ جاسکے ضرور مکروہ ہے کہ دربار عزت احق بادب وتعظیم ہے۔

واصله کراھۃ الصلٰوۃ فی ثیاب	اصل یہ ہے کہ کام ومشقت کے لباس میں نماز مکروہ ہے در میں ہے نمازی کاکام کے کپڑوں میں نمازادا کرنا

---

[1] ردالمحتار فصل ویجہر الامام قبیل باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۰۴

[2] ردالمحتار باب صفۃ الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۴۷

مهنة قال فی الدر وکرہ صلٰوته فی ثیاب مهنة[1] قال الشامی وفسرها فی شرح الوقایة بما یلبسه فی بیته ولایذهب به الی الاکابر[2]۔	مکروہ ہے، شامی نے فرمایا اور اس کی تفسیر شرح وقایہ میں ہے وہ کپڑ جو آدمی گھر پہنتا ہے مگران کے ساتھ اکابر کے پاس نہیں جاتا (ت)

اورظاہر کراہت تنزیہی۔

فان کراهة التحریم لابدلها من نهی غیرمصروف عن الظاهر کماقال ش فی ثیاب المهنة والظاهر ان الکراهة تنزیهیة[3]۔	کیونکہ کراہت تحریمی کے لئے ایسی نہی کا ہونا ضروری ہے جوظاہر سے مؤول نہ ہو، جیساکہ علامہ شامی نے کام کے کپڑوں کے بارے میں کہاکہ ظاہر کراہت تنزیہی ہے۔(ت)

اوراسے سدل میں کہ مکروہ تحریمی اوراس سے نہی وارد، دخل نہیں کہ وہ برلبس خلاف معتاد نہیں بلکہ کپڑااوپر سے اس طرح سے ڈال لیناکہ دونوں جانبین لٹکتی رہیں مثلاً چادر سریاکندھوں پرڈال لی اور دوبالانہ مارا یاانگر کھاکندھے پرڈال لیااور آستین میں ہاتھ نہ ڈالا[4] کما فی الدروغیرہ (جیساکہ دروغیرہ میں ہے۔ت) اور اگرآستینوں میں ہاتھ ڈالے اور بندنہ باندھے تویہ بھی سدل نہ رہا اگرچہ خلاف معتادضرورہے، ہاں امام ابوجعفر ہندوانی نے اس صورت کو مشابہ سدل ٹھہراکر فرمایاکہ براکیا امام ابن امیرالحاج نے حلیہ میں ایک قیداور بڑھائی کہ اگرنیچے کرتانہ ہوورنہ حرج نہیں، اوراقرب یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں حرج ہے

قال فی ردالمحتار قال فی الخزائن بل ذکر ابو جعفر انه لوادخل یدیه فی کمیه ولم یشد وسطه اولم یزرازراہ فهو مسیئ لانه یشبه السدل اھ قلت لکن قال فی الحلیه فیه نظر ظاهر بعد ان یکون تحته قمیص اونحوہ	ردالمحتار میں ہے کہ خزائن میں ہے بلکہ ابوجعفر نے ذکر کیا کہ اگرنمازی نے اپنے بازوؤں کوآستینوں میں داخل کردیا اور درمیان کو نہیں باندھا یا اس نے اس کے بٹن بند نہ کئے توخطاکار ہے کیونکہ سدل کی طرح ہے اھ میں کہتاہوں حلیہ میں ہے کہ اس میں واضح اعتراض ہے جبکہ اس کے نیچے قمیص یا ایسا کپڑا

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مجتبائی دہلی بھارت ٩١/١

[2] ردالمحتار باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ٦٤١/١

[3] ردالمحتار باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ٦٤١/١

[4] درمختار باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مجتبائی دہلی بھارت ٩١/١

ممایستر البدن[1] اھ **اقول:** وفیہ نظر ظاہر فان انکشاف شیئ من صدر الرجل و بطنہ لا اساءۃ فیہ اذا کان عاتقاہ مستورین وانما نہی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عما اذا صلی فی ثوب واحد ولیس علی عاتقہ منہ شیئ[2] ولاشك ان ارسال اطراف مثل الشایہ من دون ان یزر ازارھا انما یشبہ السدل بنفس ہیأۃ ولامدخل فیہ لوجود القمیص تحتہ وعدمہ لما ان السدل سدل وان کان فوق القمیص ورأیتنی کتبت علی ھامشہ مانصہ اقول النظر ان کان ففی کراھۃ التحریم اماالتنزیہی فلاشك فی ثبوتہ[3]۔	ہوجوبدن ڈھانپ دے اھ **اقول:** (میں کہتاہوں) اس میں نظر ہے کیونکہ انسان کے سینے اور بطن کے کسی حصے کاظاہر ہونا اس میں کوئی برائی نہیں جبکہ اس کے کاندھے مستور ہوں اور رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس صورت میں ایک کپڑے میں نماز سے منع فرمایا ہے جبکہ اس کے کاندھے پر کوئی شئی نہ ہو اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اطراف کا کھلاہونا بٹن باندھنے کے بغیر سدل کے مشابہ ہے اس میں نیچے قمیص اور عدم قمیص کا کوئی دخل نہیں کیونکہ سدل، سدل ہی ہوتا ہے اگرچہ قمیص پر ہو اور مجھے یاد آرہاہے کہ میں نے اس کے حاشیہ پر لکھا ہے اقول نظر تب ہے کہ اگر کراہت تحریمی ہو اور اگر تنزیہی ہو تو اس کے ثبوت میں کوئی شک نہیں۔ (ت)

ہاں اگر قصداً ایساکیا یوں کہ نماز کو محل بے پرواہی جانا اور اس کا ادب واجلال ہلکا مانا تو کراہت وحرمت درکنار معاذاللہ اسلام ہی نہ رہے گا۔ کماقالوا فی الصلوۃ حاسر الرأس اذاکان للاستہانۃ (جیساکہ علماء نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو سستی وکاہلی کی وجہ سے ننگے سر نماز ادا کرتا ہے۔ ت) والعیاذباللہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۰۶: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی نے گلوبند سر میں لپیٹ کر نماز پڑھائی بغیر ٹوپی کے، تو یہ نماز مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہوئی یا نہیں؟

الجواب:

مخالف سنت ہوا، حدیث میں ہے:

الفرق بیننا وبین المشرکین العمائم	ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپیوں پر

---

[1] ردالمحتار باب مایفسد الصلوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۴۰

[2] صحیح بخاری باب اذا صلی فی ثوب واحد الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۵۲

[3] جدالممتار علی ردالمحتار مکروہات الصلوٰۃ المجمع الاسلامی مبارک پور انڈیا ۱/ ۳۰۴

علی القلانس[1]۔ و قرر الشیخ قدس سرہ فی اللمعات ان تعمیم مشرکی العرب ثابت معلوم فالمعنی انانجعل العمائم علی القلانس وھم یتعممون بدونھا۔	عمامہ باندھنا ہے۔(ت) اور شیخ قدس سرہ، نے لمعات میں ثابت کیا ہے کہ مشرکین عرب کا عمامہ باندھنا ثابت ہے، اب معنی یہ ہوگا کہ ہم ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے ہیں اور مشرکین ٹوپیوں کے بغیر۔(ت)

پھر اگر گلوبند چھوٹا ہو کہ ایک دو پیچ سے زائد نہ کرسکے تو یہ سنت عمامہ کا بھی ترک ہوگا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۰۷: ازرام پور مرسلہ جناب مولٰنا مولوی شاہ سلامت اللہ صاحب ۴ محرالحرام ۱۳۲۳ھ

(مع رسالہ نعم الجواب فی مسئلہ المحراب)

خلاصہ سوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید امام مسجد کہتاہے کہ محراب ہی کے پاس نماز پڑھنا مسنون ہے باہر مسجد کے مکروہ ہے باوجودیکہ اندر مسجد کے عشاکے وقت سخت گرمی اور لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے زید اندر ہی محراب کے پاس پڑھتاہے اکثر ضعفا کو اس تکلیف و گرمی سے قے بھی ہوجاتی ہے اور بیہوشی ہوتی خوف ہلاکت ہوتاہے لیکن زید نہیں مانتا۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

تحریر فقیر برجواب مولوی معزاللہ خاں صاحب وتائید مولٰنا شاہ سلامت اللہ صاحب

جزی اللہ المجیب خیرا ویثیب وایدی الفاضل المؤید بنصرہ القریب (جواب دینے والے کو اللہ جزائے خیر دے اور اس فاضل کو مدد قریب سے نوازے۔ت) فی الواقع زید کا قول محض باطل وجہالت اور اس پر ایسا اصرار اور اس کے سبب نمازیوں بلکہ خود نماز وجماعت نماز کو اس درجہ اضرار صریح ضلالت ہے، فقیر نے اپنے فتاوٰی میں اس مسئلہ کی تنقیح تام اور محراب کی حقیقی وصوری اقسام اور حدیثًا وفقہًا اُن کے احکام اور تحقیق مرام وازالہ اوہام بفضلہٖ تعالٰی بروجہ کافی وشافی ذکر کی یہاں اسی قدر کافی کہ ہندیہ وبزازیہ وخلاصہ و ظہیریہ وخزانۃ المفتین وغیرہا کتب معتمدہ میں ہے:

قوم جلوس فی المسجد الداخل وقوم فی المسجد الخارج اقام المؤذن فقام	کچھ لوگ داخل مسجد اور کچھ خارج مسجد ہیں مؤذن نے تکبیر کہی اہل خارج میں سے امام نے جماعت کروائی

---

[1] سنن ابوداؤد باب فی العمائم مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲۰۸/۲، مشکٰوۃ المصابیح کتاب اللباس مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۷۴

امام من اھل الخارج فامھم وقام امام من اھل الداخل فامھم من یسبق بالشروع فھو والمقتدون بہ لاکراھۃ فی حقھم۔[1]	اور اسی طرح اہل داخل میں سے ایک نے جماعت کروائی تو جس نے سبقت لی وہ امام ہے اور لوگ اس کے مقتدی، ان کے حق میں کوئی کراہت نہیں۔ (ت)

امام ابن امیر الحاج حلبی شرح منیہ میں فرماتے ہیں: المسجد الخارج صحن المسجد[2] (مسجد خارج سے صحن مسجد مراد ہے۔ ت) دیکھو کیسی تصریح ہے کہ صحن مسجد میں نماز پڑھنی، جماعت کرنی، امامت کرنی اصلاً کسی طرح مکروہ نہیں۔

لان السابق بالشروع فی الصورۃ المذکورۃ ان کان امام الخارج وھوالذی ھو و مقتدہ کلھم فی الصحن کان ھو المحکوم لہ بقول الائمۃ ھو و المقتدون بہ لاکراھۃ فی حقھم ولا، ھذہ لنفی الجنس فتفید نفی کل کراھۃ عنھم وھو المقصود۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	کیونکہ صورت مذکورہ میں شروع میں سبقت کرنے والا اگر امام خارج ہے تو وہ امام اور اس کے مقتدی تمام صحن میں ہوں گے اور ائمہ کا یہ بیان کردہ حکم کہ وہ امام اور لوگ اس کے مقتدی ہوں گے اور ان پر کوئی کراہت نہیں اسی پر لاگو ہوگا اور یہ "لا" نفی جنس کے لئے ہے جس سے کراہت کی نفی ہوجاتی ہے اور یہی مقصود ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۰۸: ازمارہرہ مطہرہ کمبوہ محلّہ مرسلہ چودھری محمد طیب صاحب ۴ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ

جوتیوں سمیت نماز پڑھنا ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا کہا ہم سے شعبہ نے کہا ہم کو ابو مسلمہ سعید بن یزید ازدی نے خبر دی کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جوتیاں پہنے پہنے نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا

حدثنا اٰدم ابن ابی ایاس قال انا ابومسلمۃ سعید بن یزید الازدی قال سألت انس بن مالك کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصلی فی نعلیہ قال نعم۔	آدم ابن ابی ایاس بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابو مسلمہ سعید بن یزید الازدی نے بتایا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نعلین میں نماز ادا کی ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ فصل فی بیان من ھو احق بالامامۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۸۴، خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس فی الامامۃ والاقتداء مطبوعہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۱۴۵

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

ابن بطال نے کہا جب جوتے پاک ہوں تو اُن میں نماز پڑھنا جائز ہے، میں کہتا ہوں مستحب ہے کیونکہ ابوداؤد اور حاکم کی حدیث میں ہے کہ یہودیوں کا خلاف کرو، وہ جوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نماز میں جوتے اتارنا مکروہ جانتے تھے اور ابوعمرو شیبانی کوئی نماز میں جوتا اتارے تو اس کو مارتے تھے اور ابراہیم سے جو امام ابوحنیفہ کے استاذ ہیں ایسا ہی منقول ہے۔ شوکانی نے کہا صحیح اور قوی مذہب یہی ہے کہ جوتیاں پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے اور جوتوں میں اگر نجاست ہو تو وہ زمین پر رگڑ دینے سے پاک ہوجاتے ہیں خواہ وہ کسی قسم کی نجاست ہو، تر یا خشک، جرم والا یا بے جرم۔

الجواب:

اللهم هداية الحق والصواب اقول وبالله التوفيق وبه الحصول الى ذرى التحقيق (اے اللہ! حق اور صواب کی ہدایت دے **اقول:** اور اللہ ہی توفیق دینے والا اور وہ ہے جو تحقیق کی منزل پر پہنچانے والا ہے۔ت) سخت اور تنگ پنجے کا جوتا جو سجدہ میں انگلیوں کا پیٹ زمین پر بچھانے اور اس پر اعتماد کرنے زور دینے سے مانع ہو ایسا جوتا پہن کر نماز پڑھنی صرف کراہت و اساءت درکنار مذہب مشہورہ و مفتی بہ کی رو سے راسًا مفسد نماز ہے کہ جب پاؤں کی انگلی پر اعتماد نہ ہوا سجدہ نہ ہوا اور جب سجدہ نہ ہوا نماز نہ ہوئی، امام ابوبکر جصاص و امام کرخی و امام قدوری و امام برہان الدین صاحبِ ہدایہ وغیرہم اجلہ ائمہ نے اس کی تصریح فرمائی، محیط و خلاصہ و بزازیہ و کافی و فتح القدیر و سراج و کفایہ و مجتبٰی و شرح المجمع للمصنف و منیہ و غنیہ شرح منیہ و فیض المولی الکریم و جوہرئہ نیرہ و نور الایضاح و مراقی الفلاح و درمنتقی و درمختار و علمگیریہ و فتح المعین علامہ ابوالسعود ازہری و حواشی علامہ نوح آفندی وغیرہا کتب معتمدہ میں اسی پر جزم فرمایا زاہدی نے کہا یہی ظاہر الروایۃ ہے علامہ ابراہیم کرکی نے فرمایا اسی پر فتوی ہے، جامع الرموز میں قنیہ سے نقل کیا یہی صحیح ہے، ردالمحتار میں لکھا کتب مذہب میں یہی مشہور ہے، درمختار میں ہے:

فيه (اى فى شرح الملتقى) يفترض وضع اصابع القدم ولوواحدة نحوالقبلة والا لم تجز والناس عنه غافلون وشرط طهارة المكان وان يجد حجم الارض والناس عنه غافلون[1] اھ ملخصًا	اس (شراح الملتقی) میں ہے قدم کی انگلیوں کا زمین پر جانب قبلہ رکھنا فرض ہے خواہ وہ ایک ہی کیوں نہ ہو ورنہ جائز نہیں اور لوگ اس سے غافل ہیں اور مکان کا پاک ہونا بھی شرط ہے اور حجم زمین کو پانا اور لوگ اس سے بھی غافل ہیں اھ تلخیصًا (ت)

---

[1] درمختار فصل واذاارادالشروع فی الصلوٰۃ کبر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۷۲

اسی میں ہے:

منها(ای من الفرائض) السجود بجبهته وقدمیه ووضع اصبع واحدة منها شرط[1]۔	ان میں سے (یعنی فرائض میں سے) پیشانی اور قدمین پر سجدہ کرنا ہے اور ان دونوں پاؤں میں سے ایک انگلی کالگنا شرط ہے۔(ت)

منیہ میں ہے:

لوسجد ولم یضع قدمیه علی الارض لایجوز ولووضع احدهما جاز[2]۔	اگر سجدہ کیا لیکن قدم زمین پر نہ لگے تو وہ جائز نہ ہوگا اور اگر ان سے ایک قدم لگ گیا تو جائز ہوگا(ت)

غنیہ میں ہے:

المراد من وضع القدم وضع اصابعها قال الزاهدی ووضع رؤس القدمین حالة السجود فرض، وفی مختصر الکرخی سجد ورفع اصابع رجلیه عن الارض لاتجوز، وکذا فی الخلاصة والبزازی وضع القدم بوضع اصابعه وان وضع اصبعا واحدة اووضع ظهر القدم بلااصابع ان وضع مع ذٰلك احدی قدمیه صح والافلا، فهم من هذا ان المراد بوضع الاصابع توجیهها نحو القبلة لیکون الاعتماد علیها والافهووضع ظهر القدم وقدجعله غیرمعتبر وهذا ممایجب التنبیه له فان اکثر الناس عنه غافلون[3]۔	قدم رکھنے سے مراد اس کی انگلیوں کو رکھنا ہے، زاہدی نے کہا حالت سجدہ میں دونوں قدموں کی انگلیوں کے سروں کا زمین پر رکھنا فرض ہے۔ مختصر کرخی میں ہے اگر کسی نے سجدہ کیا مگر پاؤں کی انگلیاں زمین سے اٹھی رہیں تو سجدہ نہ ہوگا۔ اسی طرح خلاصہ میں ہے۔ بزازیہ میں قدم رکھنے سے مراد انگلیوں کا رکھنا ہے اور اگر قدم کی پشت انگلیوں کے بغیر لگائی تو اگر اس کے ساتھ کسی ایک قدم کو بھی لگایا تو صحیح ورنہ نہیں، اس سے یہ بھی سمجھ آرہا ہے کہ انگلیوں کے رکھنے سے مراد انہیں قبلہ کی طرف کرنا ہے تاکہ ان پر ٹیک ہو ورنہ قدم کی پشت پر ہوگا اور اسے تو غیر معتبر قرار دیا گیا ہے اور اس پر متنبہ ہونا نہایت ضروری ہے کیونکہ اکثر لوگ اس سے غافل ہیں۔(ت)

---

[1] در مختار باب صفۃ الصلٰوۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۷۰

[2] منیۃ المصلی باب فرائض صلٰوۃ مبحث السجود مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۲۶۱

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فرائض صلٰوۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۸۵

بحرالرائق وشرنبلالیہ میں ہے:

السجود فی الشریعة وضع بعض الوجه ممالاسخریة فیه وخرج بقولنا لاسخریة فیه ما اذا رفع قدمیه فی السجود فانه لایصح لان السجود مع رفعهما بالتلاعب اشبه منه بالتعظیم والاجلال ویکفیه وضع اصبع واحدة فلو لم یضع الاصابع اصلا ووضع ظاهر القدم فانه لایجوز لان وضع القدم بوضع الاصبع اھ ملتقطا[1]۔	شریعت میں سجدہ یہ ہے چہرہ کا زمین پر رکھنا اور اس میں سخریت نہ ہو "لاسخریۃ فیہ" سے وہ صورت خارج ہوجاتی ہے جس میں دونوں قدم حالت سجدہ میں زمین پر نہ ہوں کیونکہ حالت سجدہ میں ان کا زمین سے اٹھا ہوا ہونا تعظیم وعزت کے بجائے مذاق پر دلالت کرتا ہے اور اس میں ایک انگلی کا زمین پر لگ جانا کافی ہوتا ہے۔ پس اگر کسی نے انگلیاں بالکل نہیں لگائیں مگر پشت قدم کو لگایا تو یہ جائز نہیں کیونکہ قدم کے رکھنے سے مراد انگلی کا لگانا ہے اھ تلخیصًا (ت)

جوہرۂ نیرہ میں ہے:

من شرط جواز السجود ان لایرفع قدمیه فان رفعهما فی حال سجوده لاتجزیه السجدة وان رفع احدٰهما قال فی المرتبة یجزیه مع الکراهة ولو صلی عن الدکان وادلی رجلیه عن الدکان عند السجود لایجوزوکذا علی السریر اذا ادلی رجلیه عنهما لایجوز[2]۔	جواز سجدہ کے لئے شرط یہ ہے کہ دونوں قدم زمین سے اُٹھے ہوئے نہ ہوں اگر حالت سجدہ میں اٹھے ہوئے رہے تو سجدہ جائز نہیں ہوگا، اور اگر ان میں ایک رکھا ہوا تھا تو مرتبہ میں ہے کہ سجدہ جائز مگر مکروہ ہوگا، اگر کسی نے اونچی جگہ نماز پڑھی اور سجدہ کے وقت پاؤں نیچے لڑھکا دیئے تو جائز نہیں، اسی طرح چارپائی سے اگر پاؤں نیچے لڑھکا دیئے تو سجدہ نہ ہوگا۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

اما افتراض وضع القدم فلان السجود	قدم کا زمین پر لگنا اس لئے ضروری ہے کہ ان کا

---

[1] بحرالرائق باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۹۳

[2] جوہرہ نیرہ شرح قدوری باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان ۱/ ۶۳

مع رفعهما بالتلاعب اشبه منه بالتعظيم ولاجلال ويكفيه وضع اصبع واحدة وفی الوجيز وضع القدمين فرض فان رفع احدٰهما دون الاخری جاز ويكره[1]۔	اٹھا ہوا ہونا تعظیم وعزت کے بجائے مذاق کے زیادہ قریب ہے البتہ ایک انگلی کا لگ جانا بھی کافی ہوتا ہے وجیز میں ہے کہ دونوں قدموں کا لگانا فرض ہے اگر ایک لگا رہا اور دوسرا اُٹھ گیا تو جائز مگر مکروہ ہے(ت)

شرح نقایہ قہستانی میں ہے:

الصحيح ان رفع القدمين مفسد كما فی القنية[2]۔	صحیح یہی ہے کہ قدمین کا زمین سے اٹھ جانا نماز کو فاسد کردیتا ہے جیسا کہ قنیہ میں ہے۔(ت)

فتح اللہ المعین میں ہے:

وضع اصبع واحدة من القدمين شرط[3]۔	قدمین کی ایک انگلی کا لگنا شرط ہے۔(ت)

اُسی میں ہے:

يفترض وضع واحدة من اصابع القدم[4]۔	قدم کی انگلیوں میں سے ایک کا لگنا فرض ہے۔(ت)

اُسی میں زیر قول کنز وجہ اصابع رجلیہ نحو القبلۃ (پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرکے زمین پر لگایا جائے۔ت) فرمایا:

خص اصابع الرجلين بالذكر مع ان اصابع اليدين كذلك حتی يكره تحويلها عن القبلة انما خصها وضعها موجهة كما ذكره نوح أفندی ونصه	یہاں پاؤں کی انگلیوں کا ذکر ہوا ہے حالانکہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا لگنا بھی اسی طرح ہے حتی کہ ان کا قبلہ سے پھر جانا بھی مکروہ ہے مگر مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انہیں قبلہ کی طرف متوجہ کرنا فرض ہے جیسا کہ نوح آفندی نے ذکر کیا اور اس کے الفاظ

---

[1] فتح القدیر باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۶۵

[2] جامع الرموز فصل فی فرائض الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۴۰

[3] فتح اللہ المعین باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۹

[4] فتح اللہ المعین باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۹۱

قال الزاهدی ووضع رؤس القدمین حالة السجود فرض وفی مختصر الکرخی سجد ورفع اصابع رجلیه عن الارض لایجوز قال وفهم من هذا ان المراد بوضع الاصابع توجیهها نحو القبلة لیکون الاعتماد علیها والافهو وضع لظهر القدم وهو غیرمعتبر الخ وکذا الحلبی عن المنیة[1] الخ۔	یہ ہیں زاہدی نے کہا حالت سجدہ میں قدمین کی انگلیوں کے سروں کا لگنا فرض ہے، مختصر کرخی میں ہے کسی نے سجدہ کیا مگر پاؤں کی انگلیاں زمین پر نہ لگیں تو یہ جائز نہیں، اور فرمایا اس سے یہ بھی سمجھ آرہاہے کہ انگلیوں کے لگانے سے مراد انہیں قبلہ کی طرف متوجہ کرنا ہے تاکہ اعتماد ان پر ہو ورنہ تو پشت قدم پر ہوگا جو معتبر نہیں الخ حلبی میں منیہ سے یہی ہے۔ (ت)

نورالایضاح ومراقی الفلاح میں ہے:

من شرط صحة السجود وضع شئی من اصابع الرجلین موجها بباطنه نحو القبلة ولایکفی لصحة السجود وضع ظاھر القدم[2]۔	صحت سجدہ کے لئے پاؤں کی انگلیوں کا قبلہ کی طرف متوجہ ہوکر زمین پر لگنا شرط ہے فقط ظاھر قدم کا زمین پر لگنا کافی نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وکذا قال فی الهدایة واما وضع القدمین فقد ذکر القدوری انه فرض فی السجود اھ فاذا سجد ورفع اصابع رجلیه لایجوز کذا ذکره الکرخی والجصاص ولووضع احداهما جاز قال القاضی خاں و یکره قال فی المجتبی قلت ظاھر مافی مختصر الکرخی والمحیط والقدوری انه اذ رفع احدٰهما دون الاخری لایجوز وقدرأیت فی	ہدایہ میں اسی طرح ہے، رہا قدمین کا لگنا تو قدوری نے کہا کہ یہ سجدہ میں فرض ہے پس جب سجدہ کیا مگر پاؤں کی انگلیاں نہ لگیں تو سجدہ صحیح نہ ہوگا، اسی طرح کرخی اور جصاص نے کہا اور اگر ایک انگلی لگ گئی تو جائز ہے، قاضی نے کہا مگر کراہت ہے۔ مجتبٰی میں ہے مختصر، کرخی، محیط اور قدوری کا ظاہر بتارہا ہے کہ جب ایک پاؤں اٹھا ہوا ہو تو یہ جائز نہیں اور میں نے اس کے بعض نسخوں

---

[1] فتح اللہ المعین باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۹۲

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۲۷

بعض النسخ فیه روایتان اھ ومشی علی روایة الجواز برفع احدٰھما فی التفصیل والخلاصة وغیرھما، وذھب شیخ الاسلام الی ان وضعھما سنة واختار فی العنایة ھذہ الروایة وقال انھا الحق واقرہ فی الدرر و وجھه ان السجود لایتوقف تحققه علی وضع القدمین فیکون افتراض وضعھما زیادة علی الکتاب بخبر الواحد لکن ردہ فی شرح المنیة وقال ان قوله ھو الحق بعید عن الحق وبضدہ احق اذلاروایة تساعدہ والدرایة تنفیه لان مالایتوصل الی الفرض الابه فھو فرض و حیث تظافرت الروایات عن ائمتنا بان وضع الیدین والرکبتین سنة ولم ترد روایة بانه فرض، تعین وضع القدمین او احدٰھما للفرضیة ضرورة التوصل الی وضع الجبھة وھذا لولم ترد به عنھم روایة کیف و الروایات فیه متوافرة اھ ، ویؤیدہ مافی شرح المجمع لمصنّفه حیث استدل علی ان وضع الیدین والرکبتین سنة بان ماھیة السجدة حاصلة بوضع الوجه والقدمین علی الارض الخ وکذا مافی الکفایة عن الزاھدی من ان ظاھر الروایة ماذکر فی مختصرا لکرخی وبه جزم فی السراج و فی الفیض وبه یفتی ھذا وقال فی الحلیة والاوجه علی منوال ماسبق ھوالوجوب

میں دوروایتیں دیکھی ہیں اھ فیض اور خلاصہ وغیرہ میں روایتِ جواز پر عمل کیا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ دونوں پاؤں کارکھنا سنّت ہے۔ عنایہ میں اسی روایت کو مختار کہا ہے اور کہا یہی حق ہے اور درر میں اسے ہی ثابت رکھا، وجہ یہ ہے کہ سجدہ قدمین کے لگنے پر موقوف نہیں لہٰذا ان کے لگنے کو فرض قرار دینے سے خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی لازم آئے گی لیکن شرح منیہ میں اس کی تردید ہے کہ اسے حق کہنا حق سے بعید ہے بلکہ اس کا خلاف احق ہے کیونکہ کوئی روایت تائید نہیں کرتی اور درایت اس کی نفی کرتی کیونکہ جو فرض تک پہنچائے وہ بھی فرض ہوتا ہے، اور اس مقام پر اپنے ائمہ سے کثرت کے ساتھ روایات ہیں کہ قدمین اور ہاتھوں کا زمین پر لگانا سنت ہے اور فرض کی روایت نہیں تاہم پیشانی لگانے کے لئے دو یا ایک قدم کا لگانا فرض متعین ہے اگر کوئی روایت نہیں ہوتی تب بھی یہ حکم تھا حالانکہ اس بارے میں روایات کثیر ہیں اھ ،اس کی تائید خود ماتن کی شرح مجمع کے اس استدلال سے بھی ہوتی ہے ہاتھوں اور قدموں کا زمین پر لگانا سنت ہے کیونکہ سجدہ کی ماہیت چہرہ اور قدمین زمین پر رکھنے سے حاصل ہوجاتی ہے الخ اسی طرح کفایہ میں زاہدی کے حوالے سے ہے کہ ظاہر الروایۃ وہی ہے جس کا ذکر مختصر الکرخی میں ہے اور اسی پر سراج میں جزم فرمایا اور فیض میں ہے اسی پر فتوی ہے، حلیہ میں ہے گزشتہ طریقہ کے مطابق سابقہ حدیث کے پیش نظر وجوب ہی مختار ہے اھ یعنی اس طریقہ پر جو ان کے شیخ نے ہاتھوں اور

لما سبق من الحديث اھ[1] ای علی منوال ماحققه شيخه من الاستدلال علی وجوب وضع اليدين والركبتين وتقدم انه اعدل الاقوال فلذا هنا واختاره فی البحر والشرنبلالية قلت ويمكن حمل كل من الروايتين السابقتين عليه بحمل عدم الجواز علی عدم الحل لاعدم الصحة ونفی شيخ الاسلام فرضية وضعهما لاينافی الوجوب وتصريح القدوری بالفرضية يمكن تاويله فان الفرض قديطلق علی الواجب تامل، ومامر عن شرح المنية للبحث فيه مجال لان وضع الجبهة لايتوقف علی وضع القدمين بل توقفه علی الركبتين واليدين ابلغ فدعوی فرضية وضع القدمين دون غيرهما ترجيح بلامرجح والروايات المتظافرة انماهی فی عدم الجواز كمايظهر من كلامهم لافی الفرضية وعدم الجواز صادق بالوجوب كما ذكرنا والحاصل ان المشهور فی كتب المذهب اعتماد الفرضية والارجح من حيث الدليل والقواعد عدم الفرضية (ملخصًا) والله تعالٰی اعلم۔ **قوله** ولو واحدة صرح به فی

قدموں کے رکھنے پر یہ استدلال کیا تھا اور یہ گزر چکا کہ یہ معتدل قول ہے پس یہاں بھی یہی معاملہ ہے اور اسے بحر اور شرنبلالیہ میں مختار کہا میں کہتا ہوں کہ یہ ممکن ہے کہ سابقہ دونوں روایات میں عدم جواز کو عدمِ حلت پر محمول کریں نہ کہ عدم صحت پر، شیخ الاسلام کی ان کے زمین پر لگنے کی فرضیت کی نفی کرنا وجوب کے منافی نہیں، قدوری کی تصریح کہ یہ فرض ہے اس کی تاویل ممکن ہے کیونکہ بعض اوقات فرض کا اطلاق وجوب پر ہوتا ہے، تامل۔ شرح المنیہ کے حوالے سے جو کچھ گزرا ہے وہ قابل بحث ہے کیونکہ پیشانی کا رکھنا قدمین کے رکھنے پر موقوف نہیں بلکہ ہاتھوں اور گھٹنوں پر موقوف ہونا زیادہ واضح ہے لہٰذا قدمین کو زمین پر رکھنے کو فرض قرار دینا اور دوسروں کو نہ قرار دینا ترجیح بلامرجح ہے اور روایات کثیرہ اس کے عدم جواز میں ہیں جیسا کہ علماء کے کلام سے واضح ہے نہ کہ عدم فرضیت میں، اور عدم جواز، وجوب کی صورت میں بھی صادق آتا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے، حاصل یہ کہ مشہور کتب مذہب میں فرضیت ہے اور قواعد کے مطابق راجح وجوب ہے (ملخصًا) واللہ تعالٰی اعلم

قولہ اگرچہ ایک انگلی ہو، فیض میں

---

[1] ردالمحتار فصل ای فی بیان تالیف الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۳۶۹

الفیض قولہ نحو القبلۃ اقول وفیہ نظر فقد قال فی الفیض ولو وضع ظھر القدم دون الاصابع بان کان المکان ضیقا اووضع احدٰھما دون الاخری لضیقہ جاز کما لوقام علٰی قدم واحد و ان لم یکن المکان ضیقا یکرہ اھ فھذا صریح فی اعتبار وضع ظاھر القدم وانما الکلام فی الکراھۃ بلاعذر لکن رأیت فی الخلاصۃ ان وضع احدٰھما بان الشرطیۃ بدل او العاطفۃ اھ لکن ھذا لیس صریحا فی اشتراط توجیہ الاصابع بل المصرح بہ ان توجیھھا نحو القبلۃ سنۃ یکرہ ترکھا کما فی البرجندی والقھستانی[1] ۔(ملخصًا)	اسی کی تصریح ہے قولہ قبلہ کی طرف اقول اس میں نظر ہے فیض میں ہے اگر قدم کی پشت لگی اور انگلیان نہ لگیں مثلاً جگہ تنگ ہے یا تنگی کی وجہ سے ایک قدم لگادوسرانہ لگ سکا توجائز ہے جیسا کہ کوئی ایک قدم پر کھڑا ہوتاہے اگر مکان تنگ نہ ہو توکراہت ہے اھ یہ عبارت اس بات پر تصریح کہ پشتِ قدم کااعتبار ہے کلام اس میں ہے کہ بلاعذر مکروہ ہے لیکن میں نے خلاصہ میں دیکھا ہے کہ وہاں او وضع کی بجائے ان وضع احدٰھما ہے (یعنی ان شرطیہ کے ساتھ) لیکن یہ بات انگلیوں کے متوجہ کرنے کو شرط قراردینے میں صرتح نہیں بلکہ تصرتح یہ ہے کہ قبلہ کی طرف انگلیوں کومتوجہ کرناسنت ہے اور اس کاترک مکروہ، جیسا کہ برجندی اور قہستانی میں ہے۔(ملخصًا)

یہ علامہ شامی کاکلام ہے کہ قدرے اختصار کے ساتھ منقول ہوا۔

انا اقول وباللہ العون حمل عدم الجواز علی عدم الحل فی الصلاۃ بعید ولھذا اعترفتم ان المشھور فی کتب المذھب اعتماد الفرضیۃ مع قولکم ان تظافر الروایات انما ھو فی عدم الجواز فلولا ان مرادہ الشائع الذائع ھو الافتراض فمن این یکون اعتماد الفرضیۃ	میں اللہ کی مدد سے کہتاہوں نماز میں عدم جواز کو عدم حلت پر محمول کرنا بعیدہے اسی لئے تم نے اعتراف کیا کہ مشہور کتب مذہب میں فرضیت ہے باوجوداس کے کہ تمہارا قول ہے کہ اکثر روایات عدم جواز پرہیں اگران کی مراد مشہورومعروف فرض قرار دینانہیں توفرضیت پراعتماد کتب مشہورہ میں کیسے ہوگیا؟ پھر حمل میں گنجائش ہے کہ "لم یجز" کہاگیااور ضمیر مثلاًرفع قدمین کیطرف لوٹ رہی ہوجب

---

[1] ردالمحتار فصل فی بیان تالیف الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۶۹

مشهورا فی کتب المذهب ثم للحمل مساغ حیث یقال لم یجز و الضمیر لرفع القدمین مثلا اما اذا قیل لم تجز والضمیر للصلاۃ تعین مفید العدم الصحۃ وثبوت الفرضیۃ بالمعنی المقابل للوجوب وهو کذلك فی غیرما کتاب منها مختصرا الکرخی کماتقدم هذا وجه والثانی مثله اضافۃ عدم الجواز للسجود کما مضی عن الجوهرۃ والثالث اظهر منه التعبیر بعدم الاجزاء کماسلف عنها ایضا فهو مفسر لایقبل التاویل والرابع کذا الحکم بالفساد کما سمعت عن جامع الرموز عن القنیۃ والخامس مقابلتهم عدم الجواز هذا بحکم الجواز علی ما اذا رفع احدی القدمین کما فی الفتح والوجیز والجوهرۃ وغیرها نص ایضا فی ارادۃ الجواز بمعنی الصحۃ الا تری انهم حکم علیه بالکراهۃ والمراد کراهۃ التحریم کما هو المحمل عند الاطلاق و کما هو قضیۃ الدلیل هنا فالجواز بمعنی الحل منتف فیه ایضا و السادس قد عبر فی عدۃ کتب کالخلاصۃ و البزازیۃ والغنیۃ والبحر الرائق ونورالایضاح ومراقی الفلاح وغیرها کما سبق بعدم الصحۃ وهو صریح فی المراد والسابع مثله الحکم بالشرطیۃ کما فی الدر والجوهرۃ وابی السعود و نورالایضاح ومراقی الفلاح وغیرها۔ والثامن	"لم تجز" کہاجائے تو ضمیر نماز کی طرف لوٹے جس سے عدم صحت کاتعین ہو جاتااور اس فرضیت کا بھی جو معنی وجوب کے مقابل ہے، اور متعدد کتب میں اسی طرح ہے ان میں سے مختصرالکرخی بھی ہے جیسا کہ پہلے گزرا، یہ ایک صورت ہے، دوسری اس کے مثل کی عدم جواز کی سجدہ کی طرف اضافت، جیسا کہ جوہرہ کے حوالے سے گزراہے، تیسری جوکہ واضح ہے کہ عدم اجزاء سے تعبیر کرنا جیسا کہ پیچھے آیا یہ بھی مفسر ہےاور یہ تاویل کو قبول نہیں کرتا، چوتھی اسی طرح حکم بالفساد جیسا کہ آپ نے جامع الرموز سے قنیہ کے حوالے سے پڑھاہے۔ پانچویں یہ کہ انہوں نے مقابلہ عدم جواز کاجواز کے ساتھ کیاہے اور جواز کا حکم اس صورت میں ہوگا جب ایک قدم اٹھاہوا ہو جیسا کہ فتح، وجیز، جوہرہ وغیرہ میں ہے اس پر بھی تصریح ہے کہ جواز بمعنی صحت مراد ہے کیاآپ دیکھتے نہیں کہ انہوں نے اسے مکروہ کہاہے اور کراہت سے مراد تحریمی ہے جیسا کہ اطلاق کے وقت ہوا کرتا ہےاور یہاں دلیل کاتقاضا بھی یہی ہے توجواز بمعنی حلت یہاں بھی نہ ہوا، چھٹی کہ بہت سی کتب مثلاً خلاصہ، بزازیہ، غنیہ، بحرالرائق، نورالایضاح، مراقی الفلاح وغیرہ میں اسے عدم صحت کے ساتھ تعبیر کیاہےاور یہ مراد پر واضح تصریح ہے۔ ساتویں اسی کی مثل حکم بالشرطیۃ ہے جیسا کہ در، جوہرہ، ابوسعود، نورالایضاح اور مراقی الفلاح میں ہے۔ آٹھویں شرح مجمع، کافی، فتح، بحر وغیرہ میں ہے

صرح فی شرح المجمع والکافی والفتح و البحر وغیرہ کما مر بدخول ذلك فی حقیقۃ السجود شرعا وکل قاض بالافتراض بالمعنی الخاص غیر قابل للتاویل الذی ابد یتموہ فکیف یمکن ارجاع جمیع تلك الصرائح الی ماتاباہ بالاباء الواضح فانی یتأتی التوفیق و من این یسوغ ترك النصوص المذھب الی بحث ابداہ العلامۃ ابن امیرالحاج وان تبعه البحر والشرنبلالی علی مناقضۃ منھما لانفسھما رحمھم اللہ تعالٰی والبحر صرح ھھنا وقبله بان السجود مع رفع القدمین تلاعب والشرنبلالی قدجزم فی متنه وشرحه بافتراض وضع بعض الاصابع والمحقق علی الاطلاق اعلم وافقه من تلمیذہ ابن امیرالحاج وقدجزم بماجزم وقد سمعت کل ذلك۔ ثمّ النظر فی دلیل العلامۃ ابراھیم الحلبی مدفوع بما قدمنا عن الفتح والبحر والشرنبلالی ان السجود مع رفع القدمین بالتلاعب اشبه منه بالتعظیم ولانسلم ان کذلك الیدان والرکبتان وکون توقف وضع الوجه علی وضع ھاتین ابلغ من توقفه علی وضع القدمین مع ظھور ضعفه فی الیدین فلاحاجۃ فی وضعه الی وضعھما اصلا وکذا فی الرکبتین فان الواقع ھھنا التساوی لا الا بلغیۃ نحن لانبنی الکلام علی توقف	جیسا کہ گزرا کہ یہ ماہیت سجدہ میں شرعًا داخل ہے اور یہ تمام امور یہاں فرض بمعنی خاص کیلئے فیصلہ کن ہیں جو قابل تاویل نہیں ہیں تو یہ تصریحات جس سے واضح انکاری ہیں اس پر ان کو کیسے محمول کیا جاسکتا ہے یہ توفیق کہاں ہوئی اور مذہب کی نصوص کو چھوڑ کر علامہ ابن امیر الحاج کی بحث کی گنجائش کہاں سے نکلی اگرچہ بحر اور شرنبلالی میں اس کی اتباع کی گئی ہے علاوہ ازیں ان کا خود اپنا تضاد ہے بحر نے یہاں اور اس سے پہلے تصریح کی ہے کہ قدموں کے اٹھائے ہوئے سجدہ مذاق ہے۔ شرنبلالی نے متن اور شرح میں کچھ انگلیوں کے لگانے پر جزم کیا ہے، اور محقق علی الاطلاق اپنے شاگرد ابن امیر الحاج سے زیادہ صاحب علم وفقہ ہیں اور انہوں نے اسی پر جزم کیا جس پر کرنا تھا اور وہ تمام آپ نے پڑھ لیا ہے۔ پھر علامہ ابراہیم حلبی کی دلیل پر اعتراض اس سے ختم ہو جاتا ہے جو ہم نے پہلے فتح، بحر، شرنبلالی کے حوالے سے بیان کیا کہ قدم اٹھائے ہوئے سجدہ کرنا تعظیم کے بجائے مذاق کے زیادہ قریب ہے اور ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ ہاتھوں اور گھٹنوں کا یہی معاملہ ہے اور چہرے کا لگنا قدمین کے لگنے سے ان پر زیادہ موقوف ہے باوجود اس کے اس کا ضعف ہاتھوں میں ظاہر ہے کیونکہ چہرے کے رکھنے میں ان دونوں کی ضرورت اصلًا نہیں، اسی طرح گھٹنوں کا معاملہ ہے کیونکہ یہاں مساوات ہے زیادتی نہیں اور ہم کلام کی

وضع الوجه بل على توقف السجود المطلوب الشرعي عليه وهوالذي يكون على جهة التعظيم و الاجلال ولاتعظيم اذا وضع الوجه ورفع القدمين كما افاد المحقق على الاطلاق فعن هذا كان وجع القدم ممالايتوصل الى الفرض الابه فكان فرضا لاجرم لم يتفرد العلامة الحلبي بهذا التعليل بل سبقه اليه امام جليل وهوالامام ابوالبركات النسفي قال في شرح وافية الكافي وضع القدمين فرض في السجود لانه لايمكن تحقيق السجود الابوضع القدمين[1] اھ فلم يقل لايمكن وضع الوجه بل تحقيق السجود اما قول الغنية نحو القبلة وقد تبعه عليه العلامة الشرنبلالي في مراقي الفلاح والمدقق العلائي والعلامة نوح اٰفندي والعلامة ابوالسعود الازهري وقد تلونا عليك نصوصهم جميعا۔ **فاقول:** حمله على مافهمتم بعيد من مرامهم كل البعد وكيف يرومونه وهم مصرحون بأنفسهم ان توجيه الاصابع سنة يكره تركه فلم يحتج عليهم بالبرجندي و القهستاني لم لايحتج عليهم بهم	بنیاد چہرے کے رکھنے کے موقوف پر نہیں رکھتے بلکہ سجدہ کے موقوف ہونے پر رکھتے ہیں جو مطلوب شرعی ہو اور اس میں تعظیم وتوقیر ہو نہ کہ اس صورت میں جب چہرہ رکھا ہو اور قدم اُٹھے ہوئے ہوں جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فرمایا تو اب قدموں کا رکھنا فرض کی تکمیل کے لئے ضروری ہوا تو وہ لامحالہ فرض ہوگا اور علامہ حلبی اس تعلیل کے بیان کرنے میں تنہا نہیں بلکہ اس سے پہلے ایک امام جلیل جن کا اسم گرامی ابوالبرکات نسفی ہے نے بیان کی ہے، شرح وافیہ الکافی میں فرمایا سجدے میں قدموں کا لگانا فرض ہے کیونکہ سجدہ کا وجود ممکن نہیں۔ رہا غنیہ کا قول "قبلہ کی طرف" تو اس کی علامہ نوح آفندی، علامہ ابوالسعود ازہری نے اتباع کی ہے، اور ہم نے ان کی عبارات کا تذکرہ کر دیا ہے۔ **فاقول:** ان کی عبارات کو جو تم نے سمجھا ہے وہ ان کے مقصود سے کہیں دور ہے اور یہ مراد لے بھی کیسے سکتے ہیں حالانکہ خود انہوں نے تصریح کی ہے کہ انگلیوں کا قبلہ کی طرف متوجہ کرنا سنت اور اس کا ترک مکروہ ہے۔ پس برجندی اور قہستانی کے حوالے سے ان کے خلاف احتجاج کیوں کیا ہے، کیوں نہ ان کے

---

[1] کافی شرح وافی

قال الحلبی قبیل فصل النوافل یعنی کل شیئ لم یذکر انه فرض اوواجب قدذکرنا فی صفة الصلوٰة مما سوی ماعینا ھھنا انه سنة فھو آدب لکن ھذا التعمیم فیه نظر و فان من جملة ذلك وضع الیدین والرکبتین فی السجود وھوسنة وکذا ابداء الضبعین ومجافاة البطن عن الفخذین وتوجیه الاصابع نحوالقبلة فیه فان کل ذلك سنة لما تقدم من ادلته ھناک[1]، وقال الشرنبلالی متناوشرحا یکرہ تحویل اصابع یدیه اورجلیه عن القبلة فی السجود وغیرہ لما فیه من ازالتھا عن الموضع المسنون[2] وقال العلائی یستقبل باطراف اصابع رجلیه القبلة ویکرہ ان لم یفعل ذٰلک[3] بل انما ارادوا رحمھم اللّٰه تعالٰی علی ماالھمنی الملك المنعام عزجلاله ان یقولوا یفترض وضع بطن الاصبع ولایکفی وضع ظھرھا ولارأسھا الکائن عند ظفرھا لان علی الاول یکون وضع ظھر القدم وقداسقطوہ عن الاعتبار وعلی الثانی	خلاف خود ان کی عبارات سے احتجاج کیا۔ حلبی نے فصل النوافل سے تھوڑا پہلے فرمایا کہ نوافل سے مراد ہر وہ شئی ہے جس کا فرض یا واجب ہونا مذکور نہ ہو اور جن اشیاء کو ہم نے صفۃ الصلوٰۃ میں سنت ہونا معین کیا ہے ان کے سوا تمام آداب ہیں لیکن یہ تعمیم محل نظر ہے کیونکہ ان میں حالت سجود میں ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا بھی ہے حالانکہ وہ سنت ہے اسی طرح پہلوؤں کا رانوں کا پیٹ سے دور رکھنا، حالتِ سجدہ میں انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرنا بھی ہے کیونکہ یہ سابقہ دلائل کی بنا پر سنت ہیں، شرنبلالی نے متن اور شرح میں کہا حالت سجود وغیرہ میں ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا قبلہ سے پھیرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں طریقہ سنت کی خلاف ورزی ہے۔ علائی نے کہا پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ کیا جائے اور اگر نہ کیا تو کراہت ہوگی، اللہ تعالٰی نے مجھے جو آگاہ فرمایا ہے اس کے مطابق یہ سمجھا ہوں کہ وہ تمام بزرگ رحمہم اللہ تعالٰی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ایک انگلی کا باطن لگانا فرض ہے اس کا ظاہر اور اس کا سر جو ناخن والا حصہ ہے لگالینا کافی نہیں کیونکہ پہلی صورت میں قدم کی پشت پر سجدہ ہوگا جس کا وہ اعتبار ہی نہیں کرتے، دوسری صورت میں

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی سنن الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۸۳

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی المکروہات مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۹۴

[3] درمختار فصل واذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۶

یکون وضعا مجردا عن الاعتماد والمقصود الاعتماد وقد بین هذا بقوله لیکون الاعتماد علیها والافهو وضع ظهرالقدم وقد جعله غیرمعتبر انما عبر عنه بالتوجیه نحوالقبلة لان المصلی ان اراد فی سجوده الاعتماد علی بطن اصبع قدمه لم یمکنه ذلك الابتوجیهها نحو القبلة اعنی بالمعنی المقترض فی الاستقبال ممتدا بین الجنوب والشمال، لابالمعنی المسنون النافی للانحراف، وکذلك ان اراد توجیهها للقبلة بالمعنی العام لم یتأت له الاباصابة بطنها الارض، وهذا ظاهر جدا فبینهما تلازم فی الصلٰوة، وان کان یمکن خارجها لمن سجد غلطا او عمد الغیر القبلة ان یعتمد علٰی بطنها وهی علی خلاف جهة القلبة، فکان هذا من باب اطلاق اللازم وارادة الملزوم .اما السنة فجعلها علٰی مسامتة القبلة من دون انحراف، وهذا الذی لیس فی ترکه الا الکراهة والاساءة، هکذا ینبغی ان یفهم هذا المقام والحمدﷲ الملك المنعام وذلك مانقل الامام ابن امیرالحاج فی الحلیة عن التحقیق مقرا علیه والمعتبر فی القدمین بطون الصابع الخ اما ما نقلتم عن الفیض العبارة و الخلاصة والوجیزوالحلیة والغنیة و

اعتماد نہیں ہوگا حالانکہ مقصود اعتماد جسے ان الفاظ سے بیان کیاگیا ہے تاکہ ان پراعتماد ہو ورنہ سجدہ قدم کی پشت پر ہوگا حالانکہ اسے معتبر تسلیم نہیں کیاگیا، یہاں فقہاء نے قبلہ کی طرف متوجہ کرنا کہا ہے کیونکہ نمازی اگرحالت سجدہ میں قدم کی ایک انگلی کے باطن پراعتماد چاہے تو یہ ممکن نہیں مگر اس وقت جب اسے قبلہ کی طرف متوجہ کرے میری مراد جنوبًا وشمالًا استقبال قبلہ کے لئے اسے بچھانا ہے نہ کہ وہ معنی مسنون جوانحراف کے منافی ہےاوراسی طرح اگرمتوجہ ہونے کاعام معنی لیاجائے تو بھی انگلیوں کے باطن کا زمین پرلگنا ضروری ہوگااور یہ بالکل واضح ہے پس ان دونوں کے درمیان نماز میں تلازم ہے اگرچہ نماز سے باہر یہ ممکن ہے اس شخص کے لئے جس نے غیرقبلہ کی طرف غلطی سے یاعمدًا سجدہ کیا کہ وہ انگلیوں کو قبلہ روکئے بغیران پرٹیک لگائے تو یہاں اطلاق لازم اور مراد ملزوم ہے، رہامعاملہ سنّت ہونے کا تو وہ قبلہ کی جانب ہے بغیر کسی انحراف کے، اور وہ یہ ہے کہ جس کے ترک میں کراہت واسائت کے علاوہ کچھ نہیں اس مقام کواس طریقہ سے سمجھنا چاہئے تمام حمداللہ تعالٰی کے لئے جوحامد ومنعم ہے اور یہی وہ ہے جوامام ابن امیرالحاج نے حلیہ میں ثابت رکھتے ہوئے تحقیق سے نقل کیاکہ معتبر قدمین میں انگلیوں کاباطن ہے الخ اور جو تم نے فیض سے نقل کیاہے کہ خلاصہ، وجیز، حلیہ، غنیہ، ہندیہ

وغيرها بلاخلاف بان الشرطية دون او العاطفة فَاَوْ فى نسخة الفيض تصحيف و قد اغتربه العلامة البرجندى فى شرح النقاية فليتنبه وبالجملة فتحرر مما تقرر ان الاعتماد فى السجود على بطن احدى اصابع القدم العشر فريضة فى المذهب المعتمد المفتى به والاعتماد على بطون كلها او اكثرها من كلتا القدمين لايبعد ان يجب لماحرره فى الحلية وتوجيهها نحو القلبة من دون انحراف سنة اغتنم هذا التحرير المفرد المنير فلعلك لاتجده من غير الفقير ولله الحمد والمنة۔	وغیرہ میں بالاتفاق ہے "اِن" شرطیہ ہے "او" عاطفہ نہیں ہے پس "او" نسخہ فیض میں تحریف ہے اور اس سے علامہ برجندی نے شرح نقایہ میں دھوکا کھایا ہے اس پر متنبہ رہنا چاہئے۔ اس تمام گفتگو سے آشکار ہوگیا کہ حالت سجدہ میں قدم کی دس انگلیوں میں سے ایک کے باطن پر اعتماد مذہب معتمد اور مفتی بہ میں فرض ہے اور دونوں پاؤں کی تمام یا اکثر انگلیوں پر اعتماد بعید نہیں کہ واجب ہو اس بنا پر جو حلیہ میں ہے اور قبلہ کی طرف متوجہ کرنا بغیر کسی انحراف کے سنت ہے اس یکتا، منفرد اور روشن گفتگو کو غنیمت جانو شاید اس فقیر کے علاوہ کسی اور کے ہاں تم کو نہ ملے، اللہ تعالٰی کے لئے ہی حمد واحسان ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ ان بلاد میں اکثر جوتے سلیم شاہی پنجابی خوردنوکے منڈے گرگابی وغیرہا خصوصًا جبکہ نئے ہوں ایسے ہی ہوتے ہیں کہ انگلیوں کا پیٹ زمین پر باعتماد تمام بچھنے نہ دیں گے گو ان جوتوں کو پہن کر مذہب مفتی بہ پر نماز ہوگی ہی نہیں اور گناہ وناجوازی توضرور نقد وقت ہے عرب شریف کے جوتوں میں صرف پاؤں کے نیچے چمڑا ہوتا تھا اور اوپر بندش کے لئے تسمہ جسے شراکت کہتے تھے پھر عرب میں نعل کی تعریف یہ تھی کہ نرم ورقیق ہو یہاں تک کہ صرف اکہرے پَرت کی زیادہ پسند رکھتے، مجمع بحارالانوار میں زیر حدیث:

ان رجلا شكا اليه صلى الله تعالٰى عليه وسلم رجلا من الانصار فقال ياخير من يمشى بنعل فرد. والفرد هى التى تخصف ولم تطارق وانما هى طارق واحد والعرب يمدح برقة النعال ويجعلها من لباس الملوک[1]۔	ایک آدمی نے رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں ایک انصاری کی شکایت کرتے ہوئے کہا: اے ایک پرت والے جوتے پہننے والوں میں افضل ترین ذات۔ فرد اس نعل کو کہتے ہیں جس کا ایک پرت ہو، اور عرب جوتے کی نرمی کو پسند کرتے ہیں اور یہ ملوک کا لباس ہے (ت)

---

[1] مجمع بحارالانوار لفظ فعل کے تحت مذکور ہے مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۳/۳۷۳

تو وہ کیسے ہی نئے ہوتے سجدہ میں فرض وواجب کیا کسی طریقہ مسنونہ کو بھی مانع نہ ہوتے اُن نعال پر یہاں کی جوتیوں کا قیاس صحیح نہیں، پھر اگر اسی طرح کے جوتے ہوں کہ سنت سجدہ میں بھی خلل نہ ڈالیں تو اگر وہ نئے بالکل غیر استعمالی ہیں تو انہیں پہن کر نماز پڑھنے میں حرج نہیں بلکہ افضل ہے اگرچہ مسجد میں ہو۔ درمختار میں ہے: **صلاته فیهما افضل**[1] (ان میں نماز افضل ہے۔ت) مگر عندالتحقیق استعمالی جوتے پہن کر نماز پڑھنی مکروہ ہے اور اگر معاذاللہ نماز کو کہ حاضری بارگاہ شہنشاہ حقیقی ملک الملوک رب العرش عزجلالہ ہے ہلکا جان کر استعمالی جوتا پہنے ہوئے نماز کو کھڑا ہوگیا تو صریح کفر ہے پھر بے نیت استخفاف نری کراہت بھی اس حالت میں ہے کہ غیر مسجد میں ایسا کرے اور مسجد میں تو استعمالی جوتے پہنے جانا ہی ممنوع وناجائز ہے نہ کہ مسجد میں یہ جوتا پہنے، شرکت جماعت نماز ودخول مسجد کے یہ احکام بحمداللہ تعالٰی دلائل کثیرہ سے روشن ہیں تفصیل موجب تطویل ہوگی لہٰذا چند کلمات نافع وسودمند باذن اللہ تعالٰی سے القا کرے کہ بعونہ تعالٰی احکام کا ایضاح اور اوہام کا ازالہ کریں۔ت)

فاقول: و باللہ استعین (پس میں اللہ تعالٰی سے مدد طلب کرتے ہوئے کہتا ہوں)

افادہ اول: متون وشروح وفتاوٰی تمام کتب مذہب میں بلاخلاف تصریف صاف ہے کہ ثیاب بذلت ومہنت یعنی وہ کپڑے جن کو آدمی اپنے گھر میں کام کاج کے وقت پہنے رہتا ہے جنہیں میل کچیل سے بچایا نہیں جاتا انہیں پہن کر نماز پڑھنی مکروہ ہے،

تنویرالابصار ودرمختار میں ہے:

کرہ صلوته فی ثیاب بذلة (یلبسها فی بیته) (ومهنة) ای خدمة ان له غیرها[2]۔	کام کے کپڑوں میں نماز مکروہ ہے (وہ کپڑے جو گھر میں پہنتا ہے) (اور صنعت کے کپڑوں میں) یعنی خدمت والے اگر اس کے پاس دوسرے کپڑے ہوں (ت)

دررو غررو شرح وقایہ ومجمع الانہر وبحرالرائق وردالمحتار میں ان کی تفسیر کی:

مایلبسه فی بیته ولایذهب به الی الاکابر[3]۔	جو کپڑے صرف گھر میں پہنتا ہو وہ پہن کر اکابر کے ہاں نہ جاتا ہو۔ (ت)

غنیہ میں اُن کی تفسیر کی: **مالایصان ولایحفظ من الدنس ونحوہ**[4] (جن کپڑوں کو وہ میل کچیل سے محفوظ

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مجتبائی دہلی ۹۱/۱

[2] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مجتبائی ہلی ۹۱/۱

[3] ردالمحتار مطلب مکروہات الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۴۷۴/۱

[4] غنیۃ المستملی فصل کراہتیہ الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۹

نہ رکھتا ہو۔ت) اُسی میں ہے:

یکرہ تکمیلا لرعایۃ الادب فی الوقوف بین یدیہ تعالٰی بما امکن من تجمیل الظاھر والباطن وفی قولہ تعالٰی خذوا زینتکم عند کل مسجد اشارۃ الٰی ذلك وان کان المراد بھا ستر العورۃ علی ماذکرہ اھل التفسیر کما تقدم[1]۔	اللہ تعالٰی کی بارگاہ اقدس میں ظاہری و باطنی جمال کا حصول اس بارگاہ کے آداب میں سے ہے اور اللہ تعالٰی کے ارشادِ گرامی "تم ہر مسجد میں جانے کے وقت زینت اختیار کرو" میں اسی طرف اشارہ ہے اگرچہ اس سے مراد سترِ عورت ہے جیسا کہ مفسرین نے بیان کیا (ت)

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک شخص کو ایسے ہی کپڑوں میں نماز پڑھتے دیکھا، فرمایا: بھلا بتاؤ تو اگر میں کسی آدمی کے پاس تجھے بھیجوں تو انہیں کپڑوں سے چلا جائے گا؟ کہا نہ۔ فرمایا: تو اللہ تعالٰی زیادہ مستحق ہے کہ اس کے دربار میں زینت وادب کے ساتھ حاضر ہو۔ حلیہ پھر بحر الرائق میں ہے:

احتج لہ فی الذخیرۃ بانہ روی ان عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ رأی رجلا فعل ذلك فقال رأیت لوارسلتك الی بعض الناس اکنت تمرفی ثیابك ھذہ فقال لافقال عمر فاللہ احق ان یتزین لہ[2]۔	ذخیرہ میں اس پر یوں استدلال ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک شخص کو ایسے کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کیا خیال ہے اگر تجھے میں کسی آدمی کے پاس بھیجوں تو تو انہیں کپڑوں میں چلا جائے گا؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: اللہ تعالٰی سب سے زیادہ حقدار ہے کہ اس کے ہاں حاضری کے لئے زینت اختیار کی جائے۔ (ت)

سبحان اللہ کام خدمت کے کپڑے کہ گھر میں پہنے جاتے ہیں انہیں پہن کر نماز مکروہ ہو اور استعمالی جوتے کہ پاخانے میں پہنے جاتے ہیں انہیں پہن کر نماز مکروہ نہ ہو، معمولی کپڑے کہ میل سے محفوظ نہیں رکھے جاتے اُن سے نماز میں کراہت ہو اور مستعمل جوتے کہ نجاست سے بچائے نہیں جاتے اُن سے نماز میں کراہت نہ ہو یہ بداہت عقل کے خلاف اور صریح خون انصاف ہے ولیس ھذا من باب القیاس بل کماتری استدلال بفحوی الخطاب لایحوم حولہ شك ولاارتیاب (یہ مسئلہ قیاسی نہیں بلکہ انداز وخطاب سے آپ

---

[1] غنیہ المستملی فصل کراہیۃ الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۹

[2] بحر الرائق آخر مکروہات الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳

استدلال دیکھ رہے ہیں اس میں نہ کوئی شک ہے نہ ریب۔ت)

افادہ دوم: متون وشروح وفتاوٰی تمام کتب مذہب میں بلاخلاف تصریح صاف ہے کہ اندھے کے پیچھے نماز مکروہ ہے کہ اسے نجاست کامل احتیاط دشوار ہے۔ ہدایہ میں ہے:

یکرہ تقدیم الاعمی لانہ لایتوقی النجاسۃ[1]۔	نابینا کاامام بنانامکروہ ہے کیونکہ وہ نجاست سے نہیں بچ سکتا۔(ت)

کافی امام نسفی میں ہے:

الاعمی لایصون ثیابہ عن النجاسات فالبصیر اولی بالامامۃ[2]۔	نابینا اپنے کپڑوں کو نجاست سے محفوظ نہیں رکھ سکتا لہٰذا امامت کے لئے بینا ہونا بہتر ہے(ت)

درمختار میں ہے: ونحوہ الاعشی، نہر[3] (اس کی مثل اعشی ہے، نہر۔ت) ردالمحتار میں ہے:

الاعشی ھوسیئ البصر لیلاونہارا قاموس و ھذا ذکرہ فی النہر بحثا اخذا من تعلیل الاعمی بانہ لایتوقی النجاسۃ[4]۔	اعشی سے مراد وہ شخص ہے جس کی دن یا رات کو نظر کم ہوجائے، قاموس، نہر میں نابینا کی علت یہی بیان ہوئی ہے کہ وہ نجاست سے نہیں بچ سکتا۔(ت)

ابوالسعود علی الکنز میں ہے:

والاعمی لانہ لایتوقی النجاسۃ وھذا یقتضی کراھۃ امامۃ الاعشی[5]۔	نابینا کیونکہ وہ نجاست سے نہیں بچ سکتااور یہ تقاضا کرتاہے کہ اعشی کی امامت بھی مکروہ ہو۔(ت)

---

[1] الہدایہ، باب الامامۃ، مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی، ۱۰۱/۱

[2] کافی شرح وافی

[3] الدرالمختار باب الاحق بالامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۳/۱

[4] ردالمحتار، باب الامامۃ، مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴۱۴/۱

[5] فتح المعین حاشیہ علی شرح الکنز باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۰۸/۱

طحطاوی علی المراقی میں اس کے بعد ہے: **وھو الذی لایبصر لیلا**[1] (وہ شخص جسے رات کو دکھائی نہ دے۔ت)

محل انصاف ہے کہ نمازی پرہیزگار نابینا بلکہ ضعیف البصر کے کپڑوں یا بدن پر اندیشہ ومظنہ نجاست زیادہ ہے یا ان استعمالی جوتوں پر جنہیں پہن کر پاخانے تک میں جانا ہوتا ہے پھر وہاں کراہت ہونا یہاں نہ ہونا صریح عکس مدعا ہے بلکہ وہاں ایک حصہ کراہت ہو تو یہاں کئی حصے ہونا ہے۔ **افادہ سوم:** علمائے حدیث مذکور سوال کی شرح میں تصریح فرمائی کہ عام لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر قیاس صحیح نہیں حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے برابر کون احتیاط کرسکتا ہے!

اقول: اور اگر نادرًا کوئی شئے واقع ہو تو جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حاضر ہو کر عرض کردیتے ہیں جیسا کہ حدیث خلع نعال فی الصلوٰۃ سے ثابت ہے۔ مجمع بحارالانوار میں برمز "ن" فرمایا: **یصلی فی النعلین لایوخذ منه لغیرہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لان حفظ غیرہ لایلحق به**[2]۔ حضور علیہ السلام نے نعلین میں نماز ادا کی اس سے کوئی دوسرا استدلال نہیں کرسکتا کیونکہ کوئی دوسرا آپ کی طرح حفاظت نہیں کرسکتا۔ (ت)

افادہ چہارم: بے جرم نجاست مثل بول وغیرہ کامطلقًا صرف زمین پر رگڑ دینے سے پاک ہوجانا جیسا کہ سوال میں بیان کیا حسب تصریح صریح کتب معتمدہ تمام ائمہ مذہب کے خلاف ہے، امام محمد کے نزدیک تو نعل وخف بھی مطلقًا بے دھوئے پاک نہیں ہوسکتے جیسے کپڑے کا حکم ہے اور امام اعظم کے نزدیک نجاست جو مردار اور خشک ہوگئی ہو اس کے بعد اس قدر رگڑیں کہ اس کا اثر زائل ہوجائے اس وقت طہارت ہوگی اور تر نجاست یا بے جرم جیسے پیشاب وغیرہ بے دھوئے پاک نہ ہوں گے، اور امام ابی یوسف کی روایت میں اگرچہ خشک ہوجانا شرط نہیں تر بھی ملنے ولنے اثر زائل کردینے سے پاک ہوسکتی ہے مگر جرم دار نجاست کی ضرور قید ہے، اکثر مشائخ نے قول امام ابی یوسف ہی اختیار کیا اور یہی مختار للفتوی ہے تو بے جرم نجاست کی بے دھوئے تطہیر ائمہ ثلثہ مذہب کے بھی خلاف اور جمہور مشائخ مذہب کے بھی خلاف اور قول مختار للفتوی کے بھی خلاف ہے **وقد صرحوا ان لاعبرۃ بالبحث علی خلاف المنقول** (اس کی تصریح کی ہے کہ خلاف منقول بحث کا اعتبار نہیں۔ت) ہدایہ میں ہے:

---

[1] طحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی ایبان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۵

[2] مجمع بحارالانوار ، تحت لفظ نعل، مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ۳/ ۳۷۳

اذا اصاب الخف نجاسة لها جرم کالروث والعذرة والدم فجفت فدلکه بالارض جاز وهذا استحسان وقال محمد رحمه الله تعالٰی لایجوز وهوالقیاس وفی الرطب لایجوز حتی یغسله وعن ابی یوسف رحمه الله تعالٰی انه اذا مسحه بالارض حتی لم یبق اثرالنجاسة یطهر لعموم البلوی واطلاق مایروی و علیه مشائخنا رحمهم الله تعالٰی فان اصابه بول فیبس لم یجز حتی یغسله وکذاکل مالاجرم له کالخمر[1]۔ (مختصرًا)	جب موزے پر ایسی نجاست لگ جائے جس کا جسم ہو مثلاً لید، پاخانہ، خون اور خشک ہوجائے توزمین پر رگڑ لیاجائے توجائز ہے اور یہ استحساناً ہے۔ امام محمد نے فرمایا یہ جائز نہیں قیاس کا تقاضا یہی ہے اور اگر نجاست تر ہو تو دھونے سے پہلے جائز نہیں۔ امام ابویوسف نے کہاجب زمین پر رگڑا حتی کہ نجاست کااثر باقی نہ رہاتو عمومی ضرورت کے پیش نظر یہ پاک ہوجائے گااور مروی کااطلاق یہی ہے اور ہمارے مشائخ رحمہم اللہ تعالٰی اسی پر ہیں اور اگر پیشاب موزے پر لگ گیااور خشک ہوگیاتو دھوئے بغیر جائز نہیں اور یہی حکم ہر اس نجاست کا ہے جس کا جسم نہیں مثلاً شراب۔ (مختصرًا) (ت)

فتح القدیر میں ہے:

وعلی قول ابی یوسف اکثر المشائخ وهو المختار[2]۔	اکثر مشائخ قول ابویوسف پر ہیں اور یہی مختار ہے (ت)

عنایہ میں ہے:

علیه اکثر مشائخنا قال شمس الائمة السرخسی وهو صحیح وعلیه الفتوی[3]۔	ہمارے اکثر مشائخ اسی پر ہیں۔ شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا یہی صحیح ہے اوراسی پر فتوی ہے (ت)

حلیہ میں ہے:

فی الخلاصة وعلیه عامة المشائخ و هوالصحیح ونص فی الفتاوٰی الخانیة والکافی والحاوی	خلاصہ میں ہے اسی پر عام مشائخ ہیں اور یہی صحیح ہے اور خانیہ، کافی اور حاوی میں تصریح ہے کہ

---

[1] الہدایہ باب الانجاس وتطہیرہا مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۵۶

[2] فتح القدیر باب الانجاس وتطہیرہا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۷۲

[3] عنایۃ شرح علی حاشیۃ فتح القدیر باب الانجاس وتطہیرہا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۷۲

علی ان الفتوی علیہ[1]۔	فتوٰی اسی پر ہے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

علی قولہ اکثر المشائخ وفی النھایۃ والعنایۃ والخانیۃ والخلاصۃ وعلیہ الفتوی و فی فتح القدیر وھوالمختار[2]۔	اکثر مشائخ اسی قول پر ہیں نہایہ، عنایہ، خانیہ اور خلاصہ میں ہے کہ فتوٰی اسی پر ہے، فتح القدیر میں ہے یہی مختار ہے۔ (ت)

تنویرالابصار میں ہے:

یطھر خف ونحوہ تنجس بذی جرم بدلک ولافیغسل[3]۔	اگر موزہ یا اس کی مانند کوئی شئی صاحب جسم نجاست سے ناپاک ہوجائے تو وہ رگڑنے سے پاک ہوجائے گی ورنہ دھونا ضروری ہوگا۔ (ت)

طحطاوی علی المراقی الفلاح میں ہے:

واحترز بہ عن غیر ذی الجرم فانہ یغسل اتفاقا ذکرہ العینی[4]۔	اس سے اس نجاست سے احتراز ہے جو جسم والی نہ ہو کیونکہ اس صورت میں اسے بالاتفاق دھونا ضروری ہے۔ اسے عینی نے ذکر کیا۔ (ت)

بحر میں ہے:

ان لم یکن لھا جرم فلابد من غسلہ واشتراط الجرم قول الکل لانہ لو اصابہ بول فیبس لم یجزہ حتی یغسلہ لان الاجزاء تتشرب فیہ فاتفق الکل علی ان المطلق	اگر جسم والی نجاست نہ ہو تو اس کا دھونا ضروری ہے اور جسم کا شرط ہونا تمام کا قول ہے اس لئے کہ اگر پیشاب لگ گیا اور خشک ہوگیا تو دھونے کے سوا جواز نہ ہوگا کیونکہ اس کے اجزاء اس شئے میں داخل ہوچکے ہیں تو سب کا اتفاق ہے اس بات پر

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] بحرالرائق باب الانجاس مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۲۳

[3] درمختار باب الانجاس مطبع مجتبائی دہلی ۱/۵۳

[4] طحطاوی علی المرقی الفلاح باب الانجاس مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۸۷

مقید الخ[1] مختصرا۔	کہ مطلق مقید ہے الخ تلخیصًا (ت)

منحۃ الخالق میں ہے:

الحاصل انھم اتفقوا علی التقیید بالجرم[2]۔	خلاصہ یہ ہے کہ تمام فقہاء کا اس قید پر اتفاق ہے کہ وہ نجاست جسم والی ہو۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

ان لم یکن لھا ای للنجاسۃ التی اصابت الخف جرم کالبول والخمر ونحوھما فلابد من الغسل بالاتفاق رطبا کان اویابسا[3]۔	اگر نجاست کے لئے جسم نہیں جو موزے کو لگی مثلًا بول وشراب وغیرہ تووہ خشک ہوگی یا ابھی تر ہے اسے بالاتفاق دھونا ضروری ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں علامہ مقدسی سے ہے: البحث لایقضی علی المذھب[4] (اختلاف، مذہب پر فائق نہیں۔ ت) اُسی میں ہے:

الفرض فی اشواط الطواف اکثر السبع لاکلھا وان قال المحقق ابن الھمام ان الذی ندین اللہ تعالٰی بہ ان لایجزئ اقل من السبع ولایجبر بعضہ بشیئ فانہ من ابحاثہ المخالفۃ لاھل المذھب قاطبۃ کما فی البحر وقد قال تلمیذہ العلامۃ قاسم ان ابحاثہ المخالفۃ المذھب لاتعتبر[5]۔	طواف میں فرض سات چکروں کا اکثر ہے نہ کہ تمام، اگرچہ محقق ابن ہمام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالٰی ہمیں تب جزا دے گا جب سات سے کم نہ کریں اس کمی کا ازالہ کسی اور شئی سے نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ ابحاث اہل مذھب کے مخالف ہیں جیسا کہ بحر میں ہے ان کے شاگرد علامہ قاسم نے کہا کہ مذہب کے مخالف ابحاث کا کوئی اعتبار نہیں۔ (ت)

اور شک نہیں کہ اکثر نجاست کہ عام لوگوں کے جوتوں کو لگتی ہے یہی نجاست رقیقہ استنجے کے پانی اور پیشاب کی ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

---

[1] بحرالرائق باب الانجاس مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۲۳

[2] منحۃ الخالق حاشیۃ علی البحرالرائق باب الانجاس مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۲۳

[3] غنیہ المستملی فصل فی آسار مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص۱۷۸

[4] ردالمحتار باب نکاح الرقیق مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۲/۴۱۰

[5] ردالمحتار باب الجنایات مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۲/۲۲۴

مسئلہ ۱۰۰۹: ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۲۳ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حقہ تمباکو کو پینے والے کے منہ کی بو نماز میں دوسرے نمازی کو معلوم ہوئی تو کوئی قباحت تونہیں ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

منہ میں بدبو ہونے کی حالت میں نماز مکروہ ہے اور ایسی حالت میں مسجد میں جانا حرام ہے جب تک منہ صاف نہ کرے، اور دوسرے نمازی کو ایذا پہنچنی حرام ہے، اور دوسرا نمازی نہ بھی ہو تو بدبو سے ملائکہ کو ایذا پہنچتی ہے، حدیث میں ہے:

ان الملئکۃ تتأذی ممایتاذی منہ بنواٰدم[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم	ملائکہ کو ہر اس شے سے اذیت ہوتی ہے جس سے بنی آدم کو اذیّت پہنچتی ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۱۰: از ریاست جاورہ مکان عبدالمجید خاں صاحب سررشتہ دار ۱۳۲۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالت نماز میں کسی مقام پر کھجالی چلے تو کھجاوے یا نہیں، اور اگر کھجاوے تو کتنی مرتبہ؟

الجواب:

ضبط کرے، اور نہ ہوسکے یا اس کے سبب نماز میں دل پریشان ہو تو کھجالے مگر ایک رکن مثلاً قیام یا قعود یا رکوع یا سجود میں تین بار نہ کھجاوے دو بار تک اجازت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۱۱ تا ۱۰۱۶: مرسلہ احمد شاہ از موضع نگریہ سادات یکم ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اِن مسائل میں:

(۱) اگر تہبند کے نیچے لنگوٹ بندھا ہو تو نماز جائز ہے یا نہیں؟

(۲) تہبند کا پیچ کھول کر نماز کیوں پڑھتے ہیں؟

(۳) داڑھی میں ڈاٹا باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) کمر میں پٹکا باندھ کر نماز درست ہے یا نہیں؟

(۵) کسی چیز کی مورت (تصویر) اگر جیب میں رکھی ہو تو نماز ہوگی یا نہیں؟

(۶) روپیہ پیسہ جیب میں رکھ کر نماز درست ہے یا نہیں؟

---

[1] صحیح مسلم ، باب نہی من اکل ثوما اوبصلا او کراثا الخ مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۲۰۹/۱

الجواب:

(۱) درست ہے **واللہ تعالٰی علم۔**

(۲) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز میں کپڑا سمیٹنے گُھرسنے سے منع فرمایا ہے[1] **واللہ تعالٰی اعلم**

(۳) منع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز میں بالوں کے روکنے سے منع فرمایا ہے[2] **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۴) درست ہے مگر دامن اس کے پیچھے نہ دَب جائے **واللہ تعالٰی اعلم**

(۵) نماز درست ہوگی مگر یہ فعل مکروہ وناپسند ہے جبکہ کوئی ضرورت نہ ہو روپے اشرفی میں ضرورت ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

(٦) درست ہے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۱۷: از شہر کہنہ ۲۸ شوال ۱۳۲۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگرکھے کے بند یا گھنڈی بلا باندھے یا لگائے یا کُرتے کے بٹن جو سامنے سینہ پر گوٹ میں لگے ہوتے ہیں بلالگائے ہوئے یا کرتہ کی وہ گھنڈی جس کے کہ گوٹ آگے سینہ پر نہیں ہوتے بلکہ دونوں کندھوں پر ایک ایک گھنڈی لگی ہوتی ہے ایک گھنڈی لگا کر نماز پڑھے تو کوئی حرج تو نہیں ہے؟ اگر کسی شخص کی ہمیشہ یہ عادت ہے کہ وہ گھنڈی کرتے کے گلے میں جو ہیں ایک کھلی رکھے جس سے کہ کچھ گلا کھلا ہوا رہے تو کوئی حرج ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

اصل یہ ہے کہ سدل یعنی پہننے کے کپڑے کو بے پہنے لٹکانا مکروہ تحریمی ہے اور اس سے نماز واجب الاعادہ جیسے انگرکھا یا کرتا کندھوں پر سے ڈال لینا بغیر آستینوں میں ہاتھ ڈالے یا بعض بارانیاں وغیرہ ایسی بنتی ہیں کہ اُن کی آستینوں میں مونڈھوں کے پاس ہاتھ نکال لینے کے چاک بنے ہوتے ہیں ان میں سے ہاتھ نکال کر آستینوں کو بے پہنے چھوڑ دینا یا رضائی یا چادر کندھے یا سر پر ڈال کر دونوں آنچل چھوڑ دینا یا شال یا رومال ایک شانہ پر اس طرح ڈالنا کہ اس کے دونوں پلّو آگے پیچھے چھوٹے رہیں اور اگر رضائی یا چادر کا مثلاً سیدھا آنچل بائیں شانے پر ڈال لیا اور بایاں آنچل چھوڑ دیا تو حرج نہیں اور کسی کپڑے کو ایسا خلافِ عادت پہننا جسے مہذب آدمی مجمع یا بازار میں نہ کرسکے اور کرے تو بے ادب خفیف الحرکات سمجھا جائے یہ بھی مکروہ ہے جیسے انگرکھا پہننا اور گھنڈی یا باہر کے بند نہ لگانا

---

[1] صحیح بخاری باب لایکف شعراً مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۳

[2] صحیح بخاری باب لایکف شعراً مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۳

یاایسا کرتا جس کے بٹن سینے پر ہیں پہننا اور بوتام اتنے لگانا کہ سینہ یاشانہ کھلا رہے جبکہ اوپر سے انگرکھا نہ پہنے ہو یہ بھی مکروہ ہے اور اگراوپر سے انگرکھا پہنا ہے یا اتنے بوتام لگالئے کہ سینہ یاشانہ ڈھک گئے اگرچہ اوپر کا بوتام نہ لگانے سے گلے کے پاس کا خفیف حصہ کھلا رہا یا شانوں پر کے چاک بہت چھوٹے چھوٹے ہیں کہ بوتام نہ لگائیں جب بھی کرتا نیچے ڈھلکے گا شانے ڈھکے رہیں گے توحرج نہیں، اسی طرح انگرکھے پر جو صدری یاچغہ پہنتے ہیں اور عرف عام میں اُن کا کوئی بوتام بھی نہیں لگاتے اور اسے معیوب بھی نہیں سمجھتے تو اس میں بھی حرج نہیں ہونا چاہئے کہ یہ خلافِ معتاد نہیں **هذا ماظهر لی من کلماتهم والعلم بالحق عند ربی** (یہ وہ ہے جو عبارات فقہاء سے بھرپور واضح ہوا باقی حق کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

کرہ تحریما سدل ثوبہ ای ارسالہ بلالبس معتاد وکذا القباء بکم الی وراء ذکرہ الحلبی کشد ومندیل یرسلہ کتفیہ فلومن احدھما لم یکرہ کحالۃ عذروخارج صلٰوۃ فی الاصح[1]۔	کپڑے کو لٹکانا مکروہ تحریمی ہے یعنی ایسالٹکانا جو معتاد پہننے کے خلاف ہو اسی طرح آستین والی قبا کا پیچھے کی طرف ڈالنا اسے حلبی نے ذکر کیا مثلاً پٹکا یارومال دونوں کاندھوں سے لٹکانا، اگرایک طرف سے ہو تو مکروہ نہیں جیسا کہ اصح قول کے مطابق حالت عذر اور نماز سے باہر کا معاملہ ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ظاھر کلامھم انہ لافرق بین ان یکون الثوب محفوظا من الوقوع، اولافعلی ھذا لاتکرہ فی الطیلسان الذی یجعل علی الراس وقدصرح بہ فی شرح الوقایۃاھ ای اذا لم یدرہ علی عنقہ والافلا سدل، والاقبیتۃ الرومیۃ التی تجعل لاکمامھا خروق عند العضد اذا اخرج المصلی یدہ من الخرق وارسل الکم یکرہ لصدق السدل لانہ	ان کے کلام کے ظاہر سے پتا چلتا ہے اس میں کوئی فرق نہیں کہ کپڑا گرنے سے محفوظ ہو یا نہ ہو لہذا اس صورت میں ٹوپی والے کوٹ میں کراہت نہیں ہوگی جو سرپر ہو، اس کی تصریح شرح وقایہ میں ہے اھ یعنی جب اس نے گردن کو نہ باندھا ہو ورنہ کوئی سدل نہ ہوگا وہ رومی قبائیں جن کی آستینوں میں کندھوں کے پاس سوراخ ہوتے ہیں، اگر نمازی اس پھٹی ہوئی جگہ سے ہاتھ نکالے اور آستین کو ویسے ہی ڈال لے تو یہ مکروہ ہے اس پر سدل کا صدق ہے کیونکہ یہ

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۹۱/۱

ارخاء من غیرلابس لان لبس الکم بادخال الیدوتمامه فی شرح المنیة، والشد شیئ یعتاد وضعه علی الکتفین کما فی البحر و ذلك نحو الشال فاذا ارسل طرفا منه علی صدره وطرفا علی ظهره یکره، وفی الخزائن بل ذکر ابوجعفر انه لوادخل یدیه فی کیسه ولم یزر ازراره فهو مسیئ لانه یشبه السدل اھ لکن فی الحلیه فیه نظر ظاهر بعد ان یکون تحت قمیص اونحوه مما یستر البدن اھ[1] مختصرا ولنا فی ماقال فی الحلیة نظر قدمناه۔ واللہ تعالٰی اعلم	بغیر پہننے کے چھوڑنا ہے اور آستین کا پہننا ہاتھ داخل کرکے ہوتا ہے اس کی تفصیل شرح منیہ میں ہے بحر میں ہے شد (صافا یاپَرنا) عادی شَیئ ہے اسے کاندھے پر رکھا جاتا ہے اس کی مثل شال ہے جب اس کی ایک طرف اپنے سینے پر اور ایک طرف اپنی پشت پر رکھی تو یہ مکروہ ہے، خزائن میں ابوجعفر نے ذکر کیا اگر کسی نے دونوں ہاتھ آستینوں میں ڈالے اور ان کے بٹن بند نہ کئے تو یہ گنہ گار ہوگا کیونکہ یہ سدل کے مشابہ ہے لیکن حلیہ میں کہا کہ جب وہ قمیص یا ایسے کپڑے کے تحت ہو جو بدن کو ڈھانپ رہا ہو تو اس میں نظر ہے اھ اختصارًا جبکہ خود حلیہ کی گفتگو میں نظر ہے جیسا کہ پیچھے ہم نے بیان کردیا ہے۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۱۸: از کالج علی گڑھ کمرہ نمبر ۶ مرسلہ محمد عبدالمجید خاں یوسف زئی سرسید کورٹ ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس کمرہ میں یا مکان میں تصاویر مردم آویزاں ہوں اُس میں نماز پڑھنا جائز یا ناجائز حرام ہے یا مکروہ؟ اگر ناجائز یا مکروہ ہے تو شارع نے جو مصلحت اس میں رکھی ہے وہ برائے خوبی اور باریکی ظاہر ہونے کے بیان فرمائے جائیں، دوسرے یہ کہ نماز ساتھ خیال غیر اللہ اور ہمہ تن مصروف ہو کر ہونا چاہئے لہٰذا کیا مضائقہ ہوسکتا ہے اگر تصاویر اس جگہ ہوں یا احتیاطًا کیسا اس قدر کافی نہیں ہوسکتا ہے کہ صرف سامنے یا اس حد تک کے جہاں تک نظر پڑ سکے تصاویر ہٹادی جائیں اور پس پشت اگر تصاویر ہوں وہ رہیں اور نماز پڑھ لی جائے تو نماز ہوجائے گی یا کیا نقص پیدا ہوجائے گا؟ فقط۔

الجواب:

جاندار کی اتنی بڑی تصویر کہ اسے زمین پر رکھ کر کھڑے ہو کر دیکھیں تو اعضاء بالتفصیل نظر آئیں بشرطیکہ نہ سر بریدہ ہو، نہ چہرہ محو کردہ، نہ پاؤں کے نیچے، نہ فرش پا انداز میں، نہ مخفی پوشیدہ جس کمرہ میں ہو، اس میں نماز مطلقًا

---

[1] ردالمحتار باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۷۳-۴۷۲

مکروہ ہے خواہ آگے ہو یا پیچھے یا دہنے یا بائیں یا اُوپر یا سجدہ کی جگہ اور ان سب میں بدتر جائے سجود یا جانب قبلہ ہونا ہے پھر اوپر، پھر دہنے بائیں، پھر پیچھے اور اس میں کراہت کے متعدد وجوہ ہیں اس مکان کا معبدِ کفار سے مشابہ ہونا، تصویر کا بطور اعزاز ظاہر طور پر رکھا یا لگا ہونا، آگے یا جائے سجود پر ہو تو اس کی عبادت سے مشابہ ہو، ملائکہ رحمت کا اس مکان میں نہ آنا متواتر حدیثوں میں ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الملئکۃ لاتدخل بیتا فیہ کلب ولا صورۃ[1]۔	بیشک فرشتے اس گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔

یہ وجہ اُن تمام صور مذکورہ کو شامل اور وہم مذکور فی السوال کا علاج کامل ہے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۱۹: از بھنڈی بازار مرسلہ محمد فضل الرحمٰن سادہ کار ۵ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو امام ازار ٹخنوں کے نیچے تک پہن کر نماز پڑھائے وہ نماز مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ قبلہ رخ ایک قدم کو نہ رکھنا یا ایک قدم پر کھڑا رہنا نماز میں جائز ہے یا خلاف سنت اور مکروہ تنزیہی؟ قبلہ رخ ایک قدم کو نہ رکھنا یا ایک قدم پر کھڑا رہنا نماز میں جائز ہے یا خلاف سنت اور مکروہ تنزیہی ہے؟ براہ ہمدردی استفتا بحوالہ عبارت کتب متداولہ معتبرہ فقیہ ارقام فرمائیں۔ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

ازار کاگٹّوں سے نیچے رکھنا اگر برائے تکبر ہو حرام ہے اور اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی ورنہ صرف مکروہ تنزیہی، اور نماز میں بھی اس کی غایت اولٰی۔ صحیح بخاری شریف میں ہے: صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! میرا تہبند لٹک جاتا ہے جب تک میں اس کا خاص خیال نہ رکھوں فرمایا: **لست من یصنعہ خیلاء**[2] (تم ان میں نہیں ہو جو براہ تکبر ایسا کریں، فتاوٰی علمگیریہ میں ہے:

اسبال الرجل ازارہ اسفل من الکعبین ان لم یکن للخیلاء ففیہ کراھۃ تنزیہ کذا فی الغرائب[3]۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**	کسی آدمی کا ٹخنوں سے نیچے تہبند لٹکا کر چلنا اگر تکبر کی بنا پر نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ غرائب میں یونہی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی عن ابی طلحۃ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳۰/۴

[2] صحیح بخاری باب فی جرازارہ من غیر خیلاءِ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۶۰/۲

[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع فی اللبس مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۳۳/۵

دونوں باتیں خلاف سنت ومکروہ ہیں، ہاں تراوح بین القدمین یعنی تھوڑی دیر ایک پاؤں پر زور رکھنا پھر تھوڑی دیر دوسرے پر سنت ہے کما حققہ فی الحلیۃ وبیناہ فی فتاوٰنا (حلیہ میں اس کی تفصیل ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں بھی اسے بیان کیا ہے۔ت)

مسئلہ ۱۰۲۰: از قادری گنج ضلع بیر بھوم ملک بنگالہ مرسلہ سیّد ظہور الحسن صاحب قادری رزاقی کرمانی ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

آج کل دیار بنگال کے بعض بعض شہروں میں بعض لوگوں نے فرض جماعت میں سر ننگا کرکے نماز پڑھنا اختیار کیا ہے اگر کسی نے کہا کہ جماعت کی اہانت ہوتی ہے تو اس کے جواب میں یہ لوگ کہتے ہیں کہ عاجزی وانکساری کی وجہ سے پڑھتا ہوں اسی طرح عاجزی وانکساری کے بہانے سے بعض لوگوں نے علاوہ نماز کے بھی سر پر ٹوپی رکھنا چھوڑ دیا ہے تو کیا ننگا سر فرض جماعت میں نماز پڑھنے سے نماز جائز ہوگی یا مکروہ ہوگی اگر جائز ہوگی تو کیا حضور سرور کائنات یا حضرت مولائے کائنات یا حضرات امامین متطہرین یا حضرات نے کبھی کبھی سر کو ننگا رکھا ہے یا نہیں؟ اور صوفیائے عظام کی کتابوں میں ننگا سر رہنا تہذیب اور آداب آیا ہے یا نہیں اور احادیث شریفہ وفقہ سے اس کی کراہت ثابت ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنت کریمہ نماز مع کلاہ وعمامہ ہے اور فقہاء کرام نے ننگے سر نماز پڑھنے کو تین قسم کیا ہے اگر بہ نیت تواضع وعاجزی ہو تو جائز اور بوجہ کسل ہو تو مکروہ، اور معاذاللہ نماز کو بے قدر اور ہلکا سمجھ کر ہو تو کفر، جب مسلمان اپنی نیت تواضع بتاتے ہیں تو اسے نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں، مسلمان پر بدگمانی حرام ہے ننگے سر رکھنے کا احرام میں حکم ہے اور اس حالت میں شبانہ روز برابر سر برہنہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ کرام سب سے ثابت، بغیر اس کے ننگے سر کی عادت ڈالنا کوچہ وبازار میں اسی طرح پھرنا نہ ہرگز ثابت ہے نہ شرعًا محمود بلکہ وہ منجملہ اسباب شہرت ہے اور ایسی وضع جس پر انگلیاں اُٹھیں شرعًا مکروہ، مجمع البحار وغیرہ میں ہے:

الخروج عن عادۃ البلد شھرۃ ومکروہ[1]۔	اہل شہر کے معمول سے نکلنا شہرت اور مکروہ ہے(ت)

صوفیہ کرام کا اس بارے میں کوئی قول اس وقت ذہن میں نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] مجمع البحار

مسئلہ ۱۰۲۱: از شہر کہنہ محلّہ سہسوانی ٹولہ مسئولہ حافظ رحیم اللہ صاحب ۱۱ جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ

بعد الحمد کے محمد رسول اللّٰہ والذین معہ رکوع پڑھا ایک مقتدی کے منہ سے سہواً صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نکلا اور دوسرے مقتدی نے عمداً صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہا حضور ان دونوں مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟ اور جو شخص یہ کہے کہ نماز کے اندر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہ سہواً کہنا چاہئے نہ عمداً، ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

اللہ عزوجل کا نام پاک سن کر حکم ہے کہ عزّوجل یا جل جلالہ، یا اس کی مثل کلمات تعظیمی کہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک سن کر واجب ہے کہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا علیہ افضل الصلٰوۃ والسلام یا اس کے مثل کلمات درود کہے مگر یہ دونوں وجوب بیرون نماز ہیں نماز میں سوا ان کلمات کے جو شارع علیہ الصلٰوۃ والسلام نے مقرر فرمادیئے ہیں اور کی اجازت نہیں، خصوصاً جہریہ نماز میں وقت قرأت امام مقتدی کا سننا اور خاموش رہنا واجب ہے یونہی امام کے خطبہ پڑھتے میں جب اللہ عزوجل اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اسمائے طیبہ آئیں سامعین دل میں کلمات تقدیس ودرود کہیں، زبان سے کہنے کی وہاں بھی اجازت نہیں، نماز میں نام الٰہی سن کر جل وعلا یا نام مبارک سن کر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنا اگر بقصد جواب ہے نماز جاتی رہے گی سہواً ہو یا قصداً، اور اگر بلا قصد جواب تو قصداً ممنوع اور سہواً پر مواخذہ نہیں، در مختار میں ہے:

سمع اسم اللہ تعالٰی فقال جل جلالہ او النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فصلی علیہ اوقراءۃ الامام فقال صدق اللہ ورسولہ لفسد ان قصد جوابہ[1] اھ۔قال العلامۃ الشامی ذکر فی البحر انہ لوقال مثل ماقال المؤذن ان اراد جوابہ تفسد وکذا لولم تکن نیۃ لان الظاھر انہ اراد الاجابۃ وکذلك اذا سمع اسم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فصلی	اگر اللہ تعالٰی کا نام سن کر جل جلالہ، حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کا نام سن کر درود شریف، امام کی قرأت سن کر صدق اللہ و رسولہ، کہا تو مقصود جواب تھا تو نماز فاسد ہوجائے گی اھ۔علامہ شامی نے فرمایا بحر میں ہے کہ اگر نمازی نے اذان کا جواب دیتے ہوئے اذان کے کلمات کہے تو نماز فاسد ہوجائے گی، اسی طرح اس صورت کا حکم ہے جب کوئی نیت نہ تھی کیونکہ ظاہر جواب دینا ہی ہے اسی طرح جب سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] ردالمحتار باب مایفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۵۹

علیه فهذا اجابة اھ ویشکل علی هذا کلمة مامر من التفصیل فیمن سمع العاطس فقال الحمد لله تأمل. استفید انه لولم یقصد الجواب بل قصدا الثناء والتعظیم لاتفسد لان نفس تعظیم الله تعالٰی و الصلوٰة علی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم لاینافی الصلوٰة کما شرح المنیة[1] اھ کلام العلامة ش۔

اقول: والذی من التفصیل ان سامع عطسة غیره. لوقال الحمد لله فان عنی الجوب اختلف المشائخ اوالتعلیم فسدت اولم یرد واحدا منهما لاتفسد نهر وصحح فی شرح المنیة عدم الفساد مطلقا لانه لم یتعارف جوابا قال بخلاف جواب السارّ بالحمدلة التعارف[2] اھ اھ ۔ش ورأیتنی کتبت علی قوله عدم الفساد مطلقا مانصه۔ **اقول:** لابد من استثناء ارادة التعلیم کمالایخفی

کا اسم گرامی سنا اور درود شریف پڑھا تو یہ بھی جواب ہی ہے اھ اور اس پر گزشتہ گفتگو کے ساتھ اعتراض ہوگا جس میں فرق کیا گیا تھا مثلًا کسی نے چھینک سن کر الحمدللہ کہا غور کرو، جو واضح کررہاہے کہ اگر مقصود جواب نہ ہو بلکہ اللہ کی ثناو تعظیم ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ اللہ تعالٰی کی تعظیم اور رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں سلام، نماز کے منافی نہیں شرح المنیہ اھ علامہ شامی کا کلام ختم ہوا۔

اقول: (میں کہتا ہوں) جو تفصیل پیچھے گزری کہ اگر غیر کی چھینک سننے والے نے الحمدللہ کہا تو اگر مقصود جواب تھا تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے یا مقصود تعلیم تھا تو نماز فاسد ہوجائے گی یا دونوں میں سے کوئی بھی مقصود نہ تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی نہر، اور شرح منیہ میں اس بات کو صحیح قرار دیا ہے کہ کسی صورت میں بھی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ یہ جواب متعارف نہیں بخلاف اس صورت کے جب خوش کن بات پر الحمدللہ کہے تو یہ جواب متارف ہے اھ ش۔ مجھے یاد آتا ہے کہ اس کے قول "عدم الفساد مطلقا" پر یہ لکھا تھا۔ **اقول:** یہاں ارادہ تعلیم کو مستثنٰی کرنا ضروری ہے جیسا کہ واضح ہے اور تعلیل اس سے متعلق نہیں

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۵۹۴

[2] ردالمحتار باب مایفسد الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۵۸۴

والتعلیل لایمسه فان العلة فیه شیئ اخر غیرکونه جوابا وھوکونه خطاء فھذا مامر من التفصیل وانت تعلم انه لامساس له بانھا من الفروع بان الحمدلله لیس جوابا بالعطاس و انما ھو سنة العاطس فاذالم یرد به التعلیم لم یکن الاانشاء حمد بخلاف ماھنا فکله جواب وقد عرف جوابا فقد عرف الجواب عن الاشکال[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	ہو سکتی کیونکہ اس میں علت اور شئی ہے اور وہ جواب ہونا نہیں بلکہ وہ اس کا خطاء ہونا ہے یہی گزشتہ تفصیل تھی اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس کا کوئی تعلق نہیں کہ یہ اس کی فروعات میں سے ہے کیونکہ الحمدللہ چھینک کا جواب نہیں بلکہ وہ چھینکوالے کے لئے سنت ہے توجب اس سے مقصود تعلیم نہیں تواب حمد کرنا ہی ہوگا بخلاف مذکورہ صورتوں کے کہ یہ بہر صورت جواب ہیں کیونکہ ان کا جواب ہونا معروف ہے تو اس سے اشکال کا جواب معلوم ہوگیا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۱۰۲۲: از داتاگنج ضلع بدایوں مرسلہ عاشق حسین صاحب ۱۹ جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ

جوتا پہن کر یعنی فل بوٹ جو ٹخنوں تک بندھا ہوتا ہے خشک ہو غلاظت نہ لگی ہو خواہ نیا ہو یا پرانا، نماز جائز ہے یا نہیں؟ یہ اور بات ہے کہ مسجد میں چونکہ سب لوگ رواجًا آج کل جوتا اتار کر جاتے ہیں ان میں ایک شخص انگشت نمائی کے خوف سے جوتا پہن کر نہ جائے مگر مسئلہ کیا ہے آیا کوئی شخص اپنے مکان میں یا جنگل میں یا سفر میں بوٹ پہن کر نماز پڑھ سکتا ہے؟ ایک مولوی نے فرمایا تھا کہ بوٹ نیا ہو یا پرانا، خشک ہو، غلاظت نہ لگی ہو پہن کر نماز جائز اور صحیح بخاری میں لکھا ہوا بتایا تھا۔

الجواب:

مسجد میں جوتا پہن کر جانا خلاف ادب ہے۔ ردالمحتار میں ہے دخول المسجد متنعلا سوء الادب[2] (مسجد میں جوتا پہن کر داخل ہونا بے ادبی ہے۔ ت) اب کی بنا عرف و رواج ہی پر ہے اور وہ اختلاف زمانہ و ملک و قوم سے بدلتا ہے، عرب میں باپ سے اَنْتَ کہہ کر خطاب کرتے ہیں یعنی تو۔ زمانہ اقدس نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں بھی یونہی خطاب ہوتا تھا، سیّدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے والد ماجد سیّدنا ابراہیم شیخ الانبیاء خلیل کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی اے میرے باپ! تو کر جس بات کا تجھے

---

[1] جدالممتار علٰی ردالمحتار باب مایفسد الصلوٰۃ المجمع الاسلامی مبارکپور انڈیا ۱/۲۸۵

[2] ردالمحتار باب یفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۴۸۶

حکم دیا جاتا ہے اب اگر کوئی بے ادب اسے حجت بنا کر اپنے باپ کو تُوتُو کہا کرے ضرور گستاخ مستحق سزا ہے نماز حاضری بارگاہ بے نیاز ہے کسی نواب کے دربار میں تو آدمی جوتا پہن کر جائے، یہ تو ادب کا حکم ہے اور آج کل لوگوں کے جوتے صحابہ کرام کے جوتوں کی طرح نہیں ہوتے۔ ردالمحتار میں ہے: **نعالهم المتنجسة**[1] (لوگوں کے جوتے ناپاک ہوتے ہیں۔ت) پھر بوٹ غالبًا ایسا پھنسا ہوا ہوتا ہے کہ سجدے میں انگلیوں کا پیٹ زمین پر بچھانے نہ دے گا تو آداب درکنار سرے سے نماز ہی نہ ہوگی۔ **وھو تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۲۳: از ککرالہ ضلع بدایوں مرسلہ یسین خاں ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

ایک شخص نے پہلی رکعت میں لم یکن الذین کفروا پڑھی اور دوسری میں سورۂ دہر، اس سے کہا کہ ایک تو تم نے قرآن شریف اُلٹا پڑھا دوسرا پہلی سورہ چھوٹی پڑھی اور بعد کی بڑی، نماز میں کراہت تو نہیں آئی، کہا کچھ حرج نہیں حدیث سے ثابت ہے۔ فقط

الجواب: اس میں دو کراہتیں ہوئیں: ایک دوسری رکعت کی پہلی سے اس قدر تطویل، اور دوسری سخت اشد کراہت ہے۔ قرآن مجید کو معکوس پڑھا یہ گناہ وسخت ناجائز ہے حدیث میں ہے ایسا شخص خوف نہیں کرتا کہ اللہ تعالٰی اس کا دل اُلٹ دے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۲۴: از دھام پور ضلع بجنور مرسلہ حافظ سیّد بنیاد علی صاحب ۸ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے حجرہ میں کوئی شخص علیحدہ نماز پڑھے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

مسجد کے حجرہ میں فرضوں کے سوا اور نمازیں پڑھنا بہتر ہے یہاں تک کہ فرائض کے قبل وبعد کے سنن مؤکدہ میں بھی۔ بربنائے اصل حکم افضل یہی ہے کہ غیر مسجد میں ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

افضل صلٰوۃ المرء فی بیته الا المکتوبة[2]۔	فرض نماز کے علاوہ آدمی کی نماز گھر میں افضل ہے (ت)

مگر فرائض بے عذر قوی مقبول اگر حجرہ میں پڑھے اور مسجد میں نہ آئے گنہگار ہے، چند بار ایسا ہو تو فاسق

---

[1] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۵۴

[2] صحیح مسلم باب صلٰوۃ النافلۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۶۶

مردود الشہادۃ ہوگا، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاصلٰوۃ لجار المسجد الافی المسجد[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	مسجد کے پڑوسی کی نماز صرف مسجد میں ہوتی ہے(ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۲۵: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چوری کا کپڑا پہن کر نماز کا کیا حکم ہے؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

چوری کا کپڑا پہن کر نماز پڑھنے میں اگرچہ فرض ساقط ہوجائے گا لان الفساد مجاور (کیونکہ فساد نماز سے باہر ہے۔ت) مگر نماز مکروہ تحریمی ہوگی **للاشتمال علی المحرم** (حرام چیز اٹھائے ہوئے ہونے کی وجہ سے) کہ جائز کپڑے پہن کر اس کا اعادہ واجب **کالصلٰوۃ فی الارض المغصوبۃ سواء بسواء** (جس طرح مغصوبہ زمین پر نماز کا حکم اور یہ برابر ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۲۶: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے سرپر دستار نہ ہو اور مقتدی کے دستار ہو تو کسی کی نماز میں کچھ خلل آتا ہے یا نہیں؟ اور اگر کچھ خلل آتا ہے تو امام کے یا مقتدی کے؟ اور اگر خلل ہے تو کس قسم کا خلل ہے؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

کسی کی نماز میں کچھ خلل نہیں، عمامہ مستحبات نماز سے ہے اور ترک مستحب سے خلل درکنار کراہت بھی نہیں آتی،

وذلک لان التعمم من سنن الزوائد و سنن الزوائد حکمہا حکم المستحب۔	اس لئے کہ عمامہ باندھنا سنن زوائد میں سے ہے اور سنن زوائد کا حکم مستحب والا ہوتا ہے(ت)

درمختار میں ہے:

لہا اٰداب ترکہ لایوجب اساءۃ والاعتابا کترک سنۃ الزوائد لکن فعلہ افضل[2]۔	نماز کے آداب ہیں جن کا ترک اساءت وعتاب لازم نہیں کرتا مثلاً سنن زوائد کا ترک، لیکن بجالانا افضل ہے(ت)

ردالمحتار میں ہے:

السنۃ نوعان سنۃ الہدی وترکہا	سنت کی دو اقسام ہیں، سنت ہدٰی، اس کے

---

[1] سنن الدار قطنی باب البحث لجار المسجد علی الصلٰوۃ فیہ الخ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/۴۲۰

[2] درمختار آخر باب صفۃ الصلٰوۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۷۳

یوجب اساءة وکراهة کالجماعة والاذان والاقامة ونحوها وسنة الزوائد وترکها لایوجب ذلك کسیر النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی لباسه والنفل و منه المندوب یثاب فاعله ولایسیئ تارکه کذا حققه العلامة ابن کمال فی تغییر التنقیح وشرحه فلافرق بین النفل و سنن الزوائد من حیث الحکم لانه لایکرہ ترك کل منهما وقدمثلوا السنة الزوائد بتطویله علیه الصلٰوة والسلام القرائة و الرکوع والسجود ولمالم تکن مکملات الدین وشعائرہ سمیت سنة الزوائد بخلاف سنة الهدی وهی السنن المؤکدة القریبة من الواجب التی یضلل تارکها اھ ملخصاً[1] واللہ تعالٰی اعلم	ترک سے اسائت وکراہت لازم آتی ہے مثلاً جماعت اذان اور تکبیر وغیرہ، سنت زوائد اس کے ترک سے اسائت وکراہت لازم نہیں آتی مثلاً آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کالباس پہننا، نفل ومندوب کامعاملہ بھی یہی ہے اس کے کرنے والے کوثواب ہوگا مگر تارک گنہگار نہیں، علامہ ابن کمال نے تغییر التنقیح اور اس کی شرح میں اسی طرح تحقیق کی ہے پس نفل اور سنن زوائد میں حکم کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں کیونکہ کسی کا بھی ترک مکروہ نہیں، فقہا نے بعض اوقات سنت زوائد کی مثال نماز میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کاقرات، رکوع اور سجود کولمبا کرنا بھی دی ہے جب وہ دین اور شعائر دین کاحصہ نہیں تو انہیں سنت زوائد کہا جاتا ہے بخلاف سنت ہدٰی کے، وہ سنن مؤکدہ ہوتی ہیں جو واجب کے قریب ہیں ان کا تارک گمراہ ہے اھ تلخیصًا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۲۷: مرسلہ محمد ابراہیم محلّہ خواجہ قطب بریلی ۲۲ شوال المکرم ۱۳۲۳ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مردہ کی نماز پڑھانے کے واسطے جو جائے نماز ملتی ہے اس سے کُرتا یا کچھ اور کپڑا بنوانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز نہیں تو اس سے جو نماز مفروضہ پڑھی گئی وہ لوٹائی جائے گی یا نہیں؟ اور اُس کفن سے یہ جائے نماز کے واسطے کپڑا نکالنا جائز ہے یا نہیں؟ بادلیل وحوالہ کتب تحریر کریں۔ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

اس جائے نماز سے دو۲ غرضیں لوگوں کی ہیں، ایک یہ اکثر نماز جنازہ راستے وغیرہ بے احتیاطی کے مقامات پر ہوتی ہے مسجد کہ صاف وپاکیزہ رکھی جاتی ہے اس میں نماز جنازہ منع ہے تو بغرض احتیاط امام کے نیچے جائے نماز

---

[1] ردالمحتار مطلب فی السنة وتعریفها مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۰۳

بچھادی جاتی ہے کہ سب مقتدیوں کے لئے اس کامہیا کرنا دشوار ہوتا ہے، اور اگر فرض کیجئے کہ وہ تمام جگہ ایسی ناپاک ہے کہ سب کی نماز نظر بواقع نہ ہوسکے توجائے نماز کے سبب امام کی نماز ہوجائے گی اور اسی قدر سب مسلمانوں کی طرف سے ادائے فرض وابرائے ذمہ کے لئے کافی ہے کہ نماز جنازہ میں جماعت شرط نہیں، دوسری نفع فقیر کہ وہ جانماز بعد از نماز کسی طالب علم اور فقیر پر تصدق کردی جاتی ہے اور یہ دونوں غرضیں محمود ہیں تواس کے جواز میں کلام نہیں اور جس فقیر پر وہ تصدیق کی گئی اس کی ملک ہے کُرتا وغیرہ جو چاہے بنالے اس میں نماز مکروہ بھی نہیں نہ اصلاً حاجت اعادہ **کما لایخفی** (جیسا کہ مخفی نہیں۔ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

باب الوتر والنوافل

(وتر اور نوافل کا بیان)

مسئلہ ۱۰۲۸ : ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۱۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص نماز ظہر وعشاء باجماعت پڑھ چکا خواہ امام تھا یا مقتدی اب دوسری جماعت قائم ہوئی وہ شریک جماعت ہوا تو وہ نیت نماز کی کیا کرے؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

نفل کی نیت چاہیے،

فان الفریضۃ فی الوقت لاتتکرر، وفی الحدیث لایصلی بعد صلٰوۃ مثلہا[1]۔	کیونکہ وقتی فریضہ میں تکرار نہیں، حدیث میں ہے نماز کی مثل نماز کے بعد ادانہ کی جائے۔ (ت)

اور اگر فرض کی نیت کرے گا جب بھی نفل ہی ہوں گے **فان الفریضۃ فی الوقت لاتتکرر** (کیونکہ فریضہ ایک وقت میں متکرر نہیں ہوا کرتا۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۲۹: از موضع سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲رجب ۱۳۳۱ھ

نیا کپڑا اور جوتا پہن کر نفل پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب:

نیا کپڑا پہن کر نفل پڑھنا بہتر ہے، یُونہی نیا جوتا بھی اگر اس پنجہ اتنا کڑا نہ ہو کہ پاؤں کی کسی انگلی کا

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ من کرہ ان یصلی بعد الصلٰوۃ مثلہا مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۰۶

پیٹ زمین سے نہ لگنے دے ایسا ہوگا تو نماز نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳۰: از بریلی مرسلہ نواب سلطان احمد خاں صاحب ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

آج کل وتر باجماعت پڑھنا بوجہ فضل جماعت افضل یا بوقت تہجد بھی بہتر ہے؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

وتر رمضان المبارک میں ہمارے علمائے کرام قدست اسرارہم کو اختلاف ہے کہ مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے یا مثل نماز گھر میں تنہا، دونوں قول با قوت ہیں اور دونوں طرف تصحیح وترجیح، اول کو یہ مزیت کہ اب عامہ مسلمین کا اس پر عمل ہے اور حدیث سے بھی اس کی تائید نکلتی ہے، ثانی کو یہ فضیلت کہ وہ ظاہر الروایۃ ہے، ردالمحتار میں زیرِ قولِ درمختار الجماعۃ فی وتر رمضان مستحبۃ علی قول (ایک قول کے مطابق رمضان میں وتر کی جماعت مستحب ہے۔ ت) فرمایا:

وغیر مستحبۃ علی قول اٰخر بل یصلیھا وحدہ فی بیتہ وھما قولان مصححان وسیاتی قبیل ادراك الفریضۃ ترجیح الثانی بانہ المذھب۔[1]	ایک اور قول کے مطابق مستحب نہیں ہے بلکہ انہیں گھر میں تنہا ادا کرے، اور یہ دونوں اقوال صحیح قرار دیئے گئے ہیں عنقریب ادراک فریضہ سے تھوڑا سا پہلے آئے گا کہ دوسرے قول کو ترجیح ہے کہ یہی مذہب ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

ھل الافضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل تصحیحان لکن نقل شارح الوھبانیۃ مایقتضی ان المذھب الثانی واقرہ المصنف وغیرہ۔[2]	کیا وتر میں جماعت افضل یا گھر میں ادا کرنا دونوں کی تصحیح ہے لیکن شارح وہبانیہ نے جو نقل کیا ہے اس کا تقاضا ہے کہ دوسرا قول مذہب ہے اور اسے مصنف وغیرہ نے بھی ثابت رکھا ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

رجح الکمال الجماعۃ بانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اوتر بھم	کمال نے اس بنا پر جماعت کو ترجیح دی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحابہ کو وتر پڑھائے،

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۸

[2] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۹۹

ثم بین العذر فی تأخرہ مثل ماصنع فی التراویح فکما ان الجماعة فیها سنة فکذلك الوتر بحر وفی شرح المنیة الصحیح ان الجماعة فیها افضل الاان سنیتها لیست کسنیة جماعة التراویح اھ قال الخیر الرملی وھذاالذی علیه عامة الناس الیوم اھ وقواہ المحشی ایضا بانه مقتضی مامرمن ان کل ماشرع بجماعة فالمسجد افضل فیه اھ[1] مافی ردالمحتار **اقول:** فی ھذہ التقویة عندی نظر ظاھرفانه لوکان المراد ان ماجاز بجماعة فالمسجد افضل فیه فممنوع فان کل نفل یجوز بجماعة مالم یکن علی سبیل التداعی مع ان الافضل فیه البیت وفاقا وان کان المراد ماندب فیه الشرع الی الجماعة فمسلم لکن ھذا اول المسئلة فالاستناد به صریح المصادرۃ فلیتأمل۔	پھر جماعت چھوڑنے پر وہی حکمت بیان کی جو نماز تراویح میں تھی تو وتر کا حکم تراویح والا ہے جس طرح ان میں جماعت سنت ہے اسی طرح وتروں میں بھی، بحر، شرح المنیہ میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جماعت وتروں میں افضل مگر اس سنیت تراویح کی جماعت کی طرح نہیں اھ خیر رملی نے فرمایا اسی پر آج لوگوں کا عمل ہے اھ محشیٰ نے بھی یہ کہتے ہوئے اس کی تائید کی گزشتہ اصول کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہر وہ نماز جو جماعت کے ساتھ مشروع ہے وہ مسجد میں افضل ہے اھ ردالمحتار کی عبارت ختم ہوئی **اقول:** اس کی تائید میں میرے نزدیک نظر ظاہر ہے اگر یہ مراد ہو کہ ہر وہ نماز جو جماعت کے ساتھ جائز ہے اس میں مسجد افضل ہے تو یہ ممنوع ہے کیونکہ جن نوافل کی علی سبیل التداعی جماعت نہ ہو ان کی جماعت جائز ہے حالانکہ ان کی ادائیگی بالاتفاق گھر میں افضل ہے، اور اگر مراد یہ ہو کہ جس نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا شریعت نے مستحب قرار دیا ہو تو یہ مسلم ہے لیکن یہ بعینہٖ سوال ہے اسی کے ساتھ استناد کرنا صراحۃً مصادرہ علی المطلوب ہے۔ پس غور کیجئے۔ (ت)

بالجملہ اس مسئلہ میں اپنے وقت وحالت اور اپنی قوم وجماعت کی موافقت سے جسے انسب جانے اس پر عمل کا اختیار رکھتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۹

مسئلہ ۱۰۳۱: از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان شریف ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رمضان شریف میں عشاء کی نماز فرض جس میں مصلی تہجد گزار یا غیر تہجد گزار نے جماعت کے ساتھ ادا کی ہو اس کو نماز وتر جماعت کے ساتھ ادا کرنا ضرور ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

کسی کو بھی ضرور نہیں بلکہ افضلیت میں اختلاف ہے، ہمارے اصل مذہب میں افضل یہی ہے کہ تنہا گھر میں پڑھے اور ایک قول پر مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے، اب اکثر مسلمین کا عمل اسی پر ہے **کما فی الدر و حواشیه وبیناہ فی فتاوٰنا** (جیسا کہ در اور اس کے حواشی میں ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ ت) بہر حال ضروری کسی کے نزدیک نہیں **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۳۲: از سوروں ضلع ایٹہ محلّہ ملک زاداں مرسلہ مرزا عابد حسین صاحب ۲۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز تہجد واجب ہے یا سنت؟ اگر سنت ہے تو موکدہ یا غیر مؤکدہ؟ اس کا تارک گنہگار ہے یا نہیں یعنی قصداً ترک کرنے والا؟ مفصل مع احادیث ارقام فرمایئے گا۔ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

تہجد سنت مستحبہ ہے تمام مستحب نمازوں سے اعظم واہم، قرآن واحادیث حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کی ترغیب سے مالامال، عامہ کتب مذہب میں اسے مندوبات و مستحبات سے گِنا اور سنت مؤکدہ سے جدا ذکر کیا، تو اس کا تارک اگرچہ فضل کبیر وخیر کثیر سے محروم ہے گنہگار نہیں، بحر الرائق و علمگیری و درمختار و فتح اللہ المعین السید ابوالسعود الازہری میں ہے: **المندوبات صلٰوۃ اللیل**[1] (رات کی نماز مندوبات میں سے ہے۔ ت) مراقی الفلاح میں ہے: **سن تحیۃ المسجد و ندب صلٰوۃ اللیل**[2] (تحیۃ المسجد سنت اور رات کی نماز مستحب ہے۔ ت) غنیہ شرح منیہ میں ہے: **من النوافل المستحبۃ قیام اللیل**[3] (نوافل مستحبہ میں سے رات کی نماز ہے۔ ت)

---

[1] فتح المعین حاشیہ علی الکنز باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۵۴

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان النوافل مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۱۵-۱۶

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی النوافل بحث قیام اللیل مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۳۲

حلیہ میں ہے:

مشی صاحب الحاوی القدسی علی انہا مندوبة[1]۔	صاحب الحاوی القدسی کی رائے یہی ہے کہ رات کی نماز مستحب ہے۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے:

الاحسن اتمام السنن المؤقتة بذکر صلوة الضحی و المستحبات بذکر التہجد[2] اھ ملخصًا۔	وقتی سنن میں چاشت کی نماز اور مستحبات میں تہجد کا ذکر ان کا اچھا اتمام ہے اھ ملخصًا (ت)

غرض ہمارے کتب مذہب کے احکام منصوصہ مذکورہ علی جہۃ النفل میں اس کا استحباب ہی مصرح ہے، ہاں بعض علمائے مالکیہ وشافعیہ مثل امام ابن عبدالبر وامام ابوزکریا نووی جانب سنیّت گئے، اور بعض ائمہ تابعین حسن بصری و عبیدہ سلمانی و محمد بن سیرین قائل وجوب ہوئے **کمایظہر بمطالعة عمدة القاری وشرح المؤطا الزرقانی وغیرھما** (جیسا کہ عمدۃ القاری، شرح المؤطا للزرقانی وغیرہ کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے۔ت) قول وجوب کو تو جمہور علمائے مذاہب اربعہ رد فرماتے اور مخالف جماعت بتاتے ہیں **کمافیہما وفی شرح مسلم للنووی و البخاری للقسطلانی والمواھب للزرقانی وغیرھما** (جیسا کہ ان دونوں میں ہے اور شرح مسلم للنووی، شرح بخاری للقسطلانی اور مواہب للزرقانی وغیرہ میں ہے۔ت)

اور ہمارے علماء وجوب وسنیت کی یکساں تضعیف فرماتے ہیں۔ شرح نقایہ قہستانی میں ہے:

ثمان رکعات بتسلیمة اوتسلیمتین للتہجد وقیل لہ رکعتان سنة وقیل فرض کمافی المحیط[3]۔	تہجد کی ایک یا دو سلاموں کے ساتھ آٹھ رکعات ہیں بعض کے نزدیک دو رکعات سنت ہیں بعض کے نزدیک یہ فرض ہے جیسا کہ محیط میں ہے۔ (ت)

البتہ ہمارے علماء متاخرین سے امام ابن الہمام نے سنیت واستحباب میں تردد اور بالآخر جانب اول میل اور انہیں کے اتباع سے اُن کے تلمیذ علامہ حلبی نے حلیہ میں اسے اشبہ فرمایا، یہ ان

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] جامع الرموز فصل الوتر مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۰۷

[3] جامع الرموز فصل الوتر مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۰۷

امام کی اپنی بحث ہے۔ نہ مذہب منصوص باآنکہ خود اعتراف فرماتے ہیں کہ احادیث قولیہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صرف استحباب ہی کاافادہ فرماتے ہیں۔ مستند اُن کا مواظبت فعلیہ حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے مگر خود فرماتے ہیں کہ مواظبت وہی مفید سنیت جو فعل نفل پر ہو، تواس مسئلہ کی بناء حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر تہجد فرض ہونے نہ ہونے پر رہی۔ اگر حضور پر فرض نہ تھا توبوجہ مواظبت اُمت کے لئے سنت ہوگا ورنہ مستحب۔

قال قدس سرہ بقی ان صفة صلٰوة اللیل فی حقنا السنیة اوالاستحباب یتوقف علی صفتھا فی حقه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فان کانت فرضا فی حقه فھی مندوبة فی حقنا لان الادلة القولیة فیھا انما تفید الندب والمواظبت الفعلیة لیست علی تطوع لتکون سنة فی حقنا وان کانت تطوعا فسنة بلنا[1]۔	امام ابن ہمام قدس سرہ، نے فرمایا کہ باقی رہا معاملہ رات کی نماز کاکہ آیا ہمارے حق میں سنت ہے یا مستحب، تو یہ بات اس پر موقوف ہے کہ وہ سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق میں کیا تھی، اگروہ آپ پر فرض تھی توہمارے حق میں مستحب ہے کیونکہ ادلہ قولیہ اس کے بارے میں مستحب ہونے کافائدہ دیتی ہیں اور مواظبت فعلیہ نفل پر نہیں کہ وہ ہمارے حق میں سنت بن جائے اور اگرآپ کے لئے یہ نفل تھی توہمارے لئے یہ سنت ہوگی۔ (ت)

اب اسی مبنٰی کو دیکھئے تواس میں بھی قول جمہور مذہب مختار ومنصور حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق میں فرضیت ہے اسی پر ظاہر قرآن عظیم شاہد اور اسی طرف حدیث مرفوع وارد۔

قال اللہ تعالٰی یَآاَیُّھَاالْمُزَّمِّلُ ۙ① قُمِ الَّیْلَ[2]	اللہ تعالٰی کافرمان ہے اے چادر اوڑھنے والے رات کو قیام کیا کرو۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَمِنَ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِهٖ[3]	رات کو تہجد ادا کیا کرو۔

ان آیتوں میں خاص حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کوامر الٰہی ہے اور امر الٰہی مفید وجوب،

ولاینافیه قوله تعالٰی نافلة فالنافلة	اللہ تعالٰی کانافلۃ فرمانا اس وجوب کے منافی نہیں

---

[1] فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۹۱

[2] القرآن ۷۳/ ۱۔۲

[3] القرآن ۱۷/ ۷۹

الزيادة اى زائدة فى فرائضك اوفى درجاتك بتخصيص ايجابه بك فان الفرائض اعظم درجات واكبر تفضيلا بل مؤيده قوله تعالى لك قال الامام ابن الهمام ربما يعطى التقييد بالمجرور ذلك فانه اذا كان النفل المتعارف يكون كذلك له ولغيره[1] اھ	کیونکہ نافلہ کا معنی زائدہ ہے اب معنی ہوگا کہ آپ کے فرائض یادرجات میں یہ اضافہ ہے کہ آپ پر یہ لازم واجب ہے کیونکہ فرائض سب سے بڑے درجے وفضیلت پر فائز کرنے کاسبب بنتے ہیں بلکہ اس کی تائید اللہ تعالٰی کے اس ارشاد "لک" سے ہورہی ہے۔ امام ابن ہمام کہتے ہیں کہ بعض اوقات مجرور "ک" کے ساتھ مقید کرنا اسی بات کافائدہ دیتاہے (یعنی یہ فرائض میں آپ کے لئے اضافہ ہے) کیونکہ متعارف نوافل صرف آپ ہی کے لئے نہیں بلکہ اس میں آپ اور دیگر لوگ مشترک ہیں (ت)

طبرانی معجم ف اوسط بیہقی سنن میں اُمّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ثلث هن علیّ فرائض وهن لكم سنة الوتر والسواك وقيام الليل[2]۔ **اقول:** والحديث ان لم يصلح حجة فقد استظهر بظاهر الكتاب العزيز، وقدنص المحقق نفسه فى الفتح القدير مسئلة امرأة المفقود ان الحديث الضعيف يصلح مرجحا لامثبتا بالاصالة قال و مؤافقة ابن مسعود مرجح اٰخر[3]۔	تین چیزیں مجھ پر فرض اور تمہارے لئے سنت ہیں: وتر ومسواک وقیامِ شب **اقول:** (میں کہتاہوں) اگرچہ یہ حدیث حجت نہیں بن سکتی مگر قرآن عزیز کے ظاہر سے اس کی تائید ہورہی ہے اور خود محقق نے فتح القدیر میں مسئلہ مفقود کی بیوی کے تحت لکھا ہے کہ حدیث ضعیف کسی شئی کی اصل کو ثابت نہیں کرسکتی البتہ مرجح

---

[1] فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۹۱

[2] تفسیر درمنثور بحوالہ معجم اوسط وسنن بیہقی زیرآیہ ومن الیل فتہجد بہ نافلۃ لک مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظیمی قم ایران ۴/ ۱۹۶، تفسیر خازن سورہ بنی اسرائیل میں مذکور ہے مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۴/ ۱۷۴، کنزالعمال بحوالہ بیہقی الاکمال من وقت الوتر ۱۹۵۴۰ مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی موسسۃ الرسالۃ بیروت ۷/ ۴۰۷، مجمع الزوائد بحوالہ معجم الاوسط باب ماجاء فی الخصائص مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۷/ ۴۰۷، المعجم الاوسط حدیث ۳۲۹۰ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/ ۱۶۵

[3] فتح القدیر کتاب المفقود مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۳۷۲

بن سکتی ہے اور کہا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی موافقت دوسرا مرجح ہے(ت) **اقول: وھھنا موافقة سلطان المفسرین مرجح اُخر** (اور یہاں سلطان المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی موافقت ایک دوسرا مرجح ہے۔ت) ابو جعفر طبری حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

اُمِر صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بقیام اللیل وکتب علیه دون امته[1]	حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو قیام شب کا حکم تھا حضور پر فرض تھا اُمت پر نہیں۔

امام محی السنۃ بغوی معالم میں فرماتے ہیں:

کانت صلوٰة اللیل فریضة علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی الابتداء و علی الامة۔ ثم صار الوجوب منسوخا فی حق الامة۔ وبقی فی حق النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم[2] اھ ملخصا	ابتداء قیامِ شب سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور آپ کی امت دونوں پر فرض تھا پھر امت کے حق میں وجوب منسوخ ہوگیا لیکن رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق میں وجوب باقی رہا اھ تلخیصًا (ت)

فتح القدیر میں ہے: **علیه کلام الاصولیین من مشائخنا**[3] (ہمارے مشائخ اصولیین کی رائے یہی ہے۔ت) شرح مواہب زرقانی میں ہے: **ھو قول الاکثر ومالک**[4] (اکثر علماء اور امام مالک کا یہی قول ہے۔ت) مواہب میں ہے: **ھذا ماصححه الرافعی ونقله النووی عن الجمہور**[5] (رافعی نے اسی کی تصحیح کی اور نووی نے اسے جمہور سے نقل کیا ہے۔ت) شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

مختار آن ست کہ از امت منسوخ شد بر آنحضرت	مختار یہی ہے کہ امت سے یہ منسوخ ہے اور

---

[1] تفسیر ابن جریر طبری المسمّی جامع البیان مطبوعہ مطبعۃ میمنیۃ مصر ۱۵/۹۰، المواہب اللدنیۃ بحوالہ طبری الباب الثالث فی ذکر تہجدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۱۷۸

[2] المعالم التنزیل علٰی حاشیۃ الخازن زیر آیۃ ومن الیل فتہجد بہ الخ ۴/۱۷۴

[3] فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ مکتبۃ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۹۱

[4] شرح الزرقانی المواہب الباب الثالث فی ذکر تہجدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۷/۴۵۵

[5] مواہب اللدنیہ

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باقی ماند تا آخر عمر وقد حقق ذلك فی موضعہ[1]	سرورعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق میں یہ وجوب تمام عمر باقی رہااور اس کی تحقیق اس کے مقام پر ہوئی ہے۔(ت)

تویوں بھی سنیت تہجد ثابت نہ ہوئی اور وہی مذہب واستحباب مؤید بقول جمہور ومشرب ومختار ومنصور رہا۔

اقول: شک نہیں کہ تہجد ابتدائے امر میں حضوراقدس صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ اور حضور کی امت سب پر فرض تھا **کما شھدت بہ سورۃ المزمل** "صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم" (جیسا کہ اس پر سورہ مزمل (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) گواہ ہے۔ت) تواب ان کی فرضیت ثبوت ناسخ پر موقوف، امت کے حق میں ناسخ بدلیل اجماع امت ثابت **وان لم نعلم سندالاجماع** (اگرچہ ہم اس اجماع کی سند سے آگاہ نہیں۔ت) حضوراقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے باب میں دعوی نسخ کو بھی کوئی ایسی ہی روشن دلیل چاہیے جو اپنے افادہ میں احتمالات سے منزہ ہوں **فان الاحتمال یقطع الاستدلال ولایقوم بامر محتمل حجۃ** (کیونکہ احتمال استدلال کو ختم کردیتاہے اور امر محتمل حجت نہیں ہوسکتا۔ت) حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا:

ان اللہ عزوجل افترض قیام اللیل فی اول ھذہ السورۃ فقام نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واصحابہ حولا وامسك اللہ خاتمتھا اثنی عشر شھرا فی السماء حتی انزل اللہ فی اٰخر ھذہ السورۃ التخفیف فصارقیام اللیل تطوعا بعد فریضۃ[2] رواہ مسلم وابوداؤدوالنسائی۔	اللہ عزوجل نے اس سورہ کی ابتداء میں قیام شب فرض فرمایا توسرورعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اورآپ کے صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین نے ایک سال تک قیام کیااور اس سورۃ کے آخری حصہ کواللہ تعالٰی نے بارہ ماہ تک آسمان پر روکے رکھا حتی کہ اس سورۃ کے آخر میں تخفیف نازل ہوئی تو فرض ہونے کے بعد اب قیام شب نفل بن گیا، اسے مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا(ت)

حضوراقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے نسخ میں نص نہیں ولہٰذا علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں فرمایا: **دلالتہ لیست بقویۃ لاحتمالہ**[3] (اس کی دلالت احتمال کی وجہ سے (حضوراکرم کے حق

---

[1] اشعۃ اللمعات باب صلوٰۃ اللیل مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۵۰۶

[2] صحیح مسلم باب صلوٰۃ اللیل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۵۶، سنن نسائی باب قیام اللیل مطبوعہ نور محمد کارخانہ آرام باغ کراچی ۱/۲۳۷

[3] شرح الزرقانی علی المواہب الباب الثالث فی ذکر تہجدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۷/۴۵۷

میں نسخ پر) قوی نہیں۔ت) رسائل الارکان مولٰنا بحر العلوم میں ہے:

هذا لایقنع به القائل بالفریضة لانه یقول لعل ام المؤمنین ارادت ان صلٰوة اللیل کانت فریضة علی الامة ثم نسخها الله تعالٰی عن الامة وصارت نفلا واما علیه صلی الله تعالٰی علیه وسلم فبقیت الفریضة کما کانت یظهر من خاتمة سورة المزمل[1] اھ۔ **اقول:** کانه یرید قوله تعالٰی علم ان لم تحصوه فتاب علیکم وقوله تعالٰی عَلِمَ اَنْ سَیَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰی ۙ وَ اٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ[2] فان الظاهر ان الخطاب فیه للامة۔	جو حضور پر فرضیت تہجد کا قائل ہے وہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اس فرمان سے قانع نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ کہہ سکتاہے آپ کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ پہلے قیام شب اُمت پر فرض تھا پھر فرض منسوخ ہوکر نفل ہوگیا، رہا معاملہ سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تو وہاں یہ فرض ہی باقی رہا جیسا کہ خاتمہ سورۃ سے ظاہر ہورہاہے اھ۔ **اقول:** شاید اس سے ان کی مراد خاتمہ سورۃ کے یہ الفاظ ہوں کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: "وہ جانتاہے اے مسلمانو! تم سے رات کا شمار نہ ہوسکے گا تو اس نے اپنے کرم سے تم پر رجوع فرمایا" اور اللہ تعالٰی کا یہ فرمان: "وہ جانتاہے کہ عنقریب تم میں کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ زمین پر سفر کریں گے، اللہ کا فضل تلاش کریں گے" کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ یہاں خطاب اُمت کے لئے ہے (ت)

ثم اقول: ہمیں احتمال کافی خصوصًا جبکہ بوجہ عدیدہ اس کا پتا چلتا ہو اوّلًا اسی حدیث میں لفظ ابوداؤد یوں ہیں:

قال (ای سعد بن هشام، قلت حدثنی عن قیام اللیل قالت الست تقرأ یایها المزمل قال قلت بلٰی قالت فان اوّل هذه السورة نزلت فقام اصحاب رسول الله صلی الله	اس (یعنی سعد بن ہشام) نے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ مجھے قیام شب کے بارے میں بیان کیجئے تو اُمّ المومنین نے فرمایا کیا تو نے یایھا المزمل نہیں پڑھی؟ عرض کیا ہاں پڑھی ہے۔ فرمایا اس سورۃ کا ابتدائی حصہ جب نازل ہوا تو حضور کے اصحاب

---

[1] رسائل الارکان فصل فی صلوۃ اللیل مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۳۵

[2] القرآن ۷۳/۲۰

تعالٰی علیه وسلم حتی انتفخت اقدامهم وحبس خاتمتها فی السماء اثنی عشر شهرا ثم نزل اٰخرها فصار قیام اللیل تطوعا بعد فریضة[1]۔	نے یہاں تک قیام کیا کہ ان کے پاؤں سوج گئے، لیکن اس کا آخری حصہ بارہ ۱۲ ماہ آسمان پر روک لیا، پھر جب آخری حصہ نازل فرمایا تو قیام شب فرض ہونے کے بعد نفل بن گیا (ت)

ثانیًا خود ام المومنین سے حدیث گزری کہ قیامِ لیل حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر فرض، اُمت کے لئے سنت تھا۔

ثالثًا اسی طرح ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے نسخ ذکر فرمایا[2] کما رواہ ابوداؤد (جیسا کہ ابوداؤد نے اسے روایت کیا ہے۔ت) حالانکہ وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق میں فرضیت مانتے ہیں کما تقدم (جیسا کہ پیچھے گزرا۔ت)

رابعًا جب ام المومنین کا ارشاد ان تک پہنچا فرمادیا: صدقت، کما بیّنہ مسلم والنسائی (انہوں نے سچ فرمایا، جیسا کہ اسے مسلم اور نسائی نے بیان کیا ہے۔ت) اور فرمایا ھذا واللہ ھو الحدیث[3] کما عند ابی داؤد (اللہ کی قسم یہ وہی حدیث ہے جیسا کہ ابوداؤد کے ہاں ہے۔ت) اگر اس کے معنی وہ اپنے خلاف سمجھتے، بیان فرماتے۔

ثم اقول: (پھر میں کہتا ہوں) بلکہ تحقیق یہ ہے کہ آخر سورۃ نے مطلق قیام لیل نسخ نہ فرمایا بلکہ اول سورۃ میں جو نصف شب یاقریب بہ نصف کی تقدیر تھی اسے منسوخ فرماکر مطلق قیام کی فرضیت باقی رکھی لقولہ تعالٰی فَتَابَ عَلَیۡکُمۡ فَاقۡرَءُوۡا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ ؕ[4] (کیونکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے اللہ تعالٰی نے تم پر اپنے کرم سے رجوع فرمایا ہے کہ اب تم اتنا قرآن پڑھو جو تم پر آسان ہو۔ت) اس کے بعد پھر دوبارہ نسخ مطلق ہو کر استحباب رہا ہے، جلالین شریف میں ہے:

خفف عنهم بقیام ماتیسر منه ثم نسخ ذلك بالصلوات الخمس[5]۔	اللہ تعالٰی نے تخفیف فرماتے ہوئے آسانی کے ساتھ بندوں پر قیام رکھا پھر یہ قیام پانچ نمازوں کی فرضیت کے بعد منسوخ ہوگیا (ت)

---

[1] سنن ابوداؤد باب رفع الصوت بالقراءۃ الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۹۰

[2] سنن ابوداؤد باب نسخ قیام اللیل الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۸۵

[3] سنن ابوداؤد باب رفع الصوت بالقراءۃ الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۹۰

[4] القرآن ۷۳/ ۲۰

[5] تفسیر جلالین سورۃ مزمل، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۷۷

کشاف وارشاد العقل وغیرہما میں ہے:

عبر عن الصلٰوۃ بالقرائۃ لانھا بعض ارکانھا کما عبر عنھا بالقیام والرکوع والسجود یرید فصلوا ماتیسر علیکم ولم یعذر من صلٰوۃ اللیل وھذا ناسخ للاول ثم نسخا جمیعا بالصوات الخمس[1]۔	یہاں نماز کو قرأت سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ قرأت نماز کا رکن ہے جیساکہ نماز کو قیام، رکوع اور سجود کے ساتھ تعبیر کیاہے مقصد یہ بتاکہ تم اتنی نماز پڑھتے رہو جو تم پرآسان ہو لیکن قیام شب نہیں چھوڑ سکتے، اور یہ حکم ابتدائے سورۃ کے لئے ناسخ پھرپانچ نمازوں کا حکم ان سب کے لئے ناسخ قرار پایا۔(ت)

تفسیر کرخی وفتوحات الٰہیہ میں ہے: ھذا ھو الاصح[2] (یہی اصح ہے۔ت) ام المومنین یقینا ناسخ اول کا ذکر فرمارہی ہیں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی داخل، پھر اس سے انتفائے فرضیت کہاں حاصل، ناسخ ثانی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دخول کب ثابت ہوا، نہ ہرگز اس میں کوئی نص نازل، توحدیث مذکور سے انتفائے وجوب پر تمسک سرے سے زائل،

وھھنا تحقیقات اخراجل واعز اتینابھا بتوفیق اللہ العلی الاکبر فی رسالۃ لنا صنفناھا بعد ورود ھذا السؤال فی تحقیق ھذا المقال سمیناھا"رعایۃ المنۃ فی ان التھجد نفل ام سنۃ" ھ فلینظر ثمہ والحمدللہ علی کشف الغمۃ۔	یہاں دیگر نہایت اہم تحقیقات ہیں اللہ کی توفیق سے ان کا ذکر ہم نے اس سوال کے ورود کے بعد اپنے ایک رسالے (جس کو ہم نے اسی مقال کی تحقیق میں تصنیف کیا ہے) میں کیاہے اس کا نام "رعایۃ المنۃ فی ان التھجد فضل ام سنۃ" ۱۳۱۲ھ اس کا مطالعہ کیجئے، اللہ تعالٰی کا شکر ہے کہ اس نے عقدے کھول دیئے۔(ت)

ثم اقول: **وباللہ التوفیق** فقیر کے نزدیک اسی مبحث میں حق تحقیق یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں صلٰوۃ لیل و نماز تہجد، صلٰوۃ لیل ہر وہ نماز نفل کہ بعد فرض عشاء رات میں پڑھی جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] تفسیر الکشاف سورۃ مزمل مطبوعہ انتشارات آفتاب تہران، ایران ۱۷۹/۴

[2] تفسیر الفتوحات الالٰہیہ الشہیر بالجمل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴۳۳/۴

ماکان بعد صلٰوۃ العشاء فھو من اللیل[1] رواہ الطبرانی عن ایاس بن معٰویۃ المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔	جو نماز بعد عشاء پڑھی جائے وہ سب نماز شب ہے اسے طبرانی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ایاس بن معاویہ المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

یہ بیشک سنت مؤکدہ ہے کہ اس میں عشاء کی سنت بعدیہ بلکہ سنت فجر بھی داخل، صحیحین میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

کانت صلوتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی شھر رمضان وغیرہ ثلث عشرۃ رکعۃ باللیل ومنھا رکعتا الفجر[2]۔	آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نماز شب رمضان وغیرہ میں تیرہ ۱۳ رکعتیں تھیں، ان میں دو رکعات فجر کی بھی ہیں (ت)

اس معنی پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صلٰوۃ لیل کو بعد فرائض ہر نماز سے افضل بتایا،

کما المسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ یرفعہ افضل الصلٰوۃ بعد الفریضۃ صلٰوۃ اللیل[3]۔	جیسا کہ مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ فرائض کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے۔ (ت)

ورنہ جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ سنن راتبہ سے مسنون نمازوں سے افضل ہیں اور ہمارے ائمہ کا اجماع ہے کہ سنت فجر سنن راتبہ سے بھی اعلٰی واجل، اور نماز تہجد وہ نفل کہ بعد فرض عشا قدرے سو کر طلوع فجر سے پہلے پڑھے جائیں، طبرانی حجاج بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی۔

انما تھجّد المرء یصلی الصلٰوۃ بعد رقدۃ[4]	قدرے سو کر آدمی جو نماز ادا کرے اسے تہجد کہا جاتا ہے (ت)

معالم میں ہے: التھجد لایکون الابعد النوم[5]۔ (تہجد سونے کے بعد ہی ہوتی ہے۔ ت)

---

[1] المعجم الکبیر ترجمہ ۵۵ حدیث ۷۸۷ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱/ ۲۷۱

[2] صحیح مسلم باب صلٰوۃ اللیل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۵۵

[3] صحیح مسلم باب فضل صوم المحرم مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۳۶۸

[4] المعجم الکبیر ترجمہ ۲۵۸ حدیث ۳۲۱۶، مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۳/ ۲۲۵

[5] معالم التنزیل علی حاشیۃ الخازن تحت قولہ تعالٰی ومن الیل فتھجدبہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴/ ۱۷۴

حلیہ میں قاضی حسین سے ہے:

انه فی الاصطلاح صلوٰۃ التطوع فی اللیل بعد النوم[1]۔	اصطلاح میں رات کو سونے کے بعد نوافل کی ادائیگی کو تہجد کہا جاتا ہے۔(ت)

ولہٰذا ردالمحتار میں فرمایا:

صلٰوۃ اللیل وقیام اللیل اعم من التہجد[2]۔	رات کی نماز اور قیام لیل تہجد سے عام ہے۔(ت)

یہ مستحب سے زائد نہیں ورنہ سونا بھی سنت موکدہ ہو جائے اور شب بیداری گناہ ٹھہرے کہ تہجد سنت موکدہ ہوئی اور وہ بے نوم حاصل نہیں ہو سکتی اور سنت مؤکدہ کا حصول جس پر موقوف ہے وہ سنت مؤکدہ ہے لان حکم المقدمۃ حکم ماھی مقدمۃ لہ (کیونکہ مقدمہ کا حکم وہی ہوتا ہے جو اس پر موقوف ہونے والے کا ہے۔ت) اور سنت مؤکدہ کا ترک مطلقًا یا بعد عادت گناہ اور بعد اصرار کبیرہ شب بیداری کی غایت یہ تھی کہ مستحب ہوتی مگر جب وہ ترک سنت مؤکدہ کی موجب تو مستحب کیسی، مکروہ و ممنوع ہونی لازم، کوئی مستحب کیسی ہی فضیلت والا ہو جب کسی سنت مؤکدہ کے فوت کا موجب ہو مستحب نہیں ہو سکتا مذموم ہوگا، ہمارے امام مذہب سیّدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پینتالیس ۴۵ برس عشاکے وضو سے صبح کی نماز پڑھی، کیا معاذاللہ پینتالیس ۴۵ سال کامل ترک سنت مؤکدہ پر اصرار فرمایا، **فقد ظهر الحق واسفر الفلق وبقیه الکلام فی تلك الرسالة والحمدللہ رب الجلالة** (حق واضح ہوگیا صبح طلوع ہوگئی اور بقیہ کلام ہمارے اس مذکورہ رسالہ میں ہے، حمد ہے صاحب جلال رب کی۔ت) واللہ سبحانہ، وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳۳: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں؟ اور سرورعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عادت کس طرح تھی یا کوئی عادت نہ تھی؟ بلکہ کبھی گھر میں پڑھتے کبھی مسجد میں؟ اور روافض کی مشابہت اور رفض کی تہمت سے بچنے کو مسجد میں پڑھنا ضرورلازم ہے یا نہیں؟ اور حدیثوں میں جو گھر میں پڑھنے کی فضیلت وارد ہوئی وہاں صرف نوافل ہیں یا سنتیں بھی؟

الجواب:

ومن اللہ سبحنه، توفیق الصدق والصواب تراویح وتحیۃ المسجد کے سوا تمام نوافل

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] ردالمحتار مطلب فی صلوٰۃ اللیل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۴

سنن راتبہ ہوں یا غیر راتبہ مؤکدہ ہوں یا غیر موکدہ گھر میں پڑھنا افضل اور باعث ثواب اکمل۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علیکم بالصلٰوۃ فی بیوتکم فان خیر صلٰوۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ[1] ۔ رواہ البخاری ومسلم۔	تم پر لازم ہے گھروں میں نماز پڑھنا کہ بہتر نماز مرد کیلئے اس کے گھر میں ہے سوا فرض کے۔ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا۔

اور فرماتے ہیں:

صلٰوۃ المرء فی بیتہ افضل من صلاتہ فی مسجدی ھذا الا المکتوبۃ[2] ۔ رواہ ابوداؤد۔	نماز مرد کی اپنے گھر میں میری اس مسجد میں اس کی نماز سے بہتر ہے مگر فرائض۔ اسے ابوداؤد نے روایت کیا۔

اور خود عادت کریمہ سید المرسلین کی اسی طرح تھی۔ احادیث صحیحہ سے حضور والا کا تمام سنن کاشانہ فلک آستانہ میں پڑھنا ثابت۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم گھر میں چار رکعت ظہر سے پہلے پڑھتے پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے پھر گھر میں رونق افروز ہو کر دو۲ رکعتیں پڑھتے، اور مغرب کی نماز پڑھ کر گھر میں جلوہ فرما ہوتے اور دو رکعتیں پڑھتے، اور عشا کی امامت کرکے گھر میں آتے اور دو رکعتیں پڑھتے، جب صبح چمکتی دو رکعتیں پڑھ کر باہر تشریف لے جاتے اور نماز فجر پڑھاتے۔

اخرج مسلم فی صحیحہ وابوداؤد فی السنن واللفظ لمسلم عن عبداللہ بن شقیق قال سألت عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا عن صلٰوۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن تطوعہ فقالت کان یصلی فی بیتی قبل الظھر اربعا، ثم یخرج فیصلی بالناس ثم یدخل	مسلم نے صحیح میں اور ابوداؤد نے سنن میں روایت کیا ہے مسلم کے الفاظ ہیں کہ عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نفلی نماز کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا میرے حجرے میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعات ادا فرماتے پھر باہر تشریف لے جاتے اور

---

[1] صحیح مسلم باب استحباب صلوۃ النافلۃ فی بینہ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱ / ۲۶۶

[2] سنن ابوداود باب صلٰوۃ الرجل التطوع فی بیتہ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱ / ۱۴۹

فیصلی رکعتین وکان یصلی بالناس المغرب ثم یدخل فیصلی رکعتین ویصلی بالناس العشاء ویدخل بیتی فیصلی رکعتین ، ثم ذکرت صلوٰۃ اللیل والوتر الٰی ان قالت وکان اذا طلع الفجر صلی رکعتین[1] زاد ابوداؤد ثم یخرج فیصلی بالناس صلوٰۃ الفجر[2]۔	لوگوں کو جماعت کرواتے پھر حجرے میں جلوہ افروز ہوتے تو دو رکعت پڑھتے، جب مغرب کی نماز کی جماعت کرواتے پھر حجرہ میں تشریف لاکر دو رکعات پڑھتے، لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھا کر میرے ہاں تشریف لاتے تو دو رکعات ادا کرتے۔ پھر انہوں نے رات کی نماز اور وتر کا ذکر کرتے ہوئے کہا جب طلوع فجر ہو جاتی تو آپ دو رکعات ادا کرتے۔ سنن ابوداؤد میں یہ اضافہ ہے پھر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حجرہ سے نکل کر لوگوں کو فجر کی نماز پڑھاتے۔ (ت)

اسی طرح سنن جمعہ کامکانِ جنت نشان ہیں پڑھنا، صحیحین میں مروی زمانہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ میں لوگ مغرب کے فرض پڑھ کر گھروں کو لَوٹ جاتے یہاں تک کہ مسجد میں کوئی شخص نہ رہتا گویا وہ بعد مغرب کچھ پڑھتے ہی نہیں،

فی الفتح عن السائب بن یزید قال لقد رأیت الناس فی زمن عمر بن الخطاب اذا انصرفوا من المغرب انصرفوا جمیعا حتی لایبقی فی المسجد احد کانھم لایصلون بعد المغرب حتی یصیرون الٰی اھلیھم[3]۔	فتح میں سائب بن یزید سے ہے کہ میں نے دورِ فاروقی میں لوگوں کو مغرب کے بعد اکٹھے لَوٹتے ہوئے دیکھا حتی کہ کوئی مسجد میں باقی نہ رہتا، گویا وہ مغرب کے بعد کوئی نماز ادا نہ کرے یہاں تک کہ وہ اپنے گھروں میں چلے جاتے۔

سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لوگوں کو دیکھا کہ مغرب کے فرض پڑھ کر مسجد میں سنتیں پڑھنے لگے ارشاد فرمایا: یہ نماز گھر میں پڑھا کرو۔

اخرج ابوداؤد والترمذی والنسائی	ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت کعب

---

[1] صحیح مسلم باب استحباب صلوٰۃ النافلۃ فی بیتہ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۶۶

[2] سنن ابوداؤد باب صلوٰۃ الرجل التطوع فی بیتہ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۴۹

[3] فتح القدیر باب ادراک الفریضہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۱۶

عن کعب بن عجرۃ وابن ماجۃ عن حدیث رافع بن خدیج والسیاق لابی داؤد قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتی مسجد بنی عبدالاشہل فصلی فیہ المغرب فلما قضوا صلٰوتھم راھم یسبحون بعدھا فقال ھذہ صلٰوۃ البیوت[1] ولفظ الترمذی والنسائی علیکم بھذہ الصلٰوۃ فی البیوت[2]، وابن ماجۃ ارکعوا ھاتین الرکعتین فی بیوتکم[3]۔	بن عجرہ سے، اور ابن ماجہ نے حضرت رافع بن خدیج سے روایت کیا ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنو عبدالاشہل مسجد میں تشریف لائے تو آپ نے مغرب کی نماز ادا کی جب لوگ فرائض پڑھ چکے تو آپ نے انہیں نوافل پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: یہ گھروں کی نماز ہے، ترمذی اور نسائی کے الفاظ ہیں کہ تم یہ نماز اپنے گھروں میں ادا کرو۔ ابن ماجہ کے الفاظ ہیں: یہ دو رکعات تم اپنے گھروں میں ادا کیا کرو۔ (ت)

شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ہرگاہ تمام کردند مردم نماز فرض رادید آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایشاں راکہ نماز نفل می گزارند کہ مراد بوے سنت مغرب است بعد از فرض یعنی در مسجد پس گفت آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایں یعنی سنت مغرب یامطلق نماز نفل نماز خانہا است کہ درخانہا باید گزارد نہ درمسجد بدانکہ افضل آنست کہ نماز نفل غیرفرض درخانہ بگزارند ہمچنیں بود عملے آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مگر بسببے یاعذرے خصوصًا سنت مغرب کہ ہرگز در مسجد نگزارد و بعضے از علما گفتہ اند کہ اگر سنت مغرب را در مسجد بگزارد از سنت واقع نمی شود و بعض	جب لوگوں نے فرض نماز ادا کرلی تو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے انہیں فرائض کے بعد نوافل یعنی سنن مغرب کو مسجد میں ادا کرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: یہ سنن مغرب یامطلقًا نماز نفل گھروں کی نماز ہے انہیں گھروں مین ادا کرنا چاہئے نہ کہ مسجد میں۔ واضح رہے کہ فرض کے علاوہ نوافل گھر میں ادا کرنے چاہئیں۔ سرورعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہی عمل تھا البتہ کسی سبب یاعذر کی صورت مستثنٰی ہے خصوصًا نماز مغرب کی سنن مسجد میں ادانہ کی جائیں، بعض علماء نے فرمایا کہ اگر کسی نے سنن مغرب مسجد میں ادا کیں تو سنت واقع نہ ہوں گی اور بعض کے نزدیک ایساآدمی

---

[1] سنن ابوداؤد باب رکعتی المغرب این تصلیان مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۸۴

[2] کنزالعمال حدیث ۱۹۴۲۳، موسستہ الرسالہ بیروت ۱/ ۳۸۶

[3] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی رکعتین بعد المغرب، سعید کمپنی کراچی ص ۸۳

گفتہ اند کہ عاصی می گرد واز جہت مخالفت امر کہ ظاہرش در وجوب است وجمہور بر آنند کہ امر برائے استحباب است۔[1] الخ	گنہگار بھی ہوگا کیونکہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر (جس سے ظاہر وجوب ہے) کی مخالفت کی ہے اور جمہور کے نزدیک یہاں امر استحباب کے لئے ہے الخ (ت)

گاہے اگر بعض سنن مسجد میں پڑھنے کا اتفاق ہوا تو علماء فرماتے ہیں وہ کسی عذر وسبب سے تھا **کما مر عن الشیخ وبمثلہ قال العلامۃ ابن امیر الحاج فی شرح المنیۃ** (جیسا کہ شیخ کے حوالے سے گزرا اسی کی مثل علامہ ابن امیر الحاج نے شرح منیہ میں فرمایا۔ ت) معہذا ترک احیانًا منافی سنیت واستحباب نہیں بلکہ اس کا مقرر ومؤکد ہے کہ مواظبت محققین کے نزدیک امارت وجوب **کمافی البحر وغیرہ** (جیسا کہ بحر وغیرہ میں ہے۔ ت) علاوہ بریں اگر بالفرض رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دائمًا سب سنتیں مسجد ہی میں پڑھی ہوتیں، تاہم بعد اس کے کہ حضور ہم سے ارشاد فرماچکے "فرضوں کے سوا تمام نمازیں تمہیں گھر میں پڑھنی چاہئیں" اور فرمایا "ماورائے فرائض اور نمازیں گھر میں پڑھنا مسجد مدینہ طیبہ میں پڑھنے سے زیادہ ثواب رکھتا ہے" بلکہ مسجد میں پڑھتے دیکھ کر وہ ارشاد فرمایا کہ "نماز گھروں میں پڑھا کرو" **کما مر کل ذلک** (جیسا کہ یہ سب کچھ پیچھے گزرا ہے۔ ت) تو ہمارے لئے بہتر گھر ہی میں پڑھنے میں رہے کہ قول فعل پر مرجح ہے اور ان احادیث میں نماز سے صرف نوافل مطلقہ مراد نہیں ہوسکتی کہ ماورائے فرائض میں سنن بھی داخل، اور قضیہ مسجد بنی عبدالاشہل کا خاص سنن مغرب میں تھا کما سبق (جیسا کہ پیچھے گزرا۔ ت) اسی طرح فقہاء بھی عام حکم دیتے اور نوافل کی تخصیص نہیں کرتے، ہدایہ میں ہے:

والافضل فی عامۃ السنن والنوافل المنزل وھو المروی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[2]	تمام سنن ونوافل کو گھر میں ادا کرنا افضل ہے اور یہ بات رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

عامتھم علی اطلاق الجواب کعبارۃ الکتاب وبہ افتی	عام فقہا نے عبارتِ کتاب (ہدایہ) کی طرح مطلقًا جواب دیا ہے اور فقیہ ابو جعفر نے اسی پر

---

[1] اشعۃ اللمعات باب من صلی صلٰوۃ مرتین، فصل ثالث مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۵۰۳

[2] الہدایۃ جزاول باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ عربیہ کراچی ۱/ ۱۳۲

الفقیہ ابوجعفر قال الا ان یخشی ان یشتغل عنها اذا رجع فان لم یخف فالافضل البیت[1]۔	یہ کہتے ہوئے فتوٰی دیا ہے مگر اس صورت میں کہ جب کسی مشغولیت کی بناپر گھر لوٹ کر نوافل کے فوت ہوجانے کا خطرہ ہو (تو مسجد میں ہی پڑھ لے) ہاں اگر خوف نہ ہو تو گھر میں ادا کرنا افضل ہے (ت)

شرح صغیر میں ہے:

ثم السنة فی سنة الفجر وکذا فی سائر السنن ان یاتی بها اما فی بیته وهو الافضل، اوعند باب المسجد واما السنن التی بعد الفریضة فان ان تطوع بها فی المسجد فحسن وتطوعه بها فی البیت افضل، وهذا غیرمختص بما بعد الفریضة بل جمیع النوافل ماعدا التراویح و تحیة المسجد الافضل فیها المنزل لماروی عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم انه کان یصلی جمیع السنن والوتر فی البیت[2] ھ ملخصا۔	پھر سنت، سنن فجر میں اسی طرح بقیہ سنن میں کہ ان کو گھر میں ادا کرے اور یہی افضل ہے یادروازہ مسجد کے پاس ادا کرے۔ رہیں وہ سنتیں جو فرائض کے بعد ہیں اگر مسجد میں ادا کرے تو بھی ٹھیک اور اگر گھر میں ادا کرے تو زیادہ بہتر ہے، اور یہ صرف ان سنن کا معاملہ نہیں جو فرائض کے بعد ہیں بلکہ تراویح وتحیۃ المسجد کے علاوہ باقی تمام نوافل کو گھر میں ادا کرنا افضل ہے کیونکہ رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سنن ووتر کو گھر میں ہی ادا فرماتے تھے اھ تلخیصًا (ت)

اور جب ثابت ہوچکا کہ سنن ونوافل کا گھر میں پڑھنا افضل، اور یہی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عادت طیبہ، اور حضور نے یونہی ہمیں حکم فرمایا تو بخیال مشابہت روافض اُسے ترک کرنا کچھ وجہ نہ رکھتا ہے۔ اہل بدعت کا خلاف ان کی بدعت یا شعار خاص میں کیا جائے نہ یہ کہ اپنے مذہب کے امورِ خیر سے جو بات وہ اختیار کریں ہم اسے چھوڑتے جائیں آخر رافضی کلمہ بھی تو پڑھتے ہیں، بالجملہ اصل حکم استحبابی یہی ہے کہ سنن قبلیہ مثل رکعتین فجر ورباعی ظہر وعصر وعشا مطلقًا گھر میں پڑھ کر مسجد کو جائیں کہ ثواب زیادہ پائیں، اور سنن بعدیہ مثل رکعتین ظہر ومغرب وعشاء میں جسے اپنے نفس پر اطمینان کامل حاصل ہو

---

[1] فتح القدیر باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۱۶

[2] صغیری شرح منیۃ المصلی فصل فی النوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ص ۲۰۴،۵

کہ گھر جاکر کسی ایسے کام میں جو اسے ادائے سنن سے باز رکھے مشغول نہ ہوگا وہ مسجد سے فرض پڑھ کر پلٹ آئے اور سنتیں گھر ہی میں پڑھے تو بہتر، اور اس سے ایک زیادتِ ثواب یہ حاصل ہوگی کہ جتنے قدم بارادۂ بادائے سنن گھر تک آئے گا وہ سب حسنات میں لکھے جائیں گے۔

قال تبارك وتعالٰی وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۖ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۲﴾[1]۔	اللہ تبارک وتعالٰی کافرمان ہے: ہم لکھ رہے ہیں جوانہوں نے آگے بھیجا اور جونشانیاں پیچھے چھوڑگئے اور ہر شیئ کو ہم نے کتاب مبین میں شمار کررکھاہے۔ (ت)

اور جسے یہ وثوق نہ ہو وہ مسجد میں پڑھ لے کہ لحاظ افضلیت میں اصل نماز فوت نہ ہو، اور یہ معنی عارضی افضلیت صلوٰۃ فی البیت کے منافی نہیں، نظیر اس کی نماز وتر ہے کہ بہتر اخیر شب تک اس کی تاخیر ہے مگر جو اپنے جاگنے پر اعتماد نہ رکھتا ہو وہ پہلے ہی پڑھ لے کمافی کتب الفقہ (جیسا کہ کتب فقہ میں ہے۔ت) مگر اب عام عمل اہل اسلام سنن کے مساجد ہی میں پڑھنے پر ہے اور اس میں مصالح ہیں کہ ان میں وہ اطمینان کم ہوتا ہے جو مساجد میں ہے اور عادت قوم کی مخالفت موجب طعن وانگشت نمائی وانتشار ظنون وفتح باب غیبت ہوتی ہے اور حکم صرف استحبابی تھا تو ان مصالح کی رعایت اس پر مرجح ہے، ائمہ دین فرماتے ہیں: **الخروج عن العادۃ شهرة ومكروه** (معمول کے خلاف کرنا شہرت اور مکروہ ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳۴: از لشکر گوالیار محکمہ ڈاک مرسلہ مولوی نورالدین احمد صاحب غرہ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

(۱) نفل کا سوائے تراویح ونماز کسوف وخسوف بجماعت منسوخ ہونا تو معلوم ہے لیکن بعض مشائخ کے یہاں جو باعتبار کسی کتاب کے بعد نمازیں نفل کی مثلاً صلوٰۃ قضائے عمر (۴ نفل قبل آخری جمعہ کے) اور نفل شب برات بجماعت ہوتے ہیں ان کی اصل ہے، جواز کس بناپر ہے اور ممانعت کیوں ہے، جن فتاوٰی کی رو سے جواز نکالا ہے وہ کہاں تک معتبر ہے؟ (۲) نفل یوم عاشورہ ہم کو پڑھنا مناسب ہے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک نوافل کی جماعت بتداعی مکروہ ہے۔ اسی حکم میں

---

[1] القرآن ۳۶/ ۱۲

نماز خسوف بھی داخل کہ وہ بھی تنہا پڑھی جائے اگرچہ امام جمعہ حاضر ہو [1] کما فی الشامی عن اسمٰعیل عن البرجندی (جیسے کہ شامی نے اسمٰعیل سے اور انہوں نے برجندی سے نقل کیا ہے۔ ت) حلیہ میں ہے:

اما الجماعة فی صلٰوة الخسوف فظاهر كلام الجم الغفير من اهل المذهب كراهتها[2] الخ	رہا صلٰوۃ خسوف کی جماعت کے بارے میں حکم تو اہل مذہب کے جم غفیر کے کلام سے یہی ظاہر ہے کہ یہ مکروہ ہے الخ (ت)

صرف تراویح وصلٰوۃ الکسوف وصلٰوۃ الاستسقاء مستثنٰی ہیں

وذلك بوفاق ائمتنا علی الاصح فالخلف فی الاخير فی الاستنان دون الجواز[3] كما صرح به فی الدر المختار۔	اصح مذہب کے مطابق ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے، اختلاف آخری (صلٰوۃ الاستسقاء) کے مسنون ہونے میں ہے نہ کہ جواز میں، جیسے کہ درمختار میں تصریح ہے (ت)

تداعی مذہب اصح میں اس وقت متحقق ہوگی جب چار یا زیادہ مقتدی ہوں دو تین تک کراہت نہیں،

فی الدر يكره ذلك لو علی سبيل التداعی بان يقتدی اربعة بواحد كما فی الدرر[4] اھ فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح فی اقتداء ثلثة الاصح عدم الكراهة[5]۔	درمختار میں ہے یہ مکروہ ہے اگر علٰی سبیل التداعی ہو مثلاً چار آدمی ایک کی اقتداء کریں جیسا کہ درر میں ہے اھ، طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے اگر تین نے ایک کی اقتداء کی تو اصح یہی ہے کہ یہ مکروہ نہیں۔ (ت)

نماز قضائے عمری کہ آخر جمعہ ماہ مبارک رمضان میں اس کا پڑھنا اختراع کیا گیا اور اس میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس نماز سے عمر بھر کی اپنی اور ماں باپ کی بھی قضائیں اُتر جاتی ہیں محض باطل و

---

[1] ردالمحتار، باب الکسوف مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۸۳

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[3] درمختار باب الاستسقاء مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۸

[4] درمختار آخر باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹

[5] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح مطبوعہ نور محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی ص ۲۱۱

بدعت سیئہ شنیعہ ہے کسی کتاب معتبر میں اصلاً اس کانشان نہیں، نمازشب برات اگرچہ مشائخ کرام قدست اسرارہم نے بجماعت بھی پڑھی، قوت القلوب شریف میں ہے:

یستحب احیاء خمس عشرۃ لیلة (الی قوله) لیلة النصف من شعبان وقد کانوا یصلون فی ھذہ اللیلة مائة رکعة بالف مرۃ قل ھواللہ احد، عشرا فی کل رکعة ویسمون ھذہ الصلٰوۃ صلٰوۃ الخیر ویتعرفون برکتها ویجتمعون فیها وربما صلوھا جماعة[1]۔	پندرہ راتوں میں شب بیداری مستحب ہے (آگے چل کرفرمایا) ان میں ایک شعبان المعظم کی پندرہویں رات ہے کہ اس میں شب بیدار رہنا مستحب ہے کہ اس میں مشائخ کرام سَو رکعت ہزار مرتبہ قل ھواللہ احد کے ساتھ ادا کرتے ہر رکعت میں دس دفعہ قل ھواللہ احد پڑھتے، اس نماز کا نام انہوں نے صلٰوۃ الخیر رکھا تھا، اس کی برکت مسلمہ تھی، اس رات (یعنی پندرہ شعبان) میں اجتماع کرتے اور احیاناً نماز کو باجماعت ادا کرتے تھے (ت)

اور یہی علمائے تابعین سے لقمان بن عامر وخالد بن معدان اور ائمہ مجتہدین سے اسحٰق بن راہویہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا ہے مگر ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کامذہب وہی ہے کہ جماعت بتداعی ہو تو مکروہ ہے

کما نص علیه فی البزازیة والتتارخانیة والحاوی القدسی والحلیة والغنیة ونورالایضاح ومراقی الفلاح والاشباہ وشروحها والدرالمختار وحواشیه وغیرذلك من الکتب المعتمدۃ۔	جیسا کہ اس پر بزازیہ، تتارخانیہ، الحاوی القدسی، حلیہ، غنیہ، نورالایضاح، مراقی الفلاح، الاشباہ اور اس کی شروح، درمختار اور اس کے حواشی، اور اس کے علاوہ دیگر معتمد کتب میں تصریح ہے (ت)

(۲) عاشورا ایام فاضلہ سے ہے اور نماز بہترین عبادات اور اوقات فاضلہ میں اعمال صالحہ کی تکثیر قطعاً مطلوب ومندوب مگر اس دن نوافل معینہ بطریق مخصوصہ میں جو حدیث روایت کی جاتی ہے علماء اسے موضوع وباطل بتاتے ہیں کما صرح بہ ابن الجوزی فی موضوعاته واقرہ علیه فی اللآلی (اس کی تصریح ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں کی اور امام سیوطی نے اللآلی میں

---

[1] قوت القلوب فصل العشرون فی ذکراحیاء اللیالی مطبوعہ دارصادر بیروت ۱/ ۶۲

اسے ثابت رکھا ہے۔ت) موضوعات کبیر ملا علی قاری میں ہے: **صلٰوۃ عاشوراء موضوع بالاتفاق**[1] (عاشورا کی نماز بالاتفاق موضوع ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳۶: از علاقہ جاگل تھانہ ہری پور کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ شیر محمد شیخ ۱۷/رمضان شریف ۱۳۱۳ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وتر میں نیت وتر کی کرے یا واجب کی یا سنت کی یا کیا؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

وتر کی نیت تو ضرور ہی ہے پھر چاہے اسی قدر پر قناعت کرے اور بہتر یہ ہے کہ وتر واجب کی نیت کرے کہ ہمارے مذہب میں وتر واجب ہی ہیں اور اگر سنت بمعنی مقابل واجب کے نیت کی تو ہمارے امام کے نزدیک وتر ادانہ ہوں گے۔

فی الدر المختار لابد من التعیین عند النیۃ لفرض انہ ظھر اوعصر وواجب انہ وتر اونذر[2] اھ مختصرا وفی ردالمحتار ای لایلزمہ تعیین الوجوب وان کان حنفیا ینبغی ان ینویہ لیطابق اعتقادہ[3] الخ واللہ تعالٰی اعلم۔	درمختار میں ہے نیت کے وقت اس بات کا تعین کہ یہ فرض ہے مثلاً یہ ظہر وعصر کی نماز ہے یا واجب مثلاً وتر یا نذر کی نماز ہے ضروری ہے اھ اختصاراً، اور ردالمحتار میں ہے کہ تعین وجوب لازم نہیں، ہاں اگر وہ حنفی ہو تو مناسب یہی ہے کہ اس کی نیت کرے تاکہ وہ اس کے اعتقاد کے مطابق ہوجائے الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۳: از ملک بنگالہ ضلع چاٹگام ڈاکخانہ جلدی مرسلہ محمد حبیب اللہ صاحب ۸ جمادی الاخری ۱۳۱۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ جناب قاضی ثناء اللہ صاحب درمالابدمنہ آوردہ اند کہ	اس مسئلہ میں علماء کی کیارائے ہے کہ مالابدمنہ میں قاضی ثناء اللہ پانی پتینے ذکر کیا ہے کہ

---

[1] الاسرار المرفوعۃ لملا علی قاری حدیث ۱۱۳۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۲۸۹

[2] درمختار باب شروط الصلوۃ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۲۷/۱

[3] ردالمحتار باب شروط الصلوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۱۹/۱

آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم درصلوٰۃ تہجد قیام بسیاری فرمودند حتی کہ درپائے مبارک آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورم ومنشق شدہ است، قول مذکور قابل اعتبار است یانہ وورم ومنشق در صحاح ستہ ثابت است یاخارج از صحاح بعض عالم می گویند کہ ورم قدم مبارک آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم در صحاح ستہ ثابت است ومنشق ثابت نیست قول کدام کس معتبراست بیّنوا بسند الکتاب وتوجروا من اللہ الوھاب۔	آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز تہجد میں قیام طویل فرماتے حتی کہ آپ کے پاؤں مبارک متورم ہوجاتے اور پھٹ جاتے، یہ قول قابل اعتبار ہے یانہیں، متورم ہونا اور پھٹنا دونوں صحاح ستہ سے ثابت ہیں یاصحاح کے علاوہ سے، بعض علماء کایہ کہنا ہے کہ مبارک قدموں کامتورم ہونا توصحاح سے ثابت ہے مگر پھٹ جانا ثابت نہیں، کس کاقول معتبرہے؟ مسئلہ کتاب کے ساتھ بیان کریں اور عطا کرنے والے اللہ تعالٰی سے اجر پائیں۔

الجواب:

ایں جاسخن قاضی درست وسوی ست انکارش از نادیدہ روی ست، تورم وانشقاق ہردودر صحاح ستہ خبرایں سنن ابی داؤد مروی ست ودرجامع صحیح امام بخاری ست حدثنا صدقۃ بن فضل اخبرنا ابن عیینہ ثنازیاد انہ سمع المغیرۃ یقول قام النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی تورمت قدماہ فقیل لہ قد غفراللہ لك ماتقدم من ذنبك وما تاخر قال افلاا کون عبدا شکورا[1] حدثنا الحسن بن عبدالعزیز حدثنا عبداللہ بن یحیٰی اخبرنا حیوۃ عن ابی الاسود	قاضی صاحب کاکلام درست و صحیح ہے اس کاانکار ناواقفیت ہے، پاؤں کامتورم ہونا اور پھٹ جانا دونوں ہی صحاح ستّہ سے ثابت ہیں، یہ خبر سنن ابی داؤد اور جامع صحیح امام بخاری میں مروی ہے کہ ہمیں صدقہ بن فضل انہیں ابن عیینہ انہیں زیاد نے بتایا کہ میں نے حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسالت مآب صلی اللہ حسن بن عبدالعزیز انہیں عبداللہ بن یحیٰی انہیں حیوۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سنا کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رات کو قیام فرماتے حتی کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قدم مبارک متورم ہوگئے، آپ سے عرض کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم! اللہ تعالٰی نے آپ کوان الفاظ کے ذریعے مغفرت وبخشش کی خوشخبری دی ہے لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ تو

---

[1] صحیح البخاری سورۃ الفتح زیر قول لیغفرلك اللہ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۱۶

انه سمع عروة عن عائشة رضی الله تعالٰی عنها ان نبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم کان یقوم من اللیل حتی تنفطر قدماه فقالت عائشة لم تصنع هذا یارسول الله وقد غفر الله لك ماتقدم من ذنبك وما تأخر قال افلا احب ان اکون عبدا شکورا[1] الحدیث قال البخاری فی کتاب الصلٰوة تفطر قدماه الفطور الشقوق انفطرت انشقت[2] اھ والله تعالٰی اعلم۔	آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کیامیں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ حسن بن عبدالعزیز انہیں عبداللہ بن یحیٰی حیوۃ انہیں ابوالاسود نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عروۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سنا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رات کو قیام فرماتے حتی کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مبارک قدم پھٹ جاتے میں نے عرض کیا یارسول اللہ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہو حالانکہ اللہ تعالٰی آپ کے اگلے اور پچھلے معاملات پر مغفرت وبخشش کی ضمانت فراہم کردی ہے۔ توآپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کیامیں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب الصلٰوۃ میں ذکر کرکے فرمایا: تفطر قدماہ الفطور کا معنیٰ پھٹ جانا ہے کیونکہ انفطرت اور انشقت دونوں کا معنیٰ "پھٹ جانا" ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۳۸: ازبریلی محلہ صندل خاں کی بزریہ ۲۹ذی القعدہ ۱۳۲۶ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عشاء میں آخری نفل بیٹھ کرپڑھنا چاہئے یا کھڑے ہوکر؟ سرکار اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کس طور پر ہمیشہ ان لفظوں کو ادافرمایا اور کس طرح پڑھنا باعث زیادتی ثواب ہے؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ نفل بیٹھ کرپڑھے مگرساتھ ہی فرمادیا کہ میں تمہارے مثل

---

[1] صحیح البخاری سورۃ الفتح زیر قول لیغفرلك اللہ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۱۶

[2] صحیح البخاری باب قیام النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۲

نہیں، میرا ثواب قیام و قعود دونوں میں یکساں ہے تو اُمت کے لئے کھڑے ہو کر پڑھنا افضل اور دونا ثواب ہے اور بیٹھ کر پڑھنے پر بھی کوئی اعتراض نہیں **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۰۳۹: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نمازِ تہجد ادا کرتا ہے لہٰذا اس کو وتر بعد فراغتِ تراویح پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ یا کسی کی تراویح اتفاق سے کچھ باقی رہ گئی ہیں تو وہ امام کے بعد تراویح پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

تہجّد پڑھنے والا بعد تراویح وتر پڑھ سکتا ہے بلکہ جاگنے پر اعتماد نہ ہو تو پہلے ہی پڑھ لینا بہتر ہے، جس نے امام کے ساتھ بعض تراویح نہ پائیں تو بعد امام اُن کو پڑھے خواہ وتروں سے پہلے یا بعد، اور اول بہتر ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۴۰: از ریاست الور راجپوتانہ محلّہ قاضی واڑہ مرسلہ مولوی محمد رکن الدین صاحب نقشبندی ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

مسئلہ یہ ہے کہ جمعہ کی پہلی چار سنتیں اگر قضا ہو جائیں تو بعد فرض جماعت کے اسے سنت وقت کے اندر قضا کرلے یا نہیں؟ اس میں بھی صاحب ردالمحتار تحریر فرماتے ہیں کہ جمعہ کی سنت مثل سنت ظہر کے نہیں ہیں لہٰذا گزارش ہے کہ اس کی تحقیق سے بواپسی ڈاک اطلاع بخشی جائے، دوچار علماء سے جو گفتگو ہوئی تو انہوں نے جناب کی تحقیق کی طرف توجہ دلائی۔

الجواب:

ہاں وقت میں انہیں ادا کرلے وہ ادا ہوگی نہ کہ قضا، درمختار میں ہے:

بخلاف سنة الظهر وكذا الجمعة فانه ان خاف فوت ركعة يتركها ويقتدى ثم ياتى بها على انه سنة فى وقته اى الظهر[1]۔	بخلاف ظہر کی سنت کے، اسی طرح جمعہ کا معاملہ ہے، پس اگر نماز کی ایک رکعت نکل جانے کا خطرہ ہو تو سنن ترک کرکے جماعت میں شامل ہو جانا چاہئے پھر ان سنتوں کو اپنے وقت یعنی ظہر میں ادا کرے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

وحکم الاربع قبل الجمعة کالاربع	جمعہ کی پہلی چار سنتوں کا حکم وہی ہے جو ظہر سے

---

[1] درمختار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۱۰۰

قبل الظہر کمالایخفی[1]۔	پہلی چار سنتوں کا ہے جیسا کہ واضح ہے (ت)

حاشیہ علامہ خیر الدین الرملی علی البحر الرائق میں فتاوٰی علامہ سراج الدین حانوتی سے ہے:

فعلی ماقالوہ فی المتون وغیرھا من ان سنۃ الظہر تقضی، یقتضی ان تقضی سنۃ الجمعۃ اذلافرق[2] اھ ثم نقل عن روضۃ العلماء ماردہ فی منحۃ الخالق وردالمحتار۔	اس بنا پر کہ جو فقہا نے کہا ہے کہ متون وغیرہ میں ہے کہ ظہر کی سنتیں ادا کی جائیں اس کا تقاضا ہے کہ جمعہ کی سنتیں بھی ادا کی جائیں کیونکہ ان میں کوئی فرق نہیں اھ پھر انہوں نے روضۃ العلماء سے وہ نقل کیا جسے منحۃ الخالق اور ردالمحتار میں رد کیا ہے (ت)

جامع الرموز میں ہے:

یترك سنۃ الظہر ولوحکما فیدخل فیہ سنۃ الجمعۃ فتقضی علی الخلاف سنۃ الظہر[3]	ظہر کی سنتیں چھوڑ دی جائیں اگرچہ ظہر حکمی ہو تو جوازِ ترک میں جمعہ کی سنتیں بھی داخل ہوں گی تو انہیں برخلاف سنت ظہر ادا کیا جائے (ت)

رہا علامہ شامی کا استدلال کہ:

قدیستدل للفرق بینھما بان القیاس فی السنن، عدم القضأ وقد استدل قاضی خاں لقضاء سنۃ الظہر بما عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا فاتتہ الاربع قبل الظہر قضاھن بعدہ فیکون قضاءھا ثبت بالحدیث علی خلاف القیاس[4]۔	بعض اوقات ان کے درمیان فرق کے لئے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ قیاس کا تقاضا ہے کہ سنن میں قضا نہیں، اور قاضی خاں نے ظہر کی سنتوں کی قضا پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ اگر ظہر سے پہلے کی چار رکعات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رہ جائیں تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظہر کے بعد انہیں ادا فرمایا کرتے تھے پس ان کی ادا خلاف قیاس حدیث سے ثابت ہوئی (ت)

---

[1] بحر الرائق باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۷۵

[2] حاشیہ منحۃ الخالق علی البحر الرائق قول حکم الاربع قبل الجمعۃ کے تحت مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۲/۷۵

[3] جامع الرموز، فصل ادراک الفریضۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۲۳

[4] ردالمحتار باب فصل ادراک الفریضۃ مصطفی البابی مصر ۱/۵۳۱

اس پر فقیر غفرلہ المولٰی التقدیر نے اپنی تعلیقات میں یہ لکھا:

اقول: فیه ان الحاق سنة الجمعة بسنة الظهر بدلیل المساواة فلایضرکون القضاء فیهن علی خلاف القیاس لان الالحاق دلالة لایختص بعقول المعنی کما نص علیه الامام ابن الهمام وغیره من الاعلام بل لقائل ان یقول ان سنة الجمعة من افراد سنة الظهر فلاالحاق فافهم وبالجملة فالاحوط الایتان بها خروجا عن العهدة بیقین[1]۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔	**اقول:** جمعہ کی سنتوں کوظہر کی سنتوں کے ساتھ مساوات کی بناء پر لاحق کرنے میں ان کو خلاف قیاس قضا کرنے میں کوئی ضرر نہیں کیونکہ دلالۃً الحاق کے لئے معقول المعنی ہونا ضروری نہیں جس طرح اس پر امام ابن الہمام وغیرہ نے تصریح کی ہے بلکہ قائل کے لئے یہ کہنا ممکن ہے کہ جمعہ کی سنتیں ظہر کی سنتوں کا ہی فرد ہیں تو پھر کوئی الحاق نہ ہوگا اسے سمجھو، الغرض احتیاط یہی ہے کہ انہیں بجالایا جائے تاکہ ذمہ داری سے بالیقین عہدہ برآ ہوا جاسکے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۴۱: ۲۸ محرم ۱۳۰۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فوت جماعت کے خوف سے سنتیں فجر کی ترک کیں اور جماعت میں شامل ہوگیا اب وہ ان سنتوں کو فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پیشتر پڑھے یا بعد؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

جبکہ فرض فجر پڑھ چکا تو سنتیں سورج بلند ہونے سے پہلے ہر گز نہ پڑھے، ہمارے ائمہ رحمہم اللہ تعالٰی عنہم کا اس پر اجماع ہے بلکہ پڑھے تو سورج بلند ہونے کے بعد دوپہر سے پہلے پڑھ لے، نہ اس کے بعد پڑھے نہ اس سے پہلے، ردالمحتار میں ہے:

اذا فاتت وحدها فلاتقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع لکراهة النفل بعد الصبح، واما بعد طلوع الشمس فکذالك عندهما وقال محمد احب الی ان یقضیها الی الزوال کما فی الدرر[2]۔	جب اکیلی سنن رہ گئی ہوں تو بالاجماع طلوع آفتاب سے پہلے انہیں قضانہ کرے کیونکہ اس وقت نفل نماز مکروہ ہے۔ رہا طلوع آفتاب کے بعد کا تو شیخین کے نزدیک یہی حکم ہے مگر امام محمد فرماتے ہیں کہ زوال سے پہلے پہلے ان کا ادا کرلینا مجھے پسند ہے جیسا کہ درر میں ہے (ت)

---

[1] جد الممتا علی ردالمحتار باب ادراک الفریضۃ المجمع الاسلامی مبارکپور (انڈیا) ۱/۲۴۳

[2] ردالمحتار باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۵۷

اور یہ خیال کہ اس میں قصداً وقت قضا کرانا ہے ناواقفی سے ناشی، یہ سنّتیں جب فرضوں سے پہلے نہ پڑھی گئیں خود ہی قضا ہوگئیں، اُن کا وقت یہی تھا کہ فرضوں سے پیشتر پڑھی جائیں، اب اگر فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پیشتر پڑھے گا جب بھی قضا ہی ہوں گی ادا ہر گز نہ ہوں گی **الاتری الی قولہ لاتقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع فقدسمی صلوتھا قبل الطلوع بعد الفرض قضاء** (آپ نہیں دیکھتے کہ انہوں نے کہا، بالاجماع طلوعِ آفتاب سے پہلے قضانہ کرے، اس میں فرض کے بعد طلوع سے پہلے نماز کو قضا کہا گیا ہے۔ ت) لیکن طلوع سے پہلے قضا کرنے میں فرض فجر کے بعد نوافل کا پڑھنا ہے اور یہ جائز نہیں، لہٰذا ہمارے اماموں نے اس سے منع فرمایا اور بعد طلوع وہ حرج نہ رہا لہٰذا اجازت دی۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۴۲: ازاوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۲۲ شعبان ۱۳۱۱ھ

اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ بکر وضو نماز فجر کا کرکے ایسے وقت میں آیا کہ امام قعدۂ اخیرہ میں ہے جو سنت پڑھتا ہے تو جماعت جاتی ہے اور جماعت میں ملتا ہے تو سنّتیں فوت ہوتی ہیں اس صورت میں سنّتیں پڑھے یا قعدہ میں مل جائے؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

اس صورت میں بالاتفاق جماعت میں شریک ہوجائے کہ جماعت میں ملنا سنّتیں پڑھنے سے اہم وآکد ہے، جب یہ جانے کہ سنّتیں پڑھوں گا تو جماعت ہو چکے گی بالاتفاق جماعت میں مل جانے کا حکم ہے اگرچہ ابھی امام رکعت ثانیہ کے شروع میں ہو، قعدہ تو ختم نماز ہے اس میں کیونکر امید ہوسکتی ہے کہ امام کے سلام سے پہلے یہ سنّتیں پڑھ کر جماعت میں مل سکے گا،

فی الدر المختار اذا خاف فوت رکعتی الفجر لاشتغالہ بسنتھا ترکھا لکون الجماعۃ اکمل[1] الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	درمختار میں ہے کہ سنتوں میں مصروفیت کی بناپر فجر کے فرائض کے فوت ہونے کا خوف ہو تو انہیں چھوڑدیا جائے کیونکہ جماعت ان سے اکمل ہے الخ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۹۹/۱

مسئلہ ۱۰۴۳: از مقام یومد قلعہ رام چھاؤنی ڈیرہ اسمٰعیل خاں رجمنٹ نمبر ۸ بنگال ملک وزیرستان مرسلہ عبداللہ خاں صاحب سوار ۱۳صفر ۱۳۲۰ھ

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال
(آپ سے ملاقات بھی ہر سوال کا جواب ہے اور بغیر قیل و قال آپ سے سوال حل ہوجاتا ہے)

بعد تمنا قدمبوسی کے مدعا یہ ہے کہ یہاں ہم لوگوں میں ایک حافظ قرآن شریف بہت عمدہ تلاوت کرتے ہیں سب جوانوں کا مشورہ ہوا کہ حافظ صاحب ہم کو پورا قرآن سنائیں سب کی صلاح سے بعد نماز عشاء پچھلی دو رکعت نفل میں دو پارے روز سنائے دس یوم بعد معلوم ہوا کہ نفلوں میں جماعت درست نہیں بعد کو سب کی رائے سے عشاء کے فرضوں میں دو رکعت پیشتر میں قرآن سنایا ۸ یوم سنا ہوگا کہ بعض نے کہا تمہاری نماز درست نہ ہوئی اب آپ لکھئے کہ کسی طرح قرآن شریف علاوہ رمضان مبارک سنانا درست ہے یا نہیں؟ اب سب کہتے ہیں وتروں میں سناؤ اور اب یہ بھی سنا ہے کہ سنتوں میں جماعت درست نہیں ہے پھر کیا بندوبست کیا جائے؟ اور جو نماز اس طور پر پڑھی ہے وہ قبول ہوئی یا پھر قضا کریں؟ یہ جگہ پہاڑ ہے ایک قلعہ ہے جس میں ہم قریب سَو جوانوں کے رہتے ہیں۔

الجواب:

استسقاء کے سوا ہر نماز نفل و تراویح و کسوف کے سوا ہر نماز سنت میں ایسی جماعت جس میں چار یا زیادہ شخص مقتدی بنیں مکروہ ہے اور وتروں کی جماعت غیر رمضان میں اگر اتفاقاً کبھی ہوجائے تو حرج نہیں مگر التزام کے ساتھ وہی حکم ہے کہ چار یا زیادہ مقتدی ہوں تو کراہت ہے اور فرضوں میں قرات طویل قدر سنت سے اس قدر زائد کہ مقتدیوں میں سے کسی شخص پر بار گزرے سخت ناجائز و گناہ ہے یہاں تک کہ اگر ہزار مقتدی ہیں اور سب خوشی سے راضی ہیں کہ قرات قدر سنت سے زیادہ پڑھی جائے مگر ایک شخص کو ناگوار ہے تو اسی ایک کا لحاظ واجب ہوگا اور قدر سنت سے بڑھانا گناہ ہوگا، درمختار میں ہے:

یصلی بالناس من یملك اقامۃ الجمعۃ رکعتین کالنفل وصلوۃ الکسوف سنۃ واختار فی الاسرار وجوبھا واختلف فی استنان صلوٰۃ	وہ شخص جو جمعہ قائم کرسکتا ہے لوگوں کو مثل نفل کے دو[2] رکعات نماز پڑھا سکتا ہے اور صلوٰۃ کسوف سنت ہے، اور اسرار میں اس کے وجوب کو مختار کہا ہے، نماز استسقاء کے سنت ہونے

الاستسقاء[1] وھو بلاجماعة مسنونة بل ھی جائزة[2] اھ ملتقطا۔	میں اختلاف ہے اور یہ بلاجماعت مسنون بلکہ جائز ہے اھ تلخیصًا(ت)

اُسی میں ہے:

لایصلی الوتر ولاالتطوع بجماعة خارج رمضان ای یکرہ ذلك الوعلی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد کمافی الدرر[3]۔	رمضان کے علاوہ وتر اور نوافل کو جماعت کے ساتھ ادانہ کیاجائے یعنی یہ عمل مکروہ ہے اگر علٰی سبیل التداعی ہو بایں طور کہ چارآدمی کسی ایک کی اقتداء کریں جیساکہ درر میں ہے(ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله یکرہ ذلك اشار الی ماقالوا ان المراد من قول القدوری فی مختصرہ لایجوز، الکراھة لاعدم اصل الجواز لکن فی الخلاصة عن القدوری انه لایکرہ وایدہ فی الحلیة بما اخرجه الطحاوی عن المسور بن مخرمة قال دفنا ابابکر رضی اللہ تعالٰی عنه لیلا فقال عمر رضی اللہ تعالٰی عنه انی لم اوتر فقام وصفنا وراءہ فصلی بنا ثلث رکعات لم یسلم الا فی اٰخرھن ثم قال ویمکن ان یقال الظاھر	ان کا قول "یکرہ ذلک" علماء کے اس قول کی طرف اشارہ ہے جوانھوں نے فرمایا کہ قدوری کے اپنی مختصر میں قول "لایجوز" کامعنی یہ ہے کہ کراہت ہے نہ کہ اصل جواز معدوم ہے لیکن خلاصہ میں قدوری سے ہے کہ یہ مکروہ نہیں، اور اس کی تائید حلیہ میں اس روایت سے کی ہے جو طحاوی نے حضرت مِسوَر بن مخرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم نے سیدنا ابوبکرصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کورات کو دفن کیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: میں نے ابھی وتر نہیں پڑھے، آپ کھڑے ہوئے تو ہم نے ان کے پیچھے صف بنالی تو انھوں نے ہمیں تین رکعات پڑھائیں اور ان کے آخر میں سلام پھیرا، پھر کہاکہ یہ کہنا

---

[1] درمختار باب الکسوف مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۱۱۷۔۱۱۸

[2] درمختار باب الاستسقاء مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۱۱۸

[3] درمختار آخر باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۹۹

ان الجماعة فيه غيرمستحبة. ثم ان كان ذلك احيانا كما فعل عمر رضى الله تعالٰى عنه كان مباحا غيرمكروه، وان كان على سبيل المواظبة كان بدعة مكروهة لانه خلاف المتوارث وعليه يحمل ماذكره القدورى فى مختصره وماذكره فى غيرمختصره يحمل على الاول[1]۔ والله تعالٰى اعلم۔	ممکن ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ وتروں میں جماعت غیر مستحب ہے، اور اگر یہ بعض اوقات ہو تو جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کیا تو یہ مباح غیر مکروہ ہے، اور اگر اس میں دوام ہو تو یہ بدعت ومکروہ ہے کیونکہ منقول کے خلاف ہے اور مختصر قدوری میں جو مذکور ہے اسے بھی اسی پر محمول کیاجائے گا اور مختصر کے علاوہ میں جو مذکور ہے اسے پہلی صورت پر محمول کیاجائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

درمختار میں ہے:

يكره تحريما تطويل الصلٰوة على القوم زائدا على قدرالسنة[2] الخ وتمام الكلام عليه فى ردالمحتار والحلية وغيرهما وبالبحث والتنقير يظهر ما ذكرنا۔	نماز کامقتدیوں پر قدرِ سنت سے زیادہ لمبا کرنا مکروہ تحریمی ہے، الخ اس پر تفصیلی کلام ردالمحتار اور حلیہ وغیرہ میں موجود ہے اور بحث وتمحیص سے وہ ظاہر ہوگا جو ہم نے ذکر کیا ہے (ت)

پس اگر اس کابندوبست منظور ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں:

(ا) یہ کہ فرضوں کی دورکعت پیشیں میں قراءت ہو اس شرط پر کہ جماعت کے آدمی گنے بندھے ہوں اور وہ سب دل سے اس تطویل پر راضی ہوں کسی کو گراں نہ گزرے،

ان الله لايمل حتى تملوا[3] كما فى الصحيح عن رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم۔	اللہ تعالٰی ملال نہیں دیتا یہاں تک کہ تم ملال میں ہو جاؤ، جیسا کہ صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کافرمان ہے (ت)

اگر یہ معدود لوگ راضی ہوں مگر جماعت میں یہی معین نہیں اور لوگ بھی آکر شریک ہوجاتے ہیں اور اُن کا اس تطویل پر راضی ہونا معلوم نہیں تو جائز نہ ہوگا حذرا عن الوقوع فی الحرام (حرام میں واقع ہونے

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۸

[2] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۸۳

[3] سنن ابوداؤد باب مایؤمر بہ من القصد فی الصلٰوۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۹۴

سے بچنے کے لئے۔ت)

(۲) سنتوں، نفلوں، وتروں میں حافظ قرات کرے اور ہر بار مختلف لوگ مقتدی ہوں کہ کسی بار میں تین سے زیادہ مقتدی نہ ہوں مثلاً عشاء کے بعد دوسنتوں مین تین مقتدیوں کے ساتھ آدھا پارہ پڑھ لیا پھر وتروں میں دوسرے تین آدمی شریک ہوگئے آدھاان میں پڑھا پھر نفلوں میں دوسرے تین مل گئے آدھااب پڑھا یا وتروں سے پہلے جتنے نفل چاہے امام نے مختلف تین تین آدمیوں کے ساتھ پڑھے کہ سَو یا زیادہ شخص سب کو حصہ رسد ایک قرات طویل میں شرکت پہنچ گئی۔

(۳) سنتوں خواہ نفلوں میں سب مقتدی ایک ساتھ شریک ہو کر ایک ہی بار میں ساری قرات سب سنیں مگریوں کہ مقتدی سب یا تین سے جتنے زیادہ ہیں یوں منت مان لیں کہ میں نے اللہ تعالٰی کے لئے نذر کی کہ یہ رکعتیں اس امام کے ساتھ باجماعت ادا کروں اس صورت میں بھی کراہت نہ رہے گی اگرچہ کوئی ایسی پسندیدہ بات یہ بھی نہیں، درمختار میں ہے:

فی الاشباہ عن البزازیۃ یکرہ الاقتداء فی صلٰوۃ رغائب وبرائۃ وقدر الااذا قال نذرت کذا رکعۃ بھذا الامام جماعۃاھ قلت وتتمۃ عبارۃ البزازیۃ من الامامۃ ولاینبغی ان یتکلف کل ھذا التکلف لامر مکروہ[1] اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اشباہ میں بزازیہ کے حوالہ سے ہے کہ نماز رغائب اور برائۃ (شب برات کی نماز) اور قدر (شبِ قدر کی نماز) میں اقتداء مکروہ ہے مگراس صورت میں جب کوئی یوں کہے کہ میں نے اللہ تعالٰی کے لئے نذر کی ہے کہ میں اس امام کی اقتداء میں یہ رکعتیں ادا کروں گا اھ قلّت بزازیہکے باب الامامت میں اختتامی عبارت یوں ہے کہ اس امر مکروہ کے لئے یہ تمام تکلّفات مناسب نہیں اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۴۴: ازاحمد آباد گجرات دکن محلّہ مرزاپورمدرسہ اسلامیہ مرسلہ شیخ علاء الدین صاحب ۲۲ربیع الاول شریف ۱۳۲۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ نزدیک امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور علمائے حنفیّہ کی نماز تہجد کی ساتھ جماعت کے پڑھنا جائز ہے یانہیں؟ اور دیگر ایام مخصوصہ مثلاً یومِ عاشورا وغیرہ میں نفل جماعت سے جائز ہیں یانہیں؟ اور یہاں کے مولوی نماز تہجد کی جماعت سے پڑھنا از حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما

---

[1] درمختار آخر باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۹۹

منصوص کہتے ہیں اور وقت تہجد کے جماعت بھی کرتے ہیں، آیا جماعت تہجّد اور نفلوں کی کرنا مستحب یا سنت کیا ہے؟ اور جبکہ بر عکس ہو تو کیا مکروہ ہے یا بدعت ہے یا کیا ہے؟ **اللھم اھدنا بینوا بحکم الکتاب توجروا یوم الحساب۔**

الجواب:

تراویح وکسوف واستسقاء کے سوا جماعت نوافل میں ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب معلوم ومشہور اور عامہ کتب مذہب میں مذکور ومسطور ہے کہ بلاتداعی مضائقہ نہیں اور تداعی کے ساتھ مکروہ۔ تداعی ایک دوسرے کو بلانا جمع کرنا اور اسے کثرت جماعت لازم عادی ہے اور اس کی تحدید امام نسفی وغیرہ نے کافی میں یوں فرمائی کہ امام کے ساتھ ایک دو شخص تک بالاتفاق بلا کراہت جائز اور تین میں اختلاف اور چار مقتدی ہوں تو بلاتفاق مکروہ، یہ تحدید امام شمس الائمہ سے منقول ہے کافی کا نص عبارت یہ ہے:

(لایصلی تطوع بجماعۃ الاقیام رمضان) وعن شمس الائمۃ ان التطوع بالجماعۃ انما یکرہ اذا کان علی سبیل التداعی امالو اقتدی واحد بواحد او اثنان بواحد لایکرہ واذا اقتدی ثلثۃ بواحد اختلف فیہ وان اقتدی اربعۃ بواحد کرہ اتفاقا[1]۔	(نفل جماعت کے ساتھ ادانہ کئے جائیں مگر رمضان کا قیام) شمس الائمہ سے یوں منقول ہے کہ نوافل کی جماعت اس صورت میں مکروہ ہے جب علٰی سبیل التداعی ہو، اگر ایک نے ایک کی اقتداء کی یا دو نے ایک کی تو کراہت نہیں، اور جب تین ایک کی اقتداء کریں تو اس میں اختلاف ہے اور اگر چار نے ایک کی اقتداء کی تو یہ بالاتفاق مکروہ ہے۔(ت)

اور اصح یہ ہے کہ تین مقتدیوں میں بھی کراہت نہیں، طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

قولہ اختلف فیہ والاصح عدم الکراھۃ[2]۔	ان کا قول "اختلف فیہ" اس میں اصح یہ ہے کہ کراہت نہیں۔(ت)

مگر انہیں امام شمس الائمہ سے خلاصہ وغیرہ میں یوں منقول کہ تین مقتدیوں تک بالاتفاق کراہت نہیں

---

[1] بحوالہ خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس عشر فی الامامۃ والاقتدائ مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۵۳

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح آخر باب الوتر مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۱۱

چار میں اختلاف ہے اور اصح کراہت۔ فتاوٰی خلاصہ کا نص عبارت کتاب الصلوٰۃ فصل خامس ۱۵ عشر میں یہ ہے:

اصل ھذا ان التطوع بالجماعۃ اذا کان علی سبیل التداعی یکرہ فی الاصل للصدر الشھید اما اذا صلی بجماعۃ بغیر اذان واقامۃ فی ناحیۃ المسجد لایکرہ وقال شمس الائمۃ الحلوانی رحمہ اللہ تعالٰی ان کان سوی الامام ثلثۃ لایکرہ بالاتفاق وفی الاربع اختلف المشائخ والاصح انہ یکرہ[1]۔	اس مسئلہ کی اصل یہ ہے کہ جب نوافل کی جماعت علٰی سبیل التداعی ہو تو صدر شہید کی اصل میں ہے کہ یہ مکروہ ہے لیکن اگر مسجد کے گوشے میں بغیر اذان وتکبیر نفل کی جماعت ہوئی تو کراہت نہیں، اور شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ اگر امام کے علاوہ تین افراد ہوں تو بالاتفاق کراہت نہیں اور اگر مقتدی چار ہوں تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، اور اصح کراہت ہے(ت)

بالجملہ دو مقتدیوں میں بالاجماع جائز اور پانچ میں بالاتفاق مکروہ، اور تین اور چار میں اختلاف نقل ومشائخ، اور اصح یہ کہ تین میں کراہت نہیں چار میں ہے، تو مذہب مختار یہ نکلا کہ امام کے سوا چار یا زائد ہوں تو کراہت ہے ورنہ نہیں، ولہٰذا درر وغرر پھر درمختار میں فرمایا:

یکرہ ذلک لوعلی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد[2]۔	اگر نفل کی جماعت علٰی سبیل التداعی ہو بایں طور پر کہ چار آدمی ایک کی اقتداء کریں تو مکروہ ہے(ت)

پھر اظہر یہ کہ یہ کراہت صرف تنزیہی ہے یعنی خلاف اولٰی لمخالفۃ التوارث (کیونکہ یہ طریقہ توارث کے خلاف ہے۔ت) نہ تحریمی کہ گناہ وممنوع ہو، ردالمحتار میں ہے:

فی الحلیۃ الظاھر ان الجماعۃ فیہ غیر مستحبۃ ثم ان کان ذلک احیانا کان مباحا غیر مکروہ وان کان علی سبیل المواظبۃ کان بدعۃ مکروھۃ لانہ خلاف المتوارث ھو یؤید ایضا مافی البدائع من قولہ	حلیہ میں ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ نفل میں جماعت مستحب نہیں پھر اگر کبھی کبھی ایسا ہو تو یہ مباح ہے مکروہ نہیں اور اس میں دوام ہو تو طریقہ متوارث کے خلاف ہونے کی وجہ سے بدعت مکروہ ہے اھ اس کی تائید بدائع کے اس قول سے

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس عشر الخ مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۱۵۴

[2] درمختار آخر باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۹۹

ان الجماعة فی التطوع لیست بسنة الا فی قیام رمضان۵ فان نفی السنیة لایستلزم الکراھة ثم ان کان مع المواظبة کان بدعة فیکرہ وفی حاشیة البحر للخیر الرملی علل الکراھة فی الضیأ والنھایة بان الوتر نفل من وجه والنفل بالجماعة غیرمستحب لانه لم تفعله الصحابة فی غیررمضان۵ وھو کالصریح فی انھا کراھة تنزیه تأمل[1] اھ اھ مختصرا۔	بھی ہوتی ہے کہ جماعت، قیام رمضان کے علاوہ نوافل میں سنت نہیں اھ کیونکہ نفی سنیت کراہت کو مستلزم نہیں پھر اگر اس میں دوام ہو تو یہ بدعت ومکروہ ہوگی، خیر رملی نے حاشیہ بحر میں کہا کہ ضیاء اور نہایہ میں کراہت کی علت یہ بیان کی ہے کہ وتر من وجہ نفل ہیں اور نوافل کی جماعت مستحب نہیں کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نے رمضان کے علاوہ وتر کی جماعت نہیں کرائی اھ یہ گویا اس بات کی تصریح ہی ہے کہ جماعت مکروہ تنزیہی ہے تامل اھ اھ اختصارًا (ت)

صلٰوۃ الرغائب وصلٰوۃ البرائۃ وصلٰوۃ القدر کہ جماعات کثیرہ کے ساتھ بکثرت بلاد اسلام میں رائج تھیں متاخرین کا اُن پر انکار اس نظر سے ہے کہ عوام سنت نہ سمجھیں ولہٰذا وجیز کردری میں بعد بحث وکلام فرمایا:

فلوترك امثال ھذہ الصلوات تارك لیعلم الناس انه لیس من الشعار فحسن[2]۔	اگر نمازوں کو کوئی اس لئے ترک کرتا ہے کہ لوگ جان لیں کہ یہ شعار اسلام نہیں تو یہ اچھا کام ہے۔ (ت)

اور بعض ناس کا غلو وافراط مسموع نہیں اور حدیث بروایت مجاہیل آنا موجب وضع نہیں نہ وضع حدیث موجبِ منع عمل ہے، عمل بالحدیث الموضوع اور عمل بمافی الحدیث الموضوع میں زمین آسمان کا بل ہے کما حققنا کل ذلك فی منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین (جیسا کہ ہم نے اس کی پوری تحقیق رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین" میں کی ہے۔ ت) خصوصا ان کا فعل بجماعت اجلہ اعاظم اولیائے کبار وعلمائے ابرار حتی کہ ایک جماعت تابعین کرام وائمہ مجتہدین اعلام سے ثابت ومنقول ہے، لطائف المعارف امام حافظ زین الدین ابن رجب میں ہے:

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۸/۲

[2] فتاوٰی بزازیہ علٰی حاشیۃ فتاوٰی ہندیہ کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵۴/۴

ليلة النصف من شعبان كان التابعون من اهل الشام كخالد بن معدان و مكحول ولقمان بن عامر وغيرهم يعظمونها ويجتهدون فيها فى العبادة وعنهم اخذالناس فضلها وتعظيمها، وقدقيل انه بلغهم فى ذلك اٰثار اسرائيلية، فلما اشتهر ذلك عنهم فى البلدان اختلف الناس فى ذلک، فمنهم من قبله ووافقهم على تعظيمها منهم طائفة من عباد اهل البصرة وغيرهم، وانكرذلك اكثرالعلماء من اهل الحجاز منهم عطاء وابن ابى مليكة وعبد الرحمٰن بن زيد بن اسلم عن فقهاء المدينة، وهو قول اصحاب مالك وغيرهم وذلك كله بدعة، واختلف علماء اهل الشام فى صفة احيائها على قولين احدهما انه يستحب احياؤها جماعة فى المساجد كان خالد بن معدان ولقمان بن عامر وغيرهما يلبسون فيها احسن ثيابهم ويتبخرون و يكتحلون و يقومون فى المساجد ليلتهم ذلك و وافقهم اسحٰق بن راهوية على ذلک[1] وقد ذكر بعده القول الاٰخر وهو كراهة الجماعة دون الانفراد وان عليه امام الشام الاوزاعى لكن فيه سقطا فى نسختى	یعنی اہل شام میں ائمہ تابعین مثل خالد بن معدان و امام مکحول و لقمان بن عامر وغیرہم شب برات کی تعظیم اور اس رات عبادت میں کوشش عظیم کرتے اور انہیں سے لوگوں نے اس کا فضل ماننا اور اس کی تعظیم کرنا اخذ کیا ہے، کوئی کہتا ہے انہیں اسباب میں کچھ آثار اسرائیلی پہنچے تھے، خیر جب ان سے یہ امر شہروں میں پھیلا علماء اس میں مختلف ہوگئے ایک جماعت نے اسے قبول کیا اور تعظیم شب برات کے موافق ہوئے ان میں سے ایک گروہ عابدین اہل بصرہ وغیرہم ہیں، اور اکثر علماء نے اس کا انکار کیا اُن میں سے ہیں امام عطاء وابن ابی ملیکہ و عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم فقہائے مدینہ سے ہیں اور یہ قول مالکیہ وغیرہم کا ہے کہ یہ سب نوپیدا ہے، علمائے اہل شام اس رات کی شب بیداری میں کہ کس طرح کی جائے دو قول پر مختلف ہوئے، ایک قول یہ ہے کہ مسجدوں میں جماعت کے ساتھ مستحب ہے، خالد بن معدان و لقمان بن عامر وغیرہما اکابر تابعین اس رات اچھے سے اچھے کپڑے پہنتے، بخور کا استعمال کرتے، سرمہ لگاتے اور شب کو مسجدوں میں قیام فرماتے، امام مجتہد اسحٰق بن راہویہ نے بھی اس بارے میں ان کی موافقت فرمائی الخ، دوسرا قول یہ کہ مساجد میں اس کی جماعت مکروہ ہے اور یہ قول شام کے امام وفقیہ وعالم امام اوزاعی کا ہے۔ لیکن میرے پاس موجود نسخہ سے

---

[1] لطائف المعارف المجلس الثانی فی ذکر نصف شعبان دار ابن کثیر بیروت ص ۲۶۳

فلم یتیسرلی نقلہ ویتضح بما اذکرہ عن الشرنبلالی فانہ انما اخذہ عنہ۔	کچھ عبارت ساقط ہے اس کی عبارت نقل کرنا میسر نہیں اس کی وضاحت اس سے ہوجائے گی جسے میں شرنبلالی کے حوالے سے ذکر کررہاہوں کیونکہ انہوں نے اس سے اخذ کیا ہے۔

مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں ہے:

انکرہ اکثر العلماء من اھل الحجاز منھم عطاء وابن ابی ملیکۃ وفقھاء اھل مدینۃ واصحاب مالك وغیرھم وقالوا ذلك کلہ بدعہ ولم ینقل عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولاعن اصحابہ احیاء لیلتی العید جماعۃ واختلف علماء الشام فی صفۃ احیاء لیلۃ النصف من شعبان علی قولین احدھما انہ استحب احیاؤہ بجماعۃ فی المسجد طائفۃ من اعیان التابعین کخالد بن معدان ولقمان بن عامر ووافقھم اسحٰق بن راھویۃ والقول الثانی انہ یکرہ الاجتماع لھا فی المساجد للصلٰوۃ وھذا قول الاوزاعی امام اھل الشام وفقیھھم وعالمھم۔[1]	اہل حجاز میں سے اکثر علماء نے اس کا انکار کیا ہے ان میں سے ہیں امام عطاء وابن ابی ملیکہ وفقہاء مدینہ اور اصحاب امام مالک وغیرہم۔ یہ علماء کہتے یہ سب نوپیدا ہے۔ نہ ہی نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عیدین کی دونوں راتوں کی باجماعت شب بیداری منقول ہے اور نہ ہی صحابہ کرام سے مروی ہے، اور علماء شام بیداری شب برات میں کہ کس طرح کی جائے دو قول پر مختلف ہوئے، ایک قول یہ ہے کہ مسجدوں میں جماعت کے ساتھ بیداری مستحب ہے یہ قول اکابر تابعین مثل خالد بن معدان اور لقمان بن عامر کا ہے، امام مجتہد اسحٰق بن راہویہ نے بھی اس بارے میں ان کی موافقت فرمائی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مساجد میں اس کی جماعت مکروہ ہے یہ قول اہل شام کے امام وفقیہ وعالم امام اوزاعی کا ہے۔ (ت)

شیخ محقق اعلم علماء الہند مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ، ماثبت بالسنۃ میں حدیث صلٰوۃ الرغائب پر محدثین کا کلام ذکر کرکے ارشاد فرماتے ہیں:

ھذا ماذکرہ المحدثون علی طریقھم فی تحقیق	یعنی وہ کلام ہے کہ محدثین نے اپنے طریقہ تحقیق اسناد

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح آخر باب الوتر واحکامہ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۰۔۲۱۹

الاسانید ونقد الاحادیث وعجبا منهم ان یبالغوا فی هذا الباب هذه المبالغة و یکفیهم ان یقولوا لم یصح عندنا ذلك و واعجب من الشیخ محی الدین النووی مع سلوکه طریق الانصاف فی الابواب الفقهیة وعدم تعصبه مع الحنفیة کماهو داب الشافعیة فمانحن فیه اولی بذلك لنسبة الی المشائخ العظام والعلماء الکرام قدس اسرارهم[1]۔	وتنقید آثار پر ذکر کیا اور ان سے اس قدر مبالغہ کا تعجب ہے انہیں اتنا کہنا کافی نہ تھا کہ حدیث ہمارے نزدیک درجہ صحت کو نہ پہنچی، اور زیادہ تعجب امام محی الدین نووی سے ہے کہ وہ تومسائل فقہ میں راہ انصاف چلتے ہیں اور دیگر شافعیہ کی طرح حنفیّہ کے ساتھ تعصب نہیں رکھتے، تو یہ مسئلہ جس میں ہم بحث کررہے ہیں زیادہ انصاف وترک افراط کے لائق تھا اس لئے کہ یہ فعل اولیائے عظام وعلمائے کرام قدست اسرارہم کی طرف منسوب ہے۔

پھر شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی نے دربارہ صلوٰۃ الرغائب خود نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک حدیث بحوالہ جامع الاصول کتاب امام رزین سے نقل کی جس کی وضع اس لئے ہے کہ صحاح ستّہ کی حدیثیں جمع کرے اور اس کے آخر میں ابن اثیر سے نقل کیا:

هذا الحدیث مما وجدته فی کتاب رزین ولم اجده فی واحد من الکتب الستة و الحدیث مطعون فیه[2]۔	یعنی یہ حدیث میں نے کتاب رزین میں پائی اور صحاح ستہ میں مجھے نہ ملی اور اس پر جرح ہے۔

پھر فرمایا:

وقد وقع فی کتاب بهجة الاسرار ذکر لیلة الرغائب فی ذکر سیدنا وشیخنا القطب الربانی وغوث الصمدانی الشیخ محی الدین عبدالقادر الحسینی الجیلانی رضی الله تعالٰی عنه قال اجتمع المشائخ وکانت لیلة الرغائب الٰی اٰخر ماذکر من الحکایة	یعنی کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف میں حضور پرنور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ذکر اقدس میں صلوٰۃ الرغائب کا ذکر آیا ہے کہ شب رغائب میں اولیاء جمع ہوئے الٰی آخر کلماتہ، نیز امام ابوالحسن نورالدین علی قدس سرہ، نے بسند خود حضرات عالیات سیّدنا سیف الدین عبدالوہاب وسیّدنا

---

[1] ماثبت من السنۃ صلوٰۃ الرغائب مطبوعہ ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور ۱/۲۴۶

[2] ماثبت من السنۃ صلوٰۃ الرغائب مطبوعہ ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور ۱/۲۴۶

وذکر ایضا انه نقل عن الشیخین القدوتین الشیخ عبدالوهاب والشیخ عبدالرزاق قالا بکر الشیخ بقابن بطوسحر یوم الجمعة الخامس من رجب السنة ثلث واربعین وخمسمائة الی مدرسة والدنا الشیخ محی الدین عبدالقادر رضی الله تعالٰی عنه و قال لنا الاسألتمونی عن سبب بکوری الیوم انی رأیت البارحة نوراضائت به الافاق وعم اقطار الوجود ورأیت اسرارذوی الاسرار فمنها مایتصل به ومنها مایمنعه مانع من الاتصال به وما اتصل به سر الاتضاعف نوره فتطالبت ینبوع ذلك النور فاذا هوصادر عن الشیخ عبدالقادر فاردت الکشف عن حقیقته فاذا هو نور شهوده قابل نورقلبه وتقادح هذان النوران وانعکس ضیاؤهما علی مرأة حاله واتصلت اشعة المتقادحات من محط جمعه الی وصف قربه فاشرق به الکون ولم یبق ملك نزل اللیلة الااتاه وصافحه واسمه عندهم الشاهد والمشهود قالا فاتیناه رضی الله تعالٰی عنه وقلنا له اصلیت اللیلة صلوة الرغائب فانشد ؎

اذا نظرت عینی وجوہ حبائبی
فتلك صلاتی فی لیالی الرغائب

تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق ابنائے حضور پرنور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کی کہ روزجمعہ پنجم رجب ۵۴۳ کو حضرت شیخ بقابن بطو قدس سرہ العزیز صبح تڑکے مدرسہ انور حضور پرنوررضی اللہ تعالٰی عنہ میں حاضر آئے اور ہم سے کہا مجھ سے پوچھتے نہیں کہ اس قدر اول وقت کیوں آیا میں نے آج کی رات ایک نور دیکھا جس سے تمام آفاق روشن ہوگئے اور جمیع اقطار عالم کو عام ہوا اور میں نے اہل اسرار کے اسرار دیکھے کہ کچھ تو اس نور سے متصل ہوئے ہیں اور کچھ کسی مانع کے سبب اتصال سے رک گئے ہیں جو اس سے اتصال پاتا ہے اس کا نور دوبالا ہوجاتا ہے تو میں نے غور کیا کہ اس نور کا خزانہ و منبع کیا ہے کہاں سے چمکا ہے ناگاہ کھلا کہ یہ نور حضور پرنور سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صادر ہوا ہے اب میں نے اس کی حقیقت پر اطلاع چاہی تو معلوم ہوا کہ یہ حضور کے مشاہدے کا نور ہے کہ حضور کے نور قلب سے مقابل ہوکر ایک کی جوت دوسرے پر پڑی اور دونوں کی روشنی حضور کے آئینہ حال پر منعکس ہوئی اور یہ آپس میں ایک دوسرے کی جوت بڑھانے والے نوروں کے بقعے حضور کے مقام جمع سے منزلت قرب تک متصل ہوئے کہ سارا جہان اس سے جگمگا اٹھا اور جتنے فرشتے اس رات اُترے تھے سب نے حضور کے پاس آکر حضور سے مصافحہ کیا (اور بہجۃ الاسرار شریف میں فقیر نے یوں دیکھا کہ کوئی فرشتہ باقی نہ رہا جو اُس رات زمین پر نہ اُترا اور حضور کے پاس آکر حضور سے مصافحہ

وجوہ اذا ما اسفرت عن جمالھا اضاءت لھا الاکوان من کل جانب ومن لم یوف الحب مایستحقہ فذاك الذی لم یأت قط بواجب اھ [1] ما نقلہ الشیخ قدس سرہ و الذی راٰہ العبد الضعیف غفر اللہ لہ فی البھجۃ الکریمۃ نصہ ھکذا ولم یبق ملك انزل اللیلۃ الی الارض واتاہ وصافحہ [2] الخ	کیا فرشتوں کے یہاں حضور کا نام پاک شاہد مشہود ہے (شاہد کہ مشاہدہ والے ہیں اور مشہود کہ سب ملائکہ ان کے پاس آئے قال تعالٰی اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝۷۸ [3] (ای تشھدہ الملئکۃ) دونوں شاہزادگان دوجہاں نے فرمایا ہم یہ سن کر حضور پرنور کے پاس حاضر ہوئے اور حضور سے عرض کی کیا آج کی رات حضور نے صلوٰۃ الرغائب پڑھی (یعنی جس کے انوار یہ چمکے یہ شب شب رغائب ہی تھی کہ رجب کی نوچندی شب جمعہ تھی) حضور پرنور رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس پر یہ اشعار ارشاد فرمائے: جب میری آنکھ میری پیاریوں کے چہرے دیکھے تو یہ شبہائے رغائب میں میری نماز ہے، وہ چہرے کہ جب اپنے جمال کا جلوہ دکھائیں تو ہر طرف سے سارا جہان چمک اُٹھے اور جس نے محبت کا حق پورا نہ کیا وہ کبھی کوئی واجب نہ لایا (پیاریاں عالم قدس کی تجلّیاں ہیں) (اور بہجۃ الاسرار شریف میں فقیر نے یوں دیکھا کہ کوئی فرشتہ باقی نہ رہا جو اُس رات زمین پر نہ اُترا اور حضور کے پاس آکر حضور سے مصافحہ نہ کیا ہو یعنی تمام ملائکۃ اللہ زمین پر آئے اور محبوب خدا سے مصافحے کئے) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴۵: از ریاست جاورہ مکان عبدالمجید خاں صاحب سرشتہ دار ۱۸ جمادی الاولٰی ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ بعد وتر کے نفل جو پڑھے جاتے ہیں اُن کا بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے یا کھڑے ہو کر؟ کتاب مالابدمنہ ہندی میں صفحہ ۴۵ سطر ۵ میں تحریر ہے کہ بعد وتر کے دو رکعت بیٹھ کر پڑھنا مستحب ہے۔

الجواب:

کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے، بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ثواب ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان صلی قائما فھو افضل ومن صلی قاعدا فلہ نصف اجرا لقائم [4]۔ رواہ البخاری عن عمران بن حصین	اور اگر کھڑے ہو کر پڑھے تو وہ افضل ہے اور جو بیٹھ کر پڑھے اس کے لئے کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے نصف ثواب ہے۔ اسے بخاری نے حضرت

---

[1] ماثبت من السنۃ صلوٰۃ الرغائب مطبوعہ ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور ص ۲۴۸

[2] بہجۃ الاسرار مصطفی البابی مصر ص ۵۸

[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۸

[4] صحیح البخاری باب صلوٰۃ القاعد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۵۰

رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن الصحابۃ جمیعا۔	عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے، اور جمیع صحابہ سے اللہ راضی ہو۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ رکعتیں بیٹھ کر بھی پڑھی ہیں:

کما عند مسلم عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت بعد ماذکرت وترہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثم یصلی رکعتین بعد ما یسلم وھو قاعد[1] ولاحمد عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یصلیھما بعد الوتر وھو جالس[2]۔	جیسے کہ مسلم میں ہے حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نماز وتر ذکر کرنے کے بعد فرماتی ہیں کہ پھر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد بیٹھ کر دو رکعات نماز ادا کرتے۔ اور امام احمد نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وتروں کے بعد بیٹھ کر دو رکعات نماز ادا فرماتے تھے (ت)

اور کبھی ان میں قعود وقیام کو جمع فرمایا ہے کہ بیٹھ کر پڑھتے رہے جب رکوع کا وقت آیا کھڑے ہو کر رکوع فرمایا،

فلا بن ماجۃ عن ام المومنین ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یصلی بعد الوتر رکعتین خفیفتین وھو جالس فاذا اراد ان یرکع قام فرکع[3]۔	ابن ماجہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وتروں کے بعد دو رکعات نماز اختصار کے ساتھ بیٹھ کر ادا کرتے تھے اور جب آپ رکوع کا ارادہ فرماتے تو قیام فرماتے پھر رکوع کرتے (ت)

مگر بیٹھ کر پڑھنا دوگانہ تھا بلکہ اس بات کے بیان کے لئے کہ بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے جیساکہ خود ان نفلوں کا پڑھنا بھی اس بیان کے واسطے تھا کہ وتر کے بعد نوافل جائز ہیں اگرچہ اولٰی یہ ہے کہ جتنے نوافل پڑھنے ہوں سب پڑھ کر آخر میں وتر پڑھے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اجعلوا اٰخر صلٰوتکم باللیل وترا[4]۔ رواہ	اپنی نماز شب میں سب سے آخر وتر رکھو۔ اسے

---

[1] صحیح مسلم باب صلٰوۃ اللیل وعدد رکعات النبی الخ مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۱/۲۵۶

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث عائشۃ الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا مطبوعہ دارالفکر بیروت ۶/۵۴

[3] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی رکعتین بعدالوتر جالسا مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۵

[4] صحیح مسلم باب صلٰوۃ اللیل وعدد رکعات النبی الخ مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۱/۲۵۷

مسلم عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا	مسلم نے ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے۔

مسلم امام نووی منہاجپھر علامہ قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ھاتان الرکعتان فعلھما رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جالسا لبیان جواز الصلٰوۃ بعد الوتر وبیان جواز النفل جالسا ولم یواظب علی ذلک[1]۔	ان دو رکعات کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس لئے بیٹھ کر ادا فرماتے تھے تاکہ وتر کے بعد جوازِ نماز اور بیٹھ کر جوازِ نفل کا اظہار ہوجائے، البتہ آپ نے اس پر ہمیشگی نہیں فرمائی (ت)

بلکہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمیشہ یہ نفل بیٹھ کر پڑھتے جب بھی ہمارے لئے کھڑے ہو کر پڑھنا ہی افضل ہوتا کہ یہ حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اپنے لئے فعل ہوتا اور ہمارے لئے صاف وہ ارشاد قولی ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور بیٹھے کا ثواب آدھا ہے، اور اصول کا قاعدہ ہے کہ قول فعل میں ترجیح قول کو ہے کہ فعل میں احتمال خصوصیت ہے نہ کہ یہاں تو صریحًا بیان خصوصیت فرمایا ہے، صحیح مسلم شریف میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے: "مجھے حدیث پہنچی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹھے کی نماز آدھی ہے، میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹھے کی نماز آدھی ہے میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو خد حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو بیٹھ کر نماز پڑھتے پایا میں نے سرِ انور پر ہاتھ رکھا[2] (**اقول:** یعنی یہ خیال گزرا کہ شاید بخار وغیرہ کے سبب بیٹھ کر پڑھ رہے ہوں)

وھذا بحمداللہ منزع نفیس واضح لیستغنی بہ عما اطال الطیبی عـــہ وابن حجر و	الحمداللہ یہ بات عمدہ، نفیس علامہ طیّبی، ابن حجر اور اور واضح ہونے کے ساتھ ساتھ اس طویل گفتگو سے مستغنی کردیتی ہے علامہ طیّبی ابن حجر اور

عـــہ: (فوجدتہ یصلی جالسا فوضعت یدی) لعلہ بعد الفراغ من الصلٰوۃ ثم رأیت	(تو میں نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے پایا تو میں نے سرِ انور پر ہاتھ رکھ دیا) شاید یہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد کا معاملہ ہو (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ باب القصد فی العمل فصل اول مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ ملتان ۳/ ۱۶۳

[2] صحیح مسلم باب جواز النافلۃ قائما وقاعدا الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۵۳

القاری و وقعوا فیماکان لهم مندوحة	ملاعلی قاری نے کی اور یہ حضرات طوالت کے باعث

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ابن حجر جزم به وقال بعد فراغه اذلایظن به الوضع قبله (علی رأسه) ای لیتوجه الیه وکانه کان هناك مانع من ان یحضر بین یدیه ومثل هذا لایسمی خلاف الادب عند طائفة العرب لعدم تکلفهم وکمال تألفهم وکذلك فی قولهم له انت دون انتم الذی هو مقتضی حسن الأداب فی معرض الخطاب لایتوجه علی قائله العتاب وتکلف الطیبی هنافی شرح الکتاب واورد السؤال والجواب ونسب قلة الادب الی الاصحاب وقال علی وجه الاطناب فان قلت الیس یجب علیه خلاف ذلك توقیرا له علیه الصلٰوة والسلام قلت لعله صدر عنه لاعن قصد اولعله استغرب کونه علی خلاف ماحدث عنه واستبعده فاراد تحقیق ذلك فوضع

پھر میں نے دیکھا کہ ابن حجر نے یہ کہتے ہوئے اس پر جزم کا اظہار کیا کہ یہ معاملہ فراغت کے بعد ہوا کیونکہ اس سے پہلے ہاتھ رکھنے کے بارے میں سوچا ہی نہیں جاسکتا (آپ کے سر اقدس پر) یعنی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوں اور گویا آپ کے سامنے آنے سے وہاں کوئی رکاوٹ تھی اور ایسے طریقے کو بعض عربوں کے ہاں عدم تکلف اور کمال محبت کی وجہ سے خلاف ادب تصور نہیں کیا جاتا اور اسی طرح بعض عربوں کا آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے "اَنْتَ" (تُو) استعمال کرنا نہ کہ "انتم" (تم) جو کہ خطاب کے موقع پر حسن آداب کا مقتضی ہے، اس کے قائل پر عتاب کا موجب نہیں بنتا، علامہ طیّبی نے کتاب کی شرح میں اس مقام پر تکلف کرتے ہوئے سوال وجواب وارد کیا اور صحابہ کی طرف قلّت ادب کی نسبت کی اور طوالت سے کام لیتے ہوئے سوالًا کہا اگر تو کہے کیا ان پر حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی تعظیم وتوقیر کے پیش نظر اس کے خلاف عمل لازم نہ تھا؟ جوابًا کہا میں کہتا ہوں شاید ان سے یہ معاملہ عدم دانستگی میں ہوا ہو یا ممکن ہے کہ انہوں نے ان سے حادث شدہ واقعہ کے خلاف معاملہ کو نہایت ہی اجنبی اور بعید تصور کیا اور اس کی تحقیق کا (باقی اگلے صفحہ پر)

عنه وبالله التوفيق۔	ایسی چیز میں واقع ہوئے جس سے محفوظ رہنا اللہ تعالٰی کی توفیق سے ان کے لئے مفید تھا(ت)

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ بن عمر! کیا ہے؟ میں نے عرض کی یارسول اللہ!

يده على رأسه ولذلك انكر صلى الله تعالٰى عليه وسلم بقوله مالك الخ فسماه ونسبه الى ابيه وكذا قول عبدالله و انت تصلى قاعدا فانه حال مقررة لجهة الاشكال، ثم رأيت ابن حجر قال كان ذلك فى عادتهم يفعله المستغرب الشيئ المتعجب من وقوعه مع من استغرب منه ذلك فلاينافى المتعارف الا ان ذلك خلاف الادب ونظيره ان بعض العرب كان ربما لمس لحيته الشريفة عند مفاوضته معه اھ وقد شوهد فى زماننا ان بعض اجلاف العرب يمسك لحية شريف مكة ويقول انا فداك ياحسن والحال انه قديكون نعله معلقاً فى اصبعه ف منه(م)	ارادہ کرتے ہوئے اپنا ہاتھ سراقدس پر رکھ دیا اسی لئے سرورعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ناپسند کیااور فرمایا تجھے کیاہوگیا ہے؟ الخ توآپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کا نام لیااور ان کی نسبت ان کے باپ کی طرف کی۔ اور اسی طرح حضرت عبداللہ کا قول کہ آپ بیٹھ کر نماز ادافرمارہے ہیں کیونکہ یہ حال جہت اشکال کو پختہ کررہاہے پھر میں نے ابن حجر کو دیکھاکہ انہوں نے یہاں یہ لکھاہے کہ عربوں کی عادات میں سے ہے کہ جب کوئی ان میں سے کسی سے ایسی چیز دیکھتاہے جونہایت اجنبی ہو تووہ ایساہی کرتاہے تو یہ متعارف کے منافی نہیں البتہ خلاف ادب ہے جوخلاف ادب ہو اس کی نظیر یہ ہے کہ بعض عرب گفتگو وملاقات کے وقت آپ کی داڑھی مبارک کو مَس کرتے تھےاھ اور ہمارے دور میں اس کامشاہدہ یون کیاجاسکتاہے کہ بعض بزرگ عرب شریف مکہ کی داڑھی پکڑ کر یہ کہتے ہیں اے حسن میں تجھ پر فدا۔ حالانکہ اس کا جوتا اس کی انگلیوں کے ساتھ لٹک رہاہوتاہے ۱۲منہ (ت)

ف: حاشیہ کی عبارت مرقات مشکوٰۃ سے نقل کی گئی ہے مطالعہ کیلئے باب القصد فی العمل جلد سوم مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ص ۱۵۹ ملاحظہ ہو۔ **نذیر احمد سعیدی**

میں نے سنا تھا کہ حضور نے فرمایا بیٹھے کی نماز آدھی ہے اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں۔ فرمایا: اجل ولکن لست کاحد منکم[1] ہاں بات وہی ہے کہ بیٹھے کا ثواب آدھا ہے مگر میں تمہاری مثل نہیں میرے لئے ہر طرح پورا کامل اکمل ثواب ہے یہ میرے لئے خصوصیت وفضل رب الارباب ہے۔ مرقاۃ میں ہے:

یعنی ھذا من خصوصیاتی ان لاینقص ثواب صلواتی علی ای وجه تکون من جلواتی و ذلك فضل الله یؤتیه من یشاء قال تعالٰی وکان فضل الله علیك عظیما[2]۔ والله تعالٰی اعلم۔	آپ کی مراد یہ ہے کہ یہ میری خصوصیت ہے کہ میری نماز جس طریقہ پر بھی ہو اس کے ثواب میں کمی نہیں کی جاتی کہ میری نماز میرے خاص تعلق سے ہے اور یہ اللہ تعالٰی کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے آپ کی ذاتِ اقدس پر اللہ تعالٰی کا فضل عظیم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۴۶: از بھنڈی بازار کارخانہ کرسی مرسلہ ننھے خاں ولد احمد خاں معمار ۲۹ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کی کیا ترکیب اور اس کا کیا وقت ہے؟

الجواب:

اس نماز کی بہت فضیلت اور بڑا ثواب، اور اس میں بڑی معافی کی اُمید ہے وہ چار رکعت نفل ہے کہ غیر وقت کروہ میں ادا کی جائے یعنی صبح صادق کے طلوع ہونے سے آفتاب نکل کر بلند ہونے تک جائز نہیں اور ٹھیک دوپہر کو جائز نہیں، اور جب آفتاب ڈوبنے کے قریب آئے کہ اس پر نگاہ بے تکلف ٹھہرنے لگے اس وقت جائز نہیں، نماز عصر کے فرض پڑھنے کے بعد شام تک جائز نہیں، جس وقت امام خطبہ پڑھ رہا ہو اس وقت جائز نہیں غرض جتنے وقت نفل نماز کی کراہت کے ہیں اُن اوقات سے بچ کر جس وقت چاہے پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ ظہر سے پہلے پڑھے[3] کما فی الھندیۃ عن المضمرات عن المعلی (جیسا کہ ہندیہ میں مضمرات اور معلّی کے حوالے سے ہے۔ ت) اور افضل دن جمعہ کا ہے اور اس کا مناسب طریقہ کہ ہمارے ائمہ کرام کے مذہب سے موافق ہے یہ ہے کہ سبحٰنك اللھم پڑھ کر پندرہ ۱۵ بار سبحٰن الله والحمدلله ولا اله

---

[1] صحیح مسلم باب جواز النافلۃ قائماً وقاعداً مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۵۳

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القصد فی العمل فصل ثالث مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۱۶۰

[3] فتاوٰی ہندیہ باب التاسع فی النوافل مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۱۳

الااللہ واللہ اکبر پھر **الحمد** وسورت پڑھ کر یہی کلمہ دس بار پھر رکوع میں تسبیحات رکوع کے بعد دس بار پھر رکوع سے کھڑے ہو کر ربنا ولک الحمد کے بعد دس بار پھر سجدہ میں تسبیحوں کے بعد دس بار پھر سجدہ سے سراٹھا کر دس بار پھر دوسرے سجدہ میں اسی طرح دس بار، یہ ایک رکعت میں پچھتّر بار ہوا، پھر دوسری رکعت کو کھڑا ہو کر الحمد سے پہلے پندرہ بار پھر الحمد وسورت کے بعد دس بار پھر رکوع میں بدستور کہ یہ بھی پچھتّر ہوئے، اسی طرح باقی دونوں رکعتوں میں بھی کہ یہ سب مل کر تین سو بار ہو جائیں گے، سورت کا اختیار ہے جو چاہے پڑھے اور بہتر یہ کہ پہلی رکعت میں الھٰکم التکاثر دوسری میں والعصر تیسری میں قل یاایھاالکٰفرون چوتھی میں قل ھواللہ، یہ نماز ہر روز پڑھے ورنہ ہر جمعہ ورنہ ہر مہینے ورنہ سال میں ایک بار تو ہو جایا کرے اور نہ ہو تو عمر بھر میں ایک بار تو ہو جائے کہ اس میں بڑی دولت ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۴۷: ازاروہ نگلہ ڈاک خانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مسئولہ جناب محمد صادق علی صاحب رمضان ۱۳۳۰ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چار رکعت تراویح یا اور نوافل ایک نیت سے پڑھے قعدۂ اولٰی میں درود شریف ودعا اور تیسری رکعت میں سبحٰنك اللھم پڑھے یا نہیں؟

الجواب:

پڑھنا بہتر ہے، درمختار میں ہے:

لایصلی علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی القعدۃ الاولٰی فی الاربع قبل الظھر والجمعۃ وبعدھا لایستفتح اذا قام الی الثالثۃ منھا وفی البواقی من ذوات الاربع یصلی علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویستفتح ویتعوذ ولو نذرا لان کل شفع صلٰوۃ[1]۔	ظہر اور جمعہ کی پہلی چار سنتوں اور بعد کی چار سنتوں کے پہلے قعدہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں درود شریف نہ پڑھا جائے اور تیسری رکعت میں ثناء بھی نہ پڑھی جائے اور باقی چار رکعتوں والی سنتوں اور نفلوں میں درود شریف پڑھا جائے، تیسری رکعت میں ثناء اور تعوذ بھی پڑھا جائے گا اگرچہ اس نے نوافل کی نذرمانی ہو کیونکہ یہ جوڑا جوڑا نماز ہے۔(ت)

مگر تراویح خود ہی دو رکعت بہتر ہے لانہ ھوالمتوارث (کیونکہ طریقہ متوارثہ یہی ہے۔ت) تنویر میں ہے: عشرون رکعۃ بعشر تسلیمات[2] (بیس رکعتیں دس سلاموں کے ساتھ پڑھائی جائیں۔ت)

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۹۵/۱

[2] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۹۸/۱

سراجیہ میں ہے:

کل ترویحۃ اربع رکعات بتسلیمتین[1] ۔	ہر ترویحہ چار رکعتوں کا دو سلاموں کے ساتھ پڑھا جائے۔ (ت)

یہاں تک کہ اگر چار یا زائد ایک نیت سے پڑھے گا تو بعض ائمہ کے نزدیک دو ہی رکعت کے قائم مقام ہونگی اگرچہ صحیح یہ ہے کہ جتنی پڑھیں شمار ہوں گی جبکہ ہر دو رکعت پر قعدہ کرتا رہا ہو۔ عالمگیری میں ہے:

ان قعد فی الثانیۃ قدر التشھد اختلفوا فیہ فعلی قول العامۃ یجوز عن تسلیمتین وھو الصحیح ھکذا فی فتاوی قاضی خاں[2] ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اگر دوسری رکعت میں تشہد کی مقدار نمازی بیٹھ گیا تو اس میں اختلاف ہے اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ دو سلاموں کے قائم مقام ہے اور یہی ہے صحیح ہے، فتاوی قاضی خاں میں اسی طرح ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۴۸: مسئولہ علی حسین صاحب از آنولہ محلّہ خیل حکیمان معرفت جناب حاجی علیم اللہ صاحب ۱۷ رمضان ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ رمضان شریف میں لڑکوں کے پیچھے دن میں دو تین بالغ حافظ وغیرہا نماز کے اندر قرآن مجید سنتے ہیں یہ امر مشروع ہے یا نہیں؟ بظاہر ف کتب فقہیہ سے مفہوم ہوتا ہے کہ نوافل روز میں سرًّا پڑھنا واجب ہے بموجب اس کے لڑکا ہو یا بالغ اس کی نماز کراہت تحریمی سے تو خالی نہ ہوگی یہ اور بات ہے کہ لڑکے کے ذمہ اعادہ واجب نہ ہوا جیسا کہ لڑکا اگر نماز نفل کو فاسد کردے گا تو اجماعًا اس کے ذمے قضا نہ آئے گی اور یہ اقتدا لڑکے کے پیچھے مختار مذہب کے موافق تو صحیح ہی نہیں ہے اس کے متعلق جواب بالصواب بحوالہ عبارت کتب فقہیہ تحریر فرمایئے، اجر جزیل کے عنداللہ مستحق ہوجیئے۔ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

یہ امر بالاتفاق نامشروع وممنوع ہے مذہب صحیح پر تو اس لئے کہ وہ جماعت باطل ہے **لان نفل البالغ مضمون فلایصح بناء الا قوی علی الاضعف** (کیونکہ بالغ کے نوافل اس کے ذمہ لازم ہوجاتے ہیں لہٰذا اقوی کی بناء اضعف پر صحیح نہیں۔ ت) اور درمختار میں ہے:

---

[1] فتاوی سراجیہ باب التراویح مطبوعہ نولکشور لکھنؤ بھارت ص ۲۰

[2] فتاوی ہندیہ فصل فی التراویح مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۱۸

صلٰوۃ العید فی القری تکرہ تحریما لانہ اشتغال بمالایصح[1]۔	دیہاتوں میں نماز عید مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ ایسے عمل کاارتکاب ہے جو صحیح نہیں۔(ت)

اور مذہب ضعیف پر اس لئے کہ دن کے نفل میں اخفا واجب ہے۔ حدیث میں ہے: صلٰوۃ النھار عجما[2] (دن کی نماز سرّی ہے۔ت) درمختار میں ہے:

یجھر الامام وجوبا فی الفجر واولی العشائین الی قولہ ویُسِرُّ فی غیرھا کمتنفل بالنھار[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	امام فجر اور عشائین کی پہلی دورکعتوں میں جہر کرے (آگے چل کر لکھا) ان کے علاوہ میں امام سرًّا پڑھے جیسے کہ دن کے نوافل کامعاملہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۴۹: از قصبہ اترولی ضلع علی گڑھ محلّہ کڑہ. برمکان شیخ عبدالحق صاحب رسالدار مسئولہ شیخ عبدالحمید صاحب زاہد نعمانی قادری ۴رمضان ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین وصوفیائے محققین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز فجر آفتاب طلوع ہونے پر جو نوافل اشراق (دولغایت چھ رکعت) اور ایک پہردن چڑھے پر جو نوافل نماز چاشت (دولغایت بارہ رکعت پڑھے جاتے ہیں شرح مشکوٰۃ میں ان نوافل یعنی اشراق اور چاشت ہی کو نماز ضحٰی لکھاہے، لیکن ایک بزرگ صوفی مشرب نماز ضحٰی کو ان نوافل یعنی اشراق اور چاشت سے علیحدہ بتاتے ہیں اور خود بھی عرصہ چالیس سال سے اشراق اور چاشت کے علاوہ نماز ضحٰی کے نوافل (دولغایت آٹھ رکعت) علیحدہ پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میر پیر طریقت نے علیحدہ پڑھنا بتلایاہے اور ملک سندھ میں عام آدمی نماز ضحٰی کے نوافل نماز اشراق اور چاشت کے علاوہ علیحدہ پڑھتے ہیں اور بعض علما سے تصدیق کرلینا بھی ظاہر کرتے ہیں چونکہ اس مسئلہ میں اختلاف واقع ہوگیاہے اس لئے استفتاء ہے کہ صحیح طریقہ کیاہے؟ اور نماز ضحٰی، اشراق اور چاشت کے نوافل کو کہتے ہیں یا علیحدہ نماز ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب:

نماز ضحٰی وہی نماز چاشت ہے نوافل پڑھنے کا اختیار ہے ہے تمام اوقات غیر مکروہہ میں اگر نوافل ہی پڑھے کون منع کرتا ہے مگر شرعی معنی میں اپنی طرف سے جدت نکالنا ضرور شنیع ومعیوب ہے ہر شخص

---

[1] درمختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۱۱۴

[2] الھدایہ کتاب الصلٰوۃ فصل فی القرأۃ مطبوعہ مکتبہ عربیہ کراچی ۱/ ۹۶

[3] درمختار باب صفۃ الصلٰوۃ فصل یجہر الامام مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۷۹

جانتاہے کہ ضحیٰ کاترجمہ چاشت ہی ہے توصلوٰۃ الضحیٰ نہیں مگر نمازِ چاشت۔ اوران دوکے سوا کسی تیسری نماز کا اصلاً کسی حدیث سے ثبوت بھی نہیں ومن ادعی فعلیہ البیان (جودعوی کرتاہے وہ دلیل لائے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۵۰تا۱۵۵ : از عثمان پور ضلع بارہ بنکی مسئولہ محمد حسن یارخاں صاحب ۱۹رمضان ۱۳۳۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز تہجد میں خیر متین ترجمہ حصن حصین کے دیکھنے سے. بروایت چار رکعت اورآٹھ رکعت اور تیرہ رکعت نماز تہجد میں ہے، ایک شخص تہجد گزار اجہل سے معلوم ہواکہ بارہ رکعت تہجد کی اور ترکیب پڑھنے کی یہ ہے کہ اول رکعت میں ایک مرتبہ قل ہواللہ شریف دوسری میں دوبار بارھویں میں بارہ مرتبہ یاہر رکعت میں تین تین بار قل ھواللہ شریف پڑھاجائے، یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ صحیح کون سا قاعدہ ہے اور تہجد میں کَے رکعت پڑھنا چاہئے اور بعد الحمد کے جیسا کہ نماز میں قاعدہ ہے کہ جو سورہ چاہے ملائے، خیر متین میں قل ھواللہ پڑھنے کا قاعدہ مسطورہ بالا نہیں لکھاہے اور جو بعد وتر کے دورکعت نفل پڑھے جاتے ہیں ان کو بھی تہجد کے وقت میں پڑھنا چاہئے مثل وتر کے، یا عشاء کے وقت ادا کرنا چاہئے؟ اور نمازصلوٰۃ التسبیح میں کلمہ تمجید سبحان اللہ والحمدللہ ولاالٰہ الااللہ واللہ اکبر ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العظیم ایک شخص کہتاہے کہ ہر رکعت میں گیارہ گیارہ بار پڑھنا چاہئے۔ چار رکعت میں دورکعت کی نیت کی جائے یاچار کی؟ دعائے ماثور کیاہے معلوم نہیں اور کس موقع پر پڑھی جائے، دعائے تہجد بفرض تصحیح مرسل ہے یامقلب القلوب قلب قلبی الیك مامصرف القلوب صرف قلبی علی دینك وطاعتك خیر متین میں سنت فجر میں قل یٰایھا الکٰفرون اور قل ھواللہ پڑھنے کولکھاہے اس ترکیب سے پڑھنا سنت فجر یانفل میں جائز ہے یانہیں؟ اور جیسا کہ فرض میں بقید سورہ پڑھنا ناجائز ہے اور سنن ابن ماجہ کے ترجمہ رفع الحاجہ کی دوجلدیں میرے پاس ہیں جن میں تہجد وغیرہ کا ذکر نہیں ہے جلد اول میں ہے اور ایک کتاب وظیفہ میں قل یا اور قل ھواللہ سنت میں پڑھنے کولکھاہے اور دوسری میں الم نشرح اور الم ترکیف لکھاہے جوفرض ووتر میں بغرض فلاحیت لکھاہے اور وتر میں اخیر رکعت میں قل ھواللہ پڑھنا ضرور ہے یااور سورہ کوملاکر پڑھنے سے نماز ہوجائے گی؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

عشاء کے فرض پڑھ کر آدمی سورہے پھراس وقت سے صبح صادق کے قریب جس وقت آنکھ کھلے دورکعت نفل صبح طلوع ہونے سے پہلے پڑھ لے تہجد ہوگیا اقل درجہ تہجد کا یہ ہے اور سنت سے آٹھ رکعت مروی ہے اور مشائخ کرام سے بارہ اور حضرت سیدالطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ

دوہی رکعت پڑھتے اور ان میں قرآن عظیم ختم کرتے، غرض اس میں کمی بیشی کااختیار ہے اتنی اختیار کرے جو ہمیشہ نبھ سکیں اگرچہ دوہی رکعت ہو کہ حدیث صحیح میں فرمایا:

احب الاعمال الی الله ادومها وان قل[1]۔	اللہ تعالٰی کو سب سے زیادہ پسند وہ عمل ہے کہ ہمیشہ ہو اگرچہ تھوڑا ہو۔

قرات کا بھی اختیار ہے چاہے ہر رکعت میں تین تین بار سورۂ اخلاص پڑھے کہ اس کا ثواب ایک ختم قرآن کے برابر ہے خواہ یوں کہ بارہ رکعتیں ہوں پہلی میں ایک بار، دوسری میں دوبار، یا پہلی میں بارہ دوسری میں گیارہ، اخیر میں ایک کہ یوں ۲۶ ختم قرآن کا ثواب ہوگا، اور پہلی صورت میں بیس کا ہوتا۔ اور بہتر یہ ہے کہ جتنا قرآن مجید یاد ہواس نماز میں پڑھ لیا کرے کہ اس کے یاد رہنے کا اس سے بہتر سبب نہیں۔ تہجد پڑھنے والا جسے اپنے اُٹھنے پر اطمینان ہو اسے افضل یہ ہے کہ وتر بعد تہجد پڑھے پھر وتر کے بعد نفل نہ پڑھے جتنے نوافل پڑھنا ہوں وتر سے پہلے پڑھ لے کہ وہ سب قیام اللیل میں داخل ہوں گے اور اگر سونے کے بعد ہیں تو تہجد میں داخل ہوں گے۔

(۲) صلوٰۃ التسبیح میں سبحان اللہ والحمدللہ ولاالٰہ الا اللہ واللہ اکبر ہر جگہ دس دس بار پڑھنا چاہئے، گیارہ بار بتانے والا غلط کہتا ہے مگر ہر قیام میں قرأت سے پہلے پندرہ بار ہے۔

(۳) صلوٰۃ التسبیح میں چار رکعت کی نیت کی جائے۔

(۴) بعد دونوں درودوں کے قبل سلام یہ دعا پڑھے:

اللهم انی اسألك توفيق اهل الهدٰی واعمال اليقين ومناصحة اهل التوبة وعزم اهل الصبر وجد اهل الخشية وطلب اهل الرغبة وتعبد اهل الورع وعرفان اهل العلم حتی اخافک۔ اللهم انی اسألك مخافة تحجزنی عن معاصيك حتی اعمل	اے اللہ! میں تجھ سے اہل ہدٰی جیسی توفیق، اہل یقین جیسے اعمال، اہل توبہ جیسی نصیحت، اہل صبر کا عزم، اہل خشیت کی محنت، اہل رغبت کی طلب، اہل ورع کی عبادت، اہل علم کا عرفان مانگتا ہوں کہ مجھے تیرا خوف نصیب ہو۔ اے اللہ! میں تجھ سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ مجھے ایسا خوف عطا فرما جو تیری نافرمانی سے روک لے

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب القصد فی العمل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ص ۱۱۰

بطاعتك عملا استحق به رضاك وحتى اناصحك بالتوبة خوفامنك وحتى اخلص لك النصيحة حبالك وحتى اتوكل عليك فی الامور حسن ظن بك سبحٰن خالق النور[1]۔	حتی کہ میں ایسے عمل کروں جو مجھے تیری رضا کا مستحق بنادے اور حتی کہ میں تیرے خوف کی بناپر خالصۃً توبہ کروں اور تیرے ساتھ محبت کی بناپر مخلصانہ تیرے حقوق ادا کروں، حتی کہ تمام امور میں تجھ پر بھروسہ کروں، تیرے ساتھ مجھے حسن ظن نصیب ہو، اے خالق نور! تیری ذات تمام عیوب اور نقائص سے پاک ہے۔ (ت)

(۵) سنت فجر میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی وماثور سنت وہی ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ کٰفرون اور دوسری میں اخلاص اور الم نشرح اور الم ترکیف پڑھنا مشائخ سے بطور عمل مروی ہے جس کا فائدہ دفع اعداء ہے اور یہ کہ نوافل میں اختیار ہے جس طرح جو چاہے پڑھے۔

(۶) وتر میں اخیر رکعت میں قل ھواللہ احد شریف پڑھنا ماثور ہے مگر ضرور نہیں، جو چاہے پڑھے، بہتر یہ ہے کہ پہلی میں سبح اسم ربک الاعلٰی یا انا انزلناہ اور دوسری میں کٰفرون تیسری میں اخلاص۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۵۶: امام نے ظہر کے وقت چار رکعت نماز سنت ادا کرنے کے بعد کلام دنیا کیا بعد اس کے نماز پڑھائی تو اس فرض نماز میں کچھ نقصان آوے گا یا نہیں؟ اور نماز سنت کا ثواب کم ہوجائے گا یا باطل ہوجائے گی؟

الجواب:

فرض میں نقصان کی کوئی وجہ نہیں کہ سنتیں باطل نہ ہوں گی، ہاں اس کا ثواب کم ہوجاتا ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

ولوتکلم بین السنۃ والفرض لایسقطھا ولکن ینقص ثوابھا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اگر کوئی سنن وفرائض کے درمیان کلام کرتا ہے تو اس سے سنن ساقط نہیں ہوجاتی مگر ان کے ثواب میں کمی واقع ہوجاتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۵۷: از ریاست جاورہ مکان عبدالمجید خاں صاحب سر شتہ دار ۱۳۱۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سنتیں پڑھنے کے بعد اگر گفتگو کی جائے تو پھر اعادہ سنتوں کا کرے یا نہیں؟

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۸

[2] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۹۵

الجواب:

اعادہ بہتر ہے کہ قبلی سنتوں کے بعد کلام وغیرہ افعال منافی تحریمہ کرنے سے سنتوں کاثواب کم ہوجاتا ہے اور بعض کے نزدیک سنتیں ہی جاتی رہتی ہیں تو تکمیل ثواب وخروج عن الاختلاف کے لئے اعادہ بہتر ہے جبکہ اس کے سبب شرکت جماعت میں خلل نہ پڑے مگر فجر کی سنتیں کہ اُن کااعادہ جائز نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۰۵۸تا۱۰۵۹: از پیلی بھیت محلّہ پنجابیاں متصل مسجد مرسلہ شیخ عبدالحکیم صاحب غرہ رجب ۱۳۱۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں:

(۱) ایک مسجد کہ اُس میں فجر کی نماز کے وقت بعد شروع ہوجانے جماعت کے اکثر نمازی آتے جاتے ہیں اور بعد حصول طہارت سنتیں فجر ادا کرکے شریک جماعت ہوجاتے ہیں مگر سنتیں فجر کی خلاف قاعدہ شرعیہ ادا ہوتی ہیں صورت یہ ہے کہ ایام گرما میں اندرونی درجہ مسجد میں توبسبب گرمی کے جماعت نہیں ہوتی اکثر اوقات دوسرے سائبان مسجد میں ہوا کرتی ہے بسااوقات اندرونی درجہ میں سنتیں ادا کرنے کے واسطے جانے کی گنجائش نہیں رہتی یابسبب شدت گرمی کے نمازی اندر جانا بھی گوارا نہیں کرتا ایسی شکل میں بعض واقفین توصحن مسجد مین ستونوں کی آڑ میں سنتیں پڑھ لیتے ہیں وہ بھی چار پانچ شخص بقدر تعداد ستونوں کے پڑھ سکتے ہیں مگر نمازی بعد کوآنے والے زیادہ ہوتے ہیں سب لوگ آڑ ستونوں کی نہیں پاتے اور بعض لوگ بوجہ عدم واقفیت یاکم توجہی کے اس کی ضرورت بھی نہیں سمجھتے اور بعض اوقات شدت گرمی سے صحن مسجد میں نماز ہوتی ہے تو ستون بھی سنتوں کی آڑ کو نہیں ملتے اکثر بدون حائل کسی شئی کے سنتیں پڑھی جاتی ہیں مگر ازروئے اس مسئلہ فقہیہ کے کہ جماعت شروع ہوجانے کے بعد سنتیں فجر کی خارج از مسجد ادا کی جائیں ہم کو عمدہ موقع حاصل ہے کہ مسجد سے ملحق چہار طرف مسجد کے چار کمرے مدرسہ کے ہیں اس طرح سے کہ فرش سے فرش ملا ہے حد فاصل مابین مسجد اور مدرسہ کے صحنوں کی فصیلیں ہیں جوایک ہاتھ تخمیناً چوڑی اور ایک بالشت اونچی ہیں اور یہ جملہ مکانات مسجد اور مدرسہ ایک احاطہ کے اندر ہیں اگر ہم ایک صف خواہ چٹائی صحن مدرسہ میں یا کسی کمرۂ مدرسہ میں ملحق صحن مسجد کے واسطے ادائے سنتوں فجر کے بچھادیں اور وہ لوگ جو پیچھے آتے ہیں طہارت حاصل کرکے اس چٹائی پر جومدرسہ میں خارج از مسجد بچھی ہے سنتیں فجر ادا کرکے شریک جماعت ہوتے جائیں توسنتیں بھی حسب قاعدہ شرعیہ ادا ہوں اور نمازیوں کی بھی سہولت کا باعث ہو مگر زید اس کو دو۲ بنا پر ناجائز کہتا ہے، ایک یہ کہ نمازی جب مسجد کی فصیلوں پر جووضو کرنے کاموقع ہے بیٹھ کر وضو کرے گا تو لابد مسجد کے صحن میں سے گزر کر مدرسہ کے صحن میں جوچٹائی بچھی ہے سنتیں ادا کرنے کے واسطے جائے گا تو یہ صورت خلاف شرعیہ ہے اس وجہ سے کہ بعد از اذان مسجد سے خارج ہونا جائز نہیں اس گناہ کامرتکب ہوگا سائل کہتا ہے کہ اگر ایسا ہی خارج ہونا ہے تو اس بنا پر اور بھی مسائل متفرع ہوتے،

ہیں وہ یہ ہیں کہ پانی لینے کا کنواں اور سقاوے اور پاکی حاصل کرنے کا غسل خانہ یہ سب کہ احاطہ مسجد کے اندر ہیں مگر مسجد کے حدود فصیلوں سے باہر ہیں نمازی حسب عادت مروجہ زمانہ کے اکثر اول مسجد میں آتا ہے اپنا کپڑا وغیرہ مسجد میں رکھ کر بعد کو پانی لے کر طہارت وضووغیرہ کرتا ہے بلکہ یہ عادات زمانہ کی عام مقامات کی مساجد کے موافق ہیں تو کیا یہ سب بعد اذان مسجد سے خارج ہونے کے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں یا احاطہ مسجد کے بیرونی دروازہ سے نکلنے والا اور وہ بھی جو مسجد میں واپس آنے کا قصد نہ رکھتا ہو۔

(۲) دوسری وجہ ممانعت زید کی یہ ہے کہ صحن مدرسہ کا بھی فرش پختہ ہے اور چھوٹے لڑکے بعض برہنہ پا پیشاب کو یا پاخانہ میں اور غسل خانہ میں جاتے ہیں اور اسی فرشِ صحن مدرسہ پر ہو کر گزرتے ہیں اور فجر کو اکثر شبنم کی کچھ نمی فرش پر ہوتی ہے اور گاہے شب کی بارش کی بھی نمی فرش پر ہوتی ہے پس ایسے مشکوک فرش پر چٹائی کا بچھانا چٹائی کا نجس کرنا اور نیز نمازیوں کی نماز خراب کرنا ہے حالانکہ افضل عبادات کی نماز ہے، سائل کہتا ہے پس ایسے شکوک کی وجہ سے صحن مدرسہ میں جو چٹائی بچھائی گئی ہے اس پر سنتیں ادا کرنا یا اس پر سے وضو کرکے جس حالت میں کہ نمازی کے پیر وضو کے پانی سے ہنوز خشک نہیں ہوئے ہیں گزر کر کمرۂ مدرسہ میں سنتیں ادا کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ اور وہ چٹائی نجس ہوگی یا پاک قابل ادائے نماز رہے گی اور پیر اس نمازی کے جو وضو کرکے اس مشکوک فرش سے گزرا ہے پاک رہیں گے یا ناپاک ہوجائیں گے؟ اور ایسی چٹائی کا بچھانے والا واسطے اہتمام ادائے سنتوں فجر کے طریقہ نیک کا جاری کرنے والا ہوگا اور ثواب پائے گا؟ ان وجوہات مرقومہ صدر جو باعث ممانعت زید کے ہیں اُن کی وجہ سے بعد از اذان مسجد سے نمازیوں کے خارج کرنے کا اور مشکوک فرش پر سنتیں ادا کرنے والے نمازیوں کی نماز خراب کرانے کا باعث ہو کر عذاب پائے گا یا اس قسم کے شکوک پیدا کرکے تمام نمازیوں کو تنگی میں ڈالنے والا ہوگا؟ بیان فرمائیے ثواب پائیے۔

الجواب:

زید کے دونوں اعتراض باطل وبے معنی ہیں، مسجد سے بے نماز پڑھے باہر جانا دو شرط سے ممنوع ہے ایک یہ کہ وہ خروج بے حاجت ہو ورنہ بلاشبہ جائز ہے مثلاً جس شخص کی ذات سے دوسری مسجد کی جماعت کا انتظام وابستہ ہے وہ بعد اذان بلکہ خاص اقامت ہوتے وقت باہر جاسکتا ہے یونہی جسے دوسری مسجد میں بعد نماز دینی سبق پڑھنا یا سنی عالم کا وعظ سننا ہو اسی طرح پیشاب یا استنجے یا وضو کی حاجتیں۔ دوسرے یہ کہ شروع جماعت تک واپسی کا ارادہ نہ ہو ورنہ مضائقہ نہیں اگرچہ بے ضرورت ہی سہی۔

فی الدر المختار، کرہ تحریما للنھی خروج من لم یصل من مسجد اذن فیہ جری علی الغالب والمراد دخول الوقت اذن	درمختار میں ہے کہ نکلنا اس شخص کا جس نے نماز نہ پڑھی ہو اس مسجد سے جس میں اذان ہوچکی ہو

فيه اولا الالمن ينتظم به امرجماعة اخرٰی اوكان الخروج المسجد حيه ولم يصلوا فيه اولاستاذه لدرسه اولسماع الوعظ اولحاجة ومن عزمه ان يعود نهر اه وفی [1] ردالمحتار قوله للنهی هو مافی ابن ماجة من ادرك الاذان فی المسجد ثم خرج لم يخرج لحاجة وهولايريد الرجوع فهومنافق اه وفيه عن البحر ولوكانت الجماعة يوخرون لدخول الوقت المستحب كالصبح مثلا فخرج ثم رجع وصلی معهم ينبغی ان لايكره اه قال وجزم بذلك كله فی النهر لدلالة كلامهم عليه قوله الالمن ينتظم به له الخروج ولوعندالشروع فی الاقامة وبه صرح فی متن الدرر و القهستانی وشرح الوقاية[2] اه مختصرا۔	مکروہ تحریمی ہے یہ غالب پر حکم ہے اور مراد دخول وقت ہے خواہ اذان ہوئی ہو یانہ ہوئی ہو البتہ اس شخص کو جانے کی اجازت ہے جس نے کسی دوسری جماعت کا انتظام کرنا ہے یا اپنے محلّہ کی مسجد کی طرف جانا ہے درانحالیکہ وہاں لوگوں نے نماز ادا نہیں کی یا استاد سے سبق لینا ہے یا وعظ سننا ہے یا کوئی حاجت ہے اور وہ شخص دوبارہ آجانے کا ارادہ رکھتا ہو نہر ردالمحتار میں قولہ للنھی (یعنی اس پر نہی وارد ہے) سے مراد ابن ماجہ کی وہ روایت ہے جس میں ہے کہ مسجد میں اذان کو پایا پھر بغیر کسی حاجت وضرورت کے چلا گیا اور واپسی کا ارادہ بھی نہیں رکھتا تو وہ منافق ہے، اور اسی میں بحر سے ہے کہ اگر جماعت لوگوں نے اس لئے مؤخر کی کہ وقت مستحب آجائے مثلاً صبح کی نماز، تو کوئی شخص چلا گیا پھر لوٹ آیا اور ان کے ساتھ نماز ادا کی تو اسے مکروہ نہ قرار دینا ہی مناسب ہے اور نہر میں اس پر کلام علماء کی وجہ سے جزم کا اظہار کیا ہے، ماتن کا قول الالمن ينتظم (مگر جس نے نماز کا انتظام کرنا ہے) وہ نکل سکتا ہے خواہ اقامت شروع ہوچکی ہو، اور اسی پر متن درر، قہستانی اور شرح وقایہ میں جزم کیا گیا ہے اھ اختصارًا (ت)

یہاں دونوں شرطوں سے ایک بھی متحقق نہیں سنّتیں بحال قیام جماعت بیرون مسجد پڑھنے کا حاجت شرعی ہونا بھی ظاہر اور قصد رجوع بھی بدیہی تو عدم جواز و حصول گناہ کا حکم صریح باطل قطعی،

فی الدرالمختار، اخاف فوت الوقت لاشتغاله بسنتها تركها	درمختار میں ہے جب نمازی کو سنن میں مشغولیت سے وقت کے فوت ہونے کا خوف ہو تو انہیں

---

[1] درمختار باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۹۹

[2] ردالمحتار باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۵۴

والالابل یصلیھا عندباب المسجد[1] وفی رد المحتار ای خارج المسجد کما صرح به القھستانی وقال فی العنایة لانه لوصلاھا فی المسجد کان متنفلا فیه عنداشتغال الامام بالفریضة وھومکروہ ومثله فی النھایة والمعراج[2] اھ مختصرین۔	ترک کرے ورنہ ترک نہ کرے بلکہ انہیں مسجد ک دروازے کے پاس ادا کرے۔ ردالمحتار میں ہے یعنی مسجد سے باہر ادا کرے، جیسا کہ اس پر قہستانی نے تصریح کی ہے۔ عنایہ میں ہے اگر اس نے سنن مسجد میں ادا کیں تو یہ امام کے فریضہ میں مشغول ہونے کے وقت نوافل پڑھنے والا قرار پائے گا جو کہ مکروہ ہے۔ اسی کی مثل نہایہ اور معراج میں ہے اھ دونوں کتابوں کی عبارت اختصارًا منقول ہے (ت)

بعینہٖ یہ صورت سیدنا عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ثابت ہے ایک روز وہ ایسے وقت تشریف لائے کہ جماعت فجر قائم ہوچکی تھی انہوں نے ابھی سنتیں نہ پڑھی تھیں ان کی بہن ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا حجرہ مطہرہ مسجد سے ملا ہوا تھا جس کا دروازہ عین مسجد میں تھا وہاں چلے گئے اور سنتیں حجرے میں پڑھ کر پھر مسجد میں آکر شامل جماعت ہوئے۔ امام اجل ابو جعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں:

حدثنا علی بن شیبة ثنا الحسن بن موسی حدثنا شیبان بن عبدالرحمٰن عن یحیی بن ابی کثیر عن زید بن اسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما انه جاء والامام یصلی الصبح ولم یکن صلی الرکعتین قبل صلٰوۃ الصبح فصلاھما فی حجرۃ حفصة رضی اللہ تعالٰی عنھا ثم انه صلی مع الامام ففی ھذا الحدیث عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما انه صلاھما فی المسجد لان حجرۃ حفصة رضی اللہ تعالٰی عنھا من المسجد[3]۔	زید بن اسلم سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما آئے تو امام صبح کی نماز پڑھا رہا تھا آپ نے فجر کی دو سنتیں ابھی ادا نہیں کی تھیں تو آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حجرہ مبارکہ میں انہیں ادا کیا پھر امام کے ساتھ شریک ہوئے۔ اس حدیث نے واضح کردیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فجر کی سنتیں مسجد میں ادا کیں کیونکہ حجرۂ حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا مسجد کا حصہ تھا۔ (ت)

---

[1] درمختار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۹۹/۱۔۱۰۰

[2] ردالمحتار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵۶/۲

[3] شرح معانی الآثار باب الرجل یدخل المسجد والامام فی الصلٰوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۵۸/۱

بلکہ جب وہ مدارس متعلق مسجد، حدود مسجد کے اندر ہیں اُن میں اور مسجد میں راستہ فاصل نہیں صرف ایک فصیل سے صحنوں کاامتیاز کردیا ہے توان میں جانا مسجد سے باہر جانا ہی نہیں یہاں تک کہ ایسی جگہ معتکف کو جانا جائز کہ وہ گویا مسجد ہی کا ایک قطعہ ہے۔

وھذا ماقال الامام الطحاوی ان حجرۃ ام المؤمنین من المسجد[1] فی ردالمحتار عن البدائع لوصعدای المعتکف المنارۃ لم یفسد بلاخلاف لانھا منه لانه یمنع فیھا من کل مایمنع فیه من البول ونحوه فاشبه زاویة من زوایا المسجد[2]۔	یہی بات امام طحاوی نے فرمائی کہ ام المومنین کا حجرہ مسجد کاحصہ ہے۔ ردالمحتار میں بدائع سے ہے اگر معتکف منارہ پر چڑھا تو بالاتفاق اس کا اعتکاف فاسد نہ ہوگا کیونکہ منارہ مسجد کاحصہ ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس میں ہر وہ عمل مثلاً بول وغیرہ منع ہے جو مسجد میں منع ہے تو یہ مسجد کے دیگر گوشوں کی طرح ایک گوشہ ٹھہرا۔(ت)

چٹائی کو اُن خیالات بعیدہ کی بناپر نجس بتانا محض پیروی اوہام ہے شرع مطہر نے دربارہ طہارت ظاہر ایسے لیت ولعل کو اصلاً گنجائش نہ دی۔

کما فصله فی الطریقة المحمدیة والحدیقة الندیة وبینه العبد الضعیف غفراللہ تعالٰی له فی"الاحلی من السکر لطلبة سکررو سر"۔	جیساکہ اس کی تفصیل طریقہ محمدیہ اور حدیقہ ندیہ میں ہے اور اسے عبدضعیف غفراللہ تعالٰی نے "الاحلی من السکر لطلبة سکررو سر" میں بیان کیاہے۔(ت)

ردالمحتار میں تاتارخانیہ سے ہے:

من شك فی انائه اوثوبه وبدنه اصابته نجاسة اولافھو طاھر مالم یستیقن وکذا الأبار والحیاض والحباب الموضوعه فی الطرقات ویستسق منھا الصغار والکبار والمسلمون والکفار[3]۔	اگر کپڑے یابدن یابرتن کو نجاست لگنے میں شک ہے تو وہ پاک ہوگا جبکہ نجاست کایقین نہ ہو، یہی حکم ان کنوؤں، حوضوں اور تالابوں کاہے جوراستوں میں بنائے گئے ہیں ان سے چھوٹے بڑے، مسلمان اور کفار سبھی پانی حاصل کرتے ہیں۔(ت)

---

[1] شرح معانی الآثار باب الرجل یدخل المسجد والامام فی الصلٰوۃ الخ مطبوعہ ایچ ایم کمپنی کراچی ۲۵۸/۱

[2] ردالمحتار باب الاعتکاف مطبوعہ ایچ ایم کمپنی کراچی ۴۴۶/۲

[3] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱۱۱/۱

طریقہ وحدیقہ میں ہے:

سئل الامام الخجندی عن رکیة وجد فیها نعل تلبس ویمشی بها صاحبها فی الطرق لایدری متٰی وقع فیها ولیس علیه اثرالنجاسة هل یحکم بنجاسة الماء قال لا[1]۔	امام خجندی سے ایک ایسے کنویں کے بارے میں پوچھا گیا جس میں ایسا جوتا گر گیا جسے پہنا گیا تھا اور مختلف راستوں پر چلا گیا۔ یہ علم نہ ہوسکا کہ کب گرا ہے اور اس پر اثر نجاست نہ تھا توکیا کنواں ناپاک ہوگا یانہ؟ فرمایا: ناپاک نہیں ہوگا۔ (ت)

اُنہیں میں ہے:

کذلك حکم الماء الذی ادخل الصبی یدہ فیه لان الصبیان لایتوفون النجاسة لکن لایحکم بها بالشك والظن[2] اھ ملخصین۔	یہی حکم ہے اس پانی کا جس میں بچے نے ہاتھ داخل کردیا ہو کیونکہ بچے نجاست سے بچتے نہیں لیکن شک وظن کی بنا پر نجاست کا حکم جاری نہیں ہوگا اھ ملخصین (ت)

نیت مذکور سے چٹائی بچھانے والوں کے لئے امید ثواب ہے واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۱۰۶۰: از کھنڈوہ ضلع برہان پور مسجد دارالشفاء مرسلہ محمد مسلم صاحب ۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک پیرزادہ سید صاحب نے نماز تراویح میں بہ یک سلام دس رکعت سفر کی حالت میں امامت سے پڑھادئے جماعت معترض ہوئی کہ نماز ناجائز ہوئی۔ سید صاحب نے کہا کہ منیۃ المصلی میں صاف طور پر بلاکراہت بیک سلام جائز ہے وہ عبارت یہ ہے:

ولوصلی التراویح کلها بتسلیمة واحدة وقد قعد علی راس کل رکعتین جاز ولایکرہ لانه اکمل، ذکرہ فی المحیط۔	اگر تمام تراویح ایک سلام کے ساتھ ادا کریں اور ہر دو رکعت کے بعد نمازی نے قعدہ کیا تو جائز ہے مکروہ نہیں کیونکہ یہ اکمل ہے۔ محیط میں اس کو ذکر کیا گیا ہے۔ (ت)

اس پر سید صاحب کو برا کہنا اور نماز کو ناجائز وحرام کہنا ان کے حق میں کیسا ہے؟

الجواب:

نماز کو ناجائز وحرام کہنا باطل ہے اور سید کی توہین وبے ادبی سخت گناہ ہے اور صحیح اس مسئلہ میں

---

[1] الحدیقۃ الندیہ الصنف الثانی مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۷۴

[2] الحدیقۃ الندیہ الصنف الثانی النوع الرابع مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۱۱

یہ ہے کہ نماز ہو گئی دسوں رکعتیں تراویح میں شمار ہوں گی مگر خلاف و مکروہ ضرور ہوئیں منیہ کا قول لایکرہ (مکروہ نہیں۔ت) خلاف صحیح ہے۔ غنیہ شرح منیہ میں ہے **قول المصنف ولایکرہ لانہ اکمل مخالف لما ذکر فی الخلاصۃ وغیرھا انہ یکرہ**[1] (مصنف کا قول، کہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ یہ اکمل ہے خلاصہ وغیرہ کے مخالف ہے کیونکہ وہاں لکھا ہے مکروہ ہے۔ت) حلیہ شرح منیہ میں ہے:

وھو مشکل بانہ خلاف المنقول واذا قالوا بکراھۃ الزیادۃ علی ثمان فی مطلق التطوع لیلا فلان یکونوا قائلین بکراھتھا فیماکان منہ مسنونا اولی فلاجرم ان فی النصاب و خزانۃ الفتاوٰی والصحیح انہ لو تعمد ذلك یکرہ[2]۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**	یہ مشکل ہے کیونکہ یہ منقول کے خلاف ہے اور جب انہوں نے رات کے نوافل مطلقہ کو آٹھ سے زائد پر کراہت کا حکم نافذ کیاہے تو انہیں تراویح جو کہ مسنون ہیں میں کراہت کا حکم بطریق اولٰی جاری کرنا چاہئے۔ لاجرم نصاب اور خزانۃ الفتاوٰی میں ہے کہ اگر کسی نے عمداً ایسا کیا تو مکروہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۶۱: از پیلی بھیت مدرسہ پنجابیاں مرسلہ حافظ محمد احسان صاحب ۱۰/ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نابالغ کے پیچھے نماز تراویح جائز یا ناجائز اور جس حافظ کا سن چودہ سال کا ہو وہ بلوغ میں داخل ہے یاخارج؟ اور شرعاً حد بلوغ کی ابتداء ازروئے سن کے سال سے معتبر ہے؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

مسئلہ میں اختلاف مشائخ اگرچہ بکثرت ہے مگر اصح وارجح واقوی یہی کہ بالغوں کی کوئی نماز اگرچہ نفل مطلق ہو نابالغ کے پیچھے صحیح نہیں۔ ہدایہ میں ہے:

المختار انہ لایجوز فی الصلوات کلھا[3]۔	مختار یہی ہے کہ تمام نمازوں میں جائز نہیں۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی النوافل مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۰۵

[2] التعلیق المجلی لمافی منیۃ المصلی مع منیۃ المصلی فصل فی السنن مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۳۹۹

[3] الہدایۃ باب الامامت مطبوعہ مکتبہ عربیہ کراچی ۱/ ۱۰۳

وهو قول العامة كمافی المحیط وهوظاهر الروایة[1]۔	اکثر علماء کا یہی قول ہے اور یہی ظاہر روایت ہے۔ (ت)

اور اقل مدت بلوغ پسر کے لئے بارہ سال اور زیادہ سے زیادہ سب کے لئے پندرہ برس ہے اگر اس تین سال میں اثر بلوغ یعنی انزالِ منی خواب خواہ بیداری میں واقع ہو فبہا ورنہ بعد تمامی پندرہ سال کے شرعاً بالغ ٹھہر جائے گا اگرچہ اثر اصلاً ظاہر نہ ہو۔

فی التنویر بلوغ الغلام بالانزال فان لم یوجدفیها شیئ منها فحتی یتم خمس عشرة سنة به یفتی وادنی مدته له اثتن عشرة سنة هوالمختار ملخصاً[2]۔	تنویر میں ہے لڑکا احتلام سے بالغ ہو جاتا ہے اگر احتلام نہ ہو تو پندرہ سال کی عمر میں بالغ ہوگا، اسی پر فتوی ہے، کم از کم مدت بارہ سال ہے، یہی مختار ہے اھ ملخصاً (ت)

پسر چاردہ سالہ کا بالغ ہونا اگر معلوم ہو (اگرچہ یونہی کہ وہ خود اپنی زبان سے اپنا بالغ ہو جانا اور انزال منی واقع ہونا بیان کرتا ہے اور اس کی ظاہر صورت وحالت اس بیان کی تکذیب نہ کرتی ہو) تو وہ بالغ مانا جائے گا ورنہ نہیں۔

فی الدر المختار فان راهقا بان بلغا هذا السن فقالا بلغنا صدقا ان لم یکذبهما الظاهر کذا قیده فی العمادیة وغیرها فبعد سنتی عشرة سنة یشترط شرطا اخر لصحة اقراره بالبلوغ وهو ان یکون بحال یحتلم مثله والا لایقبل قوله شرح وهبانیة وهما حینئذ کبالغ حکما فلایقبل جحوده البلوغ بعد اقراره مع احتمال حاله[3] الخ۔ والله سبحانه وتعالٰی اعلم۔	درمختار میں ہے اگر وہ اس عمر کو پہنچے کہ قریب البلوغ ہیں اور دعوٰی کرتے ہیں کہ ہم بالغ ہیں تو ظاہراً کوئی بات ان کی تکذیب نہ کرتی ہو تو ان کی تصدیق کی جائے گی، اسی طرح عمادیہ وغیرہ میں اسے مقید کیا گیا ہے اور بارہ سال کے بعد صحت اقرار بلوغ کے لئے ایک اور شرط لگائی گئی ہے کہ اسی طرح کے لڑکوں کو احتلام ہوتا ہو ورنہ ان کا دعوٰی قول نہ ہوگا شرح وہبانیہ، اور اب وہ دونوں بالغ کے حکم میں ہوں گے احتمال کی وجہ سے اقرار کے بعد ان کا انکار بلوغ قابل قبول نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] بحر الرائق باب الامامت مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۹

[2] درمختار ، فصل بلوغ الغلام مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ، ۳ /۱۹۹

[3] درمختار ، فصل بلوغ الغلام مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ، ۳ /۱۹۹

مسئلہ ۱۰۶۲: ازاوجین مرسلہ یعقوب علی خاں ۱۲ربیع الاخری ۱۳۱۱ھ

چہ می فرمایند علمائے کرام دریں مسئلہ کہ غیر مقلدین نمازتراویح رابدعت عمری قرار دادہ ازبست تخفیف نمودہ یازدہ رکعت میخوانند جائزاست یانہ؟ **بیّنوا توجروا**۔	علماء کرام اس مسئلہ میں کیافرماتے ہیں کہ غیر مقلدین نے بیس ۲۰ تراویح کو بدعت عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) قرار دیتے ہوئے ان میں تخفیف کرکے گیارہ کرلی ہیں، یہ جائز ہے یانہیں؟ **بیّنوا توجروا**۔

الجواب:

تراویح سنت مؤکدہ است ونزد محققین بترک سنت مؤکدہ نیز آثم شود خاصہ چوں ترک راعادت گیرد عددش نزد جمہور علمائے اُمت بست رکعت ست ودرروایتے ازامام مالک سی و شش رکعت فی الدر المختار التراویح سنة مؤکدة لموظبة الخلفاء الراشدین وھی عشرون رکعة[1] بازسنت امیر المؤمنین عمرفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ عین سنت حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ست سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ماراحکم باقتدائے ابوبکر وعمر فرمود رضی للہ تعالٰی عنہما تاکید تام باتباع سنت خلفائے راشدین نمود رضی اللہ تعالٰی عنہم احمد وابوداؤد و الترمذی وابن ماجة عن العرباض بن ساریة رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ[2] الترمذی	تراویح سنت مؤکدہ ہے محققین کے نزدیک سنت مؤکدہ کاتارک گنہگار ہے خصوصًا جب ترک کی عادت بنالے، تراویح کی تعداد جمہور امت کے ہاں بیس ہی ہے۔ ایک روایت کے مطابق امام مالک کے ہاں ان کی تعداد چھتیس ہے۔ رمختار میں ہے تراویح سنت مؤکدہ ہیں کیونکہ خلفاء راشدین نے اس پر دوام فرمایا اور وہ بیس رکعات ہیں، پھر حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سنت رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ہی سنت ہے کیونکہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی اقتداکا حکم دیاہے اور خلفاء راشدین کی اتباع سنت میں تاکید کامل فرمائی ہے۔ امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیاکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تم پر میری اور خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے اسے دانتوں سے اچھی طرح مضبوطی کے ساتھ تھام لو۔ ترمذی نے

---

[1] درمختار، باب الوتر والنوافل مطبوعہ مجتبائی دہلی بھارت ۹۸/۱

[2] سنن ابوداؤد آخر باب فی لزوم السنة مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲۷۹/۲

وحسنه عن عبد الله بن مسعود و احمد و الترمذی وابن ماجة والرویانی عن حذیفة بن الیمان وابن عدی عن انس بن مالك رضی الله تعالٰی عنهم قالوا قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم اقتدوا بالذین من بعدی من اصحابی ابی بکر وعمر[1] وآنکه ایں بے باکاں سنت امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ رابکاسیہ لیسی روافض بدعت عمری نامند ومتہوران ایشاں خذلہم اللہ تعالٰی تصریح بضلالت حضرت والایش کنند جوابش محول. بروزجزاست وَسَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ ﴿۲۲۷﴾[2] ۔ نسأل الله العفو والعافیة۔ والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔	ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا اور اسے حسن کہا، احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور رؤیانی نے حضرت حذیفہ بن یمان اور ابن عدی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! تم میرے بعد میرے صحابہ ابوبکر و عمر کی اقتدا کرنا۔ یہ بیباک لوگ جو اہل تشیع کی نقل کرتے ہوئے حضرت عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کی سنت کو بدعت عمری کہتے ہیں اور ان میں سے کچھ دریدہ دہنی کرنے والے حضرت کے عمل کو گمراہی کہتے ہیں اس کا حساب وکتاب بروزجزا انہیں دینا ہوگا عنقریب ظالم جان لیں گے کہ وہ کس طرف پلٹا کھائیں گے۔ اللہ تعالٰی سے عفو وعافیت کا سوال ہے۔ واللہ سبحانہ، وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۶۳: از بلگرام شریف محلّہ میدان پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تراویح میں پورا کلام اللہ تعالٰی سننا پڑھنا سنت مؤکدہ ہے یاسنت یا مستحب وغیرہ؟ اور بعد سننے ایک پورے کلام اللہ شریف کے جولوگ سورہ فیل سے آخر تک دوبارہ پڑھتے ہیں ان کا کیا حکم ہے یعنی ہر رات رمضان شریف میں تراویح بست رکعتیں پڑھنا سنت مؤکدہ یاسنت یا مستحب وغیرہ ہے یا کیاارشاد ہے؟ ایک رات اسی ماہ صیام میں طبیعت میری نادرست تھی تراویح ایک شب کی مجھ سے نہ ہوئیں اب ان کی قضا کروں یا نہیں اور کروں تو کس وقت؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

تراویح میں پورا کلام اللہ شریف پڑھنا اور سننا مؤکدہ ہے اور صحیح یہ ہے کہ بعد کلام مبارک بھی تمام

---

[1] جامع الترمذی مناقب ابی بکر صدیق مطبوعہ امین کمپنی کراچی ۲/۲۰۷

[2] القرآن ۲۶/۲۲۷

لیالی شہر مبارک میں بیس ۲۰ رکعت تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے، تراویح اگر ناغہ ہوگئیں تو اُن کی قضاء نہیں **کل ذلك مصرح به فی الکتب الفقهیة** (ان تمام پر کتب فقہ میں تصریح ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۶۴: از بلگرام شریف محلّہ میدان پورہ مرسلہ حضرت صاحبزادہ سید ابراہیم میاں صاحب قادری دامت برکاتہم ۲۳ رمضان شریف ۱۳۱۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تراویح میں بعد سورہ فاتحہ سورہ اخلاص پڑھنا جائز ہے یامکروہ باوجودیکہ امام اور سورتیں بھی جانتا ہے؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

جائز ہے بلاکراہت اگرچہ سورہ فیل سے آخر تک تکرار کا طریقہ بہتر ہے کہ اس میں رکعات کی گنتی یاد رکھنی نہیں پڑتی۔ ردالمحتار میں ہے:

فی التجنیس، واختار بعضهم سورة الاخلاص فی کل رکعة وبعضهم سورة الفیل ای البدائة منها ثم یعیدها وهذا احسن لئلا یشتغل قلبه بعدد الرکعات[1]۔	تجنیس میں ہے بعض نے ہر رکعت میں سورۃ اخلاص کو مختار کہا بعض نے سورۃ فیل کو یعنی اس سے ابتداء ہو اور پھر تکرار کیا جائے اور سب سے بہتر ہے تاکہ دل تعداد رکعات کی طرف متوجہ نہ ہو۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لاباس ان یقرء سورة ویعیدها فی الثانیة (الی قوله) ولایکره فی النفل شیئ من ذلک[2]۔ والله تعالٰی اعلم۔	اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک سورت پڑھی جائے اور دوسری رکعت میں اسے دوبارہ لوٹایا جائے (یہاں تک) کہ نفل میں ان میں سے کوئی شے بھی مکروہ نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم** (ت)

مسئلہ ۱۰۶۵: از شہر کہنہ بریلی مرسلہ مولوی شجاعت علی صاحب ۲۵ رمضان مبارک ۱۳۱۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تراویح میں ختم قرآن شریف کے لئے ایک بار جہر سے بسملہ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ فقط **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

ہاں ___

فی المسلم وشرح الفواتح، البسملة	مسلم اور شرح الفواتح میں ہے کہ بسملہ قرآن کی

---

[1] ردالمحتار مبحث التراویح مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۷

[2] درمختار آخر فصل بجہر الامام مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۸۱

من القراٰن اٰیة فتقرأ فی الختم مرة علی ھذا ینبغی ان یقرأھا فی التراویح بالجھر مرة ولاتتأدی سنة الختم دونھا[1]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	آیت ہے ختم قرآن میں ایک دفعہ اسے پڑھاجانا چاہئے لہٰذا تراویح میں اسے ایک دفعہ جہراً پڑھنالازم ہے کیونکہ اس کے بغیر سنت کے مطابق ختم قرآن نہ ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۶۶تا۱۰۶۸: از صاحب گنج گیا مرسلہ مولوی کریم رضا صاحب یکم ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

(۱) نمازتراویح کی جماعت اس طور پر کہ الم ترکیف سے شروع کرتے ہیں اور والناس تک ایک ایک سورہ ایک ایک رکعت میں پڑھتے ہیں اور پھر الم ترکیف سے والناس تک دوبارہ دس رکعتوں میں پڑھتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ہر ترویحہ کے بعد دعامانگنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) کسی حافظ کو اس طور پر نماز تراویح کی پڑھانی کہ پہلے ایسی قوم کے ساتھ جو آٹھ رکعتیں تراویح منفرد پڑھ چکے ہوں بارہ رکعتیں ختم تراویح پڑھا کر پھر دوسری قوم کے پاس جو بارہ رکعتیں تراویح کی منفرد پڑھ چکے ہوں جاکر آٹھ رکعتیں تراویح کی ہر شب میں پڑھانی جائز ہیں یا نہیں؟ بیّنوا بالفقه والسنة والکتاب تؤجروا من اللہ حسن المآب (فقہ اور کتاب وسنت کے مطابق جواب عنایت کرکے اللہ تعالٰی سے اجر عظیم پاؤ۔ت)

الجواب:

(۱) جائز ہے۔

فی الھندیة بعضھم اختار قل ھواللہ احد فی کل رکعة وبعضھم اختار قرأة سورة الفیل الی اٰخر القراٰن وھذا احسن القولین لانه لایشتبه علیه عدد الرکعات ولایشتغل قلبه بحفظھا کذا فی التجنیس[2] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔	ہندیہ میں ہے بعض نے ہر رکعت میں قل ھواللہ احد کو اختیار کیا اور بعض نے سورہ فیل سے آخر تک کو، اور یہ احسن قول ہے کیونکہ اس صورت میں عدد رکعات میں اشتباہ نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کے یاد رکھنے میں مصروف ہوتا ہے جیساکہ تجنیس میں ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مسئلہ البسملة من القرآن مطبوعہ قم، ایران ۲/ ۱۴

[2] فتاوٰی عالمگیری الباب التاسع فی النوافل مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۱۸

(۲) جائز ہے۔

فی ردالمحتار قال القهستانی فیقال ثلاث مرات سبحٰن ذی الملك والملکوت سبحٰن ذی العزة والعظمة والقدرة و الکبریاء والجبروت سبحن الملك الحی الذی لایموت سبوح قدوس رب الملئکة والروح لاالٰه الااللّٰه نستغفراللّٰه نسألك الجنة ونعوذبك من النار کمافی منهج العباد[1] اھ واللّٰه تعالٰی اعلم۔	ردالمحتار میں ہے کہ قہستانی نے کہا کہ تین دفعہ یہ کلمات پڑھے جائیں: ملک وملکوت کے مالک تیری ذات پاک ہے اے صاحب عزت وعظمت اور جبروت وکبریا تیری ذات اقدس پاک ہے، اے مالک جوزندہ ہے اس پر موت نہیں، تیری ذات پاک ہے توپاک وقدوس ہے ملائکہ اور جبریل کا رب ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، ہم اللہ تعالٰی سے معافی مانگتے ہوئے جنت کا سوال اور دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں منہج العباد اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۳) اصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک بیس رکعت تراویح سنت عین ہیں کہ اگر کوئی شخص مرد یا عورت بلاعذر شرعی ترک کرے مبتلائے کراہت واساءت ہو اور اُن کی جماعت کی مساجد میں اقامت سنت کفایہ کہ اگر اہل محلّہ اپنی اپنی مسجدوں میں اقامت جماعت کریں اور اُن میں بعض گھروں میں تراویح تنہا یا باجماعت پڑھیں تو حرج نہیں اور اگر تمام اہل محلّہ ترک کریں توسب گنہگار ہوں، ردالمحتار میں ہے:

اصل التراویح سنة عین فلوترکها واحد کره[2]۔	تراویح سنت عینی ہیں، اگرانہیں کسی نے بھی ترک کیاتومکروہ ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

والجماعة فیها سنة علی الکفایة فی الاصح فلو ترکها اهل مسجد اثموا، لالوترك بعضهم[3]۔	ان میں اصح قول کے مطابق سنت کفایہ ہے، اگر تمام اہل مسجد نے اسے ترک کیا توگنہگار ہوں گے اور اگر بعض نے ترک کیاتوگنہگار نہ ہوں گے (ت)

---

[1] ردالمحتار مبحث التراویح مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۶

[2] ردالمحتار مبحث التراویح مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۵

[3] درمختار فصل فی الوتروالنوافل مطبوعہ مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۹۸

ردالمحتار میں ہے:

ظاھر کلامھم ھنا ان المسنون کفایة اقامتھا بالجماعة فی المسجد حتی لواقاموھا جماعة فی بیوتھم ولم تقم فی المسجد اثم الکل[1]۔	یہاں سنت کفایہ سے مرادیہ ہے کہ تراویح کو مسجد میں جماعت کے ساتھ اداکیاجائے اگرتمام نے گھروں میں جماعت کے ساتھ اداکیں اور مسجد میں ادانہ کیں توسب گنہگار ہوں گے۔ (ت)

پس صورت مستفسرہ میں امام اور دونوں جگہ کے مقتدی تینوں فریق سے جس کے لئے یہ فعل اس شناعت کا موجب ہو اس کے حق میں کراہت واساءت ہے ورنہ فی نفسہٖ اس میں حرج نہیں مثلاً امام وہردوقوم کی مساجد میں جماعت تراویح جداہوتی ہے یہ گھروں پر بطور مذکور جماعةً وانفراداً پڑھتے ہیں توکسی پر مواخذہ نہیں کہ ہر گروہ مقتدیان نے اگر بعض ترویحات تنہا اور ہرسہ فریق نے مسجد سے جداپڑھیں مگرجبکہ اُن کی مساجد میں اقامت جماعت ہوتی ہے سنت کفایہ اداہوگئی، ہاں امام دونوں قوموں کوپوری تراویح پڑھاتاتویہ جداکراہت ہوتی اس سے صورت مستفسرہ خالی ہے۔

فی الھندیة امام یصلی التراویح فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال لایجوز کذا فی المحیط السرخسی والفتوی علی ذلك کذا فی المضمرات[2]۔	ہندیہ میں ہے ایک امام دومساجد میں تمام تراویح پڑھاتے ہیں تویہ جائز نہیں جیساکہ محیط سرخسی میں ہے مضمرات میں ہے کہ فتوٰی اسی پرہے۔ (ت)

اور اگراُن میں کسی فریق کی مسجد میں یہی جماعت بطور مذکور ہوئی ہے تواس کے لئے کراہت ہے کہ اس کی مسجد میں پوری تراویح جماعت سے نہ ہوئیں لہٰذا اس صورت میں یہ چاہئے کہ ایک فریق آٹھ یابارہ رکعتیں دوسرے امام کے پیچھے پڑھ کرباقی میں اس حافظ کی اقتدا کرے اور دوسرافریق بارہ یاآٹھ رکعات میں دوسرے کامقتدی ہوکرباقی میں اس کامقتدی ہوکہ اب دونوں مسجدوں میں پوری تراویح کی اقامت جماعت سے ہوجائے گی اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ بعض ترویحات میں ایک امام کی اقتداء ہو اور بعض دیگر میں دوسرے کی، ہاں یہ ناپسند ہے کہ ایک ترویحہ میں دورکعت کاامام اور ہو دوکااور،

فی الخانیة اقاموا التراویح باما مین فصلی	خانیہ میں ہے تراویح دواماموں نے پڑھائیں، ہر

---

[1] ردالمحتار مبحث التراویح مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۵

[2] فتاوٰی عالمگیری، فصل فی التراویح، مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۱۶

كل امام تسليمة بعضهم جوزوا ذلك والصحيح انه لايستحب وانما يستحب ان يصلی كل امام ترويحة ليكون موافقا عمل اهل الحرمين[1]۔	امام نے دو رکعات پڑھائیں تو بعض نے اسے جائز کہا اور صحیح یہ ہے کہ یہ طریقہ مستحب نہیں، مستحب یہ ہے کہ ہر امام چار رکعات پڑھائے تاکہ اہل حرمین کے موافق عمل ہو جائے۔ (ت)

سراج وہاج میں ہے:

ان صلوها بامامين فالمستحب ان يكون انصراف كل واحد علی كمال الترويحة فان انصرف علی تسليمة لايستحب ذلك فی الصحيح[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اگر نماز تراویح دو اماموں نے پڑھائی مستحب یہ ہے کہ ہر ایک کامل ترویحہ کے بعد مصلی چھوڑے، اگر دو رکعات پر چھوڑتا ہے تو صحیح قول کے مطابق یہ مستحب نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۶۹: از بدایوں محلّہ کڑہ براہم پورہ مرسلہ شیخ عبدالغنی صاحب ۱۱/ رمضان شریف ۱۳۱۳ھ

ایک شخص ایک مسجد میں فرض جماعت سے پڑھا کر تراویح بیس رکعت پڑھاتا ہے پھر وہی شخص دوسری مسجد میں تراویح بیس رکعت جماعت سے پڑھاتا ہے آیا یہ امامت اس کی صحیح ہے یا نہیں؟ اور مقتدیان مسجد دیگر کی تراویح ہو جاتی ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب:

مذہب راجح میں امامت صحیح ہے تراویح ہو جاتی ہے مگر خلاف علماء واختلاف تصحیح و مخالفت طریقہ متوارثہ سے بچنے کے لئے بے ضرورت اس سے احتراز کیا جائے۔

فی الخانية والخلاصة والظهيرية وغيرها اذا صلی التراويح مقتديا بمن يصلی المكتوبة اوبمن يصلی نافلة غيرالتراويح اختلفوا فيه والصحيح انه لايجوز[3] اھ وفی الهندية، امام يصلی التراويح	خانیہ، خلاصہ اور ظہیریہ میں ہے کہ جب تراویح ایسے شخص کے پیچھے پڑھی جو فرائض پڑھا رہا ہے یا اس شخص کی اقتداء میں جس نے تراویح کے علاوہ نوافل پڑھائے تو اس میں علماء کا اختلاف ہے صحیح یہی ہے کہ جائز نہیں اھ اور ہندیہ میں ہے کہ

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں باب التراویح مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، بھارت ۱/ ۱۱۰

[2] سراج الوہاج شرح قدوری

[3] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الثالث فی التراویح مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۶۴

فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال لایجوز کذا فی المضمرات[1] اھ وفی امامة التنویر والدر ومتنفل بمفترض فی غیرالتراویح فی الصحیح خانیة و کانه لانها سنة علی هیأة مخصوصة فیراعی وضعها الخاص للخروج عن العهدة[2] اھ فی رد المحتار ان ماذکره المصنف ھھنا مخالف لما قدمه فی شروط الصلٰوة بقوله وکفی مطلق نیة الصلٰوة لنفل وسنة وتراویح وذکر الشارح هناك انه المعتمد ونقلنا هناك عن البحرانه ظاهرالروایة وقول عامة المشائخ وصححه فی الهدایة وغیرها ورجحه فی الفتح ونسبه الی المحققین[3] الخ والفتوی متی اختلف رجح ظاهر الروایة۔ واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔	وہ امام کا دو مساجد میں تمام تراویح پڑھاتا ہے جائز نہیں، محیط سرخسی اور مضمرات میں ہے کہ فتوٰی اسی پر ہے۔ تنویر اور در کے باب الامامت میں ہے کہ نفل پڑھنے والے کی اقتداء تراویح کے علاوہ صحیح ہے خانیہ، کیونکہ تراویح ہئیت مخصوصہ کے ساتھ سنت ہیں تو عہدہ برآ ہونے کے لئے ان میں اس وجہ مخصوص کی رعایت کرنا ضروری ہے اھ، ردالمحتار میں ہے مصنف نے جوکچھ یہاں ذکر کیا ہے وہ اس کے خلاف ہے جو اس نے شروط صلٰوۃ میں یوں ذکر کیا کہ نفل، سنت اور تراویح کے لئے مطلق نیت کافی ہے اور شارح نے وہاں کہا کہ معتمد یہی ہے اور وہاں بحر سے نقل کیا کہ ہی ظاہر روایت اور اکثر مشائخ کا قول ہے، ہدایہ وغیرہ میں اس کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ فتح میں اس کو ترجیح دیتے ہوئے اسے محققین کی طرف منسوب کیا الخ توجب فتوٰی میں اختلاف ہوجائے توظاہر روایت کو ترجیح ہوتی ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۷۰: از کیمپ میرٹھ کوٹھی حافظ عبدالکریم صاحب بازار لال کُرتی مرسلہ مولوی احسان اللہ صاحب ۲۷ ماہ مبارک ۱۳۲۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ جو اکثر جگہ رمضان شریف کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں نوافل میں شبینہ پڑھا جاتا ہے یعنی ایک یا ایک سے زیادہ رات میں ختم قرآن عظیم

---

[1] فتاوٰی عالمگیری فصل فی التراویح مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۱۶

[2] درمختار باب الامامت مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۸۵

[3] ردالمحتار باب الامامت مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۹۰

ہوتا ہے اور یہ نوافل باجماعت پڑھے جاتے ہیں یہ شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اگرچہ کلام مجید باجماعت نوافل میں ترتیل کے ساتھ ہی کیوں نہ پڑھا جائے وہ بھی ممنوع ہے اور نیز کہتے ہیں کہ جماعت نوافل کی سوا تراویح کے اصلًا جائز نہیں ہے اور جس حدیث میں تہجد کے وقت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی شرکت نوافل تہجد میں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے مروی ہے وہ مثبت صرف اقتدا ایک شخص کی ہے تیسری بات وہ یہ کہتے ہیں کہ سنتیں فجر کی اگر رہ جائیں اور فرضوں میں کوئی شامل ہو جائے تو پھر اس کو وہ سنتیں نہ قبل آفتاب پڑھنی چاہئیں نہ بعد میں، ان تینوں مسائل کو امید ہے کہ مشرح بیان فرمائیں۔ جزاک اللہ خیر الجزاء۔

الجواب: علماء بنظر منع کسل وملال اقل مدت ختم قرآن عظیم تین دن مقرر فرمائی مگر اہل قدرت ونشاط بہر عبادت کو ایک شب میں ختم کی بھی ممانعت نہیں، بہت اکابر دین سے منقول ہے:

کمابسطه المولی عبدالغنی النابلسی قدس سره القدسی فی الحدیقة الندیة وغیره فی غیرها[1]۔	جیسا کہ اس پر تفصیل بحث علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے حدیقہ ندیہ اور دیگر علماء نے اپنی کتب میں کی ہے ۔(ت)

خود امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دو رکعت میں قرآن شریف ختم کیا کما فی الدر المختار (جیسا کہ درمختار میں ہے۔ت) نفل غیر تراویح میں امام کے سوا تین آدمیوں تک تو اجازت ہے ہی چار کی نسبت کتب فقہیہ میں کراہت لکھتے ہیں یعنی کراہت تنزیہ جس کا حاصل خلاف اولٰی ہے نہ کہ گناہ حرام کما بیناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اس کی تفصیل اپنے فتاوٰی میں دی ہے۔ت) مگر مسئلہ مختلف فیہ ہے اور بہت اکابر دین سے جماعت نوافل بالتداعی ثابت ہے اور عوام فعل خیر سے منع نہ کئے جائیں گے علمائے امت و حکمائے ملت نے ایسی ممانعت سے منع فرمایا ہے، درمختار میں ہے:

اما العوام فلایمنعون من تکبیر والتنفل اصلا لقلة رغبتهم فی الخیرات بحر[2]۔	عوام کو تکبیرات اور نوافل سے کبھی بھی منع نہ کیا جائے کیونکہ پہلے ہی نیکیوں میں ان کی رغبت کم ہوتی ہے، بحر۔ (ت)

---

[1] درمختار مقدمہ الکتاب مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۹/۱

[2] درمختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱۱۴/۱

اُسی میں ہے:

ولایمنع العامۃ من التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر وبہ ناخذ بحر ومجتبی وغیرہ[1]۔	عوام کو ان (ذوالحج کے) دس دنوں میں بازار میں تکبیرات پڑھنے سے منع نہ کیاجائے، اسی پر ہمارا عمل ہے، بحر، مجتبٰی وغیرہ (ت)

حدیقہ ندیہ میں ہے:

ومن ھذا القبیل نھی الناس عن صلوٰۃ الرغائب بالجماعۃ وصلوٰۃ لیلۃ القدر ونحوذلک وان صرح العلماء بالکراھۃ بالجماعۃ فیھا فلایفتی بذلک العوام لئلا تقل رغبتھم فی الخیرات وقد اختلف العلماء فی ذلک فصنف فی جوازھا جماعۃ من المتاخرین وابقاء العوام راغبین فی الصلوٰۃ اولٰی من تنفیرھم[2]۔	اسی قبیل سے نماز رغائب کاجماعت کے ساتھ اداکرنا اور لیلۃ القدر کے موقع پر نمازوغیرہ بھی ہیں اگرچہ علماء نے ان کی جماعت کے بارے میں کراہت کی تصریح کی ہے مگر عوام میں یہ فتوٰی نہ دیاجائے تاکہ نیکیوں میں ان کی رغبت کم نہ ہو، علماء نے اس مسئلہ میں اختلاف کیاہے اور متاخرین میں سے بعض نے اس کے جواز پر لکھا بھی ہے، عوام کو نماز کی طرف راغب رکھنا انہیں نفرت دلانے سے کہیں بہتر ہوتا ہے۔ (ت)

صبح کی سنتیں اگرنہ پڑھیں اور فرضوں میں شامل ہوگیا قبل طلوع وارتفاع شمس توالبتہ ان کی اجازت نہیں اگرپڑھے گا گنہگار ہوگا اور بعد بلندی آفتاب اُن کاپڑھنا ممنوع نہیں ضرور مستحب ہے کلام علماء میں لایقضی (ادانہ کیاجائے۔ ت) بمعنی نفی مطالبہ ہے نہ مطالبہ نفی، ردالمحتار میں ہے:

اذا فاتت وحدھا لاتقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع اما بعد طلوع الشمس فکذلک عندھما وقال محمد رحمہ اللہ تعالٰی احب الیّ ان یقضیھا الی الزوال کما فی الدرر قیل	جب فجر کی سنتیں تنہافوت ہوجائیں توانہیں بالاجماع طلوع آفتاب سے پہلے ادانہ کیاجائے طلوع آفتاب کے بعد، شیخین کے ہاں اسی طرح ہے، لیکن امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ زوال سے پہلے قضا کرلینا پسندیدہ ہے جیساکہ

---

[1] درمختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۱۱۷

[2] الحدیقۃ الندیہ الخلق الثامن والاربعون من الاخلاق الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۱۵۰

هناقریب من الاتفاق لان قوله احب الیّ دلیل، علی انه لولم یفعل لالوم علیه وقالا لایقضی وان قضی لاباس به کذا فی الخبازیة ومنهم من قال الخلاف فی انه لوقضی کان نفلا مبتدأ اوسنة کذا فی العنایة یعنی نفلا عندهما سنة عنده کما ذکره فی الکافی اسمعیل[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	درر میں ہے کہ یہاں اتفاق ہی ہے کیونکہ امام محمد نے احب کہا جودلالت کررہاہے کہ اگر اس نے قضانہ کیں تو اس پرملامت وغیرہ نہیں ہوگی، اور جس نے لایقضی کہاہے اگر کوئی قضا کرلیتاہے توکوئی حرج نہیں، خبازیہ، بعض نے کہا کہ اختلاف اس بات میں ہے کہ اگر قضا کرتا ہے تو وہی سنن ہوں گی یا مستقل نوافل، اسی طرح عنایہ میں ہے یعنی شیخین کے نزدیک نفل مگر امام محمد کے نزدیک سنت، جیسا کہ الکافی لاسمٰعیل میں ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۷۱: از سنبھل مرسلہ حکیم کفایت اللہ صاحب ۹ شوال ۱۳۲۰ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے فرض عشاء تنہا ادا کیا اور تراویح جماعت سے اب وتر جماعت سے ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اولٰی کیا ہے؟ مع ادلّہ وحوالہ کتب بیان فرمایا جائے۔ **بیّنوا اللہ توجروا عنداللہ۔**

الجواب:

جس نے فرض تنہا پڑھے وتر کی جماعت میں شریک نہ ہوگا کما فی الغنیة وجامع الرموز وردالمحتار[2] (جیسا کہ غنیہ، جامع الرموز اور ردالمحتار میں ہے۔ت) جس نے فرض کسی جماعت میں پڑھے ہوں اس کے باب میں بھی علماء مختلف ہیں کہ وتر جماعت سے ادا کرنا اولٰی ہے یا تنہا پڑھنا دونوں طرف ترجیحیں ہیں اور زیادہ رجحان اس طرف ہے کہ جماعت افضل ہے۔

رجحه الامام ابن الهمام وصححه العلامة الحلبی فی الغنیة، وقال خیرالرملی علیه عامة الناس الیوم[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم	امام ابن الہمام نے اسے ترجیح دی، علامہ حلبی نے غنیہ میں اس کی تصحیح فرمائی، اور خیر الدین رملی نے فرمایا: آج لوگوں کی اکثریت اس پر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۳۰

[2] غنیۃ المستملی، فصل فی النوافل مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۱۰

[3] منحۃ الخالق علی البحرالرائق بحوالہ خیر الرملی باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۶۹

مسئلہ ۱۰۷۲: از بیلپور ضلع بریلی مرسلہ حافظ کلن صاحب ۲۳ شوال ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ماہ رمضان شریف میں دو حافظوں نے ایک مسجد میں قرآن عظیم اس ترتیب سے سنایا کہ ایک حافظ نے اول مثلاً دس تراویح میں ایک یا سوا یا ڈیڑھ پارہ **الم۔** سے سنایا اور پھر دوسرے حافظ نے آخر دس تراویح میں وہی پارہ ایک یا سوا یا ڈیڑھ **الم۔** کا پڑھا یعنی ابتداء سے انتہا تک یہی طریقہ قرات کا رکھا کہ جو کچھ پہلے حافظ نے پڑھا تھا وہی پارہ دوسرے حافظ نے پڑھا اور ایک ہی تاریخ پر مثلاً پچیس ۲۵ یا چھبیس تک دونوں نے ختم قرآن کریم فرمایا پس ازروئے شرع مطہر کے یہ طریقہ قرآن شریف کے پڑھنے کا جائز ہے یا نہیں؟ **بیّنوا بالکتاب تؤجروا بغیر حساب** (کتاب وسنت سے جواب دیجئے اور بغیر حساب اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

یہ طریقہ مکروہ ہے اور اگر ثابت ہو کہ بعض مقتدیوں پر گراں گزرنے کا باعث تھا (اور ضرور ہوگا) تو سخت ممنوع ہے کہ یوں دو ختم معاً سنت سے زائد ہیں تو ایک امر زائد سنت کے لئے مقتدیوں پر گرانی کی گئی اور یہ ناجائز ہے وانما علل عدم ترک ختم بکسل القوم لانہ سنۃ فما زاد یترک لانہ فتنۃ (قوم کی سستی کی وجہ سے ایک ختم قرآن ترک نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ سنت ہے اور جو اس سے زائد ہے وہ ترک کردیا جائے گا کیونکہ یہ فتنہ ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۷۳: از بلنڈی افریقہ سائل حاجی عبداللہ وحاجی یعقوب علی ۲۴ محرم ۱۳۳۱ھ

رمضان المبارک میں میں نے نماز عشاء جماعت سے نہیں پڑھی ہے مسجد میں جاتے وقت جماعت عشاء ہوگئی تھی اور نماز تراویح کی کھڑی تھی، میں نے جلدی سے نماز عشاء ادا کی اب تراویح کی جماعت میں شامل ہوکر نماز تراویح ادا کرسکتا ہوں یا نہیں؟ یا اکیلے پڑھنا چاہئے؟

الجواب:

جس شخص نے نماز عشاء تنہا پڑھی وہ تراویح کی جماعت میں شامل ہوسکتا ہے تنہا نہ پڑھے، ہاں وتر کی جماعت میں شامل نہیں ہوسکتا۔ جس نے فرض تنہا پڑھے ہوں وہ وتر بھی تنہا پڑھے۔ درمختار میں ہے:

فمصلیہ وحدہ یصلیھا معہ[1] **اھ ای مصل الفرض وحدہ یصل التراویح مع الامام۔**	فرض تنہا پڑھنے والا تراویح جماعت کے ساتھ پڑھے اھ یعنی تنہا فرض ادا کرنے والا تراویح امام کے ساتھ ادا کرے۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۹۹

ردالمحتار میں ہے:

اذا لم یصل الفرض معه لایتبعه فی الوتر[1] اھ۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**	جب فرض امام کے ساتھ ادا نہیں کئے تو وتر میں اس کی اقتداء نہ کرے۔ اھ۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**(ت)

مسئلہ ۱۰۷۴: از فیض آباد محلّہ رکاب گنج مرسلہ فیاض حسین ٹھیکیدار پتھر ۲۳/رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ۔

حضور والادست بستہ سلام مسنون کے بعد عرض ہے تابعدار بخیریت ہے خوشنودی مزاج اقدس درکار از راہ شفقت مربیانہ معاف فرمایا جاؤں کہ آج سے پہلے عریضہ نہ لکھ سکا اور آج پھر جو موقع ملا ہے وہ خاص ضرورت سے۔ براہ کرم شرع شریف کے مقدس قانون کے مطابق رائے صائب وحکم مناسب سے اطلاع بخشی جائے، میرے وطن اٹاوہ میں ایک بزرگ مفتی قوم میں سے از راہ خیر وبرکت ختم قرآن شریف کے دن بیسویں رکعت میں الم۔ تا مفلحون پڑھنے کے بعد چند آیات مختلف ماکان محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وغیرہ کے ساتھ تراویح ختم کرنے کی ہدایت فرمایا کرتے ہیں لیکن اس زمانے کی نئی روشنی اس کے خلاف ہے لہٰذا اس کے جواز کے متعلق جو آیات شریفہ کتب احادیث سے پائی جائیں اُن سے اطلاع بخشی جائے تاکہ مخالفین کو سمجھادی جائیں۔ براہ کرم وشفقت مربیانہ بواپسی ڈاک جواب باصواب عریضہ ہذا سے شاد فرمایا جائے کیونکہ اس کی یہاں فوری ضرورت ہے، فقط

الجواب:

یہ صورت بلاشبہہ جائز ومباح ہے سنن ابی داؤد میں ابوقتادہ اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تہجد کی نماز میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بہت پست آواز سے پڑھتے دیکھا اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بہت ببلند آواز سے، اور بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو دیکھا کہ کچھ ایک سورت سے پڑھا اور کچھ دوسری سے لیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تینوں صاحبوں سے وجہ دریافت فرمائی، صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: قد اسمعت من ناجیت یارسول اللہ میں جس سے مناجات کرتا ہوں وہ اس پست آواز کو بھی سنتا ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: **یارسول اللہ اوقظ الوسنان واطرد الشیطان** یارسول اللہ میں اس لئے اتنی آواز سے پڑھتا ہوں کہ اونگھتا جاگے اور شیطان بھاگے۔ بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی؛ **کلام طیب یجمعہ اللہ**

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۸

بعضہ الٰی بعض یارسول اللہ قرآن مجید سب پاکیزہ کلام ہے کچھ یہاں سے کچھ وہاں سے ملالیتاہوں ارادہ الٰہیہ یونہی ہوتا ہے فرمایا: **کلکم قداصاب**[1] تم تینوں نے ٹھیک بات کی درست کام کیا۔ فتاوٰی خلاصہ میں ہے:

الانتقال من اٰیة من سورة الی اٰیة اخری من سورة اخری اواٰیة من ھٰذہ السورة بینھما اٰیات مکروہ فی الفرائض اما فی النوافل لایکرہ[2] **اھ ملتقطا**	ایک سورت کی آیت سے دوسری سورت کی آیت یا اسی سورت کی دوسری آیت کی طرف انتقال کرنا جبکہ ان کے درمیان چندآیات ہوں فرائض میں مکروہ ہے مگرنوافل میں مکروہ نہیں اھ ملتقطا (ت)

غنیہ شرح منیہ میں ہے:

قرأة اٰیة من بین الاٰیات کقرأة سورة من بین السور فکما لایکون قرأة سورة متفرقة من اثناء القراٰن مغیر التالیف والنظم لایکون قرأة اٰیة من کل سورة مغیرا لہ[3]**۔**	آیات میں سے کسی آیت کاپڑھنا ایسے ہی ہے جیسے سورتوں میں سے کسی سورت کاپڑھنا ہے توجس طرح متفرق سورتوں میں سے قرات کرناقرآنی تالیف و نظم میں تبدیلی پیدانہیں کرتی اسی طرح ہر سورت سے کسی ایک آیت کاپڑھنا تبدیلی پیدانہیں کرتا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اماضم اٰیات متفرقة فلایکرہ کمالایکرہ ضم سور متفرقة بدلیل ماذکرناہ من القرأة فی الصلٰوة[4]**۔ واللہ تعالٰی اعلم۔**	بہرحال آیاتِ متفرقہ کوملانا مکروہ نہیں جیساکہ سور متفرقہ کاملانا مکروہ نہیں اس پردلیل وہی ہے جوہم نے قرأۃ فی الصلوٰۃ میں ذکرکی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۷۵: ازدھامپور محلّہ بندوقچیاں ضلع بجنور ۸/ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ مسئولہ اللہ دیا

جناب فیض انتساب فضائل مآب جناب مولانا صاحب زاد فضلکم بعدآداب گزارش ہے کہ جو شخص

---

[1] سنن ابوداؤد باب رفع الصوت بالقرأۃ فی صلوٰۃ اللیل مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۸۸

[2] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الحادی عشر فی القرأۃ مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۹۷

[3] غنیہ المستملی شرح منیۃ المصلی تتمات فیمایکرہ من القرآن فی الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۷۰

[4] ردالمحتار، آخرباب سجود التلاوۃ، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۱۹

صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے مگر تراویح قصداً چھوڑ دیتا ہے اس کے واسطے وعید ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی تحریر کریں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کیوں نہیں پڑھیں؟ ان پر وعید ہے یا نہیں؟

الجواب:

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین عضوا علیھا بالنواجذ[1]۔	تم پر لازم ہے میری سنت کا اتباع اور خلفائے راشدین کی سنت کا، اسے دانتوں سے مضبوط پکڑو۔

اور فرمایا:

اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر[2]۔	ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہما) کی پیروی کرو جو میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔

سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تین شب تراویح میں امامت فرما کر بخوف فرضیت ترک فرمادی تو اس وقت تک وہ سنت مؤکدہ نہ ہوئی تھی، جب امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسے اجرا فرمایا اور عامہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم اس پر مجتمع ہوئے اس وقت سے وہ سنت مؤکدہ ہوئی نہ فقط فعل امیر المومنین سے، بلکہ ارشادات سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے۔ اب ان کا تارک ضرور تارک سنت مؤکدہ ہے اور ترک کا عادی فاسق وعاصی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۷۶: از بنارس رام نگر مرسلہ حافظ امام الدین صاحب ۵ رمضان ۱۳۳۶ھ

جب احقر کا حافظہ ہوگیا تو لوگوں نے اسی سے پڑھوایا مسجد کے پیش امام صاحب نے بخوشی ؁۵ پانچ روپے احقر کو عنایت کئے جسے احقر نے اُسی وقت اپنے استاد مکرم کی نذر کردی میرے ایک مکتبی بھائی کی خواہش تھی کہ ان پانچ میں سے چندہ تبرک میں کچھ دوں مگر حضرت استاذی کی حالت بمقابلہ تبرک قابل ترجیح معلوم ہوئی لہٰذا میں نے چندہ تبرک میں اس میں سے کچھ نہ دیا دوسرے سال معلوم ہوا کہ اب کے سال امام صاحب معــ۷ــہ دیں گے پھر سنا گیا کہ صــ۵ــہ ہی دیں گے، اس پر قوی خیال کی بنا پر سمجھا گیا کہ انہیں مکتبی بھائی صاحب کی بدولت پانچ کردیا گیا ہے جن کی غرض کے مطابق چندہ تبرک میں نے نہیں دیا تھا اس لئے میں نے ان سے شکایت کی کہ استاذ

---

[1] سنن ابوداؤد آخر باب فی لزوم السنۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۷۹

[2] جامع الترمذی مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی بھارت ۲/۲۰۷

میرے بھی ہیں اور آپ کے بھی، پھر آپ ان کی بھلائی کے بجائے ان کی نقصان رسانی کے درپے کیوں ہیں؟ اس پر بات بڑھی اور امام صاحب مسجد کے کانوں تک پہنچی، اس کے بعد مجھے روپے کی گفتگو پر سخت افسوس ہوا اور دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں میرا ثواب نہ زائل ہو جائے اس لئے میں نے باعلان کہا کہ صاحبو میں کوئی اُجرت نہیں مقرر کرتا، یہ جس قدر باتیں ہوئی ہیں بھائی صاحب سے بات بڑھ جانے کے سبب ہوئیں، پھر ختم کے دن امام صاحب نے سات ہی روپے دیئے جنہیں لیتے وقت احقر کے دل کی عجیب حالت تھی مگر بخیال نفع استاد مکرم کے لئے اور اسی وقت اُن کی خدمت میں پیش کردیا تاہم مجھے ہر وقت اس کا خطرہ رہتا ہے کہ گو ہم اپنے لئے نہیں لیتے پھر بھی لیتے ہیں۔ لیکن اس خیال سے کہ اب استاذ مکرم کو بھروسا رہتا ہوگا کہ اسے سات روپے ملیں گے اور یہ مجھے دے گا اور پھر اس سے میرا فلاں فلاں کام چلے گا لینے سے انکار کرتے بھی نہیں بنتا۔ شبینہ کیسا ہے جو ایک دن میں چند حفاظ مل کر ختم کرتے ہیں۔

الجواب:

مولٰی سبحانہ وتعالٰی ایسے بندوں کو برکت دے جو قرآن عظیم پر اُجرت لینے سے بچیں آپ صاف کہہ دیں کہ محض ادائے سنت وحصول ثواب کے لئے پڑھتا ہوں کوئی معاوضہ نہ چاہتا ہوں نہ ہوگا اس کے بعد امام یا جو مسلمان کچھ خدمت کریں وہ اُجرت نہیں ہوسکتی اُس کا لینا حلال اور استاذ کو دینا سعادت مندی، فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے: **الصریح یفوق الدلالۃ**[1] (صریح کو دلالت پر فوقیت ہے۔ ت) شبینہ کہ ایک یا چند حافظ مل کر کرتے ہیں مکروہ ہے، اکابر نے ایک ایک رات میں برسوں ختم فرمایا ہے مگر وہ خاص اپنے لئے نہ کہ جماعت میں جس میں ہر قسم کے لوگ ہوں خصوصًا اکثر بلکہ شاید کل وہی ہوں جو اسے بار سمجھیں اور شرما شرمی شریک رہیں۔ حدیث صحیح میں ہے: **اذا ام احدکم الناس فلیخفف**[2] (جب تم میں کوئی لوگوں کی امامت کرائے تو تخفیف سے کام لے۔ ت) اور ارشاد فرمایا: **لایسأم حتی تسأموا**[3] (اللہ تعالٰی ثواب میں کمی نہیں فرماتا جب تک تم نہ اکتاؤ۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۷۷: از اوریا ضلع اٹاوہ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ عبدالحی صاحب مدرس ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تراویح کے ہر چار رکعت پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

---

[1] درمختار، کتاب الہبہ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱۵۹/۲

[2] صحیح البخاری باب اذا صلی لنفسہ فلیطول ماشاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۹۷

[3] مسند احمد بن حنبل حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا مطبوعہ دارالفکر بیروت ۶/۲۴۷

چاہئے یا صرف تسبیح بلا ہاتھ اٹھائے پڑھے؟

الجواب:

تسبیح میں ہاتھ اٹھانے کی کیا ضرورت، ہاں کوئی دعا مانگے تو ہاتھ اٹھائے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۰۷۸: از کلکتہ مانک تلہ حاجی زکریا لین نمبرا مرسلہ شیخ روشن علی صاحب ۱۳/ شوال ۱۳۳۷ھ

ایک شخص جو اپنے کو اہلسنت سے کہتا ہے اس کا قول ہے کہ نماز تراویح کے اندر دو چیزیں ہیں ایک قرأت قرآن مجید کی جو کہ فرض ہے اور دوسری تراویح سنت مؤکدہ۔ جب نماز تراویح میں قرآن شریف پڑھا گیا تو دونوں مذکورہ بالا چیزوں سے ایک ادا ہوئی ایک باقی رہ گئی ہے یعنی تراویح سنت مؤکدہ کا ثواب تو حاصل ہوا مگر قرأت کے ثواب سے محروم رہ گیا جو کہ فرض ہے اس لئے جماعت کے لوگ بعد نماز تراویح کے بیٹھ جائیں کسی سے قرآن شریف سن لیں تاکہ دونوں ثواب حاصل ہو جائیں، کیا یہ قول زید کا صحیح ہے؟

الجواب:

زید کا قول محض باطل اور دین میں بدعت پیدا کرنا ہے اور شریعت مطہرہ پر افتراء ہے، تراویح سنت مؤکدہ ہے صرف ایک آیت کا پڑھنا ہر نماز میں ہر مہینے ہر وقت میں فرض ہے تمام قرآن مجید کی تلاوت خارج نماز خاص رمضان شریف میں فرض ہو یہ جہل محض ہے، جب تراویح پڑھیں اور اُن میں قرآن عظیم پورا پڑھا سنا دونوں سنتیں ادا ہو گئیں دونوں کا ثواب بعونہ تعالٰی مل گیا بعد تراویح بیٹھ کر پھر قرآن مجید پورا سننا فرض درکنار نہ واجب نہ سنت مؤکدہ نہ غیر مؤکدہ۔ اگر کوئی کرے تو ایک مستحب ہے جیسے اور اوقات میں تلاوت اور اسے فرض یا واجب یا مؤکد سمجھنا حرام وبدعت، اور وہ قرآن کریم کہ تراویح میں پڑھا گیا اسے ناکافی سمجھنا سخت جہالت **ولا حول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔ ردالمحتار میں ہے:

قرأة الختم فی صلٰوة التراویح سنة، و صححه فی الخانية وغيرها، وعزاه فی الهداية الی اکثر المشایخ، وفی الکافی الی الجمهور، وفی البرهان، و هو المروی عن ابی حنيفة والمنقول فی الاثار[1]۔	تراویح میں ختم قرآن سنت ہے، خانیہ وغیرہ میں اسی کو صحیح کہا ہے، ہدایہ میں اس کی نسبت اکثر مشائخ کی طرف کی ہے، کافی میں جمہور کی طرف کی ہے اور برہان میں ہے کہ یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی سے اثار میں منقول ہے۔ (ت)

کافی وہندیہ میں ہے:

السنة فی التراویح انما هو الختم	تراویح میں ایک دفعہ ختم قرآن سنت ہے تو قوم

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۶/۲

مرة فلا یترك لکسل القوم[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم	کی سستی اور کاہلی کی وجہ سے اسے ترک نہ کیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۷۹: از قصبہ کاشیپور محلّہ قاضی باغ ضلع نینی تال مسئولہ جناب شیخ اللہ بخش و محمد وزیر خاں ۱۴/ محرم ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قرآن شریف کے اندر جو ایک سو چودہ سورتیں ہیں اگر حافظ قرآن تراویح میں ہر سورۃ میں بسم اللہ شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟ یا کیا نفع نقصان ہے؟ ایک شخص یہاں پر ہر سورہ میں بسم اللہ شریف ظاہر کرکے پڑھتے ہیں تو اُن پر اعتراض واجب ہے یا نہیں؟ ان سے کہتے ہیں کہ آپ ہر سورہ میں بسم اللہ شریف پڑھتے ہیں ہم نے کسی حافظ اور عالم کو ظاہر کرکے بسم اللہ پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

الجواب:

نماز میں بسم اللہ شریف آواز سے پڑھنا منع ہے صرف تراویح میں جب ختم کلام مجید کیا جائے سورہ بقرہ سے سورہ ناس تک کسی ایک سورہ پر آواز سے پڑھ لی جائے کہ ختم پورا ہو، ہر سورۃ سے آواز سے پڑھنا ممنوع ہے اور مذہب حنفی کے خلاف۔ گنگوہ وغیرہ کے بعض جاہلوں نے جو اس کے خلاف فتوٰی دیا ہے حماقت وجہالت ہے والتفصیل فی رسالتنا وصاف الرجیح فی بسملۃ التراویح (اس کی تفصیل ہمارے رسالہ "وصاف الرجیح فی بسملۃ التراویح" میں ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۸۰: از دھرم پور ضلع بلند شہر پرگنہ ڈبائی کوٹھی نواب صاحب مسئولہ عبدالرحیم ۲۸/ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز تراویح حافظ کے نہ ہونے سے سورہ الم ترکیف سے پڑھی جائیں بیس رکعت، لیکن اس طریق سے کہ ایک ایک رکعت میں ایک سورۃ دوسری میں قل ھو اللہ یہاں تک کہ بیس رکعت میں نو سورہ الم ترکیف سے اور گیارہ سورہ قل ھو اللہ پڑھی جائیں مگر گیارہویں رکعت میں جبکہ سورہ اذا جاء پڑھی جائے اور بارہویں میں قل ھو اللہ تو ایک سورہ تبت بیچ میں رہ جاتی ہے اور اسی طرح سے جب انیسویں رکعت میں قل ھو اللہ اور بیسویں میں ناس تو فلق رہ جاتی ہے اس صورت میں کچھ کراہت ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

یہ دونوں صورتیں وجہ کراہت ہوں گی کہ بیچ میں چھوٹی سورت کا چھوڑ دینا مکروہ ہے یہ آسان ہے کہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ فصل فی التراویح مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۱۷

دس رکعتوں میں سورہ فیل سے سورہ ناس تک پڑھے پھر انہیں کا اعادہ کرے۔

اما مافی الدر المختار، ولا یکرہ فی النفل شیئ من ذلك[1] فمع قطع النظر عما اورد علی ھذہ الکلیۃ لم یثبت ان النفل ھھنا یشمل السنۃ المؤکدۃ بل ھو مقابلھا وقدقالہ فی الدر المختار قبیلہ، وفی الحجۃ یقرأ فی الفرض بالترسل حرفا حرفا وفی التراویح بین بین وفی النفل لیلا، لہ ان یسرع بعد ان یقرأ کمایفھم[2]۔ ھ وفی الغنیۃ الاصح کراھۃ اطالۃ الثانیۃ علی الاولی فی النفل ایضا الحاقا لہ بالفرض فیمالم یرد فیہ التخصیص من التوسعۃ کجوازہ قاعدا بلا عذر ونحوہ[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	درمختار میں جو ہے کہ ان میں سے کوئی شیئ نوافل میں مکروہ نہیں، تو اس پر وارد شدہ اعتراض سے قطع نظر کرتے ہوئے یہاں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نفل سنت مؤکدہ کو بھی شامل ہے بلکہ وہ اس کے مقابل ہے، اس سے تھوڑا پہلے درمختار میں ہی بات کہی: حجہ میں ہے کہ فرائض میں قراءۃ آہستہ آہستہ حرف حرف پڑھے اور تراویح میں ترسل واسراع کے درمیان درمیان اور رات کے نوافل میں اتنا تیز پڑھ سکتا ہے جو سمجھ آسکے اھ۔ غنیہ میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ نوافل میں بھی دوسری رکعت کو پہلی رکعت پر طویل کرنا مکروہ ہے یہ حکم نفل کو فرض کے ساتھ ان امور میں ملحق کرنے کی بناء پر ہے جن میں نفل کے لئے تخصیص وسعت وارد نہیں ہوئی، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۸۱: از مین پوری مسئولہ حکیم محمد احمد صاحب علوی شب ۱۰/ شوال ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شبینہ پڑھنا یعنی ایک شب میں قرآن مجید ختم کرنا تراویح یا تہجد یا نفل میں جائز ہے یا نہیں اور جو شخص اس طرح پر کہ نہایت صحت اور قواعد کے ساتھ صاف صاف پڑھتا ہے اس کی اقتداء میں اگر کچھ لوگ ذوق وشوق اور خلوص وہمت سے داخل ہو کر شرکت کریں تو ان مقتدیوں اور امام کی بابت کیا حکم ہے، زید کہتا ہے کہ شبینہ مطلقًا ناجائز ہے اس کی کوئی اصل نہیں بلکہ حرام ہے صحابہ وتابعین وتبع تابعین کے زمانہ میں کبھی نہیں ہوا، اور یہ جو بعض بزرگوں کی نسبت مشہور ہے کہ فلاں بزرگ نے ایک رات میں اتنے اتنے ختم کئے بالخصوص حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی نسبت وہ محض خصوصیات ہیں اُن کا یہ

---

[1] درمختار فصل ویجہر الامام، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۸۱

[2] درمختار فصل ویجہر الامام، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۸۰

[3] غنیۃ المستملی کراھیۃ الصلوٰۃ فصل فی بیان مایکرہ فعلہ فی الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۵۶

فعل ہمارے لئے حجت نہیں ہے، بکر کہتا ہے کہ نفس شبینہ جائز اور مباح ہے بلکہ بزرگان دین کا معمول ہے یہ اور بات ہے کہ اگر منہیات شرع اس میں شامل ہوں یا لوگ اس کو اچھی طرح نہ سنیں بلکہ اس وقت بیٹھے باتیں کریں یا حقہ اور چائے پینے میں مشغول رہیں یا قرآن مجید ایسا غلط اور جلد جلد پڑھا جائے کہ سمجھ میں نہ آئے تو بیشک ایسی صورت ناجائز ہوگی بلکہ ایسی صورت اگر تراویح میں واقع ہو تو تراویح کے لئے کیا حکم نہ ہوگا کیا نفس تراویح ان عوارض کی وجہ سے ناجائز ٹھہرے گی؟ زید کہتا ہے شبینہ پڑھنے والے اور سننے والے کو پانسو جوتے لگانے چاہئیں، امسال رمضان مبارک ۱۳۳۹ھ میں ہم چند مسلمانانِ مین پوری نے اپنے اپنے ذوق وشوق سے چند حافظ بلوائے جو نہایت عمدہ اور صاف پڑھنے والے تھے نہ کسی پر بار ہوا سب نے نہایت مستعدی اور سکون سے سنا اس پر زید کو بہت غصہ آیا زید امام جامع مسجد ہے انہوں نے بالاعلان ہم سب مسلمانوں پر اسی جامع مسجد میں بعد نماز مغرب مصلے پر کھڑے ہو کر ماں بہن کی گالیاں دیں اور کہا شبینہ سننا اور وہاں جانا سب گناہ ہے کوئی شبینہ کو جائز ثابت کر دکھائے تو پچاس روپیہ دوں گا ایسے شخص کی نسبت جو اس قسم کے سب وشتم مسلمانوں کو دے بازاری اور فحش کلمات اس کے زبان زد رہتے ہوں اور مسلمانوں کو جو اس کے مقتدی نہیں ماں بہن کی گالیاں دے، چنانچہ اس بنا پر وہ کل مقتدی اس سے ناخوش ہوں اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

فقیر ۲۹ شعبان سے بوجہ علالت رمضان شریف کرنے اور شدت گرما گزارنے کو پہاڑ پر آیا ہوا ہے وطن سے مجبور اپنی کتب سے دور، للہذا زیادہ شرح وبسط سے معذور مگر حکم مسئلہ بفضلہٖ تعالٰی واضح ومیسور۔ شبینہ فی نفسہٖ قطعًا جائز وروا ہے اکابر ائمہ دین کا معمول رہا ہے اسے حرام کہنا شریعت پر افترا ہے، امام الائمہ سیّدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تیس برس کامل ہر رات ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کیا ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

قال الحافظ الذهبی قدتواتر قیامه باللیل و تهجده وتعبده، ای ومن ثم کان یسمی بالوتد لکثرة قیامه باللیل، بل احیاه بقرأة القراٰن فی رکعة ثلاثین سنه[1]۔	حافظ ذہبی نے فرمایا کہ آپ کا قیام اللیل، تہجد اور تعبد تواتر کے ساتھ منقول ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کو وتد (کیل) کہا جاتا ہے کیونکہ آپ کے قیام لیل میں کثرت تھی بلکہ آپ تیس سال تک رات کو ایک رکعت میں پورے قرآن کی تلاوت کرتے (ت)

---

[1] ردالمحتار مقدمہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۲

بلادلیل شرعی کسی حکم کو بعض عباد سے خاص مان لینا جزاف ہے اور یہ کہنا کہ اُن کا یہ فعل ہمارے لئے حجت نہیں ادب کے خلاف محض لاف ہے، ان کا فعل حجت نہ ہوگا تو کیا زید وعمرو کا ہوگا! جواہر الفتاوٰی امام کرمانی پھر فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے: **انما یتمسك بافعال اھل الدین**[1]۔ اہل دین کے افعال سے تمسک کیا جائے گا (ت) علمائے کرام نے فرمایا ہے سلف صالحین میں بعض اکابر دن رات میں دو ختم فرماتے بعض چار بعض آٹھ، میزان الشریعہ امام عبدالوہاب شعرانی میں ہے کہ سیدی علی مرصفی قدس سرہ نے ایک رات دن میں تین لاکھ ساٹھ ہزار ختم فرمائے[2]۔ آثار میں ہے امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم بایاں پاؤں رکاب میں رکھ کر قرآن مجید شروع فرماتے اور دہنا پاؤں رکاب تک نہ پہنچتا کہ کلام شریف ختم ہوجاتا۔ بلکہ خود حدیث میں ارشاد ہے کہ داؤد علیہ السلام اپنے گھوڑے زین کرنے کو فرماتے اور اتنی دیر سے کم میں زبور یا توراۃ مقدس ختم فرمالیتے۔ توراۃ شریف قرآن مجید سے حجم میں کئی حصے زائد ہے

والحدیث رواہ احمد والبخاری عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال خفف علی داؤد القراٰن فکان یامر بدوابہ فتسرج فیقرأ القراٰن من قبل ان تسرج دوابہ[3]۔	امام احمد اور امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یہ حدیث شریف روایت کی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام پر اللہ تعالٰی نے تلاوت آسان فرمادی تھی آپ سواری پر زین رکھنے کا حکم دیتے اور زین رکھی جاتی توآپ زین رکھنے سے پہلے زبور تلاوت کرلیتے۔ (ت)

یہ سب روایات اوران سے زائد ہماری کتاب "**الفیوض المکیۃ لمحب الدولۃ المکیۃ**" میں ہیں ان افعال کریمہ کو حجت نہ ماننا کیسی گستاخی ہے، جاہل وہ کہ اُسوت اور حجت میں فرق نہ جانے، ہم ان میں اقتداء پر قادر نہیں مگر وہ حجت شرعیہ ضرور ہیں کہ فی نفسہٖ یہ فعل حسن ہے کراہت یاممانعت اگر آئے گی تو عوارض

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب السابع عشر فی الغناء نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۲

[2] المیزان الکبرٰی فصل فی بیان بعض مااطلعت علیہ من کتب الشریعۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۷۹

[3] صحیح البخاری کتاب الانبیاء قول اللہ اٰتینا داؤد زبورا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۸۵

سے، اور وہ یہاں پانچ ہیں:

اوّل عدم تفقّہ یعنی جلدی کی وجہ سے معانی قرآن کریم میں تفکر وتدبر نہ ہوسکے گا، اصل وجہ منصوص فی الحدیث ہی ہے سنن دارمی وابی داؤد وترمذی وابن ماجہ میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

لم یفقه من فرائض القراٰن فی اقل من ثلاث[1]۔	جس نے تین رات سے کم میں قرآن مجید ختم کیا اس نے سمجھ کر نہ پڑھا۔

یہ وجہ صرف نفی افضلیت کرتی ہے جس سے کراہت بھی ثابت نہیں ہوتی۔ ولہذا عالمگیری میں کراہت شبینہ کے قول کو بصیغہ ضعف ومرجوحیت نقل کیا:

حیث قال افضل القرأة ان یتدبر فی معناہ حتی قیل یکرہ ان یختم القراٰن فی یوم واحد[2]۔	یہاں الفاظ یہ ہیں کہ افضل قرأت یہ ہے کہ اس کے معانی میں تدبر ہو حتی کہ یہ کہا گیا ہے کہ ایک دن میں ختم قرآن مکروہ ہے۔ (ت)

اقول: پھر یہ بھی ان کے لئے ہے جو تفکر معانی کریں یہاں کے عام لوگ کہ کتنا ہی دیر میں پڑھئے تفکر سے محروم ہیں اُن کے لئے دیر بے سود ہے اور وہ مقصود لذاتہ نہیں بلکہ اسی لئے مقصود ہے اُن کے لئے معتدل جلدی ہی کا افضل ہونا چاہئے کہ جس قدر جلد پڑھیں گے قرأت زائد ہوگی اور قرآن کریم کے ہر حرف پر دس نیکیاں ہیں سَو کی جگہ پانسو حرف پڑھے تو ہزار کی جگہ پانچ ہزار نیکیاں ملیں، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قرأ حرفا من کتاب اللہ فله حسنة و الحسنة بعشر امثالها لااقول الٓمٓ حرف ولکن الف حرف ولام حرف ومیم حرف[3]۔ رواہ الدارمی و الترمذی و صححه عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنه۔	جس نے قرآن کریم کا ایک حرف پڑھا اس کے لئے ایک نیکی ہے اور ہر نیکی دس نیکیاں، میں نہیں فرماتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔ اسے دارمی اور ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور اسے صحیح کہا۔ (ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب القرأة مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۱۹/۲

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الرابع فی الصلوٰۃ الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۱۷/۵

[3] جامع الترمذی باب ماجاء فی من قرأ حرفا من القرآن الخ مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۱۵/۲

اور ہر ثواب فہم پر موقوف نہیں، امام احمد رضی اللہ عنہ نے رب عزوجل کو خواب میں دیکھا عرض کی: اے میرے رب! کیا چیز تیرے بندوں کو تیرے عذاب سے نجات دینے والی ہے۔ فرمایا: میری کتاب۔ عرض کی: یارب بفھم اوبغیر فھم اے میرے رب! سمجھ کر یا بے سمجھ بھی۔ فرمایا: بفھم وبغیر فھم سمجھ کر اور بے سمجھے۔

دوم کسل، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان اللہ لایسأم حتی تسأموا [1] بیشک اللہ تعالٰی ثواب دینے میں کمی نہیں فرماتا جب تک نہ اکتاؤ۔

اقول: یہ وجہ عام عوام کو عام ہے اور احکام فقہیہ میں غالب ہی کا اعتبار ہوتا ہے کما بیناہ فی رسالتنا کشف الرین علی حکم مجاورۃ الحرمین ورسالتنا جمل النور فی نھی النساء عن زیارۃ القبور (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے رسالے کشف الرین علی حکم مجاورۃ الحرمین اور اپنے رسالے جمل النور فی نھی النساء عن زیارۃ القبور میں بیان کیا ہے۔ ت) مگر اس وجہ کا مفاد صرف کراہت تنزیہی ہے، علماء نے تصریح فرمائی کہ کسل قوم کے سبب تراویح میں قرآن نہ چھوڑیں۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

الختم مرۃ سنۃ ولایترك الختم لکسل القوم [2] (ملخصا)	ایک دفعہ ختم قرآن سنت ہے لہٰذا اسے قوم کی سستی کی بنا پر ترک نہ کیا جائے (ملخصا)۔ (ت)

اگر کراہت تحریم ہوتی اُس سے احتراز سنت پر مقدم رہتا اور مکروہ تنزیہی جواز واباحت رکھتا ہے نہ کہ گناہ وحرمت کما حققناہ فی رسالتنا جمل مجلیہ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالے جمل مجلیہ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیۃ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) سوم ہذرمہ گھاس کاٹنا۔ درمختار میں ہے:

یاتی الامام والقوم بالثناء فی کل شفع ویزید الامام علی التشھد [3] (بان یاتی بالدعوات بحر، ش [4]) الا ان یمل	امام اور مقتدی ہر شفع میں ثنا پڑھیں اور امام تشہد پر اضافہ کرے (بایں طور کہ دعائیں پڑھے، بحر، ش) مگر قوم اکتا جائے تو صلوٰۃ پڑھ لے اور

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث سیّدہ عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا مطبوعہ دارالفکر بیروت ۶/ ۲۴۷

[2] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۹۸

[3] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۹۹

[4] ردالمحتار آخر باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۷

القوم فیاتی بالصلات ویترك الدعوات و یجتنب المنکرات ھذرمة القرأت وترك تعوذوتسمیة وطمانینة وتسبیح و استراحة[1]۔	اور دعائیں ترک کردے، ممنوعات سے اجتناب کرے مثلاً بہت زیادہ تیز قرأت کرنا، تعوذ وتسمیہ کوترک کرنا، اطمینان کے ساتھ نمازادانہ کرنا، تسبیح اور جلسہ استراحت کا ترک کرنا۔(ت)

بعض لوگ ایساجلد پڑھتے ہیں **علیم یا حکیم، یعقلون، تعلمون** غرض لفظ ختم آیت کے سواکچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ نفس سنت کافانی اور بدعت شنیعہ اور اساءت ہے۔

چہارم ترک واجبات قرأۃ مثل مد متصل، یہ صورت گناہ ومکروہ تحریمی ہے۔

پنجم امتیاز، حروف متشابہ مثل ث س ص، ت ط، ز ذ ظ وغیرہا نہ رہنا، یہ خود حرام ومفسد نماز ہے مگر ہندوستان کی جہالتوں کاکیاعلاج، حفاظ وعلماء کودیکھاہے کہ تراویح درکنار فرائض میں بھی اس کی رعایت نہیں کرتے، نمازیں مفت برباد جاتی ہیں **انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون**۔ شبینہ مذکورہ سوال کہ ان عوارض سے خالی تھااس کے جواز میں کوئی شبہہ نہیں مگر اتناضرورہے کہ جماعت نفل میں تداعی نہ ہوئی ہو کہ مکروہ ہے، مسلمانوں کو فحش گالیاں دینا خصوصًاماں بہن کی خصوصًامسجد میں سخت فسق ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس المؤمن بالطعان ولااللعان ولاالفاحش ولاالبذی[2]۔ رواہ احمد والبخاری فی الادب المفرد والترمذی وحسنہ و ابن حبان والحاکم فی صحیحھما عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	مسلمان نہیں ہوتاہے بہت طعنہ کرنے والا بہت لعنت کرنے والا نہ بے حیافحش گو۔ اسے امام احمد، بخاری نے ادب المفرد میں، ترمذی نے اسے حسن کہا۔ ابن حبان اور حاکم نے اپنی اپنی صحیح میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیاہے۔

خصوصًا جواس کاعادی ہے اس کے سخت فاسق معلن ہونے میں کلام نہیں اسے امام بناناگناہ ہے اور اس کے پیچھے نمازپڑھنامکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ، اورپڑھ لی توپھیرنی واجب، فتاوٰی حجہ وغنیہ میں ہے: **لوقدموا فاسقایاثمون**[3] (اگرفاسق کوامامت کے لئے مقدم کردیاتوتمام لوگ گنہگار ہوں گے۔ت)

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۹۹

[2] جامع الترمذی باب ماجاء فی اللعنۃ مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۹

[3] غنیۃ المستملی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

تبیین الحقائق امام زیلعی میں ہے: **لان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقدوجب علیهم اهانته شرعا**[1] (کیونکہ اس کی امامت کے لئے تقدیم میں تعظیم ہے حالانکہ شرعًا اس کی اہانت لازم ہے۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۸۲: از گھوسی ضلع اعظم گڑھ محلّہ کریم الدین پور مرسلہ جامع فنون عقلیہ ونقلیہ فقیہ ملت مولٰنا حکیم محمد امجد علی صاحب اعظمی رضوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مصنف بہار شریعت ۸/ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

حضور والابرکت دامت برکاتہم بعد سلام ونیاز غلامانہ معروض حافظ نے تراویح میں فاتحہ اور سورہ توبہ کے درمیان **اعوذ باللّٰہ من النار ومن شر الکفار الخ** بالجہر قصداً پڑھا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ نماز ہوئی یا نہیں؟ اور ہوئی تو کیسی؟ اگر نماز واجب الاعادہ ہو تو ان دونوں رکعتوں میں جو قرآن پڑھا گیا ختم کے پورا ہونے میں اس کا اعادہ بھی ضرور ہے یا کیا؟

الجواب:

سورہ توبہ شریف کے آغاز پر بجائے تسمیہ یہ تعوّذ محدثات عوام سے ہے شرع میں اس کی اصل نہیں، خیر بیرون نماز اس میں حرج نہ تھا، رہی نماز اگر سورہ فاتحہ کے بعد یہی سورہ توبہ شروع کی اور اس سے پہلے وہ اعوذ پڑھی تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوئی کہ واجب ضم سورۃ بوجہ فصل بالا جنبی ترک ہوا مگر اعادہ تراویح سے اعادہ قرآن لازم نہیں یہ جب تھا کہ تراویح باطل ہو جاتی اور اگر فاتحہ کے بعد کچھ آیات انفال پڑھ کر توبہ شروع کی اور اُس سے پہلے وہ تعوذ پڑھا تو اگرچہ کراہت تحریم ووجوب اعادہ نہیں مگر جماعت تراویح میں مثل جماعت فرائض وواجبات یہ فعل مکروہ وخلاف سنت ضرور ہے اور اس کا جہر سے پڑھنا اور زیادہ نادانی وقلّت شعور ہے اُن دو رکعتوں کا اعادہ اولٰی ہے۔ قرآن عظیم کے اعادہ کی اصلاً حاجت نہیں۔ درمختار میں ہے:

الامام لایشتغل بغیر القراٰن وماورد حمل علی النفل منفردا[2]۔	امام قرآن کے علاوہ میں مشغول نہ ہو اور جو دعائیں وغیرہ منقول ہیں وہ اس صورت پر محمول ہیں جب اکیلا آدمی نفل پڑھ رہا ہو۔ (ت)

ردالمحتار وحلیہ میں ہے:

اما الامام فی الفرائض فلما ذکرنا من انه	فرائض میں امام کا معاملہ تو وہی ہے جو ہم ذکر کر آئے

---

[1] تبیین الحقائق باب الامامۃ مطبوعہ مطبعۃ کبرٰی امیریہ مصر ۱/ ۱۳۴

[2] درمختار فصل یجہر الامام مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۸۱

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یفعله فیها، وکذا الائمة من بعده الی یومنا هذا فکان من المحدثات، ولانه تثقیل علی القوم فیکره، واما فی التطوع فانکان فی التراویح فکذلک[1] الخ واللہ تعالٰی اعلم۔	یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز میں ایسا فعل نہیں کیا اسی طرح آپ کے بعد آج تک ائمہ نے بھی نہیں کیا تو اب اس کے خلاف کرنا بدعت ہوگا، اور دوسرا یہ بھی ہے کہ قوم پر ثقل ہوگا لہذا مکروہ ہے رہا معاملہ نوافل کا تو اگر تراویح میں تو وہاں بھی یہی حکم الخ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۸۳: از جالندھر محلّہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خاں صاحب ۲۰/ شوال ۱۳۱۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کہے کہ نمازتراویح میں قرآن شریف کے سننے سے ذکر ولادت باسعادت آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کاسننا اچھاہے، آیا یہ شخص غلطی پر ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب تحریر فرمائیں۔

الجواب:

اگرچہ قرآن عظیم وتہلیل وتکبیر وتسبیح وذکرشریف حضورپرنور سیدالعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سب ذکرالٰہی ہیں کریمہ ورفعنالک ذکرک کی تفسیر میں حدیث قدسی ہے:

جعلتك ذکرا من ذکری فمن ذکرك فقد ذکرنی[2]۔	یعنی رب العزت عزوجل اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرماتا ہے میں نے تمہیں اپنے ذکر میں سے ایک ذکر بنایا توجس نے تمہارا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا۔ (ت)

مگرقرآن عظیم اعظم طرق اذکارالٰہیہ ہے حدیث قدسی میں سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں رب عزوجل فرماتاہے:

من شغله القراٰن عن ذکری ومسألتی اعطیته افضل من اعطی السائلین، وفضل کلام اللہ علی سائر الکلام	جسے قرآن عظیم میرے ذکر ودعا سے روکے یعنی بجائے ذکرودعاقرآن عظیم ہی میں مشغول رہے، اسے مانگنے والوں سے بہتر عطا کروں اور کلام اللہ کا فضل

---

[1] ردالمحتار فصل فی القراءۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۵۴۵

[2] کتاب الشفاء الفصل الاول من الباب الاول مطبوعہ شرکۃ صحافیۃ دولت عثمانیہ ترکی ۱/ ۱۵

كفضل الله على خلقه[1]۔ رواه الترمذی وحسنه۔	سب کلاموں پر ایسا ہے جیسا اللہ عزوجل کا فضل اپنی مخلوق پر۔ اسے ترمذی نے روایت کرکے حسن قرار دیا ہے۔ (ت)

خصوصًا تراویح کا ایک ختم کہ سنت جلیلہ ہے اور مجلس میلاد مبارک عمل مستحبات اور سنت مستحب سے بلاشبہ افضل، ہاں اگر کسی شخص کے لئے کوئی عارض خاص پیدا ہو تو ممکن کہ ذکر شریف سننا اس کے حق میں قرآن مجید سننے بلکہ اصل تراویح سے بھی اہم وآکد ہو جائے مثلًا اس کے قلب میں عدو رجیم نے معاذاللہ حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے کچھ وساوس ڈالے اور ایک عالم دین مجلس مبارک میں ذکر اقدس فرمارہا ہے اس کا سننا اس وساوس کو دور کرے گا اور دل میں معاذاللہ اُن کے جم جانے کا احتمال ہے تو قطعًا اس پر لازم ہوگا کہ ذکر شریف میں حاضر ہو کہ محبت وتعظیم حبیب کریم علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم اصل کار ومدار ایمان ہے، معاذاللہ یہ نہ ہو تو پھر نہ قرآن مفید نہ تراویح نافع، نسأل الله العفو والعافية (ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور درگزر کا سوال کرتے ہیں۔ ت)

مسئلہ ۱۰۸۴: از بنگالہ ضلع چاٹگام تھانہ راؤجان موضع پھمرا مرسلہ مولوی مہدی صاحب ۱۴ شوال ۱۳۲۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ درماہ رمضان المبارک جماعت وتر نہ نمودن وہر روز از جماعت موجودہ بیروں رفتن شرعًا جائز است یانہ وتارک جماعت وتر را فاسق وفاجر وغیر آں خواند شود یانہ؟ حسب شرع چہ حکم ست۔ بیّنوا توجروا۔	اس مسئلہ میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں کہ ماہ رمضان میں جماعت وتر میں شرکت نہ کرنا اور ہر روز جماعت موجودہ سے باہر چلا جانا شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ وتر کی جماعت کے تارک کو فاسق وفاجر وغیرہ کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟ شریعت کا حکم کیا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

جماعت وتر نہ واجب ست نہ مؤکد در ترک او ہیچ بزہ کاری نیست بلکہ اختلاف درانست کہ افضل جماعت ست یا وتر تنہا گزاردن فی الدر المختار هل الافضل فی الوتر[2]	جماعت وتر نہ واجب نہ سنت مؤکدہ، اس کے ترک میں کوئی گناہ نہیں بلکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جماعت افضل ہے یا تنہا وتر ادا کرنا۔ درمختار میں ہے کہ کیا وتر جماعت کے ساتھ افضل

---

[1] جامع الترمذی ابواب فضائل القرآن مطبوعہ کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۱۱۶

[2] سنن الدارمی باب فضل کلام اللہ تعالٰی الخ حدیث ۳۳۵۹ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۲/ ۳۱۷

الجماعۃ ام المنزل تصحیحان[1] ھ واللہ تعالٰی اعلم	ہیں یا گھر پر تنہا پڑھنا، دونوں قولوں کی تصحیح ہوئی ہے الخ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۸۵: از موضع خورد مئو ڈاک خانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی مسئولہ سید صفدر علی صاحب ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ کچھ قید ہے کہ نماز وتر کی تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ سورہ اخلاص ہی ضم ہو دوسری سورۃ نہ ہو؟

الجواب:

کوئی قید نہیں اختیار ہے جو سورۃ چاہے پڑھے یا چھوٹی آیتیں یا بڑی ایک آیت۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۰۸۶: از مولوی عبداللہ صاحب مدرس مدرسہ منظر الاسلام بریلی ۹ صفر ۱۳۳۹ھ، وتروں میں مشابہ سے دعائے قنوت بھول جانے پر کیا پڑھنا چاہیے؟ اور ایسی حالت میں سجدہ سہو کرنا ہوگا یا نہیں؟

الجواب:

ہر دعا پڑھنے سے واجب قنوت ساقط ہو جاتا ہے، ہاں اگر بالکل کوئی دعا بھول کر نہ پڑھی تو سجدہ سہو کرے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۸۷: از شہر مرادآباد محلّہ مغلپورہ حصہ اول مرسلہ مولینا مولوی سید اولاد علی صاحب ۹/ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وتروں کے مسبوق کو اپنے فوت شدہ رکعت میں قنوت پڑھنی چاہیے یا نہیں؟

الجواب:

مسبوق کی اگر وتر کی تینوں رکعتیں فوت ہوئیں اخیر میں قنوت پڑھے اور اگر ایک رکعت بھی ملی ہے اگرچہ تیسری کے رکوع ہی میں شامل ہوا تو اب باقی نماز میں قنوت نہ پڑھے گا۔ درمختار میں ہے:

المسبوق فیقنت مع امامہ فقط ویصیر مدرکا بادراك الرکوع الثالثۃ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم	مسبوق امام کے ساتھ صرف قنوت پڑھے اور وہ تیسری رکعت کا رکوع پانے سے مدرک ہوجائے گا واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار آخر باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، بھارت ۹۹/۱

[2] درمختار آخر باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، بھارت ۹۴/۱

مسئلہ ۱۰۸۸: مسئولہ شوکت علی صاحب ۱۷/ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز وتر کی تیسری رکعت میں بعد **الحمد** و **قل** کے تکبیر کہہ کر دعائے قنوت کے بدلے میں تین ۳ بار **قل ھو اللہ** شریف پڑھ لیتا ہے اور دعائے قنوت اس کو نہیں آتی ہے پس اس کی نماز وتر کی صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟ اور اگر وہ ہر روز سجدہ سہو کر لیا کرے تو نماز وتر اس کی صحیح ہو جایا کرے گی؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

نماز صحیح ہو جانے میں تو کلام نہیں، نہ یہ سجدہ سہو کا محل کہ سہواً کوئی واجب ترک نہ ہوا، دعائے قنوت اگر یاد نہیں یاد کرنا چاہئے کہ خاص اس کا پڑھنا سنت ہے، اور جب تک یاد نہ ہو **اللھم ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی الاٰخرة حسنة وقنا عذاب النار** پڑھ لیا کرے، یہ بھی یاد نہ ہو تو **اللھم اغفرلی** تین ۳ بار کہہ لیا کرے، یہ بھی نہ آتا ہو تو صرف **یا رب** تین بار کہہ لے واجب ادا ہو جائے گا، رہا یہ کہ **قل ھو اللہ** شریف پڑھنے سے بھی یہ واجب ادا ہوا کہ نہیں، اتنے دنوں کے وتر کا اعادہ لازم ہو۔ ظاہر یہ ہے کہ ادا ہو گیا کہ وہ ثناء ہے اور ہر ثناء دعا ہے۔

بل قال العلامة القاری وغیرہ من العلماء کل دعاء ذکر وکل ذکر دعاء[1] وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم افضل الدعاء الحمد للہ۔ رواہ الترمذی وحسنه و النسائی وابن ماجة وابن حبان و الحاکم وصححه عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنهما ھذا ولیحرر واللہ تعالٰی اعلم۔[2]	بلکہ علامہ علی قاری اور دیگر علماء نے فرمایا ہر دعا ذکر ہے اور ہر ذکر دعا۔ رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان ہے سب سے افضل دعا الحمد للہ ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کرکے حسن کہا۔ نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرکے صحیح کہا اسے محفوظ کرلو اور غور کرنا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب التسبیح والتحمید الخ مطبوعہ مکتبہ امدایہ ملتان ۱۱۲/۵

[2] جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۷۴/۲، مستدرک علی الصحیحین باب افضل الذکر الخ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۴۹۸/۱

اجتناب العمال عن فتاوی الجهال

(قنوت نازلہ پڑھنے کے بارے میں ایک فتوٰی کارَد)

مسئلہ ۱۰۹۵تا۱۰۸۹: از شہر دمن عملداری پرتگیز مرسلہ ضیاء الدین صاحب ۲۶/جمادی الاُخری ۱۳۱۶ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وہابی نے اول چند رسائل عقائد وہابیت وگستاخی شان مع۔ظمان دین پر مشتمل طبع کئے جس پر علمائے بمبئی وغیرہ نے ۱۳۱۳ھ میں اس کی وہابیت پر فتوٰی دیا اس نے باصرار جماعت اہلسنت مجبور ہو کر اپنے تحفظ کے لئے ربیع الاول ۱۳۱۴ھ اس وقت ایک پرچہ باظہار توبہ چھاپ کر شائع کردیا جب اہلسنت اس کی طرف سے مطمئن ہوگئے تو اس نے اپنے اُسی زمانہ سابق وہابیت کی تحریرات سے ایک تحریر حال کی بتاکر ظاہر کی جس کا تاریخی نام "ضروری سوال" لکھا ہے جس سے وہی ۱۳۱۳ھ پیدا ہے اگرچہ آخر میں ۱۳۱۵ھ لکھ دیا ہے اس تحریر پر وہ طالب مباحثہ ہے اور چند شرائط بحث لکھے ہیں وہ تحریر خاص اس کے قلم کی لکھی ہوئی مع توبہ نامہ و شرائط مباحثہ حضرات علمائے اہلسنت کے ملاحظ میں حاضر کرکے چند امور کا استفسار ہے:

(۱) اس تحریر میں جو حکم اس نے قرار دیا کہ نماز فجر میں قنوت پڑھنا وقت فتنہ وفساد وغلبہ کفار جائز وباقی وغیر منسوخ ہے اور باقی کسی سختی مثل طاعون ووباوغیرہ کے وقت جائز نہیں، یہ حکم تفصیلی ہمارے ائمہ کا ہے یا اس کا اپنا اختراع ہے۔

(۲) طاعون یاوبا کے لئے قنوت ماننے کو کذب وبہتان بتانا علمائے کرام وفقہائے اعلام کی شان میں گستاخی ہے یا نہیں؟

(۳) اس تحریر کے مضامین والفاظ وطرز بیان واملاوانشا سے اس شخص کا بے علم وجاہل ومنصب فتوی کے ناقابل ہوناظاہر ہے یا نہیں۔

(۴) اگرظاہر ہے تو نااہل کو مفتی بنناحلال ہے یاحرام اور اس کے فتوے پر عوام کو اعتماد چاہئے یا نہیں؟

(۵) اس نے اس تحریر میں جو سندیں تقریر میں لکھی ہیں اگر ان سے اس کا مطلب ثابت نہیں تو آیا یہ امر صرف اس کی جہالت وبے علمی سے ہے یا کہیں بددیانتی اور عوام کو فریب دہی بھی پیدا ہوتی ہے؟

(۶) جو اس تحریر ضروری سوال کو صحیح ودرست بتائے وہ جاہل ونافہم ہے یا نہیں؟

(۷) شرائط مباحثہ جو اس نے لکھے ہیں وہ اس کے اگلے اشتہار توبہ کے خلاف ہیں یا نہیں اور اس سے اس کی قدیم وہابیت کی بو پیدا ہوتی ہے یانہیں؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

اللھم لك الحمد تحریرات مذکورہ نظر سے گزریں، ضروری سوال میں جو حکم اختیار کیا محض خلاف تحقیق ہے ہمارے ائمہ کرام کی تصریحات کتب متون دیکھئے تو عموماً یہ ارشاد ہے کہ غیر وتر میں قنوت نہیں ان میں وقت غلبہ کفار کا بھی کہیں استثناء نہیں اور اگر تحقیقات جمہور شارحین پر نظر ڈالئے تو مطلقاً نازلہ کے لئے قنوت لکھتے ہیں خاص فتنہ وغلبہ کفار کی ہرگز قید نہیں لگاتے۔ غنیہ شرح منیہ میں ہے:

قال الحافظ ابوجعفر الطحاوی انما لایقنت عندنا فی صلٰوۃ الفجر من غیربلیة فاذا وقعت فتنة اوبلیة فلاباس به[1]۔	یعنی امام ابوجعفر طحاوی نے فرمایا نماز فجر میں ہمارے یہاں قنوت نہ ہونا اس وقت ہے کہ کوئی بلاومصیبت نہ ہو جب کوئی فتنہ یا کسی قسم کی بلاواقع ہو تو نماز صبح میں قنوت پڑھنا مضائقہ نہیں۔

شرح نقایہ برجندی میں ہے: **فی الملتقط قال الطحاوی فذکر نحوہ**[2] یعنی امام ناصرالدین محمد سمرقندی نے ملتقط میں امام طحاوی کا قول مذکور نقل فرمایا۔ بحرالرائق میں ہے:

وفی شرح النقایة معزیاالی الغایة وان نزل بالمسلمین نازلة قنت الامام[3] **الخ۔**	یعنی علامہ شمنی نے شرح نقایہ میں بحوالہ غایہ امام سروجی بیان کیا کہ اگر مسلمانوں پر (**معاذ اللہ**) کوئی سختی آئے تو امام قنوت پڑھے الخ

---

[1] غنیہ المستملی شرح منیۃ المصلی صلوٰۃ الوتر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۲۰

[2] شرح نقایہ برجندی فصل الوتر مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۳۰

[3] بحرالرائق شرح کنزالدقائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۴

منحۃ الخالق میں ہے:

کذا فی شرح الشیخ السمعیل لکنه عزاه الی غایة البیان ولم اجد المسألة فیها فلعله اشتبه علیه غایة السروجی لغایة البیان لکنه نقل عن البنایة مانصه اذا وقعت نازلة قنت الامام فی الصلٰوة الجهریة وقال الطحاوی لایقنت عندنا فی صلٰوة الفجر فی غیربلیة اما اذا وقعت فلاباس به[1] اھ	یعنی اسی طرح پر مسئلہ شرح شیخ اسمٰعیل للدرر والغرر میں ہے انہوں نے اسے غایۃ البیان علامہ اتقانی کی طرف نسبت کیا مگر مجھے غایۃ البیان میں نہ ملا، شاید غایہ سروجی سے اشتباہ ہوا لیکن اس نے بنایہ سے نقل کیا جس کی عبارت یہ ہے، جب کوئی سختی آئے تو امام جہر نماز میں قنوت پڑھے، اور طحاوی نے فرمایا ہمارے نزدیک فجر میں بغیر مصیبت نہ پڑھے تاہم جب مصیبت نازل ہو تو حرج نہیں اھ (ت)

اور انہیں نے غایہ امام عینی سے نقل کیا کہ جب کوئی سختی واقع ہو امام قنوت پڑھے اور امام طحاوی کا وہی ارشاد ذکر فرمایا۔ اُسی میں ہے:

(قوله ولهما انه منسوخ) قال العلامة نوح اٰفندی هذا علی اطلاقه مسلم فی غیر النوازل واما عند النوازل فی القنوت فی الفجر فینبغی ان یتابعه عند الکل لان القنوت فیها عند النوازل لیس بمنسوخ علی ماهو التحقیق کمامر[2] الخ۔	یعنی علامہ نوح آفندی نے فرمایا: جب حنفی کسی شافعی کے پیچھے نماز فجر پڑھے تو بغیر کسی نازلہ کے قنوت میں اس کا اتباع نہ کرے کہ وہ ہمارے نزدیک منسوخ ہے لیکن بلاؤں کے وقت صبح میں ہمارے سب اماموں کے ہاں مقتدی کو باتباع امام قنوت پڑھنا چاہئے کہ تحقیق یہی ہے کہ سختیوں کے وقت نماز صبح میں قنوت منسوخ نہیں۔

اشباہ والنظائر میں ہے:

فی فتح القدیر ان مشروعیة القنوت للنازلة مستمرة لم تنسخ[3]۔	یعنی فتح القدیر میں ہے کہ سختی کے لئے قنوت پڑھنے کی شرعاً اجازت برابر چلی آئی ہے منسوخ نہ ہوئی۔

اُسی میں ہے:

ذکر فی السراج الوهاج قال الطحاوی[4] الخ	سراج الوہاج میں امام طحاوی کا وہ ارشاد ذکر کیا کہ کوئی بلا آئے تو قنوتِ فجر میں حرج نہیں۔

---

[1] منحۃ الخالق علی بحرالرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۴۴

[2] منحۃ الخالق علی بحرالرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۵

[3] الاشباہ والنظائر فائدہ فی الدعاء لرفع الطاعون مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ ۲/ ۶۲_۲۶۱

[4] الاشباہ والنظائر فائدہ فی الدعاء لرفع الطاعون مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ ۲/ ۶۳_ ۲۶۳

مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں غایہ سروجی کا کلام نقل کرکے مثل علامہ ابراہیم حلبی شارح منیہ فرمایا:

فتکون مشروعیة مستمرة وھو محمل قنوت من قنت من الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنھم بعد وفاتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو مذھبنا وعلیہ الجمھور وقال الامام ابوجعفر الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی[1] الخ	یعنی سختیوں کے وقت قنوت کامشروع ہونا باقی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے بعد وفات اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو قنوت پڑھی اس کا موقع یہی ہے یعنی سختی کے وقت پڑھتے تھے، ہمارا اور جمہور ائمہ کا یہی مذہب ہے، امام طحاوی فرماتے ہیں کوئی فتنہ یا بلاہو تو قنوت میں مضائقہ نہیں۔

حاشیہ مراقی السید الطحاوی میں ہے:

قولہ وھو محمل الخ ای حصول نازلة قولہ وھو مذھبنا ای القنوت للحادثة[2]۔	اس کا قول، وہ موقع ہے الخ، یعنی سختی کے وقت۔ اس کا قول، وہ ہمارا مذہب ہے یعنی کسی سختی کے واقع پر۔ (ت)

درمختار میں ہے: لایقنت لغیرہ الالنازلة[3]۔ (یعنی وتر کے سوا کسی نماز میں قنوت نہ پڑھے مگر کسی سختی کے لئے۔) فتح اللہ المعین حاشیہ کنز للعلامۃ السید ابی السعود الازہری میں امام طحاوی کا ارشاد مذکور کہ کسی بلاکے وقت قنوت فجر میں حرج نہیں نقل کرکے فرمایا:

وظاھرہ انہ لوقنت فی الفجر لبلیة انہ یقنت قبل الرکوع[4] حموی۔	یعنی علامہ سید احمد حموی نے فرمایا امام طحاوی کے اس ارشاد سے ظاہر یہ ہے کہ اگر کسی بلاکے سبب نمازِ فجر میں قنوت پڑھے تو رکوع سے پہلے پڑھے۔

طحطاوی حاشیہ در میں ہے:

قال العلامة نوح بعد کلام قدمہ فعلی	یعنی علامہ نوح نے ایک کلام ذکر کرکے فرمایا تو اس

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب الوتر واحکامہ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۲۰۷

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الوتر واحکامہ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی

[3] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۹۴/۱

[4] فتح اللہ المعین باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۵۲/۱

هذا لایکون القنوت فی صلٰوة الفجر عند وقوع النوازل منسوخا بل یکون امرا مستمرا ثابتا ویدل علیه قنوت من قنت من الصحابة بعده صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فیکون المراد بالنسخ نسخ عموم الحکم لانسخ نفس الحکم قال فی الملتقط قال الطحاوی الخ (ثم قال) قال بعض الفضلاء هومذهبنا وعلیه الجمهور[1]۔	تقدیر پر بلائیں اُترتے وقت نماز فجر میں قنوت منسوخ نہ ہوگی بلکہ باقی وثابت ہوگی اور اس کی دلیل صحابہ کا بعد نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قنوت پڑھنا ہے تو ہمارے علماء جو قنوت فجر کو منسوخ بتاتے ہیں اس کی مراد یہ ہے کہ سختی وغیر سختی ہر صورت میں قنوت کا عموم منسوخ ہوگیا نہ یہ کہ قنوت رہا ہی نہیں ملتقط میں ہے امام طحاوی نے فرمایا کوئی فتنہ یا بلا ہو تو فجر میں قنوت پڑھ سکتے ہیں، بعض علماء نے فرمایا یہ ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے۔

ردالمحتار میں عبارات بحر و شرنبلالی و شرح شیخ اسمٰعیل و بنایہ و اشباہ و غایہ و غنیہ ذکر کرکے فرمایا: **قنوت النازلة عندنا مختص بصلٰوة الفجر**[2] سختی کے لئے قنوت ہمارے نزدیک نماز فجر سے خاص ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

قال الخطابی فیه دلیل علی جواز القنوت فی غیرالوتر قلت لکن یقید بما اذا نزلت نازلة و حینئذ لاخلاف فیه[3]۔	یعنی نماز فرض میں قنوت خاص اس صورت میں ہے جب کوئی سختی اُترے اس وقت اس میں خلاف نہیں،

کلام یہاں مسئلہ قنوت نوازل اور اس کے اجماعی یا خلافی ہونے کے بحث میں نہیں۔

وقد تقدم عن الشرنبلالی والحلبی و نوح اٰفندی والطحاوی بنسبة الی الجمهور المشعرة بحصول خلاف و افادالامام ابن الهمام فی الفتح وتبعه الحلبی فی الغنیة ان قنوت النوازل امر	پہلے شرنبلالی، حلبی، نوح آفندی اور طحطاوی سے جمہور کی نسبت گزرا جو اختلاف کی طرف مشعر ہے، امام ابن ہمام نے فتح اور حلبی نے ان کی اتباع میں غنیہ میں کہا کہ قنوت نازلہ اجتہادی معاملہ ہے اور دونوں طرف کے دلائل

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۸۳

[2] ردالمحتار مطلب فی قنوت النازلۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۹۶

[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القنوت، الفصل الاول مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۱۷۹

مجتهد فیه وذکر کلام النظرین۔	ذکر کئے۔ (ت)

کلام اس میں ہے کہ اولاً ان سب عبارات میں نازلہ، بلیہ، حادثہ سب لفظ مطلق ہیں کسی میں خاص فتنہ وغلبہ کفار کی تخصیص نہیں، نازلہ ہر سختی زمانہ کو کہتے ہیں جولوگوں پر نازل ہو۔ اشباہ میں ہے:

قال فی المصباح النازلة المصیبة الشدیدة تنزل بالناس انتهی وفی القاموس النازلة الشدیدة انتهی وفی الصحاح النازلة الشدیدة من شدائد الدهر تنزل بالناس[1] انتهی	مصباح میں ہے کہ قنوت نازلہ اس وقت پڑھی جائے گی جب لوگوں پر شدید قسم کی مصیبت نازل ہو انتہی، قاموس میں ہے نازلہ کا معنی شدیدۃ انتہی، صحاح میں ہے کہ نازلہ اسے کہتے ہیں جو شدائد دہر میں لوگوں پر نازل ہوں۔ انتہی (ت)

خود مصنّفِ "ضروری سوال" کو اقرار ہے کہ عندنا النازلۃ (سخت مصیبت کے وقت۔ت) کی قید سے ہر سختی سمجھی جاتی ہے بااینہمہ برخلاف اطلاقات علماء اپنی طرف سے خاص فتنہ وفساد وغلبہ کفار کی قید لگانا اور کہنا کہ "ہرایک نازلہ نہیں" کلام علما میں تصرف بیجا ہے۔

ثانیاً "میں اطلاق سے احتجاج کرتاہوں" کلمات علماء میں صاف تعمیم موجود ہے عامہ عبارت مذکورہ دیکھئے لفظ نازلۃ یا بلیۃ نکرہ موضع شرط میں واقع ہوا کہ اگر کوئی سختی یا کسی قسم کی بلاآئے تو نماز فجر میں قنوت پڑھے یہ صراحۃً ہر مصیبت ناس کو عام ہے "لما نصوا ان النکرة فی حیزالشرط تعم" (کیونکہ علماء نے تصریح کی ہے کہ نکرہ شرط کے تحت ہو تو عام ہوتا ہے۔ت) تو زید کا ان کے معنی میں وہ حکم لگادینا کلمات علماء کا بگاڑنا بدلنا ہے۔

ثالثاً ابن حبان نے اپنی صحیح بالتقاسیم والانواع میں بطریق ابراہیم بن سعد عن الزہری عن سعید وابی مسلمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

قال کان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لایقنت فی صلٰوة الصبح الا ان یدعوا لقوم او علی قوم[2]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نمازِ صبح میں قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے لئے ان کے فائدے کی دعافرماتے یا کسی قوم پر ان کے نقصان کی دعافرماتے۔

فتح القدیر وغنیہ ومرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا: وھو سند صحیح[3] یہ سند صحیح ہے۔ خطیب بغدادی

---

[1] الاشباہ والنظائر فائدہ فی الدعاء لرفع الطاعون مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۶۳۔ ۲۶۲

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القنوت الفصل الثانی مطبوعہ مکتبہ امدایہ ملتان، ۳/ ۱۸۲

[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القنوت الفصل الثانی مطبوعہ مکتبہ امدایہ ملتان ۳/ ۱۸۲

نے کتاب القنوت میں بطریق محمد بن عبداللہ الانصاری ثنا سعید بن ابی عروبۃ عن قتادہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لایقنت الا اذا دعالقوم اودعا علی قوم۔[1]	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے لئے یا کسی قوم پر دعا فرمانی ہوتی۔

کتب ثلٰثہ مذکورہ میں ہے: **ھذا سند صحیح قالہ صاحب تنقیح التحقیق**[2] یہ سند صحیح ہے صاحب تنقیح التحقیق نے اس کی تصریح کی۔ امام زیلعی نصب الرایہ میں یہ دونوں حدیثیں ذکر کرکے فرماتے ہیں:

قال صاحب التنقیح وسند ھذین الحدیثین صحیح وھما نص فی ان القنوت مختص بالنازلۃ[3]۔	یعنی صاحب تنقیح نے کہا ان دونوں حدیثوں کی سند صحیح ہے اور ان میں صاف تصریح ہے کہ قنوت وقت مصیبت کے ساتھ خاص ہے۔

یہ دونوں حدیثیں بھی مطلق ہیں ان میں کوئی تخصیص فتنہ وغلبہ کفار کی نہیں اور شک نہیں کہ مثلاً رفع طاعون، دفع وبا، زوال قحط کے لئے دعا بھی "**دعالقوم**" کے اطلاق میں داخل کہ یہ بھی مسلمانوں کے لئے دعائے نفع ہے، تو صحیح حدیثوں سے اس کا جواب ثابت ہوا۔

فان اعتل بحمل المطلق علی المقید، قلنا لیس ھذا محلہ فان ذکر واقعۃ عین داخلۃ فی اجمال بیان لایحصرہ فیھا عند احد علی انہ انما ھو مسلك الشافعیۃ وانت تظھر من نفسك الاعتماد علی مذھب الحنیفۃ وقد انبأت فی غضون کلامك انك ھھنا بصدد اثبات مذھبھم وصرحت فی اٰخر الرسالۃ انھا علی اصول مذھب	اگر کوئی یہ علت بیان کرے کہ مطلق کو مقید پر محمول کیا گیا ہے توہم کہیں گے کہ یہ اس حمل کا محل ہی نہیں اگر کوئی مخصوص ایسا واقعہ ذکر کرے جو بیان اجمال میں داخل ہو تو اس بات کا حصر مخصوص واقعہ میں کسی کے ہاں درست نہیں، علاوہ ازیں یہ شوافع کا مسلک ہے حالانکہ آپ مذہب حنفیّہ پر اعتماد کا اظہار کررہے ہیں، آپ کی یہ گفتگو آگاہ کررہی ہے کہ آپ احناف کا مذہب ثابت کرنے کے درپے ہیں، حالانکہ آخر رسالہ میں آپ نے یہ تصریح کی ہے

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القنوت الفصل الثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۱۸۲

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القنوت الفصل الثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۱۸۲

[3] نصب الرایہ لاحادیث الہدایۃ باب احادیث القنوت فی الفجر مطبوعہ مکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۲/ ۱۳۰

امامنا الاعظم ابی حنیفة النعمان رضی الله تعالٰی عنه وعن مقلدیھم اھ بلفظك مع ان الصحیح فی المسئلة الاصولیة قولنا فقد اقام ائمتنا علیها براھین لاقبل لاحدبها فیتم الالزام ولایبقی لاحد مجال کلام۔	یہ رسالہ ہمارے امام ابوحنیفہ نعمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اور ان کے مقلدین کے اصولوں پر ہے اھ یہ تمہارے اپنے الفاظ ہیں باوجودیکہ صحیح مسئلہ اصول میں ہمارا قول ہے ہمارے ائمہ نے اس پر ایسے دلائل قائم کئے ہیں کہ کوئی ان پر قیل وقال نہیں کرسکتا، پس الزام تام ہوا اور اس کے بعد کسی کو کلام کی مجال وطاقت نہیں (ت)

رابعاً مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے:

قال ابن حجر اخذ منه الشافعی انه یسن القنوت فی اخیرة سائر المکتوبات للنازلة التی تنزل بالمسلمین عامة کوباء قحط وطاعون اوخاصة ببعضهم کأسر العالم او الشجاع ممن تعدی نفعه و قول الطحاوی لم یقل به فیها غیر الشافعی غلط منه بل قنت علی رضی الله تعالٰی عنه فی المغرب بصفین اھ و نسبة هذا لقول الی الطحاوی علی هذا المنوال غلط، اذ أطبق علمائنا علی جواز القنوت عند النازلة[1]۔	ابن حجر نے فرمایا کہ امام شافعی نے یہاں سے یہ بات اخذ کی ہے کہ اس وقت تمام فرائض کی آخری رکعت میں قنوت نازلہ پڑھنا سنت ہے جب عام مصیبت مسلمانوں پر مثلاً وباقحط، طاعون نازل ہو یا خاص مصیبت بعض لوگوں پر نازل ہو مثلاً کسی عالم یابہادر جس کے نفع کثیر ہوں، کا مقید ہوجانا، اور امام طحاوی کا یہ قول کہ نازلہ میں اس بات کا قول امام شافعی کے علاوہ کسی نے نہیں کیا، یہ ان کی طرف سے غلطی ہے بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مقام صفین پر مغرب کے وقت قنوت پڑھی ہے اھ اور اس قول کی اس طریق پر امام طحاوی کی طرف نسبت کرنا غلط ہے کیونکہ ہمارے علماء شدید مصیبت کے وقت قنوت نازلہ پر متفق ہیں۔(ت)

اُسی میں ہے:

قال الامام النووی القنوت مسنون	امام نووی نے فرمایا فجر کی نماز میں ہمیشہ قنوت سنت

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القنوت مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۱۷۸

فی صلٰوۃ الصبح دائما واما فی غیرھا ففیه ثلثة اقوال والصحیح المشهور انه اذا نزلت نازلة کعدوا وقحط اووباء اوعطش اوضرر ظاهر فی المسلمین ونحو ذلك قنتوا فی جمیع الصلوات المکتوبة والافلا ذکره الطیبی وفیه ان مسنونیته فی الصبح غیر مستفادة من هذا الحدیث[1]۔	ہے اس کے علاوہ باقی نمازوں کے بارے میں تین اقوال ہیں، صحیح اور مشہور یہ ہے کہ جب کوئی شدید مصیبت آئے مثلاً دشمن کا حملہ، قحط، وبا، پیاس یا کوئی ضرر مسلمانوں پر غالب ہو تو تمام فرائض نمازوں میں قنوت پڑھیں ورنہ نہیں، اس کو طیّبی نے ذکر کیا۔ اور اُسی میں ہے کہ اس حدیث سے نماز صبح کے اندر قنوت کی سنت مستفاد نہیں ہو سکتی۔ (ت)

دیکھو مولٰینا علی قاری نے امام ابن حجر مکی سے تصریح صریح نقل فرمائی کہ جس نازلہ کے لئے قنوت پڑھی جاتی ہے وہ وباء وقحط وطاعون وغیرہا سب کو شامل ہے اور امام طیّبی سے انہوں نے امام اجل ابوزکریا نووی سے نقل کیا کہ نازلہ میں قحط ووبا و تشنگی وغیرہا سب داخل ہیں اور ان اقوال کو مسلم ومقرر رکھا اور بعض بیان کہ خلاف مذہب سمجھے اُن پر اعتراض کردیا، اسے برقرار رکھا بلکہ نازلہ کے معنی مذکور نقل کرکے صاف فرمادیا کہ امام طحاوی کی طرف قنوت نازلہ کا انکار، اس طرح نسبت کردینا ٹھیک نہیں کہ اس کے جواز پر تو ہمارے علماء کا اتفاق ہے اس سے صاف مفہوم کہ وہی نازلہ جس کے معنی ابھی بیان ہوچکے کہ قحط ووباء وطاعون سب اس میں داخل ہیں اسی کے لئے ہمارے علماء جواز قنوت کے قائل ہیں۔

خامساً کیوں راہ دور سے نشان معنی مقصود دیجئے، کلمات علماء سے صاف صریح تصریحیں لیجئے، اسی مرقاۃ شریف میں ہے:

قال ابن الملك وهذا یدل علی ان القنوت فی الفرض لیس فی جمیع الاوقات بل اذا نزلت بالمسلمین نازلة من قحط وغلبة عدو وغیر ذلك[2]۔	یعنی علامہ ابن ملک نے فرمایا اس حدیث سے ثابت ہے کہ فرض میں قنوت ہمیشہ نہیں بلکہ خاص اس وقت ہے جب معاذاللہ مسلمانوں پر کوئی سختی آئے، جیسے قحط اور دشمن کا غلبہ وغیرہ۔

علامہ زین العابدین بن ابراہیم بن محمد مصری نے کتاب الاشباہ میں غایہ و شمنی وفتح کی عبارات کہ نوازل میں قنوت روا ہے نقل کرکے فرمایا:

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القنوت مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۷۹/۳

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القنوت مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۸۱/۳

فالقنوت عندنا فی النازلۃ ثابت وھو الدعاء برفعھا ولاشك ان الطاعون من اشدالنوازل[1]۔	یعنی ان عباراتِ علما سے ثابت ہوا کہ ہمارے نزدیک بلا سختی کے وقت قنوت پڑھنا ثابت ہے اور وہ یہی ہے کہ اس بلاکے دفع کی دعاکی جائے اور شک نہیں کہ طاعون سخت تر بلاؤں میں سے ہے۔

اسی طرح علامہ سیداحمد مصری نے حاشیہ نورالایضاح اور علامہ سید محمد دمشقی نے حاشیہ تنویر میں دفع طاعون کے لئے قنوت پڑھنے کی تصریح فرمائی اور انہیں بحر محقق صاحب بحر کاحوالہ دیا ان کی عبارت ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب آتی ہے اور ثانی نے زیر قول شارح مدقق لایقنت لغیرہ الالنازلۃ (شدید مصیبت کے بغیر قنوت نہ پڑھی جائے۔ت) فرمایا:

قال فی الصحاح النازلۃ الشدیدۃ من شدائد الدھر ولاشك ان الطاعون من اشد النوازل اشباہ[2]	صحاح میں ہے نازلہ اس مصیبت کو کہاجاتاہے جو شدائد دہرمیں سے ہو، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ طاعون شدیدترین مصیبتوں میں سے ہے، اشباہ(ت)

تنبیہ: ان بیانوں سے چندامر روشن ہوئے:

اول: یہ کہ طاعون ووباء اور ان کے مثل ہربلیہ عامہ کے لئے قنوت صحیح حدیثوں کے اطلاقات سے ثابت ہے تو زید یعنی مصنف "ضروری سوال" کاقنوت نوازل کو جائز وثابت مان کراسے بعض نازلہ سے خاص کرنا اور باقی کی نسبت کہنا جب تک شریعت سے کسی کام کی اصل نہ ملے وہ کام یاتوبدعت ہوگا یاگناہ محض بے معنی ہے کیااطلاق احادیث اس شخص کے نزدیک کوئی اصل شرعی نہیں کہ اس کے حکم کو بے اصل وگناہ مانتاہے۔

دوم: قنوت طاعون ووبا کو نہ صرف اطلاقات کلام علمابلکہ ان کی صاف تعمیم میں شامل جن میں خود امام اجل ابوجعفر طحاوی بھی داخل، تواس کی بناپر زید کاادعا کہ "نہ اقوال خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت اور نہ ہمارے امام صاحب کے توابعین کے اقوال سے، وہ ایک زائد بات ہے" صریح نافہمی ہے۔

سوم: اطلاق وعموم سے استدلال نہ کوئی قیاس ہے نہ مجتہد سے خاص کمابینہ خاتم المحققین سیدنا الجد قدس سرہ الامجد فی کتابہ المستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد (جیساکہ ہمارے والد گرامی خاتم المحققین قدس سرہ نے اپنی مبارک کتاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد"

---

[1] الاشباہ والنظائر فائدہ فی الدعا لرفع الطاعون مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۲۶۲

[2] ردالمحتار مطلب فی القنوت للنازلۃ، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۲/ ۱۱

میں بیان کیا ہے۔ت) مثلاً اس اخیر زمانہ فتن میں طرح طرح کے نشے، قسم قسم کے باجے ایسے پیدا ہوئے جن کی حرمت کا ذکر نہ قرآن مجید میں ہے نہ حدیث شریف میں نہ اقوال ائمہ میں، مگر انہیں حرام ہی کہا جائے گا کہ وہ کل مسکر حرام (ہر نشہ آور شے حرام ہے۔ت) کے عموم اور یہ حدیث **یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف**[1]۔ (وہ ریشم، شراب اور مزامیر کو حلال سمجھیں گے۔) وکریمہ **وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡتَرِىۡ لَهۡوَ الۡحَدِيۡثِ**[2]۔ (اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں۔ت) کے شمول واطلاق میں داخل، اب اگر کوئی جاہل کہہ اُٹھے کہ یہ تو تم قیاس کرتے ہو احادیث میں کہیں تصریح نہیں پائی جاتی نہ ہمارے امام صاحب کے تابعین سے، ہمارا تمہارا قیاس مسائل فقہیہ دینیہ میں بے کار ہے تو اس سے یہی کہنا چاہئے کہ اے ذی ہوش! یہ قیاس نہیں بلکہ جب ایک مطلق یا عام احادیث وکلمات علمائے کرام میں وارد ہے تو اس کے دائرے میں جو کچھ داخل سب کو وہ حکم محیط وشامل، تو ثابت ہوا کہ زید کا "ضروری سوال" میں خود ہی یہ سوال قائم کرنا کہ "جب قنوت عندالنازلہ ثابت اور جائز ہوتی تو ہر قسم کی بلا اور مصیبت پر جائز ہونی چاہئے" اور اس کا یہ مہمل جواب دینا کہ "ہمارا تمہارا قیاس مسائل فقہیہ دینیہ میں بے کار ہے احادیث میں کہیں تصریح نہیں پائی جاتی نہ ہمارے امام صاحب کے توابعین کے اقوال سے" صریح نادانی ہے۔

چہارم: اگر صرف یہی اطلاق وعموم احادیث واقوال ائمہ ہوتے تو ثابت کہنے کے لئے کافی تھے ایسے مسئلے کو ہرگز کذب وبہتان نہیں کہہ سکتے، دوسرے دلائل کی نظر سے راجح اور ارجح کا اختلاف دوسری بات ہے مگر آپ اوپر سن چکے کہ طاعون ووباء قحط وغیرہا کے لئے قنوت کی صاف صریح تصریحیں امام اجل ابوزکریا نووی شارح صحیح مسلم شریف (جن کی جلالت شان پر علمائے جمیع مذاہب حقہ کا اجماع ہے) اور امام جلیل شرف الدین حسن بن محمد طیّبی شارح مشکوٰۃ وامام شہاب الحق والدین احمد بن حجر مکی ہاشمی وعلامہ عبداللطیف بن عبدالعزیز شہیر بابن فرشتہ از اجلہ علمائے حنفیّہ ومحقق فقیہ زین بن نجیم مصری عمدہ حنفیہو مولٰینا علی محمد سلطان محمد ہروی قاری مکی حنفی وفاضل جلیل سید احمد مصری طحطاوی حنفی وعالم نبیل سید محمد آفندی شامی حنفی نے فرمائیں اور امام ابن حجر مکی نے اسے امام مجتہد عالم قریش سیدنا امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل کیا تو مصنف "ضروری سوال" کا قول کہ "طاعون یا وبا کے لئے قنوت ثابت نہیں وہ ایک قسم کا کذب اور بہتان ہے اگر خطاءً ایسا کلمہ بے موقع کسی سے سرزد ہوجائے جناب الٰہی میں توبہ واستغفار جلد کرلے" محض کذب وبہتان اور اب ائمہ کرام وعلمائے اعلام کی جناب میں گستاخی وتوہین شان ہے، زید پر لازم ہے کہ اپنی اس خطا اور بے موقع کلمے سے جناب الٰہی میں توبہ واستغفار کرے اگر بفرض باطل یہ قنوت نوازل صرف امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہوتا اور ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم بالاتفاق اس سے انکار فرماتے تو غایت یہ کہ مسئلہ ائمہ مجتہدین کا

---

[1] صحیح بخاری کتاب الاشربہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۷

[2] القرآن الکریم ۳۱/ ۶

اختلافیہ اور ہمارے مذہب کے خلاف ہوتا، اسے کذب وبہتان کہنا اس حالت میں بھی حلال نہ تھا نہ کہ اس صورت میں کہ خود ہمارے ائمہ وعلماء کے بھی اطلاق وعموم ونصوص سب کچھ موجود، اور اگر اسے خصوص نقل فعل کا منکر ٹھہرایئے تو اول تو یہاں اس کا محل نہیں کہ اس خصوص کا مدعی کون تھا جس کے رَد میں زید یہ الفاظ لکھتا۔

ثانیاً اوپر واضح ہوا کہ زید نے اس تحریر "ضروری سوال" میں نہ ہمارے متون مذہب کے ظاہر پر عمل کیا نہ ہمارے شارحین اعلام کا قول لیا بلکہ اپنی طرف سے ایک نیا فتوٰی گھڑ دیا۔

بلی قد وقع مایوھمه فی کلام بعض ائمة الحدیث فی تقریر مذھب الامام احمد بن حنبل رضی الله تعالٰی عنه و فی کلام بعض ائمتنا فی توجیه مذھب بعض الصحابة رضوان الله تعالٰی علیھم ثم لم یعتمدہ ولاجعله مذھب علمائنا ولاذکرہ فی تقریر کلامھم مع انه قد اثر عنه التعمیم صریحا فیحتمل ان یکون القصر ھھنا وقع وفاقا لاحصرا وایا ماکان فجعل ھذا مذھبا لنالاسلف لزید فیه فیما اعلم والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔	ہاں مذہب امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تفصیل کرتے ہوئے بعض ائمہ حدیث کے کلام اور بعض صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مذہب کی توجیہ کرتے ہوئے ہمارے بعض ائمہ کے کلام میں کچھ ایسی گفتگو واقع ہوئی ہے جو ایسا وہم پیدا کرتی ہے پھر اس پر کسی نے اعتماد نہیں کیا نہ ہمارے علماء کا مذہب ہے اور نہ ہی یہ ان کے کلام میں مذکور ہے باوجودیکہ ان کی عموم پر تصریح منقول ہے لہٰذا ممکن ہے کہ یہاں قصر اتفاقاً واقع ہوگیا ہو اور حصرِ مقصود نہ ہو، جو بھی ہوا اسے ہمارا مذہب بنادیا گیا میرے علم کے مطابق اس میں زید کے لئے کوئی فائدہ نہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

"ضروری سوال" کے اظہار خطا کو اسی قدر بس تھا، بے حاجت شرعیہ ناقصوں قاصروں کی جہالتوں سفاہتوں کا شمار اپنا شیوہ نہیں لقولہ تعالٰی وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰہِلِیۡنَ ۝۱۹۹ (اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے کہ جاہلوں سے روگردانی کیجئے۔ت) مگر امور متعلقہ بدین میں بعد سوال سائل بیان امر حق ضروری، اور یہاں مصلحت دینی اس کی طرف داعی کہ جب ایک ایسا بے علم وکم فہم ومشکوک ومتہم شخص اپنے آپ کو مفتی ومصنف بنائے ہوئے ہے اور بعض عوام اسے عالم وقابل اعتماد سمجھتے ہیں تو اس کے پر جہل ونااہل ہونے کا آشکارا کرنا ان شاء اللہ دین عوام کو نافع اور ضلالت وجہالت میں پڑنے کا دافع ہوگا وباللہ التوفیق زید کی ترکیب وبندش الفاظ وانشا واملا میں اگرچہ خطاہائے فاحشہ موجود ہیں مگر ان سے تعرض داب محصلین نہیں

لہٰذا انہیں چھوڑ کر اس کے باقی کثیر وبسیار اغلاط وجہالت سے صرف بعض کا اظہار کیا جاتا ہے:

جہالت ۱: حدیث مذکور ابن حبان کہ زید کے دعوٰی تخصیص کا صاف رَد تھی براہ نادانی اپنی دلیل بنا کر لکھی اور اس پر فائدہ یہ جمادیا کہ "یہاں سے سمجھا گیا کہ کفار ظلم کریں تو نصرت چاہئے طاعون کے لئے قنوت ثابت نہیں" عقلمند سے پوچھا جائے کہ اس حدیث میں ظلم کفار کی تخصیص کہاں ہے اور اس کے ذکر سے، سوا ضرر کے تجھے کیا فائدہ حاصل ہوا۔

جہالت ۲: قنوت فجر کے بارے میں ہمارے مشائخ کرام تصریح فرماتے ہیں کہ منسوخ ہے ولہٰذا حکم دیتے ہیں کہ حنفی اگر فجر میں شافعی کی اقتدا کرے قنوت میں اس کا اتباع نہ کرے کہ منسوخ میں پیروی نہیں، اس قدر تو کلمات علماء متفق ہیں، ہاں محل نظر یہ ہے کہ یہاں عموم نسخ ہے یا نسخ عموم۔ عموم نسخ یہ کہ نازلہ وبے نازلہ کسی حال میں قنوت فجر کی مشروعیت باقی نہیں عموماً نسخ ہوگیا، اور نسخ عموم یہ کہ نازلہ وبے نازلہ ہر حال میں عموماً قنوت کا پڑھا جانا یہ منسوخ ہوا صرف بحالت نازلہ باقی رہا، نسخ عموم پر تو بہت احادیث صحیحہ دلیل ہیں جن کی تفصیل امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں افادہ فرمائی اور مسند احمد و صحیح مسلم و سنن نسائی وابن ماجہ میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قنت شھرا یدعو علی احیاء من احیاء العرب ثم ترکہ[1] زاد ابن ماجۃ فی صلٰوۃ الصبح[2]۔ وھو عند البخاری فی مغازی بزیادۃ بعد الرکوع وترك ثم ترکہ[3]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک مہینے تک نمازِ صبح میں قنوت پڑھی، عرب کے کچھ قبیلوں پر دعائے ہلاکت فرماتے تھے پھر چھوڑ دی۔ ابن ماجہ نے یہ اضافہ کیا کہ نماز صبح میں قنوت پڑھتے تھے۔ بخاری کے مغازی میں یہ اضافہ ہے کہ قنوت رکوع کے بعد تھی" پھر اسے ترک کردیا" کے الفاظ کو انہوں نے ترک کردیا۔ (ت)

اور صحاح ستہ میں بضمن حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے کہ ترک کا سبب نزول آیہ کریمہ

لَیۡسَ لَکَ مِنَ الۡاَمۡرِ شَیۡءٌ اَوۡ یَتُوۡبَ عَلَیۡهِمۡ اَوۡ یُعَذِّبَهُمۡ فَاِنَّهُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ﴿۱۲۸﴾[4] (آپ کے ہاتھ میں معاملہ نہیں چاہے تو

---

[1] صحیح مسلم باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۳۷

[2] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی القنوت فی صلٰوۃ الفجر مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۸۹

[3] صحیح بخاری باب غزوۃ الرجیع ورعل وذکوان مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۵۸۶۔۸۷

[4] القرآن ۳/ ۱۲۸

اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے یا انہیں عذاب دے کیونکہ یہ ظالم ہیں۔ت)۔

یہاں نظر دو طرف جاتی ہے اگر معنی آیت مطلقًا ممانعت اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تارک فرمانا بربنائے ارتفاع شریعت ہو یعنی فجر میں قنوت اصلًا مشروع نہ رہی تو عموم نسخ ثابت ہوگا اور اب قنوت نازلہ بھی منسوخ ٹھہرے گی، اور اگر معنی آیت ان خاص لوگوں پر دعائے ہلاکت سے ممانعت ہو کہ ان میں بعض علم الٰہی میں مشرف باسلام ہونیوالے تھے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترک انہیں کے بارے میں ہو، نہ مطلقًا تو صرف نسخ عموم ہی ثابت ہوگا اور قنوت نازلہ مشروع رہے گی، یہی دونوں نظریں امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر پھر ان کی تبعیت سے علامہ محقق حلبی نے شرح کبیر میں افادہ فرمائیں، ان دونوں کتابوں اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں کہے:

واذا ثبت النسخ وجب حمل الذی عن انس من روایۃ ابی جعفر (ھو الرازی) ونحوہ (کدینار بن عبداللہ خادم انس رضی اللہ تعالی عنہ مازال رسول للہ صلی اللہ تعالی علیہ سلم یقنت فی الصبح حتی فارق الدنیا) اما علی الغلط (لان الرازی کثیر الوھم قالہ ابوزرعۃ و دینار وقد قیل فیہ ماقیل) او علی طول القیام فانہ یقال علیہ ایضا او یحمل علی قنوت النوازل ویکون قولہ (اے قول انس رضی اللہ تعالی عنہ) ثم ترک فی الحدیث الاخر (المراد فی الصحاح) یعنی الدعا علی اولئك القوم لامطلقا[1] اھ مختصرا مزید منی مابین ھلالین	جب نسخ ثابت ہو تو اس روایت کو جسے حضرت انس سے ابوجعفر (رازی) یا اس کی مثل دیگر روایات (مثلًا: دینار بن عبداللہ حضرت انس کے خادم ہیں سے مروی ہے کہ رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم وصال تک فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے) یا غلطی پر محمول کیا جائے گا (کیونکہ بقول رازی ابوزرعہ کثیر الوہم ہیں، اور دینار کے بارے میں بھی جو کچھ کہا یا ہے وہ ہی کچھ ہے) یا طول قیام پر محمول کیا جائے گا کیونکہ قنوت کا اطلاق اس پر بھی ہوتا ہے یا اسی قنوت نازلہ پر محمول کیا جائے گا اور ان (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قول دوسری حدیث (جو صحیح میں موجود ہے) میں کہ پھر اسے ترک کردیا گیا یعنی قوم کے خلاف دعا ترک کردی نہ کہ ہر دعا اھ اختصارا اور میری طرف سے وہ اضافہ ہے جو ہلالین کے درمیان ہے (ت)

---

[1] فتح القدیر باب صلوٰۃ الوتر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۷۹، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القنوت الفصل الثانی مطبوعہ مکتبۃ امدادیہ ملتان ۳/ ۱۸۲

نیز کتابین مذکورین میں ہے:

فیجب کون بقاء القنوت فی النوازل مجتهدا فیه وذلك ان هذا الحدیث (ای حدیث ابن مسعود رضی الله تعالٰی عنه بطریقی حماد بن ابی سلیمان وابی حمزة القصاب عن ابراهیم عن علقمة عنه قال لم یقنت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی الصبح الاشهرا ثم ترکه لم یقنت قبله ولابعده ولفظ حماد لم یر قبل ذلك ولا بعده) لم یؤثر عنه صلی الله تعالٰی علیه وسلم من قوله ان لاقنوت فی نازلة بعد هذه، بل مجرد العدم بعدها فیتجه الاجتهاد بان یظن ان ذلك انما هولعدم وقوع نازلة بعدها تستدعی القنوت فتکون شرعیة مستمرة وهو محمل قنوت من الصحابة بعد وفاته صلی الله تعالٰی علیه وسلم، او ان یظن رفع الشرعیة نظرا الی سبب ترکه صلی الله تعالٰی علیه وسلم وهو انه لما نزل قوله تعالٰی لیس لك من الامر شیئ ترک۔ والله سبحنه وتعالٰی اعلم۔ ھ بزیادة[1]۔	مصائب کے وقت قنوت پڑھنے کو باقی رکھنے کے معاملے کو اجتہادی قرار دینا واجب ہے کیونکہ یہ حدیث (یعنی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ دو طریقوں سے مروی ہے حماد بن ابی سلیمان، ابو حمزہ قصاب نے ابراہیم سے انہوں نے علقمہ سے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک ماہ تک صبح کی نماز میں قنوت پڑھا پھر آپ نے اسے ترک فرمادیا اس سے پہلے بھی آپ نے قنوت فجر میں کبھی نہ پڑھی اور نہ بعد میں۔ حماد کے الفاظ یہ ہیں کہ اس سے پہلے بھی نہ دیکھا اور نہ بعد میں اور نہ ہی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یہ قول منقول ہے کہ شدید مصیبت میں اس کے بعد قنوت نہیں پڑھی جائے گی بلکہ اس کے بعد محض عدم منقول ہوا لہٰذا اس معاملہ میں اجتہاد ہوگا بایں طور کہ غالب گمان ہے کہ اس کے بعد کوئی ایسی شدید مصیبت ہی نازل نہ ہوئی جو قنوت کا تقاضا کرتی لہٰذا قنوت دائماً جائز ہوگی اور یہی محمل ہے اس قنوت کا جو حضور علیہ السلام کے صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم سے منقول ہے یا بایں طور کہ گمان یہ ہے کہ اس کا جواز ختم ہونا آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ترک کے باعث ہے، سبب یہ کہ جب اللہ تعالٰی کا قول لیس لک من الامر شیئ نازل ہوا آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کو ترک کردیا واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم اھ بزیادۃ۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر باب الصلوٰۃ الوتر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۷۹

روشن علم تو یہ ہے مگر مصنف "ضروری سوال" کی سخت نافہمی کہ دو متنافی باتوں کو ایک کر دیا اور کچھ نہ سمجھا، خود اسی کا ایک کلام دوسرے کو رَد کر دے گا مسلک تو وہ اختیار کیا کہ قنوت نازلہ باقی ہے منسوخ نہیں اگرچہ نازلہ کے معنی خاص فتنہ وفساد وغلبہ کفار کے لئے ایک جگہ لکھا عندالنازلہ بدعت نہیں مداومت بدعت اور دین میں نیا کام ہے۔ پھر لکھا "دلیل اوپر نسخ قنوت کے مداومت کے طوپر اور دلیل واسطے جواز قنوت کے عندالنازلہ" پھر لکھا مداومت کے طور پر منسوخ اور عندلنازلہ غیر منسوخ"۔ اور مزے سے وہی آیہ کریمہ اور وہی حدیث بحوالہ صحیحین ذکر کرکے کہہ دیا "اسی آیت سے اور حدیث متفق علیہ سے نسخ قنوت عموماً ثابت ہوا سوائے قنوت وترکے" ذی ہوش سے پوچھا جائے کہ اس حدیث سے کس چیز پر قنوت مذکور تھی، نازلہ پر اور نزول آیت کس قنوت کے بارے میں ہوا، قنوت نازلہ میں، اگر آیت وحدیث سے اس کا نسخ ثابت مانتا ہے تو قنوت نازلہ کہاں باقی رہی، وہ ہی تو صراحۃً ان سے منسوخ ہوئی، یہ طرفہ تماشا ہے کہ وہی منسوخ وہی باقی، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

جہالت ۳: حدیث طارق اشجعی رضی اللہ تعالٰی عنہ دربارہ انکار قنوت فجر (جس طرح معمول شافعیہ ہے) نسائی نے اس طرح روایت کی کہ میں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے پیچھے نماز پڑھی کسی نے قنوت نہ پڑھی وہ بدعت ہے[1]۔ اور ترمذی وابن ماجہ نے یوں کہ ان کے صاحبزادے سعد ابومالک نے اُن سے پوچھا آپ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں کیا وہ فجر میں قنوت پڑھتے تھے؟ فرمایا: نئی نکالی ہوئی ہے۔[2]۔ ایک ہی حدیث مضمون، ایک ہی صحابی ایک ہی مخرج اور مصنف "ضروری سوال" نے اسے بلفظ اول ذکر کرکے نسائی وابن ماجہ وابن ترمذی سب کی طرف نسبت کیا اور لفظ دوم کو بے نسبت چھوڑ کر کہہ دیا: "ان دونوں حدیثوں میں لفظ بدعت اور محدث کا وارد ہے"۔ ایسی حدیث کو دو حدیثیں کہنا اصطلاح فقہا درکنار اصطلاح محدثین پر بھی ٹھیک نہیں آسکتا یہ زید کی بے خبری وغفلت ہے۔

جہالت ۴: قنوت مذکورہ ائمہ شافعیہ وائمہ مالکیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو حدیث مذکور سے بدعت بتا کر آگے حاشیہ جمایا: "اور حکم بدعت کا یہ ہے کہ کل محدث بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار" (ہر نو پیدا چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں جائے گی۔ت) قطع نظر اس سے کہ

---

[1] سنن النسائی باب لعن المنافقین فی القنوت مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۱۲۸

[2] جامع الترمذی باب فی ترک القنوت مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/۵۳، سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی القنوت فی صلوٰۃ الفجر مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۸۹

جملہ اولٰی حکم بدعت نہیں، حکم بہ بدعت ہے، اجتہادیات ائمہ دین کو ایسے احکام کا مورد قرار دیں کیسی بے باکی وجرات ہے حاشا ائمہ کرام اہلسنت کا کوئی مسئلہ ضلالت وفی النار کا مصداق نہیں وہ سب حق وہدایت و سبیل جنت ہے۔

جہالت ۵ تا ۸: حدیث عاصم بن سلیمن ذکر کی:

قلنا لانس بن مالك ان قوما یزعمون ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لم یزل یقنت فی الفجر فقال کذبوا انما قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم شهرا واحدا یدعو علی احیاء من احیاء المشرکین[1]۔	اور اس کا ترجمہ کیا" ہم نے پوچھا انس بیٹے مالک سے یہ کہ مقرر ایک قوم گمان کرتی ہے یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمیشہ قنوت پڑھتے تھے نماز فجر میں، سو جواب دیا مالک نے کہ وہ لوگ اپنے گمان میں جھوٹے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ قنوت پڑھی آپ نے مہینہ ایک، سو بھی بددعا کرنے کو اوپر قبیلوں کے قبیلوں سے مشرکین کے"۔

اوّلاً محاورہ عرب میں زعم بمعنی مطلق قول بھی شائع یہاں تک کہ صحیح حدیث میں زعم جبریل تک واقع۔

ثانیاً کلام نا محقق یاخلاف تحقیق بھی مراد ہو تو یہ حکم اس قائل کے نزدیک ہوتا ہے جو اسے بلفظ زعم تعبیر کرتا ہے اس سے یہ مستفاد نہیں کہ وہ زاعم خود بھی اسے مشکوک یا مظنون سمجھتا ہے، زید نے زبردستی یزعمون کے معنی یہ بنالئے کہ جو قنوت فجر کی بقاکے قائل ہیں خود ہی اسے شک وگمان کے مرتبے میں جانتے ہیں اور اسی بناپر کذبوا کا ترجمہ کیا" کہ وہ اپنے گمان میں جھوٹے ہیں" یہ نیو جما کر اب اس پر فائدہ جڑا، اس حدیث سے یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ زمانہ تابعین میں قنوت کا فقط گمان ہی گمان تھا یقینی امر نہ تھا، پس جتنی روایات ان روایات کے مخالف ہیں وہ سب ظنیات ہونی چاہئیں واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔ افسوس کہ جو کہنا چاہا تھا وہ بھی کہہ نہ جانا عقلمند سے پوچھا جائے کہ قائلان قنوت مالکیہ وشافعیہ نے کس دن کہا تھا کہ قنوت فجر یقینی ہے یامانعان قنوت حنفیّہ وحنبلیہ کب کہہ سکتے ہیں کہ عدم قنوت قطعی ہے مسائل اجتہادیہ دونوں طرف ظنیات ہوتے ہیں پھر یہ کون سا فائدہ آپ نے نکالا اور اس سے بحث میں کیا نفع حاصل ہو۔

ثالثاً اس سب سے قطع نظر کیجئے تو ان قوما یزعمون میں لفظ قوم نکرہ حیز اثبات میں ہے جس کا مفاد صرف اس قدر ہوگا کہ کچھ لوگ طور وہم بقائے قنوت مانتے ہیں اسے کب لازم ہوا کہ زمانہ تابعین میں سب قائلان قنوت اسے اسی درج میں جانتے ہیں۔

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ بحوالہ قصاب باب القنوت فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۸۲/۳، مسند احمد بن حنبل ۱۶۷/۳ مسلم شریف ۲۳/۱ بخاری شریف ۱۳۶/۱

جہالت ۹: حدیث ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن القنوت فی الفجر[1]۔	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قنوت فجر سے منع فرمایا:

جس میں تین راوی ضعیف وشدید الضعیف ہیں ذکر کرکے تضعیف رواۃ کا جواب دیا کہ "امام صاحب کی تحقیق کو وہ مانع نہیں۔

"**دوم:** یہ کہ انس بن مالک نے بدعت اور محدث کہا تو گمان یہ ہوسکتا ہے کہ آپ کو اس نہی کی ضرور خبر ہوگی اگرچہ بدعت اور محدث کی جگہ لفظ نہی کا نہ ذکر کیا ہو اور اسی پر اکتفا کیا، قطع نظر اس سے کہ بدعت یا محدث کے قائل حضرت طارق اشجعی ہیں نہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہما تو پیدا کہنے سے اس گمان کی راہ کدھر سے ملی ضرور انہیں اس نہی کی خبر ہوگی، انہوں نے صراحۃً نوپیدا ہونے کی وجہ ارشاد فرمادی تھی کہ میں نے سید عالم وخلفاء کرام صلی اللہ تعالٰی علیہم وسلم سب کے پیچھے نماز پڑھی، اے فرزند! وہ نئی نکلی ہے اس میں نہی پر اطلاع کی بو بھی نہیں نکلتی، نہ کہ اس سے گمان ہو کہ ضرور نہی معلوم ہوگی بلکہ انصافاً اس سے یہی متبادر کہ نہی یا تو واقع ہی نہ ہوئی یا ہوئی تو انہیں خبر نہ تھی ورنہ عدم فعل کا ذکر نہ کرتے صاف جواب دیتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو اسے منع فرماچکے ہیں، جواب مسئلہ میں دلیل اقوی کا ترک کیوں کیا جاتا۔

جہالت ۱۰: ایک حدیث کی سند ذکر کی: عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ، اور ترجمہ میں بھی لکھا "اس نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی "عنہما" سے۔ عالم صاحب کو اتنی خبر نہیں کہ صحابیت درکنار مسعود سرے سے مسلمان ہی نہ ہوا، جاہلیت میں مرا۔ اُسے رضی اللہ تعالٰی عنہ میں شامل کرنا کیسی جہالت اور دانستہ ہو تو سخت تر آفت۔

جہالت ۱۱: آگے لکھا فتح القدیر میں تحت حدیث عبداللہ بن مسعود کے بیان کیا ہے چنانچہ

لم یکن انس نفسہ یقنت فی الصبح کما رواہ الطبرانی واذا ثبت النسخ وجب حمل الذی عن انس من روایۃ ابی جعفر اما علی الغلط او علی طول القیام، فانہ یقال علیہ ایضاً فی الصحیح عنہ علیہ الصلوٰۃ	خود حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فجر میں قنوت نہیں پڑھتے تھے اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اور جب نسخ ثابت ہوگیا تو وہ روایت "حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ جو ابو جعفر سے مروی ہے یا تو اسے غلطی پر محمول کیا جائے گا یا طول قیام پر

---

[1] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی القنوت فی صلوٰۃ الفجر مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۸۹

والسلام افضل الصلٰوۃ طول القنوت ای القیام ۔[1]	کیونکہ حدیث صحیح میں اس پر قنوت کااطلاق موجود ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: نماز میں افضل ترین عمل طول قنوت یعنی قیام ہے۔ (ت)

قطع نظر اس سے کہ تحت حدیث فلاں یازیر آیت چناں اہل علم کے محاورہ میں اس معنی پر بولا جاتا ہے کہ اس آیت وحدیث کی تفسیر وشرح یااس کی بحث میں ایسا کہا، یہاں مبحوث عنہ حدیث ابی جعفر رازی ہے اسی کے تحت اسی کی بحث میں حدیث ابن مسعود وحدیث طبرانی وغیرہما مذکور ہیں نہ کہ ایک دوسرے کے تحت میں عبارت فتح کاصاف مطلب جسے ہر حرف شناس عربی بے تکلف پہلی ہی نگاہ میں سمجھ لے یہ ہے کہ حدیث ابی جعفر میں جو دوام قنوت مذکور ہوا ممکن ہے کہ وہاں قنوت سے طول قیام مراد ہو کہ لفظ قنوت اس معنی پر بھی بولا جاتا ہے دیکھو حدیث صحیح میں ارشاد ہوا کہ بہتر نماز طول قنوت ہے یعنی جس میں قیام دیر تک ہو۔ مصنف "ضروری سوال" ایسی سلیس عبارت کے واضح معنی کو خاک نہ سمجھا لفظ ایضا کو کہ صراحۃً "**یقال**" کی طرف ناظر تھا اس سے قطع نظر کرکے مابعد سے ملایا اور "**ایضا فی الصحیح**" کو سند جداگانہ ٹھہرایا وللہذا لفظ "**ایضا**" پر نشان (ـــ) کہ علامت فعل ہے لگایا اور عبارت کاترجمہ یوں فرمایا" کیونکہ وہ لفظ قنوت کامقرر بولا گیا ہے اوپر طول قیام کے، اور بھی بیچ حدیث کے وہ لفظ قنوت کاآیا ہے جومروی ہے آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کہ افضل ترین نمازوں کی وہ نماز ہے جس میں قنوت یعنی قیام دراز ہو"۔ اس جہالت کی کچھ حد ہے اور ذرا یہ حسن ادا بھی قابل لحاظ کہ "بیچ صحیح حدیث کے وہ لفظ قنوت کاآیا ہے" گویا یہاں اس کی بحث تھی کہ حدیث میں کہیں لفظ قنوت آیا ہی نہیں۔

جہالت ۱۲: اسی عبارت فتح کے آخر میں تھا:

والاشکال نشأ من اشتراك لفظ القنوت بین ماذکر وبین الخضوع والسکوت والدعاء وغیرھا ۔[2]	یہاں اشکال قنوت کے ان معانی میں اشتراک کی وجہ سے پیدا ہوا ہے یعنی مذکورہ شیئ (طول قیام) خضوع، سکوت اور دعا وغیرہ کے درمیان لفظ قنوت مشترک ہے۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر باب صلٰوۃ الوتر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۷۷

[2] فتح القدیر باب صلٰوۃ الوتر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۷۷

یہاں ماذکر سے مراد وہی طول قیام تھا اور اس کے معطوفات خضوع وسکوت ودعا وغیرہا یعنی قنوت کا لفظ جبکہ ان سب معانی پر بولا جاتا ہے اس وجہ سے حدیث ابی جعفر میں قائلان قنوت فجر کو اشتباہ پیش آیا اس سے سمجھ لئے حالانکہ مراد طول قیام تھا کہ ہمیشہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز فجر میں قیام طویل فرمایا یہ ایسے صاف معنی ہیں کہ عربی کا ہر مبتدی بے تامل سمجھ لے، اب مصنف صاحب کا علم دیکھئے عبارت صرف "**ماذکر**" تک نقل کی اور ترجمہ فرمادیا "اور جو مشکلیں پیدا ہوئی ہیں وہ لفظ قنوت کے مشترک المعنی کے سبب اور وجہ سے بیان اس چیز کے جو مذکور ہوئی یعنی اپنے محل پر پورا ہوا ترجمہ فتح القدیر کی عبارت کا" گویا آپ کے نزدیک بین صرف شے واحد پر داخل ہوتا ہے معطوف کی حاجت ہی نہیں ماذکر کے معنی یہ کہ اپنے محل پر مذکور ہوئی ہے اسی پر مطلب تمام ہوگیا۔

جہالت ۱۳: سوال قائم کیا "جب نسخ قنوت ثابت ہوا تو عندالنازلہ جواز کہاں رہا" اور اس کے جواب میں لکھا "جواب بصورت اجمالیہ اجماعیہ یہ ہے فی فتح القدیر وترونوافل کی بحث میں قولہ **ان مشروعیۃ القنوت فی لنازلۃ مستمرۃ لم تنسخ**[1]۔الخ تحقیق کے جائز ہونا قنوت کا بیچ وقت سختی منسوخ نہیں" فتح القدیر سے استناد اور قنوت نازلہ کے اجماعی ہونے کا ادعا بکف چراغ دارد کا تماشا ہے فتح القدیر کی اس عبارت میں صراحۃً فرمایا کہ نازلہ میں بقائے قنوت مجتہد فیہ ہے منسوخ ہونا نہ ہونا دونوں طرف نظر جاتی ہے **وقد تقدم نصہ فی بیان الجھالۃ الثانیۃ** (اس کے الفاظ کا تذکرہ جہالت نمبر ۲ میں ہوچکا ہے۔ت) اسی عبارت منقولہ زید کے بعد بلافصل فرمایا تھا۔ "**وبہ قال جماعۃ من اھل الحدیث**[2]۔ (محدثین کی ایک جماعت نے یہی قول کیا ہے۔ت) کہاں ایک گروہ محدثین کا قول ہونا اور کہاں اجماع۔

جہالت ۱۴: "جو قنوت دونوں حضرات نے نماز فجر میں پڑھی وہ بارادہ اصلاح ذات البین کے تھی نہ بددعا" بددعا نہیں مگر دعائے وصول مکروہ، اور شک نہیں کہ فریقین میں ہر ایک کو اپنی مغلوبی مکروہ ہوئی ہے اور شک نہیں کہ دونوں جماعتیں اپنا غلبہ مانگتی تھیں مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ میں امیر المومنین مولٰی کریم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے ہے:

انہ لماقنت فی صلٰوۃ الصحیح انکر الناس علیہ فقال انما استنصرنا علی عدونا[3]۔	جب انہوں نے نماز فجر میں قنوت پڑھی تو لوگوں نے آپ پراعتراض کیا توآپ نے فرمایا ہم نے دشمن پرمدد مانگی ہے۔(ت)

---

[1] فتح القدیر باب صلٰوۃالوتر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۷۹

[2] فتح القدیر باب صلٰوۃالوتر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۷۹

[3] مصنف ابن ابی شیبہ من کان لایقنت فی الفجر مطبوعہ ادارۃالقرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۳۱۸

محررِ مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کتاب الآثار میں فرماتے ہیں:

قال ابراهیم (هو النخعی) وان اهل اکوفة انما اخذوا القنوت عن علی رضی الله تعالٰی عنه قنت یدعو علی معویه حین حاربه، واما اهل الشام فانما اخذوا القنوت عن معویة رضی الله عنه قنت یدعو علی رضی الله عنه حین حاربه قال محمد وبقول ابراهیم ناخذ وهوقول ابی حنیفة[1]۔	حضرت ابراہیم (نخعی) نے بیان فرمایا ہے کہ اہل کوفہ نے قنوت حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اخذ کی ہے کیونکہ انہوں نے اس وقت قنوت پڑھی جب حضرت معاویہ سے ان کی جنگ ہوئی، اور اہل شام نے حضرت معاویہ سے قنوت اخذ کی ہے کیونکہ وہ بھی جنگ علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے وقت قنوت پڑھا کرتے تھے، امام محمد نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم کے قول پر ہمارا عمل ہے اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ (ت)

جہالت ۱۵: "بعید نہیں کہ اُن حضرات نے قنوت اس مضمون کی پڑھی ہو" کہ اللهم اصلح بیننا وبین قومنا فانهم اخواننا بغوا علینا (اے اللہ! ہمارے اور قوم کے درمیان صلح پیدا فرما کیونکہ وہ ہمارے بھائی ہیں انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کردی ہے۔ ت) امیر المومنین کی طرف سے یہ قنوت محتمل کیا امیر معاویہ بھی معاذاللہ امیر المومنین کو باغی سمجھتے تھے یہ نرا جاہلانہ افترا ہے امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صاف تصریح بسند صحیح موجود ہے کہ مجھے خلافت میں نزاع نہیں نہ میں اپنے آپ کو مولٰی علی کا ہمسر سمجھتا ہوں،

وانی لاعلم انه افضل منی واحق بالامر ولکن لستم تعلمون ان عثمان قتل ظلما وانا ابن عمه وولیه اطلب بدمه[2]۔ رواه یحیی بن سلیمن الجعفی استاذ الامام البخاری فی کتاب صفین بسند جید عن ابن مسلم الخولانی۔	میں خوب جانتا ہوں کہ امیر المومنین کرم اللہ تعالٰی وجہہ مجھ سے افضل واحق بہ امامت ہیں مگر تمہیں خبر نہیں کہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ ظلماً شہید ہوئے میں اُن کا ولی اور ابن عم ہوں اُن کا قصاص مانگتا ہوں۔ اسے امام بخاری کے استاد یحیٰی بن سلیمن الجعفی نے کتاب صفین میں سند جید کے ساتھ ابو مسلم خولانی سے روایت کیا ہے۔

---

[1] کتاب الآثار باب القنوت فی الصلوٰۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ص ۴۴

[2] کتاب صفین

جہالت ۱۶: خود ہی سوال میں لکھا "جب قنوت عندالنازلہ جائز ہوئی تو ہر مصیبت پر جائز ہونی چاہئے جس طرح قلّت باراں وسیلاب، نازلہ، آندھی، امراض مختلفہ خاص کر وبا اور طاعون کہ وہ اشدالنازلہ ہے "اور جواب دیا" ہمارا تمہارا قیاس بیکار ہے ان مصیبتوں کے لئے شارع علیہ السلام نے جداجدا طریقہ بتادیا اور اُن کا حکم بھی سنادیا چنانچہ کتب فقہ ان سے مملو ہیں الخ "اس کو قیاس بتانے کی جہالت اوپر مذکور ہوچکی مگر طاعون کو خود "اشد النازلہ "لکھنے سے رہاسہا اور بھی جہل کا پردہ کھول دیا، جب قنوت نازلہ ثابت اور طاعون سب سے سخت تر نازلہ ہے تو اس کے لئے بدلالۃ النص قنوت ثابت اور دلالۃ النص سے اثبات کو قیاس بتانا سخت جہالت، اب مصنف "ضروری سوال" کی مثال اس ذی ہوش کی طرح ہے جس سے کہا جائے والدین کو مارنا حرام ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: **لاتقل لھما اُف** ماں باپ سے "ہوں" نہ کہہ۔ جب ہوں کہنے ممانعت ہے تو مارنا اس سے سخت تر ہے بدرجہ اولٰی منع ہے وہ کہے "ہمارا تمہارا قیاس مسائل فقہیہ دینیہ میں بیکار ہے "قرآن مجید میں تو کہیں والدین کو مارنے کی ممانعت نہیں **ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

جہالت ۱۷: قطع نظر اس سے قلّت وکثرت باراں وسیلاب وزلازل ورِیاح وامراض مختلفہ سب کے لئے جداجدا طریقہ شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہاں بتایا، اگر اس بیان پر مصنف سے مطالبہ کیا جائے تو خود ہی اپنی جہالت کا اقرار کرنا پڑے، بالفرض جداجدا طریقے ارشاد بھی ہوئے ہوں تو سب کے لئے ایک طریقہ عامہ ہونے کی کیا منافی ہے، پھر اس باب سے سوا اپنے اظہار علم اور کیا حاصل ہوا،

جہالت ۱۸: اشباہ والنظائر والے صاحب نے فرمایا ہے کہ ۹۹۹ھ نوسوننانوے میں مصر القاہرہ میں لوگوں نے مجھ سے پوچھا تھا طاعون میں قنوت پڑھنے سے، سومیں نے جواب دیا کہ اس کی تصریح کہیں نہیں، میں حکم نہیں کر سکتا، چنانچہ:

قولہ سئلت عنہ فی الطاعون سنۃ تسع و تسعین وتسعمائۃ بالقاھرۃ فاجبت بانی لم ارہ صریحا۔[1]	ان کا قول کہ قاہرہ میں مجھ سے طاعون کے وقت قنوت پڑھنے سے متعلق ۹۹۹ھ میں سوال کیا گیا تو میں نے جواباً کہا اس پر تصریح میرے مطالعہ میں نہیں آئی۔(ت)

صاحب اشباہ رحمہ اللہ کا انتقال ہشتم رجب ۹۷۰ھ کو ہوا۔ علامہ حموی شرح اشباہ فن ثانی کتاب الوقف میں نقل فرماتے ہیں:

قدتوفی المصنف رحمہ اللہ لثمان مضین	مصنف رحمہ اللہ تعالٰی کی وفات رجب ۹۷۰ھ

---

[1] الاشباہ والنظائر فائدہ فی الدعا لرفع الطاعون مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ ۲/ ۶۲۔ ۲۶۱

من رجب سنة سبعین وتسعمائة[1]۔	میں ہوئی (ت)

آپ ۹۹۹ھ کاواقعہ اُن سے لکھوارہے ہیں حقیقۃً اشباہ میں یہاں سنة تسع وستین وتسعمائة یعنی ۹۶۹ھ نوسوانہتر جسے آپ ۹۹۹ھ بتارہے ہیں۔

جہالت ۱۹: اور پھر بیان کیا (یعنی صاحبِ اشباہ نے) کہ اگر کوئی قنوت پڑھاچاہے تو آکیلا دورکعت نماز نفل کی نیت کرکے پڑھے چنانچہ

یقنت للطاعون لانه اشد عــہ۱ النوازل بل ذکرہ عــہ۲ انه یصلی رکعتین فرادی وینوی رکعتی عــہ۳ لدفع الطاعون[2]۔	قنوت پڑھے واسطے طاعون کے مقرر وہ بڑی سخت ہے سختیوں سے مگر جماعت سے نہ پڑھے بلکہ پڑھے دو دو رکعتیں اکیلے اکیلے اور نیت کرے دو رکعت نفل کی واسطے دفع طاعون، پوراہوا حاصل مطلب اشباہ والے کا۔

قطع نظراس سے کہ یہ عبارت اشباہ کی نہیں بلکہ صاحب اشباہ سے ناقل عــہ۴ کی ہے اوراس میں بل ذکر کی ضمیر خود

عــہ۱: "ضروری سوال" میں یونہی لکھا اور اسی غلطی کی بناپر طاعون کو خود بھی اشد النازلہ کہا حالانکہ اشباہ میں من اشد النوازل ہے ۱۲ (م)

عــہ۲: ھکذا بخطه وصوابه بل ذکر ۱۲ (م)	یہ ان کی تحریر ہے اور درست "بل ذکر" ہے (ت)
عــہ۳: ھکذا بخطه وصوابه رکعتین (م)	یہ ان کی تحریر ہے درست "رکعتین" ہے۔ (ت)
عــہ۴: ظاہراً کہیں طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح دیکھنے کو مل گئی اس میں انہوں نے فرمایا تھا: النوازل، بل ذکر انه یصلی له رکعتین فرادی وینوی رکعتا رفع الطاعون[3]۔	اشباہ میں ہے کہ طاعون کے لئے قنوت پڑھی جائے کیونکہ یہ شدید مصائب میں سے ہے بلکہ یہ ذکر کیا کہ دو رکعات الگ الگ ادا کی جائیں اور ان کی نیت طاعون کے دفع کے لئے دو رکعات کی جائے۔ (ت) یہ صاحب اپنی خوش فہمی سے سمجھے کہ یہ سب عبارت فی الاشباہ کے تحت میں داخل ہے ۱۲ (م)

---

[1] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ فن ثانی، کتاب الوقف مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۰۸

[2] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ فن ثانی، کتاب الوقف مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۰۸

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الوتر مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۲۰۶

صاحب اشباہ کی طرف ہے جسے آپ نے چنانچہ کہہ کر عبارت اشباہ ہونے کا اشعار کیا اور بل ذکر کا مطلب کچھ نہ بنا لہٰذا اسے ترجمہ سے خارج کردیا طرفہ سخت جہالت فاحشہ یہ ہے کہ دو رکعت پڑھنے کے مسئلہ کو مسئلہ قنوت کا تتمہ بنادیا کہ "قنوت پڑھا چاہے تو اکیلا دو رکعت نفل کی نیت کرکے پڑھے" اور اسی لئے اپنی طرف سے ترجمے میں "مگر" تراش لیا کہ "مگر جماعت سے نہ پڑھے" حالانکہ کوئی کم علم بھی عبارتِ اشباہ خواہ عبارت مذکورہ ناقل عن الاشباہ دیکھ کر کسی طرح اس جہالت کا گمان بھی نہ کرے گا، اشباہ میں تو قنوت طاعون ثابت فرما کر نماز طاعون کا مسئلہ ہی جدا شروع فرمایا اور جداگانہ دلیلوں سے اس کا ثبوت دیا۔

حیث قال صرح فی الغایة بانه اذا نزل بالمسلمین نازلة قنت الامام فی صلوٰة الفجر فالقنوت عندنا فی النازلة ثابت ولا شك ان الطاعون من اشد النوازل وفی السراج الوهاج قال الطحاوی لایقنت فی الفجر عندنا من غیربلیة فان وقعت فلاباس به کذا فی الملتقط انتهی فان قلت هل بله صلوٰة قلت هو کالخسوف لما فی منیة المفتی فی الخسوف والظلمة فی النهار واشتداد الریح والمطروالثلج والافزاع وعموم المرض یصلی وحدانا انتهی ولاشك ان الطاعون من قبیل عموم المرض فتسن له رکعتان فرادی[1] اھ مختصرا	الفاظ یہ ہیں کہ غایہ میں تصریح ہے کہ جب مسلمانوں پر کوئی بڑی مصیبت اُترے تو امام نماز فجر میں قنوت پڑھے، پس بڑی مصیبت کے وقت قنوت ہمارے نزدیک ثابت امر ہے اور بیشک طاعون بڑی مصیبتوں میں سے ہے السراج الوہاج میں ہے کہ طحاوی نے فرمایا کہ بغیر کسی مصیبت کے ہمارے نزدیک فجر میں قنوت نہ پڑھی جائے اور اگر کوئی مصیبت نازل ہوجائے تو پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ ملتقط میں ہے انتہی اگر آپ پوچھیں کہ اس کے لئے نماز ہے تو میں کہتا ہوں کہ طاعون کا معاملہ خسوف کی طرح ہی ہے۔ منیۃ المفتی کے باب الخسوف میں ہے کہ سخت تاریکی، شدید طوفان، شدید بارش یا شدید ژالہ باری، شدید خوف یا مرض عام لاحق ہوجائے تو تنہا نماز ادا کریں، انتہی، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ طاعون ایسی مرض ہے جو عام لوگوں کو لاحق ہوجاتی ہے لہٰذا اس کے رفع کے لئے بھی دو رکعات تنہا ادا کرنا سنت ہوگا اھ مختصراً (ت)

اور ناقل نے بھی بل ذکر لکھ کر اسے جدا کردیا تھا مگر جب آدمی کو سہل سہل عبارت کا ترجمہ سمجھنے کی لیاقت نہ ہو تو مجبور ہے۔

---

[1] الاشباہ والنظائر فائدہ فی الدعاء لرفع الطاعون مطبوعہ مطبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۲۶۲

جہالت ۲۰: اس سے بھی سخت تر جہالت یہ کہ صاحب اشباہ کا مطلب وہ ٹھہرایا "کہ طاعون میں قنوت کی تصریح کہیں نہیں، میں حکم نہیں کرسکتا" اور عبارت یہ نقل کی کہ **یقنت للطاعون** جس کا آپ ہی ترجمہ کیا کہ "قنوت پڑھے واسطے دفع طاعون کے"۔ کیوں حضرت! کیا یہ حکم نہ ہوا، واقعہ جو بزرگوار اپنا لکھا آپ نہ سمجھ سکے پورا معذور ہے، یہ سردست بیس جہالتیں ہیں اور شروع کلام میں **اولاً** سے **خامساً** اور اس کے تنبیہ میں اول سے چہارم تک جو سخت وجوہ قاہرہ سے "ضروری سوال" کی بطالتیں جہالتیں ثابت کی گئیں انہیں شامل کیجئے تو یہاں تک **۲۹ جہالات** شدیدہ بیان ہوئیں اب **تیسویں جہالت** سب سے بڑھ کر سفاہت ملاحظہ ہو "ضروری سوال" کی ساری محنت و جانکاہی اپنے اس ادائے باطل کے اثبات کو تھی کہ فتنہ وغلبہ کفار کے سوا طاعون وغیرہ نوازل کی قنوت کذب باطل وبہتان بے ثبوت وگناہ وبدعت وضلالت وفی النار ہے جو اسے ثابت مانے اس پر حکم تعجیل توبہ واستغفار ہے ساڑھے پانچ ورق کی تحریر میں دس صفحے اسی مضمون میں سیاہ کئے یہ سب کچھ لکھ لکھا کر اب چلتے وقت حاشیہ پر ایک فائدہ کا نشان دیا "**ف** زمانہ طاعون میں نماز پڑھنے کی ترکیب" اور متن میں لکھا "**ھذہ الکیفیۃ لصلٰوۃ الطاعون** (یہ نماز طاعون کا طریقہ ہے۔ ت) پہلے دل میں نیت کرکے زبان سے کہے نویت ان اصلی للہ تعالٰی رکعتین صلٰوۃ النفل لدفع الطاعون متوجھا الی جھہ الکعبۃ الشریفۃ اللہ اکبر (میں اللہ تعالٰی کی رضا کے لئے رفع طاعون کی خاطر، دو رکعات ادا کرتا ہوں اس حال میں کہ میں کعبۃ اللہ کی طرف متوجہ ہوں۔ ت) پھر دوسری رکعت کے آخر میں رکوع عــہ[1] رکوع میں جو قنوت ماثور عــہ[2] ہو پڑھے کہ مشتمل ہو اوپر طاعون کے، اور اگر ایسی قنوت اس کو یاد ہی نہ ہو تو ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وقنا ربنا عذاب النار پڑھے یہ آیہ وافی ہدایہ جامع جمیع ادعیہ کی ہے"۔ اللہ تعالٰی دلوں کے ارادے سب جانتا ہے چلئے وہ اگلا پچھلا لکھاکایا بھولنا درکنار یہی یاد نہ رہا کہ "ضروری سوال" کی تحریر کس غرض کے لئے تھی کس بات کا دعوٰی، کاہے سے انکار تھا، اپنے زعم میں جنت کا راستہ کیا طریق نار تھا خود ہی کذب وبہتان بنانے لگے ضلالت وفی النار کی ترکیبیں بنانے لگے، یارب مگر اسے اختلال حواس کے سوا کیا کہئے، طرفہ یہ کہ اوپر سوال قائم کیا تھا "بارادہ دفع طاعون ووبا کون سی قنوت ہے" اور جواب دیا تھا "کہیں پتا نہیں"۔ اب حکم ہوتا ہے کہ قنوت ماثورہ پڑھے کہ مشتمل ہو اوپر طاعون کے"۔ اب خدا جانے کہاں سے اس کا پتا لگ گیا۔ **تصحیف اغلاط** یعنی عبارت کچھ ہے اور پڑھیں کچھ، یوں تو زیادت ونقص وتبدیل ہر قسم کی خطا اس "ضروری سوال" میں، موجود ہے یہیں

عــہ[1] یہ ترکیب بھی نئی ہے قنوت میں علماء مختلف ہیں کہ قبل رکوع ہے یا بعد، آپ فرماتے ہیں خود رکوع میں پڑھے ۱۲ (م)

عــہ[2] تحریر زید میں یونہی ہے جیسے کچہریوں میں پنچ کو پنچ مقبولہ لکھتے ہیں۔ ۱۲ (م)

"**قنا ربنا عذاب النار**" کو آیت بنادیا حالانکہ قرآن عظیم میں قنا کے بعد لفظ ربنا کہیں نہیں، **من اشد النوازل** سے من اڑاکر طاعون کو '**اشد النازلۃ**' کہا اور اپنے ہی پاؤں پر تیشہ مارا عبارت اشباہ میں **سبعین** کو **تسعین** بنایا مگر زیادہ اظہار علم کو تصحیفین یہ ہیں شیبان بن فروخ کو اصل عبارت سند اور ترجمہ دونوں میں شیبان بن فرخ[عہ۱] لکھا یہ نام صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی میں خدا جانے کتنی جگہ آیا ہے اگر یہ کتابیں پڑھی ہوتیں تو ایسی غلطی نہ ہوتی **اللھم اشدد وطأتك علی مضر** دو جگہ آیا دونوں جگہ وطائک بہمزہ[عہ۲] بجائے تا بنایا، اور قبیلہ قارہ کو کہ یہ لفظ بھی دو جگہ وارد ہوا تھا دونوں جگہ صاف فارہ[عہ۳] بحرف فا بجائے قاف تحریر کیا۔ اور سب میں اخیر کا لطیفہ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مناجات مروی ہے:

اللھم لاقابض لمابسطت ولاباسط لما قبضت ولا ھادی لماضللت ولامضل لمن ھدیت، ولا معطی لما منعت و لامانع لمااعطیت، ولا مقرب لما باعدت ولامباعد لماقربت[1]۔	اے اللہ! جس چیز کو تونے کشادہ کیا اسے کوئی سمیٹنے والا نہیں، اور جسے تونے بند کردیا اسے کوئی کھولنے والا نہیں اور جس کو تونے ہدایت دی اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو تونے گمراہ کیا اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں، اور جو تونے عطا کیا اسے کوئی روکنے والا نہیں، اور جو تونے روک لیا اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں، اور جس کو تونے دور کردیا اس کو قریب کرنے والا کوئی نہیں، جس کو تونے قریب کیا اسے دور کرنے والا کوئی نہیں۔ (ت)

آپ اسے لکھتے ہیں **اللھم لاقابض لمابسطت ویاباسط لماقبضت**۔ اہل علم کی غلطی اس طرح کی نہیں ہوتی، اتنا بھی نہ سمجھا کہ یوں ہوتا تو **یاقابضا لمابسطت ویاباسطا لماقبضت** نصب کے ساتھ ہوتا نہ بالضم کہ بوجہ حصول معمول کلمہ شبہ مضاف ہو کر مفرد نہ رہا اور نصب واجب ہوا **کقولك یاطالعا جبلا ویاخیرا من زید**' اور یہ جو حدیث نقل کی جس میں یہ مناجات مذکور ہوئی

عہ۱: یعنی چوزہ ۱۲ (م) عہ۲: یعنی نشیب ۱۲ (م) عہ۳: یعنی چوہا ۱۲ (م)

---

[1] مسند الامام احمد بن حنبل حدیث عبداللہ الزرقی مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳/ ۴۲۴، در منثور تحت آیت ولکن اللہ حبب الیکم الایمان مطبوعہ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۶/ ۸۹، کنزالعمال غزوہ احد حدیث ۳۰۰۴۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۱/ ۴۳۳

علمائے ناقدین اسے سخت منکر بتاتے ہیں، یہاں تک کہ امام ذہبی فرماتے ہیں: **اخاف ان لایکون موضوعا** میں ڈرتا ہوں کہیں موضوع نہ ہو۔ خاتم الحفاظ امام جلیل سیوطی جمع الجوامع میں اسے نقل کرکے لکھتے ہیں' اغلاط ترجمہ' گزری جہالتوں کے بیان میں، متعدد جگہ واضح ہوا کہ زید کو سیدھی سادی عربی سمجھنے اور اس کا ٹھیک ترجمہ کرلینے کی استعداد نہیں اور میں ایسے ترجموں کاشاکی بھی نہیں کہ ان یدعو لقوم اور علٰی قوم کے ترجمے میں لکھا: "واسطے دعا کرنے کے کسی قوم کے لئے یا اوپر بددعا کرنے کے کسی قوم پر" یا "سندہ صحیح" کا ترجمہ "سند اس حدیث کی بہت صحیح ہے" یا "**عن ابی مالك سعد بن طارق الاشجعی**" کا ترجمہ "روایت کی مالک سعید بیٹے طارق اشجعی نے"، لطیف خوش فہمیوں کے ترجمے وہ ہیں جن کا بیان جہالات ۵و۸۶و۱۱و۱۲و۱۹ میں گزرا علی الخصوص ثلثۃ اخیرہ، اور اسی قبیل سے ہے: **اللھم انج الولید بن الولید ومسلمۃ بن ھشام وعیاش بن ابی ربیعۃ و المستضعفین من المؤمنین وغفار غفر اللہ لھا واسلم سالمھا اللہ**عــہ[1] کا ترجمہ "اے پروردگار خلاصی بخش ولید اور مسلمہ اور عیاش کو اور ناتواں مومنوں کو اور قبیلہ غفار کو مغفرت کرے اللہ اُن کی اور قبیلہ اسلم کو سلامت رکھے اللہ ان کو یعنی شر سے اعدا کے غفار غفراللہ لہا واسلم سالمہااللہ" دو مستقل جملے جداگانہ خبریہ یادعائیہ ہیں۔

عــہ: **سالمھا اللہ** کاظاہر ترجمہ اللہ نے اُن سے صلح کی، **علیہ درج فی اشعۃ اللمعات وفی الصراح مسالمۃ مصالحۃ وفی القاموس سالما صالحا وفی تاج العروس ومنہ الحدیث اسلم سالمھا اللہ وھو من المسالمۃ و ترك الحرب وفی مجمع البحار اسلم سالمھا اللہ ھو المسالمۃ وترك الحرب**۱۲(م)

اسی معنی کو اشعۃ اللمعات میں بیان کیا، اور صراح میں ہے مسالمۃ، مصالحۃ کو کہتے ہیں اور قاموس میں ہے سالما کا معنی صالحا ہے اور تاج العروس میں ہے کہ اسی سے حدیث **اسلم سالمھا اللہ** ہے۔ اس کا معنی صلح جوئی اور جنگ نہ کرنا ہے اور مجمع البحار میں ہے **اسلم سالمھا اللہ** کا معنی صلح جوئی اور جنگ نہ کرنا ہے۔ ۱۲(ت)

---

[1] صحیح بخاری باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ قدیم کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۶، عمدۃ القاری شرح بخاری باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۷/ ۲۶

اقول: والاول عندی اولی لقول رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم اسلم سالمها الله وغفار غفرالله لها اما والله ماانا قلته ولکن الله[1] قاله رواه مسلم عن ابی هریرة واحمد والطبرانی فی الکبیر والحاکم عن سلمة بن الاکوع وابوبکر بن ابی شیبة عن خفاف بن ایماء الغفاری وابویعلی الموصلی عن ابی برزة الاسلمی رضی الله تعالٰی عنهم۔	**اقول:** میرے نزدیک پہلا احتمال اولٰی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اسلم سے اللہ تعالٰی نے مغفرت فرمائی، خبردار! خدا کی قسم میں نے یہ بات خود نہیں کی لیکن اللہ تعالٰی نے فرمائی ہے۔ اس کو امام مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے اور امام احمد نے اور طبرانی نے کبیر میں اور امام حاکم نے سلمہ بن اکوع اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے خفاف ابن ایماء غفاری سے اور ابویعلی موصلی نے ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

مصنف "ضروری سوال" نے اپنی نادانی سے غفار واسلم کو ولید پر معطوف اور انج کے نیچے داخل سمجھا گویا یہ قبائل انصار بھی مثل ولید وسلمہ وعیاش وضعفائے مومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ اجمعین دست کفار میں گرفتار تھے ان سب کی نجات کے لئے دعافرمائی جاتی تھی حالانکہ یہ حدیث اس حدیث سے جُدا ہے صحیح بخاری شریف صفۃ الصلوۃ میں بے ذکر غفار واسلم صرف حدیث اول روایت فرمائی اور استسقا میں کہ اسے اس کے ساتھ روایت کیا صاف فصل بتادیا

حیث قال عن ابی هریرة ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم کان اذا رفع رأسه من الرکعة الاخرة یقول اللهم انج عیاش بن ابی ربیعة اللهم انج سلمة بن هشام اللهم انج الولید بن الولید اللهم انج المستضعفین من المؤمنین اللهم اشدد وطأتك علی مضر	جہاں فرمایا، ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری رکعت سے سر اٹھاتے تو یہ کہتے اے اللہ! نجات دے عیاش بن ابی ربیعہ کو، اے اللہ! نجات دے سلمۃ بن ہشام کو، اے اللہ نجات دے ولید بن ولید کو، اے اللہ! نجات دے مومنین میں سے ضعیفوں کو، اے اللہ! تو اپنی سخت گرفت فرما مضر پر، اے

---

[1] صحیح مسلم باب من فضائل غفار واسلم الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۳۰۶، مسند احمد بن حنبل حدیث سلمہ بن الاکوع مطبوعہ دارالفکر بیروت ۴/ ۴۸

اللھم اجعلھا اسنین کسنی یوسف وان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال غفار غفراللہ لھا واسلم سالمھا اللہ تعالٰی[1]۔	اللہ! ان پر قحط مسلط فرما جس طرح یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط ہوا۔ اور حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا: غفار کے لئے اللہ تعالٰی نے مغفرت فرمائی ہے اور اسلم سے اللہ تعالٰی نے صلح فرمائی ہے۔ (ت)

فتح الباری و عمدۃ القاری و ارشاد الساری شروح صحیح بخاری میں ہے:

قولہ وان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ حدیث اخروھو عند (البخاری) بالاسناد المذکور کانہ سمعہ ھکذا فاوردہ کما سمعہ زاد العینی وقد اخرجہ احمد کما اخرجہ البخاری[2]۔	قولہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ (یہ دوسری حدیث ہے اور یہ بخاری کے ہاں مذکورہ سند سے ہی مروی ہے، گویا انہوں نے اسی طرح سن کر شامل کرلیا۔ اور عینی نے یہ بات زیادہ لکھی کہ اس کو امام احمد نے بھی تخریج کیا جس طرح اس کو امام بخاری نے تخریج کیا۔ (ت)

ذی ہوش نے یہ بھی نہ دیکھا کہ روایت میں غفار مرفوع ہے نہ منصوب نہ ولید پر عطف کیونکر ممکن **اغلاط روایت** "ضروری سوال" میں واقعہ بئر معونہ بطور خود ذکر کیا جسے بے اصل اغلاط سے بھر دیا، خلاصہ عبارت یہ ہے ایک عامر بیٹا مالک کا دو گھوڑے دو[۲] اونٹ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس ہدیہ لایا حضور نے فرمایا ہم کافر کا ہدیہ قبول نہیں کرتے، وہ اسلام تو نہ لایا مگر انکار بھی نہ کیا اور بولا اے حبیب خدا! میرے پیچھے ایک قوم ہے آپ چند اصحاب ہمراہ دو تو امید کہ وہ سب مسلمان ہوجائیں، آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ستر یا چالیس جوان انصار عــہ سے جو سب کے سب قرآن مجید کے حافظ تھے عامر کے ہمراہ کردیئے اور ایک راہبر بھی ہمراہ ہولیا ان

عــہ: سب انصاری نہ تھے بعض مہاجر تھے خمیس میں ہے: کان اکثرھم من الانصار واربعۃ من المھاجرین[3] (ان میں اکثر انصار تھے اور چار مہاجرین۔ ت) (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب دعاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۶

[2] عمدۃ القاری شرح بخاری ابواب الاستسقاء باب دعاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۷/ ۲۶، فتح الباری ابواب الاستسقاء باب دعاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۴۱۰، ارشاد الساری ابواب الاستسقاء باب دعاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ دار الکتاب العربیہ بیروت ۲/ ۲۳۶

[3] تاریخ الخمیس سریۃ المنذر الٰی بئر معونۃ مطبوعہ موسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۴۵۲

پر منذر کو سردار کیا اور بنام عامر بن طفیل ایک خط لکھوا کر حوالہ منذر کے کردیا، یہ صحابہ بئرمعونہ کے قریب پہنچ کر وہیں قیام کیا پھر ایک شخص کے ہاتھ وہ خط عامر بن طفیل کے پاس بھجوادیا، جب وہ خط عامر بن طفیل نے پڑھا آگ کا شعلہ بن گیا اور جھپٹ کر خط پہنچانے والے کو قتل کرڈالا، پھر اپنے تمام حلیفوں اور قبیلوں کی کمک کے ساتھ اُن صحابہ کو قتل کرڈالا اور منذر کو زندہ قید کرلیا، قطع نظر اس سے **اوّلًا** عامر بن مالک ابوبراء نے "اے حبیب خدا" ہرگزنہ کہا کہ یہ خاص کلمہ اسلامی تھا۔

ثانیًا": ہمراہ ہولیا" سے ظاہر یہ کہ بطور خود ساتھ ہولیا حالانکہ حدیث میں ہے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مطلب سلمی رضی اللہ تعالٰیعنہ کو رہبری کے لئے ہمراہ فرمادیا تھا۔

فقد اخرج الطبرانی من طریق عبداللہ ابن لھیعۃ عن ابی الاسود عن عروۃ قال ثم بعث النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المنذر بن عمروالساعدی وبعث معہ المطلب السلمی لیدلھم علی الطریق، الحدیث ذکر فی الاصابۃ فی ترجمۃ المطلب[1]۔	طبرانی نے اس کی تخریج عبداللہ بن لہیعہ کے طریق سے انہوں نے ابوالاسود انہوں نے عروہ سے روایت کیا، کہاکہ پھر حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے منذر بن عمروالساعدی کو بھیجا اور ان کے ساتھ مطلب اسلمی کو بھی بھیجا تاکہ ان کو راستہ بتائیں، الحدیث۔ اس کو الاصابہ میں مطلب کے عنوان کے تحت ذکر کیا۔ (ت)

ثالثًا فرمان اقدس خاص بنام عامر بن طفیل نہ تھا بلکہ رؤسائے نجد وبنی عامر کے نام تھا، خمیس میں ہے: وکتب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مدارج میں ہے: اکثر ایشاں انصار بودند وبعضے از مہاجراں[2] (ان میں اکثر انصار تھے اور کچھ مہاجر تھے۔ت) نیز خمیس میں ہے:

لم یکن القراء المذکورون کلھم من الانصار بل کان بعضھم من المھاجرین مثل عامر بن فھیرۃ مولی ابی بکر الصدیق ونافع بن بدیل بن ورقاء الخزاعی وغیرھما رضی اللہ تعالٰی عنھم[3]۔	مذکور تمام اقراء انصار نہ تھے بلکہ کچھ مہاجر بھی تھے، جیساکہ عامر بن فہیرہ مولٰی ابوبکر الصدیق اور نافع بن بدیل بن ورقاء خزاعی وغیرہما رضی اللہ تعالٰی عنہم مہاجر تھے۔ (ت)

---

[1] الاصابہ فی تمییز الصحابۃ بحوالہ الطبرانی ترجمہ عبدالمطلب السلمی ۸۰۲۹ مطبوعہ دارصادر بیروت ۳/ ۴۲۵

[2] مدارج النبوۃ سریہ بئرمعونہ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۴۳

[3] تاریخ الخمیس سریۃ المنذر بن عمروالٰی بئرمعونۃ مطبوعہ مؤسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۴۵۲

کتابا الٰی رؤساء نجد و بنی عامر[1] (اور آپ نے نجد کے رئیسوں اور بنی عامر کے نام خط لکھا۔ت) مدارج میں ہے: مکتوبے برؤسائے نجد و بنی عامر نوشت[2]۔

رابعاً حافظ قرآن کے اگر یہ معنی کہ قرآن مجید سے کچھ یاد تھا تو اس میں ان صحابہ کی کیا خصوصیت، انہیں قُرّاء نام رکھنے کی یہ وجہ نہیں ہو سکتی اور اگر یہ مراد کہ جس قدر قرآن عظیم اس وقت اُترا وہ سب اُن سب کو یاد تھا تو اس کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ انہیں قرّاء کہنے کی وجہ یہ کہ شب کو درس وتلاوتِ قرآن مجید میں بکثرت مشغول رہتے۔ صحیح بخاری ف میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے: **یتدارسون القرٰان باللیل ویصلون**[3] (رات کو قرآن مجید اور نماز پڑھتے۔ت) عمدۃ القاری **کتاب الجهاد باب العون بالمدد** میں ہے: **سموا به لکثرۃ قراءتهم**[4] (قراء اس لئے انہیں کہا گیا کہ کثرت سے قرآن پاک پڑھتے تھے۔ت)

خامساً عامر بن طفیل کے خاص اپنے قبیلہ بنی عامر نے ہرگز کمک نہ دی بلکہ صاف انکار کردیا کہ تیرا چچا عامر بن مالک انہیں اپنی پناہ میں لے چکا ہے ہم اس کا ذمہ ہرگز نہ توڑیں گے۔ مواہب لدنیہ میں ہے:

استصرخ علیهم بنی عامر فلم یجیبوہ، وقالوا لن تخفرا ابا براء، وقد عقدلهم عقداً وجواراً[5]۔	عامر بن طفیل نے مسلمانوں کے خلاف بنو عامر قبیلہ کو مدد کے لئے آواز دی پس انہوں نے مدد سے انکار کیا اور انہوں نے صاف کہہ دیا ہم تیرے چچا ابو براء کا معاہدہ نہیں توڑیں گے کیونکہ اس نے ان مسلمانوں کو پناہ دینے کا معاہدہ کر رکھا ہے۔ت)

---

[1] تاریخ الخمیس سریۃ المنذر بن عمرو الٰی بئر معونہ مطبوعہ موسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۴۵۲

[2] مدارج النبوۃ سریہ بئر معونہ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۴۳

[3] صحیح بخاری کتاب الجہاد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۳۱، صحیح بخاری کتاب المغازی مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۵۸۲، مسند احمد بن حنبل از مسند انس رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳/ ۲۳۵ و ۲۷۰۔ شرح الزرقانی علی المواہب سریہ بئر معونہ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۷۵

[4] عمدۃ القاری شرح بخاری باب العون بالمدد مطبوعہ ادارۃ الطابعۃ المنیریۃ بیروت ۱۴/ ۳۱۰

[5] مواہب لدنیہ سریہ بئر معونہ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۲۶

ف: صحیح بخاری میں یہ حدیث دو جگہوں پر منقول ہے اس میں یتدارسون کی جگہ یحطبون کا لفظ ہے البتہ بعینہٖ انہی الفاظ کے ساتھ یہ حدیث شرح الزرقانی میں موجود ہے حوالہ ملاحظہ ہو۔ **نذیر احمد سعیدی**

سیرت ابن ہشام میں ہے:

استصرخ علیهم بنی عامر فابوا ان یجیبوه الی مادعالهم الیه وقالوا لن نخفر الی اٰخر مامر ۔[1]	عامر بن طفیل نے مسلمانوں کے خلاف بنوعامر کو اپنی مدد کے لئے پکارا تو انہوں نے اس کی مدد کرنے سے انکار کردیا اور کہا کہ ہم تیرے چچا کا معاہدہ نہیں توڑیں گے الخ۔ (ت)

خمیس میں ہے:

استصرخ عامر بن الطفیل بنی عامر علی المسلمین فامتنعوا وقالوا لانخفر ذمة ابی براء عمک[2] الخ۔	عامر بن طفیل نے بنوعامر کو مسلمانوں کے خلاف کاروائی کے لئے آواز دی تو انہوں نے انکار کیا اور کہا تیرے چچا ابوبراء کے ذمہ کو نہیں توڑیں گے الخ۔ (ت)

مدارج میں ہے: تمامہ بنی عامر از جنگِ مسلمانان ابا آوردند[3] (تمام بنوعامر نے مسلمانوں سے جنگ کرنے سے انکار کردیا۔ ت)

سادساً: عامر بن طفیل کا حامل فرمان اقدس حرام بن ملحان رضی اللہ تعالٰی عنہ کو شہید کرنا بھی خلاف تحقیق ہے بلکہ ان کا قاتل اور شخص تھا کہ بعد کو سلام لے آیا کما رواہ الطبرانی عن ثابت البنانی عن انس بن مالك رضی الله تعالٰی عنه (اس کو طبرانی نے ثابت بنانی سے انہوں نے انس بن مالک سے روایت کیا۔ ت) اور عدواللہ عامر بن طفیل کفر پر مرا کما فی صحیح البخاری عن اسحٰق بن ابی طلحة عن انس بن مالك رضی الله تعالٰی عنه (جیساکہ صحیح بخاری میں اسحٰق بن ابی طلحہ سے انہوں نے انس بن مالک سے روایت کیا۔ ت) صحیح بخاری شریف میں ہے:

جعل یحدثهم فاومأ والی رجل فاتاه من خلفه فطعنه[4] ۔	یعنی حرام رضی اللہ تعالٰی عنہ ان کافروں کو پیام اقدس پہنچاتے اور ان سے باتیں فرمارہے تھے کہ انہوں نے کسی کو اشارہ کیا اس نے پیچھے سے آکر نیزہ مارا۔ (ت)

امام حافظ الشان عسقلانی نے فتح الباری میں فرمایا: لم اعرف اسم الرجل الذی طعنه[5] مجھے اس

---

[1] سیرت ابن ہشام سریہ بئر معونہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳/ ۱۸۵

[2] تاریخ الخمیس، سریہ المنذر الی بئر معونہ، مطبوعہ موسستہ شعبان بیروت ۱/ ۴۵۲

[3] مدارج النبوۃ سریہ بئر معونہ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۴۴

[4] صحیح بخاری غزوۃ الرجیع ورعل وذکوان الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۵۸۶

[5] فتح الباری شرح البخاری غزوۃ الرجیع ورعل وذکوان الخ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۸/ ۳۹۱

نیزہ مارنے والے کا نام معلوم نہ ہوا۔ زرقانی شرح مواہب میں ہے:

فی الطبرانی من طریق ثابت عن انس ان قاتل حرام بن ملحان اسلم وعامر بن الطفیل مات کافرا کما تقدم انتھی من الفتح[1]۔	طبرانی میں ثابت کے طریق سے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ حرام بن ملحان کا قاتل مسلمان ہوگیا اور عامر بن طفیل کفر پر مرا جیسا کہ پہلے فتح الباری سے گزرا انتہی۔ (ت)

سابعاً: ان سب سے قطع نظر کے بعد اس میں ایک غلطی یہ ہے کہ "جب وہ خط عامر نے پڑھا آگ بگولہ ہوگیا"۔ کتب سیر میں تصریح ہے کہ اس خبیث نے فرمان اقدس تک نہیں۔ سیرت ابن اسحٰق و سیرت ابن ہشام و مواہب لدنیہ میں ہے: **لما اتاہ لم ینظر الی الکتاب**[2] (جب اسے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کا خط ملا تو اس نے خط نہ پڑھا۔ ت)

ثامناً: سخت غلطی فاحش یہ ہے کہ "منذر کو زندہ قید کرلیا" حالانکہ منذر رضی اللہ تعالٰی عنہ عین معرکہ میں شہید ہوئے، معالم التنزیل[ف] میں ہے:

قتل المنذر بن عمرواصحابہ الاثلثۃ نفر کانوا فی طلب ضالۃ لھم[3] الخ	منذر بن عمرا اور اس کے ساتھی شہید ہوئے صرف وہ تین بچے جو ایک گم شدہ کی تلاش میں گئے تھے الخ۔ (ت)

مدارج میں ہے:

تمام اصحاب شہید شدند الا منذر بن عمرو باو گفتند اگر خواہی ترا امان دہیم او امان ایشاں را قبول نہ کرد و با ایشاں مقاتلہ کرد تا شہید شد[4]۔	تمام صحابہ شہید ہوگئے مگر منذر بن عمرو کو انہوں نے کہا اگر تو چاہے تو ہم تجھے امن دیں مگر اس نے ان کا امن قبول نہ کیا اور ان سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوگئے۔ (ت)

سیر تین ابنائے اسحاق وہشام میں ہے:

لما رأوھم اخذوا سیوفھم ثم قاتلوھم حتی قتلوا من عند اخرھم یرحمھم اللہ	جب کفار نے مسلمانوں کو دیکھا تو کفار نے ان سے تلواریں چھین لیں اور پھر ان کو شہید کردیا مگر انہوں نے

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب سریہ بئر معونہ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۲ /۷۶

[2] مواہب لدنیہ سریہ بئر معونہ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۲۶، تاریخ الخمیس سریہ منذر بن عمرو الی بئر معونہ مطبوعہ مؤسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۴۵۳

[3] معالم التنزیل

[4] مدارج النبوۃ، سریہ بئر معونہ، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۴۴

ف: معالم التنزیل میں منذر بن عمرو کا ذکر دو جگہ (ص ۴۱۷ و ۴۴۸) پر نظر سے گزرا ہے وہاں یہ عبارت نہیں مل سکی البتہ تاریخ الخمیس میں معالم التنزیل کے حوالے س بعینہٖ یہی عبارت نقل کی ہے اس لئے تاریخ الخمیس سے حوالہ نقل کیا ہے۔ نذیر احمد

الا کعب بن زید اخابن دینار بن النجار فانھم ترکوہ وبہ رمق فارتت من بین القتلی فعاش حتی قتل یوم الخندق شھیدا یرحمہ اللہ[1]	کعب بن زید، دینار بن نجار کے بھائی کو زخمی حالت میں چھوڑدیا اور لاشوں میں سے وہ زندہ رہے اور بعد میں وہ اپنی زندگی میں جنگ خندق میں شریک ہوئے اور وہاں وہ شہید ہوئے، رحمہ اللہ تعالٰی (ت)

مواہب میں ہے: **قتلوا الی اخرھم الا کعب بن زید**[2] الخ (انہوں نے سب کو شہید کردیا صرف کعب بن زید زندہ بچے الخ۔ت) خمیس میں ہے: **قتلوا من عند اخرھم الا کعب بن زید**[3] الخ (انہوں نے کعب بن زید کے علاوہ سب کو موقعہ پر شہید کردیا الخ۔ ت) خود حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبردی۔

ان اخوانکم لقوا المشرکین فاقتطعوھم فلم یبق منھم احدوانھم قالوا ربنا قومنا انا قدرضینا ورضی عناربنا فانا رسولھم الیکم قدرضوا ورضی عنھم[4] رواہ الحاکم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	تمہارے بھائی مشرکین سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوگئے ان میں سے کوئی نہ بچا اور انہوں نے شہید ہوتے ہوئے یہ دعا کی کہ اے ہمارے رب! ہماری طرف سے ہماری قوم کو یہ پیغام پہنچادے کہ ہم اللہ تعالٰی سے راضی ہوئے اور اللہ تعالٰی ہم سے راضی ہوا، حضور علیہ السلام نے فرمایا میں ان کا پیغام تمہیں پہنچارہاہوں کہ وہ بھی اور اللہ بھی راضی ہوا۔ اس کو حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

فریب دہی عوام: جہالت واغلاط کثیرہ کے ساتھ فریب دہی عوام بھی "ضروری سوال" میں ضرور ہے:

فریب ۱: حدیث مذکور ابن حبان ذکر کی جو صراحۃً مطلق تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز صبح میں قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے نفع یا ضرر کی دعافرمائی ہوتی تو مصنف "ضروری سوال" نے اس کاترجمہ لکھ کر معاً جوڑلگادیا "یعنی سوااس کے پیمبر خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور کسی مصیبت پر قنوت نہیں پڑھتے تھے" جس سے عوام سمجھیں حدیث مین کسی خاص مصیبت کاذکر ہے اسی کے لئے قنوت پڑھنے کا ثبوت ہے

---

[1] سیرت ابن ہشام سریہ بئر معونہ ، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/ ۱۸۵

[2] مواہب لدنیہ سریہ بئر معونہ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۲۶

[3] تاریخ الخمیس سریہ بئر معونہ مطبوعہ مؤسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۴۵۲

[4] المستدرک علی الصحیحن کتاب الجہاد قول الشہدا ربنا بلغ الخ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/ ۱۱

باقی بے ثبوت، اس مغالطے سے جو فائدہ اٹھانا چاہا اسے یہیں ظاہر بھی کردیا کہ "اب یہاں سے سمجھا گیا کہ کفار ظلم کریں تو نماز فجر میں نصرت چاہے، طاعون یا وبا کے لئے قنوت ثابت نہیں" حالانکہ ہر ابجد خواں عربی بتاسکتا ہے یہ محض دھوکا دیا ہے حدیث میں اصلاً کسی مصیبت خاص کا نام نہیں جس کے غیر پر نفی قنوت ہو۔

فریب ۲: قنوت نازلہ خود بھی غیر منسوخ مانی اگرچہ خاص ایک نازلے میں۔ اب جو اس پر سند پیش کرنی ہوئی تو علامہ طحطاوی و علامہ شامی و محقق سامی بحر طامی صاحب اشباہ نامی کا دامن پکڑا کہ "چنانچہ حاشیہ در مختار طحطاوی و علامہ شامی و اشباہ والنظائر وغیرہ وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے" حالانکہ اوپر واضح ہوچکا کہ یہ علمائے کرام تو نہ صرف تعمیم نوازل بلکہ خاص طاعون ہی کے لئے قنوت ثابت کرتے ہیں جس کے سبب معاذاللہ اس شخص کے نزدیک کذب وبہتان میں پڑے ہیں ان کے کلام پورے طور پر نقل نہ کرنا درکنار جو عبارت ان کے نام سے نقل کی اس میں دو کارروائیاں کیں، ایک یہ کہ خود ان کے ترجمہ کلام میں وہ الفاظ ملادیئے جو اپنے ساختہ مذہب کے مطابق تھے، دوسرے یہ کہ ایک عربی عبارت اپنی طرف سے بنا کر اس کلام سے ملادی اور سب کا ایک ساتھ ترجمہ کردیا جس سے ناواقف کو دھوکا ہو کہ یہ سارا کلام ان علمائے کا ہے، وہ نقل وترجمہ ملخصاً یہ ہے: "وغیرہ وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے اور وہ یہ ہے کہ

وقدقنت ابوبکر الصدیق وعمر وعلی ومعٰویة فالقنوت فی النازلة ثابت فافهم واغتنم قلت والمراد بالنازلة هناك هوالذی مذکور فی الاحادیث ولایقاس علی غیرہ واللہ اعلم۔	ترجمہ اور مقرر قنوت پڑھی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور حضرت علی اور حضرت معٰویہ نے پس قنوت بیچ واقع ہونے سختی اور فتنہ اور فساد اور غلبہ کفر اشرار کے ثابت ہے سو سمجھ اور غنیمت جان، اب کہتا ہوں میں کہ مراد نازلہ سے اس جگہ وہی نازلہ مراد ہے جو مذکور ہوا ہے حدیثوں میں، اور نہیں عـــه خیال کیا جاوے گا اوپر غیر اس نازلہ کے اعنی ہر ایک نازلہ نہیں"۔

ترجمہ اصل میں "فتنہ وفساد وغلبہ کفار اشرار" لفظ بڑھادیئے کہ نرے بے علم کہیں دیکھو جو بات مولوی صاحب نے کہی تھی وہی ان کتابوں میں لکھی ہے ورنہ اصل عبارت علماء میں نہ ان لفظوں کا اصلاً پتا نہ اس غرض فاسد کے سوا ترجمہ میں اس پیوند کا کوئی منشا، پھر قلت سے آخر تک ایک عبارت عربی گھڑ کر عبارت سے ملادی اور اس کا ترجمہ اردو کیا کہ ناواقف کم علم جانیں یہ قلت اُنہی علمانے فرمایا ہے

عـــه اس خوبی علم کو دیکھئے کہنا یہ مقصود ہے کہ لایقاس علیہ غیرہ اور نازلہ اس پر قیاس نہ کیا جائے گا اور کہا یہ کہ لایقاس علی غیرہ نہ قیاس کیا جائے گا اوپر غیر اس نازلہ کے۔ (م)

ورنہ یہ کہیں کادور نہیں کہ اردو رسالے میں جو بات اردو ہی زبان میں ظاہر کرنی ہو اسے پہلے عربی میں بولیں پھر اپنی عربی کی اردو کریں اور کلام علماء میں قلّت ہزار جگہ ہوتا ہے تو صاف اسی طرف ذہن جائے گا کہ یہ کلام بھی اُنہی کا ہے۔

فریب ۳: اشباہ میں فرمایا تھا:

فائدۃ فی الدعاء برفع الطاعون سئلت عنه فاجبت بانی لم اره صریحا[1]۔	یعنی فائدہ طاعون دور ہونے کی دعا میں، مجھ سے اس کا سوال ہوا تھا میں نے جواب دیا کہ اس کی تصریح میں نے نہ دیکھی۔

پھر غایہ شمنی وفتح القدیر کی وہ عبارتیں نقل فرمائیں کہ نازلہ کی قنوت پڑھے، پھر فرمایا:

فالقنوت عندنا فی النازلة ثابت، ولاشك ان الطاعون من اشد النوازل[2]۔	یعنی ان عبارات سے واضح کہ ہمارے نزدیک بلا میں قنوت ثابت ہے اور شک نہیں کہ طاعون سخت تر بلاؤں میں سے ہے۔

پھر اس دعوے کے ثبوت کو کہ نازلہ ہر شدت و سختی کو عام ہے مصباح و قاموس و صحاح کی عبارات مذکورہ سابق نقل فرمائیں پھر عبارت سراج وہاج وملتقط و کلام امام طحاوی ثبوت مؤکد قائم فرمایا کہ جو کوئی بلا ہو اس کے لئے قنوت پڑھنے میں حرج نہیں کسی عاقل غیر مجنون کے نزدیک اس کلام کے معنی سوا اس کے کچھ نہیں ہوسکتے کہ طاعون کے لئے قنوت پڑھی جانے کو فرمارہے ہیں، لاجرم علامہ سید شرف طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں فرمایا:

فی الاشباہ یقنت للطاعون لانه من اشد النوازل[3]۔	یعنی اشباہ میں ہے کہ طاعون کے لئے قنوت پڑھے اس لئے کہ وہ سخت تر بلاؤں میں سے ہے۔

اب مصنف "ضروری سوال" کی سنئے "اشباہ والنظائر والے صاحب نے فرمایا ہے لوگوں نے مجھ سے پوچھا طاعون میں قنوت پڑھنے سے سو میں نے جواب دیا کہ صریح مسئلہ اس کا کہیں نہیں دیکھا میں حکم کر نہیں سکتا"۔ اول تو سوال خاص قنوت طاعون سے ہونا بنادیا کہ جو جواب گھڑا جائے گا وہ بالتخصیص صراحۃً اسی پر وارد ہو، پھر جواب میں یہ لفظ اپنی طرف سے بڑھادیئے کہ "میں حکم کر نہیں سکتا" حالانکہ عبارت اشباہ

---

[1] الاشباہ والنظائر فائدہ فی الدعاء لرفع الطاعون مطبوعہ مطبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۲۶۱

[2] الاشباہ والنظائر فائدہ فی الدعاء لرفع الطاعون مطبوعہ مطبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۲۶۲

[3] حاشیۃ الطحطاوی باب الوتر مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۲۰۶

میں اس کا وجود مفقود بلکہ بالتصریح اس میں قنوت کا حکم دینا موجود، اسے کس درجہ کی تحریف وبددیانتی ومغالطہ وفریب دہی کہا چاہئے والعیاذ باللہ رب العلمین ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مخالفت توبہ نامہ خود اس "ضروری سوال" سے بھی پیدا **اولاً** اس میں اپنے طرفداروں کے ایک رسالے کی نسبت لکھا تھا کہ "اُس میں سادات کرام وعلمائے عظام کی شان وعظمت کے خلاف الفاظ رکیکہ برتے گئے ہیں واقعی یہ کمال درجے کی بے ادبی میرے طرفداروں سے تو گویا مجھی سے ہوئی میں للہ اُن کل حضرات بابرکات سے معافی چاہتا ہوں خواہ حضرات سادات وعلماء اہل سورت خواہ اہل بمبئی خواہ آفاقی" وہاں تو آج کل کے علما کو جو آپ کے طرفداروں نے کچھ الفاظ رکیکہ لکھے اس سے معافی چاہی ور "ضروری سوال "یں بخود آپ اکابر سابقین علمائے عظام وفقہائے کرام وسادات فخام مثل امام امام نووی وامام ابن حجر وامام طیّبی وعلامہ ابن ملک ومحقق زین العابدین ابن نجیم ومولینا علی قاری مکی وسید علامہ شامی وامثالہم کو معاذاللہ کذب وبہتان کی طرف نسبت فرمارہے ہیں شاید یہ الفاظ رکیکہ نہ ہوں گے۔

ثانیاً: اس میں لکھا تھا "واللہ باللہ میں مذاہب اربعہ کو سچے دل سے حق مانتا ہوں" یہاں صراحۃً قنوت فجر کو کہ مذہب امام مالک وامام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہما ہے بدعت وضلالت وفی النار بتایا ادھر قنوت طاعون ووبا کو کذب وبہتان ٹھہرایا، شراح حنفیّہ سے قطع نظر بھی کیجئے تو ائمہ شافعیہ کے یہاں اس کی صریح تصریحیں موجود، اور امام ابن حجر مکی نے خود مام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بیان مذہب میں اسے ذکر فرمایا۔

ثالثاً: اسی میں لکھا تھا: "جمہور علماء کا اتباع اختیار کیا اولیائے کرام نذرونیاز عرفی میں جبکہ فقہائے کرام نے تصفیہ کردیا ہے اور مستحسن کررکھا ہے تو ہم انہی کی پیروی کریں یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے لیکن بندہ اپنے پرانے خیالات سے باز آکر اولیاء کی نذرونیاز عربی جو فی زماننا خاصما عوام میں مروج ہے کہ اس کو مستحسن جانتا ہوں سوائے اس کے میری تصانیف میں جو بات خلاف اقوال جمہور علما ہو اس کو واپس لیتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ آئندہ علمائے کرام کے مخالف کوئی مسئلہ نہیں کہوں گا" اور یہاں نہ ظاہر ارشاد جمیع متون پر اقتصار لیا نہ طریقہ مصرحہ جمہور شارحین اختیار کیا، سب کے مخالف مسئلہ لکھ دیا یہ "ضروری سوال" کی مخالفتیں تھیں۔

رابعاً: شرائط بحث میں تو صراحۃً اس توبہ کو توڑدیا نذرونیاز عرفی اولیائے کرام قدست اسرارہم جو فی زماننا مروج ہے ظاہر ہے کہ زمانہ صحابہ وتابعین وتبع تابعین میں اس پر کوئی نزاع قائم نہ ہوئی نہ اس کا کوئی تصفیہ اس وقت کے فقہائے کرام نے کیا تو لاجرم توبہ نامے میں جمہور علمائے متاخرین ہی کی پیروی کو لکھا اور ان کی مخالفت کا عہد کیا تھا اب شرئط ثلثہ کی بحث میں قرون ثلثہ کے متاخرین متقدمین سب کو بالائے طاق رکھ کر صاف لکھ دیا کہ سند دین میں اصول وفروع مسائل میں زمانہ خیر القرون کی ہونی چاہئے یعنی صحابہ وتابعین و

تبع تابعین اور اس پر عمل بھی جاری ہوا **بُوئے وہابیت** پیدا ہونے کو **اوّلًا وثانیًا** ضروری سوال ہی کی وہ تقریریں کہ "یہ ارشاد فقہا کذب وبہتان ہے اور وہ مذہب ائمہ بدعت وضلالت وفی النار ہے" کافی تھیں۔

ثالثًا: مگر شرائط بحث میں توصاف صاف وہی معمولی تقریر وہابیہ کہ "قرون ثلثہ کی سند معتبر ہے" باقی سب باطل صراحۃً لکھ دی اور اس کے ساتھ اور تنگی بڑھادی کہ صحابہ وتابعین کی سند بھی مقبول نہیں جب تک اس پر عمل نہ جاری ہوا ہو یہ باتیں ضرور وہابیت کی ہیں۔

رابعًا: اور شرط لگائی کہ " کوئی مسئلہ کسی کتاب میں بے سند لکھا ہو وہ بغیر اسناد کے تسلیم نہ کیا جائے گا" ہر شخص جانتا ہے کہ کتب فقہیہ متون وشروح وفتاوٰی کسی میں ذکر اسناد نہیں ہوتا تو اس شرط میں صاف بتادی کہ کتب فقہ مہمل ونا قابل عمل ہیں ان کا مسئلہ تسلیم نہ کیا جائے گا، یہ اول نمبر کی وہابیت غیر مقلدی ہے ان وجوہ سے ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ زید اپنی قدیم وہابیت پر باقی ہے والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

بالجملہ ان تمام بیانات جلیلہ سے واضح ہوا کہ "۱ضروری سوال" کی تحریر ہمارے علمائے کرام کے خلاف ہے۔ وہ ۲سراسر غلطیوں سے بھری ہے، ۳جو اسے صحیح بتائے سخت جاہل ونا فہم ہے، ۴ضروری سوال کا مصنف علم دین سے بہرہ نہیں رکھتا، ۵وہ نہ عبارت سمجھ سکتا ہے، ۶نہ ترجمہ کی لیاقت رکھتا ہے پھر مطلب ۷سمجھنا تو بڑا درجہ ہے، ۸وہ خود اپنا لکھا نہیں سمجھتا نہ نافع ومضر میں تمیز کرتا ہے اور ۹اس کے ساتھ کلمات علماء کو بدلنا، گھٹانا، بڑھانا، مغالطہ، عوام کو کچھ کا کچھ مطلب بنانا، علاوہ ہے ۱۰ایسا بے علم وکج فہم ہرگز فتوٰی دین کی قابلیت نہیں رکھتا نہ اسے فتوٰی پر اعتماد ہو سکتا ہے۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم ومسند امام احمد وجامع ترمذی وسنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتخذالناس رؤساجھا لا فسئلوفافتوا بغیرعلم فضلوا واضلوا[1]۔	لوگ جاہلوں کو سردار بنائیں گے ان سے مسئلے پوچھے جائیں گے وہ بغیر علم کے فتوٰی دیں گے آپ بھی گمراہ ہوں گے اوروں کو بھی گمراہ بتائیں گے۔

اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ جو ایسے شخص کے فتوے پر اعتماد کرے گا گمراہ ہو جائے گا "۱۱نیز اس کے اقوال وکلمات سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ وہ فقہائے کرام کی شان میں گستاخ ہے ارشادات علماء کو کذب وبہتان بتاتا اور ۱۲مذہب اہل حق کو ضلالت وفی النار بتاتا اور ۱۳تمام کتب فقہ کو مہمل وبیکار ٹھہراتا ہے ۱۴اس نے اپنی توبہ توڑی اور ۱۵قدیمی وہابیت اب تک نہ چھوڑی مسلمانوں کو اس کی صحبت سے احتراز چاہئے کہ بحکم صحیح گمراہی میں پڑنے کا

---

[1] صحیح بخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰، صحیح مسلم کتاب العلم باب رفع العلم وقبضہ الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۳۴۰

اندیشہ ہے ایسی حالت جو اس کی اعانت کرے گمراہی کی بنیاد قائم کرتا ہے ہاں اگر وہ پھر از سر نو ان تمام حرکات سے تائب ہو اور ایک زمانہ ممتد گزرے جس میں اس سے وہ باتیں صادر ہوں جن سے اس کی توبۂ دوم کا برخلاف توبہ اول سچا ہونا ظاہر ہو تو اس وقت اس سے تعرض نہ کیا جائے گا مگر اس کے فتوے پر اعتماد پھر بھی نہیں ہو سکتا کہ اس قدر سے اس کا جہل زائل ہو کر عالم نہ ہو جائے گا لاکھوں عوام سنی المذہب بحمد اللہ ایسے ہیں جن سے تمام عمر میں کبھی کوئی بات بدمذہبی یا گستاخی شان ائمہ وفقہا وکتب فقہیہ کی صادر ہی نہ ہوئی مگر جبکہ وہ بے علم ہیں مفتی نہیں بن سکتے۔ اللہ عزوجل خذلان سے بچائے اور بطفیل خاکپائے بندگان بارگاہ بیکس پناہ حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توفیق علم وعمل عطا فرمائے اٰمین اٰمین اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا واٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین۔

واللہ تعالٰی سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم کتبہ محمد ن المعروف بحامد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم۔	اور اللہ تعالٰی پاک وبلند زیادہ علم والا ہے اور اس کا علم اتم اور زیادہ محکم ہے۔ اس کو لکھا محمد المعروف حامد رضا بریلوی نے، اللہ تعالٰی اس کو اپنے پیارے اُمّی نبی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے معاف فرمائے۔ (ت)

فی الواقع یہ تفصیل کہ قنوت نازلہ جائز ہے مگر اس کا جواز صرف ایک نازلہ سے خاص، باقی اس میں ناجائز، ہمارے ائمہ کرام کا مذہب نہیں، مصنف "ضروری سوال" کی تحریروں سے اس کی جہالت وبطالت صاف ظاہر ہے بیشک ایسے شخص کو مفتی بنانا حلال نہیں، نہ اس کے فتوے پر اعتماد جائز، مجیب سلمہ القریب المجیب نے جو امور بالجملہ میں لکھے ضرور قابل لحاظ و مستحق عمل ہیں مسلمانوں کو ان کی پابندی چاہئے کہ باذنہ تعالٰی مضرت دینی سے محفوظ رہیں۔

وباللہ العصمۃ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	اللہ کی رحمت سے ہی حفاظت ہے اور اللہ تعالٰی سبحانہ، زیادہ علم والا ہے۔ اس کو گنہگار بندے احمد رضا بریلوی نے لکھا اسے حضرت محمد مصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وسیلہ سے معافی ہو۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۹۶: از رنگون گلی نمبر ۲۵، دکان نمبر ۴۴۵ مسئولہ حافظ محمد یوسف صاحب ۵ ذیقعدہ ۳۲۹ھ

ہمارے سنی حنفی عالم لوگ اس مسئلہ ہیں کیا فرماتے ہیں کہ اس شہر میں ایک مسجد کا امام صاحب دو تین روز سے فجر کے فرض دوسری رکعت میں سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر قنوت پڑھتا ہے یعنی

سلطان کے واسطے دعامانگتاہے اور سب مقتدی لوگ بلند آواز سے پکارتے ہیں پس دریافت طلب یہ بات ہے کہ ہمارامذہب حنفی سے یہ امام صاحب کیسے ہیں اور ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

اگرچہ متون میں مطلق حکم ہے کہ **لایقنت فی غیرہ**[1] غیر وتر میں قنوت نہ پڑھے، مگر محققین شراح نے باتباع امام طحاوی وقت نازلہ وحدوث بلائے عام نماز فجر میں قنوت پڑھنے کی اجازت دی ہے لہذا یہ مسئلہ ایسا نہیں جس کی بناپر اس عالم کے پیچھے نماز میں کچھ حرج ہو جبکہ وہ واقع میں سنی المذہب صحیح العقیدہ ہے، اور اگر غیر مقلد ہے تو آپ ہی گمراہ بددین ہے اور اس کے پیچھے نماز ناجائز محض کماحققناہ فی النھی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید (جیساکہ ہم نے اپنے رسالہ "النھی الاکید عن الصلٰوۃ وراء التقلید" میں تحقیق کی ہے۔ت) درمختار میں ہے: **لایقنت لغیرہ الالنازلۃ**[2] (صرف مصیبت میں قنوت نازلہ پڑھے۔ت) غنیہ میں ہے: **ھو مذھبنا وعلیہ الجمھور**[3]۔ (یہی ہمارااور جمہور کامذہب ہے۔ت) ردالمحتار میں کلام امام طحاوی نقل کرکے فرمایا:

ھو صریح فی ان قنوت النازلۃ عندنا مختص بصلٰوۃ الفجر دون غیرھا من الصلٰوۃ الجھریۃ والسریۃ[4]۔	یہ اس بات کی صراحت ہے کہ قنوت نازلہ صرف فجر کی نماز کے لئے مختص ہے دوسری جہری یاسری نمازوں میں ہیں۔ (ت)

امام کو چاہئے کہ یہ قنوت بھی آہستہ پڑھے اور مقتدی بھی دعاہی میں پڑھیں، ہاں اگرامام قنوت بآواز پڑھے تو مقتدی آمین کہیں مگر بآواز نہ کہیں بلکہ آہستہ کہ جہر بآمین نماز میں مکروہ ہے، پھر علماء کو اختلاف ہوا کہ یہ قنوت رکعت ثانیہ کے رکوع کے بعد ہو یاپہلے، اور تحقیق یہ ہے کہ رکوع سے پہلے ہونا چاہئے۔ ردالمحتار میں ہے:

ھل المقتدی مثلہ ام لا وھل القنوت قبل الرکوع	کیاقنوت نازلہ پڑھنے میں مقتدی بھی امام کی طرح پڑھے یانہیں، اور کیاقنوت رکوع سے قبل پڑھی جائے

---

[1] کنزالدقائق باب الوتروالنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۴۱

[2] ردالمحتار باب الوتروالنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۴

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی صلٰوۃ الوتر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۲۰

[4] ردالمحتار باب الوتروالنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۹۶

اوبعدہ لم ارہ والذی یظھر لی ان المقتدی یتابع امامہ الا اذاجھر فیؤمّن وانہ یقنت بعد الرکوع ثم رأیت الشرنبلالی فی مراقی الفلاح صرح بانہ بعدہ واستظھر الحموی انہ قبلہ والاظھر ماقلناہ واللہ تعالٰی اعلم[1] **اقول:** بل الاحق بالقبول ماقال السید الحموی لقول الفتح ولما ترجح ذلك خرج مابعدالرکوع من کونہ محلا للقنوتاھ وقال ایضا وھذا تحقیق خروج القومۃ عن المحلیۃ بالکلیۃ الا اذا اقتدی بمن یقنت فی الوتر بعدالرکوع فانہ یتابعہ اتفاقا[2] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔	یابعد میں، مجھے یہ تفصیل نظر نہیں آئی، مگر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی امام کی اتباع کرے لیکن جب امام قنوت پڑھنے میں جہر کرے تو مقتدی کو چاہئے کہ وہ آمین کہے، اور قنوت رکوع کے بعد پڑھے، اس کے بعد مجھے شرنبلالی کا قول مراقی الفلاح میں ملا جس میں انہوں نے رکوع کے بعد کی تصریح کی ہے اور حموی نے رکوع سے قبل ظاہر قرار دیا لیکن زیادہ واضح یہی ہے جو میں نے کہا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ **اقول:** بلکہ حموی کا قول زیادہ مقبول ہو کیونکہ فتح القدیر کا قول یہ ہے کہ "جب رکوع سے قبل کو ترجیح ہے تو رکوع کے بعد قنوت کا محل نہ رہا" اھ اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ قومہ کلیۃً قنوت کی محلیت سے باہر ہے تحقیق یہی ہے، ہاں اگر کوئی ایسے امام کی اقتداء میں ہے جو رکوع کے بعد وتر میں قنوت پڑھتا ہے تو نمازی کو چاہئے کہ وہ اس امام کی اتباع کرے اس میں اتفاق ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۹۷: از کراچی گاڑی حاطہ مولیڈنہ میمن محلّہ رام باغ مرسلہ نوراحمد ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا حنفی امام نماز فجر میں دعائے قنوت ودیگر دعاؤں کو بآواز بلند پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

حنفی مذہب میں وتر کے سوا اور نمازوں میں قنوت منع ہے متون کا مسئلہ ہے **ولایقنت فی غیرہ** (غیر وتر میں قنوت نہ پڑھے۔ت) مگر جب معاذاللہ کوئی بلائے عام نازل ہو جیسے طاعون ووباء وغیرہ، تو امام اجل طحاوی وامام محقق علی الاطلاق وغیرہ شراح نے نماز فجر میں دعائے قنوت جائز رکھی ہے **کما فصلناہ فی فتاوینا** (جیساکہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تفصیل کردی ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۹۸: سائل مذکورالصدر

حنفی امام بسم اللہ واٰمین آہستہ حنفی طریقہ پر نہ پڑھے اور دعائے قنوت ودیگر دعاؤں کو شافعی

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۴۹۶

[2] فتح القدیر باب صلٰوۃ الوتر نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۷۴

طریقہ سے پڑھے تو نماز اور ایسے امام کی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟ یہ فعل امام نے متواتر تین روز بغیر اطلاع مقتدیوں کے کیا جس سے مقتدیوں کی جداگانہ حالتیں مثلًا کوئی رکوع میں کوئی قیام میں اور کوئی سجدہ میں تھا یہ نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب:

(۱) بے صورت نازلہ جو کوئی ایسا کرے گا موجب کراہت ہوگا اسے منع کیا جائے گا اگر نہ مانے اس کی اقتداء نہ کریں۔

(۲) جس نے امام سے پہلے کوئی فعل کیا اور امام سے پہلے ہی فارغ ہولیا اور پھر امام کا اس میں ساتھ نہ دیا مثلًا وہ متوجہ قنوت ہو اور یہ رکوع میں گیا اور امام رکوع میں نہ آنے پایا تھا کہ اس نے سر اُٹھالیا اور پھر امام کے ساتھ یا بعد، رکوع نہ کیا تو ایسے مقتدی کی نماز نہ ہوئی، ورنہ ہوگئی اور اس میں بدنظمی ہوئی اس کا وبال امام کے سر پر، ائمہ دین نے توجمعہ وعیدین میں سجدہ سہو معاف رکھا ہے جبکہ جماعت کثیر ہو کہ ہر قسم کے لوگوں کا مجمع ہوگا بعض کو باعث وحشت ہوگا کہ یہ کیا چیز ہے حالانکہ یہ وہ بعد ختم نماز ہے کہ عین وسط نماز میں، بے اطلاع مقتدیان ایسی نئی حرکت کس قدر باعث فتنہ ہے نسأل اللہ العفو والعافیۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۹۹: از کراچی بندر صدر بازار دکان سیٹھ حاجی احمد حاجی کریم محمد شریف جنرل مرچنٹ مرسلہ عبداللہ ولد حاجی ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

امام حنفی المذہب دروقت حدوث حادثہ ونازلہ طاعون ووباء دررکعت اخیر نماز فرض فجر دعاقنوت شفعویہ مع چند الفاظ دعائے عربیہ دافع الوباسہ روزیا ہفت روز خواندآیا دریں صورت ایں فعل امام مطابق مذہب جمہور حنفیہّ است یانہ واگر کسے این امام راباعث مرتکب شدن فعل صدروہابی وغیر مقلد خوانست پس حکم اوچیست۔	کسی حادثہ یاطاعون کی وباء وغیرہ کے پھیلنے کے موقعہ پر حنفی امام فجر کی آخری رکعت میں دعائے قنوت مرویہ اور اس کے ساتھ چندمزید عربی الفاظ جودافع بلاء کے لئے تین یاسات روزپڑھے تو کیا یہ فعل جمہور احناف کے مطابق ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی شخص امام کے مذکور عمل کی بناپر امام کو وہابی اور غیر مقلد کہہ دے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

قنوت در نازلہ محققین حنفیہّ مثل امام طحاوی وامام ابن الھمام وغیرہما کبرائے اعلام اثبات کردہ اند عمل بروہیچ علاقہ بوہابیت	حنفی محققین مثلًا امام طحاوی، امام ابن ہمام وغیرہما بڑے حضرات نے مصیبت کے نزول پر قنوت نازلہ کے عمل کا اثبات کیا ہے، اور اس معاملہ میں وہابیت

وغیر مقلدی ندارد وہر کہ بایں طعنہ زندہ جاہل ست تفہیم باید کرد آنجاکہ مجمع ہمچو عوام باشد اقدام بایں کارنباید کرد کہ باعث تنفیر وفتح باب غیبت نشود **قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشرواولاتنفروا**[1] ائمہ منع فرمودہ اند کہ پیش جہال قراء تہائے کہ گوش اوباوآشنا نیست نخوانند تا منجر بفتنہ ایشاں نشود اگرچہ ہمہ قراء تہا یقینا حق ست کمافی غنیۃ العلامۃ ابراھیم الحلبی وغیرہا **واللہ تعالٰی اعلم**۔	اور غیر مقلدیت کا کوئی دخل نہیں جو یہ طعنہ دے وہ جاہل ہے اسے سمجھانا چاہئے، اور عوام کے مجمع میں ایسی بات نہیں کرنی چاہئے جو عوام میں نفرت پیدا کرے اور غیبت بنے، حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ لوگوں کے لئے نفرت کی بجائے خوشی کا سامان بنو۔ اسی لئے ائمہ کرام نے ایسی قرائت جو لوگوں میں معروف ومانوس نہیں ہے پڑھنے سے منع فرمایا ہے تاکہ لوگوں میں شکوک وشبہات کا فقنہ نہ بنے اگرچہ تمام قراات برحق ہیں، جیسا کہ علامہ ابراہیم حلبی کی غنیہ وغیرہا میں ذکر فرمایا ہے **واللہ تعالٰی اعلم**۔ (ت)

مسئلہ ۱۱۰۰تا۱۱۰۲: از بمبئی ۳ مسئولہ محمد سعد اللہ گلی خطیب زکریا مسجد ۳صفر ۱۳۳۹ھ

ماقولکم دام فضلکم (علمائے کرام اللہ تعالٰی تمہارے فضل وکرم کو قائم ودوام فرمائے آپ کا کیا ارشاد ہے۔ ت) نظر بر مصائب حاضرہ جنہوں نے آج کل بالخصوص سلطنت اسلامیہ عثمانیہ اور بالعموم تمام مسلمانان عالم کو گھیر رکھا ہے بعض مفتین جہری فرض نمازوں میں بآواز بلند قنوت خوانی کا فتوٰی دیتے ہیں نموناً فتوٰی مولوی کفایت اللہ دہلوی کالفافہ ہذا ہے علمائے احناف اہلسنت کے نزدیک: (۱) وقت نازلہ قنوت تمام جہری فرض نمازوں میں ہے یا صرف فجر میں؟ (۲) بعد سمع اللہ لمن حمدہ ہاتھ اٹھا کر بجہر پڑھی جائے یا کس طرح؟ (۳) یہ وقت اس کا مقتضی ہے یا نہیں کہ قنوت پڑھی جائے؟ **بیّنوا اجرکم اللہ**

الجواب:

قنوت نازلہ امام طحاوی وغیرہ شراح نے جائز رکھی ہے وہ صرف نماز فجر میں ہے اور ہمارے نزدیک بعد رکوع قنوت کا محل ہی نہیں قبل رکوع چاہئے **کما نص علیہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر** (جیساکہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ت) اس ہندوستان میں اسلام اس وقت خود مسلمان کہلانے والوں کے ہاتھوں سے سخت نزع ہے قنوت کا وقت ہے **واللہ تعالٰی اعلم**

---

[1] صحیح بخاری کتاب العلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

وہ رکعت ثانیہ میں بعد قرأت ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہیں اور امام ومقتدی سب آہستہ قنوت پڑھیں جس مقتدی کو یاد نہ ہو آہستہ آہستہ آمین کہتا رہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۰۳: از دھامپور محلّہ موچیاں ڈاک خانہ خاص ضلع بجنور مسئولہ غلام محمد صاحب ۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

جناب مولوی صاحب رہنمائے گمرہان دام افضالہ، بعد ادائے نیاز مندانہ کے معروض خدمت ہے یہاں قصبہ دھام پور میں زمرہ خلافت نے نماز مین ایک نیا طریقہ نکالا ہے وہ یہ ہے کہ پانچوں وقت کی نماز میں اخیر فرض میں رکوع کرکے کھڑے ہوجاتے ہیں اور امام صاحب دعا بآواز بلند پڑھتا ہے اور مقتدی بآواز بلند کئی کئی مرتبہ آمین کہتے ہیں بلکہ بیس بیس مرتبہ سے زیادہ مقتدی آمین کہتے ہیں بعدہ، سجدہ میں جاکر سلام پھیرتے ہین، عالی جاہ! ہمارے امام صاحب حنفی کے طریقہ میں یہ نماز جائز ہے یا ناجائز؟ یاکہ کسی اصحاب نے یاکہ امامین میں سے کسی نے پڑھی ہے؟ اور اس طریقہ سے نماز ہوتی ہے یاکہ فاسد ہوجاتی ہے؟ ہم کو اس نماز میں شریک ہونا چاہئے یا نہیں؟

الجواب:

یہ طریقہ قنوت نازلہ کا ہے جو متون مذہب حنفی کے خلاف ہے مگر بعض شراح نے اجازت دی ہے اس سے بھی چار باتوں میں مخالف ہے:

اول: بعد رکوع ہمارے نزدیک محل قنوت ہی نہیں کماحققہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر (جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت)

دوم: امام کا جہر سے دعا پڑھنا مخالف قرآن کریم ومذہب حنفی ہے۔

سوم: یونہی مقتدیوں کا آمین بالجہر۔

چہارم: قنوت نازلہ ہمارے یہاں صرف نماز فجر میں ہے اور بعض کتب میں نماز جہر واقع ہوا، اپانچوں نمازوں میں ہونا ہمارے یہاں کسی کا قول نہیں تو ہمارے نزدیک اس کے سبب تاخیر فرض لازم آئے گی اور اس کے سبب نماز واجب الاعادہ ہوگی ایسی نماز میں شرکت نہ کی جائے جبکہ خالص حنفی جماعت مل سکتی ہو اور شرکت کی ہو ظہر وعصر بلکہ عندالتحقیق غیر فجر کا اعادہ کرلیں بلکہ فجر کا بھی جبکہ لوگ بعد رکوع قنوت کریں کہ مذہب حنفی میں خلاف محل ہے اگرچہ شامی وشرنبلالی کو شبہہ ہوا، وہ مذہب میں صاحب قول نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۰۴تا۱۱۰۵: از کوہ کسوٹی کمسریٹ روٹی گودام مسئولہ عبداللہ ۱۰رمضان ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ عرصہ ایک سال سے میں سنا کرتا ہوں کہ:

(۱) اس جگہ اور دیگر شہروں میں ایک نماز واجباً پڑھی جارہی ہے جس کا ثبوت مجھ کو آج تک کسی نے نہ دیا اور یہ کہہ کر ٹال دیا کہ حدیث کی کتابوں میں دیکھو تو تم کو معلوم ہوجائے گا، نماز اس طرح پڑھی جاتی ہے کہ ہر ایک فرض نماز کی آخر رکعت میں بعد رکوع امام کچھ پڑھتا ہے اور مقتدی آمین کہتے ہیں اور استفسار کرنے پر کہ امام کیا پڑھتا ہے یہ جواب ملتاہے کہ دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے اور اگر دعائے قنوت کی عربی دریافت کی جاتی ہے تو اس سے صاف جواب۔ سخت حیرت اور تعجب کا مقام، میں مسجد جانے سے قاصر بلکہ مستثنٰی، اس وجہ سے یہ مسئلہ حل طلب بہت ضروری ہے۔

(۲) اس خادم کی نظر سے ربع اول "مظاہر حق" جلد اول کتاب الصلٰوۃ باب القنوت مندرجہ ذیل احادیث گزریں جس سے بالکل حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا امر ظاہر نہیں ہوتا کہ آپ نے امت کے لوگوں کو امر کیا ہو کہ وہ بھی اس کو پڑھا کریں بلکہ حدیث خود ظاہر کررہی ہے کہ حضور نے بفرمان ربی اس کو ترک کردیا، فصل اول کتب مذکور:

وعن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم کان اذا اراد ان یدعو علی احد اویدعولاحد قنت بعد الرکوع فربما قال اذا قال سمع الله لمن حمده ربنا لك الحمد اللهم انج الولید وسلمة بن هشام وعیاش بن ابی ربیعة اللهم اشدد وطأتك علی مضر سنین کسنی یوسف یجهر بذلك وکان یقول فی بعض صلوته اللهم العن فلانا وفلانا لاحیاء من العرب حتی انزل الله لیس لك من الامر شیئ الایة متفق علیه وعن عاصم الاحول قال سئلت عن انس بن مالك عن القنوت فی الصلٰوة کان قبل الرکوع	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام جب کسی کے خلاف یا کسی کے حق میں دعافرمانے کا ارادہ فرماتے تو کبھی رکوع کے بعد سمع اللہ کہہ کر یوں فرماتے: اے اللہ! ولید، سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے، اے اللہ! قبیلہ مضر کو سخت پکڑ، ان پر قحط نازل فرما جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط نازل ہوا، اور یہ بددعا بلند آواز سے پڑھتے اور کبھی آپ کسی نماز میں یوں پڑھتے: اے اللہ! فلاں وفلاں پر لعنت فرما۔ اس سے مراد عرب کے بعض قبائل مراد ہوتے، حتی کہ اللہ تعالٰی نے آیہ کریمہ نازل فرمائی کہ اے پیارے حبیب! یہ معاملہ آپ کے ذاتی اختیار میں نہیں ہے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے اور حضرت عاصم احول رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا

اوبعده قال قبله انما قنت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم بعد الرکوع شهرا انه کان بعث اناسا یقال لهم القراء فاصیبوا فقنت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم بعد الرکوع شهرا یدعوا علیهم متفق علیه فصل ثانی کتاب مذکور عن ابن عباس قال قنت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم شهرا متتابعا فی الظهر والعصر والمغرب والعشاء وصلٰوة الصبح اذا قال سمع الله لمن حمده من الرکعة الاخیرة یدعوا علی احیاء من بنی سلیم، رعل وذکوان وعصیة ویؤمّن من خلفه رواه ابوداؤد، وعن انس ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قنت شهرا ثم ترکه۔ رواه ابوداؤد والنسائی۔	کہ کیا نماز میں قنوت رکوع سے پہلے تھی یا بعد میں، توانہوں نے فرمایا پہلے تھی، حضور علیہ السلام نے صرف ایک ماہ رکوع کے بعد قنوت پڑھی کیونکہ آپ نے قراء کی ایک جماعت کو تعلیم کے لئے بھیجا تو ان کو راستہ میں شہید کردیا گیا، تو اس واقعہ پر حضور علیہ السلام نے ایک ماہ رکوع کے بعد قاتلین پر بددعا فرمائی (متفق علیہ) کتاب مذکور کی دوسری فصل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰیعنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے ایک ماہ مسلسل ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نماز میں قنوت پڑھی اور جب نماز کی آخری رکعت کے رکوع کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو اس وقت عرب کے قبائل بنی سلیم، ذکوان اور عصیہ پر بددعا فرماتے اور مقتدی آمین کہتے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہ قنوت ایک ماہ پڑھ کر پھر چھوڑ دی، اس کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ (ت)

چونکہ حنفی مذہب کے مطابق آمین آواز سے کہنا روکا گیا ہے مگر اب تو پورے پندرہ منٹ آمین اس زور سے کہی جاتی ہے کہ مسجد گونج اُٹھتی ہے بلکہ نماز جمعہ میں لوگوں کی کثرت سے آمین کا شور تو حد درجہ بڑھ جاتا ہے اس بستی میں صرف ایک مسجد ایک قبرستان ہے، مذہب حنفی کے سب پیرو ہیں، امام مسجد جن سے اس کا رواج ہوا ہر شخص کو مجبور کررہے ہیں کہ اس کی ادا میں اگر کوئی قاصر ہوگا اسلام سے خارج سمجھا جائے گا اس کا جنازہ مسلمان نہیں اُٹھائیں گے بسبب ملازمت لوگ باہر سے آتے ہیں ان کے لئے ایسا نادر شاہی حکم بہت گراں ہو رہا ہے اور بے وقت پردیس میں موت ہونے کے لحاظ سے مجبوراً ادا کررہے ہیں وہی مثل کہ "زبردست مارے رونے نہ دے"، اور حنفیّہ "قہر درویش برجان درویش" کے مصداق

ہورہے ہیں۔ والسلام

الجواب:

(۱) اصل مسئلہ متون یہ ہے کہ وتروں کے سوا کسی نماز میں دعائے قنوت نہیں، تنویرالابصار وغیرہ میں ہے: **ولایقنت فی غیرہ**[1] (غیر میں قنوت نہ کرے۔ت) مگرامام طحاوی وغیرہ شراح نے معاذاللہ کسی نازلہ یعنی عام مصیبت کے وقت اس کے دفع کے لئے بھی قنوت جائز رکھی، اسی بارے میں حدیث ہے:

قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شھرا علی عدۃ قبائل من الکفار[2]۔	حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے عرب کے چند قبائل کے خلاف قنوت ایک ماہ پڑھی۔(ت)

اس کے لئے کوئی دعا مخصوص نہیں بلکہ جو بلا مثل طاعون ووبا یا غلبہ کفار والعیاذ باللہ تعالٰی اس کے دفع کی دعا کی جائے گی، تحقیق یہ ہے کہ قنوت صرف نماز فجر میں ہے **وما وقع فی بعض الکتب فی صلٰوۃ الجھر فمصحف من صلٰوۃ الفجر** (جو بعض کتب میں آیا ہے کہ جہر والی نماز تو یہ "جہر" بدل گیا ہے اصل فجر ہے۔ت) اور تحقیق یہ ہے کہ فجر کی دوسری رکعت میں بعد قرأت قبل رکوع ہو **لان مابعد الرکوع قد خرج عن محلیۃ القنوت کما حققہ المحقق فی الفتح** (کیونکہ رکوع کے بعد قنوت کا محل نہیں ہے جیساکہ محقق نے اسے فتح میں ثابت کیا ہے۔ت) اور امام ومقتدی سب آہستہ پڑھیں **لانہ دعاء وسنۃ الدعاء الاخفاء** (کیونکہ وہ دعاہے اور دعا کا طریقہ اخفاء ہے۔ت) جن مقتدیوں کو یاد نہ ہو وہ آہستہ آمین کہیں **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) اوپر بیان ہوا کہ اس قنوت کا جواز ہی ظاہر متون مذہب حنفی کے خلاف ہے نہ کہ معاذاللہ اس پر ایسا اصرار کہ جو نہ کرے خارج ازاسلام سمجھا جائے اور مسلمان اس کا جنازہ نہ اٹھائیں، یہ ظلم اور اشد ظلم ہے اور سخت کبیرہ ہے اور اللہ ورسول پر افتراء اور نئی شریعت دل سے گھڑنا اور مسلمانوں کو ناحق معاذاللہ کافربنانا اور بحکم ظواہر احادیث خود کافربننا ہے **قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقد باء بہ احدھما** (رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: دونوں میں سے ایک اس کو اپنے پر وارد کرے گا۔ت) اور آمین بالجہر مذہب حنفی میں کہیں نہیں، ہاں اشراح، وقت نازلہ قنوت اسی طریقہ پر روا رکھتے ہیں جس کی تحقیق اوپر بیان ہوئی اور حدیث فعلی بھی مثل حدیث قولی حجت ہے **لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلوا رأیتمونی اصلی**[3] (اس لئے کہ حضور علیہ الصلٰوۃ

---

[1] کنزالدقائق باب الوتروالنوافل، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۴۱

[2] شرح معانی الآثار باب القنوت فی صلوٰۃ الفجر وغیرہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۲۸

[3] سنن الدار قطنی باب فی ذکر بالاذان والامامۃ مطبوعہ نشرالسنۃ ملتان ۱/ ۲۷۳

والسلام نے فرمایا ہے کہ ایسے نماز پڑھو جیسے تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا۔ ت) اور ترک دعا بوجہ قضائے حاجت یا بعض مخصوصین پر دعا سے رب عزوجل کی ممانعت، نفس دعا سے منع نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۱۰۶ : از دمن قریب سورت بخدمت جناب مولٰینا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی (رحمہ اللہ تعالٰی) وازانجا بفرض تحقیق نزد فقیر ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۱۶ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دعائے قنوت کا کس مصیبت کے نازل ہونے کے وقت فرض پنجگانہ میں پڑھنا یاخاص کسی وقت کے فرض نماز میں پڑھنا شرع شریف سے ثابت ہے یانہیں؟ خاص کر ایام وبائے طاعون میں اور اس کے پڑھنے کا محل فرض کی آخری رکعت میں قبل رکوع کے یا قومہ میں امام اور مقتدی دونوں پڑھیں یاصرف امام باآواز بلند پڑھے اور مقتدی آمین آہستہ آہستہ کہیں **بینوا توجروا۔**

الجواب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O اللھم لك الحمد (اے اللہ! تیرے لئے حمد ہے۔ت) عامہ بلکہ عام متون مذہب میں دربارہ وتر ارشاد ہوا:

لایقنت فی غیرہ وکذا صرحوا ان الماموم لایتبع امامہ القانت فی الفجر وعللوہ بانہ منسوخ وانہ محدث[1]۔	غیر وتر میں قنوت نہ پڑھے جیسا کہ فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ مقتدی اس امام کی جو فجر میں قنوت پڑھتا ہے پیروی اس معاملہ میں نہ کریں، اور انہوں نے وجہ یہ بتائی ہے کہ یہ منسوخ ہے لہٰذا یہ نئی چیز ہے۔(ت)

اور محققین شراح مثل امام ابن الہام وعلامہ سروجی وامام عینی شارحین ہدایہ وعلامہ شمنی شارح نقایہ وعلامہ ابراہیم حلبی شارح منیہ وعلامہ زین بن نجیم شارح کنز وعلامہ شرنبلالی شارح نورالایضاح وعلامہ علائی شارح تنویر وعلامہ سید حموی شارح اشباہ وعلامہ نوح آفندی وعلامہ سید ابوالسعود ازہری محشیٰ کنز وعلامہ سید محمد شامی محشیان درر وغیرہ بہ تبعیت امام اجل حافظ الحدیث ابو جعفر طحاوی ہنگام نزول مثل طاعون وغیرہ (**والعیاذباللہ تعالٰی**) صرف نماز فجر میں تجویز قنوت کی تنقیح وتنقید اور اطلاق متون کی اس سے تقیید فرماتے ہیں۔ غنیہ المستملی ومراقی الفلاح وغیرہما میں ہے:

وھو مذھبنا وعلیہ الجمھور[2] **اھ وقد صح**	یہی ہمارا مذہب ہے اور جمہور بھی اس کے قائل ہیں اھ

---

[1] در مختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۴

[2] غنیہ المستملی صلٰوۃ الوتر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۲۰

به الحدیث فی الصحیحین وغیرهما عن انس وابی هریرة وغیرهما رضی الله تعالٰی عنهم قالوا وهو محمل ماروی من قنوت امراء المؤمنین الصدیق و الفاروق والمرتضٰی ومعٰویة وغیرهم رضوان الله تعالٰی علیهم. قلت ولیست المسئلة مماتجری فیه المماکسة۔	اور اس بارے میں صحیح حدیث بخاری اور مسلم وغیرہما میں موجود ہے اور وہ حضرت انس اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے اور حضرت امیرالمومنین صدیق اکبر، عمرفاروق، علی مرتضٰی اور امیر معاویہ وغیرہم رضی اللہ عنہم کا قنوت کے بارے میں عمل اس حدیث کے مطابق تھا، میں کہتاہوں یہ وہ مسئلہ نہیں جس میں کھنچاؤ پایا جائے۔(ت)

پھر بر تقدیر قنوت بلاشبہہ سبیل وہی ہے جو فاضل مجیب سلمہ المجیب نے اختیار فرمائی کہ امام و مقتدی سب آہستہ پڑھیں۔

اقول: وماوقع من الخلف بین ایمتنا الکرام ومشائخنا الاعلام فی قنوت الوترھل یجهره ام یسروهو المختار، کمافی الهدایة وهوالاصح، کمافی المحیط والصحیح، کما فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خاں وهل یؤمن الماموم ام یقنت وهو السحیح المختار، کمافی المحیط والشرح المذکور وغیرهما فانما منشؤه ان لقنوت الوتراللهم انا نستعینك الخ شبهة القراٰن علی ماذکروه فکما یجهر الامام بالقراٰن فکذا بما فیه شبهته وکما لایقرؤالموتم القراٰن فکذا ماله شبهته کماقرره فی الحلیة و الغنیة والبحر وغیرها	**اقول:** ہمارے ائمہ کرام سے متاخرین اور ہمارے مشائخ عظام نے وتر کی قنوت کے بارے بحث میں جو فرمایا کہ یہ قنوت جہر پڑھی جائے یاآہستہ، توآہستہ پڑھناہی مختار ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے اور یہی اصح ہے، جیساکہ قاضی خاں کی شرح جامع صغیر میں ہے۔ اور یہ کہ کیامقتدی صرف آمین کہیں یاوہ بھی قنوت پڑھیں، توان کا قنوت پڑھنا صحیح و مختار ہے جیسا کہ محیط اور مذکور شرح وغیرہما میں ہے۔ اوراس بات کی وجہ یہ ہے کہ قنوت وتر جو کہ اللّٰھم انانستعینک الخ ہے کی قرآن سے مشابہت ہے جیسا کہ فقہاء نے بیان کیاہے لہٰذا جس طرح قرآن کاجہر کرتاہے اسی طرح قرآن کے مشابہ چیز کا بھی امام جہر کرے اور جس طرح مقتدی قرآن کی قرات نہیں کرتااسی طرح قرآن کی مشابہت والی چیز کی بھی مقتدی قرات نہ کرے جیساکہ حلیہ، غنیہ، بحر وغیرہا میں تقریر کی گئی ہے

ولاکذالك قنوت النوازل وانما هو دعاء محض فیشترك فیه الامام والماموم ویخفیانه کسائر دعیة فانه هوالمندوب الیه فی الدعاء۔	جبکہ قنوت نوازل کا یہ مقام نہیں ہے وہ تو محض دعا ہے جس میں امام اور مقتدی مساوی شریک ہیں لہٰذا دونوں اس کو آہستہ پڑھیں گے، جس طرح تمام دعاؤں میں مستحب یہ ہے کہ آہستہ پڑھا جائے۔ (ت)

مگر اخفاء واجب نہیں کہ جہر گناہ ہو۔

وقد صرحوا بانه اذا جهر سهوا بشیئ من الادعیة والاثنیة لایجب علیه السجود[1] کمافی ردالمحتار ولووجب لوجب کمالایخفی۔	جبکہ فقہاء نے تصریح کی ہے اگر کوئی شخص بھول کر کوئی دعا وثناء جہر سے پڑھے تو سجدہ سہو واجب نہ ہوگا جیسا کہ ردالمحتار میں ہے اور اگر قنوت نازلہ یا دعا کا اخفاء واجب ہوتا تو اس کے جہر سے سجدہ سہو واجب ہوتا جیسا کہ واضح ہے۔ (ت)

پھر اگر امام جہر کرے تو بنظر حشمت امامت مقتدیوں کا اس کی دعا پر آہستہ آمین کہنا ہی اس سے جدا اپنی متفرق دعا میں مشغول ہونے سے اولٰی ہے کما استظھرہ العلامۃ الشامی (جیسا کہ علامہ شامی نے اس کو ظاہر قرار دیا ہے۔ ت)

رہا یہ کہ قول بقنوت نازلہ پر اس کا محل قبل رکوع ہے یا بعد۔ مشائخ مذہب وعلمائے متقدمین سے اس باب میں کوئی قول منقول نہیں متاخرین شراح کی نظر مختلف ہوئی، علامہ شرنبلالی کے کلام سے بعد رکوع ہونا ظاہر، علامہ شامی نے اسی کو اظہر کہا، علامہ سید حموی نے فرمایا: قبل رکوع چاہئے، علامہ ازہری نے اسے مقرر رکھا۔ علامہ طحاوی نے فرمایا: مقتضائے نظر تخییر ہے چاہے قبل پڑھے یا بعد۔ شرح نورالایضاح میں ہے:

قال الامام ابوجعفر الطحاوی رحمه الله تعالٰی انما لایقنت عندنا فی الفجر من غیر بلیة فان وقعت فتنة اوبلیة فلاباس به فعله رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ای بعد الرکوع کما تقدم[2]۔	امام ابوجعفر طحاوی نے فرمایا ہے کہ ہمارے نزدیک کسی مصیبت وبلاء کے نزول کے بغیر فجر کی نماز میں قنوت نازلہ نہ پڑھی جائے، اور اگر کوئی فتنہ یا بلاء واقع ہوتی ہو تو پھر کوئی حرج نہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے یعنی رکوع کے بعد پڑھے جیسا کہ پہلے گزرا ہے (ت)

---

[1] ردالمحتار باب سجود السحو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۸۲

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الوتر مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۰۶

فتح اللہ المعین میں بعد نقل قول امام طحاوی ہے:

ظاھرہ انه لوقنت فی الفجر لبلیة انه یقنت قبل الرکوع[1]۔	اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر نزول بلاء کے موقعہ پر قنوت پڑھے تو رکوع سے قبل پڑھے۔ (ت)

طحطاوی حاشیہ مراقی میں ہے:

قال الحموی وینبغی ان یکون القنوت قبل الرکوع فی الرکعة الاخیرة ویکبرله[2]۔	حموی نے کہا ہے کہ مناسب یہ ہے قنوت آخری رکعت کے رکوع سے قبل پڑھے اور اس کے لئے تکبیر بھی کہے۔ (ت)

قول شرنبلالی ای بعد الرکوع (یعنی بعد رکوع۔ ت) پر لکھا: **هذا یخالف ماقدمناه عن الحموی**[3] (یہ حموی سے مروی کے خلاف ہے۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

الذی یظهرلی ان المقتدی یتابع امامه الا اذا جهر فیومن وانه یقنت بعد الرکوع لاقبله بدلیل ان ماستدل به الشافعی علی قنوت الفجر وفیه التصریح بالقنوت بعد الرکوع حمله علماؤنا علی القنوت للنازلة ثم رأیت الشرنبلالی فی مراقی الفلاح صرح بانه بعده واستظهر الحموی انه قبله و الاظهر ماقلناه[4]۔	میرے نزدیک ظاہر بات یہ ہے کہ مقتدی بھی امام کی پیروی میں پڑھے لیکن اگر امام قنوت پڑھنے میں جہر کرے تو پھر مقتدی صرف آمین کہے اور قنوت رکوع کے بعد پڑھے، پہلے نہ پڑھے، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس سے امام شافعی رحمہ اللہ نے فجر میں قنوت پڑھنے پر استدلال کیا ہے، اس حدیث مین بعد از رکوع کی تصریح ہے۔ اس حدیث میں بعد از رکوع قنوت کو قنوت نازلہ پر ہمارے علماء نے محمول کیا ہے، پھر میں نے دیکھا کہ شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں بعد از رکوع کی تصریح کی ہے اور حموی نے قبل از رکوع کو ظاہر قرار دیا ہے جبکہ زیادہ واضح وہ ہے جو میں نے کہا ہے (ت)

---

[1] فتح المعین باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۵۲

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الوتر مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص۲۰۶

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الوتر مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۰۶۷

[4] ردالمحتار مطلب فی القنوت للنازلۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۴۹۶

طحطاوی علی الدر المختار میں ہے:

قلت قد ورد فعله قبله وبه قال الامام مالك وبعده وبه قال الامام الشافعی فمقتضی النظر التخيير وذكر الشرنبلالی انه يقنت بعد الركوع[1]۔	**میں کہتا ہوں** کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کا عمل قبل از رکوع کے بارے میں مروی ہے یہ امام مالک کا قول و مسلک ہے اور دوسری روایت میں حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کا عمل بعد از رکوع، مروی ہے اور یہ امام شافعی کا قول و مسلک ہے، غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں طرح کا اختیار ہے، اور شرنبلالی نے بعد از رکوع کو ذکر کیا ہے۔ (ت)

اقول: اس قضیہ نظر میں نظر ہے۔

فليس اختلاف المجتهدين قاضيا بالتسوية عندنا اذاكان احد القولين اليق بمذهبنا واقعد باصولنا۔	ہمارے نزدیک مجتہدین کے اختلاف کا مطلب دونوں طرح کی مساوات نہیں ہے جبکہ ہمارے مذہب اور ہمارے اصول کی ایک قول تائید کرتا ہے تو وہ راجح ہے۔ (ت)

اور فقیر کے نزدیک اقرب وانسب مختار سید علامہ حموی ہے محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا:

لماترجح ذلك خرج مابعد الركوع من كونه محلا للقنوت فلذا روی عن ابی حنيفة رحمه الله تعالٰی انه لوسهی عن القنوت فتذكره بعد الاعتدال لايقنت[2]۔	جب قبل از رکوع قنوت پڑھنا ترجیح پاچکا ہے تو اب رکوع کے بعد قنوت کا محل ختم ہوگیا اسی لئے امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص قبل از رکوع قنوت پڑھنے کو بھول جائے اور رکوع سے کھڑا ہوجائے تو اب یاد آنے پر قنوت نہ پڑھے (ت)

ہاں اس میں شک نہیں کہ بر تقدیر قنوت نوازل مقتدی قبلیت وبعدیت میں اتباع امام کرے گا اور اگر امام بعد رکوع پڑھے تو یہ بھی بعد ہی پڑھے گا۔

فانه اذا كان يتابعه فی قنوت الوتر بعد الركوع مع نص المذهب انه قبل الركوع فهذا اولٰی۔	کیونکہ جب وتر کی قنوت میں مقتدی رکوع کے بعد پڑھنے میں امام کی پیروی کرسکتا ہے حالانکہ ہمارے مذہب میں قبل از رکوع قنوت پر تصریح موجود ہے تو اس قنوت نازلہ میں بطریق اولٰی امام کی پیروی کرسکتا ہے (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۸۱

[2] فتح القدیر باب صلٰوۃ الوتر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۷۴

فتح القدیر میں ہے:

هذا یحق خروج القومة عن المحلیة بالکلیة الا اذااقتدی بمن یقنت فی الوتر بعد الرکوع فانه یتابعه اتفاقا[1] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔	یہ بات ثابت کرتی ہے کہ قومہ قنوت کے محل سے خارج ہے مگر جب ایسے امام کی اقتداء کی ہو جو وتروں میں بعد از رکوع قنوت پڑھنے کا قائل ہو تو پھر امام کی پیروی کرے، باتفاق یہ حکم ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۰۷: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دفع طاعون ووباء کے لئے نماز فجر میں قنوت پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

وقت نزول نوازل وحلول مصائب اُن کے دفع کے لئے نماز فجر میں قنوت پڑھنا احادیث صحیحہ سے ثابت اور مشروعیت اس کی مستمر غیر منسوخ۔

روی الامام البخاری والامام مسلم فی للبخاری قال اخبرنا احمد بن یونس ثنازائدة عن التیمی عن ابی مجلز عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه قال قنت النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم شهرا یدعو علی رعل وذکوان[2] ولفظ المسلم من طریق المعتمر عن سلیمٰن التیمی عن ابی مجلز عن انس ابن مالك رضی اللہ تعالٰی عنه قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم شهرا بعد الرکوع فی صلٰوۃ الصبح یدعوا علی رعل وذکوان ویقول عصیة عصت اللہ ورسوله[3]۔ وفی صحیحه	بخاری اور مسلم نے اپنی صحیحین میں اور حافظ نسائی نے اپنی سنن میں اور بخاری کے الفاظ یہ ہیں، احمد بن یونس نے خبر دی کہ زائدہ نے تیمی اور انھوں نے ابومجلز سے اور انھوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قنوت پڑھتے ہوئے رعل اور ذکوان پر ایک ماہ بدعا فرمائی، اور مسلم نے معتمر عن سلیمن التیمی عن ابی مجلز عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ، یہ الفاظ کہے، حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے ایک ماہ فجر کی نماز میں رکوع کے بعد رعل، ذکوان اور عصیّہ کے خلاف قنوت کے ذریعہ بدعافرمائی اور فرمایا عصیہ نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ اور امام مسلم کی صحیح میں بھی یہ ہے کہ محمد بن

---

[1] فتح القدیر باب الصلٰوۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۷۴

[2] صحیح بخاری کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۵۸۷

[3] صحیح مسلم باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۳۷

ایضا حدثنا محمد بن مهران الرازی فذکر باسناده عن ابی هریرة حدثهم ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم قنت بعد الرکعة فی صلوات شهرا، اذا قال سمع اللہ لمن حمده یقول فی قنوته اللهم انج الولید بن الولید، اللهم انج سلمة بن هشام، اللهم نج عیاش بن ابی ربیعة، اللهم انج المستضعفین من المؤمنین، اللهم اشدد وطأتك علی مضر، اللهم اجعلها علیهم سنین کسنی یوسف، قال ابوهریرة ثم رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ترك الدعا بعد، فقلت اری رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم قد ترك الدعاء لهم، قال فقیل وماتراهم قدقدموا۔[1]	مہران نے اپنی سند کے ساتھ ابوسلمہ سے انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ماہ رکوع کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ کہنے پر قنوت پڑھی اور قنوت میں یہ پڑھا: اے اللہ! نجات دے ولید کو، اے اللہ! نجات دے سلمہ بن ہشام کو، اے اللہ نجادت دے عیاش بن ابی ربیعہ کو، اے اللہ نجات دے ضعیف مومنوں کو۔ اے اللہ! اپنی سخت پکڑ فرما مضر پر، اے اللہ! ان پر قحط مسلط فرما جتنے سال یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط نازل ہوا۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھاکہ آپ نے بددعا چھوڑدی تومیں نے دل میں کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا چھوڑدی اور کہا کہ مجھے کہا گیا کہ وہ حفاظ آگئے تمہارا کیا خیال ہے۔ (ت)

عبدالرزاق، حاکم، دارقطنی باسناد صحیح بطریق امام باقر حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روای: **انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یزل یقنت فی الصبح حتی فارق الدنیا**[2]۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ قنوت تاحیات پڑھتے رہے۔ (ت)

یہ حدیث اور دیگر احادیث قنوت فجر، برخلاف شافعیہ کہ انہیں فجر میں دوام قنوت کی دلیل ٹھہراتی ہیں صریح نوازل ہیں اور وارد اُن پر محمول، پس حاصل یہ کہ جناب سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وقت نزول شدائد دواماً قنوت پڑھی اور جب وہ بلا دفع ہوجاتی بوجہ ارتفاع ضرورت ترک فرماتے اور مشروعیت

---

[1] صحیح مسلم باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۳۷

[2] المصنف لعبدالرزاق باب القنوت، حدیث ۴۹۶۴ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۱۰، سنن الدارقطنی باب صفۃ القنوت الخ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۲/ ۳۹

اس قنوت کی کتب حنفیّہ میں بھی مصرح جیسا کہ [۱]اشباہ، [۲]درمختار، [۳]بحرالرائق، [۴]غایت، [۵]ملتقط، [۶]سراج، [۷]شرح نقایہ شمنی، [۸]فتح القدیر ابن الھمام، [۹]کلام رئیس الحنفیہ امام ابوجعفر بن سلامہ طحاوی وغیرہ سے ثابت متون میں غیر وتر میں قنوت پڑھنا ممنوع ٹھہرایا شارحین کرام نے قنوت نوازل کو اس سے استثناء فرمایا۔

فی الدرالمختار ولایقنت فی غیرہ الالنازلة فیقنت الامام فی الجهریة وقیل فی الکل[1] وفی البحرالرائق فی شرح النقایة معزیا الی الغایة وان نزل بالمسلمین نازلة قنت الامام فی صلٰوة الجهر وهو قول الثوری واحمد، وقال جمهور اهل الحدیث القنوت عند النوازل مشروع فی الصلوات کلها[2] ۔وفی الاشباہ والنظائر فائدة فی الدعاء برفع الطاعون سئلت عنه فی طاعون سنة تسع وستین وتسعمائة بالقاهرة، فاجبت بانی لم ارہ صریحا، ولکن صرح فی الغایة وعزاہ الشمنی الیها بانه اذا نزل بالمسلمین نازلة قنت الامام فی صلواة الفجر وهو قول الثوری واحمد، وقال جمهور اهل الحدیث القنوت عند النوازل مشروع فی الصلوات کهما انتهی، وفی فتح القدیر ان مشروعیة القنوت للنازلة مستمرة لم تنسخ، وبه قال جماعة من اهل الحدیث وحملو علیه حدیث ابی جعفر	درمختار میں ہے کہ غیر وتر میں صرف قنوت نازلہ پڑھ سکتا ہے اور قنوت نازلہ امام جہری نماز میں پڑھے، اور بعض نے کہا تمام نمازوں میں پڑھے، اور بحرالرائق میں ہے کہ شرح نقایہ میں غایہ کے حوالہ سے ذکر کیا کہ اگر مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو تو امام نماز فجر میں قنوت پڑھے، یہ امام احمد اور امام ثوری کا قول ہے اور جمہور محدثین نے کہا کہ قنوت نازلہ تمام نمازوں میں جائز ہے۔ اور الاشباہ والنظائر "طاعون کو ختم کرنے میں دعا کا فائدہ" میں ہے قاہرہ میں ۹۹۹ھ میں طاعون کے موقعہ پر مجھ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو میں نے جواب میں کہا کہ میں نے صریح طور پر اس بارے میں نہیں دیکھا لیکن غایہ میں تصریح ہے کہ شمنی نے اس بات کو صاحبین کی طرف منسوب کیا اور کہا کہ اگر کوئی مصیبت نازل ہو تو امام نماز فجر میں قنوت پڑھے، یہ امام احمد اور امام ثوری کا قول ہے اور جمہور اہلحدیث نے فرمایا کہ تمام نمازوں میں قنوت جائز ہے انتہی، اور فتح القدیر میں ہے قنوت نازلہ جاری ہے منسوخ نہیں ہے، اور اہل حدیث کی جماعت کا یہ قول ہے اور انہوں نے ابوجعفر کی حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۴

[2] بحرالرائق شرح کنزالدقائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۴

عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہما مازال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقنت حتی فارق الدنیا ای عندالنوازل، وماذکرنا من اخبار الخلفاء یفید تقررہ لفعلهم ذلك بعدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد قنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ فی محاربة الصحابة رضی اللہ عنهم مسیلمة الکذاب وعندمحاربة اهل الکتٰب، وکذلك قنت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ، وکذلك قنت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ فی محاربة معاویة رضی اللہ تعالٰی عنهما، وقنت معاویة فی محاربته رضی اللہ تعالٰی عنهما انتهی، فالقنوت عندنا فی النازلة ثابت وهو الدعاء برفعها ولاشك ان طاعون من اشد النوازل، قال فی المصباح، النازلة المصیبة الشدیدة تنزل بالناس انتهی، وذکر فی السراج الوهاج قال الطحاوی ولایقنت فی الجر عندنا من غیر بلیة فان وقعت بلیة فلاباس به کما فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانه قنت شهرا فیها یدعو علی رعل وذکوان وبنی لحیان ثم ترکه کذا فی الملتقط [1] انتهی (ملتقطا)۔	مروی حدیث اسی معنی پر محمول کیا ہے اور وہ یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تاحیات قنوت نازلہ مصیبت پر پڑھتے رہے، اور خلفاء کے عمل کے بارے میں جوج ہم نے ذکر کیا ہے وہ بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد یہ عمل جاری رکھا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مسیلمہ کذاب سے صحابہ کی جنگ اور اہل کتاب سے جنگ میں قنوت پڑھی، اسی طرح عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے قنوت پڑھی، اور ایسے ہی علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے جنگ کے دوران پڑھی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جنگوں کے دوران قنوت پڑھی انتہی، پس قنوت نازلہ ہمارے ہاں مصیبت کو ختم کرنے کے لئے دعا کے طور پر ثابت ہے اور اس میں شک نہیں کہ طاعون بھی بڑی مصیبت ہے، اور مصباح میں فرمایا کہ نازلہ، لوگوں پر شدید مصیبت کے نزول کو کہتے ہیں انتہی، اور سراج الوہاج میں ذکر ہے کہ امام طحاوی نے فرمایا کہ نزول مصیبت کے بغیر نماز فجر میں قنوت نہ پڑھی جائے لیکن اگر مصیبت نازل ہو تو ہمارے نزدیک قنوت پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ماہ قنوت پڑھی اور اس میں رعل، ذکوان اور بنولحیان پر بددعا فرمائی اور پھر آپ نے ترک کردی، ملتقط میں اسی طرح ہے انتہی ملتقطا۔ (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث فائدۃ فی الدعاء لرفع الطاعون ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۶۱ و ۲۶۲

یہاں سے ظاہر کہ اختلاف شافعیہ وحنفیہّ دربارہ قنوت فجر کہ وہ علی الدوام حکم دیتے اور ہم انکار کرتے ہیں غیر نوازل میں ہے، نہ قنوت نوازل میں اور بلاشبہ طاعون ووبا اشد نوازل سے ہیں اور ان کے عموم میں داخل کما مر من الاشباہ (جیسا کہ اشباہ سے گزرا۔ت) پس اگر امام، دفع طاعون ووبا کے لئے نماز فجر میں قنوت پڑھے تو اس کے جواز ومشروعیت میں کوئی شبہ نہیں **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۱۰۷: ۸ جمادی الاخری ۱۳۱۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جسے امام کے پیچھے نمازِ وتر میں بھی رکعتیں فوت ہوئیں اور قنوت بھی وہ جب اپنی باقی نماز پڑھنے کو کھڑا ہو تو اخیر رکعت میں دعائے قنوت دوبارہ پڑھے یا وہی جو امام کے پیچھے پڑھی کافی ہے۔ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

اسی پر اکتفا کرے دوبارہ نہ پڑھے کہ تکرار قنوت مشروع نہیں۔

فی الدر اما المسبوق فیقنت مع امامه فقط[1] اھ فی ردالمحتار لانه اٰخر صلٰوته ومایقضیه اولها حکما فی حق القرائة وماشبهها واذا وقع قنوته فی موضعه بیقین لایکرر لان تکراره غیر مشروع شرح المنیة[2] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔	دُر میں ہے کہ مسبوق (جس کی کوئی رکعت جماعت سے رہ جائے) صرف امام کے ساتھ قنوت پڑھے اھ۔ ردالمحتار میں ہے کیونکہ امام کے ساتھ اس کی نماز کا آخری حصہ ہے اور جس کو قضا کررہا ہے وہ قراۃ وغیرہ کے اعتبار سے حکماً نماز کا اول ہے اور جب قنوت امام کے ساتھ اپنے محل میں ادا ہوچکی ہے تو اس کا تکرار نہ کیا جائے کیونکہ اس کا تکرار جائز نہیں، شرح منیہ اھ۔ **واللہ تعالٰی اعلم** (ت)

مسئلہ ۱۱۰۸: ازاوجین علاقہ گولیار مرسلہ محمد یعقوب علی خاں صاحب از مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ یکم ربیع الآخر ۱۳۰۷ھ

دوسہ مردم درآں مسجد کہ امام بجماعت تراویح مشغول تام ست حاضر گردیدند آنہا نماز فرض بجماعت ادانمایند یاجداگانہ خواندہ ملحق جماعت تراویح شوند وبازوتر	دو تین آدمی مسجد میں آئے تو امام نماز تراویح میں مصروف تھا، کیا یہ آنے والے اپنے فرض کی ادائیگی کے لئے جماعت کرائیں یا علیحدہ علیحدہ پڑھیں اور اس کے بعد

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۴

[2] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۹۶

راهمراه اما بخوانند یا تنها چراکه امام رابجماعت فرض نیافته، بیّنوا توجروا۔	تراویح کی جماعت میں شامل ہوں، اور کیا یہ لوگ وتر امام کے ساتھ جماعت سے ادا کریں یا اس امام کی جماعت کے ساتھ فرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے وتر علیحدہ پڑھیں؟ بیان کرو اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب:

جماعت تراویح مانع جماعت فرض نیست لان قیام جماعۃ انما یمنع اقامۃ جماعۃ اخری فی زمانها ومکانها اذا کانت الاولی داعیۃ لکل من یأتی الی الدخول فی نفسها وجماعۃ التراویح لاتدعو من لم یصل الفرض الی الدخول فیها فان الصحیح المعتمد بطلان التراویح قبل اداء الفرض ولذا قال فی جامع الرموز اذا دخل واحد فی المسجد والامام فی التراویح یصلی فرض العشاء اولا ثم یتابعه[1] پس آنانکه از پس رسیدند چوں شرعاً مامورند باداۓ فرض پیش از تراویح چراممنوع باشد از جماعت حالانکه چوں امام درتراویح ست محراب مشغول باشد پس عدول ازوکه مبدل ہیأت وبرمذہب صحیح ومفتی به نافی کراہت ست کما نص علیه فی مواضع من ردالمحتار اینجا خود حاصل ست پس برمذہب صحیح ایناں راہیچ مانع ازاقامت جماعت نیست آرے ہر قدرکے توانند دور ازجماعت نیست آرے ہر قدر که توانند دوراز جماعت قوم جماعت فرض برپاکنند تاہم خویشتن ازالتباس افعال واشتغال بال ایمن باشند وہم براہل تراویح	تراویح کی جماعت، فرض کی جماعت کے لئے مانع نہیں ہے کیونکہ دوسری جماعت کے لئے وہ موجودہ جماعت مانع ہوتی ہے جو کہ تمام آنے والوں کے لئے یہ پہلی موجودہ جماعت اپنے اندر داخل ہونے کی داعی ہو، جبکہ بعد میں آنے والے ان لوگوں کو جنہوں نے فرض نماز نہیں پڑھی، کے لئے یہ موجودہ جماعت تراویح داعی نہیں ہے کہ اس میں شامل ہوں، کیونکہ فرض ادا کرنے سے قبل تراویح کا پڑھنا صحیح مذہب میں باطل ہے، اسی بناء پر جامع الرموز میں کہا ہے کہ جب کوئی ایک شخص جماعت تراویح ہوتے وقت آئے تو اس کو پہلے عشاء کے فرض پڑھنے ہوں گے اور اس کے بعد تراویح کی جماعت میں شریک ہو، پس بعد میں آنے والے لوگ جب اس بات کے پابند ہیں کہ وہ پہلے فرض ادا کریں اور بعد میں تراویح پڑھیں تو شرعاً ان کو فرض کی ادائیگی جماعت کرانے میں کیا مانع ہے خصوصاً جبکہ امام تراویح پڑھاتے ہوئے محراب میں ہے تو بعد میں آنے والے اپنی جماعت کو محراب سے ہٹ کر کرائیں گے جس سے پہلی جماعت کی ہیئت تبدیل ہوجائے گی اور دوسری جماعت کی کراہت ختم ہوجائے گی جیسا کہ ردالمحتار

---

[1] جامع الرموز الوتر والنوافل مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۲۱۴

خصوصاً امام تالی قرآن تلبیس ننمایند **هذا کله مما لایخفی علی من له مساس بالفقه** بازآنکس کہ فرض بجماعت گزاردہ است خواہ کود امام بودیا بامام دیگر غیراین امام اقتدانمودہ اورامیرسد کہ دروتر بایں امام اقتدا کند آرے ہر کہ فرج بہ تنہائی ادانمود اوررا دروتر ہم منفرد باید بودعلامہ شامی دررالمحتار فرمود **لوصلاها** (یعنی صلاۃ العشاء) **جماعة مع غیرہ ثم صلی الوتر معه لاکراهة تأمل**[1] ومن فقیرایں مسئلہ رادر فتاوٰی خودم ہرچہ تمام تررنگ تفصیل دادہ ام۔ **واللہ تعالٰی اعلم**	کی تصریح کے مطابق صحیح اور مفتی بہ مذہب یہی ہے جب کراہت کی وجہ خود بخود ختم ہو گئی تو ان لوگوں کی جماعت کے لئے کوئی بھی مانع نہ رہا، ہاں ممکن حد تک ان کو چاہئے کہ تراویح کی جماعت سے دور اپنی جماعت کریں تاکہ آپس میں قرات اور افعال میں اشتباہ نہ پیدا ہو اور اطمینان قلبی سے نماز ادا ہوسکے، نیز تراویح کے امام جوکہ تلاوت میں مصروف ہے کو اشتباہ سے بچایا جاسکے۔ فقہ سے مس رکھنے والے کو یہ تمام معاملہ معلوم ہے، اور پھر جو شخص عشاء کے فرض جماعت سے ادا کرچکا ہو خواہ اپنی جماعت کرائی ہو یا کسی اور امام یا اس تراویح والے کے ساتھ جماعت میں شامل ہوا ہو اس کو تراویح اور وتر کی جماعت میں شریک ہونا جائز ہے، ہاں جس نے فرض بغیر جماعت اکیلے پڑھے ہوں اس کو وتر اکیلے پڑھنے چاہئیں، علامہ شامی نے ردمحتار میں فرمایا کہ اگر کسی نے عشاء کی نماز کسی دوسرے امام کے ساتھ جماعت سے ادا کی ہو تو وہ بلاکراہت اس امام کے ساتھ وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے غور کیجئے، جبکہ اس فقیر نے اس مسئلہ کو ہمہ پہلو تفصیل کے ساتھ اپنے فتاوٰی میں بیان کردیا ہے۔ (ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۱۰۹: ازاوجین علاقہ گوالیار مرسلہ یعقوب علی خاں صاحب از مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۰۷ھ

بقلم خجستہ رقم عبارت فتاوٰی صاحب چنیں ترقیم آمدہ است کہ ہرآنکس کہ نماز فرض بجماعت گزاردہ است خود امام بودیا بامام دیگر غیرایں امام اقتدا نمودہ اورا میرسد کہ دروتر ہم منفرد باید بودبدیں طور علامہ شامی در ردالمحتار فرمودہ است فقط صاحبا	آپ کے مبارک قلم سے فتوی یوں جاری ہوا ہے کہ جو شخص عشاء کی نماز یعنی فرض جماعت سے پڑھ چکا ہے خواہ خود امام بنا، یا کسی دوسرے امام کے ساتھ جماعت میں پڑھ چکا ہو اس کو اس امام کے ساتھ باجماعت وتر پڑھنے کا اختیار ہے، ہاں جو شخص اکیلے فرض ادا کرے اس کو وتر بھی اکیلے پڑھنے چاہئیں

---

[1] ردالمحتار باب الوتروالنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۲۴

در فوائد الاعمال تصنیف قاضی محمد تقی صاحب فیروزپوری کہ فیروزپورہ از توابع ملک میوات ست واین کتاب در علم فقہ معتبرست ارقام فرمودہ کہ بعد نماز فرض درجہ واجب ست پس سبب سنت جماعت واجب راترک نماید وسنت راادا سازد کے روا بود بل لازم وواجب ست بعد ادائے نماز وتر تراویح باقیماندہ اداکند اگرچہ بجماعت فرض بشمول نشدہ باشد ہمیں ست حکم کتب الفقہ ودرشامی جلد اول صفحہ ۴۷۶ ودر طحطاوی جلد اول صفحہ ۲۹۷ ودردرالمحتار وتزکیۃ القیام مصنفہ مولٰینا صاحب عبدالحق محدث دہلوی نوشتہ است کہ اگرچہ جماعت فرض بدست نیامدہ باشد تاہم وتر راضرور بجماعت ادانمودن درست ست یا قطعی حکم ممانعت ست مطلع فرمایند ایں گستاخی کہ ازیں احقرالبریہ رفتہ است معاف فرمایند وبخوف طول اصل عبارت موقوف داشتہ۔	علامہ شامی نے ردمحتار میں یونہی بیان کیا ہے فقط حالانکہ فوائد الاعمال جوکہ قاضی محمد تقی فیروزپوری کی تصنیف ہے اور فیروزپور میوات کے علاقہ سے تعلق رکھتا ہے اور یہ کتاب علم فقہ میں معتبر ہے، اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ فرض کے بعد واجب کا درجہ ہے لہذا سنت جماعت کی وجہ سے واجب کو یعنی وتر کو ترک کرنا اور سنت یعنی تراویح کو ادا کرنا کب جائز ہوسکتا ہے اس لئے لازم ہے کہ وتر باجماعت ادا کرکے باقی تراویح کو بعد مین پڑھے اگرچہ اس نے فرض اکیلے ہی پڑھے ہوں، یہی حکم کتب فقہ میں ہے اور شامی جلداول صفحہ ۴۷۶، اور طحطاوی جلد اول صفحہ ۲۹۷، اور ردالمحتار اور تزکیۃ القیام مصنفہ مولانا عبدالحق محدث دہلوی میں لکھا ہے کہ اگرچہ فرض جماعت سے ادانہ کئے ہوں تب بھی ضروری ہے کہ وتر جماعت سے ادا کرلے، اب سوال یہ ہے کہ فرض باجماعت ادانہ کئے ہوں تب بھی وتر جماعت سے ادا کرنا جائز ہیں یا جائز نہ ہونے کا قطعی حکم ہے، مطلع فرمائیں، اس فقیر سے اگر گستاخی ہوئی ہو تو معاف فرمائیں اور طوالت کے ڈر سے اصل عبارت موقوف کردی ہے۔ (ت)

الجواب:

اللھم ھدایۃ الحق والصواب، مہربانا حکم مسئلہ ہمان ست کہ فقیر نوشت وانچہ از چارکتاب آوردہ اند کہ جماعت وتر مطلق ضروری ولابدی ست درسہ پیشین اعنی حاشیہ شامی وطحطاوی ودرمختار زنہار ازیں معنی نشانے نیست و	اے اللہ! حق اور درستگی کی رہنمائیل فرما، میرے مہربان اس مسئلہ کا حکم وہی جو اس فقیر نے لکھا ہے، اور انہوں نے جن چارکتابوں کے حوالہ سے لکھا ہے کہ وتر کو جماعت سے پڑھنا مطلقاً ضروری ہے ان میں سے تین یعنی شامی، طحطاوی اور درمختار میں قطعاً اس مفہوم کا کوئی نشان تک نہیں ہے اور

تذکیۃ القیام رافقیر گاہے ندیدہ بلکہ نامش نشنیدہ ام اگراز تصانیف شیخ محقق قدس سرہ العزیز ست یقین دارم کہ ایں حکم دروہرگز نباشد وچساں گمان بردہ آید کہ عالمے معتمد ہمچو شیخ مستند ایں چنیں کلامے بے سند برخلاف اجماع رقم زند ضروری ولابدی بمودنش درکنار علمارا اختلاف ست کہ افضل دروتر جماعت ست یابخانہ خویش تنہا گزاردن ائمہ افتاہر دو قول را تصحیح فرمودہ اند طرفہ آنکہ درمختار ہمیں قول اخیر یعنی افضلیت انفرادر مذہب قرارداد و شیخ محقق درماثبت بالسنہ ہموں را مختار گفت وآنانکہ افضلیت جماعت رامرجح داشتند سپید نگاشتند کہ جماعت دروتر سنتے بیش نیست بلکہ سنیت اوازسنیت جماعت تراویح نازل تر ست ودربحرالرائق وغیرہ ہمیں بہ لفظ استحباب تعبیر رفت، اینک عبارت درمختار ھل الافضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل تصحیحان لکن نقل شارح الوھبانیۃ مایقتضی ان المذھب الثانی واقرہ المصنف وغیرہ[1]۔ شیخ فرماید اختلفوا فی الافضل فقال بعضھم	تزکیۃ القیام نام کی کتاب اس فقیر نے نہ دیکھی نہ سنی، اگرواقعی یہ کتاب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ہے توپھر مجھے یقین ہے کہ اس کتاب میں یہ حکم ہرگزنہ ہوگا حضرت شیخ جیسے قابل اعتماد عالم کے بارے میں یہ کیسے گمان کیاجاسکتاہے کہ انہوں نے ایسی بے سند بات اور خلاف اجماع تحریر کردی ہے چہ جائیکہ انہوں نے ضروری اور لابدی قرار دیا ہو۔ علماء میں تو یہ اختلاف ہے کہ رمضان میں وتر باجماعت پڑھنا افضل ہے یا تنہا گھرمیں، جبکہ ائمہ کرام نے دونوں باتوں کو صحیح قرار ہے اور شیخ محقق نے بھی اپنی کتاب ماثبت بالسنۃ میں اسی دوسرے قول کوترجیح دی ہے اور وہ لوگ جووتر کوجماعت سے پڑھنے کوافضل کہتے ہیں ان کے نزدیک بھی وتر باجماعت، سنت سے زیادہ نہیں بلکہ یہ سنت ان کے ہاں تراویح کے سنت سے کم درجہ ہے، اور بحرالرائق میں تو اس کواستحباب سے تعبیر کیاہے، درمختار کی عبارت یہ ہے کیا وتر کی جماعت افضل ہے یاگھرمیں پڑھنا، دونوں کی تصحیح موجود ہے، لیکن وہبانیہ کے شارح نے جو نقل کیااس کامقتضی یہ ہے کہ دوسرا قول مذہب ومسلک ہے اسی کو مصنف وغیرہ نے ثابت کیاہے، اور شیخ عبدالحق نے یوں فرمایا ہے علماء نے وتر کے بارے میں اختلاف

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹

الافضل الاجماعة وقال الأخرون الافضل ان یوترفی منزله منفردا وهو المختار[1]۔ (علامه شامی قدس سره السامی فرمود رجع الکمال الجماعة فی شرح المنیة والصحیح ان الجماعة فیها افضل الا ان سنیتها لیست کسنیة جماعة التراویح اھ ملخصاً[2]۔ علامه طحطاوی زیر قولش فی رمضان یصلی الوتر بهااى بالجماعة "تحریر نمود" ای استحبابا کما فی البحر وظاهر ماسیأتی له انها فیه سنة کالتراویح[3] پس روشن شد که نسبت کلام مذکور بایں علما غلط بوده است و اگر از حکم ضروری ولابدی بودن جماعت قطع نظر نموده آید تاهم نسبت بعلامه شامی نسبت بمخالف ست زیراکه او رحمه الله تعالیٰ تصریح فرموده است که هرکه در فرض منفرد بود در وتر هم اقتدا نکند از علامه شمس قهستای آورد واذا لم یصل الفرض معه لایتبعه فی الوتر[4]۔ بازخود گفت ینبغی ان یکون قول القهستانی	کیا کہ افضل جماعت ہے یا افضل یہ ہے کہ گھر میں اکیلے پڑھے، اور یہ دوسرا قول ترجیح یافتہ ہے۔ علامہ شامی نے فرمایا ہے کہ کمال نے جماعت والے قول کو ترجیح دی ہے اور منیہ کی شرح میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جماعت افضل ہے، لیکن وتر کی جماعت سنت، تراویح کی جماعت کی سنت کی طرح نہیں ہے اھ ملخصاً۔ اور علامہ طحطاوی نے ماتن کے اس قول کہ 'رمضان میں وتر جماعت سے پڑھے' کے بعد لکھا ہے کہ یہ استحباب ہے جیسا کہ بحر میں ہے اور ظاہر یہ ہے کہ جو ان سے آگے آئے گا کہ رمضان میں وتر کی جماعت سنت ہے جیسے تراویح سنت ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مذکورہ بات ان علماء کی طرف غلط منسوب کی گئی ہے اور لابدی اور ضروری حکم سے قطع نظر بھی علامہ شامی کی طرف اس بات کو منسوب کرنا ایک مخالف چیز کو منسوب کرنا ہے کیونکہ انہوں نے تصریح کی ہے کہ اگر فرض جماعت سے نہ پڑھے ہوں تو وتر بھی جماعت سے نہ پڑھے، اور علامہ قہستانی کے حوالے سے انہوں نے کہا ہے کہ جب فرض امام کی اقتدا میں نہ پڑھے ہوں تو وتر میں اس کی اقتدا نہ کرے۔ اور علامہ نے خود فرمایا کہ علامہ قہستانی کا یہ کہنا کہ

---

[1] ماثبت بالسنۃ الفصل السابع ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور ص ۳۰۲

[2] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۵۲۵

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۷

[4] ردالمحتار آخر باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۵۲۴

معه احتراز عن صلٰوتها منفرد امالو صلاها جماعة مع غیرہ ثم صلی الوتر معه لاکراھة تأمل[1] اھ ۔ ودر درمختار این مسئلہ را اصلاً ذکرے نیست۔ مصنف وشارح اعظم اللہ تعالٰی اجورھما وافاض علینا نورھما ہمیں نوشتہ اند کہ ہر کہ در تراویح منفرد بود در جماعت وتر داخل می تواند شد حیث قالا لولم یصلها ای التراویح بالامام اوصلاها مع غیرہ له ان یصلی الوتر معه[2] این مسئلہ رابامسئلہ ماچہ علاقہ کہ اینجا کلام در منفرد فی الفرض ست نہ منفرد فی التراویح وضرور نیست کہ ھر کہ تراویح تنہا گزاردہ است درفرض نیز منفرد بودہ باشد بازشارح رحمہ اللہ تعالٰی سوالے آوردہ است کہ اگرھمہ ہا جماعت تراویح راترک کردہ باشد آیا ایشاں رامی رسد کہ وتربجماعت گزارند اینجا، ہیچ حکمے ننمود وامر بمراجعت کتب فرمود حیث قال بقی لو ترکها الکل هل یصلون الوتر بجماعة فلیراجع[3]۔ آرے

اس امام کے پیچھے فرض نہ پڑھے ہوں" کامطلب یہ ہے اکیلے پڑھے ہوں، لیکن اگر اس نے فرض کسی دوسرے امام کی اقتدامیں پڑھے ہوں توپھر وتر میں امام کے ساتھ جماعت میں پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے، غور کراھ۔ اور درمختار میں ہے اس مسئلہ کا بالکل ذکر نہیں ہے مصنف اور شارح (اللہ تعالٰی ان کے اجر کو عظیم فرمائے اور ان کے نور کا ہم پر فیضان فرمائے) دونوں نے لکھاہے کہ کسی نے صرف تراویح اکیلے پڑھی ہوں تو وہ وتر کی جماعت میں شریک ہوسکتاہے۔ انہوں نے یوں فرمایا اگراس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں یا کسی اور امام کے ساتھ پڑھی ہوں تو اس کو اس امام کے ساتھ وتر پڑھناجائز ہیں لیکن اس مسئلہ کا ہمارے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ ہمارامسئلہ تواکیلے فرض پڑھنے والے کے بارے میں ہے نہ کہ اکیلے تراویح پڑھنے کے بارے میں ہے کیونکہ تراویح اکیلے پڑھنے کو یہ لازم نہیں کہ فرض بھی اکیلے پڑھے ہوں۔ اس کے بعد شارح نے خود سوال اٹھایا کہ اگر تمام حاضرین نے تراویح باجماعت نہ پڑھی ہوں وان کو یہ جائز ہوگا کہ وہ وتر باجماعت ادا کریں۔ شارح نے یہ سوال بیان کرکے کوئی جواب نہ دیا بلکہ یہ کہا اس بارے میں کتب کو دیکھا جائے، انہوں نے اس کو یوں بیان فرمایا" یہ بات باقی ہے کہ اگر تمام حاضرین نے تراویح کی

---

[1] ردالمحتار آخر باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۲۴

[2] درمختار آخر باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹

[3] درمختار آخر باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹

علامہ حلبی محشّٰی درجواب ایں سوال ازرائے وفہم خود چناں بحث کردکہ گوجماعت تراویح یکسر متروک باش تاہم مقتضائے تعلیل آن ست کہ جماعت وتر روا باشد زیرا کہ او نماز مستقل بنفسہ است وھذا نصہ علی مانقل العلامۃ الطحطاوی قولہ فلیراجع قضیۃ التعلیل فی المسئلۃ السابقۃ بقولھم لانھا تبع، ان یصلی الوتر بجماعۃ فی ھذہ الصورۃ لانہ لیس بتبع للتراویح ولاللعشاء عندالامام رحمہ اللہ تعالٰی[1] ایں جانیز چنانکہ دیدی کلام در منفرد فی الفرض نیست۔ نعم ربما یوھم قولہ ولاللعشاء، جوازبجماعۃ الوتر وان ترکوا جماعۃ الفرض اصلا لکنہ کما علمت خلاف المنقول وماکان لبحث ان یقبل علی خلاف المنصوص لاسیما وھو غیرمستقیم فی نفسہ اذ لیس قضیۃ التعلیل مامر کما افاد العلامۃ الشامی واجاد حیث قال قولہ بقی الخ الذی یظھر ان جماعۃ الوتر	جماعت کوترک کیاہوتو وترجماعت سے پڑھ سکتے ہیں تو اس مسئلہ میں کتب کودیکھاجائے، ہاں علامہ حلبی محشّٰی نے ازخود اس سوال کے جواب میں اپنی رائے اور فہم سے یہ بحث کی ہے کہ اگرچہ تراویح کی جماعت متروک ہوگئی مگراب وتر کی جماعت کوترک نہ کریں، اس کی وجہ یہ ہے کہ وترایک مستقل علیحدہ نماز ہے اور ان کابیان یہ ہے جیسا کہ علامہ طحطاوی نے ان کابیان نقل کیاہے "کتب کی طرف رجوع کرو" یہ اس علت کاقرینہ ہے جوانہوں نے سابقہ مسئلہ میں بیان کی ہے کہ تراویح تابع ہیں اس لئے اس کو جائز ہے کہ وہ وتر باجماعت پڑھے، کیونکہ وترنہ توتراویح کے تابع ہیں اورنہ ہی عشاء کے۔ امام صاحب کے قول میں رحمہ اللہ تعالٰی، آپ نے ملاحظہ کیاکہ یہاں بھی فرض اکیلے پڑھنے والے کے بارے میں بات نہیں ہے۔ ہاں اس کاقول "عشاء کے بھی تابع نہیں" وہم پیدا کرتاہے کہ وترکی جماعت جائز ہے اگرچہ سب حضرات نے فرض کی جماعت کوترک کردیاہو، لیکن آپ کو معلوم ہے کہ یہ بات نقل کے خلاف ہے اور منقول کے خلاف کوئی بحث قابل قبول نہیں ہوتی خصوصاً جبکہ وہ بحث خود بھی درست نہ ہو، کیونکہ علت والا معاملہ وہ نہیں جو بیان ہوا، جیسا کہ علامہ شامی نے خوب بیان فرمایا جہاں انہوں نے یہ کہا "یہ بات باقی ہے الخ" ان کایہ سوال اس بات کوظاہر کررہاہے کہ وتر کی جماعت

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب الوتروالنوافل مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۷

تبع لجماعة التراویح وان کان الوتر نفسه اصلا فی ذاته لان سنة الجماعة فی الوتر انما عرفت بالاثر تابعة للتراویح علی انهم اختلفوا فی افضلیة صلاتها بالجماعة بعد التراویح کما یأتی[1] اھ ومن فقیر درفتوی عربیہ کہ بجواب سوال مولوی محمد عبداللّٰه صاحب پنجابی هزاری بتاریخ نوزدہم شہر ربیع الآخر ۱۳۰۶ہجریہ نوشتہ ام ایں مقام را باقضائے مراتب تنقیح وتوضیح رساندہ ام وباللّٰه التوفیق سخن گفتن ماند از کتاب فوائد الاعمال مہربانا معتبر بودن کتابے نزد بعض معتقدین چیزے ومعتبر بودنش فی نفسہٖ چیزے دیگرست، باز اعتبار کتابے مستلزم آں نیست کہ ہرچہ درومذکور ست مختار ومنصور ست، زنہار درکتب اجلہ ائمہ ہیچ یک کتابے نیابی کہ در بعض مواضع مجال نقدو تنقیح نداشتہ باشد تابتالیف ماحداث ہند، چہ رسد، مؤلف اگرایں مسئلہ رااز پیش خود گفتہ است بجوئے نیرزد ورنہ بروے لازم بود کہ نص کتاب آوردے یالااقل نام کتاب بردے، تنہا گفتش کہ ہمیں ست حکم کتب الفقہ، چگونہ قبول افتد	تراویح کی جماعت کے تابع ہے اگرچہ وتر فی نفسہٖ مستقل نماز ہے، کیونکہ وتر کی جماعت کا سنت ہونا، یہ نقل سے ثابت ہے کہ یہ تراویح کے تابع ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ علماء نے تراویح کے بعد وتر باجماعت پڑھنے کی افضلیت میں اختلاف کیا ہے، جیسا کہ آئندہ آرہا ہے اھ۔ اور مجھ فقیر نے عربی فتوی جو کہ مولوی عبداللہ صاحب پنجابی ہزاری کے سوال کے جواب میں بتاریخ ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۰۶ھ لکھا ہے اس میں اس مقام پر خوب اعلیٰ تنقیح وتوضیح سے کام لیا ہے وباللہ التوفیق، فوائد الاعمال کے متعلق بات کرنا باقی ہے، میرے مہربان، کسی کتاب کا معتقدین کے ہاں معتبر ہونا ایک بات ہے اور اس کتاب کی اپنی حیثیت میں معتبر ہونا اور بات ہے نیز کسی کتاب کے معتبر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں جوکچھ موجود ہے وہ تمام معتبر ومختار ہو ہرگز ایسا نہیں ہے کیونکہ بڑے بڑے ائمہ کرام کی کتابوں میں سے کوئی بھی کتاب ایسی نہیں کہ اس کے بعض مقامات قابل تنقید وتنقیح نہ ہوں، تو ہم نئے لوگوں کی کتابوں کے بارے میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ان میں سب کچھ درست ہے۔ فوائد الاعمال کے مصنف نے اگر یہ مسئلہ خود اپنی طرف سے کہہ دیا تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے ورنہ ان پر لازم تھا کہ وہ کسی ایک کتاب کا ہی حوالہ ذکر کردیتے اور

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۲۴

حالانکہ در کتب فقہ ہمچو منیۃ الفقہاء وغنیہ وشرح نقایہ وردالمحتار تنصیص بخلافش می یابیم بازاگر برخاطر احباب گراں نیاید سخن از نقد کلامش رانم وبرہمگناں واضح ولائح گردانم کہ ایں کلام چہ قدر، از پایۂ فقاہت دور ومہجور افتادہ است **اوّلًا** باید دانست کہ علماء رادر وقت تراویح دو قول مذیل بطراز تصحیح ست یکے آنکہ وقتش مابین عشاء ووترست تاآنکہ بعد وتر روانبود چنانکہ بیش از فرض روا نیست صححہ فی الخلاصۃ ورجحہ فی غایۃ البیان بانہ الماثور المتوارث[1] اھ ش عن البحر، دوم آنکہ بعد عشاء تا طلوع فجر وہمیں ست ارجح التصحیحین عزاہ فی الکافی الی الجمہور وصححہ فی الہدایۃ و الخانیۃ والمحیط[2] اھ ش عن الذین برمذہب اول ھر کرا چیزے ازتراویح باقی ماند وامام بوتر برخاست حکم ہمیں ست کہ بہ بقیہ تراویح اشتغال نماید وبجماعت وتر درنیاید زیراکہ نزدایشاں پس ازوتر وقت تراویح

صرف یہ کہہ دینا کہ کتب فقہ کا یہ حکم ہے، کیسے قابل قبول ہوسکتا ہے حالانکہ کتب فقہ مثلاً منیۃ الفقہاء، غنیہ، شرح النقایہ اور ردمحتار میں ہم اس کا خلاف پاتے ہیں پھر اگر دوستوں پر گراں نہ گزرے تو ہم اس کا تنقیدی جائزہ پیش کریں، اور ان پر واضح کردیں کہ ان کے بیان کی کیا حیثیت ہے اور یہ کہ فقہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے **اوّلًا** معلوم ہونا چاہئے کہ تراویح کے وقت کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے اور اس میں دو قول ہیں جو کہ تصحیح کے معیار پر آتے ہیں: ایک یہ کہ تراویح کا وقت، نماز یعنی فرض عشاء اور وتر کے درمیان ہے اس بناپر فرض سے قبل تراویح جائز نہیں جس طرح کہ وتر کے بعد جائز نہیں، اس قول کو خلاصہ میں صحیح قرار دیا ہے اور غایۃ البیان نے اس کو زمانہ بزمانہ منقول کہہ کر ترجیح دی ہے اھ۔ یہ شارح نے بحر سے نقل کیا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا وقت بعد از عشاء تا طلوع فجر ہے، یہی قول صحت میں راجح ہے اور کافی میں اس کو جمہور کی طرف منسوب کیا ہے اور ہدایہ، خانیہ اور محیط میں اس کو صحیح قرار دیا ہے اھ۔ یہ شارح نے زین سے نقل کیا ہے اب پہلے قول کے مطابق اگر کسی کی کچھ تراویح رہتی ہوں اور امام وتر شروع کرچکا ہے اس کو یہ حکم ہے کہ وہ امام کے

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۲۱

[2] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۲۱

فوت می شود۔ امام طاہر بن احمد بخاری درخلاصہ فرمود **یشتغل بالترویحة الفائتة لانه لایمکنه الاتیان بها بعد الوتر**[1] وبرمذہب دوم بہر دو امر مخیّر است اما اختلاف درافضل افتاد ہر کہ درو تر انفرادرا بہتر دانستہ نزد او اشتغال بترویحہ فائتہ را بس انداختن خوشتر وماناکہ ہمیں احب باشد و فقیر گویم چوں صحیح دوم جانب عدم صحت تراویح بعد وتراست ینبغی انسب مراعات آں باشد واللہ تعالٰی اعلم۔ **قال فی الدرالمختار وقتها بعد صلاة العشاء الی الفجر قبل الوتر وبعده فی الاصح فلوفاته بعضها وقام الامام الی الوتر اوتر معه ثم صلی مافاته**[2] اھ **قال فی ردالمحتار قوله فلوفاته بعضها الخ تفریع علی الاصح لکنه مبنی علی ان الافضل فی الوتر الجماعة لاالمنزل**

ساتھ وتر نہ پڑھے بلکہ بقیہ تراویح کو پہلے پڑھے کیونکہ اس قول والوں کے ہاں وتر کے بعد تراویح کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

امام طاہر بن احمد بخاری خلاصہ میں فرماتے ہیں کہ وہ بقیہ تراویح ادا کرے کیونکہ وتر کے بعد اس کو تراویح پڑھنا ممکن نہیں۔ اور دوسرے قول کے مطابق اس کو دونوں طرح اختیار ہے کہ بقیہ تراویح وتر سے پہلے پڑھے یا بعد۔ لیکن افضل ہونے میں ضرور اختلاف ہے کہ جو لوگ وتر تنہا پڑھنا افضل کہتے ہیں کہ تراویح پہلے پڑھے اور جو جماعت کو بہتر جانتے ہیں ان کے نزدیک پہلے وتر جماعت کے ساتھ پڑھ کر اس کے بعد باقی ماندہ تراویح پڑھے، یہ تسلیم ہے کہ پسندیدہ امر یہی ہے لیکن ایک قول میں وتر کے بعد تراویح جائز نہیں ہے، اس لئے یہ فقیر کہتا ہے کہ اس قول کی رعایت زیادہ مناسب ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔ در مختار میں کہا کہ تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے بعد تا طلوع فجر ہے وتر سے قبل یا بعد یہ اصح قول ہے۔ پس اگر کچھ تراویح رہ جائیں اور امام وتر کے لئے کھڑا ہو جائے تو اسے چاہئے کہ وہ امام کے ساتھ وتر پڑھے اور فوت شدہ تراویح اس کے بعد پڑھے اھ۔ اس پر ردمختار میں کہا (**قوله فلوفاته بعضها** الخ) یعنی ماتن کا قول کہ اگر کچھ تراویح رہ جائیں، یہ اصح قول پر تفریع ہے لیکن یہ تفریع اس بات پر مبنی ہے کہ وتر گھر کی بجائے

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الثالث فی التراویح مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۶۳

[2] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۸

وفیه خلاف سیأتی فقوله اوتر معه ای علی وجه الافضلیة[1] الخ۔ بالجملہ بریک مذہب راہ ہمیں ست کہ بجماعت وترشرک نکند وبرمذہب دیگرنزد بعضے افضل ہمیں ست ونزد کہ صاحب فوائد نوشت مذہب ہیچ عالمے نیست نہ زنہارا از شرع بروے دلیلے۔ ثانیاً قول اوپس بسبب سنت، جماعت واجب راترک نماید وسنت راادااسازد کے روابود طرفہ استدلالے ست اگر لفظ واجب صفت جماعت ست بداہتہ غلط وباطل بالاگفتہ ایم کہ جماعت وترنزد ہیچ کسے واجب نیست واگرمضاف الیہ است پس دلیل واضح الاختلال، سخن درترک جماعت ست نہ درترک وتر پس قول او "کے روابود" کے روابود، الحاصل حکم ہمان ست کہ فقیر درفتوائے پیشین نوشتہ ام وازردوقدح ہمچو کلمات سکوت اولی بود اگر ایضاح صواب وکشف ارتیاب مقصود نبودے، بازدرضمن بیان، مسائل نافعہ کہ بروئے کارآمد نفع خوبی ست کہ حامل بریں تحریر می تواند شد مہربانا سخن برانچہ نقل فرمودہ اند رواں کردم ورنہ فقیرکتاب فوائد الاعمال ہم ندیدہ ام، ندانم کہ اصل عبارتش چیست ومولفش کیست **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

باجماعت پڑھنا افضل ہے اور اس میں اختلاف ہے جو آگے آرہا ہے اور اس کا قول کہ امام کے ساتھ وتر پڑھے یعنی مستحب یہ ہے۔ اصل کلام یہ ہے کہ ایک قول میں یہ متعین ہے کہ وہ جماعت کے ساتھ وتر نہ پڑھے اور دوسرے مذہب پر افضل یہ ہے کہ وتر باجماعت نہ پڑھے، ایک قول کے مطابق اور دوسرے قول کے مطابق اگرچہ اقتداء اور جماعت افضل ہے تاھم جماعت کالازم ہونا اور واجب ہونا وتر کے لئے کسی عالم کامذہب اور قول نہیں جیسا کہ فوائد الاعمال والے نے لکھا ہے اور نہ ہی شرع میں اس پر کوئی دلیل ہے۔ ثانیاً اس کا یہ کہنا کہ سنت کی وجہ سے جماعت واجب کاترک کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے، یہ عجیب استدلال ہے، اس میں لفظ واجب اگر جماعت کی صفت ہے تو یہ غلط اور باطل ہے کیونکہ وتر کی جماعت کسی کے ہاں بھی واجب نہیں ہے اور لفظ واجب جماعت کا مضاف الیہ ہے یعنی واجب کی جماعت، توپھر یہ دلیل واضح طور پر خلل والی ہے کیونکہ بات تو ہورہی ہے جماعت کے ترک میں نہ کہ واجب یعنی وتر کے ترک میں، اس کا یہ کہنا کہ "کیسے جائز ہوسکتا ہے" کیسے جائز اور درست ہوسکتا ہے! الحاصل یہ کہ مسئلہ کا حکم وہی ہے جو اس فقیر نے پہلے فتوے میں لکھا ہے، ایسی باتوں پر بحث کرنے سے سکوت بہتر تھا، اگر درست موقف کی وضاحت اور شکوک کو دفع کرنا مقصود نہ ہوتا نیز بحث میں ضمنی مسائل ہیں جو کہ بروئے کارلانے میں مفید ہوسکتے تھے جن کی وجہ سے میں نے یہ بحث کی ہے ورنہ ضرورت نہ تھی،

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۵۲۱

مہربانوں نے جیسے عبارت نقل کی اس کے مطابق میں نے تسلیم کرتے ہوئے جواب لکھ دیا ورنہ اس فقیر نے کتاب فوائد الاعمال نہیں دیکھی اور نہ یہ معلوم کہ اصل عبارت کیا اور کتاب کا مصنف کون ہے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۱۰: مرسلہ مولوی محمد عبداللہ صاحب پنجابی ہزاری مدرس اول مدرسہ عربیہ بریلی ۱۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۰۶ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی الرجل الذی اقتدی بالامام فی التراویح وقد صلی الفرض فی بیتہ اومع غیرذلك الامام ھل یصلی الوتر بالجماعۃ ام لا والوتر بالجماعۃ تابع لرمضان ام لجماعۃ الفرض بینوا توجروا۔	اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے، آپ کا کیا ارشاد ہے ایسے شخص کے بارے میں جس نے فرض اکیلے گھر میں پڑھے یا کسی دوسرے امام کے ساتھ جماعت میں پڑھے کیا وہ شخص باجماعت تراویح والے امام کے پیچھے وتر باجماعت پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور وتر باجماعت رمضان کے تابع ہے یا فرض کی جماعت کے تابع ہیں، بیان کرو اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب:

من صلی الفرض منفرد الایدخل فی جماعۃ الوتر ومن صلاھا جماعۃ ولوخلف غیرھذا الامام فلہ ان یأتم بہ فی الوتر ای وان لم یکن ادرك التراویح معہ ھو الصحیح المعتمد فی الغنیۃ شرح المنیۃ للعلامۃ ابراھیم الحلبی، اذا لم یصلی الفرض مع الامام فعن عین الائمۃ الکرابیسی انہ لایتبعہ فی التراویح ولاالوتر و کذا اذا لم یتعابعہ فی التراویح لایتابعہ فی الوتر وقال ابویوسف البانی اذا صلی مع الامام شیئا من التراویح یصلی معہ الوتر وکذا اذا	جس نے فرض اکیلے پڑھے ہوں وہ وتر کی جماعت میں شریک نہ ہو اور جس نے فرض جماعت سے ادا کئے ہوں اگرچہ کسی دوسرے کی جماعت کے ساتھ پڑھے ہوں وہ اس وتر پڑھانے والے کے ساتھ جماعت میں شریک ہوسکتا ہے اگرچہ اس نے اس امام کے ساتھ تراویح نہ پڑھی ہوں، یہی صحیح اور قابل اعتماد ہے، منیہ کی شرح غنیہ میں علامہ ابراہیم حلبی نے فرمایا کہ جب فرض جماعت کے ساتھ نہ پڑھے تو عین الائمہ کرابیسی سے روایت ہے کہ وہ تراویح اور وترامام کے ساتھ نہ پڑھے اور یوں اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہو و بھی وہ وتر امام کے ساتھ نہ پڑھے، اور ابویوسف البانی نے فرمایا کہ اگر امام کے ساتھ کچھ تراویح پڑھ لی ہوں تو اس کے ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے اور یوں ہی اگر اس نے تراویح

لم يدرك معه شيئا منها وكذا اذا صلى التراويح مع غيره له ان يصلى الوترمعه وهو الصحيح ذكره ابو الليث وكذا قال ظهيرالدين المرغيناني لوصلى العشاء وحده فله ان يصلى التراويح مع الامام وهو الصحيح حتى لودخل بعد ماصلى الامام الفرض وشرع فى التراويح فانه يصلى الفرض اولا وحده ثم يتابعه فى التراويح وفى القنية لوتركواالجماعة فى الفرض ليس لهم ان يصلواالتراويح جماعة لانها تبع للجماعة[1] اھ وقال فى ردالمحتار عند قوله لولم يصلها (اى التراويح) بالامام له ان يصلى الوتر معه، فى التتارخانية عن التتمة انه سئل على بن احمد عمن صلى الفرض و التراويح وحده اوالتراويح فقط هل يصلى الوتر مع الامام فقال لااھ ثم رأيت القهستانى ذكر تصحيح ماذكره المصنف (اى من جوز الوتر جماعة لمن صلى التراويح منفردا اى و الفرض جماعة قال الشامى	جماعت سے کچھ بھی نہ پڑھی ہوں تو وہ شریک ہوسکتا ہے، اور اگر اس نے ایسے ہی تراویح کسی دوسرے امام کے ساتھ پڑھی ہوں تو وہ وتر کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے، یہی صحیح ہے اس کو ابولیث نے ذکر کیا ہے اور ظہیر الدین مرغینانی نے بھی یہی کہا ہے کہ اگر اس نے فرض اکیلے پڑھے ہوں تو تراویح امام کے ساتھ پڑھ سکتا ہے یہی صحیح ہے حتی کہ اگر وہ امام کے فرض پڑھالینے کے بعد اور تراویح میں شروع ہونے کے بعد مسجد میں آیا تو اس کو چاہئے کہ پہلے اکیلے فرض پڑھ کر بعد میں تراویح کی جماعت میں شریک ہو۔ اور قنیہ میں ہے اگر کچھ لوگوں نے فرض کی جماعت ترک کردی تو ان کو تراویح باجماعت نہیں پڑھنی چاہئے کیونکہ تراویح فرض باجماعت کے تابع ہیں اھ۔ اور ردمحتار میں اس کے قول پر، اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں تو اس کو وتر امام کے ساتھ پڑھنے کی اجازت ہے"۔ تتارخانیہ میں تتمہ سے نقل ہے کہ علی بن احمد سے سوال کیا گیا کہ وہ شخص جس نے فرض اور تراویح اکیلے پڑھے ہوں یا صرف تراویح اکیلے پڑھی ہوں کیا وہ وتر امام کے ساتھ پڑھ سکتا ہے؟ تو انھوں نے جواب میں کہا کہ نہیں پڑھ سکتا اھ۔ پھر میں نے قہستانی کو مصنف کی تصحیح ذکر کرتے ہوئے پایا، یعنی جس نے تراویح اکیلے اور فرض جماعت سے پڑھے ہوں تو اس کو وتر جماعت سے پڑھنے کی اجازت ہے۔ علامہ شامی نے فرمایا کہ

---

[1] غنیہ المستملی شرح منیۃ المصلی باب التراویح مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۱۰

ثم قال (يعنى القهستانى) لكنه اذا لم يصلى الفرض معه لايتبعه فى الوتر[1] اھ۔ **قلت** وعزاه القهستانى للمنية وهى منية الفقهاء لامنية المصلى كماظنه بعج المتصدين للفتوى فى عصرنا فنسبه الى عدم مطابقة النقل للمنقول عنه قال الشامى فقوله (يعنى المصنف) ولولم يصلها اى وقد صلى الفرض معه لكن ينبغى ان يكون قول القهستانى معه احتراز عن صلٰوتها منفردا[2] **قلت** فيكون على وزان قول الغنية المار، اذا لم يدرك معه شيئا منها، فانما اراد به الانفراد لامايشمل الادراك مع غيره، بدليل قوله عطفا عليه"وكذا اذا صلى التراويح مع غيره"قال الشامى امالوصلاها (يعنى الفريضة) جماعة مع غيره ثم صلى الوتر معه لاكراهة تأمل[3] انتهى۔ **اقول**: معلوم ان الضمير فى قوله لايتبعه للامام مطلقا لالخصوص

قہستانی نے پھر فرمایا: لیکن اگرفرض اس نے جماعت سے نہ پڑھے ہوں تووتر بھی باجماعت نہ پڑھے اھ۔ **میں کہتاہوں** کہ اس بات کو قہستانی نے منیہ کی طرف منسوب کیاہے یادرہے کہ یہ منیۃ الفقہاء مراد ہے منیۃ المصلی نہیں جیسا کہ بعض معاصر فتوٰی نویسوں کو یہاں غلط فہمی ہوئی ہے اورانہوں نے نقل کواصل کے مطابق نہ ہونے کی شکایت کی ہے علامہ شامی نے فرمایا کہ مصنف کاقول کہ اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں یعنی فرض امام کے ساتھ پڑھے ہوں، لیکن مناسب یہ ہے کہ قہستانی کا"معہ" کہنا، یہ تراویح اکیلے پڑھنے کی صورت کوجدا کرناہے۔ **میں کہتاہوں** یہ غنیہ کے گزشتہ قول"جب امام کے ساتھ کچھ تراویح نہ پڑھے"کے انداز پر ہے کہ اس سے مراد اکیلے پڑھنا ہے نہ کہ وہ معنی جس میں کسی دوسرے امام کے ساتھ پڑھنا شامل ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے دوسرے امام کے ساتھ پڑھنے کو علیحدہ عطف کے ذکر کیاہے۔ اور علامہ شامی نے فرمایا: اور اگر اس نے فرض کسی اور امام کے ساتھ جماعت میں پڑھا ہو اور پھر وتر اس امام کے پیچھے پڑھ لے تو کوئی کراہت نہیں، غور کر، انتہی۔ **میں کہتاہوں** یہ بات واضح ہے کہ "**لایتبعہ**"میں ضمیر کامرجع خاص امام نہیں

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبع مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۲۴

[2] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبع مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۲۴

[3] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبع مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۲۴

هذا الامام فان من صلی الفریضة منفردا لیس له ان یدخل فی جماعة الوتر لامع هذا الامام ولامع غیره فکذلك فی قوله معه وبالجملة فالمتحصل شیئان احدهما ان المنفرد فی الفرض ینفرد فی الوتر اوماوقع فی "منهیة الدر الفرید فی مسائل الصیام والقیام للعید" للفاضل المفتی محمد عنایت احمد علیه رحمة الاحد، ان لم یصل الفرض بجماعة فله ان یدخل فی جماعة الوتر وعزاه لحاشیة الطحطاوی فسهو۔ وانا قد راجعت المعزی الیه فلم اجده ناصابها ظن، نعم قدتشم من بعض کلماته رائحة ذلك حیث قال عند قول الدرالمختار لوترکها الکل (یعنی جماعة التراویح) هل یصلون الوتر بجماعة فلیراجع[1] قضیة التعلیل فی المسئلة السابقة (ای لوترکوا الجماعة فی الفرض لم یصلوا التراویح بجماعة) بقولهم لانها تبع ان یصلی الوتر جماعة فی هذه الصورة لانه لیس بتبع

بلکہ کوئی بھی ہوسکتا ہے، کیونکہ جس نے فرض اکیلے پڑھے ہوں وہ کسی امام کے ساتھ وتر باجماعت نہیں پڑھ سکتا خواہ یہ امام ہو یا کوئی اور ہو، اور اسی طرح اس کے قول "معہ" میں بھی ضمیر کا مرجع عام ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں حاصل ہوئیں، ایک یہ کہ جس نے فرض اکیلے پڑھے وہ وتر بھی اکیلے پڑھے۔ دررالفرید فی مسائل الصیام والقیام والعید جو کہ فاضل مفتی محمد عنایت احمد علیہ الرحمۃ کی کتاب ہے، کے منہیہ میں جو مذکور ہے کہ اگر کسی نے فرض جماعت سے نہ پڑھے ہوں تو وتر کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے، اور اس بات کو انہوں نے حاشیہ طحطاوی کی طرف منسوب کیا ہے، تو یہ سہو ہے۔ حالانکہ میں نے حاشیہ طحطاوی کو دیکھا ہے میں نے اس میں یہ بات صراحۃً مذکور نہ پائی، ہاں علامہ طحطاوی کی ایک عبارت سے اس بات کی بو آتی ہے، جہاں انہوں نے درمختار کے اس قول "اگر سب نے جماعت تراویح کو ترک کردیا ہو تو کیا وہ وتر جماعت سے ادا کرسکتے ہیں، اس بارے میں رجوع کرنا چاہئے" پر لکھا ہے کہ سابقہ مسئلہ کی تعلیل کی طرف رجوع کرنے کا اشارہ ہے یعنی وہ سابقہ مسئلہ یہ ہے کہ "اگر فرض باجماعت کو انہوں نے ترک کیا ہو تو تراویح جماعت سے ادا نہ کریں" اس مسئلہ کی تعلیل یہ ہے، جس کو انہوں نے یوں بیان کیا ہے، کیونکہ تراویح تابع

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹

للتراویح ولاللعشاء عندالامام رحمه الله تعالٰی انتهی[1] حلبی انتهی فقد یوهم قوله "ولا للعشاء" جواز الوتر بجماعة ولولم یصل هو بل الکل الفرض بها لکنه کما علمت خلاف المنصوص فان الذی فی ردالمحتار عن شرح النقایة عن المنیة ان لم یحمل علی مامر کان ادخل فی الرد علی هذا الایهام واما ماذکر انه لیس بتبع عند الامام فنعم ونعم الجواب عنه ماافاد المولی المحقق ابن عابدین ان اصالته فی ذاته لاتنافی کون جماعته تبعا۔ **قلت** الاتری ان الظهر و العصر من اعظم الفروض المستقلة والجمع بینهما من توابع الوقوف بعرفة ولوفی حجة نافلة فافهم قال الشامی انهم اختلفوا فی افضلیة صلاتها بالجماعة بعد التراویح[2] اھ	ہیں، وہ وتر کو اس صورت میں جماعت کے ساتھ پڑھے کیونکہ وتر تراویح کے تابع ہیں اور نہ ہی عشاء کے تابع ہیں امام صاحب رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک، انتہی حلبی انتہی، اس میں اس کا قول کہ وتر عشاء کے تابع نہیں ہے، وہم پیدا کرتا ہے کہ اس کے یا سب کے فرض باجماعت پڑھے بغیر وتر کو باجماعت پڑھنا جائز ہے لیکن یہ بات علماء کی نص کے خلاف ہے ردالمحتار میں شرح نقایہ سے اور اس نے منیہ سے نقل کرتے ہوئے جو ذکر کیا ہے اگر اس کو گزشتہ مفہوم پر محمول نہ کیا جائے تو وہ اس وہم کا بہترین رَد ہے اور یہ بیان کہ وتر امام صاحب کے نزدیک عشاء کے تابع نہیں ہیں، ہاں یہ درست ہے۔ اور اس کا بہترین جواب وہ ہے جس کو آقا محقق ابن عابدین نے بیان فرمایا ہے کہ وتر فی ذاتہ اصل ہیں اور ان کی جماعت کاعشاء کے تابع ہونا فی ذاتہ اصل ہونے کے منافی نہیں ہے۔ **میں کہتا ہوں** کیاآپ نے انہیں دیکھا کہ ظہر اور عصر کے فرض عظیم اصل اور مستقل ہیں لیکن اس کے باوجود ان دونوں فرضوں کو مقام عرفات کے تابع قرار دے کر جمع پڑھا جاتا ہے خواہ نفلی حج ہی کیوں نہ ہو۔ غور کر۔ علامہ شامی نے ماتن کی اس عبارت پر کہ "وتر کو تراویح کے بعد باجماعت پڑھنے کی افضلیت میں اختلاف ہے" پر فرمایا

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ بیروت ۱/ ۲۹۷

[2] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۸

ای فکانت جماعته ادون حالامن جماعة التراویح المسنونة عند الجمهور حتی لوترکها الکل اثموا فکیف بجماعة الفرض الواجبة علی الصحیح الرجیح فساغ ان یکون تبعا فی الجماعة وان کان اصلا فی الذات حتی افسد تذکرہ المکتوبات۔

قلت علی ان التعلیل بالقضیة المذکورة تعلیل بالنفی وھو عندنا من التعلیلات الفاسدۃ کما صرحوا باہ فی الاصول و حصر العلة فی التبعیة ممنوع محتاج الی البیان ھذا والاخر ان من صلی الفرض بجماعة یجوز له الدخول فی جماعة الوتر سواء صلی الفرض خلف ھذاالامام اوخلف غیرہ کما قررالشامی وسواء صلی التراویح وحدہ او خلف ھذا الامام اوغیرہ کما نصوا علیه قلت بل ومن لم یصلھا رأسا کما یشمله اطلاق قوله ولولم یصلھا بالامام له ان یصلی الوتر معه فانه یصدق بانتفاء القید و المقید جمیعا ولیحرر، اماماذکروا ان جماعة الوتر ھل ھی تبع

یعنی وتر کی جماعت تراویح کی جماعت سے ادنٰی ہے کیونکہ تراویح کی جماعت جمہور کے ہاں مسنون ہے حتی کہ اگر تمام لوگ تراویح کی جماعت کے تارک ہوں تو سب گنہگار ہوں گے، توجماعت وتر کافرض کی جماعت سے جوکہ راجح قول کے مطابق واجب ہے، کیامقابلہ ہے، پس یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وتراگرچہ فی ذاتہٖ مستقل نماز ہیں لیکن ان کی جماعت عشاء کی نماز فرض کے تابع ہے اس لئے اگروتر کی جماعت میں یاد آئے کہ عشاء کے فرض باقی ہیں تووتر فاسد ہوجائیں گے)

میں کہتاہوں کہ علامہ شامی کامتن کے قول مذکور کوعلت قرار دینا یہ تعلیل بالنفی ہے جبکہ ہم احناف کے ہاں تعلیل بالنفی فاسد ہے جیساکہ اصول فقہ میں اس کی انہوں نے تصریح کی ہے پھر اس کلام کو وتر کی جماعت کافرض کے تابع بنانے کے لئے ہی علت ماننا محتاج بیان ہے، اس کو محفوظ کر، اس بحث سے حاصل شدہ دوسری چیز یہ ہے کہ جس نے فرض باجماعت اداکئے ہوں خواہ کسی دوسرے امام کے ساتھ جماعت میں پڑھے تو س کو اس امام کے ساتھ باجماعت وترپڑھنا جائز ہے جیساکہ علامہ شامی نے اس کی تقریر کی ہے خواہ اس نے تراویح باجماعت اس امام یا کسی دوسرے امام کے ساتھ پڑھی ہوں یاتراویح اکیلے پڑھی ہوں جیساکہ فقہاً نے اس کو صراحۃً بیان فرمایا۔ **قلت** (میں کہتاہوں کہ) خواہ اس نے تراویح سرے سے پڑھی ہی نہ ہوں کیونکہ اس کا یہ قول کہ "اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں تو بھی وتر باجماعت پڑھ سکتاہے" مطلق ہے، جواس صورت کو

لجماعة التراویح ام لا، جنح الفاضلان الحلبی والطحطاوی فی حواشی الدار الی الثانی کما سمعت واستظھر الشامی الاول قائلاان سنة الجماعة فی الوتر انما عرفت تابعة للتراویح[1]۔ **قلت** وھذا ھوالاظھر فان مشروعیة جماعته لوکانت لاصالته فالته دائمة لاتختص برمضان، ثم رأیت العلامة البرجندی نص فی شرحه للنقایة ان الجماعة فیه لما کانت بتبعیة التراویح علی ماھو المشھور[2] اھ فقد ثبت روایته واعتضد درایته وترجح شھرة فانقطع النزاع، فاعلم عـــه ان ھذا کله فیما لوترك الکل جماعة التراویح کما قدمنا من الغنیة عن القنیة، اما اذا جمع	بھی شامل ہے کیونکہ مقید کلام کی نفی سے قید اور مقید دونوں کی نفی بھی ہوسکتی ہے (جس سے تراویح نہ پڑھنے کی صورت بھی سمجھی جاتی ہے) اس کو نوٹ کر۔ لیکن علماء کا یہ بیان کہ وتر کی جماعت کیاتراویھ کی جماعت کے تابع ہے یانہیں، تو حلبی اور طحطاوی دونوں کارجحان یہ ہے کہ تابع نہیں، یہ بات انہوں نے درمختار کے حاشیہ میں کہی ہے جیساکہ توسماعت کرچکاہے، اور علامہ شامی نے پہلے احتمال یعنی تابع ہونے کوظاہر قراردیاہے یہ کہتے ہوئے کہ وتر کی جماعت کاسنت معلوم ہونا تراویح کے تابع ہونے کی وجہ سے ہے۔ **میں کہتاہوں** کہ یہ علامہ شامی کا قول زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اگروتر کی جماعت خود اصل ہوتی تو پھر یہ جماعت پوراسال ہوتی صرف رمضان کی تخصیص نہ ہوتی، پھر اس کے بعد میں نے یہی بات علامہ برجندی سے صراحۃً پائی کہ انہوں نے اپنی نقایہ کی شرح میں کہا کہ وتر کی جماعت تراویح کے تابع ہے جیسا کہ کہ یہی مشہور ہےاھ ان کی روایت ثابت اور ان کی درایت مضبوط اور شہرت کوترجیح ہے لہٰذا یہ اختلاف ختم ہوگیا ہے، معلوم ہوناچاہئے کہ یہ ساری بحث اس صورت میں تھی جبکہ تمام نے تراویح کی جماعت کوترک کیاہو جیسا

عـــه : جواب امافی قوله اماماذکروا ۱۲(م)

---

[1] ردالمحتار باب الوتروالنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۸

[2] شرح النقایۃللبرجندی فصل فی التراویح مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ۱/ ۱۴۱

القوم وتخلف عنها ناس ثم ادرکوا الوتر مع الامام، فلاشك ان لهم الدخول فی جماعة الوتر اذا کانوا صلوا الفرض بجماعة کما سمعت، نعم ذهب بعض کالامام علی بن احمد وعین الائمة الکرابیسی الی تبعیة لجماعة التراویح فی حق کل مصل بمعنی ان من لم یدرکها مع الامام لایتبعه فی الوتر، لکنه کما علمت قول مرجوح، **قلت** بهذا التحقیق ظهر التوفیق بین کلام العلامة البرجندی المذکور وکلام الفاضل شیخی زاده فی مجمع الانهر شرح ملتقی الابحر حیث قال لولم یصلها (یعنی التراویح) مع الامام صلی الوتر به لانه تابع لرمضان وعند البعض لالانه تابع للتراویح عنده، وفی القهستانی ویجوز ان یصلی الوتر بالجماعة وان لم یصل شیئا من التراویح مع الامام اوصلاها مع غیره وهو الصحیح[1] اھ مافی المجمع فانه صریح فی ان القول	کہ ہم نے غنیہ سے قنیہ کے حوالے سے پہلے بیان کردیا ہے لیکن اگر لوگوں کی جماعت تراویح سے کچھ لوگ رہ گئے ہوں اور یہ لوگ بعد میں آکر امام کو وتر کی جماعت میں پائیں تو کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ وتر کی جماعت میں شریک ہوسکتے ہیں بشرطیکہ انہوں نے فرض باجماعت پڑھے ہوں جیسا کہ تو سن چکا ہے، ہاں بعض حضرات جیسا کہ علی بن احمد اور عین الائمہ کرابیسی اس طرف گئے ہیں کہ وتر کی جماعت تراویح باجماعت کے تابع ہے لہٰذا ہر نمازی کے لئے ضروری ہے کہ وہ تراویح باجماعت پڑھے بغیر وتر کی جماعت میں شامل نہ ہو لیکن تو معلوم کرچکا ہے کہ یہ بات مرجوح ہے۔ **میں کہتا ہوں** کہ اس تحقیق سے، علامہ برجندی کے کلام اور فاضل شیخی زادہ کی مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ذکر کردہ کلام میں موافقت واضح ہوگئی فاضل نے وہاں یہ کہا کہ اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ بھی پڑھی ہوں تو وہ امام کے ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے کیونکہ وتر کی جماعت رمضان کے تابع ہے، بعض کے نزدیک وہ وتر امام کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا کیونکہ ان کے نزدیک وتر کی جماعت تراویح کے تابع ہے۔ اور قہستانی میں ہے کہ اگر کسی نے تراویح جماعت سے نہ پڑھی ہوں یا کسی اور امام کے ساتھ پڑھی ہوں تو وہ بھی وتر امام کے ساتھ باجماعت پڑھ سکتا ہے، یہی صحیح ہے اھ۔ مجمع کا بیان اس بات میں صریح ہے کہ وتر کی جماعت کا تراویح کے تابع ہونے

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل فی التراویح مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۳۸

بتبعية للتراويح قول مرجوح خلاف الجمهور وصريح مافى البرجندى انه هوالقول المشهور ووجه التوفيق ان التبعية فى كلام المجمع ماخوذة بالنظر الىٰ كل احد فى خاصة نفسه ولذا بنى عليه منع من لم يدركها مع الامام عن دخوله فى الوتر، وفى كلام البرجندى بمعنى وقوعه بعد اقامة الناس جماعة التراويح وان لم يدركها بعض القوم فليكن التوفيق وبالله التوفيق ثم انما المعنى بتبعيته لرمضان ان جماعته غيرمشروعة الافيه لاسلب تبعيته عما سواه مطلقا حتى ينافى تبعيته لجماعة التراويح بل والفرض فان فيه ماقد علمت، فاذن لاخلاف بين التبعيتين الاعلى قول البعض المرجوح، هكذا ينبغى التحقيق والله تعالىٰ ولى التوفيق، نعم وقع فى شرح المنية الصغير، مانصه اذا لم يصل الفرض مع الامام قيل لايتبعه فى التراويح ولافى الوتر وكذا اذالم يصل معه التراويح لايتبعه فى الوتر والصحيح انه يجوز ان يتبعه	کا قول مرجوح ہے اور جمہور کے خلاف ہے۔ اور برجندی کا بیان یہ ہے کہ یہ قول مشہور ہے اور موافقت کی وجہ یہ ہے کہ مجمع کلام میں جس تابع کو مرجوح کہا ہے اس سے مراد وہ صورت ہے جبکہ تراویح کی جماعت بالکل نہ ہوئی اور کسی نے بھی تراویح کی جماعت سے نہ پڑھی ہوں، اسی لئے اس نے وتر کی جماعت میں شامل ہونے کی ممانعت ی بنا اس بات کو بنایا ہے کہ امام کے ساتھ تراویح نہ پڑھی ہوں، جبکہ علامہ برجندی کا یہ کہنا کہ وتر کی جماعت تراویح کے تابع ہونا مشہور قول ہے، اس سے مراد وہ صورت ہے کہ جب بعض نے تراویح کی جماعت کی ہو اور بعض لوگ اس جماعت سے رہ گئے ہوں، یوں توفیق ہو گئی اللہ کی دی ہوئی توفیق سے، پھر وتر کی جماعت کا رمضان کے تابع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے بغیر وتر کی جماعت جائز نہیں یہ مطلب نہیں کہ یہ کسی اور چیز کے تابع نہیں تاکہ اس کا تراویح اور فرض کے تابع ہونے کی نفی ہوسکے، کیونکہ یہ مطلب لینے میں اعتراض ہے، لہٰذا دونوں کے تابع ہونا ایک دوسرے کے منافی نہیں ہے ماسوائے ایک مرجوح قول کے، تحقیق یوں چاہئے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ ہاں منیہ صغیر میں یہ بات مذکور ہے کہ جس نے فرض باجماعت نہ پڑھے ہوں وہ تراویح اور وتر کی جماعت میں ایک قول کے مطابق شریک نہ ہو اور وہ بھی جو اس امام کے ساتھ تراویح کی جماعت میں شریک نہ ہوا تو وہبھی اس امام کے ساتھ ورتر کی جماعت میں

فی ذلك كله حتی دخل بعد ماحصل الامام الفرض وشرع فی التراویح فانه یصلی الفرض اولا وحده ثم یتابعه فی التراویح وفی القنیة لوترکوا الجماعة فی الفرض لیس لهم ان یصلوا التراویح جماعة[1] اھ فاوھم ذلك عند بعض الناس ان الحلبی صحح جواز اتباع الامام فی الوتر وان لم یتبع فی الفرض،

وانا اقول: لیس هورحمه الله تعالٰی من اصحاب التصحیح وانما وظیفته النقل عن ائمة الترجیح ومعلوم ان شرحه الصغیر انما هوملخص من شرحه الکبیر وهذه عبارة الکبیر بمرأی عین منك لاتری فیه تصحیحا اصلا ناظر الی هذا المتوهم وانما فیه تصحیحان الاول من الامام الفقیه ابی اللیث بجواز اتباع الامام فی الفقیه ابی اللیث بجواز اتباع الامام فی الوتر سوء صلی التراویح کلها اوبعضها معه اومع غیره اووحده منفردا وهذا مجمل قوله "یجوز ان یتبعه فی ذلك کله والثانی عن الامام ظهیر الدین المرغینانی لجواز الاتباع فی التراویح وان لم یتبعه فی الفرض،

شریک نہ ہو (لیکن یہ بات درست نہیں) کیونکہ ان مذکور تمام صورتوں میں وہ وترامام کے ساتھ باجماعت پڑھ سکتاہے، حتی کہ امام کے فرض سے فارغ ہونے کے بعد اگر مسجد میں آیا ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ پہلے اکیلے فرض پڑھ کر پھر تراویح کی جماعت میں شریک ہوجائے۔ اور قنیہ میں ہے کہ اگر لوگ فرض کی جماعت کے تارک ہوں تو وہ تراویح باجماعت امام کے ساتھ نہ پڑھیں اھ۔ اس سے بعض حضرات کو یہ وہم ہوا ہے کہ حلبی نے فرض باجماعت کے بغیر وتر کی جماعت میں شرکت کو صحیح قرار دیا ہے۔ **میں کہتاہوں** کہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ اصحاب تصحیح میں سے نہیں، ان کا کام صرف ائمہ ترجیح کے قول کو نقل کرنا ہے اور یہ بات بھی واضح ہے کہ ان کی شرح صغیر یہ ان کی کبیر شرح کا خلاصہ ہے اور کبیر شرح کی عبارت آپ کے سامنے ہے اس میں اس وہم کے متعلق کوئی تصحیح نظر نہیں آتی، اس مسئلہ میں صرف دو تصحیحیں موجود ہیں ایک امام فقیہ ابواللیث کی جو کہ کسی طرح بھی تراویح پڑھ لینے والے کو خواہ اکیلے یا جماعت کے ساتھ اس امام یا کسی دوسرے امام کے ساتھ، پھر یہ کہ تمام تراویح یا بعض باجماعت پڑھی ہوں، وتر کی جماعت میں شرکت کے جواز کے بارے میں ہے اور اس کو بطور اجمال حلبی نے اپنے اس قول سے تعبیر کیاکہ، س وتر کی جماعت میں شرکت کی ان تمام صورتوں میں جائز ہے۔ اس بارے میں دوسری تصحیح امام ظہیر الدین مرغینانی کی ہے جوکہ امام کے ساتھ تراویح کی جماعت میں شرکت کے جواز سے

---

[1] صغیری شرح منیۃ المصلی فروع فائتۃ ترویحۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۱۰

وعله يتفرع الفرع المذكور فی الشرحين معاً"حتی لودخل بعد ماصلی الامام الفرض"فالتوهم الحاصل فی عبارة الشرح الصغير انما منشوه ماوقع فيه ههنا من الاختصار المخل الاتری انه اقتصر فی التفريع المذكور كاصله الكبير علی قوله، يتابعه فی التراويح، ولوكان مراده بقوله فی ذلك كله، مايشمل المتوهم، لزاد ايضاً والوتر، وبالجملة فالمعروف المعلوم من تصحيحات الائمة هو الذی بينه فی الشرح الكبير، وهذا المتوهم لايعرف له تصحيح ولاترجيح، فلايعارض مانص عليه فی منية الفقهاء وحكم به حكما جازما من دون ذكر خلاف فعليك بالتبصر والانصاف ولك ان تقول ان"الامام"معرف باللام وضمير"يتبعه"راجع اليه والمعرفة اذا اعيدت معرفة كان المراد عين الاول غالبا، فالمعنی اذا لم يصل الفرض مع هذاالامام فله ان يتبعه فی الوتر ای لايجب لاتباعه فی الوتر ان يكون اتبع هذا الامام بعينه فی الفرض،

متعلق ہے اس شخص کے بارے میں جس نے اس امام کے ساتھ فرض نہ پڑھے ہوں، اسی تصحیح پر صغیر وکبیر شرحوں کی تفریع مرتب ہے کہ کوئی شخص امام کے فرض سے فارغ ہونے کے بعد مسجد میں آیا الخ لہذا شرح صغیر کی عبارت سے جو وہم پیدا ہوا وہ اس اختصار کی وجہ سے پیدا ہوا، کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ انہوں نے تفریع بیان کرتے ہوئے صرف اتنا کہا کہ وہ فرض پڑھنے کے بعد امام کے ساتھ تراویح میں شامل ہوجائے، اور شرح کبیر میں بھی اتنا ہی ذکر ہے، اور اس کے قول "ان سب صورتوں میں" وہ صورت بھی شامل ہوتی جس کا وہم ہوا ہے تو پھر تفریع میں، تراویح میں شامل ہونے کے ساتھ وتر میں شامل ہونے کو بھی ذکر کرتے، الحاصل ائمہ کرام کی تصحیحات سے صرف وہی بات معلوم ہوتی ہے جو کہ شرح کبیر میں ہے حالانکہ وہم شدہ کی اس میں کوئی تصحیح یا ترجیح نظر نہیں آتی۔ لہذا شرح کبیر کی عبارت منیۃ الفقہاء کی تصریح عبارت کے معارض نہیں ہوسکتی جبکہ اس منیہ میں جزمی حکم ہے اور اس میں کسی اختلاف کا اس بارے میں کوئی ذکر نہیں ہے، تجھے غور وفکر میں انصاف چاہئے، اور تو یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ شرح صغیر کی عبارت میں لفظ 'الامام' معروف بالام ہے اور لفظ یتبعہ، میں ضمیر کا مرجع وہی امام ہے، اور اکثر طور پر معرفہ کو جب دوبارہ معرفہ ذکر کیا جائے تو وہی ایک مراد ہوتا ہے، تو اس قاعدہ کے مطابق معنی یہ ہوگا کہ جب اس خاص امام کے ساتھ وتر باجماعت پڑھ سکتا ہے یعنی کسی امام کے

وهذا صحيح لاشك ويؤيد هذا الفهم ان القهستانی لما قال اذا لم یصل الفرض معه لایتبعه فی الوتر[1] احتاج الشامی الی ابانة مراده وان المقصود مع امام ما، لامع خصوص هذا الامام، ان جادل مجادل فنقول الشرح الصغير مطالب بتصحيح نقل هذا التصحيح الذی لایعلم له اثراصلا فی کتاب قبله حتی فی الکبیر الذی کان اصله، والله الموفق۔ فقد تحرربما تقرر، ان جماعة الوتر تبع لجماعة الفرض فی حق ك احد من المصلين، والجماعة التراويح فی الجملة لافی حق کل، ولرمضان بمعنی انها تکره فی غيره لوعلی سبيل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد[2] کمافی الدرعن الدرر	ساتھ وترپڑھنے کے لئے ضروری نہیں ہے کہ فرض بھی اسی کے ساتھ باجماعت پڑھے ہوں، اور یہ مفہوم بلاشک وشبہ صحیح ہے، اس مفہوم کی تائید قہستانی کے اس قول سے ہوتی ہے جس کی مراد کو علامہ شامی نے واضح کیاہے، وہ یہ کہ جب قہستانی نے کہاجب امام کے ساتھ فرض نہ پڑھے ہوں تو وتر اس کے ساتھ نہ پڑھے اس پر علامہ شامی نے مراد کوواضح کرتے ہوئے کہاکہ اس امام سے مراد کوئی امام ہے یعنی اگر کسی بھی امام کے ساتھ فرض نہ پڑھے توپھر وتر بھی جماعت سے نہ پڑھے، اگر کوئی اس وہم پر بحث کااصرار کرتاہے تواس کو یہ کہہ دیاجائے کہ صغیر کااصل ہے، واللہ الموفق، پس اس تقریر سے یہ بات صاف ہوگئی کہ وتر کی جماعت فرض کی جماعت کے تابع ہے تمام نمازیوں کے لئے اور وتر کی جماعت، تراویح کی جماعت کے تابع ہے کچھ نمازیوں کے لئے (یعنی بعض حضرات نے بھی تراویح باجماعت پڑھ لیں تو دوسروں کوتر کی جماعت میں شرکت جائزہے) اور وتر کی جماعت رمضان کے بھی تابع ہے لیکن اس معنی میں کہ غیررمضان میں یہ جماعت مکروہ ہے، جب یہ غیررمضان میں وترکی جماعت میں یہ جماعت کروہ ہے، جب یہ غیررمضان میں وتر کی جماعت بطوردعوت واہتمام ہو یعنی چارافراد ایک امام کی اقتداء کریں تومکروہ ہے

---

[1] جامع الرموز باب الوتروالنوافل مطبوعہ گنبدایران تہران ۱/ ۲۱۶

[2] درمختار باب الوتروالنوافل مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹

حتی جاز اقتداء ثلثۃ بامام بلاکراھۃ فی الاصح[1] کما فی حاشیۃ العلامۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نورالایضاح للعلامۃ الشرنبلالی رحمۃ اللہ تعالٰی علی العلماء جمیعا، اتقن ھذا فلعلک لاتجد ھذا التحریر فی غیرھذا التقریر وماتوفیقی الابالعلیم الخبیر واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔	جیساکہ درمختار میں درر سے منقول ہے، حتی کہ اگر تین آدمی وتر کی جماعت میں ایک امام کی اقتداء کریں تو یہ اصح قول کے مطابق بلاکراہت جائز ہے، جیساکہ علامہ طحطاوی نے مراقی الفلاح شرح نورالایضاح کے حاشیہ میں ذکرکیاہے۔ نورالایضاح علامہ شرنبلالی کی کتاب ہے۔ اللہ تعالٰی تمام علماء پررحمت فرمائے۔ اس تحریر کو مضبوط کر، ہوسکتاہے کہ تجھے دوسری جگہ یہ مفصل بحث نہ ملے وماتوفیقی الاباللہ العلیم الخبیر واللہ تعالٰی سبحٰنہ اعلم وعلمہ جل مجدہ، اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۱۱۱: دورکعت تراویح کی نیت کی قعدہ اولٰی بھول گیا تین پڑھ کر بیٹھا اور سجدہ کیاتو نماز ہوئی یانہیں اور ان رکعتوں میں جو قرآن شریف پڑھااس کااعادہ ہو یانہیں اور چارپڑھ لیں تو یہ چاروں تراویح ہوئیں یانہیں؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

صورت اولٰی میں مذہب اصح پر نماز نہ ہوئی اور قرآن عظیم جس قدر اس میں پڑھاگیااعادہ کیاجائے،

فی ردالمحتار لوتطوع بثلاث بقعدۃ واحدۃ کان ینبغی الجواز اعتبارا بصلٰوۃ المغرب، لکن الاصح عدمہ لانہ قدفسدما اتصلت بہ القعدۃ وھو الرکعۃ الاخیرۃ، لان التنفل بالرکعۃ الواحدۃ غیرمشروع فیفسد ماقبلہا[2]۔	ردالمحتار میں ہے کہ اگر کسی نے تین نفل ایک قعدہ کے ساتھ پڑھے مغرب کی نماز پر قیاس کرتے ہوئے جائز ہونا چاہئے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ نفل جائز نہیں کیونکہ اس کی آخری رکعت جس کے بعد قعدہ کیاہے وہ فاسد ہے کیونکہ وہ دو پر زائد ایک رکعت نفل رہ گئی جبکہ ایک رکعت نفل جائز نہیں لہٰذا اس آخری رکعت کے فساد سے پہلی دورکعت بھی فاسد ہوجائیں گی۔ (ت)

اور چارپڑھ لیں اور قعدہ اولٰی نہ کیاتومذہب مفتی بہ پر یہ چاروں دوہی رکعت کے قائمقام گنی جائیں گی باقی اورپڑھ لے

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الوتر مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۱۱

[2] ردالمحتار، باب الوتروالنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۲/ ۲

کما صرح بہ فی ردالمحتار عن النھر الفائق الزاھدی (جیسا کہ ردالمحتار میں نہرالفائق اس نے زاہدی سے وضاحت کردی گئی ہے۔ ت) اور دونوں قعدے کے تو قطعاً چاروں رکعتیں ہو گئیں۔

ولا کراھة ایضا کما یفیدہ التعلیل المذکور فی ردالمحتار نعم الافضل مثنی مثنی کما لایخفی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	چار رکعت نفل دو قعدوں اور ایک سلام سے جائز ہیں اور کوئی کراہت نہیں ہے جیسا کہ ردالمحتار کی بیان کردہ علت سے حاصل ہے تاہم نفل دو دو پڑھنا افضل ہے جیسا کہ واضح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۱۲: ازجوالاپور ضلع سہارن پور مرسلہ سید یاد علی صاحب ۱۹ شوال ۱۳۰۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام جماعت تراویح میں مشغول ہے اب چند آدمی آئے وہ فرض جماعت سے پڑھیں تو کوئی حرج ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

صحیح یہ ہے کہ کوئی حرج نہیں:

ولو فی مسجد محلة حیث لم یکرر والاذان وعدلوا عن المحراب کماھو معلوم جمشاھد۔	اگرچہ محلّہ کی مسجد ہی میں جبکہ دوبارہ اذان نہ دیں اور محراب سے ہٹ کر جماعت کرائیں جیسا کہ معلوم و معروف ہے۔ (ت)

طحطاویہ میں ہے:

اذا کررت بغیر اذان فلا کرھة مطلقا وعلیه المسلمون۔[1]	جب تو جماعت کا تکرار اذان کے بغیر کرے تو کوئی کراہت نہیں ہے، مسلمانوں کا یہی عمل ہے۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

عن ابی یوسف اذا لم یکن علی الھیئة الاولی لایکرہ والایکرہ وھوالصحیح وبالعدول عن المحراب تختلف الھیئاة کذا فی فتاوی البزازیة[2]۔	امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ جب دوسری جماعت پہلی جماعت کی طرز پر نہ ہو تو مکروہ نہیں ورنہ مکروہ ہے، یہی صحیح ہے، اور محراب سے ہٹ کر کرنے سے پہلی جماعت کی طرز بدل جاتی ہے۔ فتاوٰی بزازیہ میں ایسے ہی ہے (ت)

مگر جہاں تک ممکن ہو جماعت تراویح سے دور جماعت کریں اور ان کا امام ضرورت سے زیادہ آواز بلند نہ کرے تاکہ تخلیط و تلبیس سے ایمن رہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب الامامۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۴۰

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی احکام المسجد مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۱۵

انہار الانوار من یم صلٰوۃ الاسرار ۱۳۰۵ھ

(صلٰوۃ الاسرار کے پانی سے انوار کی نہریں)

(نماز غوثیہ کے ثبوت میں تحقیق رضوی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۱۱۳: از دہلی کھڑکی فراش خانہ مسجد حضرت حافظ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ، مرسلہ جناب مستطاب مولانا مولوی حافظ شاہ سراج الحق محمد عمر صاحب قادری اواخر ربیع الاول شریف ۱۳۰۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صلٰوۃ الاسرار یعنی نماز غوثیہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی اور شرع میں جائز ہے یانہیں؟ زید اس کی روایت کو بے اصل اور اسے بہجۃ الاسرار میں کسی فاسق بدعتی کاالحاق بتاتا اور تصانیف شیخ اکبر وامام شعرانی کی نظیر دیتاہے کہ ان میں الحاق ہوئے۔ اور کہتاہے کہ نماز فرض کے بعد قبلے سے انحراف اور کسی مزار وولی کی تعیین سمت او بہیأت نماز یا تعظیم اس طرف چلنا تذلل وخشوع تمام کرنا ہر گز درست نہیں اور کہتاہے کہ آنجناب یعنی حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کوکتاب وسنت وسیرتِ صحابہ کے اتباع اور احکام شرع پر قیام او محدثات سے اجتناب تام اور طاعات میں اخلاص اور ہر حال میں خدا پر توکل واعتماد میں استقامت کاملہ تھی وہ ان امور کے خلاف کیونکر فرماتے کہ بعد نماز مغرب عراق کی طرف بتعظیم تمام لو اوع دل سے متوجہ ہو کر میرا نام لے کر حاجت چاہو، یہ فعل کتاب وسنت وطریقہ خلفائے راشدین کے خلاف ہے اور سیرت وعمل صحابہ کے موافق نہیں اور تابعین وتبع تابعین ودیگر اسلاف کرام وائمہ عظام سے اس کا مثل منقول نہیں، عوام کہ اسے عمل مشائخ کہتے ہیں قابل التفات نہیں مشائخ میں جو اہل علم فقہاء وائمہ ہوئے کسی نے اس کے مثل تصریح نہ کی اور قول وفعل بعض غیر موثوق پر عمل نہ چاہئے بلکہ سواد اعظم کا اتباع

چاہئے، صحابہ محبت و تعظیم آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ہم سب سے زیادہ اور ثواب و حسنات پر بہت حریص تھے اگر یہ عمل موجب ثواب وقربت الی اللہ ہوتا تو سلف کرام بلکہ خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ مدینہ منورہ کی طرف کرتے، آیا یہ کلام اس کا غلط ہے یا صحیح؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله على حسن بلائه، ملأ ارضه وملأ سمائه، و الشكر للمصطفٰى على نعمائه، شكرا يوافی حسن الائه، ويكافئ عنامزيد عطائه، صلى الله تعالٰى عليه وعلى ابنائه، وازواجه واصحابه واحبائه و وارث علمه ومجده و سنائه ووارث علمه ومجده وسنائه، غوثنا الاعظم رافع لوائه، ومشايخنا الكرام وسائر اوليائه، صلوٰة تكشف لنا الاسرار، ونصرف عنا اذى الاشرار، وتكون عدة ليوم لقائه، واشهد ان لااله الا الله وحده لاشريك له شهادة موجبة لرضائه، واشهد ان محمدا عبده ورسوله الصادع بالحق بعد خفائه، صلى الله تعالٰى وسلم عليه، وعلى كل عبد مرضى لديه، صلوٰة تأتی على قدر كبريائه، وسلام بدوامه و	سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اس کے اچھے امتحان پر، زمین وآسمان کو عجائبات سے بھرنے اور اپنی قدرت وقضاء میں جسے چاہے بھرنے پر اور شکر مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے ان کے انعامات پر، ایسا شکر جو ان کی بہترین نعمتوں کو پورا ہو اور ان کی مزید عطاؤں کو ہماری طرف سے کفایت کرے، اللہ تعالٰی ان پر اور ان کے صاحبزادوں اور ازواج اور اصحاب اور آپ کے علم، بزرگی اور بلندی کے وارث ہمارے غوث اعظم پر جو آپ کے جھنڈے کو بلند کرنے والے ہیں اور تمام اولیاء پر، رحمت نازل فرمائے، ایسی رحمت جو ہمارے لئے اسرار کو کھول دے اور شریر لوگوں کی اذیت کو ہم سے پھیر دے، اور اللہ تعالٰی کے ہاں حاضری کی اذیت کو ہم سے پھیر دے، اور اللہ تعالٰی کے ہاں حاضری کے دن کے لئے ذخیرہ بنے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالٰی وحدہ، لاشریک ہے ایسی گواہی جو اس کی رضا کی موجب ہو، اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں جو حق کو خفا سے ظاہر کرنے والے ہیں صلی اللہ تعالٰی وسلم آپ پر اور اس کے دربار میں تمام پسندیدہ بندوں پر، وہ صلوٰۃ جو اس کی کبریائی کے شایان شان ہو اور وہ سلام جو اس کی بقاء اور

بقائه، اٰمین اٰمین، الٰه الحق امین یاراحم العبد وسامع دعائه، قال العبید الذلیل، للمولی الجلیل، ابومحمد النسی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی، لطف به الله فی شدته ورخائه، مستعینا بالله فی دفع الارتیاب، ورفع الحجاب، عن وجهه الصواب، مسمیا للجواب، بعلم یُعلم عام املائه، "انهار الانوار من یم صلٰوۃ الاسرار" (۱۳۰۵ھ)، جعلها الله ذخیرۃ لدیه، و ذریعة الیه، یوم تشرق الارض بنورربها و جمیل ضیائه، اٰمین، والحمدلله رب العٰلمین، اللهم هدایة الحق و الصواب۔	دوام تک دائم ہو، آمین آمین اے الٰہ برحق آمین، بندے پر رحم کرنے اور اس کی دعا کو سننے والے، اپنے جلیل القدر آقا کے سامنے حقیر اور ناتواں بندہ ابومحمد عبدالمصطفٰی احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی (اللہ تعالٰی اس کی شدت وسہولت میں لطف ومہربانی فرمائے) نے اللہ تعالٰی سے امداد چاہتے ہوئے اور حق وصواب کے چہرے سے پردہ اٹھاتے اور شک کو دور کرتے ہوئے جواب کا ایسا نام جو اس کی تحریر کے سال کو ظاہر کرے "انہار الانوار من یم صلٰوۃ الاصرار" رکھتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالٰی اس کو ذخیرہ اور ذریعہ اپنے دربار میں بنائے جس دن زمین اپنے رب کے نور سے چمک جائے۔ اور خوب روشن ہوجائے، آمین، الحمدللہ رب العالمین، اے اللہ حق وصواب کی رہنمائی فرما۔ (ت)

فی الواقع یہ مبارک نماز حضرات عالیہ مشائخ کرام قدست اسرارہم العزیزہ کی معمولی اور قضائے حاجات وحصول مرادات کے لئے عمدہ طریق مرضی ومقبول اور حضور پرنور غوث الکونین غیاث الثقلین صلوات اللہ وسلامہ علٰی جدہ الکریم وعلیہ سے مروی ومنقول، اجلہ علماء واکابر برکملا اپنی تصانیف علیہ میں اسے روایت کرتے اور مقبول ومقرر ومسلم معتبر رکھتے آئے، امام اجل ہمام ابجل سیدی ابوالحسن نورالدین علی بن جریر لخمی شطنوفی قدس اللہ سرہ العزیز بسند خود بہجۃ الاسرار شریف میں اور شیخ شیوخ علماء الہند شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی نوراللہ مرقدہ زبدۃ الآثار لطیف میں اور دیگر علمائے کرام وکملائے عظام رحمہم اللہ تعالٰی اپنے اپنے اسفار منیف میں اس جناب ملائک رکاب، علیہ رضوان العزیز الوہاب، سے راوی وناقل کہ ارشاد فرمایا:

من صلی رکعتین (زید فی روایة) بعد المغرب (وزادا) یقرأ فی کل رکعة بعد الفاتحة سورة الاخلاص احدی عشرة مرة ثم اتفقوا فی المعنی واللفظ للامام ابی الحسن	جو بعد مغرب دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورہ اخلاص یازدہ بار پھر بعد سلام، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر صلٰوۃ وسلام عرض کرے پھر عراق شریف کی طرف گیارہ قدم چلے اور میرا نام یاد اور اپنی حاجت

قال ثم یصلی علی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم بعد السلام ویسلم علیه ویذکرنی ثم یخطوا الی جهة العراق احدی عشرة خطوة ویذکر اسمی ویذکر حاجته فانها تقضی (زاد الشیخ) بفضل الله وکرمه (وقال اٰخر) قضی الله تعالٰی حاجته[1]۔	ذکر کرے اللہ تعالٰی کے فضل و کرم سے اس کی مراد پوری ہو، اس عبارت میں "مغرب کے بعد" ایک روایت میں زائد ہے اور صاحب بہجۃ الاسرار اور صاحب زبدۃ الآثار نے "ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص گیارہ مرتبہ" زائد ذکر کیا، پھر شیخ عبدالحق نے، بفضل الله وکرمه، کو بھی اور دوسرے نے صرف "قضی الله تعالٰی حاجته" ذکر کیا۔ (ت)

اسی طرح امام جلیل علامہ نبیل امام [۳] عبداللہ یافعی مکی طیب اللہ ثراہ صاحب خلاصۃ المفاخر فی اختصار مناقب الشیخ عبدالقادر نے روایت کی، یونہی فاضل کامل مولانا علی قاری ہروی نزیل مکہ معظّمہ صاحب شروع فقہ اکبر و مشکوٰۃ اکرم اللہ نزلہ، نے [۴] نزہۃ الخاطر میں ذکر فرمایا زبدہ مبارکہ میں اپنے شیخ واستاذ احسن اللہ مثواہ کا اس نماز کی اجازت دینا اور اپنا اجازت لینا بیان کیا اور حضرت شیخ محقق تغمدہ اللہ برحمتہ سے اس نماز مبارک میں خاص ایک رسالہ نفیس عــہ۱ عجالہ [۵] ہے اس سے ثابت کہ حضرت وَرِع سراپا سعادت حامل شریعت کامل طریقت سیّدی عبدالوہاب متقی مکی برداللہ مضجعہ نے کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار کو معتمد و معتبر اور اس مبارک روایت کو مسلم و مقرر فرمایا اور مولٰینا شیخ [۶] وجیہ الدین علوی احمد آبادی علیہ رحمۃ الرؤف الہادی کہ سال وفات عــہ۲ امام اجل علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی میں متولد ہوئے، حضرت شیخ غوث گوالیاری علیہ رحمۃ الملک الباری کے مرید سعید اور حضرت شیخ محقق کے استاد مجید اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے شیخ سلسلہ اور صاحب مقامات رفیعہ و تصانیف کثیرہ بدیعہ ہیں، بیضاوی وہدایہ و تلویح وشرح وقایہ و مطول و مختصر و

عــہ۱: نقلها برمتها مولٰینا سراج الحق محمد عمر القادری حفظه الله تعالٰی ابن الفاضل الجلیل مولانا فرید الدین الدهلوی رحمه الله تعالٰی فی کتابه ریاض الانوار من شاء فلیرجع الیها ۱۲منه	یہ تمام مولانا سراج الحق محمد عمر قادری ابن فاضل جلیل مولانا فرید الدین دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی نے اپنی کتاب "ریاض الانوار" میں نقل کیا ہے جو چاہے اسے دیکھے ۱۲ (ت)
عــہ۲: یعنی ۹۱۱ھ ووفاته لسلخ صفر ۹۹۸ھ ۱۲منه	یعنی ۹۱۱ھ اور ان کی وفات ماہ صفر کے آخر ۹۹۸ھ۔ (ت)

---

[1] بہجۃ الاسرار فضل اصحابہ وبشراہم مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ص ۱۰۲

شروح عقائد مواقف وغیرہا پر حواشی مفیدہ رکھتے ہیں اور کبرائے منکرین نے بھی اپنے رسائل میں اُن سے استناد کیا نہایت شدومد سے اس نمازِ مبارک کی اجازت دیتے اور اس پر بتاکید تحریص وترغیب فرماتے، یونہی شیخ نے [۷]اخبار الاخیار شریف اور مولٰینا ابوالمعالی محمد مسلمی عالمہ اللہ تعالٰی بلطفہ نے جنہیں رسالہ مذکورہ شیخ محقق میں علمائے سلسلہ علیہ سے شمار کیا[۸] تحفہ شریفہ ار حضرت سیدنا ومولٰینا اسد الواصلین جبل العلم والیقین حضرت سید شاہ حمزہ عینی قادری فاطمی حسینی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے [۹]کاشف الاستار شریف میں اسے نقل وارشاد فرمایا اور امام یافعی **بل اللہ تربتہ** (اللہ تعالٰی ان کی قبر کو ٹھنڈا رکھے۔ت) تصریح فرماتے ہیں کہ حضور پرنور غوث اعظم صلی اللہ تعالٰی علٰی جدہ الاکرم وعلیہ وسلم کے اصحاب کرام **عطر اللہ ضرائحھم القادسۃ** (اللہ تعالٰی ان کی قبروں کو معطر فرمائے۔ت) اس نماز کو عمل میں لاتے اور زبدۃ الآثار میں اولیائے طریقہ علیہ عالیہ **روحت ارواحھم** (ان کی روحیں معطر ہوں۔ت) کے آداب میں فرمایا: **وملازمتہ صلٰوۃ الاسرار التی بعدھا التخطی احدی عشرۃ خطوۃ**[1] یعنی اس خاندان پاک کے آداب سے ہے صلٰوۃ الاسرار کی مداومت کرنی جس کے بعد گیارہ رہ قدم چلنا ہے۔ بااینہمہ اس کا اعمال مشائخ کرام سے ہونا نہ ماننا آفتاب روشن کا انکار کرنا ہے اور خود کون سی راہ ہے کہ ان ائمہ واکابر کو خواہی نخواہی جھٹلائیے اور عیاذ باللہ بدعتی وناحق کوش ٹھہرائیے، پھر یہ مقبولان خدا صرف اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ اسے خاص حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد بتاتے ہیں اور حضور کے ارشاد واجب الانقیاد پر رَدّ وایراد اگر انجانی سے نہ ہو تو معاذ اللہ وہ آتش سوزاں وبلائے بے درماں وقہر بے اماں ہے جس کا مزہ اس دار الغرور والا قتباس میں نہ کھلا تو کل کیا دور ہے۔ "**اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ ﴿۸۱﴾**"[2] (بیشک ان کا وعدہ صبح کا وقت ہے کیا صبح قریب نہیں۔ت) حضور خود ارشاد فرماتے ہیں:

تکذیبکم لی سم قاتل لادیانکم وسبب لذھاب دنیاکم واخراکم۔	میرے ارشاد کو خلاف بتانا تمہارے دین کے لئے زہر قاتل اور تمہاری دنیاوعقبٰی دونوں کی بربادی ہے۔والعیاذباللہ تعالٰی۔

اور ان اکابران ملت وعلمائے اُمت کو نقل وروایت میں بھی غیر موثوق جاننا اسی دار الفتن ہندوستان میں آسان ہے جہاں نہ کسی منہ کو لگام، نہ کسی زبان کی روک تھام۔ یہ امام ابوالحسن نورالدین علی شطنوفی قدس سرہ،

---

[1] بحوالہ زبدۃ الاسرار خاتمۃ الکتاب مطبوعہ مطبع بکسلنگ کمپنی دہلی ص ۱۲۶

[2] القرآن ۱۱/ ۸۱

کہ بہجۃ الاسرار شریف کے مصنف اور بر طرز حدیث بسند متصل اس روایت جلیلہ کے پہلے مخرّج ہیں اجلّہ علماء وائمہ وقرأت و اکابر اولیاء وسادات طریقت سے ہیں امام اجل شمس الدین ابن الجزری رحمہ اللہ تعالٰی کہ اجلہ محدثین وعلمائے قرائت سے ہیں جن کی حصن حصین مشہور ومعروف دیار وامصار ہے اس جناب کے سلسلہ تلامذہ میں ہیں انہوں نے یہ کتاب بہجۃ الاسرار شریف اپنے شیخ سے پڑھی اور اس کی سند واجازت حاصل کی اپنے رسالہ "طبقات القراء میں فرماتے ہیں:

انی قرأت ھذاالکتاب اعنی بھجۃ الاسرار بمصر وکان فی خزانۃ سلطان المصر، علی الشیخ عبدالقادر وکان من اجلۃ مشایخ مصر، فاجازنی روایتہ[1] الخ	یعنی میں نے یہ کتاب بہجۃ الاسرار مصر میں خزانہ شاہی سے حاصل کرکے شیخ عبدالقادر سے کہ اکابر مشائخ مصر سے تھے پڑھی اور انہوں نے مجھے اس کی روایت کی اجازت دی الخ۔

امام شمس الدین ذہبی مصنف میزان الاعتدال کہ علم حدیث ونقد رجال میں اُن کی جلالت شان عالم آشکار، اس جناب کے معاصر تھے اور باآنکہ حضرات صوفیہ کرام کے ساتھ اُن کی روش معلوم ہے **سامحنا اللہ تعالٰی وایاہ** (ہم پر اور ان پر اللہ تعالٰی نرمی فرمائے۔ت) امام ابوالحسن ممدوح کی ملاقات کو اُن کی مجلس تدریس میں گئے اور اپنی کتاب طبقات المقرئین میں اُن کی مدح وستائش سے رطب اللساں ہوئے فرماتے ہیں:

علی بن جریر الخمی الشطنوفی الامام عـــہ الاوحد نورالدین شیخ القراء بالدیار المصریۃ ابوالحسن اصلہ من الشام ولد بالقاھرۃ سنۃ اربع واربعین وستمائۃ وتصدر للاقراء بجامع الازھر وغیرہ تکاثر علیہ الطلبۃ وحضرت مجلس اقراہ فاعجبتی سمتہ وسکوتہ وکان ذاعزام	یعنی علی بن جریر لخمی شطنوفی امام یکتا ہیں نورالدین لقب ابوالحسن کنیت بلاد مصر میں علمائے قرأت کے استاد ہیں اصل ان کی شام سے ہے ۶۴۴ھ میں قاہرہ مصر میں پیدا ہوئے اور جامع ازہر وغیرہ میں مسند اقراء پر صدر نشینی کی بکثرت طلبہ ان کے پاس جمع ہوئے میں اُن کی مجلس درس میں حاضر ہوا ان کی نیک روش وکم سخنی مجھے پسند آئی حضور شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ

عـــہ: بعینہٖ اسی طرح امام اجل جلال الملۃ والدین سیوطی نے حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرۃ میں اس جناب کو الامام الاوحد لکھا یعنی بے مثل امام ۱۲منہ غفرلہ (م)

---

[1] رسالہ طبقات القراء

بالشیخ عبدالقادر الجیلی رضی اللہ تعالٰی عنہ وجمع اخبارہ ومناقبہ فی نحو ثلث مجلدات[1] اھ ملخصا	تعالٰی عنہ کے شیدائی تھے انہوں نے حضور کے فضائل تین۳ مجلد کے قریب میں جمع کئے ہیں۔

پرظاہر کہ امام ذہبی رحمہ اللہ تعالٰی کے مثل سے یہ کلمات جلیلہ اس جناب کی کمال وثاقت وعدالت ووفورِ علم وجلالت پر شاہد عدل ودلیل فصل ہیں اور خود امام اوحد یعنی بے مثل امام یکتا، کالفظ اجل واعظم تمام فضائل ومناقب جلیلہ کا یکتا جامع اکمل واتم ہے وہ جناب سند عالی رکھتے اور زمانہ اقدس حضور پرنور غوث الثقلین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نہایت قریب ہیں انہیں حضور اقدس تک صرف دو۲ واسطے ہیں قاضی القضاۃ امام اجل حضرت سیدنا ابو صالح نصر قدس سرہ، کے اصحاب سے ہیں اور وہ اپنے والد ماجد حضرت سیدنا ابو بکر تاج الملۃ والدین عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالٰی اور وہ اپنے والد ماجد حضور پرنور سید السادات غوث الافراد قطب الارشاد غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے خلیفہ ومرید وصاحب ومستفید ہیں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔ شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی زبدۃ الآثار شریف میں فرماتے ہیں یہ کتاب بہجۃ الاسرار کتاب عظیم وشریف ومشہور ہے اور اس کے مصنف علمائے قرأت سے عالم معروف ومشہور اور ان کے احوال شریفہ کتابوں میں مذکور ومسطور، پھر ذہبی وابن الجزری کے وہ اقوال نقل فرمائے اور رسالہ مذکورہ شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ میں اسی نماز مبارک کے بارے میں مرقوم:

اقوی دلائل واوضح مسائل درین باب کتاب عزیز بہجۃ الاسرار معدن الانوار کہ معتبر ومقرر ومشہور ومذکور ست ومصنف ایں کتاب از مشاہیر مشائخ وعلماست میانِ وے وحضرت شیخ یعنی حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ دو واسطہ است ومقدم است برامام عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ کہ ایشان نیز از منتسبان سلسلہ شریفہ ومحبان جناب غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ[2]۔ (ملتقطا)	اس باب میں اقوی دلیل "بہجۃ الاسرار" معدن الانوار ہے جو کہ معتبر اور مشہور ہے، اس کتاب کے مصنف اور حضرت شیخ یعنی غوث اعظم کے درمیان صرف دو واسطے ہیں اور یہ امام یافعی سے مقدم ہیں کہ جبکہ امام یافعی خود سلسلہ قادریہ سے متعلق ہیں اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عقیدت رکھتے ہیں (ت)

ہیں، امام یافعی وعلامہ علی قاری وحضرت شیخ محقق دہلوی وغیرہم اکابر کی امامت وجلالت ووثاقت عدالت سے کون آگاہ نہیں۔

---

[1] طبقات المقرئین

[2] رسالہ متعلق بصلٰوۃ الاسرار لعبدالحق المحدث الدہلوی

؎ وکیف یصح فی الاعیان شیئ اذا احتاج النہار الی دلیل

(جب روز روشن دلیل کا محتاج ہو جائے تو پھر کسی چیز کا وجود کیسے ثابت ہو سکتا ہے)

بالجملہ ایسے اکابر کی روایات معتمدہ کو بے وجہ وجیہ، رَد کردینا یا سخت جہالت ہے یا خبث وضلالت والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی اور بے دلیل دعوی الحاق محض مردود، ورنہ تصانیف ائمہ سے امان اُٹھ جائے اور نظام شریعت درہم وبرہم نظر آئے جو سند پیش کیجئے مخالف کہہ دے یہ الحاقی ہے، چلئے تمسک واستناد کا دروازہ ہی بند ہوگیا" ہیہات "کیا بزور زبان کچھ کہہ دینا، قابل قبول ہوسکتا ہے، حاشا وکلا ادعائے بے دلیل مطرود وذلیل، ہاں ہم کو مسلم کہ بعض کتابوں میں بعض الحاق بھی ہوئے مگر اس سے ہر کتاب کی ہر عبارت تو مطروح یا مشکوک نہیں ہوسکتی کسی خاص عبارت کی نسبت یہ دعوی زنہار مسموع نہیں جب تک بوجہ وجیہ اس میں الحاق ثابت نہ کردیں جس کے لئے امثال مقام عـــہ میں صرف دو۲ طریقے متصور، ایک تو یہ کہ اس کتاب کے صحیح، معتمد، عمدہ، قدیم نسخے اس عبارت سے خالی ملیں یا خاص مصنف کا اصل مسودہ پیش کیا جائے جس میں اس عبارت کا نشان نہ ہو، حضرت

عـــہ: اشارۃ الی انہ قد یعلم ذلك بالرجوع الی المتکلم وانکارہ عند من لایتھمہ، ویعرف تارۃ باعتراف المفتری کما وقع بعض الوضاعین، ویقبل اخری اذا نص علی ذلك من یرجع الیہ لعظمہ وفضلہ، ولاینکر علیہ لثقتہ وعدلہ وکذلك یحکم بہ اذا لم یأت ذلك الامن طریق من عرف بالکذب کقول المحدثین ان ھذا موضوع ای فی سندہ وضاع او کذاب وھذا انما یعطی عدم الجزم لاالجزم بالعدم الا اذا ضم الیہ دلیل اٰخر فالکذوب قد یصدق واللہ تعالٰی اعلم ۱۲منہ

یہ اس طرف اشارہ ہے کہ الحاق کبھی خود متکلم کی طرف رجوع کرنے پر اور اس کا ایسا شخص کے سامنے الحاقی عبارت سے انکار کرنا، جس کو کذب سے متہم نہیں کیا جاسکتا اور کبھی خود افتراء کرنے والے کے اعتراف سے معلوم ہوتا ہے جیسا کہ بعض ایسے لوگوں سے اعتراف واقع ہوا ہے اور کبھی ایسی منظّم اور افضل شخصیت جس کے تقوی اور عدل کی بناپر اس کی بات کا انکار نہیں کیا جاسکتا، کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے اور کبھی الحاق کا حکم تب کیا جاتا ہے جب کہ اس بات کو صرف جھوٹ بولنے میں مشہور شخص ہی بیان کرے جیسا کہ محدثین کہہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے کیونکہ اس کی سند میں من گھڑت اور کذاب راوی ہے، یہ آخری وجہ صرف عدم جزم کا فائدہ دیتی ہے اور جزم بالعدم کا نہیں کیونکہ جھوٹا بھی کچھ سچ بول دیتا ہے ہاں اگر کوئی اور دلیل بتائے کہ یہ جھوٹ ہے تو پھر جزم بالعدم کا فائدہ ہوسکتا ہے واللہ تعالٰی اعلم ۱۲۔منہ (ت)

جناب شیخ اکبر وامام شعرانی قدس سرہما کی تصانیف میں الحاق یونہی ثابت ہوا، امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لواقح الانوار میں فرماتے ہیں:

قدم علینا الاخ العالم الشریف شمس الدین السید محمد ابن السید ابی الطیب المدنی المتوفی ۹۵۵ھ خمس وخمسین و تسعمائة فذاکرته فی ذلك فاخرج الی نسخة من الفتوحات التی قابلها علی النسخة التی علیها خط شیخ محی الدین نفسه بقونیة فلم ارفیها شیئا مما توقفت فیه وحذفته فعلمت ان النسخ التی فی مصر ان کلها کتبت من النسخة التی دسوا علی الشیخ فیها مایخالف عقائد اھل السنة والجماعة کماوقع له ذلك فی کتاب الفصوص وغیرہ[1] الخ	یعنی ہمارے دوست عالم شریف سید شمس الدین محمد بن سید ابوالطیب مدنی جن کی وفات ۹۵۵ھ میں ہوئی ہمارے یہاں آئے میں نے فتوحات شیخ اکبر قدس سرہ، کا تذکرہ کیا انہوں نے ایک نسخہ فتوحات نکالا جسے انہوں نے اس نسخے سے مقابلہ کیا تھا جو شہر قونیہ میں کہ شیخ اکبر قدس سرہ، کا وطن ہے خاص شیخ قدس سرہ، کے دستخط شریف سے مزیّن ہے اس نسخے میں میں نے کہیں ان عبارتوں کا نشان نہ پایا جن میں مجھے تردّد تھا اور میں نے فتوحات کے انتخاب میں قلم انداز کردی تھیں تو مجھے یقین ہوا کہ اب جس قدر نسخے مصر میں ہیں سب اسی نسخے سے نقل ہوئے ہیں جس میں لوگوں نے عقائد اہلسنت وجماعت کے خلاف عبارتیں شیخ پر افترا کرکے ملادی ہیں جیسا کہ ان کی فصوص وغیرہ کے ساتھ بھی یہی واقع ہوا۔ الخ

اس کے بعد امام شعرانی نے دو تحریریں نقل فرمائیں جو عالم ممدوح سید شریف مدنی مرحوم نے نسخہ مذکورہ قونیہ پر خود حضرت شیخ ودیگر عمائد رحمہم اللہ تعالٰی کے دستخطوں سے لکھی دیکھیں اور بیان کیا کہ یہ نسخہ خود حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ تعالٰی کا وقف فرمایا ہوا ہے شیخ نے اپنی علامت وقف یوں تحریر فرمائی ہے:

وقف محمد بن علی بن عربی الطائی ھذاالکتاب علی جمیع المسلمین[2]۔	یہ کتاب محمد بن علی بن عربی طائی نے تمام مسلمانوں پر وقف کی۔

اور اس کے آخر میں قلم شیخ رحمہ اللہ تعالٰی سے یہ تحریر ہے:

قدتم ھذا الکتاب علی ید منشئه وھو	یہ کتاب بقلم مصنف تمام ہوئی اور یہ میرے

---

[1] کشف الظنون بحوالہ لواقح الانوار القدسیہ من الفتوحات المکیہ مطبوعہ مکتبۃ المثنی بغداد ۲/ ۱۲۳۸

[2] کشف الظنون بحوالہ لواقح الانوار القدسیہ من الفتوحات المکیہ مطبوعہ مکتبۃ المثنی بغداد ۲/ ۱۲۳۹

النسخة الثانية من بخط يدی وكان الفراغ منه بكرة يوم الاربعاء الرابع و العشرين من شهر ربيع الاول سنة ست و ثلثين ٦٣٦ وستمائة وكتبه منشؤه[1]۔	خط سے دوسرانسخہ ہے اس کی تحریر سے روز چہار شنبہ وقت صبح بتاریخ ست وچہارم ماہ مبارک ربیع الاول ۶۳۶ فراغ لکھا ہوا ہے اس کے مصنف نے، رحمہ اللہ تعالٰی۔

ور سید موصوف نے یہ بھی بیان فرمایا کہ سینتیس ۳۷ مجلد میں ہے اور اس میں اس نسخے سے جس میں ملحدوں نے عقائد شنیعہ الحاق کئے، عبارت زیادہ ہے اور اس کی پشت پر نام کتاب بخط مصنف علیہ الرحمہ لکھا ہے اس کے نیچے شیخ صدرالدین قونوی رحمہ اللہ تعالٰی کے خط سے یہ عبارت تحریر ہے:

انشاء مولانا شيخ الاسلام وصفوة الانام محی الدين بن عربی[2]۔	یہ کتاب ہمارے آقا سردار مسلمانان برگزیدہ جہاں محی الدین بن عربی کی تصنیف ہے۔

اور اس کے نیچے لکھا ہے: ملك هذه المجلدة لمحمد بن اسحٰق القونوی[3] (یہ مجلد محمد بن اسحٰق قونوی کی ملک میں آیا۔ اس کے نیچے شیخ صدرالدین ممدوح کے خط سے محمد بن ابی بکر تبریزی کی روایت کہ ان سے بطریق سماع حاصل ہوئی مکتوب ہے اور محمد بن اسحٰق قونوی کی شرح دستخط یہ ہے:

انتقل الی خادمه وربيب لطفه محمد بن اسحٰق سنة سبعين وثلثين ٦٣٧ وستمائة[4]۔	یہ کتاب مصنف کے خادم ولطف پروردہ محمد بن اسحٰق قونوی کی طرف ۶۳۷ میں منتقل ہوئی۔

نتیجہ ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ کون سا نسخہ معتمد ہوگا خود قلم خاص حضرت مصنف قدس اللہ تعالٰی سرہ العزیز کی تحریر اور اس کے اول وآخر میں خود مصنف ودیگر علماء وعمائد کے دستخط کثیر، جب یہ نسخہ ان عبارات شنیعہ سے خالی ملاتو الحاق وافترامیں کیا شک رہاوالحمدللہ رب العٰلمین ولہٰذا مفتی سلطنت عثمانیہ عمدہ علمائے روم علامہ ابوالسعود علیہ رحمۃ الملک الودود نے اپنے فتوے میں تصریح فرمائی کہ یتقنا ان بعض اليهود افتراها علی الشيخ قدس الله سره ہمیں یقین ہے کہ بعض یہودیوں نے یہ کلمات شیخ قدس سرہ، پر افتراء کئے ہیں۔ کمانقله فی الدرالمختار عن معروضاته۔ اب کلام امام شعرانی کا حال سنئے، خود امام موصوف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ میزان میں فرماتے ہیں:

وقع لی ذلك من بعض الاعداء فانهم دسوا فی كتابی المسمی بالبحر المورود فی المواثيق	یعنی مجھے یہ واقعہ بعض اعدا کے ساتھ پیش آچکا ہے انہوں نے میری کتاب البحر المورود فی المواثیق والعہود

---

[1] کشف الظنون بحوالہ لواقع الانوار القدسیۃ من الفتوحات المکیۃ مطبوعہ مکتبۃ المثنی بغداد ۲/ ۱۲۳۹

[2] کشف الظنون بحوالہ لواقع الانوار القدسیۃ من الفتوحات المکیۃ مطبوعہ مکتبۃ المثنی بغداد ۲/ ۱۲۳۹

[3] کشف الظنون بحوالہ لواقع الانوار القدسیۃ من الفتوحات المکیۃ مطبوعہ مکتبۃ المثنی بغداد ۲/ ۱۲۳۹

[4] کشف الظنون بحوالہ لواقع الانوار القدسیۃ من الفتوحات المکیۃ مطبوعہ مکتبۃ المثنی بغداد ۲/ ۱۲۳۹

والعھود، امور اتخالف ظاھر الشریعۃ و داروبھا فی الجامع الازھر وغیرہ و حصل بذلك فتنۃ عظیمۃ وماخمدت الفتنۃ حتی ارسلت لھم نسختی التی علیھا خطوط العلماء ففتشھا العلماء فلم یجدوا فیھا شیئا ممایخالف ظاھر الشریعۃ ممادسہ الاعداء فاللہ تعالٰی یغفرلھم و یسامحھم[1] اھ۔	میں خلاف شرع باتیں الحاق کردیں اور اسے جامع ازہر وغیرہ میں لئے پھرے اور اس کے سبب بڑا فتنہ اٹھا اور فرو نہ ہوا یہاں تک کہ میں نے ان کے پاس اپنا نسخہ جس پر علما کے دستخط تھے بھیج دیا اہل علم نے تلاش کی تو اس میں وہ امور مخالفہ شریعت جو دشمنوں نے ملادیئے تھے اصلًا نہ پائے اللہ تعالٰی ان کی مغفرت کرے اور در گزر فرمائے۔

خیر ایک طریقہ تو ثبوت الحاق کا یہ ہے دوسرے یہ مصنف کا امام معتمد و عالم متدین، مستند ہونا معلوم ہے اور یہ کلام کہ بے تواتر حقیقی اس کی طرف نسبت کیا گیا صریح معصیت یا بدمذہبی وضلالت جس میں اصلًا تاویل وتوجیہ کی گنجائش ہی نہیں تو اس وجہ سے کہ علماء تو لما عام اہل اسلام کی طرف بے تحقق وتواتر و ثبوت قطعی کسی کبیرہ کی نسبت مقبول نہیں کما نص علیہ الامام الاجل حجۃ الاسلام محمد الغزالی قدس سرہ العالی فی الاحیاء (جیسا کہ امام غزالی قدس سرہ نے "احیاء العلوم" میں اس کی تصریح کی ہے۔ت) رَد کردیں گے اور تحسینًا للظن، الحاقی کہیں گے اور اسی سے ملحق ہے، بات کا ایسا سخیف ورذیل ہونا کہ کسی طرح عقل سلیم اس امام عظیم سے اس کا صدور منظور نہ کرے جیسے باب ذوی الارحام میں قبیل فصل صنف اول سراجیہ میں یہ مہمل عبارت لان عندھما کل واحد منھم اولی من فرعہ وفرعہ وان سفل اولی من اصلہ[2] (کیونکہ ان دونوں کے نزدیک ان میں سے ہر ایک اپنی فرع سے اولٰی ہے اور اس کی فرع اگرچہ نچلی ہو اصل سے اولٰی ہے۔ت) جس کے لئے اصلًا کوئی محصل نہیں ولہٰذا علامہ سید شریف نے شرح میں نقل فرمایا:

لم یتحصل منھا معنی فھی من ملحقات بعض الطلبۃ القاصرین[3] الخ	اس کا کوئی معنی نہیں بنتا لہٰذا یہ بعض نالائق طلباء کی الحاق کردہ عبارت ہے الخ (ت)

اور اسی قبیل سے ہے وہ عبارت جس میں کسی طائفہ زائفہ کے لئے کوئی غرض فاسد ہو اور امام مصنف اس

---

[1] المیزان الکبرٰی مقدمۃ الکتاب مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۹

[2] السراجی فی المیراث باب ذوی الارحام مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۹

[3] حاشیۃ ضیاء السراج مع السراج بحوالہ شرح سید شریف مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۹

سے بَری اور جابجا خود اس کا کلام اس غرض مردود کے خلاف پر شاہد، جیسے بعض خدانا ترسوں کا امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی کی طرف معاذاللہ کلمات مذمت امام الائمہ مالک الازمہ کاشف الغمہ سراج الامّہ سیّدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ، نسبت کرنا حالانکہ اُن کی کتاب متواترہ احیاء وغیرہ مناقب امام کی شاہد عدل ہیں عـــہ اور مثل آفتاب روشن وبے نقاب کہ مانحن فیہ میں ان صورتوں سے کوئی مشکل نہیں والحمدللہ رب العٰلمین، اگر منکر بہجۃ الاسرار شریف کے نسخ قدیمہ صحیحہ معتمدہ اس روایت سے خالی دکھادیتا یازبانی انکار کے سوا کوئی دلیل معقول قابل قبول ارباب عقول، اس کے یقینی ضلالت ومخالف عقیدہ اہل سنت ہونے پر قائم کرلیتا تو اس وقت دعوی الحاق زیب دیتا، نہ کہ علی الرغم اس کے، علمائے مابعد، طبقہ فطبقہ اس روایت کو نقل فرمائیں، اور مقرر، ومسلم رکھتے آئیں اور بہجۃ کا ایک نسخہ معتمدہ بھی اس کے خلاف نہ ملے اور محض براہ سینہ زوری الحاق کا ادعائے باطل کردیا جائے، فن اصول میں جسے ادنٰی مداخلت ہے اس پر کالشمّس واضح کہ مجرد امکان، منافی قطع ویقین بالمعنی الاعم نہیں، جب تک احتمال ناشئ عن دلیل نہ ہو ورنہ تمام نصوص قرآن وحدیث سے ہاتھ دھو بیٹھے، اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ منکر کا تصانیف شریفہ جناب شیخ اکبر وامام شعرانی قدس سرہما کی نظیر دینا کس درجہ لغو وبے محل تھا، کہاں وہ روشن وقائع قطعی ثبوت، کہاں یہ زبانی شو سے حیلہ مبہوت، کاش منکر نے جہاں تصانیف مذکورہ کا نام لیا تھا وہاں امام شعرانی کے اقوال مسطورہ بھی نقل کرلاتا، کہ دعوی مدلل وادعائے

عـــہ مایُنسب الی الامام الغزالی یردہ ماذکرہ فی احیاہ المتواتر عنہ حیث ترجم الائمۃ الاربعۃ وقال واما ابوحنیفۃ فلقدکان ایضا عابدا زاھدا عارفا باللہ خائفا منہ مریدا وجہ اللہ تعالٰی یعلمہ[1] الخ اھ درمختار۔	امام اعظم کے بارے میں جو امام غزالی کی طرف منسوب ہے اس کا رَد خود امام غزالی کا ذکر کردہ وہ کلام ہے جو انہوں نے تواتر سے مروی "احیاء العلوم" میں ائمہ اربعہ کے تراجم میں بیان کیا ہے اور انہوں نے وہاں فرمایا کہ بیشک امام ابوحنیفہ بھی عابد، زاہد، عارف باللہ، اللہ تعالٰی سے ڈرنے والے، اپنے علم کی بناپر اللہ تعالٰی کی رضا کے طالب تھے الخ اھ درمختار (ت)

یعنی امام حجۃ الاسلام احیاء العلوم میں فرماتے ہیں ابوحنیفہ خدا کی قسم عابد زاہد عارف باللہ تھے اللہ تعالٰی سے ڈرنے والے اور اپنے علم سے وجہ اللہ کا ارادہ رکھنے والے ۱۲

---

[1] احیاء العلوم بیان العلم الذی ھو فرض الکفایۃ مطبوعہ مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرہ مصر ۱/ ۲۸

بے دلیل کا فرق کھل جاتا واللہ الحجۃ السامیۃ۔

اور اس ف نماز کو قرآن و حدیث کے خلاف بتانا محض بہتان و افترا، ہر گز ہر گز قرآن و حدیث میں کہیں اس کی ممانعت نہیں، نہ مخالف کوئی آیت یا حدیث اپنے دعوے میں پیش کر سکا، ہر جگہ صرف زبانی ادّعا سے کام لیا مگر یہ وہی جہالتِ قبیحہ و سفاہت فضیحہ ہے جس میں فرقہ جدیدہ وطائفہ حادثہ قدیم سے مبتلا یعنی قرآن و حدیث میں جس امر کا ذکر نہیں وہ ممنوع ہے اگرچہ اس کی ممانعت بھی قرآن و حدیث میں نہ ہو، ان ذی ہوشوں کے نزدیک امر و نہی میں کوئی واسطہ ہی نہیں اور عدم ذکر ذکرِ عدم ہے پھر خدا جانے سکوت کس شے کا نام ہے! ترمذی و ابن ماجہ و حاکم سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ماحرّم اللہ فی کتابہ وماسکت فھو مماعفاعنہ[1]۔	حلال وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حرام بتایا اور جس سے سکوت فرمایا وہ عفو ہے یعنی اس میں کچھ مواخذہ نہیں،

اور اس کی تصدیق قرآن عظیم میں موجود کہ فرماتا ہے جل ذکرہ:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْۚ وَ اِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَاؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ﴿۱۰۱﴾[2]	اے ایمان والو! وہ باتیں نہ پوچھو کہ تم پر کھول دی جائیں تو تمہیں برا لگے اور اگر قرآن اُترتے وقت پوچھو گے توتم پر ظاہر کردی جائیں گے اللہ نے اُن سے معافی فرمائی ہے اور اللہ تعالٰی بخشنے والا مہربان ہے۔

ف: یہاں سے اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ ایک فائدہ نفیسہ کا بیان شروع کر رہے ہیں جو چار احادیث اور ایک آیت قرآنی پر مشتمل ہے جس سے بہت سی فروعات مثل عید میلاد النبی، گیارہویں شریف، تیجا، دسواں، چہلم اور صلوٰۃ الاسرار وغیرہ کے جواز کا ثبوت ملتا ہے۔

نذیر احمد سعیدی

---

[1] جامع الترمذی ابواب اللباس، باب ماجاء فی لبس الفراء مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۲۰۶، سنن ابن ماجہ باب اکل الجبن والسمن مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۴۹

[2] القرآن ۵/ ۱۰۱

بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ ان کا حکم دیتے تو فرض ہو جاتیں اور بہت ایسی کہ منع کرتے تو حرام ہو جاتیں پھر جو انہیں چھوڑتا یا کرتا گناہ میں پڑتا، اس مالک مہربان نے اپنے احکام میں اُن کا ذکر نہ فرمایا یہ کچھ بھول کر نہیں کہ وہ تو بھول اور ہر عیب سے پاک ہے بلکہ ہمیں پر مہربانی کے لئے کہ یہ مشقت میں نہ پڑیں تو مسلمانوں کو فرماتا ہے تم بھی ان کی چھیڑ نہ کرو کہ پوچھوگے حکم مناسب دیا جائے گا اور تمہیں کو دقّت ہوگی۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ جن باتوں کا ذکر قرآن وحدیث میں نہ نکلے وہ ہرگز منع نہیں بلکہ اللہ کی معافی میں ہیں، دارقطنی ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ تعالٰی فرض فرائض فلاتضیعوھا، وحرم حرمات فلاتعتدوھا، وسکت عن اشیاء من غیر نسیان فلاتبحثوا عنھا[1]۔	بیشک اللہ تعالٰی نے کچھ باتیں فرض کیں انہیں ہاتھ سے نہ جانے دو اور کچھ حرام فرمائیں اُن کی حرمت نہ توڑو ار کچھ حدیں باندھیں اُن سے آگے نہ بڑھو اور کچھ چیزوں سے بے بھولے سکوت فرمایا اُن میں کاوش نہ کرو۔

احمد وبخاری ومسلم ونسائی وابن ماجہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ذرونی ماترکتکم فانما ھلك من کان قبلکم بکثرۃ سؤالھم واختلافھم علی انبیائھم فاذا نھیتکم عن شیئ فاجتنبوہ واذا امرتکم بامرفأتوا منه ما استطعتم[2]۔	یعنی جس بات میں میں نے تم پر تضییق نہ کی اُس میں مجھ سے تفتیش نہ کرو کہ اگلی اُمتیں اسی بلا سے ہلاک ہوئیں، میں جس بات کو منع کروں اس سے بچو اور جس کا حکم دوں اسے بقدر قدرت بجالاؤ۔

احمد، بخاری، مسلم سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] سنن الدارقطنی باب الرضاع مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۴/ ۱۸۴

[2] صحیح مسلم باب فرض الحج فی العمر، حدیث ۴۱۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۴۳۲، سنن ابن ماجہ باب اتباع سنت رسول اللہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲، مسند احمد بن حنبل از مسند ابوہریرہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/ ۲۴۷

ان اعظم المسلمین فی المسلمین جرما من سأل عن شیئ لم یحرم علی الناس فحرم من اجل مسألته[1]۔	بیشک مسلمانوں کے بارے میں اُن کا بڑا گناہگار وہ ہے جو ایسی چیز سے سوال کرے کہ حرام نہ تھی اُس کے سوال کے بعد حرام کردی گئی۔

یہ احادیث باعلی ندامنادی کہ قرآن وحدیث میں جن باتوں کا ذکر نہیں نہ ان کی اجازت ثابت نہ ممانعت وارد، اصل جواز پر ہیں ورنہ اگر جس چیز کا کتاب وسنت میں ذکر نہ ہو مطلقًا ممنوع ونادرست ٹھہرے تو اس سوال کرنے والے کی کیا خطا، اس کے بغیر پوچھے بھی وہ چیز ناجائز ہی رہتی۔ بالجملہ یہ قاعدہ نفیسہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ قرآن وحدیث سے جس چیز کی بھلائی یا برائی ثابت ہو وہ بھلی یا بری ہے ور جس کی نسبت کچھ ثبوت نہ ہو وہ معاف وجائز ومباح ورَوا اور اس کو حرام وگناہ ونادرست وممنوع کہنا شریعت مطہرہ پر افترا۔ قال ربنا تبارك وتعالٰی

وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَا تَصِفُ اَلۡسِنَتُکُمُ الۡکَذِبَ ہٰذَا حَلٰلٌ وَّ ہٰذَا حَرَامٌ لِّتَفۡتَرُوۡا عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَفۡتَرُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ لَا یُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۱۶﴾[2]	ہمارے رب تعالٰی نے فرمایا: اپنی زبانوں کا من گھڑت جھوٹ مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، اللہ تعالٰی پر جھوٹ افتراء کرتے ہو، بیشک جو لوگ اللہ تعالٰی پر افتراء کریں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ (ت)

اسی طرح اس نماز کو طریقہ خلفائے راشدین وصحابہ کرام کے خلاف کہنا بھی اسی سفاہت قدیمہ پر مبنی کہ جو فعل اُن سے منقول نہ ہو عمومًا ان کے نزدیک ممنوع تھا حالانکہ عدم ثبوت فعل وثبوت عدم جواز میں زمین وآسمان کا فرق ہے، امام علامہ احمد بن محمد قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ میں فرماتے ہیں:

الفعل یدل علی الجواز وعدم الفعل لایدل علی المنع[3]۔	کرنا تو جواز کی دلیل ہے اور نہ کرنا ممانعت کی دلیل نہیں۔

رافضیوں نے اس طائفہ جدیدہ کی طرح ایک استدلال کیا تھا اس کے جواب میں شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفہ اثناء عشریہ میں لکھتے ہیں:

نکردن چیزے دیگرست ومنع فرمودن چیزے دیگراست[4] ملخصًا۔	نہ کرنا اور چیز ہے اور منع کرنا اور چیز ہے ملخصًا (ت)

---

[1] صحیح بخاری باب مایکرہ من کثرۃ السوال مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۲/ ۱۰۸۲

[2] القرآن ۱۶/ ۱۱۶

[3] مواہب اللدنیہ

[4] تحفہ اثناعشریہ باب دہم مطاعن ابوبکر رضی اللہ عنہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۶۹

امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں بعد بیان اس امر کے کہ اذان مغرب کے بعد فرضوں سے پہلے دو ۲ رکعت نفل پڑھنا نہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ صحابہ سے۔ فرماتے ہیں:

ثم الثابت بعدھذا نفی المندوبیۃ اما ثبوت الکراھۃ فلاالاان یدل دلیل اُخر۔[1]	یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ کرام کے نہ کرنے سے اس قدر ثابت ہوا کہ مندوب نہیں۔ رہی کراہت وہ اس سے ثابت نہ ہوئی جب تک اور کوئی دلیل اس پر قائم نہ ہو۔

اوراسے اخلاص ف وتوکل کے خلاف ماننا عجب جہالت بے مزہ ہے اس میں محبوبان خدا کی طرف توجہ بغرض توسل ہے اور ان سے توسل قطعًا محمود، اور ہرگز اخلاص وتوکل کے منافی نہیں، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾[2]	اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں کوشش کرو کہ تم مراد کو پہنچو۔

اور انبیاء وملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت فرماتا ہے:

اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ[3]	وہ ہیں کہ دعا کرتے اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔

اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ودیگرانبیاء وصلحاء وعلماء وعرفاء علیہم التحیۃ والثناء کا قدیمًا وحدیثًا حضوراقدس غایۃ الغایات، نہایۃ النہایات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیمات سے حضور کے ظہور پر نور سے پہلے اور بعد بھی حضور کے زمان برکت نشان میں اور بعد بھی عہد مبارک صحابہ وتابعین سے آج تک اور آج سے قیام قیامت و عرضات محشر ودخول جنت تک "استشفاع وتوسّل "احادیث وآثار میں جس قدر وفور وکثرت وظہوروشہرت کے ساتھ وارد محتاج بیان نہیں، جسے اس کی گونہ تفصیل دیکھنی منظور ہو مواہب لدنیہ امام قسطلانی وخصائص کبرائے امام جلال الدین سیوطی و شرح مواہب علامہ زرقانی و مطالع المسرات علامہ فاسی ولمعات واشعۃ شروح مشکوٰۃ وجذب القلوب الٰی دیارالمحبوب ومدارج النبوۃ تصانیف شیخ محقق مولٰنا عبدالحق صاحب دہلوی وغیرہا کتب وکلام علمائے کرام وفضلائے عظام علیہم رحمۃ العزیز العلّام، کی طرف رجوع لائے کہ وہاں حجاب غفلت منکشف

---

[1] فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۳۸۹/۱

[2] القرآن ۳۵/۵

[3] القرآن ۵۷/۱۷

ف: یہاں سے اعلٰی حضرت علیہ الرحمۃ شفاعت، وسیلہ، استمداد، التجااور ہنگام توسل ندائے محبوبانِ خداکے جواز پر کلام شروع کررہے ہیں جو کہ آیات قرآنی، احادیث اور کتب سیرت سے ماخوذ ہے، غور کرو۔ نذیر احمد

ہوتا ہے اور مصنف خطا سے منصرف وباللہ سبحٰنہ وتعالٰی التوفیق۔ اسی طرح صحیح بخاری شریف میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا سیدنا عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے طلب باراں سے توسل کرنا مروی ومشہور، حصن حصین میں ہے:

وان یتوسل الی اللہ تعالٰی بانبیاہ خ ر مس والصالحین من عبادہ[1] خ۔	یعنی آداب دعا سے ہے کہ اللہ تعالٰی کی طرف اس کے انبیاء سے توسل کرے۔ اسے بخاری وبزاز وحاکم نے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور اللہ کے نیک بندوں کا وسیلہ پکڑے، اسے بخاری نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

اور سب سے زیادہ وہ حدیث صحیح ومشہور ہے جسے [۱] نسائی و [۲] ترمذی و [۳] ابن ماجہ و [۴] حاکم و [۵] بیہقی و [۶] طبرانی وابن خزیمہ نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور طبرانی وبیہقی نے صحیح اور ترمذی نے حسن غریب صحیح اور حاکم نے بر شرط بخاری ومسلم صحیح کہا اور حافظ امام عبدالعظیم منذری وغیرہ ائمہ نقد وتنقیح نے اس کی تصحیح کو مسلّم ومقرر رکھا جس میں حضور اقدس ملجاء بیکساں، ملاذ دوجہاں، افضل صلوات اللہ تعالٰی وتسلیماتہ علیہ وعلٰی ذریاتہ، نے نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز کہے:

اللھم انی اسئلك واتوجہ الیك بنبیك محمد نبی الرحمۃ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) یامحمد انی اتوجہ بك الٰی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی لی اللھم فشفعہ فی۔[2]	الٰہی! میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کہ مہربانی کے نبی ہیں یارسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو، الٰہی! ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

اور لطف یہ ہے کہ بعض روایات حصن حصین میں لتقضی لی بصیغہ معروف واقع ہوا یعنی یارسول اللہ! میں آپ کے توسل سے خدا کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ آپ میری حاجت روائی کردیں۔ مولٰینا فاضل علی قاری علیہ الرحمۃ الباری حرز ثمین شرح حصن حصین میں فرماتے ہیں:

وفی نسخۃ بصیغۃ فاعل ای لتقضی الحاجۃ	اور ایک نسخہ میں معروف کا صیغہ ہے یعنی تو میری حاجت روائی

---

[1] حصن حصین آداب دعاء افضل المطابع انڈیا ص ۱۸

[2] جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۱۹۷

لی والمعنی تکون سببا لحصول حاجتی ووصول مرادی فالاسنادمجازی[1] ھ	فرما، اور معنی یہ ہے کہ آپ میری حاجت روائی کاسبب بنیں، پس یہ اسناد مجازی ہےاھ (ت)

اور یہ حدیث نفیس نجیح مذیل بطراز گرانبہائے تصحیح عـــہ امام ابوالقاسم سلیمن لخمی طبرانی کے پاس یوں ہے:

ان رجلاکان یختلف الی عثمٰن بن عفان رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حاجۃ لہ، فکان عثمٰن لایلتفت الیہ ولاینظر فی حاجتہ، فلقی عثمٰن بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ فشکا ذلك الیہ، فقال لہ عثمٰن بن حنیف: ائت المیضأۃ فتوضأ ثم ائت المسجد فصل فیہ رکعتین ثم قل اللھم انی اسألك و اتوجہ الیك بنبینا محمد	یعنی ایک حاجتمند اپنی حاجت کے لئے امیرالمومنین عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں آتا امیرالمومنین نہ اس کی طرف التفات کرتے نہ اس کی حاجت پر نظر فرماتے، اس نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس امر کی شکایت کی انہوں نے فرمایا وضو کرکے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ پھر یوں دعامانگ: الٰہی! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبی رحمت کے وسیلے سے

عـــہ۱: امام منذری ترغیب میں فرماتے ہیں: قال الطبرانی بعد ذکر طرقہ والحدیث صحیح[2] طبرانی نے اس حدیث کی متعدد اسنادیں ذکر کرکے کہا حدیث صحیح ہے ۱۲منہ (م)

عـــہ: ھکذا ھو ھھنا یثبت الصلٰوۃ فی نفس الحدیث فی النسخۃ التصحیحۃ للترغیب التی من اللہ تعالٰی بھا علی ھذا المحتاج ولعل عثمن بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ اذا روی الحدیث اتی بہ کما ھو واذا علم الرجل زاد الصلٰوۃ کما ھو المطلوب فی امثال المقام، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲منہ (م)	یوں ہی وہ یہاں نماز کا ثبوت نفس حدیث میں ہے "ترغیب" کے صحیح نسخہ میں ہے یہ نسخہ اللہ تعالٰی نے اس محتاج کو بطوراحسان عطافرمایاہے ہوسکتاہے کہ عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب روایت کیا توانہوں نے حدیث کودرست بیان فرمایا اور جب انہوں نے آدمی کو ترغیب دی ہو تو نماز کالفظ زائد کردیا ہو جیسا کہ ایسے مقام میں مطلوب ہوتاہے، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲منہ (ت)

---

[1] حرز ثمین شرح حصن حصین مع حصن حصین، صلٰوۃالحاجۃ، افضل المطابع انڈیا ص۱۲۵

[2] الترغیب والترہیب فی الصلٰوۃالحاجۃ ودعائہا مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۴۷۶

صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم نبی الرحمة، یامحمد انی اتوجه بك الی ربی فتقضی لی حاجتی، وتذکر حاجتك ورح الی حتی اروح معک، فانطلق الرجل فصنع ماقال له، ثم اتی باب عثمٰن رضی الله تعالٰی عنه فجاء البواب حتی اخذه بیده فادخله علی عثمٰن بن عفان رضی الله تعالٰی عنه فاجلسه معه علی الطنفسة، فقال حاجتک، فذکر حاجته فقضاهاله، ثم قال: ماذکرت حاجتك حتی کانت هذه الساعة وقال ماکانت لك من حاجة فاذکرها ثم ان الرجل خرج من عنده فلقی عثمٰن بن حنیف رضی الله تعالٰی عنه، فقال له جزاك الله خیرا، ماکان ینظر فی حاجتی ولایلتفت الی حتی کلمته فی، فقال عثمٰن بن حنیف رضی الله تعالٰی عنه والله ماکلمته، ولکن شهدت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم واتاه رجل ضریر فشکا الیه ذهاب بصره، فقال له النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ائت المیضأة فتوضأ ثم صل رکعتین ثم ادع بهذه الدعوات، فقال عثمٰن بن حنیف فوالله ماتفرقنا وطال بنا الحدیث حتی دخل علینا الرجل کانه لم یکن به ضر قط[1]۔	توجہ کرتا ہوں یارسول اللہ! میں حضور کے توسل سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت روا فرمائے اور اپنی حاجت کا ذکر کر، شام کو پھر میرے پاس آنا کہ میں بھی تیرے ساتھ چلوں، حاجت مند نے یوں ہی کیا پھر آستان خلافت پر حاضر ہوا دربان آیا اور ہاتھ پکڑ کر امیر المومنین کے حضور لے گیا امیر المومنین نے اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا مطلب پوچھا، عرض کیا فوراً روا فرمایا اور ارشاد کیا اتنے دنوں میں اس وقت تم نے اپنا مطلب بیان کیا پھر فرمایا جو حاجت تمہیں پیش آیا کرے ہمارے پاس چلے آیا کرو۔ یہ شخص وہاں سے نکل کر عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ملا اور کہا اللہ تمہیں جزائے خیر دے امیر المومنین میری حاجت پر نظر اور میری طرف التفات نہ فرماتے تھے یہاں تک کہ آپ نے اُن سے میرے بارے میں عرض کی، عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے تو تیرے معاملے میں امیر المومنین سے کچھ بھی نہ کہا، مگر ہوا یہ کہ میں نے سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا حضور کی خدمت اقدس میں ایک نابینا حاضر ہوا اور نابینائی کی شکایت کی حضور نے یوں ہی اسے ارشاد فرمایا کہ وضو کرکے دو رکعت پڑھے پھر یہ دعا کرے، خدا کی قسم ہم اُٹھنے بھی نہ پائے تھے، باتیں ہی کررہے تھے کہ وہ ہمارے پاس آیا گویا کبھی اندھا ہی نہ تھا۔

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی ما اسند عثمان بن حنیف ۸۳۱۱ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۷/۹

تنبیہ: ایھا المسلمون حضرات منکرین کی غایت دیانت سخت محل افسوس وعبرت، اس حدیث جلیل کی عظمت رفیعہ وجلالت منیعہ اوپر معلوم ہوچکی اور اس میں ہم اہل سنت وجماعت کے لئے جواز استمداد والتجا وہنگام توسل، ندائے محبوبانِ خداکا بحمداللہ کیسا روشن و واضح وبین ولائح ثبوت، جس سے اہل انکار کو کہیں مفر نہیں اب ان کے ایک بڑے عالم مشہور نے باوجود اس قدر دعوی بلند علم وتدوین کے اپنے مذہب کی حمایت بیجا میں جس صریح بے باکی وشوخ چشمی کوکام فرمایا ہے انہیں اس سے شرم چاہئے تھی حضرت نے حصن حصین شریف کا ترجمہ لکھا، جب اس حدیث پر آئے اس کی قاہر شوکت، عظیم عزت نے جرأت نہ کرنے دی کہ نفس متن میں اس پر طعن فرمائیں اور ادھر پاس مشرب، ناخن بدل جوش عصبیت تاب گسل، ناچار حاشیہ کتاب پر یوں ہجوم ہموم کی تسکین فرمائی کہ:

یک راوی این حدیث عثمن بن خالد بن عمر بن عبداللہ متروک الحدیث است چنانکہ در تقریب موجوداست وحدیث، راوی متروک الحدیث قابل حجت نمی شود۔	ایک راوی اس حدیث میں عثمن بن خالد بن عمر بن عبداللہ ہے جو متروک ہے جیسا کہ "تقریب" میں موجود ہے، اور متروک الحدیث راوی کی حدیث حجت کے قابل نہیں ہوتی۔ (ت)

انا للہ وانا الیہ راجعون، انصاف ودیانت کا تو یہ مقتضی تھا کہ جب حق واضح ہوگیا تھا تسلیم فرماتے ارشاد مفترض الانقیاد حضور پرنور سید الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلٰی آلہ الامجاد، کی طرف رجوع لاتے نہ کہ خواہی نخواہی بزور تحریف، ایسی تصحیح رجیح حدیث کو، جس کی اس قدر ائمہ محدثین نے یک زبان تصحیح فرمائی معاذاللہ ساقط ومردود قرار دیجئے اور انتقام خدا ومطالبہ حضور سید روزجزا علیہ افضل الصلوٰۃ والثناء کا کچھ خیال نہ کیجئے، اب حضرات منکرین کے تمام ذی علموں سے انصاف طلب کہ اس حدیث کا راوی عثمن بن خالد بن عمر بن عبداللہ متروک الحدیث ہے جس سے ابن ماجہ کے سوا کتب ستہ میں کہیں روایت نہیں ملتی، یا عثمن بن عمر بن فارس عبدی بصری ثقہ جو صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما تمام صحاح کے رجال سے ہیں، کاش اتنا ہی نظر فرمالیتے کہ جو حدیث کئی صحاح میں مروی، اس کا مدار روایت وہ شخص کیونکر ممکن جو ابن ماجہ کے سوا کسی کے رجال سے نہیں، وائے بیباکی، مشہور ومتداول صحاح کی حدیث جن کے لاکھوں نسخے ہزاروں بلاد میں موجود اُن کی اسانید میں صاف صاف عن عثمن بن عمر مکتوب، پھر کیا کہا جائے کہ ابن عمر کا ابن خالد بنالینا کس درجہ کی حیا ودیانت ہے لاحول ولاقوۃ الاّ باللہ العلی العظیم۔ اور سنئے ابن السنی عبداللہ بن مسعود اور بزار عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذاانفلتت دابة احدکم بارض فلاة فلیناد یاعباد اللہ احبسوا فان للہ تعالٰی عبادا فی الارض تحبسه[1]۔	جب تم میں کسی کا جانور جنگل میں چھوٹ جائے تو چاہئے یوں ندا کرے "اے خدا کے بندو! روک لو" کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے زمین میں ہیں جو اسے روک لیں گے۔

بزار کی روایت میں ہے یوں کہے: اعینوا یاعباداللہ مدد کرو اے خدا کے بندو!۔ سید نا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان لفظوں کے بعد رحمکم اللہ[2] (اللہ تم پر رحم کرے۔ت) اور زیادہ فرماتے رواہ ابن شیبة فی مصنفه (اسے ابن شیبہ نے اپنی مصنّف میں روایت کیا۔ت) امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اذکار میں فرماتے ہیں: ہمارے بعض اساتذہ نے کہ عالم کبیر تھے ایسا ہی کیا، چھوٹا ہوا جانور فورًا رک گیا، اور فرماتے ہیں: ایک بار ہمارا ایک جانور چھٹ گیا، لوگ عاجز آ گئے ہاتھ نہ لگا، میں نے یہی کلمہ کہا فورًا رک گیا جس کا اس کہنے کے سوا کوئی سبب نہ تھا[3] نقله سیدی علی القاری فی الحرز الثمین (ملا علی قاری نے اسے حرز ثمین میں نقل کیا۔ت) امام طبرانی سید نا عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پر نور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا اضل احدکم شیئا واراد عونا وھوبارض لیس بھا انیس فلیقل یاعباداللہ اعینونی یاعباداللہ اعینونی یاعباداللہ اعینونی فان للہ عبادا لایراھم[4]۔	جب تم میں سے کوئی شخص سنسان جگہ میں بہکے بھولے یا کوئی چیز گم کردے اور مدد مانگنی چاہے تو یوں کہے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، کہ اللہ کے کچھ بندے عــــہ ہیں جنہیں یہ نہیں دیکھتا۔

عــــہ: جن کے سید و مولا و سند و ماوٰی حضور پر نور سید نا عبدالقادر جیلانی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] المعجم الکبیر مروی از عبداللہ ابن مسعود حدیث ۱۰۵۱۸ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۰/ ۲۶۷، المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ ۳/ ۲۳۹ کشف الاستار عن زوائد البزار ۴/ ۳۴، مجمع الزوائد ۱۰/ ۱۳۲، الاذکار للنووی ص ۱۰۱

[2] المصنف لابن ابی شیبہ ما یدعو بہ الرجل حدیث ۹۷۶۹ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۰/ ۳۹۰

[3] الاذکار للنووی باب مایقول اذاانفلتت دابة مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ص ۲۰۱

[4] المعجم الکبیر ماسند عتبہ بن غزوان حدیث ۲۹۰ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۰/ ۱۱۷ و ۱۱۸

عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں **قد جرّب ذلك**[1] **بالیقین** یہ بات آزمائی ہوئی ہے **رواہ الطبرانی ایضًا** (اسے طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ت) فاضل علی قاری علامہ میرک سے وہ بعض علمائے ثقات سے ناقل **ھذا حدیث حسن** یہ حدیث حسن ہے۔ اور فرمایا مسافروں کو اس کی ضرورت ہے، اور فرمایا مشائخ کرام قدست اسرارہم سے مروی ہوا **انه مجرب قرن به النجاح**[2] یہ مجرب ہے اور مراد ملنی اس کے ساتھ مقرون۔ **ذکرہ فی الحرز الثمین** (اس کو حرز ثمین میں ذکر کیا ہے۔ت) ان احادیث میں جن بندگان خدا کو وقت حاجت پکارنے اور ان سے مدد مانگنے کا صاف حکم ہے وہ ابدال ہیں کہ ایک قسم ہے اولیائے کرام سے **قدس اللہ تعالٰی اسرارھم وافاض علینا انوارھم** یہی قول اظہر واشہر ہے **کما نص علیه فی الحرز الوصین** (جیسا کہ حرزالوصین میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ت) اور ممکن کہ ملائکہ یا مسلمان صالح جن، مراد ہوں وکیفما کان ایسے توسل وندا کو شرک وحرام اور منافی توکل واخلاص جاننا معاذاللہ شرع مطہر کو اصلاح دینا ہے۔

تنبیہ: یہاں تو حضرات منکرین کے انہیں عالم نے یہ خیال فرماکر کہ معجم طبرانی بلاد ہند میں متداول نہیں بے خوف وخطر خاص متن ترجمہ میں اپنے زور علم ودیانت وجوش تقوی وامانت کا جلوہ دکھایا فرماتے ہیں: اس حدیث کے راویوں میں سے عتبہ بن غزوان مجہول الحال ہے تقوی اور عدالت اس کی معلوم نہیں جیسا کہ کہا ہے تقریب میں کہ نام ایک کتاب کا ہے اسماء الرجال کی کتابوں سے۔

اقول: مگر بحمداللہ آپ کا تقوی وعدالت تو معلوم، کیسا طشت از بام ہے خدا کی شان کہاں عتبہ بن غزوان رقاشی کہ طبقہ ثالثہ سے ہیں جنہیں تقریب میں مجہول الحال اور میزان میں لایعرف کہا، اور کہاں اس حدیث کے راوی عتبہ بن غزوان بن جابر مازنی بدری کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صحابی جلیل القدر مہاجر ومجاہد غزوہ بدر ہیں جن کی جلالت شان بدر سے روشن، مہر سے اَبْیَن رضی اللہ تعالٰی عنہ وارضاہ مترجم صاحب دیباچہ ترجمہ میں معترف کہ حرز ثمین

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کما نص علیه سیدنا الخضر علیه الصلوٰۃ والسلام رواہ ونقله فی البهجة والزبدۃ والتحفة وغیرھا منه (م)

جیسا کہ سیدنا خضر علیہ السلام نے اس کی تصریح کی اور بہجۃ الاسرار، الزبدۃ اور التحفہ وغیرہا میں اس کو روایت کیا اور نقل کیا ۱۲منہ (ت)

---

[1] المعجم الکبیر ماسند عتبہ بن غزوان حدیث ۲۹۰ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۱۸/۱۰

[2] حرز ثمین حواشی حصن حصین دعاء الرکوب فی البحر افضل المطابع انڈیا ص۴۶

اُن کے پیش نظر ہے، شاید اس حرز میں یہ عبارت تونہ ہوگی:

رواہ الطبرانی عن زید بن علی عن عتبۃ بن غزوان رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]۔	اس کو طبرانی نے زید بن علی سے انہوں نے عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انہوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ (ت)

یا جس تقریب کا آپ نے حوالہ دیا اس میں خاص برابر کی سطر میں یہ تحریر تونہ تھی:

عتبۃ بن غزوان بن جابر المزنی صحابی جلیل مہاجر بدری مات سنہ سبع عشرۃ[2] اھ ملخصا۔	عتبہ بن غزوان بن جابر المزنی صحابی جلیل بدری اور مہاجر ہیں جن کا وصال ۱۷ھ میں ہوا۔ اھ ملخصًا۔ (ت)

پھر کون سے ایمان کا مقتضٰی ہے کہ اپنے مذہب فاسد کی حمایت میں ایسے صحابی رفیع الشان عظیم المکان کو بزور زبان وبزور جنان درجہ صحابیت سے طبقہ ثالثہ میں لاڈالے اور شمس عدالت وبدرِ جلالت کو معاذاللہ مردود الروایۃ ومطعون جہالت بنانے کی بدراہ نکالئے

ولکن صدق نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا لم تستحی فاصنع ماشئت[3]۔	لیکن حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تجھے حیا نہیں تو پھر جو چاہے کر۔ (ت)

مسلمان دیکھیں کہ حضرات منکرین انکار حق واصرار باطل میں کیا کچھ کر گزرے پھر ادعائے حقانیت گویا تمیز کا وضوئے محکم ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، خیر یہ تو حدیثیں تھیں اب شاہ ولی اللہ صاحب کی سنئے اپنے قصیدہ اطیب النغم کی شرح میں پہلی بسم اللہ یہ لکھتے ہیں کہ:

لابدست ازاستمداد بروح آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[4]۔	حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی روح پاک سے مدد حاصل کرنا ضروری ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

بنظر نمی آید مرامگر آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ	مجھے تو ہر مصیبت میں اور ہر پریشان حال کے لئے حضور

---

[1] حرز ثمین شرح حصن حصین مع حصن حصین دعاء الرکوب فی البحر افضل المطابع انڈیا ص ۴۵

[2] تقریب التہذیب ترجمہ ۴۴۵۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۶۵۳

[3] المعجم الکبیر مروی از ابو مسعود حدیث ۶۵۸ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۷/ ۲۳۷

[4] شرح قصیدہ اطیب النغم فصل اول در تشبیب بذکر الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲

جائے دست زدن اندوہگین ست درہر شدّ تے[1]۔	علیہ الصلٰوۃ والسلام کا دستِ تصرف ہی نظر آتا ہے(ت)

اسی میں ہے:

بہترین خلق خداست درخصلت ودرشکل ونافع ترین ایشان ست مردماں رانزدیک ہجوم حوادث زماں۔[2]	زمانے کے حوادث میں لوگوں کے لئے آپ سے بڑھ کر کوئی نافع نہیں ہے۔(ت)

اسی میں ہے:

فصل یازدہم درابتہال بجناب آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رحمت فرستد برتوخدائے تعالٰی اے بہترین کسیکہ امیدداشتہ شوداے بہترین عطاکنندہ[3]۔	گیارہویں فصل حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی مدح میں ہے اے بہترین مددگار اور جائے امید اور بہترین عطا کرنے والے! آپ پر اللہ تعالٰی کی بے شمار رحمتیں ہوں۔(ت)

اسی میں ہے:

اے بہترین کسیکہ امید داشت شود برائے ازالہ مصیبتے[4]۔	اے بہترین امیدگاہ، مصیبتوں کے ازالہ کے لئے۔(ت)

اسی میں ہے:

توپناہ دہندہ منی از ہجوم کردن مصیبتے وقتیکہ بخلاند دردل بدترین چنگلالہارا[5]۔	آپ مجھے ہرایسی مصیبت میں جودل میں بدترین اضطراب پیدا کرے، پناہ دیتے ہیں۔(ت)

اور اپنے قصیدہ ہمزیہ کی شرح میں تو قیامت ہی توڑ گئے، لکھتے ہیں:

آخر حالتی کہ ثابت است مادح آں حضرت راصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقتیکہ احساس کند نارسائی خودرااز حقیقت ثناضراعۃ (بالفتح) خواری وزاری، ابتہال واخلاص دردعاآنست کہ نداکند زاروخوار شدہ بشکستگی دل واظہار بے قدری خود، باخلاص درمناجات وپناہ گرفتن بایں طریق، اے رسول خدا، اے بہترین مخلوقات، عطائے ترامیخواہم روزفیصل کردن۔[6]	مایوسی کے وقت مدح کرنے والے کی آخری حالت میں یہ دعا اور ثنا ہونی چاہئے کہ وہ اپنے کو انتہائی گریہ وزاری اور دل جمعی اور اظہار بے قدری میں خلوص کے ساتھ پناہ حاصل کرتے ہوئے یہ مناجات کرے اور کہے کہ اے رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اے اللہ تعالٰی کی مخلوق میں بہترین ذات! قیامت کے روز میں آپ کی عطا کا خواستگار ہوں۔ (ت)

---

[1] شرح قصیدہ الطیب النغم فصل اول درتشبیب بذکرالخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴

[2] شرح قصیدہ الطیب النغم فصل چہارم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص۶

[3] شرح قصیدہ اطیب النغم فصل یازدہم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۲

[4] شرح قصیدہ اطیب النغم فصل یازدہم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۲

[5] شرح قصیدہ اطیب النغم فصل یازدہم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۲

[6] شرح قصیدہ ہمزیہ فصل ششم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۳

اسی میں ہے:

وقتیکہ فرود آید کار عظیم درغایت تاریکی پس توئی پناہ ازہر بلا[1]۔	جب کوئی کام تاریکی کی گہرائی میں گر جائے توآپ ہی ہر بلامیں پناہ دیتے ہیں۔(ت)

اسی میں ہے:

بسوئے توست آوردن من وبہ توست پناہ گرفتن من ودر توست امید داشتن من[2]۔	میری جائے پناہ، میری جائے امید اور میرے مرجع آپ ہی ہیں۔(ت)

بالجملہ بندگان خدا سے توسل کو اخلاص وتوکل کے خلاف نہ جانے گامگر سخت جاہل محروم یاضال مکابر ملوم، رہااس نماز مبارک کے افعال پر کلام، اولاً: جب اس کی ترغیب خود حضورپرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ارشاد سے ثابت تومدعی تسنن کو کیا گنجائش انکار، خود منکرین کی زبانیں اس شہادت میں ہمارے دل وزبان کی شریک ہیں کہ وہ جناب اتباع قرآن وحدیث واقتضائے سنت سنیہ ومراعات سیرت صحابہ واجتناب محدثات شنیعہ والتزام احکام شرعیہ پر استقامت کاملہ رکھتے تھے رضی اللہ تعالٰی عنہ وارضاہ امدنا فی الدارین بنعماہ اٰمین (اللہ تعالٰی اس سے راضی ہو اور اس کو راضی کرے اور اپنی نعمتوں سے دونوں جہاں میں ہماری امداد فرمائے آمین۔ت)

ثانیًا: دو۲ علما واولیا جن میں بعض کے اسمائے طیبہ فقیر غفراللہ تعالٰی لہ بہم نے ذکر کئے جنھوں نے یہ نماز پسند کی اجازت دی، سند لی، خود پڑھی، منکرین میں کون ان کے پائے کا ہے؟ پھر ان کے کہے سے کیونکر مسلم ہو کہ حکم شرع پر یہی چلے، اور وہ سب معاذاللہ گناہگار، فسّاق، بدعتی گزرے اور ان اکابر کو غیر موثوق کہہ کر اتباع سواداعظم کی طرف بلانا، وہی پرانی تلبیس ہے سواد اعظم کاخلاف جب ہو کہ جمہور ائمہ دین، فقہاو محدثین، عرفائے محدثین رحمۃاللہ علیہم اجمعین اس نماز سے ممانعت کرتے آئے ہوں، جب منکرین دوچار ائمہ معتمدین سے صحیح طور پر (جو دیدہ ودانستہ کذب وافترا ووضع اسمائے کتب وعلما واستناد بمجاہیل واجزائے خاملہ سے، کہ داب قدیم اکابر منکرین ہے خالی ہو) اس نماز کریم کی ممانعت کا ثبوت نہ دے سکے نہ ان شاء اللہ تعالٰی قیام قیامت دے سکیں توسواداعظم کانام لیناصرف عوام کو دھوکا دینا ہے۔

ثالثًا: ان صاحبوں کے اصول پر تو اس نماز کے جواز واباحت اور منع وانکار کی قباحت وشناعت

---

[1] شرح قصیدہ ہمزیہ فصل ششم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۳

[2] شرح قصیدہ ہمزیہ فصل ششم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۴

پر نئے طور سے (جسے معارضہ بالقلب کہئے) سواد اعظم ائمہ وعلماء ومحدثین وفقہا کا اجماع قطعی ثابت ہوگا، پہلے معلوم ہو چکا کہ ان حضرات کے مذہب میں عدم ذکر ذکر عدم ہے اور خود یہاں منکرین کے ادعائے سواد اعظم کا یہی مبنی کما لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) اب ہم کہتے ہیں کلمات ائمہ میں اس نماز پر انکار جائز ہونا ہر گز مذکور نہیں، **ومن ادعی فعلیہ البیان ولایستطیعہ حتی یرجع القارظان** (جو دعوٰی کرے اس پر بیان لازم ہے جبکہ یہ اس کی استطاعت سے خارج ہے۔ ت) اور عدم بیان، بیان عدم تولاجرم اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ان سب ائمہ کے نزدیک اس نماز مبارک پر انکار روا نہیں اور جس پر انکار ناجائز ہوگا وہ اقل درجہ مباح ہوگا **فثبت المقصود وبھت العنود والحمد للہ العلی الودود** (مقصود ثابت ہوا، مخالف مبہوت ہوا، الحمدللہ العلی الودود۔ ت)

رابعًا: ان حضرات کی عجیب عادت ہے، جواز کہ عقلًا ونقلًا محتاج دلیل نہیں بے دلیل خاص قبول نہیں کرتے اور عدم جواز کے لئے ان کے زبانی دعوے کافی ہو جاتے ہیں کاش جہاں یہ کہتے ہیں کہ توجہ بعراق وروش باوسب درست نہیں وہاں اس پر کوئی دلیل شرعی بھی قائم کرتے اور جب کچھ نہیں تو ہمارے لئے اصل جواب وہی ہے جو مدعیان بے ثبوت کے مقابل قرآن عظیم نے تعلیم فرمایا کہ **قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۱۱﴾**[1] (فرمادیجئے اگر سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔ ت) اور منکر نے اثنائے تقریر میں جو اپنے لئے بات آسان کرنے کو ہیأت نماز وتذلل تام وانتہائے تعظیم کی قیدیں بڑھالیں وہ خود اسی پر مردود کہ ہر گز ترکیب صلٰوۃ الاسرار میں ان باتوں کا نشان نہیں، ہاں محبوبان خدا کی نفس تعظیم بیشک اہم واجبات واعظم قربات سے ہے:

قال اللہ تعالٰی **وَمَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ**[2] قال اللہ تعالٰی **مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾**[3] **اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ﴿۸﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ**	اللہ تعالٰی نے فرمایا جو شخص اللہ تعالٰی کی عزت والی چیزوں کی تعظیم کرے گا تو یہ اس کے لئے اللہ تعالٰی کے ہاں بہتر ہے۔ اور نیز فرمایا جو شخص اللہ تعالٰی کی نشانیوں کی تعظیم کرے گا تو یہ قلبی تقوٰی ہوگا، اور نیز فرمایا ہم نے آپ کو مشاہدہ کرنے والا، بشارت سنانے

---

[1] القرآن ۲/۱۱۱

[2] القرآن ۲۲/۳۰

[3] القرآن ۲۲/۳۲

وَتُعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ ؕ[1]	والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ اے مومنو! تم اللہ اور اس کے رسول کی تعظیم وتوقیر بجالاؤ (ت)

خود منکر نے کہا کہ صحابہ کرام تعظیم سید الانام علیہ وعلیہم الصلٰوۃ والسلام میں ہم سے زیادہ تھے بلکہ شاید ابھی منکرین کو خبر نہیں کہ علمائے دین نے روضہ منورہ کے حضور خاص ہیأت نماز قائم کرنے کا حکم دیا تو منکر کو اس قید کا اضافہ بھی کام نہ آیا بلکہ گناہ بے لذت ٹھہرا۔ لباب و شرح لباب کی عبارت عنقریب مذکور ہوگی بالفعل اختیار شرح مختار و فتاوٰی عالمگیری کی تصریح لیجئے فرماتے ہیں:

یتوجه الی قبره صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم یقف کما یقف فی الصلٰوۃ ویمثل صورته الکریمة البهیة[2] اھ ملتقطا۔	یعنی قبر شریف سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف توجہ کرے اور یوں کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور حضور کی صورت مبارک کا تصور باندھے۔ اھ ملتقطا۔

اے عزیز! ف اصل کار یہ ہے کہ محبوبان خدا کے لئے جو تواضع کی جاتی ہے وہ درحقیقت خدا ہی کے لئے تواضع ہے ولہٰذا بکثرت احادیث میں استاذ وشاگرد وعلماء وعام مسلمین کے لئے تواضع کا حکم ہوا جنہیں جمع کیجئے تو دفتر طویل ہوتا ہے۔ طبرانی معجم اوسط اور ابن عدی کامل میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تعلموا العلم وتعلموا للعلم السکینة والوقار وتواضعوا لمن تعلمون منه[3]۔	علم سیکھو اور علم کے لئے سکون ومہابت (وقار) سیکھو اور جس سے علم سیکھتے ہو اس کے لئے تواضع کرو۔

ف: محبوبان خدا (مثلاً انبیاء، اولیاء، علماء، استاد اور شاگرد کہ وہ اللہ کے نبی، یہ اللہ کے ولی، وہ دین الٰہی کے قیم ہیں اور ملت الٰھیہ پر قائم) کی تواضع اور تعظیم کرنا درحقیقت خدا ہی کی تواضع اور تعظیم کرنا ہے ورنہ محض کسی دنیادار یا کافر کی تعظیم جائز نہیں۔ **نذیر احمد**

---

[1] القرآن ۴۸/۸ و ۹

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب المناسک مطلب زیارۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۶۵

[3] الکامل فی ضعفاء الرجال من اسمہ عباد عباد بن کثیر ثقفی بصری مطبوعہ دارالفکر بیروت ۴/۱۶۴۲

اور خطیب نے کتاب الجامع لآداب الراوی والسامع میں اُن سے یوں روایت کی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

تواضعوا لمن تعلمون منه وتواضعوا لمن تعلمونه ولاتکونوا جبابرۃ العلماء فیغلب جھلکم علمکم[1]۔	جس سے علم سیکھتے ہو اس کے لئے تواضع کرو اور جسے علم سکھاتے ہو اس کے لئے تواضع کرو اور متکبر عالم نہ بنو کہ تمہارا جہل تمہارے علم پر غالب ہو جائے۔

باایںہمہ علمانے تصریح فرمائی کہ غیر خدا کے لئے تواضع حرام ہے، فتاوٰی ہندیہ میں یہ ہے: **التواضع لغیر اللہ حرام کذافی الملتقط**[2] (غیر خدا کے لئے تواضع حرام ہے جیسا کہ ملتقط میں ہے۔ت) تو بات وہی ہے کہ انبیاء واولیاء و مسلمین کے واسطے تواضع اس لئے ہے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں یہ اللہ کے ولی ہیں وہ دین الٰہی کے قیم ہیں یہ ملت الٰہیہ پر قائم ہیں تو علت تواضع، جب وہ نسبت ہے جو انہیں بارگاہ الٰہی میں حاصل، تو یہ تواضع بھی در حقیقت خداہی عــہ کے لئے ہوئی جیسے

ف: یہ فائدہ ضرور ملاحظہ ہو عــہ عجیب تر بشنو (نہایت عجیب بات سن۔ت) مرزا مظہر جانجاناں صاحب اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

ایشاں بجناب پیر خود نوشتند کہ محبت شمار بر محبت خدا و رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غالب وست موجب انفعال میشود در جواب برنگاشتند کہ محبت پیر ہمیں محبت خدا اور سول ست وسبب جذب کمالات الٰہیہ کہ در باطن پیر ثابت ست می شود چوں دیدہ عقل آمد احول معبود تو سری ست اول[3]	انہوں نے اپنے پیر کی خدمت میں لکھا کہ آپ کی محبت اللہ تعالٰی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محبت پر غالب ہے جو کہ فیضیاب ہونے کا سبب ہے، پیر صاحب نے جواب میں لکھا کہ پیر کی محبت بھی اللہ تعالٰی اور رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی کی محبت ہے جو کہ پیر کے باطن میں ثابت شدہ اللہ تعالٰی کے کمالات کو جذب کرنے کا باعث ہے۔ انتہی بلطفہ ۱۲ منہ (م)

---

[1] الجامع لاخلاق الراوی باب ذکر ماینبغی للراوی والسامع دارالکتب العلمیۃ بیروت ص۹۱، الکامل فی ضعفاء الرجال من اسمہ عباد عباد بن کثیر ثقفی بصری مطبوعہ دارالفکر بیروت ۴/۱۶۴۳

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب الثامن والعشرون فی ملاقات الملوک الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۶۸

[3] ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں مجتبائی دہلی ص ۱۸۲

صحابہ کرام واہل بیت عظام کی تعظیم ومحبت بعینہٖ محبت و تعظیم سید عالم ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

کمانص علیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی غیر ما حدیث ونحن فی غنی عن سردھا ھنا فما ھی شوارد بل معلومۃ الموارد۔	جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر تصریح فرمائی، ایسی بہت سی احادیث ہیں ہمیں ان کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، وہ احادیث اجنبی نہیں ہیں ان کا مورد سب کو معلوم ہے۔ (ت)

تواضع لغیر اللہ کی شکل یہ ہے کہ عیاذًا باللہ، کسی کافر یا دنیادار غنی کے لئے اس کے سبب تواضع ہو کہ یہاں وہ نسبت موجود ہی نہیں یا موجود ہے تو ملحوظ نہیں، اے عزیز! کیا وہ احادیث کثیرہ شہیرہ جن میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے خشوع وخضوع بجالانا مذکور، اس درجہ اشتہار پر نہیں کہ فقیر کو اُن کے جمیع واستیعاب سے غنا ہو، ابوداؤد ونسائی وترمذی وابن ماجہ اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال اتیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واصحابہ حولہ کأنّ علی رؤسھم الطیر[1]۔	فرمایا میں سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، حضور کے اصحاب حضور کے گرد تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں، یعنی سر جھکائے گردنیں خم کئے بے حس وحرکت کہ پرندے لکڑی یا پتھر جان کر سروں پر آبیٹھیں، اس سے بڑھ کر اور خشوع کیا ہوگا!

ہند بن ابی ہالہ وصاف النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورضی عنہ کی حدیث حلیہ اقدس میں ہے:

اذا تکلم اطرق جلساؤہ کانّ علی رؤسھم الطیر[2]۔	جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کلام فرماتے جتنے حاضران مجلس ہوتے سب گردنیں جھکا لیتے گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں۔

عجب ست باوجودت کہ وجود من بماند ... توبگفتن اندرآئی ومرا سخن بماند

(تعجب ہے کہ تیرے وجود سے میرا وجود باقی ہے تیری گفتگو نافذ ہے اور میری بات باقی ہے)

مولانا جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس شریف میں لکھتے ہیں:

یکے از مشائخ گوید کہ من وشیخ علی ہیتی درمدرسہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ بودیم کہ یکے از اکابر بغداد پیش آمدو	ایک بزرگ نے فرمایا کہ میں اور شیخ علی ہیتی حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مدرسہ میں تھے کہ اتنے میں بغداد کے

---

[1] سنن ابوداؤد کتاب الطب باب الرجل یتداوہ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۸۳، مسند احمد بن حنبل حدیث اسامہ بن شریک مطبوعہ دارالفکر بیروت ۴/ ۲۷۸

[2] المعجم الکبیر حدیث ہند بن ابی ہالہ ۴۱۴، مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۲/ ۱۵۸

گفت یاسیدی قال جدك رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم من دعی فلیجب وهاانا ادعوك الی منزلی گفت اگر مرا اذن کنند بیایم زمانے سرور پیش انداخت پس گفت مے آیم وبراستر سوار شد شیخ علی ہیتی رکاب راست وی گرفت ومن رکاب چپ تابسرائے آں شخص رسیدیم ہمہ مشائخ بغداد وعلماواعیان آنجا بودند سماطے برکشیدند بروی انواع نعمتها وسلّہ بزرگ سرپوشیدہ دوکس برداشتہ پیش آوردند ودرآخر سماط نہادند بعدازاں آں شخص کہ صاحب دعوت بود گفت الصّلاو شیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ سردرپیش افگندہ بودہیچ نخورد واذن نیزندادد ہیچکس ہم نخورد واهل المجلس کأنّ علی رؤسهم الطیر هیبته[1]۔	ایک بزرگ تشریف لائے اور انہوں نے عرض کی اے آقا (غوث اعظم) آپ کے جدّامجد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دعوت دے اس کی دعوت قبول کی جائے، لو میں آپ کو اپنے گھر کے لئے دعوت دیتاہوں تو آپ نے فرمایا اگر مجھے اجازت ملی تو آؤں گا، یہ فرما کر آپ نے کچھ دیر سر مبارک کو جھکایا پھر فرمایا میں آرہاہوں آپ گھوڑے پر سوار ہوئے شیخ علی ہیتی نے دایاں رکاب اور میں نے بایاں رکاب پکڑا، حتی کہ ہم سب اس شیخ کے گھر پہنچے تو وہاں پر بغداد کے مشائخ اور علما اور خاص لوگ موجود تھے دستر خوان بچھایا گیا جس پر مختلف قسم کی نعمتیں موجود تھیں اور ایک بھاری بوجھل تابوت کو دس آدمی اٹھائے ہوئے لائے جو اُوپر سے ڈھانپا ہوا تھا وہ دستر خوان کے قریب ایک طرف رکھ دیا گیا، اس کے بعد صاحب خانہ شیخ نے کھانا کھانے کو کہا تو حضرت غوث اعظم نے سر مبارک جھکایا نہ خود کھانا تناول فرمایا اور نہ ہی ہمیں کھانے کی اجازت دی، اور کسی نے بھی نہ کھایا جبکہ تمام اہل مجلس ایسے خاموش سر جھکائے ہوئے تھے جیسے کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ (ت)

یعنی اہل مجلس کہ تمام اولیاء وعلماء وعمائد بغداد تھے ہیبت سرکار قادریت کے سبب ایسے بیٹھے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں، مقصود اسی قدر تھا مگر ایسی جانفزابات کا ناتمام رہنا دل کو نہیں بھاتا للذا تفریح قلوب سنت وغیظ صدور بدعت کے لئے تتمہء روایت نقل کروں، فرماتے ہیں:

شیخ رضی اللہ تعالٰی بمن وشیخ علی ہیتی اشارتی کرد کہ آں سلّہ راپیش آرید برخاستیم وآں راپیش برداشتیم وبس گراں بوددرپیش شیخ نہادیم فرمود تاسرآنرا بگشادیم دیدیم کہ فرزند آں شخصے بود نابینائے مادرزاد	حضرت نے مجھے اور شیخ علی ہیتی کو اشارہ فرمایا کہ اس تابوت کو میرے سامنے لاؤ، وہ بھاری تابوت ہم نے اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا پھر آپ نے فرمایا اس پر سے کپڑا ہٹاؤ، جب ہم نے دیکھا وہ اس شخص کا

---

[1] نفحات الانس حالات شیخ ابوعمرو صریفینی رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ انتشارات کتاب فروشی ایران ص ۵۲۰

برجائے ماندہ ومجذوم ومفلوج گشتہ شیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ وی راگفت قم باذن اللہ معافی، آں کودک برخاست دواں وبیناوبران ہیچ آفتے نے فریاد ازحاضراں برخاست شیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ درانبوہ مردم بیروں آمدوہیچ نخوردپیش شیخ ابوسعید قیلوی رفتم وآں قصہ باوے بگفتم گفت شیخ عبدالقادر یبرئ الاکمہ والابرص ویحیی الموتی باذن اللہ عزوجل ست انتہی[1]۔	لڑکا تھا جومادر زاد نابینا اور مفلوج تھا توحضرت نے اس لڑکے کوحکمًا فرمایا قم باذن اللہ معافی (اللہ کے حکم سے کھڑے ہوجاؤ عافیت والے ہوکر) وہ لڑکا فورًا تندرست حالت میں کھڑا ہوگیا جیسا کہ اسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ اس کے بعد حضرت حاضرین میں سے اُٹھ کر پوری جماعت کے ساتھ باہر تشریف لے گئے اور کچھ نہ کھایا۔ اس کے بعد میں شیخ ابوسعید قیلوی کے پاس گیااور ان کو میں نے یہ تمام قصہ سنایا توانہوں نے فرمایا کہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست اور مُردے کو زندہ اللہ کے اذن سے کرتے ہیں۔ (ت)۔

قادرا قدرت توداری ہرچہ خواہی آں کنی
مردہ راجانے دہی ودرد رادرماں کنی

(اے قدرت والے تجھے قدرت ہے جو چاہے تو کرے، مردہ کوجان دیتاہے اور درد کوآرام دیتاہے)

امام ابوابراہیم تجیبی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کتاب الشفاء میں ہے:

واجب علی کل مومن متی ذکرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوذکر عندہ ان یخضع و یخشع ویتوقر ویسکن من حرکتہ ویأخذ فی ھیبتہ واجلالہ بماکان یاخذبہ نفسہ لوکان بین یدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویتأدب بماادبنا اللہ تعالٰی بہ[2]۔	ہر مسلمان پرواجب ہے جب حضوراقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کویاد کرے یااس کے سامنے حضورکاذکر آئے خضوع وخشوع بجالائے اور باوقار ہوجائے اور اعضاء کوحرکت سے بازرکھے اور حضور کے لئے اس ہیبت وتعظیم کی حالت پرہوجائے جو حضوراقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے روبرو اس پرطاری ہوتی اور ادب کرے جس طرح خداتعالٰی نے ہمیں ان کاادب سکھایاہے۔

---

[1] نفحات الانس حالات ابوعمرو صریفینی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مطبوعہ انتشارات کتاب فروشی ایران ص ۵۲۰

[2] کتاب الشفاء فصل واعلم ان حرمۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد موتہ مطبوعہ مطبعۃ شرکۃ صحافیۃ ترکی ۲/ ۳۴

امام علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں اس قول کے نیچے لکھتے ہیں:

یفرض ذلك ویلاحظه ویتمثله فكانه عنده[1]۔	یعنی یادحضور کے وقت یہ قراردے کہ میں حضوراقدس کاتصور باندھے گویا حضور کے سامنے حاضر ہوں۔

امام اجل سیدی قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی شفاشریف میں امام تجیبی کاارشاد نقل کرکے فرماتے ہیں:

وهذه كانت سيرة سلفنا الصالح وائمتنا الماضين رضی الله تعالٰی عنهم[2]۔	ہمارے سلف صالح وائمہ سابقین رضی اللہ تعالٰی عنہم کایہی داب وطریقہ تھا۔

اور فرماتے ہیں:

كان مالك اذا ذكر النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم یتغیّر لونه وینحنی[3]۔	امام مالک رحمہ اللہ تعالٰی جب سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کاذکر کرتے رنگ اُن کابدل جاتا اور جھک جاتے۔

نسیم میں ہے: **لشدة خشوعه**[4] یہ جھک جاناسبب شدت خشوع تھا۔

شفاشریف وغیرہ تصانیف علماء میں اس قسم کی بہت روایات مذکور، شاہ ولی اللہ قصیدہ ہمزیہ میں لکھتے ہیں:

ینادی ضارعا لخضوع قلب　　　وذل وابتهال والتجاء
رسول الله یاخیر البرایا　　　نوالك ابتغی یوم القضاء[5]

(حاجت مندی، دل کی عاجزی، انکساری، تضرع اور التجاء کے ساتھ رسول اللہ کو ندا کرے اور عرض کرے کہ اے مخلوق سے افضل ذات! میں آپ سے قیامت کے روز عطاکاخواستگار ہوں)

دیکھو صاف بتاتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ندااور حضور سے عرض حاجت کرے تو تضرع وخضوع قلب وتذلل والحاح وزاری سب کچھ بجالائے۔ میں کہتاہوں واللہ ایساہی چاہیۓ مگرآپ کے ان شرک فروشوں کی دواکون کرے، غرض اس مطلب نفیس میں کلمات علماء کااستیعاب کیجئے تو دفتر چاہیۓ لہٰذا

---

[1] نسیم الریاض شرح شفاء فصل واعلم ان حرمۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد موتہ مطبوعۃ دارالفکر بیروت ۳/ ۳۹۶

[2] کتاب الشفاء فصل واعلم ان حرمۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد موتہ مطبوعہ مطبعۃ شرکۃ صحافیۃ ترکی ۲/ ۳۴

[3] کتاب الشفاء فصل واعلم ان حرمۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد موتہ مطبوعہ مطبعۃ شرکۃ صحافیۃ ترکی ۲/ ۳۶

[4] نسیم الریاض شرح شفاء فصل واعلم ان حرمۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد موتہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳/ ۳۹۹

[5] شرح قصیدہ ہمزیہ شاہ ولی اللہ فصل ششم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۳

میں یہاں منسک متوسط اور اس کی شرح مسلک متقسط کی ایک نفیس عبارت کہ بہت فوائد جلیلہ پر مشتمل تلخیصًا اور ذکر کرتا ہوں مولٰینا رحمۃ اللہ سندی متن اور فاضل علی قاری شرح میں فرماتے ہیں:

فاذا فرغ من ذلك قصد التوجه الى القبر المقدس وفرغ القلب من كل شیئ من امور الدنيا، واقبل بكليته لماهو بصدده ليصلح قلبه للاستمداد منه صلى الله تعالٰى عليه وسلم، وليلا حظ مع ذلك الاستمداد من سعة عفوه صلى الله تعالٰى عليه وسلم وعطفه ورأفته (اى شدة رحمته على سائر العباد) ان يسامحه فيما عجز عن ازالته من قلبه، ثم توجه (اى بالقلب والقالب) مع رعاية غاية الادب فقام تجاه الوجه الشريف متواضعا خاضعا خاشعا مع الذلة والانكسار والخشية والوقار والهيبة و الافتقار غاض الطرف مكفوف الجوارح (من الحركات) فارغ القلب (عمن سوى مقصوده ومرامه) واضعا يمينه على شماله (تأدبا فی حال اجلاله) مستقبلا للوجه الكريم مستدبرا للقبلة ناظرا الى الارض متمثلا صورته الكريمة فی خيالك مستشعرا بانه صلى الله تعالٰى عليه وسلم عالم بحضورك وقيامك وسلامك (بل بجمع افعالك واحوالك وارتحالك ومقامک) مستحضرا عظمته وجلالته وشرفه وقدره صلى الله تعالٰى عليه وسلم ثم قال من غير رفع صوت (لقوله تعالٰى ان الذين يغضون اصواتهم عند رسول الله الاية)	یعنی جب مقدمات زیارت سے فارغ ہو قبرانور کی طرف توجہ کا قصد اور دل کو تمام خیالات دنیویہ سے فارغ کرے اور ہمہ تن اس طرف متوجہ ہو جائے تاکہ اس کا قلب حضوراقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے استمداد کے لائق ہو بااینہمہ جو خیال مجبورانہ دل میں باقی رہے جس کے ازالہ پر قادر نہ ہو اس کی معافی کے لئے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی کمال مغفرت ومہربانی ورافت اور تمام بندوں پر حضور کی شدت رحمت سے مدد مانگے پھر دل وبدن دونوں سے نہایت ادب کے ساتھ مواجہہ شریف میں حاضر ہو تواضع وخضوع وخشوع وتذلل وانکسار وخوف ووقار وہیبت واحتیاج کے ساتھ آنکھیں بند کئے اعضا کو حرکت سے روکے دل اس مقصود مبارک کے سوا سب سے فارغ کئے ہوئے ادب وتعظیم حضور کے لئے دہنا ہاتھ بائیں پر رکھے حضور کی طرف منہ اور قبلے کو پیٹھ کرے نگاہ زمین پر جمائے رہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صورت کریمہ کا تصور باندھے اور ہوشیار ہو کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کی حاضری وقیام وسلام بلکہ تمام افعال واحوال اور منزل بمنزل کے قیام وارتحال پر مطلع ہیں اور حضور کی عظمت وجلال وشرف ومنزلت کو خوب خیال کرے پھر نہ تو آواز بلند ہو کہ اللہ تعالٰی ان کے حضور پست آواز کا حکم دیتا ہے نہ بالکل آہستہ جس میں سنانے کی سنت فوت ہو اگرچہ سرکار پر کچھ پوشیدہ نہیں اس طرح حضور قلب وشرم وحیا

ولا اخفاء (ای بالمرۃ لفوت الاسماع الذی ھوالسنۃ وان کان لایخفی شیئ علی الحضرۃ) بحضور (قلب واستحیاء) السلام علیک ایّھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ[1] ثم یقول یارسول اللہ اسألك الشفاعۃ ثلثا (لانہ اقل مراتب الالحاح لتحصیل المنال فی مقام الدعاء والسؤال)[2] صلی اللہ تعالٰی علی قاضی حاجتنا ومعطی مواداتنا سیدنا ومولانا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین۔	کے ساتھ عرض کرے السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر کہے یارسول اللہ! میں حضور سے شفاعت مانگتاہوں یارسول ! میں حضور سے شفاعت مانگتاہوں یارسول اللہ! میں حضور سے شفاعت مانگتاہوں، تین باس اس لئے کہے کہ یہ دعا وسوال میں حصول مقصود کے واسطے ادنٰی مرتبہ الحاح کا ہے۔(م) اللہ تعالٰی ہمارے حاجت روا اور مرادوں کو پورا کرنے والے ہمارے آقا ومولٰی محمد اور آپ کی آل وصحابہ کرام سب پر، رحمت نازل فرمائے۔(ت)

اِن احادیث وروایات وکلمات طیبات سے کالشّمس فی وسط السماء روشن وآشکار ہوگیا کہ ہنگام توسل محبوبان خدا کی طرف منہ کرنا چاہئے اگرچہ قبلہ کو پیٹھ ہو، اور دل کو ان کی طرف خوب متوجہ کرے یہاں تک کہ ہر این وآں خاطر سے محو ہوجائے اور ان کے لئے خضوع وخشوع محمود ومشروع، اور اس میں ان کا زمانہ وفات ظاہری وحضور مرقد وذکر مجرد سب برابر ہے اور ان کے سوا عبارت اخیرہ سے جو اور فوائد جمیلہ وعوائد جلیلہ حاصل ہوئے بیان سے غنی ہیں والحمدللہ رب العٰلمین پس زید منکر نے کہ توجہ قلب وخشوع وہیأت نماز وغیرہ کی قیدیں بڑھا کر گمان کیا تھا کہ اب اسے اثبات عدم جواز کی طرف راہ آسان ہوگی۔ بحمداللہ ثابت ہوا کہ اس کا محض خیال ہی خیال تھا وَ یُحِقُّ اللّٰہُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾[3] (اور اللہ تعالٰی حق کو اپنے کلمہ سے ثابت فرماتا ہے اگرچہ باطل والے ناپسند کریں۔ت) فقیر حیران ہے کہ اس نماز مبارک میں اول تو صلوٰۃ مفروضہ کے بعد قبلے سے انحراف کہاں، اور ہو بھی تو اس میں کیا گناہ ہے، ہر نماز مفروضہ کے بعد امام کو قبلے سے انحراف سنت معلومہ ہے، پھر اسے ممانعت میں کیا مداخلت، ہاں جو کچھ غیظ وغضب کرنا ہو تعیین سمت پر کیجئے اور اس کا جواب مرزا مظہر جانجاناں شہید سے لے لیجئے جنہیں شاہ ولی اللہ دہلوی اپنے مکتوبات میں نفس زکیہ، قیم طریقہ احمدیہ، داعی سنتِ

---

[1] مسلک متقسط شرح منسک متوسط مع ارشاد الساری فصل ولو توجہ الی الزیارۃ مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت ص ۳۳۷

[2] مسلک متقسط شرح منسک متوسط مع ارشاد الساری فصل ولو توجہ الی الزیارۃ مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت ص ۳۳۹

[3] القرآن ۸۲/۱۰

نبویہ متحلی بانواع فضائل وفواضل لکھتے ہیں اور حاشیۂ مکتوبات پر شاہ صاحب مذکور سے مرزا صاحب موصوف کی نسبت منقول:

انچہ قدر ایشاں ما مردم میدانیم شماچہ دانید احوال مردم ہند برما مخفی نیست کہ خود مولد ومنشاء فقیرست وبلاد عرب رانیز دیدہ ایم وسیر نمودہ، واحوال مردم ولایت از ثقات آنجا شنیدہ ایم وتحقیق کردہ عزیزے کہ برجادہ شریعت وطریقت واتباع کتاب وسنت ہمچنین استوار ومستقیم باشد ودر ارشاد طالبان شان عظیم ونفسے قوی دارد ودریں جزوزماں مثل ایشاں در بلاد مذکور یافتہ نمی شود مگر در گز شتگان بلکہ در ہر جزوزمان وجود ایں چنیں عزیزاں کمتر بودہ است چہ جائے ایں زماں کہ پر فتنہ وفسادست انتہی[1]۔	ان کی جو قدر ہم جانتے ہیں تم کیا جانو، ہندوستان کے لوگوں کے احوال ہم سے مخفی نہیں کیونکہ ہندوستان فقیر کا جائے پیدائش وپرورش ہے اور عرب بھی ہم نے دیکھا ہے اور اس کی سیر کی ہے اور ولایت کے لوگوں کے احوال بھی سنے ہیں، تحقیق کی ہے کہ ان صاحب عزت، جو کہ شریعت وطریقت کے مرتبہ پر فائز ہیں اور کاب وسنت پر عمل پیرا ہیں اور طالب حضرات کی رہنمائی میں عظمت اور مضبوطی رکھتے ہیں، جیسا بلاد مذکورہ میں فی زمانہ کوئی نہیں ہے گزشتہ لوگوں (اسلاف میں ہوسکتا ہے، بلکہ ہر دور میں ان جیسے بزرگ بہت کم ہوئے ہیں اس پر فتن زمانہ کی بات ہی کیا ہے اھ (ت)

یہی جناب مرزا صاحب اپنے مکتوبات میں ایک مرید رشید کو (جن کی بی بی کی نسبت فرمایا: تخمے پاک در خاک آں عفیفہ کاشتہ ایم بروقت مقدر سرسبز خواہد شد (ہم نے اس پاکیزہ کی مٹی میں ایک پاک بیج کاشت کیا ہے جو مقررہ وقت پر سرسبز ہوگا۔ت) تحریر فرماتے ہیں:

انچہ از قصد خود ومردم خانہ بجانب شاہجہاں آباد نوشتہ اند بشرط امن مبارک ست وتا رسیدن شما فقیر اِن شاءاللہ تعالٰی بعد نماز یک دو گھڑی روز برآمدہ پیش از حلقہ یا بعد آں بجانب آں مستورہ شما متوجہ خواہد شد باید کہ ہر روز منتظر ومتوقع فیض روباں طرف کردہ بعد نماز صبح روباں طرف کردہ بعد نماز صبح بنشیند کہ محبت ایں عفیفہ کہ فرزند ماست در دل فقیر تاثیر کردہ است[2] الخ	میں نے اور گھر والوں نے شاہجہان آباد کی طرف جو خط لکھا ہے وہ بشرط امن مبارک ہے اور تمہارے پہنچنے تک ان شاء اللہ فقیر روزانہ ایک دو گھڑی حلقہ ذکر سے قبل یا بعد باہر آکر آپ کی مستورہ بیوی کی طرف توجہ کرتا ہے، ہوسکتا ہے تو روزانہ فیض کا متوقع ہو کر اس طرف منہ کرکے صبح کی نماز کے بعد بیٹھا کرو تاکہ اس پاکیزہ کی جو میری بیٹی ہے کی محبت کی تاثیر اس فقیر کے دل پر ہو۔ الخ (ت)

---

[1] حاشیۂ مکتوبات شاہ ولی اللہ دہلوی از مجموعہ کلمات طیبات فصل چہارم ''مکاتیب شاہ ولی اللہ'' مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۱۵۸

[2] مکتوبات مرزا مظہر جانجاناں از مجموعہ کلمات طیبات مکتوب سی و ہفتم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۷

دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں:

جان من سلامت باشی دریں مدت مفارقت دورقعہ شمارسید وحرزجاں گردید باید دید کہ انتظار باماچہ میکند، ہر صبح بعد نماز متوجہ بفقیر بنشینید بے ناغہ توجہ می دہم از کسی توجہ نگیرید زیادہ عمرومزہ عمرباد[1] انتہی ملخصا	میری جان! سلامت رہو، اس جدائی کی مدت میں تمہارے دورقعے ملے ہیں جو حرزجاں ہیں، غور کرو کہ ہمارا انتظار کیااثر کرتاہے روزانہ صبح کی نماز کے بعد مجھ فقیر کی طرف منہ کرکے بیٹھا کرو اور ناغہ نہ کرو، میں خود توجہ کیا کروں گا کسی دوسرے کی توجہ کی ضرورت نہیں ان شاء اللّٰہ عمرزیادہ اور عمرکامزہ بھی پاؤگے اھ ملخصًا

انہیں مرزاصاحب کے ملفوظات میں ہے:

نسبت ماجناب امیرالمؤمنین حضرت علی کرم اللّٰہ تعالٰی وجہہ مے رسد وفقیر رانیازے خاص بآنجناب ثابت ست دروقت عروض عارضہ جسمانی توجہ بآنحضرت واقع می شود وسبب حصول شفامیگردد[2] الخ۔	میرا خاص تعلق حضرت امیرالمؤمنین علی مرتضٰی کرم اللّٰہ تعالٰی وجہ الکریم سے قائم ہے اور فقیر کوآپ سے خاص نیازحاصل ہے، فقیر جسمانی عارضہ کے وقت آپ کی طرف توجہ کرتااور شفاپاتاہے الخ (ت)

شاہ ولی اللّٰہ صاحب نے مکتوب شرح رباعیات میں اپنی یہ رباعی لکھی:

آنانکہ زاوناس بہیمی جستند   بالجبّہ انوار قدم پیوستند
فیض قدس ازہمت ایشاں میجو   دروازہ فیض قدس ایشاں ہستند[3]

(وہ ذات جس سے لوگ بھلائی چاہتے ہیں اور ان کے قدم کے انوار لباس بناتے ہیں ان کی توجہ سے مقدس فیض کی خواہش کر کیونکہ وہ فیض قدس کادروازہ ہیں) پھر اس کی شرح میں لکھا:

یعنی توجہ بارواح طیبہ مشائخ درتہذیب روح وسر نفع بلیغ دارد[4]۔	یعنی مشائخ کی ارواح طیبہ روح اور سر کی صفائی میں انتہائی مفید ہیں (ت)

---

[1] مکتوبات مرزاجانجاناں از مجموعہ کلمات طیبات مکتوب چہل ودوم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۹

[2] ملفوظات مرزامظہر جانجاناں از مجموعہ کلمات طیبات ملفوظات مکتوب چہل ودوم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸

[3] مکتوبات شاہ ولی اللّٰہ از مجموعہ کلمات طیبات مکتوب بست ودوم در شرح رباعیات مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ص ۱۹۴

[4] شرح رباعیات شاہ ولی اللّٰہ از مجموعہ کلمات طیبات مکتوب بست ودوم در شرح رباعیات مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۹۴

انہیں شاہ صاحب نے ہمعات میں حدیث نفس کا یوں علاج بتایا:

بارواح طیبہ مشائخ متوجہ شد، وبرائے ایشاں فاتحہ خواند یابزیارت قبرایشاں رودازانجاانجذاب دریوزہ کند[1]۔	مشائخ کی ارواح کی طرف متوجہ ہو اور ان کے لئے فاتحہ پڑھو اور ان کی قبروں کی زیارت کے لئے جاؤ اور وہاں سے فیض حاصل کرو۔ (ت)

نفیسہ: امام علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان میں فرماتے ہیں:

لم یزل العلماء و ذوالحاجات یزورون قبرالامام ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ویتوسلون عندہ فی قضاء حوائجھم و یرون نجح ذلک، منھم الامام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ فانہ جاء عنہ انہ قال انی لاتبرك بابی حنیفۃ واجیئ الی قبرہ فاذا عرضت لی حاجۃ صلیت رکعتین وجئت الی قبرہ وسألت اللہ تعالٰی عندہ فتقضی سریعا[2]۔	یعنی ہمیشہ سے علماء واہل حاجت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مزار مبارک کی زیارت اور اپنی حاجت روائیوں کو بارگاہ الٰہی میں اُن سے توسّل کرتے اور اس سبب سے فورًا مرادیں پاتے ہیں اُن میں سے ہیں امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ فرماتے ہیں میں ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تبرک کرتا اور اُن کی قبر پر جاتا ہوں اور جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے دو رکعت نماز پڑھتا اور ان کی قبر کی طرف آکر خدا سے سوال کرتا ہوں کچھ دیر نہیں لگتی کہ حاجت روا ہوتی ہے۔

فقیر کہتا ہے غفراللہ تعالٰی لہ یہاں نکات غامضہ ہیں کہ ان پر مطلع نہیں ہوتے مگر توفیق والے، جب معلوم ہولیا کہ حق جل وعلا عزمجدہ کی طرف اس کے محبوبوں سے توسل محمود مقصود وسنت ماثورہ و طریقہ ماموره اور ہنگام توسل ان کی جانب توجہ درکار، یہاں تک کہ جب خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی نے سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا: دعا میں قبلہ کی طرف منہ کروں یا مزار مبارک حضور سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف؟ فرمایا:

ولم تصرف وجھك عنہ وھو وسیلتک	کیوں اپنا منہ ان سے پھیرتا ہے وہ قیامت کو تیرا

---

[1] ہمعات ہمعہ ۸ مطبوعہ اکادیمیہ الشاہ ولی اللہ الدہلوی حیدرآباد ص ۳۴

[2] الخیرات الحسان الفصل الخامس والثلاثون فی تادب الائمۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۹

ووسیلة ابیك اٰدم علیه الصلوة والسلام الی الله تعالٰی یوم القیٰمة بل استقبله واستشفع به فیشفعك الله تعالٰی[1]۔ اخرجه الامام القاضی عیاض فی الشفاء وغیره فی غیره۔	اور تیرے باپ آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام کا اللہ تعالٰی کی طرف وسیلہ ہیں بلکہ انہیں کی طرف منہ کر اور شفاعت مانگ کہ اللہ تعالٰی تیری درخواست قبول فرمائے۔

اور سوال حاجت سے پہلے دو رکعت نماز کی تقدیم مناسب کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: **اِسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِؕ**[2] (صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔ت) پھر کامل اکسیر یہ ہے کہ کسی محبوب خدا کے قریب جایئے اسی طرف حق جل وعلا نے قرآن عظیم میں ہدایت فرمائی کہ ارشاد کرتا ہے:

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا﴿۶۴﴾[3]	اور اگر وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے حضور حاضر ہو کر خدا سے بخشش چاہیں اور رسول اُن کے لئے استغفار کرے تو بیشک اللہ تعالٰی کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

سبحان اللہ خدا ہر جگہ سنتا ہے اور بے سبب مغفرت فرماتا ہے مگر ارشاد یوں ہوتا ہے کہ گنہگار بندے تیری خدمت میں حاضر ہو کر ہم سے دعائے بخشش کریں اور قدیمًا وحدیثًا وصلحا اس آیہ کریمہ کو زمانہ حیات ووفات سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں عام اور حاضری مزار مبارک کو حاضری مجلس اقدس کی مثل سمجھا کئے اور اوقات زیارت میں یہی آیہ کریمہ تلاوت کرکے اللہ تعالٰی سے استغفار کرتے رہے اس مضمون کی بہت روایات وحکایات مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ ومدارج النبوۃ وجذب القلوب الٰی دیار المحبوب وخلاصۃ الوفا فی اخبار دار المصطفٰی وغیرہا تصانیف علما میں مذکور ومشہور بعض ان سے حضرت مقدام المحققین حضرت والد قدس سرہ الماجد نے سرور القلوب فی ذکر المحبوب میں ذکر کرکے اس مسئلے کا اثبات فرمایا **من شاء فلیتشرف بمطالعته** (جو چاہے اس کے مطالعہ سے مشرف ہو۔ت) اسی طرح بہت علما مصنفان مناسک باب

---

[1] کتاب الشفاء فصل واعلم ان حرمۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ شرکۃ صحافیۃ فی بلاد عثمانیۃ ۳۵/۲، نسیم الریاض شرح شفاء فصل واعلم ان حرمۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۹۸/۳

[2] القرآن ۱۵۳/۲

[3] القرآن ۶۴/۴

زیارت شریفہ مدنیہ طیبہ میں وقت حاضری اس آیت کو پڑھ کر استغفار کا حکم دیتے ہیں تو ثابت ہوا کہ محبوبانِ خدا کی طرف جانا اور بعد وصال اُن کی قبور کی طرف چلنا دونوں یکساں جیسا کہ سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سیدنا امام ابو حنیفہ کے مزار فائض الانوار کے ساتھ کیا کرتے۔ اب یہ کہ گدائے سرکار قادریہ اس آستان فیض نشان سے دور و مہجور ہے گو بعد نماز مزار اقدس تک جانے کی حقیقت اسے میسر نہیں تاہم دل سے توجہ کرنا اور چند قدم اس سمت چل کر اُن چلنے والوں کی شکل بناتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حدیث حسن میں فرمایا:

من تشبه بقوم فهو منهم[1]۔ **اخرجه الطبرانی فی الاوسط عن حذیفة رضی الله تعالٰی عنه باسناد حسن وان کان طریق ابی داود عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما لیس بذلك**	جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ انہیں سے ہے اس کی تخریج طبرانی نے اوسط میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کی ہے یہ سند جید ہے اگرچہ ابوداؤد کے طریق پر ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی قوی نہیں ہے (ت)

ثانیًا توسل میں توجہ باطن ضرور اور ظاہر، عنوان باطن، لہٰذا یہ چلنا مقرر ہوا کہ حالت قالب، حالت قلب پر شاہد ہو جس طرح سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے استسقا میں قلبِ ردا فرمایا کہ قلب لباس، قلب احوال و کشف باس کی خبر دے، شاہ ولی اللہ نے قول الجمیل میں قضائے حاجت کے لئے "**صلٰوۃ کن فیکون**" کی ترکیب لکھی جس کے آخر میں ہے کہ پھر پگڑی اتارے، آستین گلے میں ڈالے، پچاس ۵۰ بار دعا کرے، ضرور مستجاب ہو[2]۔ اس پر ان کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں: "بعض ناواقفوں نے اعتراض کیا ہے، آستین گردن میں ڈالنا کیونکر جائز ہوگا، حالانکہ ادعیہ ماثورہ میں یہ ثابت نہیں، ہم جواب دیتے ہیں کہ قلب ردا یعنی چادر کا اُلٹنا پلٹنا نماز استسقاء میں رسول علیہ السلام سے ثابت ہے تا حال عالم کا بدل جائے تو اس طرح آستین گردن میں ڈالنا، امر مخفی کے اظہار کے واسطے یعنی تضرع کے، واسطے حصول شعار گردش حال کے یا مقصود کے کیونکر ناجائز ہوگا[3]"۔ **انتهی ترجما بترجمة المولوی خرم علی البلهوری فی شفاء العلیل ترجمة القول الجمیل**۔ میں کہتا ہوں جب آستین گلے میں باندھنا باآنکہ طرق ماثورہ میں وارد نہیں، اس وجہ سے کہ اس میں تضرع مخفی کا اظہار شدید ہے، اگرچہ نفس

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ ابن عمر مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/ ۵۰ و ۹۲، مجمع الزوائد بحوالہ معجم اوسط کتاب الزہد مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت ۱۰/ ۲۷۱

[2] القول الجمیل مترجم اردو پانچویں فصل صلوٰۃ کن فیکون مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۳

[3] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل پانچویں فصل صلوٰۃ کن فیکون مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۴

اظہار گڑگڑانے کی صورت سے حاصل تھا، جائز ٹھہرا تو یہ چند قدم جانب عراق محترم چلنا اس وجہ سے کہ اس میں توجہ مخفی کا اظہار قوی ہے کیونکر ناجائز ہوگا۔

ثالثًا ظاہر مصلح خاطر ولہذا جس امر میں جمع عزیمت وصدق ارادت کا اہتمام چاہتے ہیں وہاں اس کے مناسب احوال وجوارح رکھے جاتے ہیں کہ ان کی مدد سے خاطر جمع اور انتشار دفع ہوا، اسی لئے نماز میں تلفظ بہ نیت قصد جمع عزیمت علماء نے مستحسن رکھا کمافی المبسوط والھدایۃ والکافی والحلیۃ وغیرھا (جیسا کہ مبسوط، ہدایہ، کافی اور حلیہ وغیرہ میں ہے۔ت) شاہ ولی اللہ حجۃ البالغہ میں لکھتے ہیں:

من جبلۃ الانسان انہ اذا استقر فی قلبہ شیئ جری حسب ذلك الارکان واللسان و ھوقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "ان فی جسد ابن اٰدم مضغۃ"الحدیث ففعل اللسان ولارکان اقرب مظنۃ وخلیفۃ لفعل القلب۔[1]	انسانی فطرت ہے کہ جب کوئی چیز اس کے دل میں جم جاتی ہے تو اعضاء اور زبان اسی کے مطابق حرکت کرتے ہیں اور حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے اس ارشاد مبارک کا کہ انسان کے جسم میں ایک ٹکڑا ہے الحدیث، پس زبان اور اعضاء کی حرکت دل کے فعل کے تابع ہوتی ہے۔(ت)

اور یہی سر ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین اور تشہد میں انگشتِ شہادت سے اشارہ مقرر ہوا، شاہ ولی اللہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

الھیأۃ المندوبۃ ترجع الی معان، منھا تحقیق الخضوع کصف القدمین، ومنھا محاکاۃ ذکر اللہ تعالٰی باصابعہ ویدہ حذوما یعقلہ بجنانہ کرفع الیدین و الاشارۃ بالمسبحۃ لیکون بعض الامر معاضدًا لبعض ھ[2] ملخصًا	مستحب حالت کئی معانی کی طرف راجع ہے، ایک خشوع کا پایا جانا، جیسے قدموں کا برابر ہونا، اور ایک اللہ کے ذکر کی حکایت ہاتھ اور انگلیوں سے کرنا تاکہ دل میں جو کچھ ہے اس کی مطابقت ہوسکے، جیسے ہاتھ اٹھانا اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا جس سے بعض افعال کی بعض تقویت ہوتی ہے اھ ملخصا (ت)

اور اسی قبیل سے ہے دعا میں ہاتھ اٹھانا چہرے پر پھیرنا، شاہ ولی اللہ تصریح کرتے ہیں کہ یہ افعال رغبت باطنی کی تصویر بنانے کو ہیں کہ قلب اس پر خوب متنبہ ہوجائے اور حالت قلب ہیأت سے تائید پائے۔

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ الامور التی لابد منہا فی الصلٰوۃ مطبوعہ المکتبۃ السّلفیہ لاہور ۲/۵

[2] حجۃ اللہ البالغہ اذکار الصلٰوۃ وہیأتہا المندوب الیہا مطبوعہ المکتبۃ السّلفیہ لاہور ۲/۷

کتاب مذکور میں ہے:

اما رفع الیدین ومسح الوجه بهما فتصویر للرغبة مظاهرة بین الهیأة النفسانیة وما یناسبها من الهیأة البدنیة وتنبیه للنفس علی تلك الحالة[1]۔	اور ہاتھ اٹھانا اور دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر ملنا یہ اپنی دعا میں رغبت کا اظہار ہے اور ہیئت نفسانیہ کی تصویر اور ہیئت بدنیہ کی مناسبت ہے اور نفس کو اپنی حالت پر تنبیہ ہے۔(ت)

بعینہٖ یہی حالت اس چلنے کی ہے کہ رغبت طاطنی کی پوری تصویر بتاتا اور قلب کو انجذاب تام پر متنبہ کرتا ہے جیسا کہ اس عمل شریف کے بجالانے والوں پر روشن، گو منکر محروم بیخبر باش ع

ذوق ایں مے نہ شناسی بخدا تا نچشی

(اس شراب کا مزہ تو اسے چکھے بغیر نہ پاسکے گا)

رابعًا سنت نبویہ علٰی صاحبہا الصلٰوۃ والتحیۃ ہے کہ جہاں انسان سے کوئی تقصیر واقع ہو عمل صالح وہاں سے ہٹ کر کرے اسی لئے جب ایک بار سفر میں آخر شب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے نزول فرمایا اور آنکھ نہ کھلی یہاں تک کہ آفتاب چمکا، حضور نے وہاں نماز نہ پڑھی اور فرمایا اس جگہ شیطان حاضر ہوا تھا اپنے مرکبوں کو یونہی لئے چلے آؤ، پھر وہاں سے تجاوز فرما کر نماز قضا کی، مسلم فی صحیحه عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه قال عرسنا مع نبی الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فلم نستیقظ حتی طلعت الشمس فقال صلی الله تعالٰی علیه وسلم لیأخذ کل رجل براس راحلته فان هذا منزل حضرنا فیه الشیطان قال ففعلنا ثم دعا بالماء فتوضأ الحدیث[2] (حدیث کا ترجمہ متن حدیث سے پہلے موجود ہے) یہاں بھی جب یہ محتاج دو رکعت نماز پڑھ چکا اور اب وقت وہ آیا کہ جہت توسل کی طرف منہ کرکے اللہ جل جلالہ، سے دعا چاہتا ہے، نفس نماز میں جو قلّت حضور وغیرہ قصور سرزد ہوئے یاد آئے اور سمجھا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں شیطان کے دخل نے مجھ سے مناجات الٰہی میں تقصیر کرادی، ناچار ہٹتا ہے اور پُر ظاہر کہ جہت توجہ اس کے لئے اولٰی وایسر، یمینًا وشمالًا انصراف میں ترک توجہ، اور رجعت قہقری بعد کی صورت اور اقبال نشان اقبال **فکان هو المختار**۔

خامسًا خادم شرع جانتا ہے کہ صاحب شرع صلوات اللہ وسلامہ علیہ کو باب دعا میں، تفاؤل

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ الاذکار ومایتعلق بہا مطبوعہ المکتبۃ السّلفیہ لاہور ۲/ ۷۵

[2] صحیح مسلم باب قضاء الصلٰوۃ الفائتۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۳۸

پر بہت نظر ہے اسی لئے استسقاء میں قلبِ ردا فرمایا کہ تبدل حال کی فال ہو

الدارقطنی بسند صحیح علی اصولنا عن الامام ابن الامام ابن الامام جعفر بن محمد بن علی رضی اللہ تعالٰی عنھم عن ابیہ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم استسقی وحوّل رداء ہ لیتحول القحط[1]۔	ہمارے اصول کے مطابق دارقطنی نے صحیح سند کے ساتھ امام ابن امام ابن امام جعفر بن محمد بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہم وہ اپنے والد سے راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے (بارش کے لئے دعا میں) چادر مبارک الٹی تاکہ قحط ختم ہوجائے۔(ت)

امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

قالوا والتحویل شرع تفاؤلا بتغییر الحال من القحط الی نزول الغیث والخصب ومن ضیق الحال الی سعتہ[2]۔	ائمہ کرام نے فرمایا کہ چادر الٹانا اس لئے مشہور ہے کہ قحط سے بارش کی طرف اور تنگی سے خوشحالی کی طرف حالت کو تبدیل کرنے کے لئے نیک فال بن سکے۔(ت)

اسی لئے بدخوابی کے بعد جو اس کے دفع شر کی دعا تعلیم فرمائی، ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوا کہ کروٹ بدل لے تاکہ اس حال کے بدل جانے پر فال حسن ہو

مسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنھما مرفوعا اذا رأی احدکم الرؤیا یکرھھا فلیبصق عن یسارہ ثلثا ولیستعذ باللہ من الشیطان ثلثا ولیتحول عن جنبہ الذی کان علیہ[3]۔	مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو تین مرتبہ بائیں جانب تھوکے اور اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم تین مرتبہ پڑھے اور اپنی کروٹ دوسری جانب بدلے۔(ت)

علامہ مناوی تیسیر میں لکھتے ہیں: تفاؤلا بتحول تلك الحال[4] (تاکہ اس سے نجات کے لئے

---

[1] سنن الدارقطنی کتاب الاستسقاء حدیث ۲ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ٦٦/٢

[2] شرح مسلم للنووی مع مسلم کتاب صلوٰۃ الاستسقاء مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ٢٩٢/١

[3] صحیح مسلم کتاب الرؤیا مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ٢٤١/٢، سنن ابوداؤد باب فی الرؤیا مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ٦٨٥/٢

[4] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث اذارای احدکم کے تحت مکتبہ امام الشافعی الریاض ٩٧/١

نیک فال بن سکے۔ت) اسی لئے ہنگام استسقاء پشتِ دست جانبِ آسمان رکھے کہ ابر چھانے اور باران آنے کی فال ہو۔

مسلم عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم استسقی فاشار بظھر کفیہ الی السماء[1]۔	مسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی علیہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام جب بارش کے لئے دعافرماتے تو ہتھیلی مبارک کی پشت سے آسمان کی طرف اشارہ فرماتے۔(ت)

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے:

طیبی گفتہ ایں نیز برائے تفاول ست بقلب وتبدل حال مثل صنیع وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم درتحویل رداشار تست بمطلوب کہ بطون سحائب بجانب زمین گرد و بریزد انچہ دروست از امطار واللہ تعالٰی اعلم[2]۔	طیبّی نے فرمایا یہ عمل بھی حالت کو تبدیل کرنے کی نیک فال کے طورپر ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چادر تبدیل کرتے تھے جس میں بادلوں کے پیٹ زمین کی طرف ہوجانے اور بادلوں سے بارش ہونے کے مطلوب کی طرف اشارہ تھا واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

اسی لئے علمانے مستحب رکھا، جب دفع بلاکے لئے دعا ہو، پشت دست سوئے سما ہو، گویا ہاتھوں سے آتش فتنہ کو بجھاتا اور جوش بلا کو دباتا ہے۔ اشعہ میں ہے:

گفتہ اند چوں دعابرائے طلب وسوال چیزے از نعمابود مستحب است کہ گردانیدہ شود بطن کفہا بجانب آسمان وہرگاہ کہ برائے دفع و منع فتنہ وبلاباشد پشت ہائے دست بجانب آسمان کند از برائے اطفائے نائرہ فتنہ وبلاوپست کردن قوت حادثہ وغلبہ آں[3]۔	علمانے فرمایا ہے کہ جب کسی نعمت کے حصول کے لئے دعا کی جائے تو مستحب یہ ہے کہ دعامیں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف کیاجائے اور اگر کسی دفع شر کے لئے دعا کی جائے توپھر ہاتھوں کی پشت کوآسمان کی طرف کیاجائے تاکہ فتنہ اور مصیبت کی شدت کم ہو اور حادثہ کی قوت وغلبہ پست ہوجائے۔(ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب صلٰوۃ الاستسقا مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۹۳

[2] اشعۃ اللمعات کتاب صلٰوۃ الاستسقا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۲۳

[3] اشعۃ اللمعات کتاب صلٰوۃ الاستسقا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۲۳

اسی لئے دعاکے بعد چہرے پرہاتھ پھیرنا مسنون ہوا کہ حصول مراد قبول دعا کی فال ہو گویا دونوں ہاتھ خیر وبرکت سے بھرگئے اس نے وہ برکت اعلٰی واشرف اعضاپراُلٹ لی کہ اس کے توسط سے سب بدن کو پہنچ جائے گی۔ ترمذی وحاکم کی حدیث میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطھما حتی یمسح بھما وجھہ[1]۔	حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب دعا میں ہاتھ اٹھاتے توچہرہ مبارک پر پھیرتے بغیرہاتھوں کو نیچے نہ کرتے۔(ت)

علامہ عبدالرؤف مناوی تیسیر میں فرماتے ہیں:

تفاؤلا باصابۃ المراد وحصول الامداد[2]۔	مراد کو پانے اور امداد حاصل کرنے کے لئے نیک فال کے طورپر۔(ت)

اور حدیث حسن:

ابی داؤد عن السائب بن یزید عن ابیہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا دعا فرفع یدیہ مسح وجھہ بیدیہ۔	ابوداؤد نے حضرت سائب بن یزید سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کیاکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب دعافرماتے توہاتھ اُٹھاکر چہرہ مبارک پر ملتے۔(ت)

کے نیچے لکھا:

تفاؤلا وتیامنا بان کفیہ ملئتا خیرا فافاض منہ علی وجھہ[3]۔	یہ نیک فال ہوسکے ہاتھ خیر سے بھرگئے ہیں اور اس خیر کو چہرہ پر فائض فرمایا۔(ت)

اور حدیث ابی داوٗد:

بیھقی عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سلوا اللہ ببطون اکفکم	بیہقی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ

---

[1] جامع الترمذی ''الدعوات'' باب ماجاء فی رفع الایدی عندالدعاء مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۱۷۴، المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء مسح الوجہ بالیدین مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/ ۵۳۶

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث کان اذارفع یدیہ فی الدعاکے تحت مکتبہ امام الشافعی الریاض ۲/ ۲۵۰

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث کان اذادعافرفع کے تحت مکتبہ امام الشافعی الریاض ۲/ ۲۴۹

ولاتسئلوہ بظھورھا فاذا فرغتم فامسحوا بھا وجوھکم۔	نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی سے اپنے ہاتھوں کے باطن میں سوال کرو اور ہاتھوں کی پشت میں سوال نہ کرو، اور جب دعا سے فارغ ہو جاؤ تو ہاتھوں کو چہرے پر پھیرو۔(ت)

کے تحت میں لکھا:

تفاؤلا باصابۃ المطلوب وتبرکا بایصالہ الی وجھہ الذی ھواشرف الاعضاء و منہ یسری الی بقیۃ البدن[1]۔	تاکہ نیک فال ہوسکے کہ مطلوب پالیا اور اس کو برکت کے لئے چہرے تک پہنچایا جو کہ اعضا میں افضل ہے اور اس سے تمام بدن میں سرایت کرے۔(ت)

فاضل علی قاری نے حرز ثمین میں فرمایا:

لعل وجھہ انہ ایماء الی قبول الدعاء و تفاؤل بدفع البلاء وحصول العطاء فان اللہ سبحنہ یستحیی ان یرد ید عبد صفرا ای خالیا من الخیر فی الخلاء والملاء[2]۔	ہوسکتا ہے کہ یہ اس بات کااشارہ ہو کہ دعا قبول ہوچکی ہے اور دفع بلا اور حصول عطا کے لئے نیک فال بن سکے کیونکہ اللہ تعالٰی اپنے بندے کے ہاتھوں کو خلاء اور ملاء میں خیر سے خالی لوٹانے پر حیا فرماتا ہے۔(ت)

اسی طرح صاحب شرع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نائب جلیل رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مقاصد شرع پر لحاظ فرماکر خاص ان کے موافق یہ چلنا مقرر فرمایا کہ نفی اعراض وعطائے قربت وحصول اغراض واقبال اجابت کے لئے فال حسن ہو **واللہ تعالٰی الموفق**۔

سادسًا صحیح مسلم شریف[ف] میں بروایت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما ثابت کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عین نماز میں چند قدم آگے بڑھے جب جنت خدمت اقدس میں اتنی قریب حاضر کی گئی کہ دیوار قبلہ میں نظر آئی یہاں تک کہ حضور بڑھے تو اس کے خوشہ ہائے انگور دست اقدس کے قابو میں تھے

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث سلواللہ کے تحت مکتبۃ امام الشافعی الریاض ۲/ ۶۰

[2] حرز ثمین حواشی حصن حصین مع حصن حصین آداب الدعاء افضل المطابع انڈیا ص ۱۱

ف: آئندہ سطور میں ہلالین کے اندر اعلٰی حضرت کی اپنی عبارت ہے اور ہلالین سے باہر حدیث کی عبارت ہے۔ نذیر احمد

اور یہ نماز صلوٰۃ الکسوف تھی۔

وذلك قوله (بعد ما وصف صلوة النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی الکسوف) ثم تأخر (یعنی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم) وتأخرت الصفوف خلفه حتی انتهینا (قال مسلم وقال ابوبکر یعنی ابن ابی شیبه شیخه حتی انتهی) الی النساء ثم تقدم وتقدم الناس معه حتی قام فی مقامه فانصرف حین انصرف وقد اٰضت الشمس فقال (وقص الحدیث حتی قال) ما من شیئ توعدونه الاوقد رأیته فی صلوٰتی هذه لقدجیئ بالنار وذلکم حین رأیتمونی تأخرت (وساق الخبرالی ان قال) ثم جیئ بالجنة وذلکم حین رأیتمونی تقدمت حتی قمت فی مقامی ولقد مددت یدی وانا ارید ان اتناول من ثمرها[1] (الحدیث مختصر)	ان کاقول یہ کہ سوج گرہن کی نماز کوبیان کرتے ہوئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والاسلام نماز میں پیچھے ہٹ گئے اور آپ کے پیچھے صفیں بھی ہٹ گئیں حتی کہ ہم ہٹ گئے" مسلم نے فرمایا کہ ان کے استاد ابوبکر ابن ابی شیبہ نے فرمایا یعنی ہم عورتوں کی صف تک پیچھے ہٹ گئے، پھر حضور علیہ السلام آگے بڑھے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ آگے بڑھ گئے حتی کہ حضور علیہ السلام اپنے پہلے مقام پر کھڑے ہوئے توسورج روشن ہوگیا، پس انہوں نے کہا کہ راوی نے پوری حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے فرمایا تمہیں جن امور کاوعدہ دیا گیا میں نے نماز میں ان سب چیزوں کودیکھا ہے اور تحقیق میرے سامنے آگ (جہنم) پیش کیا گیا یہ اس وقت ہوا جب تم نے مجھے پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا، اور واقعہ بیان کرتے ہوئے راوی نے کہا، پھر آپ نے فرمایا میرے سامنے جنت کو پیش کیا گیا اور یہ اس وقت ہوا جب تم نے مجھے آگے بڑھتے ہوئے دیکھا حتی کہ میں اپنی جگہ کھڑا ہوا اور میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اس خیال سے کہ میں جنت کا پھل حاصل کروں (الحدیث مختصراً)۔ (ت)

اسی طرح جب ارباب باطن واصحاب مشاہدہ یہ نماز پڑھ کر بروجہ توسل عراق شریف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں انوار وبرکات وفیوض وخیرات اس جانب مبارک سے باہزاراں جوش وہجوم پیہم آتے نظر آتے ہیں، یہ بیتابانہ ان خوشہائے انگور جنّات نور وباغات سرور کی طرف قدم شوق پربڑھتے اور ان عزیز مہمانوں کے لئے رسم باجمال تلقی واستقبال بجالاتے ہیں، سبحان اللہ کیا جائے انکار ہے اس نیک بندے پرجواپنے رب کی برکات وخیرات کی طرف مسارعت کرے۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الکسوف مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۹۷

ان جئتکم قاصدا اسعی علی بصری
لم اقض حقا وای الحق ادیت

(اگر میں تمہارے قصد سے آؤں تو آنکھوں کے بَل دوڑتا ہوا آؤں، تو حق ادا نہ کرسکوں اور کونسا حق ہے جو میں نے ادا کردیا ہے)

رہے ہم عامی جن کا حصہ یہی شقشقہ لسان واضطراب ارکان ہے وبس **نسأل اللہ العفو والعافیۃ** (ہم اللہ تعالٰی سے عافیت کاسوال کرتے ہیں۔ ت) ہم اس امر جمیل میں اُن اہل بصائر کے طفیلی ہیں: ع

وللارض من کأس الکرام نصیب

(کریم حضرات کے پیالوں سے زمین کا بھی حصہ ہے)

جیسے نماز کے اس کے اکثر افعال واحکام ان سرار وحکم پر مبنی جو حقیقۃً صرف احوال سنیہ اہل قلوب پر متبنی پھر عوام بھی صورت احکام میں ان کے مشارک مثلاً نماز[1] نہاری میں اخفاء واجب ہو اور لیلیٰ[2] میں جہر کہ لیل آیت لطف ہے اور اس کی تجلی لطیف اور نہار آیت قہری ہے اور اس کی تجلی شدید پھر تجلی جہری سری سے بہت قوی وگرم تر، لہٰذا تعدیل کے لئے تجلی قہری کے ساتھ ٹھنڈی تجلی رکھی گئی اور لطفی کے ساتھ گرم، [3] جمعہ و [4] عیدین میں باوجود نہاری حکم جہر ہوا کہ بوجہ کثرت حاضرین اُنس حاصل اور دہشت زائل اور قلب بوجہ شہود تجلی سے قدرے ذاہل بھی ہوگا، معہذا ایک ہفتہ کی تقصیرات جمع ہو کر حجاب میں گونہ قوت پیدا کرتی ہیں تو گاہے ماہے یہ معالجہ مناسب ہوا جو اپنی حرارت سے اسے گلادے جیسے اطبّا، خطوط دقیقہ دیکھنے سے منع کرتے اور نادرًا بغرض تمرین اسے علاج سمجھتے ہیں اور [5] کسوف میں گو جماعت کثیر اور وقفہ طویل ہے پھر بھی اخفاء ہی رہا کہ وہ وقت تخویف وتجلی جلال اور وقفہ طویل ہے جہر نہ ہوسکے گا، اسی لئے ہمارے نزدیک [6] نماز جنازہ میں اصلاً قراءت نہیں کہ یہ ہیبت [7] عظیم وتجلی جلال، تجلی شدید قرآنی سے جمع نہ ہو اور جو قراءت کہتے ہیں وہ بھی جہر نہیں رکھتے کہ شدت بر شدت بڑھ جائے گی۔ شب کو آٹھ رکعت تک ایک نیت سے جائز اور دن کو چار سے زیادہ منع کہ سنت الٰہیہ ہے تجلی شیئاً فشیئاً وارد کرتے اور ہر ثانی میں اول سے قوی بھیجتے ہیں تو تجلی گرم، نہاری کے ساتھ چار سے آگے تاب نہ آئے گی [8] اسی لئے ہر دو رکعت پر جلسہ طویلہ کا حکم ہوا کہ خوب آرام پالے، اور [9] نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یاد واجب ہوئی کہ لطف جمال سے حظ اٹھالے اور [10] پچھلی رکعتوں میں قراءت معاف کہ تجلیات بڑھتی جائیں گی شاید دشواری ہو اور [11] منفرد پر جہر واجب نہیں کہ بوجہ تنہائی دہشت وہیبت زیادہ ہوتی ہے عجب نہیں کہ تاب نہ لائے تو اسے اس کے حال ووقت پر چھوڑنا مناسب [12] رکوع و [13] سجود میں قراءت قرآن ممنوع ہوئی کہ ان کی تجلی، تجلی قیام سے سخت اشد، دوسری تجلی شدید قراءت مل کر

افراط ہوگی، نیز [۱۴] قعود میں قراءت ممنوع ہوئی کہ وہ آرام دینے کے لئے رکھا گیا تجلی قرآنی کی شدت مل کر اسے مقصود سے خالی کردے گی [۱۵] اسی لئے رکوع کے بعد قومہ کا حکم ہوا کہ اس تجلی قوی سے آرام لے کر تجلی اقوی کی طرف جائے ورنہ تاب نہ لائے گا [۱۶] اسی بناپر بین السجدتین، اطمینان سے بیٹھنا واجب کیا گیا کہ تجلی سجدہ ثانیہ اور اشد واعظم ہوگی اشد براشد کی توالی سے بنیان بشری نہ منہدم ہوجائے۔ امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان میں نقل فرماتے ہیں:

انه وقع لبعض تلامذة سیدی عبدالقادر جیلی رضی اللہ تعالٰی عنه انه سجد فصار یضمحل حتی صار قطرة ماء علی وجه الارض فاخذها سیدی عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنه بقطنة ودفنها فی الارض وقال سبحن اللہ رجع الی اصله بالتجلی علیه[1]۔	یعنی حضورپُر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بعض مریدوں نے سجدہ کیا جسم گھلنا شروع ہوا، یہاں تک کہ گوشت پوست ہڈی پسلی کسی شے کا نشان نہ رہا صرف ایک بوند پانی کی زمین پر پڑی رہ گئی حضورپر نور نے روئی کے پھوئے سے اٹھا کر زمین میں دفن کردی اور فرمایا سبحٰن اللہ تجلی کے سبب اپنی اصل کی طرف پلٹ گیا۔

ب

قسمت نگر کہ کشتہ شمشیر عشق یافت
مرگے کہ زندگان بدعا آرزو کنند

(قسمت دیکھ کہ عشق کی تلوار کے مقتول نے ایسی موت کو پایا جس کے لئے زندہ لوگ دعا کی آرزو کرتے ہیں)

سابعًا دیدہ انصاف بے غبار وصاف ہوتو احادیث صحیحہ سے اس کا بھی پتا چلتا ہے کہ جہاں جانا چاہے اس طرف چند قدم قریب ہونا اور جہاں سے جدائی مقصود ہو اس سے کچھ گام دور ہونا بھی نافع وبکار آمد ہوتا ہے جب کمال قرب وبعد میسر نہ ہو۔ طبرانی نے معجم کبیر اور حاکم نے بسند صحیح مستدرک میں برشرط شیخین ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

کل شیئ یتکلم به ابن اٰدم فانه مکتوب علیه فاذااَخطأ الخطیئة ثم احب ان یتوب الی اللہ عزوجل فلیأت بقعة	آدمی کا ہر بول اس پر لکھا جاتا ہے توجو گناہ کرے پھر اللہ تعالٰی کی طرف توبہ کرنا چاہے اسے چاہئے بلند جگہ پر جائے اور اللہ تعالٰی کی طرف ہاتھ پھیلا کر

---

[1] المیزان الکبرٰی باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱۵۷/۱

مرتفعة فلیمدد یدیه الی الله ثم یقول اللھم انی اتوب الیك منھا لاارجع الیھا ابدا فانه یغفرله مالم یرجع فی عمله ذلک[1]۔	کہے الٰہی! میں اس گناہ سے تیری طرف رجوع لاتاہوں، اب کبھی اُدھر عودنہ کروں گا، اللہ تعالٰی اس کے لئے مغفرت فرمادے گاجب تک اس گناہ کو پھر نہ کرے۔

توبہ کے لئے بلندی پر جانے کی یہی حکمت ہے کہ حتی الوسع موضع مصیبت سے بعد اور محل طاعت ومنزل رحمت یعنی آسمان سے قرب حاصل ہو، جب سیدنا موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کازمانہ انتقال قریب آیا بَن میں تشریف رکھتے تھے اور ارض مقدسہ پرجبّارین کاقبضہ تھا وہاں تشریف لے جانا میسرنہ ہوادعافرمائی کہ اس پاک زمین سے مجھے ایک سنگ پرتاب قریب کردے۔ بخاری، مسلم، نسائی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

ارسل ملك الموت الی موسی علیھما الصلوٰة والسلام (فذکر الحدیث الی ان قال) نسأل الله ان یدنیه من الارض المقدسة رمیة بحجر[2]۔	موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اللہ تعالٰی نے ملک الموت کو بھیجا، پس حدیث کوبیان کرتے یہاں تک بیان کیاکہ مجھے بیت المقدس کے اتناقریب کردے جتناکہ پتھر پھینکنے کافاصلہ ہوتاہے۔ (ت)

شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی شرح مشکوٰۃ میں دعائے موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کایوں ترجمہ کرتے ہیں:

نزدیک گردان مرا از ان اگرچہ بمقداریک سنگ اندازہ باشد ۳[3]۔	مجھے اس قدر نزدیک کردے اگرچہ ایک پتھر کااندازہ ہو۔ (ت)

ظاہرہے کہ ہنگام حاجت سردست، عراق شریف کی حاضری متعذر، لہٰذا چندقدم اس ارض مقدسہ کی طرف چلنا ہی مقرر ہوا کہ **مالا یدرك کله لایترك کله ولله الحمد دقه وجلّه** (جومکمل حاصل نہ ہوسکے توتووہ مکمل چھوڑا بھی نہ جائے، اللہ تعالٰی ہی کے لئے ہرچھوٹی اوربڑی حمد ہے۔ت) رہی عدد یازدہ کی تخصیص، اس کی وجہ ظاہر کہ **ان الله تعالٰی وتر یحب الوتر**[4] (اللہ تعالٰی طاق ہے طاق کو

---

[1] المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء دعا قضاء الرین مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/ ۵۱۶

[2] صحیح بخاری باب وفات موسٰی علیہ السلام الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۸۴، صحیح مسلم باب من فضائل موسٰی علیہ السلام مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۲۶۷

[3] اشعۃ اللمعات کتاب الفتن باب بدء الخلق الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۵۳

[4] جامع الترمذی ابواب الوتر مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۶۰، مسند احمد بن حنبل مروی از ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/ ۱۰۹، ۱۵۵، ۲۵۸، ۲۶۶، ۲۷۷

دوست رکھتا ہے) قالہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رواہ الامام احمد عن ابن عمر بسند صحیح والترمذی عن علی بسند حسن وابن ماجۃ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین (یہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے، اس کو امام احمد نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور ترمذی نے سند حسن کے ساتھ علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ابن ماجہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت) اور افضل الاوتار واول الاوتار، ایک ہے مگر یہاں تکثیر مطلوب اور اس کے ساتھ تیسیر بھی ملحوظ، لہٰذا یہ عدد مختار ہوا کہ یہ افضل الاوتار کا پہلا ارتفاع ہے جو خود بھی وتر اور مشابہت زوج سے بھی بعید کہ سوا ایک کے اس کے لئے کوئی کسر صحیح نہیں اور اس سے ایک گھٹا دینے کے بعد بھی جو زوج حاصل ہوتا ہے زوج محض ہے نہ زوج الازواج کہ اس کے دونوں حصص متساویہ، خود افراد ہیں بلکہ خلو مرتبہ پر وہ بعینہٖ ایک ہے۔

شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:

الشرع لم یخص عددًا الا لحکم ترجع الی اصول، الاول ان الوتر عدد مبارك لایجاوز عنه ماکان فیه کفایة. ثم الوتر علی مراتب، وتر یشبه الزوج کالتسعة والخمسة فانهما بعد اسقاط الواحد ینقسمان الی زوجین والتسعة وان لم تنقسم الی عددین متساوین فانها تنقسم الی ثلثه متساویة، وامام الاوتار الواحد وحیث اقتضت الحکمة ان یؤمر باکثرمنها اختار عددًا یحصل بالترفع کالواحد یترفع الی احد عشر[1] اھ ملتقطا۔	شرع شریف میں عدد کی تخصیص صرف ایسے حکم کے لئے کی جاتی جو کوئی معانی کی طرف راجع ہوتا ہے اول، یہ وتر ایسا مبارک عدد ہے کہ اس سے تجاوز اس وقت تک جائز نہیں جبکہ اس وتر میں کفایت موجود ہے پھر وتر کے کئی اقسام ہیں، ایک وتر زوج کے مشابہ ہوتا ہے جیسا کہ نو اور پانچ کا عدد کہ یہ دونوں ایسے ہیں کہ ان دونوں میں سے ایک ایک کو ساقط کردیا جائے تو یہ دونوں برابر تقسیم ہو کر دو زوج بن جاتے ہیں، اور نو کا عدد خود اگرچہ دو جفت (زوج) پر تقسیم نہیں ہوتا مگر تین مساوی عددوں پر منقسم ہوتا ہے، تمام وتروں کا امام (اصل) ایک کا عدد ہے اور حکمت کا تقاضا ہو تو زیادہ عدد کا تب حکم ہوتا کہ وہ عدد بڑھ کر واحد کی طرح ہو جائے مثلاً گیارہ ہو جائے اھ ملتقطا (ت)

---

[1] حجۃ البالغہ باب اسرار الاعداد والمقادیر مطبوعہ المکتبۃ السّلفیہ لاہور ۱/۱۰۰

اس کے بعد فقیر گدائے سرکار قادریہ غفراللہ لہ کل ذنب وخطیّہ، نے سرکار غوثیت مدار سے اس عدد مبارک کے اختصاص پر بعض دیگر نکات جمیلہ عظیمہ جلیلہ پائے ہیں کہ بتوفیق اللہ تعالٰی رسالہ مبارک ازھار الانوار من صبا صلٰوۃ الاسرار میں ذکر کئے یہاں اُن کا بیان زخمہ بر عود پیں گاواں

فمن شاء فلیرجع الی ذاك التحریر الانیق واللہ سبحنہ ولی التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق وصلی اللہ تعالٰی علی سیّدنا ومولانا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین۔	اگر کوئی چاہے تو اس صاف ستھری تحریر کی طرف رجوع کرسکتاہے۔ اللہ تعالٰی پاک ہے، اور مجھے توفیق ملی، جبکہ اللہ کے قبضہ میں ہی تحقیق کی لگام ہے۔ اور صلٰوۃ وسلام ہو ہمارے آقا محمد اور ان کی آل وصحابہ سب پر۔ (ت)

بالجملہ اس نماز مقدس میں اصلاً کوئی محذور شرعی نہیں، اور خود کون سا طریقہ دیانت وانصاف ہے کہ جو امر حضور پرنور محی الملۃ، مقیم السنۃ، ملاذ العلماء، معاذ العرفاء، وارث الانبیاء، ولی اللہ، منبع الارشاد، مرجع الافراد، امام الائمہ، مالک الازمہ، کاشف الغمہ، ملجا الامہ، قطب الاعلم، غوثنا الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وارضاہ وجعل حرزنا فی الدارین رضاہ (اللہ تعالٰی ان کی رضا کو دونوں جہان میں ہماری جان کا موتی بنائے۔ت) ارشاد فرمائیں اور حضور کے اصحاب اکابر انجاب قدست اسرارھم وتُمّمت انوارھم (ان کے اسرار مقدس اور ان کے انوار تام کئے جائیں۔ت) کہ بالیقین اعاظم علماء واجلہ کملا تھے اسے بجالائیں اور طبقۃً فطبقۃً اولیاء وعلمائے سلسلہ عالیہ قادریہ روح ارواح اصحابھا واروی قلوبنا بناھل عبابھا (اللہ تعالٰی ان کی ارواح کو معطر فرمائے اور ہمارے دلوں کو ان کے جاری چشموں سے سیراب فرمائے۔ت) اسے اپنا معمول بنائیں اور ثقات علماء وکبار اولیاء اپنی تصانیف میں اسے نقل وروایت کریں اجازتیں دیں اجازتیں لیں اور منکرین مکابرین کو اصلاً قدرت نہ ہو کہ آیت وحدیث توبڑی چیز ہے کہیں دو چار عمائد دین وفقہائے معتمدین ہی سے اس کا رد وانکار بے اعانت کذب واختلاق ومکابرہ وشقاق ثابت کرسکیں ایسی جمیل چیز جلیل عزیز کو محض اپنی ہوائے نفسانی واصول بہتانی کی بناپر بلحاظ اصل مذہب شرک قطعی اور فاعلوں، مجوزوں کو معاذاللہ مشرک جہنمی اور بخوف اہل حق، تسہیل امر کو ہارے جی سے صرف فاسق بدعتی بتایئے اور انکار ارشاد سید الاولیاء وتضلیل وتفسیق علما وعرفا کا وبال عظیم، گردن پر اٹھایئے وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾ [1] (اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ت) اور حضرات منکرین کا یہ کہنا کہ صحابہ

---

[1] القرآن ۲۶/ ۲۲۷

تابعین سے منقول نہیں، صحابہ محبت و تعظیم میں ہم سے زیادہ تھے، ثواب ہوتا تو وہی کرتے۔

اوّلاً وہی معمولی باتیں ہیں جن کے جواب علمائے اہلسنت کی طرف سے ہزار ہزار بار ہوچکے جسے آفتاب روشن پر اطلاع منظور ہو، ان کی تصانیف شریفہ کی طرف رجوع لائے، علی الخصوص کتاب مستطاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" وکتاب لاجواب "اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام" وغیرہما تصانیف لطیفہ وتالیف منیفہ حضرت تاج المحققین سراج المدققین حامی السنن ماحی الفتن بقیۃ السلف حجۃ الخلف فرد الاماثل فخر الاکابر وارث العلم کابرًا عن کابر، سیدی و والدی حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی اعظم اللہ اجرہ ونور قبرہ وقدس سرہ ورزقنا برہ واعطاہ المسرۃ ووقاہ المضرۃ وکل معرۃ بجاہ المصطفٰی والہ الشرفا علیہ وعلیہم الصلٰوۃ والثنا اٰمین اٰمین یااھل التقوی واھل المغفرۃ (اللہ تعالٰی ان کا اجر بڑا کرے، ان کی قبر کو منور کرے، ان کے اسرار مقدس بنائے، ان کی بھلائی ہمیں نصیب فرمائے اور ان کو سرور عطا فرمائے، اور ان کو ہر ضرر و تکلیف سے محفوظ فرمائے، حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام اور ان کی آل کی وجاہت کی برکت سے علیہم الصلٰوۃ والسلام اے تقوی اور مغفرت والو!۔ت) اور فقیر غفر اللہ تعالٰی بھی اس بحث اور اس کے امثال کو، بروجہ اجمال، رسالہ اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیام لنبی تھامۃ" صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین" وغیرہما اپنے رسائل ومسائل میں بقدر کفایت منقح کرچکا والحمد للہ رب العٰلمین۔

ثانیًا یہاں تو ان جہالات کا کوئی محل ہی نہیں، یہ نماز ایک عمل ہے کہ قضائے حاجات کے لئے کیا جاتا ہے اور اعمال مشائخ میں تجدید واحداث کی ہمیشہ اجازت، شاہ ولی اللہ ہوامع میں لکھتے ہیں:

اجتہاد را در اختراع اعمال تصریفیہ راہ کشادہ است مانند استخراج اطباء نسخہائے قرابادین را این فقیر را معلوم شدہ است کہ در وقت صبح صادق تا اسفار مقابل صبح نشستن و چشم را بآں نور دوختن و یانور، را گفتن تا ہزار بار کیفیت ملکیہ را قوت میدہد احادیث نفس را می نشاند۔[1]	جاری اعمال میں اجتہاد سے اختراع کا راستہ کشادہ ہے جیسا کہ طبیب حضرات کے ہاں قرابادین کے نسخوں میں ہے اس فقیر کو معلوم ہے کہ صبح صادق تا روشنی بیٹھنا اور منہ مشرق کی طرف کرنا اور آنکھوں کو صبح کے نور پر لگانا اور یانور ہزار بار تک پڑھنے سے قوت ملکیہ حاصل ہوتی ہے اور دل کی باتوں پر آگاہی ہوتی ہے۔ (ت)

---

[1] ہوامع شاہ ولی اللہ

اسی میں ہے:

چند نواع از کرامت از ہیچ ولی الاماشاء اللہ منفک نمی شود ازانجملہ ظہور تاثیر دراعمال تصریفیہ اوتاعاملے بفیض او منتفع شوند[1] اھ ملخصًا۔	چند کرامتیں ایسی ہیں جو کسی ولی سے جدا نہیں ہو پاتیں جن میں ایک یہ کہ اس کے جاری اعمال ووظائف کی ایسی تاثیر جوان پر عمل پیرا کو اس کے فیض سے نفع دیتی ہے اھ ملخصًا (ت)

خود شاہ ولی اللہ اور ان کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب اور ان کے فرزند ارجمند شاہ عبدالعزیز صاحب نے ہر گونہ حاجات کے لئے صدہا اعمال بتائے کہ تازہ بنے تھے، جن کا پتا قرون ثلٰثہ میں اصلًا نہ تھا بعض ان مین سے فقیر نے اپنے رسالہ **منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین** میں ذکر کئے، اور خود ان کی "قول الجمیل" ایسی باتوں کی حائز وکفیل۔ جامع ترسنئے شاہ ولی اللہ کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں تصریح کرتے ہیں کہ انہوں نے جواہر خمسہ شیخ محمد غوث گوالیاری حلیہ رحمۃالباری کی سندیں اور اس کے اعمال کی اجازتیں اپنے استاذ علم حدیث مولانا ابوطاہر مدنی شیخ محمد سعید لاہوری مرحومین سے حاصل کیں

حیث قال

ایں فقیر خرقہ از دست شیخ ابو طاہر کردی پوشیدہ وایشاں بعمل انچہ در جواہر خمسہ است اجازت دارند عن ابیہ الشیخ ابراہیم الکردی عن الشیخ القشاشی عن الشیخ احمد الشناوی عن السید صبغۃ اللہ عن الشیخ محمد غوث الکوالیاری وایضا لبسھا الشیخ ابو طاہر عن الشیخ احمد النخلی بسندہ[2] الی اخرہ، ایضا ایں فقیر در سفر حج چوں بہ لاہور رسید ودست بوس شیخ محمد سعید لاہوری دریافت ایشاں اجازت دعائے سیفی دادند بل اجازت	اس فقیر نے شیخ ابو طاہر کردی کے ہاتھ سے خرقہ پہنا اور انہوں نے جواہر خمسہ کے تمام وظائف کی اجازت دی یہ اجازت ان کو اپنے والد شیخ ابراہیم کردی سے اور ان کو اپنے شیخ احمد قشاشی سے اور ان کو شیخ احمد شناوی اور ان کو سید صبغۃ اللہ سے ان کو شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی سے ان کو شیخ محمد غوث گوالیاری سے۔ نیز خرقہ پایا شیخ ابوطاہر نے احمد نخلی سے ان کی آخری سند تک۔ اور نیز فقیر جب حج کے سفر میں لاہور پہنچا تو وہاں شیخ محمد سعید لاہوری کی دست بوسی کی تو انہوں نے مجھے دعائے صیفی کی اجازت مرحمت فرمائی بلکہ انہوں نے ان تمام وظائف

---

[1] ہوامع شاہ ولی اللہ

[2] الانتباہ فی سلاسل اولیاء مترجم اردو طریقہ شطاریہ مطبوعہ آرمی برقی پریس دہلی ص ۱۳۷

جمیع اعمال جواہر خمسہ وسند خود بیان کردند وایشاں دریں زمانہ یکی ازاں عیاں مشائخ طریقہ احسنیہ وشطاریہ بودند وچوں کسے را اجازت می دادند او رادعوت رجعت نمی شود رحمۃ اللہ تعالیٰ، سند قال الشیخ المعمر الثقۃ حاجی محمد سعید لاہوری اخذت الطریقۃ الشطاریۃ واعمال الجواہر الخمسۃ من السیفی وغیرہ عن الشیخ محمد اشرف لاہوری عن الشیخ عبد الملك الشیخ البایزید الثانی عن الشیخ وجیہ الدین الکجراتی عن الشیخ محمد غوث الکوالیاری انتھی[1]	واعمال کی اجازت دی جو جواہر خمسہ میں ہیں، اور انہوں نے اپنی سند بھی بیان کی اور آپ اس زمانہ کے مشائخ شطاریہ احسنیہ کے سلسلہ کے خاص بزرگوں میں سے تھے، اور جب آپ کسی کو اپنے سلسلہ کی اجازت دیتے تو پھر اس کو رجوع کی حاجت نہ رہتی (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) سند یہ ہے شیخ بزرگ باوثوق حاجی محمد سعید لاہوری نے فرمایا کہ میں نے سلسلہ شطاریہ اور جواہر خمسہ کے وظائف واعمال سیفی وغیرہ، شیخ محمد اشرف لاہوری انہوں نے شیخ عبدالملک بایزید ثانی سے انہوں نے وجیہ الدین گجراتی انہوں نے شیخ محمد غوث گوالیاری سے حاصل کئے، انتہی (ت)

حضرات منکرین ذرا مہربانی فرما کر جواہر خمسہ پر نظر ڈال لیں اور اس کے اعمال کا ثبوت وقرون ثلٰثہ سے دے دیں بلکہ اپنے اصول مذہب پر اُن اعمال کو بدعت وشرک ہی سے بچالیں جن کے لئے شاہ ولی اللہ جیسے سنی، موحد، محدثانہ سند لیتے اور اپنے مشائخ حدیث وطریقت سے اجازت حاصل کرتے ہیں زیادہ نہ سہی یہی دعائے سیفی جس کی نسبت شاہ ولی اللہ نے لکھا کہ میں اپنے شیخ سے اخذ کی اور اجازت لی اسی کی ترکیب میں ملاحظہ ہو کہ جواہر خمسہ میں کیا لکھا ہے:

نادعلی ہفت بار یاسہ بار یا یکبار بخواند وآں اینست نادعلیا مظہر العجائب تجدہ عونا لك فی النوائب کل ھم وغم سینجلی بولایتك یاعلی یاعلی یاعلی[2]۔	نادعلی سات بار یا تین بار یا ایک بار پڑھو اور وہ یہ ہے: پکار علی کو جو عجائب کے مظہر ہیں تو ان کو اپنے مصائب میں مددگار پائے گا، ہر پریشانی اور غم ختم ہوگا آپ کی مدد سے یاعلی یاعلی یاعلی (ت)
مسئلہ: قال اللہ تعالیٰ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّہٗ	اور جب خدا نے عہد لیا ان لوگوں سے جنہیں کتاب دی گئی اسے صاف بیان کردیں گے لوگوں سے

---

[1] الانتباہ فی سلاسل اولیاء مترجم اردو طریقہ شطاریہ مطبوعہ آرمی برقی پریس دہلی ص ۱۳۸

[2] فتوح الغیب ضمیمہ جواہر خمسہ مترجم اردو نادعلی کا بیان مطبعہ دارالاشاعت کراچی ص ۴۵۳

لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ز [1]	اور چھپائیں گے نہیں۔

اب کیافرماتے ہیں علمائے ملت نجدیہ ھداھم اللہ تعالٰی الی الملۃ الحنفیۃ (اللہ تعالٰی ان کی حق کی طرف رجوع کرنے والی ملت کی طرف رہنمائی کرے) کہ جولوگ نادعلی پڑھیں، پڑھائیں، سیکھیں، اس کی سندیں دیں، اجازتیں لائیں، اس کے سلسلے کوسلاسل اولیاء اللہ میں داخل کرجائیں، اس کے حکم دینے والون کوولی کامل بتائیں اپنا شیخ ومرشد مرجع سلسلہ بتائیں، ان میں بعض کو بلفظ ثقہ واعیان مشائخ اوان کی ملاقات کوبکلمہ دستبوس تعبیر فرمائیں، انہوں نے غم ومصیبت ورنج وآفت کے وقت یاعلی یاعلی کہناروارکھا یانہیں اوراسے ورد وظیفہ بنایا یانہیں اور غیر خدا کو خداکاشریک فی العلم وشریک فی التصرف ٹھہرایا یانہیں اور وہ اس سبب سے مشرک کافر، بے ایمان، جہنمی ہوئے یانہیں پھر جوایسوں کواپنا پیر جانیں عالم اُمت، حامی سنت وقطب زماں ومرشد دوراں مانیں (جیسے جناب شاہ عبدالعزیز صاحب) انہیں مقتدائے دین وپیشوائے مسلمین بتائیں ان کے علم وافضال وعرفان وکمال پرسچے دل سے ایمان لائیں (جیسے تمام اصاغرواکابر حضرات وہابیہ) انہیں سیدالحکما سیدالعلماو قطب المحققین، فخرالعرفاء المکملین، اعلمہم باللہ وقبلہ ارباب تحقیق وکعبہ اصحاب تدقیق وقدوۃ اولیاوزبدۂ ارباب صفا، بلکہ امام معصوم وصاحب وحی تشریعی ٹھہرائیں (جیسے میاں اسمٰعیل دہلوی) ان سب صاحبوں کی نسبت کیاحکم ہے یہ حضرات ایک مشرک شرک جوشرک پسند، شرک آموز کو پیروپیشواوامام ومقتدابناکر سیدالعلماء ومقبول خدابتاکر خود بھی کافرومشرک ومستحق عذاب الیم ومہلک ہوئے یانہیں اوران پر بھی مسئلہ الرضاء بالکفر کفر (کفرپر رضامندی کفر ہے۔) ومسئلہ من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر (جس نے اس کے کفراوراس کے عذاب پرشک کیاوہ کافر ہوگیا۔ت) وحکم آیہ کریمہ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ط [2] (تم میں سے جوجس سے محبت کرتاہے وہ انہیں میں سے ہوگا۔ت) وحدیث صحیح، المرء مع من احب [3] (آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتاہے۔ت) جاری ہوگا یانہیں، بیّنواتوجروا۔ خیر، یہ توجملہ معترضہ تھا پھراصل مبحث یعنی دربارۂ اعمال تجدید واختراع کی طرف چلئے، یہی شاہ ولی اللہ صاحب اسی انتباہ میں قضائے حاجات کے لئے ختم خواجگان چشت قدست اسرارہم کی ترکیب بتاتے اوراس کے آخر میں یوں فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن ۳ /۱۸۷

[2] القرآن ۵/۵۱

[3] صحیح البخاری کتاب الادب، باب علامۃ الحب فی اللہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۱۱

وہ مرتبہ درود بخواند ختم کنند وبرقدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند وحاجت ازخدائے تعالٰی سوال نمایند ہمیں طور ہرروز میخوانده باشنده اِن شاء اللّٰہ درایام معدودہ مقصود بحصول انجامد[1]۔	دس مرتبہ درود شریف پڑھ کر ختم دیں اور کچھ شیرینی پر خواجگان چشت کے نماز کی فاتحہ پڑھیں اور اللہ تعالٰی سے اپنی حاجت کا سوال کریں، یہ عمل روزانہ کریں ان شاء اللہ چند روز میں مقصود حاصل ہوجائے گا۔(ت)

مرزا مظہر جانجاناں صاحب اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

دعائے حزب البحر وظیفہ صبح وشام وختم حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم ہرروز بجہت حل مشکلات باید خواند[2]۔	حزب البحر شریف کا وظیفہ صبح وشام اور روزانہ خواجگان (قدس اسرارہم) کا ختم مشکلات کے حل کے لئے پڑھیں۔(ت)

دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:

ختم خواجہا رضی اللہ تعالٰی عنہم وختم حضرت مجدد رضی اللہ تعالٰی عنہ ہرروز بعد حلقہ صبح لازم گیرید[3]۔	ختم خواجگان اور ختم حضرت مجدد صاحب (رضی اللہ تعالٰی عنہم) صبح حلقہ ذکر کے بعد ضروری کریں۔(ت)

مکتوب آخر میں کہتے ہیں:

ختم حضرت خواجہا وختم حضرت مجدد رضی اللہ تعالٰی عنہم نیز اگر یاراں جمع آیند بعد از حلقہ صبح براں مواظبت نمایند کہ از معمولات مشائخ ست وفائدہ بسیار وبرکت بے شمار دارد[4]۔	ختم خواجگان وختم حضرت مجدد صاحب رضی اللہ عنہم صبح کے حلقہ ذکر کے بعد پابندی سے کریں کیونکہ یہ مشائخ کے معمولات میں سے ہے بہت مفید اور بابرکت ہے۔(ت)

اور مرزا صاحب موصوف کے معمولات مسمّٰی بہ معمولات مظہری سے اس کی ترکیب یوں منقول:

اول دست برداشتہ سورہ فاتحہ یکبار بخواند[5] الخ	پہلے ہاتھ اٹھا کر ایک بار سورہ فاتحہ پڑھیں الخ (ت)

---

[1] الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ذکر طریقہ ختم خواجگان چشت مطبوعہ آرمی برقی پریس دہلی ص ۱۰۰

[2] ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں از مجموعہ کلمات طیبات ملفوظات مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۴

[3] مکتوبات از مجموعہ کلمات طیبات ملفوظات مکتوب بست وہشتم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۱ و ۴۲

[4] ملفوظات از مجموعہ کلمات طیبات ملفوظات نصائح ووصایا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۹۲

[5] معمولات مظہری حاشیہ بر عبارت مذکورہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۹۲

اخیر میں لکھا:

بعدازاں از جناب خدائے عزوجل حصول مطالب بتوسل ایں بزرگواراں باید خواست وتاسرانجام مقصود مداومت باید نمود الخ[1]	اس کے بعد اللہ تعالٰی سے اپنی حاجت کے حصول کے لئے ان بزرگوں کے توسل سے دعا کرنی چاہئے تاکہ انجام میں دائمی طور پر مقصد ظاہر ہوجائے الخ (ت)

ان صاحبوں سے کوئی نہیں کہتا کہ یہ طریقے قرون ثلٰثہ میں کہاں منقول ہیں، ان میں کچھ ثواب یا تقرب الی اللہ کی امید ہوتی توصحابہ ہی بجالاتے اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی فاتحہ شیرینی پر دلاتے **والحمدللہ علی وضوح الحق** (حق کے واضح ہونے پر اللہ تعالٰی کی حمد ہے۔ت)

ثالثًا خیر صلوٰۃ الاسرار شریف تو ایک عمل لطیف ہے کہ مبارک بندہ اپنے حصول اغراض ودفع اعراض کے لئے پڑھتا ہے مزاج پرسی ان حضرات کی ہے جو خاص امور ثواب وتقرب رب الارباب میں جو محض اسی نیت سے کئے جاتے ہیں ہمیشہ تجدید واختراع کو جائز مانتے اور ان محدثات کوذریعہ وصول الی اللہ جانتے ہیں وہ کون، شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، مرزامظہر جانجاناں، شیخ مجدد الف ثانی، مولوی اسمٰعیل دہلوی، مولوی خرم علی بلہوری وغیرہم جنہیں منکرین بدعتی وگمراہ کہیں توکس کے ہو کر رہیں، خود شاہ ولی اللہ قوال الجمیل میں اپنے اور اپنے پیران مشائخ کے آداب طریقت واشغالِ ریاضت کی نسبت صاف لکھتے ہیں:

لم یثبت تعین الاداب ولاتلك الاشغال[2]۔	یہ خاص آداب واشغال نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت نہ ہوئے۔ (ت)

شاہ عبدالعزیز صاحب حاشیہ قول الجمیل میں فرماتے ہیں: اسی طرح پیشوایان طریقت نے جلسات وہیأت واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کئے ہیں مناسبات مخفیہ کے سبب سے جن کو مرد صافی الذہن اور علوم حقہ کا عالم دریافت کرتا ہے[3] (الٰی قولہ) تو اس کو یاد رکھنا چاہئے[4] **انتہی بترجمۃ البلھوری**۔ مولوی خرم علی صاحب مصنف نصیحۃ المسلمین اسے نقل کرکے لکھتے ہیں: یعنی ایسے امور کو مخالف شرع یا داخل دعات سیہ نہ سمجھنا چاہئے جیسا کہ کم فہم سمجھتے ہیں[5] **انتہی**۔

---

[1] معمولات مظہری از مجموعہ کلمات طیبات حاشیہ بر عبارت مذکور نصائح ووصایا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۹۲

[2] القول الجمیل مع شفاء العلیل گیارہویں فصل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۳

[3] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل چوتھی فصل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۱

[4] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل چوتھی فصل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۲

[5] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل چوتھی فصل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۲

اور سنئے اسی قول الجمیل میں اشغال مشائخ نقشبندیہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم میں تصور شیخ کی ترکیب لکھی کہ:

ثالثها الرابطة بشیخة فاذا صحبه خلی نفسه من کل شیئ الامحبته وینتظر لمایفیض منه واذا غاب الشیخ عنه یخیل صورته بین عینیه بوصف المحبة والتعظیم فتفید صورته ماتفید صحبته[1] اھ ملخصا۔	یعنی تیسرا طریقہ وصول الی اللہ کا رابطہ شیخ ہے جب شیخ کی صحبت میں ہو تو اپنا دل اس کی محبت کے سوا ہر چیز سے خالی کرے اور فیض کا منتظر ہو اور جب شیخ غائب ہو تو اس کی صورت اپنے پیش نظر محبت و تعظیم کے ساتھ تصور کرے جو فائدے اس کی صحبت دیتی تھی اب یہ صورت دے گی اھ ملخصا (ت)

شفاء العلیل میں شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کیا حق یہ ہے کہ "سب راہوں سے یہ راہ زیادہ قریب ہے"[2] انتہی۔ اب کون کہے کہ یہ وہی راہ ہے جسے آپ کے سچے معتقدین ٹھیٹ بت پرستی بتائیں گے، مرزا صاحب نے اگرچہ کتاب وسنت کو طرق حادثہ سے افضل مانا اور بے شک ایسا ہی ہے مگر ان کے بھی مباح ومفید ہونے کی تصریح فرمائی، مکتوب ۱۱ میں لکھتے ہیں:

ذکر جہر باکیفیات مخصوصہ ونیز مراقبات باطوار معمولہ کہ درقرون متاخرہ رواج یافتہ از کتاب و سنت ماخوذ نیست بلکہ حضرات مشائخ بطریق الہام واعلام از مبدء فیاض اخذ نمودہ اند وشرع ازاں ساکت ست ودائرہ اباحت وفائدہائے دراں متحقق وانکار آں ضرورنے[3]۔	آخری زمانہ جو ذکر بالجہر مخصوص کیفیت کے ساتھ ہو رہا ہے نیز مراقبات جن کا عمل جاری ہے یہ کتاب وسنت سے ماخوذ نہیں بلکہ یہ مشائخ کرام نے بطور الہام مبدء فیاض سے پایا ہے اور شریعت اس کے منع پر خاموش ہے لہذا یہ دائرہ اباحت میں داخل ہے اس میں فائدہ ہے اس کا انکار ضروری نہیں۔ (ت)

اور سنئے مکتوب ۶۱ میں ہے:

اگرچہ از مصحف مجید فال زدن در حدیث شریف نیامدہ	اگرچہ نیک فال قرآن مجید سے نکالنا حدیث شریف میں

---

[1] القول الجمیل مع شفاء العلیل چھٹی فصل طریقہ مراقبہ بسیط مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۸۰۔۸۱

[2] القول الجمیل مع شفاء العلیل چھٹی فصل طریقہ مراقبہ بسیط مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۸۰

[3] مکتوبات مرزا مظہر جانجاناں از مجموعہ کلمات طیبات مکتوب یازدہم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۳

اما ممنوع ہم نیست اگر کسی عــہ زند مضائقہ ندارد[1]۔	مذکور نہیں لیکن ممنوع بھی نہیں، اگر کوئی نکالے تو مضائقہ نہیں۔ (ت)

انہیں کے ملفوظات میں ہے:

حضرت مجدد رضی اللہ تعالٰی عنہ طریقہ نو بیان نمودہ و مقامات و کمالات طریقہ خود بسیار تحریر فرمودہ ودراں مقامات ہیچ شبہ نیست کہ باقرار ہزاراں علماء عقلاء بتواترہ رسیدہ[2] اھ ملخصًا	حضرت مجدد صاحب نے نئے طریقے بیان فرمائے ہیں اور اپنے طریقہ کے کمالات و مقامات کو خوب بیان فرمایا ہے، ان مقامات میں کوئی شک و شبہ نہیں کیونکہ ہزاروں علماء و عقلاء نے اس کی تصدیق فرمائی ہے جو تواتر کو پہنچی ہے اھ ملخصًا (ت)

اسی میں ہے:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ طریقہ جدیدہ بیان نمودہ اند و در تحقیق اسرار معرفت طرز خاص دارند مثل ایشاں در محققان صوفیہ کہ جامع از ند در علم ظاہر و باطن و علم نو بیان کردہ اند چند کس گزشتہ باشند[3] اھ ملخصًا	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی نے جدید طریقہ بیان فرمایا ہے وہ معرفت کے اسرار کی تحقیق میں خاص طرز رکھتے ہیں اور یہ ان چند محقق صوفیوں میں سے ہیں جنہوں نے ظاہری و باطنی علوم جمع فرمائے اور نئے علوم بیان کئے ہیں ایسے چند بزرگ ہوئے ہیں اھ ملخصًا (ت)

عــہ: اقول: یہ جناب مرزا صاحب کا خیال تھا، صحیح یہ ہے کہ قرآن عظیم سے فال کھولنا منع ہے، حدیقہ ندیہ میں ہے:

قال والدی رحمہ اللہ تعالٰی فی شرحہ علی شرح الدرر وفی کتاب التحفۃ اخذ الفال من المصحف مکروہ کذا ذکرہ القہستانی یعنی کراھۃ التحریم الخ ۱۲ منہ دام ظلہ (م)	میرے والد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا درر کی شرح میں اور کتاب التحفہ میں ہے کہ قرآن پاک سے فال نکالنا مکروہ ہے، قہستانی نے ایسے ہی ذکر کیا ہے یعنی مکروہ تحریمہ ہے الخ ۱۲ منہ دام ظلہ (ت)

---

[1] مکتوبات مرزا مظہر جانجاناں از مجموعہ کلمات طیبات مکتوب شصت ویکم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۵۶

[2] ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں ز مجموعہ کلمات طیبات ملفوظات مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۰

[3] ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں ز مجموعہ کلمات طیبات ملفوظات مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۳ و ۸۴

میاں اسمٰعیل دہلوی صراط مستقیم میں لکھتے ہیں:

اشغال مناسبہ ہر وقت وریاضات ملائمہ ہر قرن جداجدامی باشند ولہٰذا محققاں ہر وقت ازاکابر ہر طرق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند بناءً علیہ مصلحت دیدوقت چناں اقتضا کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت ست تعیین کردہ شود [1] الخ	ہر وقت کے مناسب وظائف اور ہر زمانہ کے لائق ریاضتیں جداجدا ہیں لہٰذا ہر زمانہ کے محققین نے ہر سلسلہ کے اکابرین سے نئے وظائف حاصل کرنے کی کوشش کی ہے اس بناپر میں نے مصلحت دیکھی کہ وقت کاتقاضا ہے کہ اس کتاب کا ایک باب نئے وظائف واعمال میں جو اس وقت کے مناسب ہوں، کے لئے معین کروں الخ

اب خداجانے یہ حضرات بدعتی کیوں نہ ہوئے اور انہیں خاص ان امور دینیہ میں جو محض تقرب الی اللہ کے لئے کئے جاتے ہیں نئی نئی باتیں جو قرآن میں حدیث میں نہ صحابہ میں نہ تابعین میں، نکالنی اور عمل میں لانی اور ان سے امید وصول الی اللہ رکھنی، کس نے جائز کی۔

مسئلہ: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من سئل عن علم فکتمہ الجمہ اللہ یوم القیمۃ بالجام من نار [2] اخرجہ احمدوابوداود والترمذی وحسنہ والنسائی وابن ماجۃ والحاکم وصححہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جس سے کوئی علمی بات پوچھی جائے وہ اسے چھپائے اللہ تعالٰی روز قیامت اسے آگ کی لگام دے گا۔ اس حدیث کو ابوداؤد، ترمذی نے تحسین کی۔ نسائی، ابن ماجہ، حاکم نے ابوھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے صحیح روایت کیا۔ (ت)

اب کیافرماتے ہیں علمائے ملت اسمٰعیلیہ ھدٰھم اللہ تعالٰی الی الشریعۃ الحقۃ الابراھیمیۃ (اللہ تعالٰی شریعت حقہ ابراھیمیہ کی طرف ان کی رہنمائی فرمائے۔ت) کہ دین خدا میں ایسی نئی نئی باتیں نکالنا اور یہ اقرار کرکے کہ کتاب وسنت سے اس کاثبوت نہیں ان پر عمل کرنا اور انہیں موجب ثواب وقرب رب الارباب سمجھنا بدعت سیئہ شنیعہ ہے یا نہیں، اور یہاں حدیث من احدث فی امرنا مالیس منہ فھو

---

[1] صراط مستقیم قبیل باب اول مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۷

[2] سنن ابوداؤد باب کراہیۃ منع العلم مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۵۹/۲، جامع الترمذی باب ماجاء فی کتمان العلم مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۸۹/۲، مسند احمد بن حنبل مروی از مسند ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳۴۴/۲، ۳۰۵، ۳۵۳، ۴۵۹

رد[1] (جس نے ہمارے دین میں نئی بات نکالی جو اس میں نہیں تو وہ مردود ہے۔ت) وحدیث **کل بدعۃ ضلالۃ**[2] (ہر بدعت گمراہی ہے۔ت) **وکل ضلالۃ فی النار**[3] (اور ہر گمراہی جہنم میں ہے۔ت) وحدیث **شر الامور محدثاتھا**[4] سب سے بری بات نئے امور ہیں۔ت) وحدیث **اصحاب البدع کلاب اھل النار**[5] (بدعت والے جہنم کے کتے ہیں۔ت) وارد ہوں گی یا نہیں، اور جن صاحبوں نے یہ باتیں ایجاد فرمائیں آپ کیں، اوروں سے کرائیں، کتابوں میں لکھیں، زبانی بتائیں، حسب تصریح تقویۃ الایمان ان کے اصل ایمان میں خلل آیا یا نہیں، اور وہ بدعتی، فاسق، مخالف سنت قرار پائے یا نہیں، اور ان سے کہا جائے گا یا نہیں کہ صحابہ وحسنات پر تم سے زیادہ حریص تھے بھلائی ہوتی تو وہی کر جاتے، اور میاں بشیر قنوجی یہاں بھی ہیأت عبادات کو توفیقی بتائیں گے یا نہیں، پھر جو لوگ ان صاحبوں کو امام وپیشوا جانتے اور ان کی مدح وستائش میں حد سے زیادہ غلو کرتے ہیں (جیسے شاہ ولی اللہ مداح ومعتقد مرزا مظہر صاحب اور شاہ عبدالعزیز وصّاف ومرید شاہ ولی اللہ صاحب اور مولوی اسمٰعیل غلام وبادخوان ہر دو شاہ صاحب اور تمام حضرات وہابیہ مداحین ومتعقدین جمیع صاحبان مذکورین) ان سب کے بارے میں کیا حکم ہے، آیا بحکم حدیث **من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام**[6] (جس نے بدعت والے کی تعظیم کی اس نے اسلام کو ڈھانے میں مدد کی۔ت) یہ سب کے سب قصر اسلام کے ڈھانے والے ہوئے یا نہیں، یا یہ احکام صرف مجلس میلاد

---

[1] صحیح بخاری کتاب الصلح مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۷۱/۱، صحیح مسلم کتاب الاقضیہ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۷۷/۲، السنن الکبرٰی کتاب آداب القاضی مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۱۹/۱۰

[2] صحیح مسلم کتاب الجمعہ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۸۵/۱، سنن ابن ماجہ باب اجتناب البدع والجدل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۱

[3] در منثور تحت آیۃ من یھدی اللہ فھو المھتدی مطبوعہ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ قم ایران ۱۴۷/۳

[4] صحیح مسلم کتاب الجمعہ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ص ۲۸۵، مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، فصل اول مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۷

[5] کنز العمال فصل فی البدع حدیث ۱۰۹۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۲۱۸/۱

[6] مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام والسنۃ فصل سوم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۱، کنز العمال فصل فی البدع حدیث ۱۱۰۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۲۱۹/۱

وغیرہ انہیں امور کے لئے ہیں جن میں محبوبان خدا کی محبت و تعظیم ہو باقی سب حلال وطیب، اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے کہ تصور برزخ کو اتنا پسند کیا کہ اسے سب سے زیادہ قریب تر راستہ خدا کا بتایا اور مولوی خرم علی صاحب نے اسے نقل کرکے مسلم، رکھا یہ دونوں صاحب مع اصل کاتب یعنی شاہ ولی اللہ صاحب پھر ان صاحبوں کے معتقدین ومداح سب کے سب مشرک وشرک پرست ٹھہرے یا نہیں، یا یہ حضرات احکام شرع س مستثنٰی ہیں، اور تقویۃ الایمان وتذکیر الاخوان وغیرہما کی آیتیں حدیثیں صرف مؤمنین اہل سنت کو جو خاندان عزیزی سے نہ ہوں معاذاللہ مشرک بدعتی بنانے کے لئے اتری ہیں، **بینوا توجروا**۔ سبحان اللہ ان صاحبوں کے یہ احداث واختراع سب مقبول ہوں، اور ناجائز وبدعت ٹھہرے تو وہ نماز جو حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے قضائے حاجات کے لئے ارشاد فرمائی ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(دیکھ راستہ کہاں سے کہاں تک ٹیڑھا ہے)

حق جل علا مسلمانوں کو نیک توفیق بخشے اور اپنے محبوبوں کی جانب میں معاذاللہ بدعقیدہ نہ کرے خصوصًا حضور سید المحبوبین مطلوب المطلوبین رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم اجمعین آمین۔ یہ ہے جو اس گدائے سرکار فیضبار قادریہ پربرکات ونعمات حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فائض ہوا، ع

گر قبول افتد زہے عزوشرف

گدائے بے نوا فقیر ناسزا اپنے تاجدار عظیم الجو عمیم العطا کے لطف بے منت وکرم بے علت سے اس صلے کا طالب کہ عفو وعافیت وحسن عاقبت کے ساتھ دار ناپائدار سے رخصت ہوتے مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عزیز پسر، بتول زہرا کے لخت جگر، علی مرتضٰی کے نور نظر، حسن وحسین کے قرۂ بصر، محی سنت ابی بکر وعمر صلی اللہ تعالٰی علی الحبیب وعلیہم وسلم یعنی حضور غوث صمدانی قطب ربانی واہب الآمال ومعطی الامانی حضور پرنور غوث اعظم قطب عالم محی الدین ابومحمد عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ وارضاہ وجعل حرزنا فی الدارین رضاہ کی محبت وعشق وعقیدت واتباع واطاعت پر جائے او جس دن یَوۡمَ نَدۡعُوۡا کُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِہِمۡ ۚ[1] (جس دن ہر جماعت کو ہم اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔ت) کا ظہور ہو یہ سراپا گناہ زیر لوائے بیکس پناہ سرکار قادریت ظل آلہ جگہ پائے،

---

[1] القرآن ۱۷/ ۷۱

فان ذلك على الله يسير ان الله على كل شيئ قدير بحمد الله وقع الفراغ من تسويده لثمان خلون للقمر الزاهر من شهرسيّدنا الغوث الفاخر اعنى شهرربيع الاٰخر فى ثلثة مجالس من ثلث غدوات وعام الف وثلث مائة وخمس من هجرة سيد الكائنات عليه وعلى اٰله وابنه الوارث لمجده وكماله افضل الصلوات واكمل تسليمات وازكى التحيات وانمى البركات اٰمين اٰمين والحمدلله رب العٰلمين والله سبحانه وتعالٰى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم۔	پس بیشک یہ اللہ تعالٰی کے لئے آسان ہے اللہ تعالٰی ہر چیز پر قادر ہے، بحمداللہ تعالٰی اس رسالہ کے مسودہ سے ۸ ربیع الثانی ۱۳۰۵ھ کو فراغت ہوئی یہ مسودہ تین دن کی تین مجلسوں میں تیار ہوا۔ سیدالکائنات پر ان کی آل پر اور آپ کے بیٹے جو آپ کی بزرگی اور کمال کے وارث ہیں پر افضل درود اور کامل سلام اور پاکیزہ تعریفیں اور بڑی برکات ہوں آمین اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں اللہ سبحانہ، وتعالٰی زیادہ علم والا ہے اور اس کا علم بڑا ہے اور اس کی بزرگی مضبوط اور تام ہے۔(ت)

ازهارالانوارمن صباصلٰوة الاسرار ۱۳۰۵ھ

(صلٰوۃالاسرار کی باد صبا سے غنچوں کے پھول)

(نماز غوثیہ سے متعلق اہم نکات اور اس کے پڑھنے کا طریقہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

شکرا لك یامن بالتوسل الیه یغفر کثر الذنوب، وحمدا لك یامن بالتوکل علیه یجبر کسر القلوب، اسألك ان تصلی وتسلم وتبارك علی سراج افقک، وملجأ خلقک، وافضل قائم بحقک، المبعوث بیتیسرك ورفقک، رحمة للعٰلمین، و شفیعا للمذنبین، و امانا للخائفین، و یسرًا للبائسین (سخت حاجت مند ۱۲)، وبشری للأئسین (ناامیداں ۱۲)، محمدن النبی الرؤف الرحیم، الجواد الکریم، العلی العلیم، الغنی الحی الحکیم الحلیم، ومصحح الحسنات، مقیل العثرات، قاضی الحاجات،	تیرا شکر ہے اے ایسی ذات جس کی طرف وسیلہ پیش کرنے سے کثیر گناہ معاف ہوتے ہیں اور تیری حمد ہے اے وہ ذات کہ جس پر توکل سے شکستہ دلی ختم ہوجاتی ہے، اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ رحمت، سلامتی اور برکتیں نازل فرما اس پر جو تیری کائنات کا چراغ اور تیری مخلوق کا ملجا اور تیرے حق کے لئے قائم لوگوں سے افضل اور تیری سہولت اور مہربانی لے کر مبعوث ہونے والے رحمۃ للعالمین اور شفیع المذنبین اور ڈرنے والوں کے لئے امان اور حاجت مندوں کی سہولت اور ناامید ہونے والوں کے لئے بشارت رؤف، رحیم نبی، کرم والے سخی، بلند مرتبہ، بڑے علم والے، غنی، تابندہ حکمت والے، بردبار، نیکیوں کو بنانے والے، غلطیوں کو مٹانے والے، حاجتوں کو پورا کرنے والے، مرادیں

واهب المرادات، صلى الله تعالٰى عليه وعلٰى اٰله الطاهرين، واصحابه الظاهرين وازواجه الطيبات امهات المؤمنين، واولياء امته الكاملين العارفين، وامناء ملته الراشدين المرشدين، لاسيما على هذا الفرد الفريد، الغوث المجيد، الغيث المجيد، واهب النعم، سالب النقم، كاسب العدم، صاحب القدم جود الجود وكرم الكرم، ملاذ العرب ومعاذ العجم، مناح العطايا، مناع الرزايا، القطب الربانى، الغوث الصمدانى، سيدنا ومولٰنا ابى محمد عبدالقادر الحسنى الحسينى الجيلانى، رضى الله تعالٰى عنه و ارضاه، وجعل حرزنا فى الدارين، اٰمين اٰمين، ياارحم الراحمين، واشهدان محمدًا عبده ورسوله بالرحمة ارسله، صلوات الله وسلامه عليه، وعلى كل محبوب ومرضى لديه، امابعد فقدسألنى الفاضل الكامل، جميل الشمائل، جامع الفضائل، والفخر الجسيم، والشرف العظيم، مولانا الشاه محمد ابراهيم القادرى المدراسى الحيدراٰبادى، جعله الله من اولى الايادى، وحفظه من شرالعادى، اجازة الصلٰوة الغوثية، المباركة المرضية، المعروف عندنا بصلٰوة الاسرار، المجربة مرارالقضاء الاوطار، ودفع الاشرار، تحسين ظن منه بهذا العبد

بَرلانے والے، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ والطاہرین اور حق کوظاہر کرنے والے صحابہ اور اس کی پاک ازواج پرجو مومنین کی مائیں ہیں اوراس کے کامل، عارف اولیاء امت ہدایت یافتہ، رہنما، اس کی امت کے امینوں پر خصوصًا ایسی یکتا، منفرد، غوث بزرگی والے، برکت دینے والی بارش، انعامات دینے والے، محروموں کو بنانے والے، تسلط والے، سخیوں کے سخی، کریموں کے کریم، عرب وعجم کی جائے پناہ، عطیات دینے اور مصیبتوں کو دفع کرنے والے، قطب ربانی، خدائی مدد، ہمارے آقا ومولٰی ابومحمد عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی پر رضی اللہ عنہم اور جس کو وہ راضی کرے، اور اس کو دونوں جہانوں میں ہمارے لئے محفوظ خزانہ بنائے آمین آمین، یاارحم الراحمین، اور میں گواہ ہوں کہ اللہ تعالٰی وحدہ، لاشریک ہے اور گواہ ہوں کہ بیشک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے خاص بندے اور اس کے خاص رسول ہیں جن کو اس نے رحمت بناکر بھیجاہے اس پراللہ کی رحمتیں اور سلام ہو اور ہر اس پر جواس کا محبوب اور پسندیدہ ہو۔ امابعد کامل فاضل، اچھے اخلاق والے، فضائل کے جامع، بڑے فخر، عظیم شرف والے، مولانا شاہ محمد ابراہیم قادری مدراسی حیدرآبادی (اللہ تعالٰی ان کو صاحب قوت بنائے اور ان کو دشمنوں کے شر سے محفوظ فرمائے) نے مجھ سے "صلٰوۃ غوثیہ" مبارکہ پسندیدہ جوکہ ہمارے ہاں "صلٰوۃ الاسرار" کے نام سے معروف ہے کی اجازت طلب کی، یہ صلٰوۃ الاسرار قضائے حاجت اور دفع شر کے لئے بارہا مجرب ہے، انہوں نے مجھ فقیر، حقیر، اپنے نفس پر ظلم

الظلام، الکثیر الاثام، الفقیر الاذل، الحقیر الارذل، عبدالمصطفٰی احمدرضاً، المحمدی السنی الحنفی، القادری البرکاتی البریلوی، لطف الله به، وعفا عن ذنبه، واصلح عمله، وحقق امله، مع انی لست ھنالک، ولا اھلا لذلک، لکنی اجبته بالانقیاد، واجزته بالمراد، رجاء البرکة لی وله فی الدنیا والاٰخرة، ان ربنا تعالٰی ھواھل التقوی واھل المغفرة، کما اجازنی بھا سیدی ومولای، وسندی ومأوای، شیخی ومرشدی، وکنزی وذخری لیومی وغدی، تاج الکاملین، سراج الواصلین، حضرة السیدالشاہ اٰل الرسول الاحمدی، المارھری، رضی الله تعالٰی عنه بالرضی السرمدی، بحق روایته لھا واجازته بھا عن شیخه الاجل، وعمه الابجل، الامام الاکمل، والکرم الاشمل، والقمر الاجمه، فرد عصره، وقطب دھره، ذی الفیض العظیم، و الفضل المبین، حضرة ابی الفضل شمس الملة و الدین، السید الشاہ اٰل احمد اچھے میاں المارھری، رضی الله تعالٰی عنه بالرضوان لابدی، عن ابیه العرّیف، النبیه الغطریف، البحر الطمطام، والحبر الصمصام، ذی الفناء والبقاء، والوصول وللقاء، حضرة السید الشاہ حمزة العینی المارھری علیه الرضوان الدائم العلی القوی، بسنده المسلسل کابرا	کرنے والے، نہایت گنہگار، عبدالمصطفٰی احمد رضا محمدی سنّی حنفی قادری برکاتی بریلوی کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہوئے یہ سوال کیا (اللہ تعالٰی ان پر مہربانی فرمائے اور ان کو معاف فرمائے اور ان کے اعمال کو درست فرمائے) حالانکہ میں اس قابل نہیں ہوں اور نہ ہی اس کااہل ہوں لیکن ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کہ دنیاوآخرت میں ہم دونوں کے لئے باعث برکت ہو (تقوٰی اور مغفرت کامالک صرف اللہ تعالٰی ہی ہے) (ان کو میری طرف سے اجازت ہے جیسا کہ مجھے میرے آقا، مولٰی، جائے اعتماد، ماوٰی، اور میرے شیخ، مرشد، سہارا، خزانہ اور میرے آج اور کل کے لئے ذخیرہ اور کاملین کے تاج، واصلین کے چراغ، حضرت شاہ آل رسول احمدی مارہروی، رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مجھے اجازت دی جیسا کہ ان کو روایت اور اجازت ملی، ان کے عظیم شیخ اور ان کے بزرگوار چچا، کامل امام، وسیع کرم، خوبصورت چاند، اپنے زمانہ کے منفرد اور قطب، عظیم فیض اور واضح فضیلت، حضرت ابوالفضل، ملت اور دین کے سورج، سیدشاہ آل احمداچھے میاں مارہروی، رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور ان کو اپنے والد گرامی عارف کامل، مضبوط فہم، بحر بیکراں، پختہ ماہر، صاحب بقاء وفناء، صاحب وصول وحضور، حضرت شاہ حمزہ عینی مارہروی (ان پر اللہ تعالٰی کی دائمی رضا) سے، اسلاف دراسلاف سے ان کی مسلسل، سند سے، جوان کو بلند دربار، مضبوط چوکھٹ، مخلوق کے مرجع، دربار قادریہ (وہاں کے رہنے والوں اور وہاں کے

عن كار، عن الحضرة الرفيعة، والسدة المنيعة، مرجع البرية، الحضرة القادرية، على حضارها وخدامها رضوان القادر، فان اصلها ماثور بطرق عديدة، عن الحضرة المجيدة، كماذكره العلماء منهم الامام ابوالحسن نورالدين علی بن جرير^{عـــه} اللخمی الصوفی الشطنوفی فی بهجة الاسرار، و الامام الاجل عبدالله بن الاسعد اليافعی الشافعی، والفاضل علی بن سلطان محمدالقاری الهروی المکی، والشيخ المحقق شيخ	خدام پر اللہ تعالٰی کی رضاہو) سے حاصل ہوئی کیونکہ "صلوٰۃ الاسرار" کا ثبوت متعدد طرق سے منقول ہے بر گزیدہ دربار سے جیسا کہ اس کو بہت سے علماء نے ذکر فرمایا ہے جن میں امام ابوالحسن نورالدین علی بن جریر لخمی صوفی شطنوفی نے بہجۃ الاسرار میں، اور امام اجل عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی و فاضل علی بن سلطان محمد القاری الہروی المکی اور شیخ محقق علماء ہند کے شیوخ کے شیخ عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی وغیرہم رحمۃاللہ

عـــه: يجب ان يعلم انه ليس بابن جهضم الذی تكلم فيه الذهبی على دابه مع الصوفية الكرام فی "الميزان" فانه مقدم على سيدنا الغوث رضی الله تعالٰی عنه بزمان وهذا معاصر الذهبی وبينه وبين سيدنا واسطتان صحب المولی اباصالح قاضی القضاة نصرا صحب اباه سيدی عبدالرزاق صحب اباه سيدنا الغوث الاعظم رضی الله تعالٰی عنهم وقد وصفه الذهبی نفسه فی "طبقات القراء" بالامام الاوحد وكذلك الامام الجلال السيوطی فی "حسن المحاضرة" اما نسبة الذهبی كتاب بهجة الاسرار الی ذلك فان كان له ايضا كتاب اسمه هذا فذاك والاشتباه عظيم واجب التنبيه ۱۲ (م)	یاد رہے کہ یہ ابن جھضم نہیں ہے جن کے اولیاء کرام کے بارے میں خصوصی نظریات پر ذھبی نے اعتراض کیا ہے کیونکہ وہ غوث اعظم سے بہت پہلے کے ہیں یہ امام ذھبی کے معاصر ہے جب کہ ان کے اور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے درمیان دو واسطے ہیں، انہوں نے قاضی القضاۃ نصر کی انہوں نے اپنے والد محترم نے حضرت عبدالرزاق کی انہوں نے اپنے والد حضرت غوث اعظم کی صحبت پائی جن کو خود امام ذھبی نے طبقات القراءِ میں ذکر فرمایا اور امام سیوطی نے بھی حسن المحاضرہ میں ذکر کیا، امام ذھبی کے ابن جھضم کی طرف کتاب بہجۃ الاسرار کو منسوب کرنا جب درست ہوگا جب اس نام کی کوئی کتاب ان کی ہو ورنہ یہ نسبت درست نہیں ہے بلکہ ان کو اشتباہ ہوا ہے۔ (ت)

اشیوخ علماء هند عبدالحق بن سیف الدین المحدث الدهلوی وغیرهم رحمة الله تعالٰی عیهم اجمعین انه قال سیدنا ومولٰنا الغوث الاعظم رضی الله تعالٰی عنه من توسل بی فی شدة فرجت عنه ومن استغاث بی فی حاجة قضیت له ومن صلی بعد المغرب رکعتین ثم یصلی ویسلم علی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ثم یخطوا الی جهة العراق احدی عشرة خطوة یذکر فیها اسمی قضی الله تعالٰی حاجته[1] ۔ **قلت** وفرجت وقضیت تحتملان صیغة المجهول لواحدة غائبة، وصیغة المعلوم للواحد المتکلم وعلی هذه ترجمة الشاه ابی المعالی رحمه الله تعالٰی فی التحفة القادریة، وایاما کان فالحاصل واحد، اولٰهما تحتمل الحقیقة الباطنة الذاتیة عـــہ۱ والظاهرة عـــہ۲ المستفادة،	علیہم اجمعین سے منقول کہ غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ جس نے کسی مصیبت میں میرا وسیلہ دیا تو اس کی مصیبت ختم ہوگی، اور جس نے اپنی حاجت کے لئے مجھ سے مدد مانگی تو اس کی حاجت پوری ہوگی، اور جس نے نماز مغرب کے بعد دو رکعتیں پڑھ کر صلوٰۃ وسلام پڑھا اور پھر عراق کی جانب گیارہ قدم میرا نام کہتے ہوئے چلا تو اللہ تعالٰی اس کی حاجت کو پورا فرمائے گا۔ **قلت** "**فرجت**" اور "**قضیت**" دونوں صیغے، واحد غیب مونث مجہول اور واحد متکلم معلوم بن سکتے ہیں، اور شاہ ابوالمعالی نے "تحفہ قادریہ" میں واحد متکلم معلوم کا ترجمہ فرمایا ہے (یعنی میں اس کی مشکل کشائی اور حاجت روائی کروں گا) بہرحال جو بھی صیغہ ہو ماحصل ایک ہے کیونکہ پہلا صیغہ ہو تو یہ اللہ تعالٰی کی طرف سے ذاتی باطنی حقیقت کا احتمال ہے جبکہ دوسرا

عـــہ۱ : وهی التی تثبت بالذات من دون عطاء ولاالاستناد الی جعل وهذا مختص بصفات الله سبحٰنه وتعالٰی فحسب ۱۲(م)	یہ بالذات ثابت ہے عطاء اور جعل کی طرف منسوب نہیں، اور یہ صرف اللہ تعالٰی کی صفات سے مختص ہے اور بس ۱۲۔(ت)
عـــہ۲ وهی التی حصلت بالعطاء ولاثبوت لها الابالجعل وکذا جمیع صفات المخلوق کالعلم والقدرة والعطاء والعون حتی الوجود ۱۲(م)	یہ صرف عطاء سے حاصل ہے اس کا ثبوت اللہ تعالٰی کے عطا فرمانے پر جیسا کہ مخلوق کی تمام صفات ہیں مثلاً انسان کا علم، قدرت، عطاء، امداد حتی کہ مخلوق کا وجود بھی عطائی ہے ۱۲(ت)

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر فضل اصحابہ، وبشراهم مطبوعہ مصطفی البابی الحلبی مصر ص ۱۰۲

والاخری تتعین للاخیر والمرجع ماذکرہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنه اُخر بقوله قضی اللّٰہ تعالٰی حاجته ان الٰی ربك المنتھٰی، **ثم** ان لمشایخنا قدست اسرارھم ورحمنا اللّٰہ تعالٰی بھم فی ھذا الصلٰوۃ طریقتین، صغرٰی، وکبرٰی، والمعمول عندنا الاسھل الاشمل من حیث السوغ لکل احد من دون الاختصاص بالقائمین فی مجالی الشھود الھائمین فی فیافی الوجود ھی الطریقة الانیقة الصغری، **صفتھا** بحیث یکون کالشرح للفظ الکریم ویتضمن مختارات ھذا العبد الاثیم، ان **من** عرضت له حاجة دینیة اودنیویة **صلی بعد** صلٰوۃ المغرب بسنتھا رکعتین من غیرفریضة ناویا صلٰوۃ الاسرار تقربا الی اللّٰہ تعالٰی و ھدیة لروح سیدنا الغوث الاعظم رضی اللّٰہ تعالٰی عنه، وان جددلھما الوضوء فھو اضوء، و قد عھدنا ذلك من النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم فی صلٰوۃ الحاجة، والا فھوبسبیل من الرخصة فان توضأ فلیحسن وضوءہ ھکذا امر النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم ذلك المکفوف بصرہ واحب الی ان یقدم [عه] صدقة فانھا اسرع فی

صیغہ، ظاہری حاصل کردہ حقیقت کا معین احتمال ہے لیکن وہ ہے جس کو خود حضور غوث اعظم نے بعد میں یوں ذکرفرمایا ہے کہ "اللّٰہ تعالٰی اس کی حاجت پوری کرے گا کیونکہ تیرے رب کی طرف ہرچیز کی انتہی ہے"۔ پھر ہمارے مشائخ (رحمہم اللّٰہ تعالٰی اور ان کے سبب ہم پررحم فرمائے) نے اس نماز کے بارے میں دوطریقے بتائے ہیں، ایک مختصر اور دوسراطویل ہے، اور ہمارے ہاں جومروّج ہے وہ آسان اور جامع اورہرایک کے مناسب ہے یہ مرتبہ شہود پر فائز لوگوں یامرتبہ وجود میں طالبین کے لئے مخصوص نہیں، یہ بہترین طریقہ اختصار والاہے، اس کا طریقہ ایسا ہے جوخود لفظ (صلٰوۃالاسرار) کی شرح جیسا ہے اور اس عاجز بندے کاپسندیدہ ہے کہ جس شخص کو کوئی حاجت درپیش ہوخواہ وہ دینی ہو یا دنیوی، تووہ مغرب کی نماز کے بعد سنتوں کے ساتھ دورکعت "صلٰوۃالاسرار" کی نیت سے اللّٰہ تعالٰی کی قربت اور حضور غوث اعظم کی روح کو ہدیہ کے لئے پڑھے، اور اگر اس کے لئے نیاوضو کرے تویہ نور ہوگا کیونکہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے ایک نابینا کو یہ فرمایا تھا، ورنہ نیاوضو ضروری نہیں، مجھے تو یہ پسند ہے کہ صلٰوۃالاسرار پڑھنے سے پہلے کوئی صدقہ کرے کیونکہ یہ عمل کامیابی جلدی لاتاہے اور مصیبتوں کے دروازوں کو خوب بند کرتاہے جبکہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام سے مناجات کیلئے

[عه] الافضل الاسرار بنص القراٰن وھی

صدقہ میں افضل یہ ہے کہ پوشیدہ دے کیونکہ قرآن کا (باقی برصفحہ آئندہ)

الانجاح واسد لابواب البلاء وقدامر الله تعالٰی من يناجي رسوله ان يقدموا بين يدی نجوٰهم صدقة، فنجوی الله احق مع ان هٰذه الصلوٰة تشتمل علی نجوی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ايضًا، والوجوب وان نسخ رحمة من الله تعالٰی فلامرية فی الاستحباب هذا يقرأ الاخلاص احدی عشرة مرة فهو احسن حتی اذا سلم حمد الله تعالٰی واثنی علیه بماهو اهله، والافضل الصيغ[عــه] الواردة عن النبی صلی الله	پہلے صدقہ دینے کو اللہ تعالٰی نے حکم دیا، تو اللہ تعالٰی سے مناجات میں اور زیادہ بہتر ہے باوجودیکہ اس نماز میں حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام سے بھی مناجات موجود ہے، اگرچہ اس صدقہ کاوجوب منسوخ ہوچکا ہے جس میں اُمت کی آسانی ہے مگر استحباب کے طور پر جواز میں کوئی شک نہیں ہے، اس نماز میں فاتحہ کے بعد کوئی آسان سورت پڑھے بہتر ہے کہ سورہ اخلاص گیارہ بار پڑھے تو بہت اچھاہے، نماز سے سلام پھیرنے کے بعد اللہ تعالٰی کی حمد وثنا اس کی شان کے مطابق بجالائے اوراس میں بہتر وہ الفاظ ہیں جو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تقی مصارع السوء کمافی الحديث وفضائلها اکثرمن ان تحصی والاحسن ان يتصدق بزوجين بفضل ذلك ورد حديث وفلسان زوجان وخبزان زوجان ومن لم يجد فودعتان زوجان والودعة خرمهرة ۱۲(م)	یہ حکم ہے، اور یہی برے احتمال سے بچاؤ ہے، جیسا کہ حدیث میں بیان کیاگیاہے اور اس میں بہت زیادہ فضیلت ہے اور بہتر یہ ہے کہ صدقہ میں جو دے، دو کی تعداد دے، دو۲ پیسے، دو۲ روٹیاں، اگراور کچھ نہ پائے توکم از کم دوخرمہرے دے ۱۲(ت)
[عــه] کقوله اللهم لك الحمد حمد ايوافی نعمك ويکافیٔ مزيد کرمك وقوله اللهم لك الحمد انت قيم السمٰوٰت والارض ومن فيهن ولك الحمد انت ملك السمٰوٰت والارض ومن فيهن ولك الحمد انت نورالسمٰوٰت	اور جیسے کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام سے منقول ہے اے اللہ! تیرے لئے ایسی حمد جو تیری نعمتوں کے برابر ہو اور مزید کرم کو کفایت کرے، اور حضور کاارشاد کہ تیری حمد کہ توآسمانوں اور زمین کا نگران ہے اور تیری حمد کہ توآسمانوں اور زمین اور ان میں ہر چیز کامالک ہے، اور تیری حمد کہ توزمین اور آسمانوں اور ان میں (باقی اگلے صفحہ پر)

صلى الله تعالٰى عليه وسلم فانه لايقدر احدان يحمد الاحدكحمد احمد صلى الله تعالٰى عليه وسلم ومن احسنها اللهم ربنالك الحمد حمد اكثير اطيبا مبٰركا فيه كما تحب ربنا وترضى ملأ السمٰوٰت وملأ الارض وملأ ماشئت من شيئ بعد، ومنها اللهم لك الحمد حمدا دائما مع دوامك ولك الحمد حمدا خالدا مع خلودك ولك الحمد حمد الا منتهى له دون مشيتك ولك الحمد حمدًا دائمًا لايريد قائله الارضاك ولك الحمد حمدًا عندكل طرفة عين وتنفس كل نفس،

بطور حمد وثنا پڑھے ہیں کیونکہ حضور علیہ السلام سے بڑھ کر بہتر حمد اور اچھی ثنا کوئی نہیں کرسکتا، حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی بیان کردہ بہترین محامد میں ایک یہ ہے: اے اللہ! ہمارے رب! تیرے لئے کثیر، طیب، مبارک حمد جیسے تجھے پسند ہے اور تو راضی ہے، زمینیں اور آسمان اور ہر وہ چیز بھر کر جس کو تو چاہے اور ان میں سے ایک اور یہ ہے: اے اللہ! تیرے لئے دائمی حمد جیسا کہ تیرا دوام ہے اور تیری حمد جو باقی رہنے والی ہو تیری بقاء کے ساتھ، تیری ایسی حمد جو تیری مشیت کے بغیر ختم نہ ہو اور ایسی دائمی حمد جس کو بیان کرنے والا صرف رضا کا طالب ہو، اور تیرے لئے ایسی حمد جو آنکھ کی ہر پلک

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والارض ومن فيهن وملك الحمد وقوله اللهم لك الحمد فى بلائك وصنيعك الى خلقك ولك الحمد فى بلائك وصنيعك الى اهل بيوتنا ولك الحمد فى بلائك وصنيعك الى انفسنا خاصة ولك الحمد بما هديتنا ولك الحمد بما اكرمتنا ولك الحمد بما سترتنا ولك الحمد بالقراٰن ولك الحمد بالاهل والمال ولك الحمد بالمعافاة ولك الحمد حتى ترضى ولك الحمد اذا رضيت يااهل التقوى واهل المغفرة الى غيرذلك من صيغ كثيرة ۱۲ منه (م)

ہر چیز کا نور ہے اور مالک حمد ہے۔ اور آپ کا یہ قول: اے اللہ! تیری مخلوق کے لئے تیرے امتحان اور تیرے حکمت والے عمل پر تیری حمد۔ ہمارے گھر والوں کے لئے امتحان اور تیری کارسازی پر حمد۔ اور خاص ہماری جانوں میں تیرے امتحان وکارسازی پر حمد۔ ہمیں مستور کرنے پر تیری حمد، قرآن سے تیری حمد اہل ومال دینے پر، عافیت دینے پر تیری حمد، حتی کہ تو راضی ہو جائے، تیرے لئے حمد ہے جب تو راضی ہو، اے تقوی اور مغفرت والو۔ اور ان جیسے دیگر الفاظ کثیرہ سے حمد پڑھے ۱۲ منہ (ت)

ومنها اللهم لك الحمد كما ينبغی لجلال وجهك وعظيم سلطنك ومنها اللهم لك الحمد شكرًا ولك المن فضلا، ومنها اللهم لك الحمد كما تقول وخيرا ممانقول الى غير ذلك مما وردت به الاحاديث فليجمعها اوليكتف ببعضها، ويعجبنی ان يختمها بقوله اللهم لااحصی ثناء عليك انت كما اثنيت علی نفسك فانه من اجمع حمد واوسع ثناء عليه سبحنه وتعالٰی ومن لم يحسن من ذلك شيأ فليقل الحمد لله ثلثا اوليقرء الفاتحة اوٰاية الكرسی بنية الثناء فلايجدن ثناء افضل منها، **ثم يصلی ويسلم علی النبی** صلی الله تعالٰی عليه وسلم احدی عشرة مرة اذلايستجاب دعاء الابالصلٰوة عليه صلی الله تعالٰی عليه وسلم وامر بالسلام احرازاللفضلين واحترازاعن الخلاف فان من العلماء من كره الافراد ثم العبد يختار ههنا الصلٰوة الغوثية المروية عن سيدنا الغوث الاعظم رضی الله تعالٰی عنه، وهی اللهم صل علی (سيدنا عــه ومولٰنا) محمد

اورہر سانس کے وقت ہو، اور ایک اور یہ ہے: اے اللہ! تیرے لئے تیری ذات کے جلال اور تیری عظیم سلطنت کے شایان شایان حمد ہو، اور ایک یہ ہے: اے اللہ ! شکر بجالانے کے لئے تیری حمد اور تیرا احسان و فضل ہے اور ایک یہ ہے اے تیرے لئے وہ حمد جو تونے فرمائی اور وہ بہتر جو ہم کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر جو احادیث میں مروی ہیں سب کو یا بعض کو پڑھے۔ اور مجھے تو پسند ہے کہ آخر میں یہ حمد پڑھے: اے اللہ! میں تیری ثناء کو بجانہیں لاسکتا جس طرح تونے خود اپنی ثنائی فرمائی ہے کیونکہ یہ حمد بہت جامع اور وسیع ہے۔ اور اگر کسی مذکورہ محامد میں سے کوئی حمد یاد نہ ہو تو تین بار الحمدللہ پڑھ لے یا سورہ فاتحہ یا آیۃ الکرسی حمد وثنا کی نیت سے پڑھے، ان سے بہتر ثناء نہ پاؤگے، اور پھر آخر میں نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود وسلام گیارہ مرتبہ پڑھے کیونکہ درود شریف کے بغیر کوئی دعا قبول نہیں ہوتی اور سلام کا بھی حکم ہے تاکہ دونوں کی فضیلت ہوجائے۔ اور بعض علماء نے دونوں میں سے ایک پر اکتفاء مکروہ قرار دیا ہے اس لئے دونوں کو ملا کر پڑھنے سے اس خلاف سے بچے گا۔ پھر مجھ بندہ کو یہاں درود غوثیہ جو آپ سے مروی ہے

عــه اعلم ان لفظه سيدنا ومولانا من زيادات للفقيرعلی مابلغنا عن مشايخنا وقدزاد امير المؤمنين عمروابنه عبدالله

سیدنا و مولانا کا لفظ اس فقیر نے بڑھایا ہے، یہ لفظ ہمارے مشائخ کا نہیں، یہ اضافہ جائز ہے جیسا کہ امیر المومنین عمر فاروق اور ان کے صاحبزادے عبداللہ (باقی برصفحہ آیندہ)

معدن الجود والکرم واٰلہ وسلم والعبد یقولھا ھکذا اللّٰھم صل علی سیدنا ومولنا محمد معدن الجود والکرم واٰلہ الکرام وابنہ الکریم وامتہ الکریمۃ یااکرم الاکرمین وبارک وسلم ثم لیتوجہ بقلبہ الی المدینۃ الطیبۃ ولیقل احدی عشرۃ مرۃ یارسول اللہ یانبی اللہ اغثنی وَاَمْدِدْنِی فی قضاء حاجتی یاقاضی الحاجات، **ثم یخطو الٰی جھت العراق** وھو من بلادنا بین الشمال والمغرب افادہ سیدی حمزۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وھی ایضاجھۃ المدینۃ المنورۃ وکربلاء والعبد الضعیف قداستخرج جھۃ حضرۃ بغداد من بلدتنا بریلی بالمؤامرۃ البرھانیۃ علی ان عرضھالحصہ ك عــہ۱ وطولھا مد عــہ۲ لح وعرض بریلی	پسندیدہ ہے اور وہ یہ ہے: اے اللہ! ہمارے آقا و مولٰی محمد جودوکرم کی کان پر رحمت نازل فرمااورآپ کی آل پر، اور سلامتی نازل فرما۔ جس کو یہ بندہ یوں پڑھتاہے: اے اللہ! ہمارے آقاومولٰی محمد جودوکرم کی کان پر اور آپ کی برگزیدہ آل اور کریم بیٹے اور برگزیدہ امت پر صلٰوۃ وسلام فرما، اے برگزیدوں کے برگزیدہ، اس کے بعد مدینہ منورہ کی طرف دلی توجہ کرکے گیارہ مرتبہ یوں پڑھے: یارسول اللہ یانبی اللہ! میری مدد کرو، اور اے حاجات پوری کرنے والے! میری حاجت کے پوراہونے میں مدد فرماؤ۔ پھر عراق کی طرف قدم بڑھائے اور ہمارے ہاں عراق شمال مغرب میں ہے یہ میرے آقا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بیان کیاہے اور یہی مدینہ منورہ اور کربلا معلّٰی کی جہت ہے اور اس عبد ضعیف نے اپنے علاقہ بریلی سے دربار بغداد کی جہت جیومیٹری کی بنیاد پر متعین کی ہے یوں کہ بغداد کا عرض لح ک اور اس کا طول مدلح اور بریلی کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) رضی اللہ تعالٰی عنھما علی تلبیۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واجاز العلماء زیادۃ السیادۃ فی الصلوٰۃ کما فی ردالمحتار فکیف فی غیرھا وقصۃ الترکی فی قرأۃ دلائل الخیرات معلومۃ والولایۃ مثل السیادۃ ۱۲(م) عــہ۱: ثلاث وثلاثون درجۃ وثلث ۱۲(م) عــہ۲: اربع واربعون درجۃ وثمان وعشرون دقیقۃ ۱۲(م)	رضی اللہ تعالٰی عنہما نے تلبیہ کے الفاظ میں زائد الفاظ شامل کئے، اور ہمارے علماء نے بھی درود شریف میں "سیدنا" کالفظ بڑھایا جیسا کہ درمختار میں ہے تو اس کے غیر میں بھی جائز ہوگا، نیز دلائل الخیرات میں ترکی کاقصہ معلوم ہے جبکہ ولایت بھی سیادت کے معنی میں ہے ۱۲(ت) تینتیس درجے اور ایک ثلث ۱۲(ت) چوالیس درجے اور ۲۸ دقیقے (ت)

الح ص[عــہ۱] کا وطولها عط حه[عــہ۲] عط الرفجاء الانحراف الشمالی اعنی من نقطة المغرب الی نقطة الشمال لح ص[عــہ۳] لح فیستخرج خط الزوال ویقیم علیه عمود الی المغرب ویدیر علیهما قوسا بجعل راس القائمة مرکزا فیجزّیها اخماسا[عــہ۴] ویصل خطابین الراس والخمس الاول ممایلی المغرب فهذا	عرض الح صہ اور اس کا طول عط الر ہے۔ اس سے شمالی انحراف یعنی نقطہ مغرب سے نقطہ شمال کی طرف لحصہ لح حاصل ہوا، اب خط زوال نکال کہ راس پر قائمہ کی صورت میں عمود، مغرب کی طرف کھینچا جائے اور خط زوال اور عمود پر قوس اس طرح بنایا جائے کہ راس القائمہ کو مرکز قرار دیا جائے اور قوس کے پانچ جز بنائے جائیں ا اور راس القائمہ اور مغرب کی طرف سے پہلے خمس کو خط کے ذریعے ملایا جائے تو یہ خط دربار بغداد کی جہت ہوگی۔ لیکن مدینہ منورہ نقطہ مغرب سے شمال کی جانب چار درجے ہے
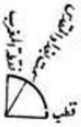	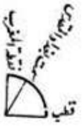
الخط هو سمت حضرة بغداد اما المدینة الکریمة فاربع درج اعنی حه نر من نقطة المغرب الی الشمال علی ما استخرجت بعدة طرق برهانیة احدی **عشرة خطوة** معتدلة معتادة فانه المتبادر من الکلام لا مایفعله بعض العوام من انهم لایرفعون قدما ولایخطون خطوة وانما یتقدمون کل مرة نحو ثلاث اصابع اواربع فلیس هذا من الخطوة فی شیئ وانما امرنا بالخطا فالعدول عنها بدون ضرورة	جیسا کہ میں نے جامیٹری کے متعدد طریقوں سے معلوم کیا ہے بغداد شریف کی طرف گیارہ قدم عادت کے مطابق درمیانے قدم چلے کیونکہ کلام سے یہی سمجھا جارہا ہے اور بعض عوام کی طرح نہ کرے کہ وہ قدم چلنے کی بجائے ہر مرتبہ صرف تین یا چار انگشت آگے بڑھتے ہیں حالانکہ یہ قدم کا فاصلہ نہیں کہلاتا، جبکہ ہمیں گیارہ قدم کے بارے میں حکم ہے اس لئے بغیر ضرورت اور بلاعذر اس حکم سے عدول نہیں کرنا چاہئے، اور یہ عدول غلط ہے۔ ہاں اگر

عــہ۱: ثمان وعشرون درجة واحدی وعشرون دقیقة ۱۲ (م)	۲۸ درجے اور ۲۱ دقیقے ۱۲ (ت)
عــہ۲ تسع وسبعون درجة وسبع وعشرون دقیقة من قرنیس مرصد لندن ۱۲ (م)	۷۹ درجے اور ۲۷ دقیقے، لندن کی قرنیس رصدگاہ سے ۱۲ (ت)
عــہ۳ ثمانی عشرة درجة ومثلها الدقائق ۱۲ (م)	۱۸ درجے اور ۱۸ دقیقے ۱۲ (ت)
عــہ۴ اقتصر ع التخمیس لعدم الحاجة الی تدقیق الدقائق مع فیه من الدقة ۱۲ (م)	پانچ حصوں کو بیان کیا ہے کیونکہ دقیقے بنانے میں دقت ہے ۱۲ (ت)

عين الخطأنعم ان كان فی مضيق لايجد مساغا للخطوات المعهودة ولاالخروج الى مندوحة فليأت بما استطاع واشد شناعة من هذا ما رأيت بعضهم من انه يصلی ركعتين حتى اذا كان فی اٰخر قرأة الاخرى انحرف الى العراق فتخطى، ثم عاد الى مكانه فتوجه نحو القبلة واتم الصلٰوة ولايدری المسكين ان هذا مع مخالفته للوارد [عـــہ۱] مفسد [عـــہ۲] لصلٰوته وابطال العمل حرام ثم النفل يجب بالشروع فيلزمه القضاء وهو لايريده ولايدری به فيأثم مرتين [عـــہ۳]، ولمثل هذا ورد [عـــہ۴] فی الحديث "المتعبد بغير فقه كالحمار	عذر ہو مثلاً جگہ تنگ ہو اور پورا قدم چلنے کی گنجائش نہ ہو اور کھلی جگہ نہ ملے تو پھر حسب گنجائش قدم کا فاصلہ بنائے، اور اس سے بڑھ کر قابل اعتراض وہ صورت ہے جو میں نے بعض جہال کو کرتے دیکھا کہ وہ دو رکعت پڑھتے ہوئے دوسری رکعت کی قرأت کے آخر میں نماز میں ہی عراق کی طرف منہ پھیر کر چلتے ہیں اور گیارہ قدموں کے بعد پھر واپس پہلی جگہ پر لوٹ کر قبلہ رو ہوجاتے ہیں اور پھر نماز کو مکمل کرتے ہیں، ان غریبوں کو یہ معلوم نہیں کہ یہ طریقہ مرویہ کے خلاف بھی ہے اور اس سے نماز بھی فاسد ہوجاتی ہے، حالانکہ عبادت کو شروع کرکے توڑنا حرام ہے۔ چونکہ نفل ہیں اور نفل شروع کرنے سے لازم ہوجاتے ہیں اس لئے ان پر دو رکعتوں کی قضا لازم ہے، جبکہ اسے مسئلہ معلوم ہی نہیں تو قضا کیا کرے گا لہٰذا اس کو دوہرا گناہ ہے۔ ایسے ہی شخص کے بارے میں حدیث شریف

عـــہ۱: فی صفة هذه الصلٰوة عن سيدنا الغوث الاعظم رضی الله تعالٰى عنه كما سمعت (م)

عـــہ۲: لان المشی عمل كثير (م)

عـــہ۳ اثم الابطال حاضر الوقت واثم ترك القضاء يظهر عند الموت، والعياذ بالله تعالٰى (م)

عـــہ۴: اخرجه ابونعيم فی الحلية عن واثلة بن الاسقع رضی الله تعالٰى عنه، ومثله قول علی كرم الله وجهه قصم ظهری اثنان جاهل متنسك وعالم متهتك نسأل الله العفو والعافية ۱۲ (م)

اس نماز کو غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بیان کردہ طریقہ میں جیسا کہ میں نے سنا ہے ۱۲ (ت)

کیونکہ چلنا، کثیر عمل ہے ۱۲ (ت)

ایک جاری عبادت کو توڑنا وقتی گناہ اور دوسرا گناہ قضا کا ترک جو موت کے وقت ظاہر ہوگا العیاذ باللہ تعالٰی ۱۲ (ت)

اس کی تخریج امام ابونعیم نے واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اپنی کتاب حلیہ میں کی ہے، اور ایسا ہی ایک قول حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی ہے کہ دو چیزوں نے میری کمر توڑ دی ہے ایک جاہل عامل نے اور دوسرے متشدّد عالم نے۔ ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کے خواستگار ہیں ۱۲ (ت)

فی الطاحونة(آسیا)"[1] واکبر اثمامنه شیخه الذی علمه هذا ولاحول ولاقوة الاباللّٰه العلی العظیم هذا ولیکن عند التخطی علی هیأة الهیبة والخضوع والادب والخشوع، وانا احب ان یتخیل کانه حاضر فی بغداد ومرقده رضی اللّٰه تعالٰی عنه بین عینیه وهو راقد فیه مستقبل القبلة الکریمة والعبد یتعمد کرمه فیرید ان یتقدم الیه اذ یعتریه الحیاء من قبل المعاصی فیقف حیران کانه یستأذن و یستشفع الیه رضی اللّٰه تعالٰی عنه بسعة جوده و ببشری مقالته "ان عــه لم یکن مریدی جیدا فانا جید"[2]، "فبیناهو	میں آیا ہے کہ بغیر علم عبادت کرنے والا اس گدھے کی طرح ہے جو آٹے کی چکی میں جتا ہو، ایسا عمل کرنے والے سے بڑھ کر اس کا وہ شیخ مجرم ہے جس نے اسے یہ طریقہ بتایا ہے، لاحول ولاقوة الاباللّٰه العلی العظیم، اور قدم چلتے وقت خشوع، خضوع اور ادب وہیبت کی کیفیت ہونی چاہئے، اور مجھے یوں پسند ہے کہ اس وقت یوں خیال کرے کہ وہ بغداد شریف میں آپ کی مرقد شریف کے سامنے حاضر ہے اور اسے دیکھ رہا ہے، اور یہ خیال کرے کہ حضور غوث اعظم اپنی قبرانور میں قبلہ رو سوئے ہوئے ہیں اور قدم چلنے والا بندہ آپ کے کرم پر اعتماد کرتے ہوئے آگے بڑھنے کا ارادہ کئے ہوئے ہے مگر اپنے گناہوں کے پیش نظر آگے جانے میں حیا کرتے ہوئے حیران کھڑا ہو جاتا ہے اور گویا اب آپ سے بڑھنے کی اجازت طلب کرتا ہے او ر آپ سے شفاعت طلب کررہا ہے کیونکہ آپ کا جود وسخا وسیع ہے اور آپ کی یہ بات بشارت ہے کہ "اگر میرا مرید خوب نہیں میں تو خوب تر ہوں۔" قدم
عــه: اخرج الامام الشنطوفی روح اللّٰه تعالٰی روحه فی بهجة الاسرار عن الشیخ القدوة ابی الحسن علی القرشی قال قال سیدی الشیخ محی الدین عبدالقادر الجیلی رضی اللّٰه تعالٰی عنه اعطیت	امام شنطوفی نے بہجۃ الاسرار میں شیخ امام ابوالحسن علی قرشی سے تخریج فرمائی ہے کہ میرے آقا حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ مدِّبصر تک دراز ایک دفتر مجھے عطا کیا گیا جس میں میرے (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] حلیۃ الاولیاء عنوان ۳۱۸ خالد بن معدان عن واثلۃ بن الاسقع مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت ۲۱۹/۵

[2] بہجۃ الاسرار ومعدن الاسرار ذکر فضل اصحابہ وبشراٰھم مطبوعہ البابی مصر ص ۱۰۰

کذلك وهو رضی الله تعالٰی عنه ینظر الیه و یعلم فقره وحیائه اذ یجیئ الکرم العمیم فیشفع للعبد الاثیم فکانه رضی الله تعالٰی عنه یقول "اذنت لهذا الفقر المضطر ان یخطو الی تلك الخطوات، و **یذکر فیها اسمی** ولایخشی المعاصی عندی فانی انا ضمینه وکفیل مهماته فی الدنیا والاٰخرة"فینشط العبد ویتقدم علی اقدام الوجد قائلا علی کل خطوة یاغوث الثقلین ویا کریم الطرفین فانه رضی الله تعالٰی عنه حسنی الاب حسینی الام اغثنی وامددنی فی قضاء حاجتی یاقاضی الحاجات	بڑھانے والے کی اس کیفیت کو آپ دیکھ رہے ہیں اور اس کے فقر وحیا کو جان کر آپ وسیع کرم فرمائیں گے اور اس بندے گنہگار کی شفاعت فرمائیں گے، اور گویا یہ فرمائیں گے کہ میں اس فقیر تنگدست کو اپنی طرف قدم بڑھانے کی اجازت دیتا ہوں، یہ چلتے ہوئے میرا نام ذکر کرے اور میرے پاس آکر اپنے گناہوں کا فکر نہ کرے کیونکہ میں دنیا وآخرت میں اس کی مشکلات کا کفیل اور ضامن ہوں، تو بندہ یہ سن کر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہے اور ہر قدم پر وجدانی کیفیت میں یاغوث الثقلین، یاکریم الطرفین، پکارتا ہے (کریم الطرفین اس لئے کہ آپ والد کی طرف سے حسنی اور والدہ کی طرف سے حسینی ہیں) اور کہتا ہے میری حاجت برآری میں میری مدد کروائے حاجات کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

سجلا مدالبصر فیه اسماء اصحابی ومریدی الی یوم القیٰمة وقیل لی قد وهبوالك وسألت مالکا خازن النار هل عندك من اصحابی احدا فقال لا وعزة ربی و جلاله ان یدی علی مریدی کالسماء علی الارض ان لم یکن مریدی جیدا فانا جید وعزة ربی و جلاله لابرحت قدمای من بین یدی ربی حتی ینطلق بی وبکم الی الجنة [1] اھ والحمدلله رب العٰلمین الکرم عمیم والرجاء عظیم ۱۲منه (م)

ساتھیوں اور مریدین کے نام ہیں جو قیامت تک میرے سلسلے میں داخل ہوں گے مجھے کہا گیا یہ آپ کی ملکیت ہے، اور میں نے جہنم کے خازن فرشتے سے پوچھا کہ کیا تیرے پاس میرے اصحاب میں سے کوئی ہے؟ تو اس نے نفی میں جواب دیا۔ اس پر حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ مجھے رب ذوالجلال کی عزت کی قسم کہ تمام مریدین پر میرا ہاتھ ایسے ہے جیسے زمین پر آسمان سایہ فگن ہے۔ اور فرمایا: اگر میرا مرید خوب نہیں تو میں خوب تر ہوں، اور رب ذوالجلال کی عزت کی قسم میں اس وقت اللہ تعالٰی کے دربار سے حرکت نہ کروں گا جب تک مجھے اور تم سب کو جنت کا پیغام نہ مل جائے گا، الحمد للہ رب العٰلمین الکریم ۱۲منہ (ت)

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر فضل اصحابہ وبشراہم مصطفی البابی مصر ص ۱۰۰

ثم لیدع الله سبحٰنه وتعالٰی متوسلا الیه بجاه سید المرسلین صلی الله تعالٰی علیه وسلم ثم بجاه ابنه هذا السید الکریم غوثنا الاعظم رضی الله تعالٰی عنه. ولیراع اٰداب الدعاء المذکورة فی کلمات العلماء کالحصن الحصین وغیره ومن احسن من فضلها وجمع شتاتها مقدام المحققین امام المدققین العالم الربانی سیدی ووالدی(عه)قدس سره الزکی فی کتابه الشریف"احسن الوعالاٰداب الدعاء"وقد لخصها تلخیصا حسنا	پورا کرنے والے، اس کے بعد اللہ تعالٰی سے حضور علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے (غوث اعظم) کے وسیلے سے دعا کرے، مذکورہ دعا میں ان آداب کا خیال رکھے جو علماء کرام نے ذکر فرمائے جیسا کہ "حصن حصین" وغیرہ کتب میں مذکور ہے۔ مختلف دعاؤں کو جمع کرنے اور فضیلت بیان کرنے والوں میں میرے والد گرامی نے اپنی کتاب "احسن الوعاء لآداب الدعا" میں بہترین دعاؤں کو ذکر فرمایا ہے اور پھر ان کا خلاصہ محققین کے امام مدققین کے پیشوا، عالم ربانی، میرے آقا والد گرامی قدر قدس سرہ نے اپنی بہترین کتاب

عــــه: هو البحرالزاخر، البدرالباهر، النجم الزاهر، حامی السنن، ماحی الفتن، العالم العامل، الفاضل کامل، الحاج الزائر، الجامع المفاخر مولٰنا المولوی محمد نقی علی خان المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی اجل خلفاء حضرة شیخنا ومرشدنا بحر الرحمة مولی النعمة حضرة السید الشاه آل الرسول الاحمدی مارهری قدس الله تعالٰی سرهما وافاض علینا برّهما، ولدرحمه الله تعالٰی ستهل رجب۱۲۴۶ھ ونشأفی حجر العلم و العرفان تفقه علی ابیه الفاضل الاجل العارف الاکمل مولٰنا المولوی محمد رضا علی خاں قدس سره وصنّف تصانیف	یہ گہرا سمندر، روشن چاند، چمکنے والا ستارہ، سنت کی حمایت والا اور فتنوں کو مٹانے والا، عالم باعمل، کامل فاضل الحاج اور مدینہ منورہ کی زیارت والا، فخر کا جامع، مولانا مولوی محمد نقی علی خان محمدی، سنی، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی، خلیفہ اجل حضرت ہمارے شیخ، مرشد، رحمت کے دریا، نعمت کے مالک، حضرت شاہ آل رسول احمدی مارہروی (قدس اللہ سرہما) اللہ تعالٰی ان کی بھلائی کا ہم پر فیضان فرمائے، آپ کی پیدائش ابتدائے رجب ۱۲۴۶ھ میں ہوئی، انہوں نے علمی اور عرفانی ماحول میں پرورش پائی اور اپنے والد فاضل اجل، عارف اکمل، مولانا مولوی محمد رضا علی خاں قدس سرہ سے علم حاصل کیا، اور ۲۵ کے قریب تصنیفاتِ جلیلہ تصنیف فرمائیں، اوران کتب میں سے یہ کتاب "جواہر البیان" (باقی بر صفحہ آیندہ)

فی باب الحج من کتابه"المستطاب جواهر البیان فی اسرار الارکان"ولیبدأ بیاارحم الراحمین ثلثا فان من قاله ناداه ملك موکل به ان ارحم الراحمین قد اقبل علیك وبیا بدیع السمٰوٰت والارض یاذاالجلال والاکرام فانه اسم الله الاعظم علٰی قول، وکذا تسبیح سیدنا ذی النون علی نبینا الکریم وعلیه الصلٰوۃ والتسلیم ولیختمه بآمین عف ثلثا فانه خاتم الدعاء ومماخص الله تعالٰی به هذه الامة المرحومة وبالصلٰوۃ عف والسلام علٰی خاتم النبیّین والحمدلله عف رب العٰلمین لیکون البدء وختم کلامها بالصلٰوۃ علی واهب الصلٰوۃ صلی الله تعالٰی علیه وسلم، فان الدعاء طائروالصلٰوۃ جناحه فبذلك یتم الجناحان ولان الصلٰوۃ علیه علیه الصلٰوۃ و

"جواہر البیان فی اسرارالارکان" کے باب الحج میں بیان فرمایا اور دعا کی ابتداء میں "یاارحم الراحمین" تین مرتبہ کہے، کیونکہ جو شخص یہ کہتا ہے تو اس کو فرشتے جواب میں کہتے ہیں کہ بیشک ارحم الراحمین تیری طرف متوجہ ہے اور "یابدیع السمٰوات والارض یاذالجلال والاکرام" بھی ابتداء میں پڑھے کیونکہ ایک قول کے مطابق یہ "اسم اعظم" ہے، ایسے ہی حضرت سیدنا ذی النون علیہ السلام کی تسبیحات باری تعالٰی کو ابتداء میں پڑھے اور دعا کے آخر میں تین مرتبہ آمین کہے کیونکہ یہ دعا کی مہر ہے اور یہ خاص اس امت مرحومہ کو عطیہ ہے، اور دعا کے بعد حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام پر درود وسلام، اور "الحمدللہ رب العٰلمین" پڑھے تاکہ دعا کی ابتدا اور اس کا خاتمہ، نمازیں عطا کرنے والے نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے درود شریف پر ہوجائے، یہ اس لئے کہ دعا ایک پرندہ ہے اور درود شریف اس کے پر ہیں، اور اس لئے بھی کہ درود شریف مقبول ہے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

جلیلة تاقت خمسة وعشرین من اجلها هذا الکتاب" جواهرالیبان"الذی لم یرمثله فی بابه والتفسیر الکبیرۃ لسورۃ الانشراح وسرور القلوب فی ذکر المحبوب واصول الرشاد لقمع مبانی الفساد واذاقة الاثام لما نعی عمل المولد والقیام وغیرذلك توفی سلخ ذی القعدۃ ۱۲۹۷ھ رحمه الله تعالٰی رحمة واسعة (م)

بے مثل ہے، اور ایک سورہ الم نشرح کی تفسیر فرمائی ہے، اور ایک سرورالقلوب فی ذکرالمحبوب، اور ایک اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد، اور اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام وغیر ذلک ہیں، اور آپ کی وفات آخر ذیقعدہ ۱۲۹۷ھ میں ہوئی، رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ (ت)

السلام مقبولة لاشك فاذا استجیب الطرفان فالله تعالٰی اکرم من ان یدع مابینهما ولیکن الدعاء وترا فان الله وتر یحب الوتر ولیصل بعد کل مرة علی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فانه لم یر شیئ اجلب للاستجابة من الصلٰوة والسلام علی هذا النبی الکریم علیه وعلٰی اٰله افضل الصلٰوة والتسلیم ولیجتهد ان تخرج دمعة فانها علم الاجابة فان لم یبك فلیتباك فمن تشبّه بقوم فهو منهم ثم المختار عندی ان یبقی حین الدعاء ایضا کما هو مستقبل الجهة العراقیة فانها کما اسمعناك جهة الشفعاء الکرام ولاعلیه ان لاینحرف الی القبلة وقد عـــه سأل ابوجعفر المنصور ثانی الخلفاء العباسیة	توجب دعاء کے ابتداء وانتہاء میں درود ہوگا تواللہ تعالٰی کے کرم سے بعید ہے کہ وہ درمیان میں دعا کو قبول نہ فرمائے، اور دعا میں وتر کالحاظ ہونا چاہئے کیونکہ اللہ تعالٰی وتر ہے اور وتر کو پسند فرماتا ہے، اور ہر بار درود شریف پڑھے کیونکہ درود شریف سے بڑھ کر کوئی چیز مقبولیت کو حاصل کرنے والی نہیں ہے صلی اللہ تعالٰی علی النبی الکریم وآلہ افضل الصلٰوۃ والتسلیم، اور کوشش کرے کہ دعا میں آنسو نکلیں کیونکہ یہ بھی قبولیت کی علامت ہے، اگر رونا نہ آئے تو رونے والی صورت بنائے کیونکہ جو کسی کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ بھی انہی میں شمار ہوتا ہے پھر مجھے یہ پسند ہے کہ دعاء کے وقت بھی عراق کی طرف متوجہ رہے کیونکہ یہ جہت شفاعت والوں کی ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں، لہٰذا اس دعا میں قبلہ کی طرف متوجہ نہ رہنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ابوجعفر منصور خلیفہ ثانی خاندانِ عباسیہ نے

عـــه قال الفقیر احمد رضا غفرالله تعالٰی له ابنأناسراج الحنفیة عبدالرحمٰن بن عبدالله السراج المکی عن مفتی الحنفیة جمال بن عمرالمکی عن المولی عابدالسندی المدنی عن الشیخ صالح الفلّانی عن محمد بن سنة عن الشریف محمد بن عبدالله عن محمد بن ارکماش عن الحافظ ابن حجر العسقلانی عن ابی اسحٰق القنوجی عن ابی المواهب ربیع	فقیر احمد رضا غفرلہ کہتا ہے کہ مجھے خبر دی حنفیوں کے چراغ عبدالرحمٰن بن عبداللہ سراج مکی نے، انہوں نے حنفیوں کے مفتی جمال بن عمر مکی سے روایت کی، انہوں نے آقا عابد سندی مدنی سے، انہوں نے شیخ صالح فلّانی سے، انہوں نے محمد بن ارکماش سے، انہوں نے حافظ ابن حجر عسقلانی سے، انہوں نے ابواسحٰق قنوجی سے، انہوں نے ابومواہب ربیع بن ابی عامر (بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

عالم المدینة مالك بن انس رضی الله تعالٰی عنه یاابا عبدالله استقبل القبلة وادعوام استقبل رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فقال ولم تصرف وجهك عنه وهو وسیلتك ووسیلة ابیك اٰدم علیه السلام الی الله عزوجل یوم القیٰمة بل استقبله واستشفع به فیشفعك الله تعالٰی[1] اھ فمن فعل ذلك موقنا بقبله	ایک دفعہ حضرت امام مالک عالم مدینہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سوال کیا کہ میں قبلہ روہو کر دعا کروں یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف متوجہ رہوں، تو امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جواب دیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنا چہرہ نہ پھیرے کیونکہ وہ تیرا اور تیرے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا قیامت کے روز اللہ تعالٰی کے دربار میں وسیلہ ہیں بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بن ابی عامر یحیی بن عبدالرحمٰن بن ربیع انا الحسن بن علی الغافقی اجازنا القاضی عیاض ثنا القاضی ابی عبدالله محمد بن عبدالرحمٰن الاشعری وابوالقاسم احمد بن بقی الحاکم وغیرواحد فیما اجازونیه قالوا انا ابوعباس احمد بن عمر بن دلهاث نا ابوالحسن علی بن فهر ابوبکر محمد بن احمد بن فرج ناابوالحسن عبدالله بن منتاب نایعقوب بن اسحٰق بن ابی اسرائیل ناابن حمید قال ناظر ابوجعفر امیر المؤمنین مالکا فذکر الحدیث، وفیه و قال یااباعبدالله ما استقبل، الحدیث منه یحفظه الله تعالٰی ابدا۔ (م)	یحیٰی بن عبدالرحمٰن بن ربیع سے، انہوں نے کہا کہ مجھے حسن بن علی غافقی نے خبردی، انہوں نے کہا کہ مجھے قاضی عیاض نے اجازت دی، انہوں نے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی قاضی ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن اشعری اور ابوالقاسم احمد بن بقی حاکم وغیرہم نے مجھے اجازت دی اور انہوں نے فرمایا کہ ہمیں بیان کیا ابوعباس احمد بن عمر بن دلہاث نے، انہوں نے کہا کہ مجھے بیان کیا ابوالحسن علی بن فہر ابوبکر محمد بن احمد بن فرج نے، انہوں نے کہا مجھے بیان کیا ابوالحسن عبداللہ بن منتاب نے، انہوں نے کہا مجھے بیان کیا یعقوب بن اسحٰق بن ابی اسرائیل نے، انہوں نے کہا مجھے بیان کیا ابن حمید نے اور کہا کہ ابوجعفر امیر المومنین نے امام مالک سے بحث کی اور پوری حدیث بیان کی اور اس میں ہے کہ ابوجعفر نے کہا اے ابوعبداللہ (مالک) ! میں کس طرف منہ کروں، الحدیث ۱۲منہ اللہ تعالٰی اس کی حفاظت فرمائے۔ (ت)

---

[1] کتاب الشفاء فصل واعلم ان حرمۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ شرکۃ صحافیۃ بلاد عثمانیہ ۲/ ۳۵، نسیم الریاض شرح شفاء فصل واعلم ان حرمۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳/ ۳۹۸

غیرمستعجل من ربه یقول بیان للاستعجال دعوت فلم یجب لی **قضی الله تعالیٰ حاجته** مالم یدع باثم اوقطیعة رحم، فهذه صفتها واللفظ الکریم مکتوب فیها بالحمرة، وما علیه خط احمر فهو الذی بلغنا عن مشایخنا قدست اسرارهم، ومادون ذلك فهو من هذا العبد الاثیم غفر الله تعالیٰ له ولیعلمن العارف ان ماذکرته لایرکن الی خلاف لذرة من الکلمات العلیة، ولافیه علیها زیادة اجنبیة، وانما هو تصریح مطوی، اوتوضیح منوی، او تبیین مجمل، اوتعیین افضل، معتمدا فی ذلك علی احادیث کثیرة، اشرت الیها فی جمل یسیرة، یعرفها الماهر کالشمس فی فیئ، ویمرالغافل کأن لم یکن شیئ، فجاءت بحمدالله عروسا ملیحة، مکشوفة النقاب عن عوارضها الصبیحة، بحلیتها حلیتها، ثم اجتلیتها، فالحمدلله اولا و اُخرا، وباطنا وظاهرا، و **المامول** من لطف مولٰنا الشاه محمد ابراهیم، وغیره من اخواننا القادریة سلمهم المولی الکریم،

طرف متوجہ ہو کر ان کو شفیع بنا اللہ تیرے لئے ان کی شفاعت قبول فرمائے گا، جو شخص دلی یقین سے یہ دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو پورا فرمائے گا، بشرطیکہ عجلت سے کام لیتے ہوئے مایوسی کا اظہار نہ کرے کہ میں نے دعا کی اور قبول نہ ہوئی۔ یہ دعا قبول ہوگی جبکہ اس میں گناہ یا قطع رحمی کا سوال نہ ہو۔ "صلوٰۃ الاسرار" کا یہ طریقہ ہے (آپ کی طرف لکھی گئی تحریر میں) اصل منقول الفاظ سرخ سیاہی سے لکھے گئے ہیں اور جن الفاظ پر سرخ خط ہے وہ الفاظ ہمیں اپنے مشائخ کرام سے پہنچے ہیں، ان کے علاوہ باقی الفاظ مجھ گنہگار بندے کے زائد کردہ ہیں، اور عارف شخص ضرور جانے کہ میرے ذکر کردہ الفاظ اصل کلمات کے ذرہ بھر خلاف نہیں ہیں اور نہ ہی یہ کوئی اجنبی زیادتی ہے بلکہ یہ مخفی کی تصریح اور نیت میں مراد کی وضاحت ہے یا پھر مجمل کا بیان یا افضل کی تعیین ہے اور یہ سب کچھ کثیر احادیث سے اخذ کردہ ہے جن کی طرف میں نے مختصر جملوں میں اشارہ کیا ہے جن کو ماہر خوب جانتا ہے جس طرح دھوپ اور سایہ کی معرفت رکھتا ہے اور غافل شخص کوئی توجہ کئے بغیر گزر جائے گا، الحمدللہ، صلوٰۃ الاسرار کا طریقہ، دلکش دلہن جس کے خوبصورت رخسار سے نقاب اٹھایا گیا ہو، کی طرح واضح طور پر حاصل ہوگیا، میں نے اس دلہن کو زیورات سے آراستہ کرکے مزید جلادی ہے، الحمدللہ اولًا وآخرًا، باطنًا وظاہرًا۔ مجھے مولانا شاہ محمد ابراہیم (سائل) کی مہربانی سے توقع اور امید ہے کہ وہ اور دوسرے ہمارے قادری بھائی (اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے) اس

ان لاینسوا هذا الفقیر فی صالح دعائهم ، غبّ هذه الصلٰوة وفی سائر اٰنائهم ، ویسمحوا له بسؤال المغفرة، وکمال العافیة فی الدنیا والاٰخرة، والعبد یدعوله ولهم، والدعاء یغنی عن ذروع بضمتین قلعها ۱۲ واطم، لاسیما دعوة المسلم لاخیه بظهر الغیب، طهرنا الله جمیعا من کل عیب، ووقانا شرور الجهل والریب، وحشرنا طرّا فی الامة المحمدیة، والجماعة المبارکة ای جمیعا السنیة السنة، والزمة الکریمة القادسة القادریة، انه علی مایشاء قدیر، فنعم المولٰی ونعم النصیر۔

لطیفة نظیفة: بامره رضی الله تعالٰی عنه ان یخطوا احدی عشرة خطوة، علم ان لهذا العدد مزیة اختصاص بالحضرة القادریة من زمنه رضی الله تعالٰی عنه ولیس ان القادریین هم اختاروه لکون العرس الشریف فی الحادی عشرولکن لم اکن اعلم سرًّا فی ذلك حتی صلیت فی شاهجهان عـہ اٰباد

صلٰوۃ الاسرار کو پڑھنے کے بعد کسی مرحلہ پر بھی اس فقیر کو اپنی دعاؤں میں نہ بھولیں گے، اور اس کے لئے مہربانی فرماتے ہوئے مغفرت اور دنیا وآخرت میں عافیت کی دعا کریں گے، اور یہ بندہ بھی ان کے لئے دعا گو رہے گا، حقیقت یہ ہے کہ ہتھیاروں اور قلعوں سے دعا مستغنی کردیتی ہے خصوصًا وہ دعا جو پس پشت مسلمان بھائی کے لئے کی جائے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالٰی ہم سب کو ہر قسم کے عیب سے پاک فرمائے اور جہالت کے شر وشک سے محفوظ فرمائے اور ہم سب کو اُمت محمدیہ میں اٹھائے اور اہل سنت وجماعت کی مبارک اور قیمتی جماعت اور سلسلہ کریمہ قادریہ میں شامل رکھے، اللہ تعالٰی جو چاہتا ہے اس پر قادر ہے پس وہ اچھا مددگار اور اچھا آقا ہے۔

پاکیزہ لطیفہ: حضور غوث اعظم کے حکم کے مطابق گیارہ قدم چلے اور یہ یقین کرے کہ اس عدد کو خاص مقبولیت دربار قادریہ سے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے حاصل ہے، اور یہ خیال نہ کرے بعد میں قادری سلسلہ والوں نے گیارہویں شریف کی مناسبت سے ایسا کیا ہے، لیکن مجھے خود گیارہ قدموں کا راز معلوم نہ تھا حتٰی کہ ایک روز میں نے شاہجہاں آباد

عـہ هی قاعدة دیار الهند المعروفة بدهلی وکان ذلك سنة اثنتین بعدالالف وثلثمأته حین شددت الیها رحلی قاصدا زیارة سیده سلطان المشایخ نظام الحق والدین قدس الله تعالٰی سره المکین ۱۲منه (م)

یہ ہندوستان کامرکزی مقام (ضلع) ہے جو دہلی کے نام سے معروف ہے اور یہ واقعہ ۱۳۰۲ھ کا ہے جب میں وہاں سیدی سلطان المشائخ نظام الدین قدس سرہ کی حاضری کے ارادہ سے گیا ۱۲منہ (ت)

ذات لیلۃ صلٰوۃ الاسرار وانا مقبل علیہا بشرا شر عـــہ۲ قلبی ماکانت منی التفاتۃ الی ذلك اذ لمعت بارقۃ سرجلیل، فی خاطر کلیل، واللہ اعلم منی جاءت وکیف جاءت ماشعرت بہا الا وھی حلیلۃ ببالی فتأملتہا بعد الفراغ من الصلٰوۃ فاذا ھی کما اودو اشتھی، وھی ان فی احد عشر عقدا وواحدۃ، وھما عـــہ۲ بالحروف یاء والف والمجموع، یا، ان	میں رات کے وقت صلٰوۃالاسرار پڑھی اور میں پوری توجہ قلبی سے مصروف تھا اور میرا اس راز کی طرف ذرا بھی التفات نہ تھا کہ میرے دل پر ایک عظیم رازدار تجلی چمکی، خدا کی قسم مجھے معلوم نہ ہوسکا کہ کب اور کس طرح یہ چمک آئی جبکہ وہ میرے دل میں سرایت کرچکی تھی میں نے نماز سے فارغ ہوکر غور وتامل کیا تو وہ میری مراد اور خواہش میری تمنا کے مطابق تھی، وہ قلبی القاء یہ تھا کہ گیارہ کے عدد میں ایک دہائی اور ایک کا عدد ہے، اور (ابجد کے حساب سے) دس کا حرف "ی" اور

عـــہ ای بجمعی اجزائہ ۱۲(م)

عـــہ اعلم ان مالایوجد لہ حرف واحد فالمصیر فیہ الی الترکیب ویجب القصر علی اقل مایمکن فلایختار الثلاثی ماامکن الثنائی ولاالرباعی ماساغ الثلاثی کمالایختار الثنائی ماوجد حرف واحد ثم الحاجۃ الی الترکیب انما تقع فیما بین عقد وعقد الی مائۃ وفی العقود غیرالمأات المحضۃ ایضًا من مائۃ الی الف ثم تدوم الی مالا نہایۃ لہ وذلك لان العقود والمئات لکل منہما حروف معلومۃ فالترکیب الثنائی مثلا وان تصور بجمع آحاد الی آحاد کمثل طب وحج وزد وھو فی احد عشر وھواول مایحتاج الی ذلك لکن اختیار بعض منہا دون بعض ترجیح بلامرجح

یعنی مکمل طور پر ۱۲منہ (ت)

جب کوئی عدد ایک حرف والا نہ ہو تو وہاں ترکیب ضروری ہے اور ترکیب حسب ضرورت ہوگی اگر ترکیب ثنائی کافی ہو ثلاثی کی ضرورت نہیں اور ثلاثی کافی ہو تو رباعی کی ضرورت نہیں ہے، پھر اکائیوں اور دہائیوں میں سوتک ہوگی، اور اسی طرح سو سے اوپر ہزار تک، لیکن خالص دہائیوں اور خالص سو کے لئے ترکیب کی ضرورت نہیں (کیونکہ ان کے لئے ایک ایک حرف ہے مثلًا ترکیب ثنائی تمام اکائیوں کی آپس میں ہوسکتی ہے مثلًا ترکیب ثنائی تمام اکائیوں کی آپس میں ہوسکتی ہے مثلًا طَبَ، حَجَ، زَدَ، گیارہ میں جوکہ پہلا عدد ہے جس میں ترکیب ثنائی کی ضرورت ہے اگرچہ کوئی دوحرف ملائے جاسکتے ہیں مگر ان حروف میں سے یہاں بعض کولینا اور بعض کو نہ لینا بے مقصد ہے، (باقی برصفحہ آیندہ)

قدمت العقد وإى ان	ایک کاحرف "الف" ہے اور اگر دہائی کو مقدم کریں تو دونوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والتركيب الطبعى ان يلتمس العقد۔ فيوضع حرفه ثم حرف مازاد عليه من الآحاد و هكذا فيقدم الالف ثم المئات ثم العشرات ثم الآحاد ويكفى هذا الى الف وتسعة وتسعين فلفظها 'غظصط' فاذا زاد فيدور الامر فالفان 'بغ' وثلثة آلاف 'جغ' ومائة الف 'قغ' والف الف 'غخ' وهكذا الى مالانهاية له يعرف ذلك من يعلم ارقام الهيأة والنجوم ومن منافع هذا الوضع الامن من الالتباس فى غالب الصور فان 'غظصط' المذكور مثلًا ان كتب من دون نقط التعينت الحروف بالوضع الطبعى فالاول لايمكن ان يكون ع مهملة لانه لايتقدم ص ولاالثالث ض معجمة لانها لاتعقب ظ ولاالرابع ظ معجمة لانها لاتعقب ص ولاالرابع ظ معجمة لانها لاتعقب ص وتمام الكلام فى رسالتنا اطيب الاكسير ۱۲منه(م)

اس لئے طبعی ترکیب کو ملحوظ رکھنا ہوگا وہ یہ کہ جو دہائی مقصد ہو پہلے اسے پھر اکائی جو مقصود ہو، اگر ہزار ہو تو پہلے ہزار پھر سو اور پھر دہائی اور پھر اکائی کو ترکیب وار ذکر کرکے ترتیب دی جائے گی یہ ترکیب ایک ہزار نو سو ننانوے تک کام دے گی، اس کے لئے حروف میں غظصط سے مرکب ہوگا، اور اس پر ایک زائد ہو تو دو ہزار ہوگا جس کے حروف میں بغ، اور تین ہزار جغ، لاکھ کے لئے قغ، اور دس لاکھ کے لئے غغ، اسی طرح جتنا چاہے آگے جائے، جس کو علم نجوم اور ہیأۃ کی رقموں کی معرفت ہے خوب جانتا ہے۔ اس ترکیب کا ایک فائدہ یہ ہے کہ انسان ہندسوں میں غلطی سے بچ جاتا ہے کیونکہ مثلًا غظصط میں اگر نقطے نہ بھی لکھے جائیں تو مذکورہ حروف اپنی طبعی ترتیب کے لحاظ سے سمجھے جاسکتے ہیں کیونکہ غ کو ع اور ظ کو ط نہیں پڑھ سکتے کیونکہ اس ترکیب میں ظ سے غ مقدم ہوتا ہے اور ع مقدم نہیں ہوسکتا ہے، اسی طرح ص سے ظ مقدم ہے ط مقدم نہیں ہوسکتا، اور آخری دو حروف ص، ط کو ض، ظ نہیں پڑھا جاسکتا، کیونکہ ض ظ کے بعد نہیں ہوسکتا ہے، اور آخری دو حروف ص، ط کو ض، ظ نہیں پڑھا جاسکتا، کیونکہ ض ظ کے بعد نہیں ہوسکتا اور یونہی ظ بھی ص کے بعد نہیں ہوسکتا ہے، یہ اس لئے کہ ایک ترکیب میں بڑے عدد والا حرف پہلے اور چھوٹے والا بعد ہوتا ہے یہی ترکیب طبعی ہے اور یہ پوری بحث ہمارے رسالہ 'اطیب الاکسیر" میں ہے ۱۲منہ (ت)

عکست [عـه۱] و یاللنداء، و اِی [عـه۲] للایجاب فکانت فی ذلك اشارۃ الی معاملته رضی الله تعالٰی عنه مع السائلین والفقراء المستغیثین فانهم فی مقام الکثرۃ مع کثرتهم فی انفسهم، واذا اراد وسؤال حاجاتهم من الحضرۃ العلیة توجهوا الی الوحدۃ وکان علیهم افراغ القلوب من تشتت الخاطر مع کونهم ههنا علی منهج واحد، سواء منهم العاکف والباد وعظیم [عـه۳] الملك وعدیم الزاد فقد انتقلوا بوجهین من الکثرۃ الی الوحدۃو	حرفوں کا مجموعہ "یا" ہے اور اگر الٹ کریں تو مجموعہ "اِی" ہے جبکہ "یا" ندا اور طلب کے لئے ہے اور "ای" قبول و منظوری کے لئے ہے تو اس طرح گیارہ کے عدد میں حضور غوث اعظم کا سوال اور امداد طلب کرنے کا لوگوں سے معاملہ سمجھ آتا ہے (کہ جس طرح "یا" میں "ی" دہائی اور کثرت اور اس کے بعد "الف" وحدت ہے) یوں ہی سائلین کثیر تعداد والے کثیر مطالبہ کرنے والے اپنے مطالبات کو دربار عالیہ میں پیش کرتے ہوئے کثرت سے وحدت کی طرف متوجہ ہوں گے (کیونکہ آپ واحد ہیں) نیزیوں بھی کہ سائلین اور حاجتمند کثیر تعداد میں ہونے کے باوجود غوث پاک کی طرف متوجہ ہونے میں یکساں ہیں خواہ وہ شہری ہوں یا دیہاتی، شہنشاہ ہوں یا گدا، تو قلبی حاجات مختلف و کثیر مگر ان کے ازالہ کا ڈھنگ ایک، لہٰذا کثرت

[عـه۱] وقوعه ههنا علی قول انه کنعم مطلقا ظاهروالا فالتقدیر یاسیدی هل تقضی حاجتی الجواب ای والله ۱۲منه (م)

[عـه۲] وذلك طریق الارقام الجفریة یقدمون فیها الآحادثم عشرات الخ فالف ومائة واحد عشربار قامهم "ایقع" وبالارقام النجومیة "غقیا" ۱۲ (م)

[عـه۳] الاضافة لفظیة ای عظیم ملکه او معنویة فالعظیم بمعنی السلطان کعظیم الروم ای سلطانه ۱۲ (م)

یہاں اس کا استعمال "نعم" کی طرح ہے جیسا کہ ایک قول ہے ورنہ اصل میں، اے میرے آقا! کیا آپ میری حاجت روائی فرمائیں گے، جواب میں اِی واللہ ہے ۱۲منہ (ت)

یہ جفری علم کی رقم کا طریقہ ہے جس میں اکائی کو دہائی پر مقدم کرتے ہیں مثلاً ہزار، سو کے بعد گیارہ کا ذکر ان کی رقم میں "ایقع" ہے اور نجومی رقم میں "غقیا" ہے ۱۲منہ (ت)

یہ اضافت لفظی ہے یعنی اس کا ملک عظیم ہے اور اگر اضافت معنوی بنائی جائے تو عظیم بمعنی سلطان ہوگا جیسے عظیم الروم ہے ۱۲ (ت)

هذا شان عــه۱ یا وحرکة الیاء لاضطرابهم فی الطلب وتخصیص الفتح یدل مالهم من فتح وفیض ببرکة هذا النداء، ثم هو رضی الله تعالٰی عنه مستغرق فی بحارالوحدة رفیع مقامه عن مجامع الکثرة فاذا نودی لکشف بلاء اورشف عطاء دعاہ الکرم الی التنزل من غیب الوحدة الی مشاهد الکثرة وذلك شان عــه۲ اِی والکسر یحکی التنزل و سکون الیاء لتسکین قلقهم فکان المعنی انهم تحرکوا من مقام الکثرة مضطربین وهم یوزعون متوجهین الی حضرة الوحدة متحدین هنالك فی الرغبة والرهبة وکان رضی الله تعالٰی عنه ساکنا فی مقام الوحدة فتنزل منه الی نادی الکثرة لتسکین قلوبهم و اصلاح خطوبهم والحاصل انه اذا دعی یجیب وسائله لایخیب، **ومن عجائب**

کے بعد وحدت جیسے "ی" کے بعد "الف" ہے دوطرح سے ثابت ہے۔ یہ "یا" کے لحاظ سے ہے پھر "ی" کی حرکت، طالبین کے اضطراب، اور اس حرکت کا فتح ہونا اس ندا کی برکت سے فتح وفیض کی علامت ہے، اور "اِی" کے اعتبار سے یہ کہ غوث اعظم بحر وحدت میں مستغرق ہیں اور کثیر اجتماعات سے آپ کا مقام بلند وبالا ہے، جب آپ کو مصائب مٹانے اور عطیات نچھاور کرنے کے لئے پکارا جاتا ہے تو آپ کو کرم وسخا مجبور کرتا ہے کہ آپ وحدت غیب سے تنزل فرماکر کثرت مشاہد پر توجہ فرمائیں (یہ وحدت سے کثرت کی طرف رجوع ہے جیسا کہ "اِی" میں "الف" اور پھر "ی" ہے) اور "اِی" کا کسرہ (زیر) تنزل کی حکایت ہے اور "ی" کا سکون طالبین کا پریشانی سے سکون ہے۔ معنی یہ ہوا کہ حاجتمند لوگ اضطراب کی حالت میں متفرق طور پر مقام کثرت سے مقام وحدت کی طرف متوجہ ہورہے ہیں اور سب کے سب امید وخوف میں یکساں ہیں اور آپ یعنی غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ مقام وحدت پر ساکن ہیں، پھر آپ نداء کرنے والے کثیر لوگوں کی طرف تنزل فرماکر ان کے دلوں کو تسکین دیتے ہیں اور ان کی پراگندہ حالت کی اصلاح فرماتے ہیں غرضیکہ جب آپ کو نداء دی جائے تو آپ جواب دیتے ہیں اور

عــه۱ فانه ینتقل فیها من العقد الی الواحد ۱۲(م)

عــه۲ فان الواحد مقدم فیه علی الکثیر ۱۲(م)

کیونکہ اس میں دہائی سے اکائی کا انتقال ہے ۱۲(ت)

کیونکہ واحد، کثیر پر مقدم ہے ۱۲(ت)

صنع الله سبحنه وتعالیٰ ان ا اول الحروف فلا حرف فوقها وی اٰخر الکل فلاحرف تحتها فمن ترقی من ی فلامظھر له وراء ا ومن تنزل من ا فلا منزل له تحت ی فدل ذلك ان سیدنا رضی الله تعالیٰ عنه اخذ فی الطرفین بغایة الغایات فتنقطع مطایا الکاملین دون سیره فی الله فلذا کانت قدمه علی جمیل الرقاب ولذا قال رضی الله تعالیٰ عنه الانس لھم مشایخ، والجن لھم مشایخ و انا شیخ الکل بینی وبین مشایخ الکل کما بین السماء والارض لا تقیسونی باحد ولا تقیسوا علی احداوکذا ما استکمل المکملون عـــه سیره من الله ولذا کانت	سائل کو محروم نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کے عجائبات میں سے ہے کہ "الف" پہلا حرف ہے اور "ی" آخری حرف ہے جس کے بعد کوئی حرف نہیں ہے، اگر کوئی "ی" سے آگے بڑھنا چاہے تو آگے الف ہی پائے گا، اور اگر کوئی الف سے آگے بڑھے گا تو "ی" سے آگے کوئی منزل نہ پائے گا تو گیارہ کے حرف یعنی "یا" سے پتا چلتا کہ آپ دونوں طرف انتہائی مقاصد پر رسائی رکھتے ہیں اور تمام کاملین حضرات سیر فی اللہ میں غوث اعظم کی سیر فی اللہ سے بہت پیچھے ہیں، اسی لئے آپ کا قدم گردنوں پر ہے اور اسی لئے آپ نے فرمایا کہ انسان اور جن اور ملائکہ کے اپنے اپنے مشائخ ہیں جبکہ ان سب کا شیخ میں ہوں اور میرے اور تمام مخلوق کے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہے مجھے کسی دوسرے پر اور کسی دوسرے کو مجھ پر قیاس نہ کرو، اور ایسے ہی کوئی کامل شخص آپ کی سیر فی اللہ کو اللہ تعالیٰ سے کامل طور پر حاصل نہ کرسکا۔ یہی وجہ ہے کہ

عـــه۱: ای یجمع اولھم واٰخرھم ۱۲(م)

عـــه۲: ولاحاجة الی ابداء استثناء الانبیاء والمرسلین علیھم الصلوٰة والسلام فانه مرکوز فی اذھان المسلمین وکذا الصحابة والتابعون لھم باحسان لما عرف فی محله وبالجملة فسیدنا رضی الله تعالیٰ عنه افضل الاولیاء الا من قائم الدلیل علی استثنائه ۱۲ (م)

عـــه۳ ھذا کذلك ۱۲منه (م)

عـــه۴ ھذا کذلك ۱۲منه (م)

یعنی ان کے اول اور آخر سب کو جمع کریں گے ۱۲(ت)

یہاں انبیاء ومرسلین کے استثناء کا اظہار ضروری نہیں کیونکہ یہ بات تمام مسلمانوں کے ذہنوں میں مرکوز ہے یوں ہی صحابہ وتابعین کا استثناء بھی معلوم ہے حاصل یہ کہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام اولیاء سے افضل ہیں مگر اس میں وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جن کے بارے میں دلیل موجود ہے ۱۲(ت)

یہ بھی اسی طرح ۱۲منہ (ت)

یہ بھی اسی طرح ۱۲منہ (ت)

هدايته اتم واوفر، وطريقته انفع و ايسر، وكراماته اكثر واظهر، حتى لم ينقل عشرها ولامعشارها عن احد من الاولياء فيما نعلم ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذوالفضل العظيم، واٰخر دعوٰنا ان الحمدلله ربّ العٰلمين، والصلوٰة والسلام على خاتم النبيين، محمد واٰله وصحبه اجمعين، وابنه هذا الفرد المكين، والغوث المبين، وعلينا بهم ياارحم الراحمين، واوفٰى ختامه ستًا بقين من صفر الخير يوم جمع المسلمين، سنة الف وثلثمائة وخمس، من هجرة من اٰتى بالصلوات الخمس، وردّت لامره من المغرب الشمس، صلى الله عليه وعلٰى اٰله اجمعين، والحمدلله رب العٰلمين۔	آپ کی رہنمائی اتم اور اکمل ہے اور آپ کا طریقہ آسان وواضح ہے اور آپ کی کرامات کثیر اور غالب ہیں حتی کہ کسی ولی کی کرامات آپ کی کرامات کی نسبت عشر عشیر بھی منقول نہیں جیساکہ ہمیں معلوم ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطافرماتا ہے اللہ تعالٰی بڑے فضل والا ہے۔ ہمارا آخری اعلان ہے کہ سب تعریفیں اللہ رب العٰلمین کے لئے ہیں اور صلوٰۃ وسلام خاتم النّبیین محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور آپ کی آل وصحابہ پر اور آپ کے اس حاکم بیٹے اور واضح غوث پر، اور ان کے ساتھ ہم پر یا ارحم الراحمین۔ اس رسالہ کااختتام ۲۴۲۴صفر بروز جمعہ ۱۳۰۵۱۳۰۵ھ کو ہوا، سن ہجری اس ذات کی ہجرت جس کو پانچ نمازیں عطا کی گئیں اور جن کے حکم پر مغرب سے سورج واپس پلٹا، صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین، الحمدللہ رب العٰلمین۔ (ت)

وصّاف الرجیح فی بسملۃ التراویح ۱۳۱۲ھ

(تراویح میں بسم اللہ سے متعلق راجح قول کا بیان)

(ختم تراویح میں ایک بار جہر سے بسملہ پڑھنے کا بیان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۱۱۴: از اوجین، مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی ملا محمد یعقوب علی خاں صاحب ۲۶/رجب ۱۳۱۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں تمام بلاد ہندوستان میں کہ سب اہل سنت وجماعت بفضلہٖ تعالٰی حنفی المذہب ہیں ہمیشہ سے یہی رواج دیکھا سنا کہ تمام حفاظ قرآن، تراویح میں بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں کسی نہ کسی سورت پر، بس ایک بار آواز سے پڑھ لیتے ہیں اور بعض لوگ پیدا ہوئے کہ اس میں بہت جھگڑا اٹھاتے ہیں زید کہ اس کا رسالہ مرسل خدمت والا ہے باتباع دو مولویوں گنگوہی و پانی پتی کے دعوی کرتا ہے کہ تراویح میں بسم اللہ بالجہر ہر سورت کے سرے پر ماسواء سورہ برات کے، از بس لازم ہے ورنہ ۱۱۳ ایک سو تیرہ اور کبھی کہتا ہے ایک سو چودہ ۱۱۴ آیت کا نقصان لازم آئے گا، بسم اللہ کا جزویت ہونا آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے آج تک تواتراً منقول ہے حنفیّہ کے نزدیک بھی علی سبیل القطع والتواتر ہے متفق علیہ، بلکہ اجماع امت متفق ہیں، عمرو نے اس جہر سے انکار کیا، اس پر زید نے اسے کہا بتسویل نفسانی، منہمک سیآت کے ہوا اور تخریبِ دین محمدی میں کمر باندھ کر اصول و قواعد دینیہ سے برطرف ہوا، اس رسالہ میں ایک عبارت اور دو فتوے مولویین مذکورین سے نقل کئے صفحہ ۱۵ پر لکھا قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی تبیین الضاد ترجمہ تحفہ نذریہ میں فرماتے ہیں جان لو کہ جب اہل قرأت کا اس امر میں اختلاف ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جزو ہے یا نہیں، پس تمام قرآن کو تراویح میں پڑھنے

والے پر، جو اُن قاریوں کی قرأت پڑھے جو بسم اللہ کو ہر سورت کا جزو جانتے ہیں، واجب ہے کہ بسم اللہ کو ہر سورت کے سرے پر پکار کر پڑھے ورنہ ختم قرآن مجید میں سے اس کو ایک سو چودہ ۱۱۴ آیتوں کا کم کرنا اور ترک کر دینا لازم آتا ہے اور جائز نہیں ہے، ان شہروں میں جہاں کے اکثر باشندے حنفی مذہب رکھتے ہیں اس کے خلاف دستور ہے، پس معلوم نہیں اس ترک و غفلت کا کیا سبب ہے فقط، صفحہ ۷ پر لکھا "استفتائے مولوی رشید احمد گنگوہی، بسم اللہ کا جہر سے پڑھنا تراویح میں مضائقہ نہیں اور نماز میں اس سے کوئی قباحت نہیں ہوتی، یہ بھی قرأ کا مذہب ہے، اگر حضرت حفص کی اقتداء کرو، درست و مقبول ہے اور جو حسب مذہب حنفیّہ نہ پڑھے تاہم کوئی عیب نہیں، سب حق پر ہیں سب کے مذاہب صحیح و درست ہیں لیکن حفاظ قرآن مجید کو لازم ہے کہ پڑھا کریں ورنہ بموجب فرمان مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے عندالحفص ختم میں نقصان رہے گا فقط واللہ اعلم کتبہ رشید احمد گنگوہی"۔ صفحہ ۱۸ پر لکھا "استفتاء قاری عبدالرحمان صاحب پانی پتی، زمانہ قراء سبعہ کا، زمانہ اجتہاد و عمل بالسنۃ کا تھا، زمانہ تابعین کا تھا، اور مذہب مسائل اجتہادیہ میں ہوتا ہے نہ منقولہ میں، اور مدار قراء کا فقط روایت و صحت پر ہے اور قراء سب اپنی اپنی قراءت کی روایت صحیح رکھتے ہیں اس میں دخل مذہب کو نہیں ہے لہٰذا قراءت میں کسی اہل ہوا کا خلاف نہیں ہے۔ ائمہ مذہب تا زمانہ قراء، محتاج الیہ و محصور نہ تھے بلکہ بعد قراء کے تھے، ائمہ قرأت کو پوچھنا کہ کیا مذہب رکھتے تھے، حمق ہے، بعد صحت روایت کے آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پھر حاجت کسی مذہب اور کسی اجتہاد کی نہیں ہے اذا صح الحدیث فھو مذھبی (جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔ت) قول احناف کا ہے، جب مدار صحت روایت پر مذاہب اربعہ میں ہوا پھر جو کوئی کسی مذہب کا کسی قاری کی قرأت پڑھے گا اس کی قرأت میں جو ہو اس کی اتباع کرے، جو کہ امام عاصم کی قرأت میں بروایت حفص بسم اللہ درمیان ہر دو سورت کے ثابت ہے روایۃً، اور کہیں حنفیّہ کی کتب میں ممانعت قرأت عاصم و حفص کی استیعاباً واقع نہیں ہے تو تراویح میں بسم اللہ پڑھنا جائز ہوا و الاّ پورا ختم روایت حفص میں نہ ہوا فقط واللہ اعلم بالصواب العبد عبدالرحمٰن عفی عنہ"۔ صفحہ ۲۱ پر لکھا "صلوٰۃ مفروضہ میں ختم مقصود نہیں اس لئے وہاں جہر لازم نہیں وہاں اتباع ابوحنیفہ کا چاہئے اور تراویح میں مقصود ختم کامل قرآن ہے وہاں اتباع قرائے مبسلمین، بسم اللہ کو جہرًا پڑھنا ساتھ تاکد کے جائز ہے ورنہ ختم میں نقصان لازم آتا ہے چنانچہ یہی تحریر خاکسار نے بارہا قاری عبدالرحمٰن صاحب کی زبانی بھی سنی ہے"۔ اب علماء سے عرض ہے کہ یہ بیانات و فتاوٰی صحیح ہیں یا غلط، اور یہاں مذہب حنفی میں کیا حکم؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ سرا وجھارا ولیلا ونھارا حمدا	سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں آہستہ اور بلند، دن اور

کبارا ادامة واکثارا والصلوات السامیة والتحیات النامیة علی من سن فی الصلوٰة اسرار التسمیة وعلی اله وصحبه النفوس الحامیة لبیضة السنة من الغوغاء العامیة اٰمین اٰمین یاارحم الراحمین۔	رات کو، بڑی حمدیں اور زیادہ، بلند درود اور اونچا سلام اس ذات پر جس نے نماز میں بسم اللہ کو آہستہ پڑھنا سنت فرمایا اور آپ کی آل واصحاب پر جو کہ خالص سنت کو عوام کے شور ش سے محفوظ رکھنے والے ہیں آمین آمین یاارحم الراحمین۔ (ت)

بسم اللہ شریف کا تراویح میں ہر سورت پر جہر، مذہب حنفی میں لازم وواجب ہونا محض بے اصل و باطل صریح، اور حنفیّہ کرام پر افتراء قبیح ہے تحصیل سنت ختم فی التراویح کے لئے صرف ایک بار کسی سورت پر جہر کرنے کی ہماری کتب میں صاف تصریح ہے زید بے علم اور اس کے دونوں متبوعوں کی تحریر سراسر بے تحریر وغیر صحیح ہے، مسلم الثبوت میں ہے:

البسملة من القراٰن اٰیة فتقرأ فی الختم مرة[1]۔	یعنی بسم اللہ شریف قرآن عظیم کی آیت ہے تو ختم میں ایک بار پڑھی جائے۔

ملک العلماء بحر العلوم اس کی شرح فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں:

علی هذا ینبغی ان یقرأها فی التراویح بالجهر مرة ولاتتأدی سنة الختم دونها[2]۔	یعنی اس بناپر چاہئے کہ بسم اللہ شریف تراویح میں جہر سے ایک بار پڑھی جائے بے اس کے سنت ختم ادانہ ہوگی۔

شرح مولانا ولی اللہ میں ہے:

من قال بکون البسملة جزء من القراٰن من غیر تعیین المحل او جزئیتها له فی اول کل سورة قال بوجوب قراء تها فیما یختم فیه القراٰن من الصلوٰة کالتراویح الا ان الجماعة الاولی تقول بوجوب قراء تها جهرًا مرة والثانیة	یعنی جو علماء بسم اللہ شریف کو جزوِ قرآن مجید مانتے ہیں خواہ بے تعیین محل (جیسے علماءِ حنفیّہ وغیرہم) یا یوں کہ ہر سورت کی پہلی آیت ہے (جیسے علماء شافعیہ) ان سب کے نزدیک جس نماز میں قرآن مجید کا ختم کیا جائے جیسے تراویح، اس میں بسم اللہ شریف کا پڑھنا ضرور ہے مگر ہمارے ائمہ وجمہور علماء کے نزدیک

---

[1] مسلم الثبوت کامل، مسئلۃ البسملۃ من القرآن مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ۱۵۱

[2] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی مسئلۃ البسملۃ من القرآن مطبوعہ مطبعۃ امیریہ بولاق مصر ۲/ ۱۴

تقول بوجوب قرأتها جهرا فی اول کل سورة سواء البراءة[1]۔	صرف ایک بار بآواز اور شافعی مذہب میں سورہ برات کے سوا ہر سورت کی ابتدا پر۔

قمر الاقمار مولانا عبدالحلیم انصاری میں ہے:

اعلم ان التسمیة اٰیة من القراٰن کلہ انزلت للفصل بین السور ولیست جزء من الفاتحة ولامن کل سورة فالقراٰن عبارة عن مائة واربعة عشر سورة واٰیة وھی التسمیة فلابد فی ختم القراٰن من قراءة التسمیة مرة علی صدر اٰیة سورة کانت وھذا کلہ عندنا علی المختار[2] اھ مختصرا۔	یعنی بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں صرف ایک آیت ہے کہ سورتوں میں فصل کے لئے اتاری گئی، نہ وہ فاتحہ کی جز ہے نہ ہر سورت کی، تو قرآن عظیم نام ہے ایک سو چودہ ۱۱۴ سورتوں اور ایک آیت کا کہ وہ بسم اللہ شریف ہے پس ختم قرآن میں بسم اللہ شریف کا کسی سورت کے سرے پر ایک بار پڑھنا ضرور ہے یہ سب ہمارے ائمہ کا مذہب مختار ہے اھ مختصراً۔

جواب مسئلہ تو اسی قدر سے ہوگیا مگر فقیر غفراللہ بعون رب قدیر جل جلالہ، تحقیق حق وتصحیح وتلخیص قول رجیح کے لئے چند افادات عالیہ لکھے جن سے بتوفیق تعالیٰ احکام مسئلہ کو نور انکشاف اور اوہام باطلہ کو ظہور انکساف ملے واللہ المعین وبہ نستعین (اللہ تعالیٰ مددگار ہے اور اسی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں۔ ت)

افادہ اولیٰ: بسم اللہ شریف کے باب میں ہمارے ائمہ کرام بلکہ جمہور ائمہ صحابہ وتابعین وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب حق و محقق یہ ہے کہ وہ کسی سورت قرآن کی جز نہیں، جداگانہ آیت واحدہ ہے کہ تبرک و فصل بین السور کے لئے مکرر نازل ہوئی۔ امام عبدالعزیز بن احمد بن محمد بخاری علیہ رحمۃ الباری کہ اجلہ ائمہ حنفیّہ ہیں کتاب التحقیق شرح حسامی میں فرماتے ہیں:

الصحیح من المذھب انھا من القراٰن لکنھا لیست جزء من کل سورة عندنا بل ھی اٰیة منزلة للفصل بین السور کذا ذکر ابوبکر الرازی ومثلہ روی عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی[3]۔	صحیح مذہب ہمارا یہ ہے کہ وہ قرآن کی جز ہے مگر ہر سورت کی جز نہیں بلکہ یہ ایسی آیۃ ہے جو سورتوں میں فاصلہ کے لئے نازل کی گئی ہے، یوں ابوبکر رازی نے ذکر کیا اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی ایسے ہی مروی ہے۔ (ت)

---

[1] شرح مسلم الثبوت ولی اللہ

[2] قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار مقدمہ الکتاب مطبوعہ مطبع علیمی دہلی ص ۹

[3] کتاب التحقیق شرح حسامی مقدمہ الکتاب مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ص ۶

امام محقق ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

المشھور عن اصحابنا انھا لیست بأیۃ من الفاتحۃ ولامن غیرھا بل ھی اٰیۃ من القراٰن مستقلۃ نزلت للفصل بین السور[1]۔	ہمارے اصحاب سے یہی مشہور ہے کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ یا کسی اور سورۃ کی جز نہیں ہے بلکہ یہ قرآن کی مستقل آیۃ ہے جو سورتوں میں فصل کے لئے نازل کی گئی ہے (ت)

علامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں:

ان مذھبنا ومذھب الجمھور لیست اٰیۃ من الفاتحۃ ولامن کل سورۃ[2]۔	ہمارا اور جمہور کامذہب یہ ہے کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ یا کسی اور سورۃ کی جز نہیں ہے (ت)

امام ابوالبرکات نسفی کنزالدقائق اور علامہ ابراہیم حلبی ملتقی الابحر اور علامہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی تنویرالابصار میں فرماتے ہیں:

ھی اٰیۃ من القراٰن انزلت للفصل بین السور ولیست من الفاتحۃ ولامن کل سورۃ[3]۔	یہ قرآن کی آیۃ ہے جو سورتوں میں فصل کے لئے نازل کی گئی ہے فاتحہ یا کسی اور سورۃ کی جز نہیں ہے (ت)

امام عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

قال اصحابنا البسملۃ اٰیۃ من القراٰن انزلت للفصل بین السور لیست من الفاتحۃ ولامن اول کل سورۃ[4]۔	ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ بسم اللہ قرآن کی آیت ہے جو سوتوں میں فصل کے لئے نازل کی گئی ہے نہ تو یہ فاتحہ کی جز ہے اور نہ ہی کسی سورۃ کا یہ اول ہے (ت) اسی طرح بہت کتب میں ہے:

افادہ ثانیہ: مجرد تکرر نزول ہر گز موجب تعدد نہیں ورنہ قائلان تکرار نزول فاتحہ قرآن عظیم میں دو سورہ فاتحہ مانتے کہ اُن کے نزدیک فاتحہ مکہ معظمّہ میں نازل ہو کر مدینہ طیبہ میں دوبارہ اُتری۔ علامہ حسن چلپی حاشیہ تلویح

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بیان صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۰۶

[3] ملتقی الابحر مع مجمع الانہر باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۹۵، درمختار فصل واذا ارادالشروع فی الصلوٰہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۷۵

[4] عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری خطبۃ الکتاب مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱/ ۱۲

میں فرماتے ہیں:

تعدد نزولها يقتضی تعدد قراٰنيتها كيف و قدقيل بتكرار نزول الفاتحة ولم يقل احد بتعدد قراٰنيتها[1]۔	بسم اللہ کے نزول کا تعدد اس بات کو لازم نہیں کہ وہ متعدد بار قرآن کا جز بنے، یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ سورہ فاتحہ کے نزول میں تعدد کا قول ہے لیکن فاتحہ کا قرآن کے متعدد جز ہونے کا قول کسی نے نہیں کیا (ت)

علامہ خسرو کے حاشیہ تلویح میں ہے:

القول بتكرره لايقتضی القول بتعددها كيف وقدقيل الٰی اٰخر مامر[2]۔	بسم اللہ کے تکرار نزول کا قول اس کے متعدد ہونے کو لازم نہیں، یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ سورہ فاتحہ کے بارے، الٰی آخرہ۔ (ت)

ولہذا علامہ بحر نے بحرالرائق میں فرمایا:

انها فی القراٰن اٰية واحدة يفتتح بها كل سورة وعندالشافعی اٰيات فی السور[3]۔	یہ بسم اللہ قرآن کی ایک آیت ہے اس سے ہر سورۃ کا افتتاح کیا جاتا ہے، اور امام شافعی کے نزدیک یہ ہر سورۃ کی علیحدہ آیت ہے۔ (ت)

اسی طرح قمرالاقمار سے بھی گزرا کہ وہ ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک تمام قرآن میں صرف ایک آیت ہے نہ یہ کہ ایک سو تیرہ یا چودہ آیتیں ہوں اور جب آیت واحدہ ہے تراویح میں اس کی صرف ایک بار تلاوت ادائے سنت ختم کے لئے آپ ہی کافی کما لا یخفی علی کل عاقل (یہ کسی عاقل سے مخفی نہیں چہ جائیکہ فاضل سے مخفی ہو۔ ت) کون جاہل کہے گا کہ ایک آیت کو جب تک سو بار نہ پڑھو ختم پورا نہ ہو۔

افادہ ثالثہ: بسم اللہ شریف کا جزو سورت ہونا، ہرگز ہرگز حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر ہونا درکنار، ثابت کرنا دشوار، اس کے تواتر کا ادعا محض بہتان وافتراء، بلکہ احادیث صحیحہ اس کلیہ کے نقض پر صاف گواہ،

كحديث قسمة الصلوٰة وحديث ثلثين اٰية	جیسا کہ تقسیم نماز والی حدیث، اور وہ حدیث جس میں سورۃ

---

[1] تتمہ حاشیہ چلپی علی التوضیح والتلویح حاشیہ ۲۵ متعلق ص ۵۰ مطبوعہ منشی نولکشور کانپور ص ۵۵

[2] حاشیہ تلویح لملا خسرو مطبوعہ منشی نولکشور کانپور ص ۳۱

[3] بحرالرائق باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۱۳

للملك وغيرها كمافصله العلماء الكرام فی تصانيفهم ولاحاجة الٰی ايرادها هنافان شهرة الكلام فيه اغنتنا عن اعادته و اطالة المقال بتذكاره۔	ملک کی تیس آیتوں کا ذکر اور ان جیسی اور احادیث جن کو علماء کرام نے مفصل طور پر اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے، یہاں ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس بات کی شہرت نے ہمیں یہاں ذکر کرنے سے مستغنی کردیا ہے نیز ان کے ذکر سے بات لمبی ہوگی۔ (ت)

افادہ رابعہ: یونہی اس پر اجماع امت کا بیان افترا و بہتان، بلکہ علماء فرماتے ہیں صحابہ کرام و تابعین اعلام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا اجماع تھا کہ بسم اللہ شریف جزو سور نہیں، قول جزئیت اُن کے بعد حادث ونوپیدا ہوا، سیدی فقیہ مقری علی نوری سفاقسی غیث النفع فی القراءات السبع میں فرماتے ہیں:

هذا ان قلنا ان البسملة ليست بأية ولا بعض اٰية من اول الفاتحة ولامن غيرها وانما كتبت فی المصاحف للتيمن والتبرك اوانها فی اول الفاتحة لابتداء الكتاب علٰی عادة الله جل وعز فی ابتداء كتبه وفی غيرالفاتحة للفصل بين السور قال ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما كان رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم لايعرف فصل السورة حتی ينزل عليه بسم الله الرحمٰن الرحيم وهو مذهب مالك وابی حنيفة والثوری وحكی عن احمد وغيره وانتصرله مكی فی كشفه وقال انه الذی اجمع عليه الصحابة والتابعون و القول بغيره محدث بعد اجماعهم وشنع القاضی ابوبكر بن الطيب بن الباقلانی المالكی البصری نزيل بغداد علٰی من خالفه	یہ تب ہے جب ہم یہ کہیں کہ بسم اللہ آیت نہیں اور فاتحہ اور کسی سورۃ کی جز نہیں اور یہ صرف قرآن میں برکت کے طور پر لکھی گئی ہے یا اس لئے کہ اللہ تعالٰی کی عادت کریمہ ہے کہ اس نے اپنی تمام کتابوں میں بسم اللہ سے ابتداء فرمائی لہذا سورہ فاتحہ کے ابتداء میں بھی ذکر فرمائی اور باقی سورتوں کے ابتداء میں صرف سورتوں کے درمیان فصل کے لئے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دو سورتوں کا فصل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے نازل ہونے پر معلوم کرتے تھے، یہی امام مالک، ابوحنیفہ، ثوری کا مذہب ہے، اور امام احمد وغیرہ سے یہی بیان کیا گیا ہے اور امام مکی نے اسی کو اپنی کتاب کشف میں اپنایا ہے اور فرمایا کہ یہی وہ ہے جس پر صحابہ و تابعین کا اجماع ہے، بسم اللہ کے بارے میں کوئی اور بات اس اجماع کے بعد نئ چیز ہوگی، اور قاضی ابوبکر بن طیب بن باقلانی مالکی بصری نیز بغدادی نے اس کی مخالفت کرنے والوں کی مذمت فرمائی ہے اور یہ

وکان اعرف الناس بالمناظرۃ وادقھم فیھا نظر[1]۔	قاضی ابوبکر خود بحث کے ماہر اس میں دقّت نظر رکھتے ہیں۔(ت)

امام زیلعی تبیین الحقائق پھر علامہ سید ابوالسعود ازہری فتح اللہ المعین میں فرماتے ہیں:

قال بعض اھل العلم ومن جعلھا من کل سورۃ فی غیرالفاتحۃ فقد خرق الاجماع لانھم لم یختلفوا فی غیر الفاتحۃ[2]۔	بعض علماء نے فرمایا کہ جو شخص بسم اللہ کو فاتحہ کے علاوہ کسی سورت کا جز مانتا ہے وہ اجماع کا خلاف کرتا ہے کیونکہ فاتحہ کے بغیر کسی سورۃ کے بارے میں اختلاف نہیں۔(ت)

امام بدرالدین محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

فان قیل نحن نقول انھا اٰیۃ من غیرالفاتحۃ فکذلك انھا اٰیۃ من الفاتحۃ قلت ھذاقول لم یقل بہ احدولھذا قالوا زعم الشافعی انھا اٰیۃ من کل سورۃ وماسبقہ الی ھذا القول احدلان الخلاف بین السلف انماھو فی انھا من الفاتحۃ اولیست باٰیۃ منھا ولم یعدھا احد اٰیۃ من سائر السور[3]۔	اگراعتراض کیاجائے کہ ہم بسم اللہ کو آیت مانتے ہیں تو اس کا معنی یہ ہوا کہ فاتحہ کی آیت ہے اور کسی اور سورۃ کی بھی آیت ہے، میں کہتاہوں کہ یہ کسی کا قول نہیں ہے اسی لئے جمہور نے کہا کہ صرف امام شافعی کا خیال ہے کہ یہ ہر سورہ کی آیت ہے جبکہ امام شافعی سے پہلے کسی نے یہ بات نہیں کی، کیونکہ اس سے پہلے اسلاف میں صرف یہ تھا کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کی آیت ہے یا نہیں، اور اس کو کسی نے باقی سورتوں کا جز نہیں مانا۔(ت)

افادہ خامسہ: تمام مصاحف حفصیہ میں ہر بسم اللہ شریف پر نشان آیت موجود ہے وہ بلاشبہ اُن کے نزدیک آیت تامہ ہے، اب سورہ بقرہ سے لے کر سورہ ناس تک تمام سور میں آیات حفصیہ کی گنتی بتایئے، دیکھئے تو کہیں بھی بسم اللہ شریف گنتی میں آئی ہے، مثلاً سورہ اخلاص چار آیت ہے بسم اللہ سے الگ ہی چار آیتیں ہیں، سورہ کوثر میں تین آیتیں ہیں بسم اللہ سے جدا ہی تین آیتیں ہیں وعلی ھذا القیاس بخلاف سورہ فاتحہ کہ سات آیتیں ہیں اور ان کے نزدیک **انعمت علیھم** پر آیت نہیں و لھذا ہمارے مصاحف

---

[1] غیث النفع فی القراءات السبع باب البسملۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۵۷

[2] فتح المعین علی شرح الکنز فصل واذاارادالدخول الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۸۷

[3] عمدۃ القاری شرح بخاری باب مایقول بعد التکبیر مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۵/ ۲۹۲

میں اس پر نشان آیت، عندالغیر ۵، لکھتے ہیں نہ o، یہ صاف دلیل واضح ہے کہ ہمارے قراء کے نزدیک بسم اللہ بقرہ سے ناس تک کسی سورت کی جز نہیں بلکہ ایک انہیں قاریوں کی کیا تخصیص، سب کے نزدیک، سوا فاتحہ کے، کہ مختلف فیہا ہے باقی تمام سورتوں کے شمار آیات سے بسم اللہ شریف خارج ہے یہ بھی اس ارشاد علما کا پتا دیتا ہے کہ قول جزئیت حادث وخلاف اجماع ہے۔

امام زیلعی تبیین پھر علامہ ازہری فتح المعین میں فرماتے ہیں:

ان کتاب المصاحف کلھم عدوا اٰیات السور فاخرجوھا من کل سورۃ وقال بعض اھل العلم[1] الی اٰخر مامر۔	قرآن پاک کے تمام کاتبوں نے سورتوں کی آیات کو شمار کیا ہے اور انہوں نے بسم اللہ کو کسی سورت کی آیات میں شمار نہیں کیا، اور بعض علماء نے گزشتہ قول کو انہوں نے آخر تک بیان کیا۔ (ت)

عمدہ میں امام عینی کا ارشاد گزرا: لم یعدھا احد اٰیۃ من سائر السور[2] (اس کو کسی نے باقی سورتوں کی آیۃ نہیں مانا۔ ت)

تنبیہ: شمار سے اخراج تو عدم جزئیت میں صریح ظاہر ہے اور ادخال میں علمائے کرام نے جائز فرمایا کہ صرف ظن کی طرف مستند ہو تو مفید قطعیت جزئیت نہ ہوسکے گا، امام زیلعی نصب الرایہ اور امام عینی عمدہ میں فرماتے ہیں:

لعل اباھریرۃ مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقرأھا فظنھا من الفاتحۃ، فقال انھا احدی اٰیاتھا و نحن لانکر انھا من القراٰن، و لکن النزاع وقع فی مسئلتین احدھما انھا اٰیۃ من الفاتحۃ، والثانیۃ ان لھا حکم سائر اٰیات الفاتحۃ جھرا وسرا، ونحن نقول، انھا اٰیۃ مستقلۃ قبل السورۃ، ولیست منھا، جمعا بین الادلۃ، وابوھریرۃ لم یخبر عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال: ھی احدی اٰیاتھا،	ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پڑھتے ہوئے سنا تو خیال فرمایا کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کی جز ہے تو انہوں نے کہہ دیا کہ یہ فاتحہ کی آیات میں شامل ہے، بسم اللہ کا قرآن کی آیت ہونے سے ہمارا انکار نہیں ہے صرف بحث دو مسئلوں میں ہے ایک یہ کہ کیا یہ سورہ فاتحہ کی آیت ہے اور دوسرا یہ کہ کیا بسم اللہ کا حکم فاتحہ کی دوسری آیات والا ہے کہ جہر وسر میں ان کی طرح پڑھی جائے گی یا نہیں، جبکہ ہم یہ کہتے ہیں یہ ایک مستقل آیت ہے یہ سورہ فاتحہ کی آیات میں شمار نہیں، یہ بات دلائل کو مطابق بنانے کے لئے ہے، حالانکہ

---

[1] فتح المعین علی شرح الکنز فصل واذا اراد الدخول مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۸۷

[2] عمدۃ القاری شرح بخاری باب مایقول بعد التکبیر مطبوعۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۵/۲۹۲

وقراء تهاقبل الفاتحة لایدل علی ذلك و اذاجازان یکون مستند ابی هریرة قراء ة النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم لها. وقد ظهر. ان ذلك لیس بدلیل علی محل النزاع. فلایعارض به ادلتنا الصحیحة الثابتة[1] اھ۔	ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ خبر نہیں دی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ سورۃ فاتحہ کی ایک آیۃ ہے جبکہ محض سورۃ فاتحہ سے پہلے پڑھنے سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی اور جب صرف حضور کا پڑھنا ہی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی دلیل ہو تو یہ محل نزاع یعنی فاتحہ کا جز ہونے پر دلیل نہیں ہو سکتی، لہٰذا یہ روایت ہمارے صحیح ثابت شدہ دلائل کے مقابل نہیں ہو سکتی اھ (ت)

افادہ سادسہ: جزئیت بسم اللہ شریف کو قطعی کہنا محض جہالت اور تصریحات ائمہ کرام، علمائے عظام، سے غفلت ہے بلکہ جزئیت سورت درکنار جزئیت قرآن بھی خبراً متواتر نہیں،

ولذا انکرها الامام الاوزاعی والامام مالك و بعض مشایخنا ونسب للمتقدمین بل وقع فی التلویح وحواشی الکشاف وغیرهما انه المشهور من مذهب ابی حنیفة رضی الله تعالٰی عنه[2] قال القهستانی ان هذالم یوجد[3] قال الشامی فی ردالمحتار ای بل هو قول ضعیف عندنا[4]۔	بسم اللہ کے قرآن کا جز ہونے کا امام اوزاعی، امام مالک اور ہمارے بعض مشائخ نے انکار کیا ہے۔ متقدمین کی طرف منسوب بلکہ تلویح میں اور کشاف کے حواشی وغیرہ میں ہے کہ یہی امام ابوحنیفہ کا مشہور مذہب ہے، امام قہستانی نے فرمایا اس قول کا وجود نہیں ہے، علامہ شامی نے ردالمحتار میں فرمایا ہے بلکہ یہ قول ضعیف ہے۔ (ت)

علامہ حسن چلپی حاشیہ تلویح میں فرماتے ہیں:

قال الجد المحقق فی تفسیر الفاتحة قال ابوحنیفة ومالك رحمهما الله تعالٰی المعتبر التواتر فی قرا ٰنیتها لافی نقله فقط وهو الحق	بزرگ محقق نے سورہ فاتحہ کی تفسیر میں فرمایا کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے فرمایا ہے بسم اللہ کے قرآن ہونے کیلئے صرف نقل متواتر نہیں بلکہ اس کا قرآن ہونا متواتر چاہئے اور یہی معتبر اور حق ہے

---

[1] عمدۃ القاری شرح بخاری احادیث البسملۃ فی الصلوٰۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۸۶/۵، نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیۃ ریاض الشیخ ۳۴۳/۱

[2] التوضیح والتلویح مع حاشیہ چلپی بیان ادلہ اربعہ مطبوعہ منشی نولکشور کانپور ص ۵۰

[3] جامع الرموز فصل صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱۵۱/۱

[4] ردالمحتار مطلب قراءۃ البسملۃ بین الفاتحۃ والسورۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۹۱/۱

اذمن الظاھر ان النقل اذالم یکن علی انہ قراٰن لایفید القراٰنیۃ والتواتر فی نقل البسامل لیس علی انہ قراٰن والالم یخالف فیہ بل کتب فی المصاحف للفصل والتبرک بھا[1] الخ	کیونکہ ظاہر بات ہے کہ اگر قرآن ہونا منقول نہ ہو توپھر بسم اللہ کاقرآن ہوناثابت نہیں ہوگا، اور بسم اللہ کے نقل میں جوتواتر ہے وہ اس کے قرآن ہونے کا تواتر نہیں ورنہ اس میں اختلاف نہ ہوتابلکہ بسم اللہ کوقرآن میں سورتوں کے فصل اور تبرک کے لئے لکھاگیاہے الخ(ت)

ہمارے ائمہ کہ اثبات فرماتے ہیں، بوجہ اثبات فی المصاحف وامر بالتجرید، دلیل عقلی قائم فرماتے ہیں نہ تواتر سمعی، بالجملہ حق یہ کہ بسم اللہ شریف کاجزء قرآن عظیم ہونا توہمارے نزدیک دلیل قطعی سے ثابت ہے مگرجز سور ہونا ہرگزنقلاً عقلاً کسی طرح قطعی نہیں بلکہ ہمارے علمائے کرام اسے دلیل قطعی سے باطل، اور بعض اخبار احاد کو، کہ موہم جزئیت واقع ہوئے، مخالف قاطع کے سبب نامقبول و مضمحل بتاتے ہیں، نہایت یہ کہ علمائے شافعیہ رحمہم اللہ تعالٰی کہ قائلین جزئیت ہیں خود منکر قطعیت ہیں، امام نووی شافعی فرماتے ہیں: یہی صحیح ہے۔ امام عبدالعزیز بن احمد بخاری تحقیق میں فرماتے ہیں:

النقل المتواتر لمالم یثبت انھا من السورۃ لم یثبت ذلک[2]۔	جب نقل متواتر بسم اللہ کوسورت کاجز ہوناثابت نہیں کرتا تو اس کاجز ہوناثابت نہ ہوگا۔ (ت)

علامہ بہاری مسلم الثبوت اور علامہ بحر فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں:

(لم یتواتر انھا جزء منھا) فلاتثبت الجزئیۃ اذقد سبق ان تواتر الجزئیۃ شرط لاثباتھا[3]۔	اس کاجز ہونا تواتر سے ثابت نہیں، لہٰذا جزئیت ثابت نہ ہوگی کیونکہ پہلے معلوم ہوچکاہے جزئیت کے اثبات کے لئے جزئیت کاتواتر شرط ہے۔ (ت)

اُنہیں میں ہے:

(عارضہ القاطع) وھوعدم تواتر الجزئیۃ الدال علی عدمھا فی الواقع فیضمحل المظنون	بسم اللہ کے جزہونے کو ایک قطعی دلیل معارض ہے اور وہ جزئیت کے تواتر کانہ ہوناجوکہ فی الواقع جزنہ ہونے

---

[1] تتمہ حاشیہ چلپی علی التوضیح والتلویح بیان ادلہ اربعہ حاشیہ ۲۶ متعلق ص۵۰ مطبوعہ منشی نولکشور کانپور ص۵۵

[2] کتاب التحقیق شرح الحسامی مقدمہ الکتاب مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ص۶

[3] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلۃ البسملۃ من القرآن مطبوعہ مطبعۃ امیریۃ بولاق مصر ۲/ ۱۴

وھذا ھوالجواب عن الاخبار الاحاد التی توھم الجزئیة بل یجب ان تکون ھذہ الاخبار مقطوع السھو والالتواترات[1] الخ	کی دلیل ہے پس ظنی امر کمزور قرار پائے گا، یہ جزئیت کا وہم پیدا کرنے والی اخبار احاد کا جواب ہے لہٰذا ان اخبار کا سہو قطعی ہے ورنہ اگر بسم اللہ سورۃ کا جز ہوتی تو تواتر سے ثابت ہوتی۔ (ت)

علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

لایثبت کونھا اٰیة من کل سورة من السور بلادلیل قطعی کمافی سائر الاٰیات واجماع الصحابة علی اثباتھا فی المصحف لایلزم منه انھا اٰیة من کل سورة بل اللازم منه مع الامر بالتجرید عن غیرالقراٰن انھا من القراٰن وبه نقول انھا اٰیة منه نزلت للفصل بین السور۔[2]	قطعی دلیل کے بغیر اس کا تمام سورتوں میں سے کسی کا جز ہونا اور آیت ہونا ثابت نہیں ہوسکتا، جس طرح باقی آیات کے بارے میں ہے، اور صحابہ کرام کا اس کو مصحف میں لکھنے پر اجماع ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ یہ کسی سورۃ کی آیت ہے بلکہ قرآن کو غیر سے مبرّا رکھنے کے حکم سے اتنا لازم آتا ہے کہ یہ بسم اللہ قرآن کی آیت ہے جو کہ فصل کے لئے نازل کی گئی ہے۔ (ت)

علامہ بحر الفقہ زین بن نجیم مصری شرح منار پھر علامہ سید محمد آفندی شامی منحۃ الخالق حاشیہ بحر الرائق میں فرماتے ہیں:

ھی قراٰن لتواتر فی محلھا ولاکفر لعدم تواتر کونھا فی الاوائل قراٰنا۔[3]	بسم اللہ قرآن ہے کیونکہ تواتر سے قرآن میں شامل چلی آرہی ہے لیکن سورتوں کی ابتدائی آیت ہونے کے انکار سے کفر لازم نہیں آئے گا کیونکہ یہ بات تواتر سے ثابت نہیں۔

علامہ سید ابوالسعود ازہری فتح اللہ المعین میں فرماتے ہیں:

ثبوت قراٰنیتھا لاعلی سبیل التواتر ولھذا علل فی النھر عدم تکفیر جاحدھا بعدم	بسم اللہ کے قرآن ہونے پر تواتر نہ ہونے کی وجہ سے اگر کوئی اس بات کا انکار کرے تو کفر

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی، مسئلۃ البسملۃ من القرآن مطبوعہ مطبعۃ امیریۃ بولاق مصر ۱۵/۲

[2] غنیۃ المستملی صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۰۷

[3] منحۃ الخالق حاشیہ علی البحر الرائق فصل واذا اراد الدخول فی الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۱۲/۱

تواتر کونہا قراٰنا۔[1]	نہ ہوگا نہر میں عدم تکفیر کی یہی علت بیان کی گئی ہے (ت)

علامہ سیدی احمد طحطاوی مصری حاشیہ مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں فرماتے ہیں:

لانہا وان تواترت کتابتہا فی المصاحف ولم یتواتر کونہا قراٰنا[2]۔	مصحف میں اس کو لکھنے کے تواتر سے اس کے قرآن ہونے کا تواتر ثابت نہیں ہوتا۔ (ت)

علامہ شہاب خفاجی عنایۃ القاضی وکفایۃ الرازی میں فرماتے ہیں:

ولم یتواتر تسمیتہا قراٰنا واٰیۃ بالنقل عنہ علیہ الصلوۃ والسلام اذلو تواتر لکفر جاحدہا وھو لایکفر بالاتفاق[3]۔	بسم اللہ کا نام، قرآن یا سورۃ کی آیۃ، تواتر سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے منقول نہیں اور اگر یہ بات تواتر سے ثابت ہوتی تو اس کا انکار کفر ہوتا، حالانکہ باتفاق یہ کفر نہیں ہے۔ (ت)

اُسی سے امام قرطبّی رحمہ اللہ سے ہے:

المسألۃ اجتہادیۃ ظنیۃ لاقطعیۃ کماظنہ بعض الجہلۃ من المتفقہۃ۔[4]	یہ مسئلہ ظنی اور اجتہادی ہے، قطعی نہیں ہے جیسا کہ بعض جاہل لوگوں کا خیال ہے۔ (ت)

اسی میں تفسیر امام سمین مسمّٰی بالوجیز سے ہے:

المطلوب ھنا الظن لاالقطع[5]۔	اس مسئلہ میں ظن مطلوب ہے یقین مطلوب نہیں (ت)

اسی میں امام حجۃ الاسلام محمد غزالی شافعی سے ہے:

انہ اقام الدلیل علی الاکتفاء بالظن فیما نحن[6]۔	ہماری بحث میں جو دلیل پیش کی گئی ہے وہ صرف ظن کا فائدہ دیتی ہے۔ (ت)

امام ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ تعالٰی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

---

[1] فتح اللہ المعین علی شرح الکنز فصل واذا اراد الدخول فی الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۸۷

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی بیان سنن الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۴۱

[3] حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی محث البسملۃ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/ ۳۰

[4] حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی محث البسملۃ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/ ۳۰

[5] حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی محث البسملۃ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/ ۳۰

[6] حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی محث البسملۃ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/ ۳۰

البسملة اٰیة من الفاتحة عملا وظنا لاقطعا[1] الخ نقله عنه القاری فی المرقات۔	بسم اللہ کا سورہ فاتحہ کا جز ہونا ظنی ہے قطعی اور یقینی نہیں ہے الخ اس کو ملا علی قاری نے مرقات میں ان سے نقل کیا ہے (ت)

علامہ سفاقسی غیث النفع فی القراءات السبع میں فرماتے ہیں:

ان المحققین من الشافعیة وعزاہ الماوردی للجمهور علی انه اٰیة حکما لاقطعا قال النووی والصحیح انها قراٰن علی سبیل الحکم ولوکانت قراٰنا علی سبیل القطع لکفرنا فیها وهوخلاف الاجماع[2]۔	محققین شافعیہ نے اور ماوردی کے بیان کے مطابق ان کے جمہور نے کہا ہے کہ بسم اللہ کا فاتحہ کی جز ہونا حکمی بات ہے قطعی نہیں ہے، اور امام نووی نے فرمایا صحیح یہ ہے کہ بسم اللہ کا قرآن ہونا حکمی ہے اور اگر قطعی ہوتا تو ہم مخالف کو کافر کہتے جبکہ یہ بات اجماع کے خلاف ہے۔ (ت)

اسی میں شرح منہاج النووی تصنیف امام جلال الدین محلّی شافعی سے ہے:

البسملة منها ای من الفاتحة عملا لانه صلی الله تعالٰی علیه وسلم عدها اٰیة منها صححه ابن خزیمة والحاکم ویکفی فی ثبوتها من حیث العمل الظن[3]۔	بسم اللہ سورہ فاتحہ کا حصہ ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو فاتحہ کی آیت شمار کیا ہے جس کی ابن خزیمہ اور حاکم نے تصحیح کی ہے اور اس کے عملی ثبوت کے لئے ظن ہی کافی ہے۔ (ت)

افادہ سابعہ: اقول: **وباللہ التوفیق** قرآن عظیم کے ختم میں لا اقل ایک بار بسم اللہ شریف پڑھنے پر تمام قراء کا اجماع قطعی ہے کہ ابتداء تلاوت عـــہ سورت غیر برات میں اتیان بسملہ مجمع علیہ ہے پھر ہر دو سورت کے درمیان اثبات وحذف میں قراء مختلف ہیں امام نافع مدنی بروایت قالون اور امام عبداللہ بن کثیر مکی و

عـــہ شروع تلاوت اگر ابتدائے سورت کے علاوہ، کہیں وسط سے ہو، تو بسم اللہ کی حاجت نہیں، بہتر ہے اور اگر ابتدائے سورت سوائے برات سے تلاوت آغاز کرے تو بسم اللہ بالاجماع پڑھے، پھر اثنائے تلاوت میں جو سورتیں آتی جائیں اُن پر بسم اللہ پڑھنے نہ پڑھنے میں اختلاف ہے ۱۲ (م)

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القراءۃ فی الصلوٰۃ فصل اول مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۲۹۶

[2] غیث النفع فی القراءات السبع علٰی حاشیہ سراج القاری، باب البسملۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ص ۵۹

[3] غیث النفع فی القراءات السبع علٰی حاشیہ سراج القاری، باب البسملۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ص ۵۹

امام عاصم بن بہدلہ کوفی وامام علی بن حمزہ کسائی کوفی پڑھتے اور امام مدنی بروایت ورش اور امام عبداللہ بن عامر شامی وامام حمزہ بن حبیب زیات کوفی وامام ابوعمرو بن العلاء بصری حذف کرتے ہیں تو اگر جلسہ واحدہ میں کوئی شخص قرآن عظیم بابتدائے واحد ختم کرے، تاہم ایک بار بسم اللہ شریف باجماع قراء پڑھے گا اور تکرار میں اختلاف رہے گا۔ غیث النفع میں ہے:

لاخلاف بینھم فی ان القارئ اذا افتتح قراء ته باول سورة غیربرائة انه یبسمل سواء کان ابتداء ہ عن قطع اووقف (الی ان قال) واختلفوا فی اثبا تھا بین السورتین سواء کانتا مرتبتین اوغیرمرتبتین فاثبتھا قالون والمکی وعاصم وعلی وحذفھا حمزة ووصل السورتین (الی قوله) وانما اختلفوا فی الوصل ولم یختلفوا فی الابتداء لانھا مرسومة فی المصاحف فمن یترکھا فی الوصل لولم یأت بھا فی الابتداء لخالف المصاحف وخرق الاجماع[1] الخ۔	اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ قاری کسی سورۃ کو ابتداء سے شروع کرے تو بسم اللہ پڑھے ماسوا سورۃ براءت کے، خواہ قاری قطع کے بعد ابتداء کرے یا وقف کے بعد، ہر طرح بسم اللہ پڑھے (اس کے بعد یہاں تک فرمایا) اور تلاوت میں دوسورتوں کے درمیان بسم اللہ پڑھنے میں انہوں نے اختلاف کیا ہے خواہ دونوں کو ترتیب سے پڑھے یا غیر ترتیب پر پڑھے، امام قالون، مکی، عاصم اور علی نے بسم اللہ کو ثابت مانا ہے اور امام حمزہ نے حذف کرنا، قرار دیا ہے اور دونوں سورتوں میں وصل کا قول کیا ہے (اور پھر اس کو بیان کیا کہ) ان ائمہ نے دونوں سورتوں کے وصل کے بارے میں یہ اختلاف کیا ہے، اور ابتداء کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے میں اختلاف نہیں کیا، کیونکہ بسم اللہ قرآن میں لکھی ہے لہٰذا اگر کوئی دونوں سورتوں میں وصل کرتے وقت بسم اللہ کو ترک کرے اور سورۃ سے ابتداء کرتے وقت بھی ترک کرے تو مصاحف اور اجماع کے خلاف ارتکاب کرے گا الخ (ت)

سراج القاری شرح شاطبیہ میں ہے:

اخبران رجالا بسملوا بین السورتین وھم قالون والکسائی وعاصم وابن کثیر والباقین لایبسملون بین السورتین لان ھذا من قبیل الاثبات والحذف[2] ھ ملخصا۔	معلوم ہوا ہے کہ کئی لوگوں نے کوئی دوسورتوں میں بسم اللہ پڑھنے کا قول کیا ہے اور وہ قالون، کسائی، عاصم اور ابن کثیر ہیں اور باقی لوگوں نے ان دونوں سورتوں میں بسم اللہ نہ پڑھنے کا قول کیا ہے کیونکہ یہ معاملہ اثبات وحذف والا ہے اھ ملخصًا (ت)

---

[1] غیث النفع فی القراءات السبع علی حاشیہ سراج القاری باب البسملۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ص ۵۲

[2] سراج القاری شرح شاطبیہ لابن القاصح مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ص ۴۸

اب نظر غائر کیجئے تو حذف صراحۃً نافی ومنافی جزئیت ہے کہ اگر جز ہوتی تو حذف کیونکر ہوسکتی، اور اثبات اصلاً مفید جزئیت نہیں کہ اثبات اعوذ پر بھی اجماع قراء ہے اور وہ بھی مثل اثبات بسملہ متواتر، حالانکہ باجماع مسلمین قرآن نہیں، غیث النفع میں ہے:

لاخلاف بین العلماء ان القارئ مطلوب منه فی اول قرأته ان یتعوذ[1]	الخ علماء میں یہ کوئی اختلاف نہیں کہ قاری قرآن کی تلاوت کے شروع میں اعوذ باللہ پڑھے الخ (ت)

شرح الشاطبیہ لابن القاصح میں ہے:

الاستعاذة قبل القرأة باجماع وقوله مسجلا ای مطلقا الجمیع القرأة وفی جمیع القراٰن[2]۔	اعوذ باللہ قرات شروع کرنے سے قبل بالاجماع پڑھی جائے، اس کے قول مسجلا کا معنی تمام قراء کے نزدیک تمام قرآن کے شروع میں۔ (ت)

تو مجرد اثبات و روایت متواترہ قراء سے عندالتحقیق جزئیت قرآن پر بھی جزم نہ ہوسکتا نہ کہ خاص جزئیت سورت پر، ولہذا علمائے عالم جیسا کہ اثبات وتواتر تعوذ پر اجماع کرکے اس کی عدم قرآنیت پر اجماع رکھتے ہیں یونہی اثبات و تواتر بسملہ یک بار مطلقاً پر اجماع فرماکر اس کی قرآنیت میں اختلاف رکھتے ہیں تو مجرد اثبات قراء وتواتر روایت سے جزئیت پر دلیل لانی محض باطل ہے، ہاں قرآنیت بسم اللہ پر اس کے سوا ایک دلیل قطعی قائم ہوئی جس کا ذکر اوپر گزرا، جمہور ائمہ قائل قرآنیت ہولئے اور جزئیت سورت پر کوئی دلیل قطعی نہیں لہذا جمہور ائمہ جانب جزئیت نہ گئے، بحمد اللہ تعالٰی اس تقریر سے مثل آفتاب روشن ہوگیا کہ ائمہ قراءت کا اثبات متواتر اصلاً مفید جزئیت نہیں، اس بنا پر حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے تواتر جزئیت کا ادعائے باطل درکنار قراء سے تواتر قول بالجزئیت بھی ثابت نہیں ہوسکتا بالجملہ یہ کہنا حق ہے کہ اثبات وحذف دونوں متواتر قطعی اور یہ کہنا باطل کہ جزئیت و عدم دونوں القطع مروی کہ اثبات وجزئیت میں شرق وغرب کا فرق ہے اس پر ایک دلیل جلیل واضح وروشن یہ بھی ہے کہ قائلان جزئیت بعض احادیث احاد سے احتجاج واستناد کی طرف جھکے اور اس بنا پر کہ ثبوت قطعی نہیں ظنیت مسئلہ کی تصریحیں کرگئے دفع اعتراض کے لئے یہاں کفایت ظن کے قائل ہولئے جیسا کہ ابھی کلمات امام حجۃ الاسلام و امام ماوردی و امام نووی محلّی و امام ابن حجر وغیرہم سے مذکور ہوا اگر اثبات قراء مثبت جزئیت ہوتا تو اسی پر تعویل کرتے قطعیت چھوڑ کر ظنیت کی طرف کیوں اُترتے هذا کله جلی واضح عند کل من له فهم وعقل فضلا

---

[1] غیث النفع فی القراءت السبع باب البسملۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ص ۴۸

[2] تذکار المقری شرح شاطبیہ لابن القاصح باب البسملۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ص ۲۶

عن اهل العلم والفضل (یہ تمام اہل فہم اور اہل عقل کے ہاں واضح ہے چہ جائیکہ اہل علم وفضل پر واضح نہ ہو۔ ت) اور یہیں سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ اس مسئلہ میں مذہب کو دخل نہ ماننا محض جہالت وسخت سفاہت ہے بلکہ حقیقتًا روایت قراء نے جزئیت میں کچھ دخل نہ دیا واژگوں فہموں نے الٹا سمجھ لیا، آخرامام قرطبّی وغیرہ کاارشاد سن چکے کہ مسئلہ اجتہادیہ ہے۔ علامہ بہاری وعلامہ بحر فرماتے ہیں:

(ترکھا نصف القراء) وھم ابن عامر ونافع بروایۃ الورش وحمزۃ وابوعمر وقال مطلع الاسرار الالھیۃ قدس سرہ فی غیرالفاتحۃ (وتواترانہ) صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی اٰلہ واصحابہ وسلم (ترکھا) عند قراء ۃ السورلان قراٰۃ القراء متواترۃ(ولامعنی عند قصد قراء ۃ سورۃ ان یترك اولھا) فیجب أن لاتکون جزأ ویشھد علیہ ماروی فی الخبر الصحیح عدم الجھر بھا فی الصلوٰۃ فان قلت قدقرأھا الباقون من القراء فتواتر قراء تہ علیہ وعلٰی اٰلہ واصحابہ الصلوٰۃ والسلام فیجب ان تکون جزأ قال(وتواتر قرأتھاعنہ) صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (بقراء ۃ) القراء (الاٰخرین لایستلزم کونھا) جزء (منھا) لجواز ان یکون للتبرك کالاستعاذۃ۔[1]	اس کو نصف اہل علم اور قراء حضرات نے ترک کیا ہے اور وہ ابن عامر، نافع اور ورش کی روایت کے مطابق ابوعامر اور حمزہ ہیں، اور مطلع الاسرار الٰہیہ قدس سرہ نے غیر فاتحہ کے بارے میں فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ سورتوں کو پڑھنے میں آپ نے بسم اللہ کو ترک فرمایا کیونکہ قراء حضرات کی قراء ت متواترہ ہیں، اور ممکن نہیں کہ سورۃ کو پڑھتے وقت اس کے اول (بسم اللہ) کو چھوڑدیں لہٰذا ضروری ہے کہ بسم اللہ سورتوں کا جز نہیں، اور یہ بات اس کی شاہد ہے کہ صحیح طورر مروی حدیث میں ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز میں بسم اللہ کا جہر نہیں فرمایا اگر تیرا یہ اعتراض ہو کہ باقی قراء حضرات نے بسم اللہ کو سورتوں کے ساتھ پڑھا ہے اور جب قراء حضرات کی قراء ت متواتر ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ بسم اللہ کا سورتوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم واٰلہ وصحبہ سے متواتر ہوگا اس سے توثابت ہوتا ہے کہ یہ سورتوں کا جز ہے توجواب میں کہا کہ باقی قراء حضرات کی قراء ت سے حضور علیہ السلام کی قراء ت کے متواتر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ سورتوں کا جز ہوجائے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبرک کے طورپر پڑھا ہو جیسا کہ اعوذ باللہ کا حکم ہے۔ (ت)

اسی طرح اور کتب میں ہے مگر جہال زمانہ کو خبر نہیں۔

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلۃ البسملۃ من القرآن مطبوعہ منشورات الرضی قم ایران ۲/ ۱۴

افادہ ثامنہ: اقول: روایت اثبات کا اثبات جزئیت عندا لمبسلمین سے بھی بے علاقہ ہونا توظاہر ہوچکا اور ہم یہ بھی ثابت کرآئے کہ شمار آیات وسور دلیل واضح ہے کہ قراء مبسملین بھی جزئیت سور نہیں مانتے تاہم اب اگر بالفرض کسی طریقہ سے ثابت بلکہ متواتر بھی ہو کہ امام عاصم کا مذہب جزئیت تھا تو وہ جدا بات ہے اس میں ہمیں کلام نہیں، مذہب میں ہم ان کے مقلد نہیں، نہ ان کی قراءت کا اختیار برخلاف مذہب، ان کے مذہب پر عمل لابد کرسکے، امر واضح پر دلیل روشن درکار ہو تو سنئے، شک نہیں کہ ہمارے ائمہ نے قراءت عاصم بروایت حفص اختیار فرمائی اور شک نہیں کہ بالاجماع نماز سریہ وجہریہ سب میں ہمارے یہاں اخفاء بسملہ کا حکم اور شک نہیں کہ مذہب امام پر نماز جہریہ میں ایک آیت کے سہواً اخفا پر بالاجماع سجدہ اور عمداً پر اعادہ لازم، تو قطعاً ثابت کہ حفص وعاصم اگرچہ جزئیت فاتحہ کی طرح جزئیت ہر سورت بھی مانتے ہوں مگر ان کی قراءت اختیار کرنے نے ہمیں عمل قول جزئیت پر مجبور نہ کیا ورنہ ضرور جہریہ میں جہر تسمیہ علی الفاتحہ کا حکم ہوتا اور اس کا ترک سجدہ سہو یا اعادہ چاہتا، پھر بعد فاتحہ سر سورت پر اتیان بسملہ میں عامہ متون مذہب مثل ہدایہ ووقایہ ونقایہ واصلاح وغرر وملتقی الابحر وتنویر وغیرہا انکار محض پر ہیں اور اسی پر بدائع وشرح وقایہ ودرر وجوہرہ نیرہ ومجمع الانہر وغیرہا شروح نے مشی فرمائی، محققین کے نزدیک اگرچہ اس کا حاصل کراہت نہیں صرف نفی سنیت ہے کما بیناہ فی فتاوٰنا العطایا النبویۃ فی فتاوی الرضویۃ (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے فتاوٰی "العطایا النبویۃ فی فتاوٰی الرضویۃ" میں بیان کیا ہے۔ ت) تاہم اگر اختیار قراءت عاصم، اختیار جزئیت لازم کرتا تو نفی سنیت اور التزام ترک بسملہ میں نفی کراہت پر اجماع حنفیّہ ناممکن تھا، ابھی مسلم وفواتح سے سن چکے کہ سورت پڑھتے وقت اس کے اول سے ایک آیت چھوڑ دینا بے معنی ہے سیّدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

فیہ ھجر شیئ من القراٰن وذلك لیس من اعمال المسلمین[1] اھ نقلہ الشامی عن النھر عن الامام فی باب سجود التلاوۃ۔	اس میں بعض قرآن کا ترک لازم آئے گا، حالانکہ یہ بات مسلمانوں کے عمل سے بعید ہے اھ اس کو علامہ شامی نے باب سجود التلاوۃ میں نہر کے حوالے سے امام صاحب سے نقل کیا ہے۔ (ت)

پس آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ ہمیں عمل قول جزئیت پر مجبور کرنا ہمارے ائمہ کرام کے اجتماع تام کے خلاف اور محض اپنے ذہن کی تراشیدہ بات ہے قصد وعدم قصد ختم سے تفرقہ محض جہالت، اختیار قراۃ عاصم موجب عمل بر جزئیت نہیں، تو ختم میں کیا نقصان، اور اگر ہے تو فرض میں وجوب جہر کیوں نہیں، کیا فرائض میں ہم قرآن

---

[1] ردالمحتار باب سجود التلاوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۱۷

بقراِت عاصم نہیں پڑھتے، بھلا ختم میں اتناہی ہے کہ سنت ناقص رہی، یہاں تو واجب ترک ہوتا ہے۔

افادہ تاسعہ: اقول: بطور مناظرہ علی التنزل اگرمان لیجئے کہ اختلاف قراء روایت جزئیت و عدم جزئیت ہے تاہم جس نے ختم میں ایک بار بسم اللہ شریف پڑھی اس نے یقینا کلام اللہ ختم کیا نقص اگر ہوا تو روایت میں نہ کہ قرآن میں، تو پورے قرآن کا ثواب نہ ملنا کیا معنی، کیا سنت یہ ہے کہ مثلاً امام عاصم کی روایت تراویح میں پوری کی جائے یا یہ کہ قرآن عظیم کا ختم کامل ہو، اگر اول مانو تو محض باطل اور شرع مطہر پر کھلا افتراء کس دلیل شرعی کا حکم ہے کہ خاص فلاں روایت کا اہتمام مسنون، اور ثانی مانو اور وہی حق ہے تو قرآن عظیم تو بالقطع والیقین یوں بھی ختم ہوگیا پھر کامل ثواب نہ ملنا یعنی چہ، کیا بعض روایات پر قرآن کامل ہے بعض پر معاذاللہ ناقص، حاش للہ ہر طرح تام و کامل ہے ورنہ لازم آئے کہ بعض بلکہ ہر عرض میں حضور پرنور سید العالمین و حضرت جبریل روح الامین صلی اللہ تعالٰی علیہما وسلم میں ناقص قرآن کادور ہوا ہر قاری کے پاس ناقص قرآن رہا کہ ہر قراِت میں بہ نسبت دوسری کے کچھ نہ کچھ اثبات وحذف ہے، اپنے نزدیک تمامی عنداللہ تمامی کو مستلزم نہیں، اور جب عنداللہ تمامی تو نقص ثواب کازعم رب العزت کی جناب میں سوئے ظن ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۲۰ [1] (بیشک اللہ تعالٰی نیکی کرنے والوں کااجر ضائع نہیں فرماتا۔ت) اگر کہئے گویہ قرآن فی نفسہٖ تام وکامل ہے مگر مثلاً امام عاصم کے نزدیک پورانہ ہوا۔

اقول: دوحال سے خالی نہیں یا تو قراء کے نزدیک روایات اُخر بھی متواترہ نہیں اور ان میں ایک کا اعتبار اس بناپر کہ اپنے اساتذہ پر یونہی پڑھا اُن کے نزدیک اپنی ہی روایت متواتر ہوئی یا تواتر باقی پر اطلاع نہ ملی علی الاول بلاشبہ امام عاصم پر یہ اعتقاد فرض کہ کلام الٰہی پورا ختم ہوگیا اگرچہ اُن کی روایت پوری نہ ہوئی اور ثواب کامل اسی پر منوط تھا، نہ خاص ان کی روایت پر، وعلی الثانی جب ہم پر مہر نیمروز وماہ نیم ماہ کی طرح اُن روایات کا تواتر روشن ہوگیا تو امام عاصم کانہ جاننا، مطلع نہ ہونا کچھ حجت نہیں، غرض نہ عاصم کی روایت پر ثواب محصور نہ عاصم کے خیال کی تقلید ضرور جبکہ بالقطع والیقین حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس کاخلاف بتواتر ماثور، کیا مزے کی بات ہے کہ امام مذہب بلکہ انصافاً امام الائمہ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کامذہب تو محض اپنے اس زعم باطل پر چھوڑا جائے کہ اذا صح الحدیث فھو مذھبی (جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرامذہب ہے۔ت) قول احناف ہے اور امام عاصم کاایک خیال کہ عدم اطلاع پر مبنی ہوا، اس پر جمود ایسا ضرور کہ اس کے مقابل حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تواتر قطعی بھی نامنظور۔

---

[1] القرآن ۹/ ۱۲۰

افادہ عاشرہ: اگر بعد طلوع فجر ساطع وظہور حق لامع، اپنی خطا پر مطلع ہو کر دعوی نقصان ثواب سے عدول کرکے، اس راہ چلئے کہ بلاشبہہ قرآن بھی کامل ختم، ختم کامل کاثواب بھی حاصل مگر جبکہ ہم قرأت امام عاصم اختیار کئے ہوئے ہیں تو ہم پر شرعًا یہی واجب کہ انہیں کی روایت پر قرآن ختم کریں۔

اقول: یہ بھی محض باطل اتباع قرأت واحدہ صرف ہنگام روایت واجب ہے کہ روایت احدالقراء کا نام کرکے بعض حروف روایت دیگر پڑھے توکذب فی النسبۃ وتخلیط وتغلیط لازم آئے کہ اس تقدیر پر اس کامفاد، یوں ہوگا کہ یہ لفظ اس طرح اس امام کی روایت ہے حالانکہ وہ اس کی روایت نہیں، تلاوت میں تعیین قرأت واجب نہیں کہ آخرسب قرآن اور سب حق منزل من عندالرحمٰن ہے تو تخصیص بعض وانکار بعض کے کیا معنی، اختلاف قرأت مثل اختلافِ مذاہب نہیں کہ تعیین واجب یا تلفیق باطل ہو، یہاں اگر بعض سور بلکہ ایک سورت کی بعض آیات بلکہ ایک آیت کے بعض کلمات ایک قرأت کے مطابق پڑھے اور بعض دیگر کے توعندالتحقیق اصلاً ممانعت نہیں جب تک وہ تلفیق موجب اختلال نظم یافساد معنی نہ ہو، اور اگر ایک کلام ختم ہو کر دوسری بات شروع ہوجب تواحق واولی بالجواز ہے خصوصًا جبکہ مجلس متبدل ہو، امام خاتم الحفاظ جلال الحق والدین سیوطی اتقان شریف میں امام سیدالقراء شیخ المقرئین شمس الملۃ والدین ابوالخیر ابن الجزری سے نقل فرماتے ہیں:

الصواب ان یقال ان کانت احدی القرائتین مرتبۃ علی الاخری منع ذلك منع تحریم کمن یقرأ فتلقی اٰدم من ربہ کلمٰت برفعھما اونصبھما اخذا رفع اٰدم من قراءۃ غیرابن کثیر ورفع کلمات من قراءتہ ونحوذلك مما لایجوزفی العربیۃ واللغۃ ومالم یکن کذلك فرق فیہ بین مقام الروایۃ وغیرھا فان کان علی سبیل الروایۃ حرم ایضا لانہ کذب فی الروایۃ وتخلیط وان کان علٰی سبیل التلاوۃ جاز[1]۔	یہ کہنادرست ہوگا کہ دونوں قراءات میں ایک دوسری پر مرتب ہے تو یہ ممنوع بطور تحریم ہے جیسا کہ فتلقی اٰدم من ربہ کلمٰت میں لفظ "اٰدم" اور "کلمٰت" دونوں پر پیش پڑھے یادونوں پر زبر پڑھے، یوں کہ "اٰدم" پر پیش کو غیر ابن کثیر کی قراءت سے اور "کلمٰت" کی پیش ابن کثیر کی قرأت سے اخذ کرے، اس طرح یہ عربی میں اور لغت میں جائز نہیں، اور اگر ایسانہ ہو توپھر روایت اور غیر روایت کے مقام میں فرق ہوگا، اور اگر روایت کے طور پر ہو تو بھی حرام ہے کیونکہ یہ روایت میں خلط اور کذب ہوگا، اور اگر بر سبیل تلاوت ہو تو یہ جائز ہے۔(ت)

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الخامس فی آداب تلاوۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۱۱۰

ہاں ائمہ کرام نے حفظ دین عوام کو یہ وصیت فرمائی کہ جاہلوں کے سامنے قرات غریبہ ووجوہ عجیبہ نہ پڑھیں کہ مبادا وہ انکار یا طعن یا استہزاء کی آفت میں نہ پڑیں، در مختار میں ہے:

یجوز بالروایات السبع لکن الاولی ان لایقرء بالغریبة عندالعوام صیانة لدینهم[1]۔	قرات سبعہ پڑھنا جائز ہے مگر عوام کے لئے اجنبی قرات کو نہ پڑھے تاکہ عوام کے دین میں خلل نہ ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله یجوز بالروایات السبع. بل یجوزبالعشر ایضا کمانص علیه اهل الاصول. قوله بالغریبة ای بالروایات الغریبة و الامالات. لان بعض السفهاء یقولون مالایعلمون فیقعون فی الاثم والشقاء. ولاینبغی للائمة ان یحملواالعوام علی مافیه نقصان دینهم. ولایقرؤ عندهم مثل قرأة ابی جعفر و ابن عامر و علی بن حمزة والکسائی صیانة لدینهم فلعلهم یستخفون اویضحکون وان کان کل القراء ات والروایات صحیحة قطعیة ومشائخنا اختاروا قرأة ابی عمر وحفص عن عاصم اھ عن التتارخانیة عن فتاوی الحجة[2]۔	قولہ روایت سبعہ جائز ہے بلکہ عشرہ بھی جائز ہے جیسا کہ اہل اصول نے تصریح کی ہے، قولہ اجنبی یعنی روایات اور امالات اجنبیہ کو نہ پڑھے کیونکہ بعض جاہل لوگ لاعلمی کی وجہ سے باتیں بنائیں گے اور گناہ اور بدی میں مبتلا ہوں گے، امامت کرانے والے حضرات کو مناسب نہیں کہ لوگوں کو دینی نقصان میں ڈالیں، اور ان کے سامنے امام ابو جعفر، ابن عامر، علی اور کسائی جیسی قرات نہ کریں، ہوسکتا ہے کہ عوام لاعلمی کی بناپر ان کی قراءات کو حقیر جانتے ہوئے ان پر ہنسنا شروع کردیں اور ان کا دین محفوظ رکھنا ضروری ہے اگرچہ یہ تمام قراءات قطعی طور پر صحیح ہیں، جبکہ ہمارے مشائخ نے ابوعمرو کی عاصم سے روایت کردہ قراءت کو اپنایا ہے اھ یہ فتاوی الحجہ سے تتارخانیہ کی روایت ہے۔ (ت)

اسی طرح علمگیریہ وغیرہا میں ہے:

افادہ حادیہ عشر: اقول: جس مصلحت کے لئے یہاں علما نے پیش عوام، روایت غریبہ کی

---

[1] در مختار فصل ویجہر الامام مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۸۰

[2] ردالمحتار فصل ویجہر الامام مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۴۱

تلاوت سے منع کیا، مسئلہ بسملہ میں انصافاً دیکھئے تو ہمارے بلاد میں خاص صورت اخفاء میں ہے کہ یہاں کہ تمام حفاظ وقراء وسامعین عامہ مسلمین کے کان ہر سورت پر جہر بسم اللہ سے آشنا نہیں وہ اسے سن کر مخالفت کریں گے طعن واعتراض سے پیش آئیں گے تمہارے زعم میں یہ اعتراض اس امر پر ہوگا جو قرناً فقرناً حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر ہے، اور دوسرا امر جس کے وہ عادی ہیں یعنی اخفاء تم خود بھی مقر ہو کہ وہ بھی حق وصحیح اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایسا ہی متواتر ہے تو اسی کو کیوں نہ لیجئے اور عکس کرکے مسلمانوں میں فتنہ عوام میں شورش کیوں پیدا کیجئے اب اپنے زعم باطل پر تم خود اس کے باعث ہوتے ہو کہ امر متواتر عن المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر مسلمانوں سے انکار واعتراض کراؤ کیا اسی کا شریعت مطہرہ نے حکم دیا ہے، کیا اسی پر قاری یاملا ہو نارہ گیا ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ جب تک بات نئی بیگانہ، تازی، جدا، اکثر مسلمین کے گوش ناآشنا نہ ہو، شہرت نام کا ذریعہ نہیں ہوتی مگر پناہم بخدا، کہ قاریان قرآن، قرأت قرآن سے شہرت نام کی نیت رکھیں، علمائے کرام ایسے محل پر ترک افضل کی رائے دیتے ہیں نہ کہ ترک مساوی، امام علامہ جلال الدین زیلعی نصب الرایہ میں نقل فرماتے ہیں:

یسوغ للانسان ان یترك الافضل لاجل تالیف القلوب واجتماع الکلمۃ خوفا من التنفیر، کما ترک النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بناء البیت علی قواعد ابراھیم لکون قریش کانوا حدیثی عھد بالجاھلیۃ، وخشی تنفیرھم بذلک، ورای تقدیم مصلحۃ الاجتماع علی ذلک، ولما انکر الربیع علی ابن مسعود اکمالہ الصلٰوۃ خلف عثمان، قال الخلاف شر، وقد نص احمد وغیرہ علی ذلك فی البسملۃ وفی وصل الوتر وغیر ذلك مما فیہ العدول عن الافضل الی الجائز المفضول مراعاۃ لائتلاف المامومین اولتعریفھم السنۃ وامثال ذلك و ھذا اصل کبیر فی سد	لوگوں کی تالیف قلبی اور ان کو مجتمع رکھنے کے لئے افضل کو ترک کرنا انسان کے لئے جائز ہے تاکہ لوگوں کو نفرت نہ ہوجائے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیت اللہ شریف کی عمارت کو اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر قائم رکھا تاکہ قریشی نومسلم ہونے کی وجہ سے اس کی نئی بنیادوں پر تعمیر کو نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھیں تو آپ نے اجتماع کو قائم رکھنے کی مصلحت کو مقدم سمجھا، اور جیسا کہ حضرت ربیع نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نماز میں اختلاف کی بنا پر روکا تو انہوں نے فرمایا کہ خلاف کرنے میں شر ہے، اسی لئے امام احمد وغیرہ نے بسم اللہ اور وتر کے وصل وغیرہ کے بارے میں اس کی تصریح کی ہے، یہ وہ معاملات ہیں جن میں افضل سے عدول کرکے جائز مفضول کو

الذرائع[1]۔	اختیار کیا گیا ہے تاکہ مقتدی حضرات کی تالیف قلبی اور ان کی سنت شناسی وغیرہ کا پاس کیا جاسکے، یہ بات فتنہ کے سدّباب کے لئے بڑا ضابطہ ہے۔ (ت)

یہ سب اس تقدیر پر تھا کہ بفرض باطل قطعیت جزئیت مان لی جائے ورنہ حق و تحقیق کا ایضاح پہلے ہو چکا اس تقدیر پر قاری وملا اپنی اس تنفیر واثارت فتنہ کی حدیں بتائیں یہاں تو بداہۃً عوام اس غیر قصدی الزام سے بھی محفوظ اور یہ تنفیر وایقاع اختلاف ویسے مستند معتمد سے نا محفوظ **کما لایخفی واللہ الھادی** (جیسا کہ مخفی نہیں، اور اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔ ت)

افادہ ثانیہ عشر: یہاں تک دعوی قطعیت جزئیت ولزوم نقصان ختم کارد تھا کہ بحمد اللہ باحسن وجوہ ظاہر ہوا اب بعونہ تعالٰی جہر واخفا کی طرف چلئے، تراویح میں جہر بسملہ کا حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر کہنا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر صریح افترا ہے تواتر درکنار، زنہار کسی حدیث احاد سے بھی اس کا ثبوت نہیں، جہر فی التراویح توجدا، مطلقاً کسی نماز میں حضور والا صلوات اللہ وسلامہ علیہ کا بسم اللہ شریف جہر سے پڑھنا ہرگز ہرگز متواتر نہیں، تواتر کیسا نفس ثبوت میں سخت کلام ونزاع ہے، امام حافظ عقیلی کتاب الضعفاء میں لکھتے ہیں:

لایصح فی الجھر بالبسملۃ حدیث مسند[2]۔ ذکرہ فی عمدۃ القاری۔	بسم اللہ میں کوئی حدیث مسند صحیح نہیں، اسے عمدۃ القاری میں ذکر کیا گیا ہے۔

امام دارقطنی فرماتے ہیں:

لم یصح فی الجھر حدیث[3]۔ ذکرہ فی عنایۃ القاضی۔	جہر تسمیہ میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی۔ اسے عنایۃ القاضی میں ذکر کیا گیا۔

یہی امام دارقطنی جب مصر تشریف لے گئے کسی مصری کی درخواست سے دربارہ جہر ایک جز تصنیف فرمایا بعض مالکیہ نے قسم دے کر پوچھا کہ اس میں کون سی حدیث صحیح ہے آخر براہ انصاف اعتراف فرمایا کہ:

کل ماروی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ	یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جہر میں جو کچھ

---

[1] نصب الرایہ لاحادیث الھدایہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۳۲۸/۱

[2] عمدۃ القاری باب مایقول بعد التکبیر مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۲۸۸/۵

[3] عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی مبحث البسملۃ مطبوعہ دار صادر بیروت ۳۱/۱

وسلم فی الجھر فلیس بصحیح[1]۔ ذکرہ الامام الزیلعی عن التنقیح عن مشایخه عن الدار قطنی والمحقق فی الفتح۔	روایت کیا گیا ہے اس میں کچھ صحیح نہیں۔ اس کو امام زیلعی نے اپنے مشائخ کی تنقیح قرار دے کر دارقطنی سے نقل کیا ہے اور محقق نے فتح القدیر میں ذکر کیا۔

امام ابن الجوزی نے کہا:

لم یصح عنه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی الجھر شیئ[2]۔ ذکرہ القاری فی المرقاۃ۔	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جہر بسم اللہ میں کوئی روایت صحیح نہیں۔ اسے ملا علی قاری نے مرقاۃ میں ذکر کیا۔

یہاں تک کہ تنقیح میں احادیث جہر لکھ کر فرماگئے:

ھذہ الاحادیث فی الجملة لاتحسن بمن له علم بالنقل ان یعارض بھا الاحادیث الصحیحة، ولولاان یعرض للمتفقة شبھة عند سماعھا فیظنھا صحیحة لکان الاضراب عن ذکرھا اولی، ویکفی فی ضعفھا اعراض المصنفین للمسانید والسنن عن جمھورھا[3]۔	ان احادیث کو صحیح احادیث کے معارض قرار دینا نقل کے فن میں علم والے کو درست نہیں۔ اگر ان روایات کو فقیہ سن کر غلط فہمی کی بنا پر صحیح گمان کرنے کا خدشہ نہ ہوتا تو ان کو ذکر نہ کرنا مناسب تھا، اور ان روایات کے ضعف پر دلیل تمام مسانید وسنن کے مصنفین کا ان کو ذکر نہ کرنا ہی کافی ہے۔ (ت)

خلاصہ یہ کہ وہ احادیث نہ احادیث صحیحہ کے مقابل نہ ذکر کے قابل، ولہٰذا مصنفان مسانید وسنن نے ان کے ذکر سے اعراض کیا نقله فی نصب الرایة (اس کو نصب الرایہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ ت) خود پیشوائے وہابیہ ابن القیم نے اپنی کتاب مسمّٰی بالھدی میں لکھا:

فصحیح تلک الاحادیث غیرصریح وصریحھا غیرصحیح[4]۔ نقله امام الوھابیه الشوکانی	ان حدیثوں میں جو صحیح ہے وہ جہر میں صریح نہیں اور جو جہر میں صریح ہے وہ صحیح نہیں۔ اس کو وہابیوں کے

---

[1] نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۱/۳۵۹

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القراءۃ فی الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۲۸۶

[3] نصب الرایہ بحوالہ التنقیح کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۱/۳۵۸

[4] نیل الاوطار باب ماجاء فی بسم اللہ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۲/۲۲۸

فی نیل الاوطار۔	امام شوکانی نے نیل الاوطار میں ذکر کیا ہے۔

امام زیلعی تبیین الحقائق میں فرماتے ہیں:

الحاصل ان احادیث الجھر لم تثبت[1]۔ اثرہ السید الازھری فی الفتح۔	خلاصہ یہ کہ جہر کی حدیثیں ثابت نہ ہوئیں۔ سید ازہری نے اس کو فتح میں نقل کیا ہے۔

امام زیلعی نصب الرایہ میں فرماتے ہیں:

ھذہ الاحادیث کلھا لیس فیھا صریح صحیح، ولیست مخرجۃ فی شیئ من الصحیح ولاالمسانید ولاالسنن المشھورۃ وفی رواتھا الکذّابون والضعفاء والمجاھیل[2] الخ	ان حدیثوں میں کوئی حدیث صریح و صحیح نہیں، نہ یہ صحاح ومسانید و سنن مشہورہ میں مروی ہوئیں ان کی روایتوں میں کذاب، ضعیف، مجہول لوگ ہیں الخ

امام عینی عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں:

احادیث الجھر لیس فیھا صریح بخلاف حدیث الاخفاء فانہ صحیح صریح ثابت مخرجہ فی الصحیح والمسانید المعروفۃ والسنن المشھورۃ[3]	جہر کی حدیثوں میں کوئی حدیث صحیح و صریح نہیں بخلاف حدیث اخفا کہ وہ صحیح و صریح اور صحاح و مسانید و سنن مشہورہ میں ثابت ہے۔

[۱]امام اعظم ابوحنیفہ و [۲]امام مالک و [۳]امام شافعی و [۴]امام احمد چاروں ائمہ مذہب اور [۵]بخاری و [۶]مسلم و [۷]ابوداؤدو [۸]ترمذی و [۹]نسائی و [۱۰]ابن ماجہ چھئوں ائمہ حدیث اور [۱۱]دارمی وطحطاوی و [۱۲]ابن خزیمہ و [۱۳]ابن حبان و [۱۴]دارقطنی و [۱۶]طبرانی و [۱۷]ابویعلٰی و [۱۸]ابن عدی و [۱۹]بیہقی و [۲۰]ابونعیم و [۲۱]ابن عبدالبر اکابر حفاظ واجلہ محدثین اپنی صحاح و سنن ومسانید ومعاجیم میں باسانید کثیرہ حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں:

صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخلف ابی بکر و عمر و عثمٰن فلم اسمع احدا منھم یقرأبسم اللہ الرحمٰن	میں نے حضوراقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی کے پیچھے نماز پڑھی ان میں کسی کو بسم اللہ شریف پڑھتے نہ سنا

---

[1] تبیین الحقائق فصل اذااراد الدخول فی الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ امیریہ بولاق مصر ۱/ ۱۱۲

[2] نصب الرایہ لاحادیث الھدایہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۱/ ۳۵۵

[3] عمدۃ القاری النوع الرابع اختلاف الفقہاء فی البسملۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۵/ ۲۹۱

الرحیم[1] ھذا لفظ مسلم وفی لفظ للامام احمد والنسائی وابن حبان فی صحیحہ وغیرھم باسناد علی شرط الصحیح کما افادہ فی الفتح کانوالایجھرون ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم[2] وفی لفظ لابن خزیمۃ والطبرانی وابی نعیم کانوا یسرون ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم[3] ولابن ماجۃ فکلھم یخفون بسم اللہ الرحمٰن الرحیم[4] ۔	وہ بسم اللہ شریف کا جہر نہ فرماتے تھے وہ بسم اللہ شریف آہستہ پڑھتے تھے، یہ امام مسلم کے الفاظ تھے، امام احمد، نسائی اور ابن حبان اپنی صحیح میں اور دوسروں نے اپنی صحیح سندوں کے ساتھ جیسا کہ فتح القدیر نے بیان کیا ہے، جن کے الفاظ یہ ہیں کہ یہ حضرات بسم اللہ کا جہر نہ فرماتے تھے، اور ابن خزیمہ، طبرانی، ابونعیم کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ بسم اللہ کو پوشیدہ پڑھتے تھے، اور ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں کہ، کہ وہ سب بسم اللہ کا اخفاء فرماتے تھے۔ (ت)

یہ وہ حدیث جلیل ہے جس کی تخریج پر چاروں ائمہ مذہب اور چھوؤں اصحاب صحاح متفق ہیں بلکہ طبرانی[ف] نے انہیں سے روایت کی:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یسر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم وابابکر وعمر وعثمٰن وعلیا[5]۔	بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ تعالٰی عنہم بسم اللہ شریف آہستہ پڑھتے تھے۔

امام الائمہ امام ابوحنیفہ وامام محمد وترمذی ونسائی وابن ماجہ وغیرہم ابن عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، قال:

---

[1] صحیح مسلم باب حجۃ من قال لایجہر بالبسملۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۱۷۲

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از انس بن مالک رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳/۱۷۹، ۲۷۵، فتح القدیر باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۵۴

[3] صحیح ابن خزیمہ معنی قول انس رضی اللہ عنہ انہم کانوا یسرون الخ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۴۹

[4] سنن ابن ماجہ باب افتتاح القراءت مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۹

[5] المعجم الکبیر مروی از انس رضی اللہ عنہ حدیث ۷۳۹ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱/۲۵۵، صحیح ابن خزیمہ معنی قول انس رضی اللہ تعالٰی عنہم کانوا یسرون الخ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۵۰

ف: طبرانی کبیر اور صحیح ابن خزیمہ میں عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کا ذکر نہیں۔ نذیر احمد

سمعنی ابی وانا اقول بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم فقال ای بنی ایاك والحدث قال ولم ارا حدا من اصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم کان ابغض الیه الحدث فی الاسلام یعنی منه قال وصلیت مع النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ومع ابی بکر ومع عمر ومع عثمٰن فلم اسمع احدا منهم یقولها فلاتقلها، انت اذا صلیت فقل الحمد للّٰه رب العٰلمین[1]۔	یعنی مجھے میرے باپ نے نماز میں بسم اللہ شریف پڑھتے سنا، فرمایا اے میرے بیٹے! بدعت سے بچ۔ ابن عبداللہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صحابہ میں اُن سے زیادہ کسی کو اسلام میں نئی بات نکالنے کا دشمن نہ دیکھا، انہوں نے فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہم کے ساتھ نماز پڑھی کسی کو بسم اللہ شریف پڑھتے نہیں سنا تم بھی نہ کہو جب نماز پڑھو الحمدللہ رب العالمین، سے شروع کرو۔

انہی عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کسی امام کو بسم اللہ جہر سے پڑھتے سنا، پکار کر فرمایا:

یاعبداللّٰه انی صلیت خلف رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم وابی بکر وعمر وعثمٰن رضی اللّٰه تعالٰی عنهم فلم اسمع احدا منهم یجهر بها[2]۔ رواہ الامام الاعظم ذکرہ فی الفتح۔	اے خدا کے بندے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں ان میں کسی کو بسم اللہ جہر سے پڑھتے نہ سنا، اس کو امام اعظم رحمہ اللہ نے روایت کیا اسے فتح میں ذکر کیا گیا ہے۔

امام اعظم وامام محمد وامام احمد وامام طحاوی وامام ابوعمر ابن عبدالبر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

الجهر ببسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم قرأة الاعراب[3]۔	بسم اللہ شریف آواز سے پڑھنی گنواروں کی قراءت ہے۔

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی ترک الجہر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۳۳، سنن ابن ماجہ باب افتتاح القراءت مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۹

[2] مسند الامام الاعظم بیان عدم الجہر بالبسملۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ص ۵۸، فتح القدیر باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۵۴

[3] شرح معانی لآثار باب قراءت بسم اللہ الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۴۰، المصنف لابن ابی شیبۃ من کان لایجہر بسم اللہ الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن الخ کراچی ۱/ ۴۱۱

نیز اسی جناب سے مروی ہوا:

لم یجھر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالبسملۃ حتی مات[1]۔ ذکرہ المحقق فی الفتح۔	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی بسم اللہ شریف کا جہر نہ فرمایا یہاں تک کہ دنیا سے تشریف لے گئے۔ اسے محقق نے فتح میں ذکر کیا۔

اثرم بسند صحیح عکرمہ تابعی شاگرد خاص حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

انا اعرابی ان جھرت ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم[2]۔	میں گنوار ہوں اگر بسم اللہ شریف جہر سے پڑھوں۔

سعید بن منصور اپنی سنن میں راوی:

حدثنا حماد بن زید عن کثیر بن شنظیر ان الحسن سئل عن الجھر بالبسملۃ فقال انما یفعل ذلک الاعراب[3]۔	حماد بن زید نے کثیر بن شنظیر سے بیان کیا کہ امام حسن بصری سے جہر بسم اللہ کا حکم پوچھا گیا، فرمایا یہ گنواروں کا کام ہے۔

ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں امام ابراہیم نخعی تابعی سے راوی: **الجھر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم بدعۃ**[4]۔ بسم اللہ شریف شریف جہر سے کہنا بدعت ہے۔ اثرم انہیں سے راوی:

ماادرکت احدا یجھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم والجھر بھا بدعۃ[5]۔	میں نے صحابہ وتابعین میں کسی کو بسم اللہ شریف کا جہر کرتے نہ پایا اس کا جہر بدعت ہے۔

سبحان اللہ! حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تواتر درکنار ان حضرات عالیہ کے نزدیک کچھ بھی ثبوت ہوتا تو کیا یہ اجلہ صحابہ وتابعین معاذ اللہ اسے بدعت بتاتے یا گنواروں کا فعل کرسکتے تھے ولٰکن الجھلۃ یقولون مالایعلمون (لیکن جاہل لوگ غیر معلوم باتیں کرتے ہیں۔ت) نہایت کہ امام الفقہاء امام المحدثین اوحدالاولیا اوحد المجتہدین سیدنا امام سفیان ثوری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اختیار جہر بسم اللہ کا قول سخت مہجور و مجور مانا اور اس کے اخفا کو افضل واولٰی سمجھنا تتمہ عقائد اہل سنت جانا محدث لالکائی کتاب السنہ میں بسند صحیح راوی:

---

[1] فتح القدیر باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲۵۴/۱

[2] فتح القدیر باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲۵۴/۱

[3] نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ بحوالہ سنن سعید بن منصور کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۳۵۸/۱

[4] مصنف ابن ابی شیبہ من کان لایجھر ببسم اللہ الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۴۱۱/۱

[5] نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ بحوالہ الاثرم، کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۳۵۸/۱

حدثنا المخلص نا ابو الفضل شعیب بن محمد نا علی بن حرب بن بسام سمعت شعیب بن جریر یقول قلت لسفین الثوری حدث بحدیث السنة ینفعنی اللہ بہ فاذا وقفت بین یدیہ وسألنی عنہ قلت یارب حدثنی بھذا سفین فانجوانا وتوخذ فقال اکتب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم القراٰن کلام اللہ غیرمخلوق منہ (وجعل یسرد الی ان قال) یاشعیب لاینفعك ماکتبت حتی تری المسح علی الخفین وحتی تری ان اخفاء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم افضل من الجھر بہ وحتی تؤمن بالقدر (الی ان قال) اذا وقفت بین یدی اللہ فسألك عن ھذا فقل یارب حدثنی بھذا سفٰین الثوری ثم خل بینی وبین اللہ عزوجل۔[1]	یعنی شعیب بن جریر نے امام سفیان ثوری سے کہا مجھے عقائد اہلسنت بتادیجئے کہ اللہ عزوجل مجھے نفع بخشے اور جب میں اس کے حضور کھڑا ہوں اور مجھ سے ان کے متعلق سوال ہو تو عرض کردوں کہ الٰہی! یہ مجھے سفیان نے بتائے تھے تو میں نجات پاؤں اور جو پوچھ گچھ ہو آپ سے ہو تو فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں، اور اسی طرح اور عقائد ومسائل لکھوا کر فرمایا اے شعیب! یہ جو تم نے لکھا تمہیں کام نہ دے گا جب تک مسح موزہ کا جواز نہ مانو اور جب تک یہ اعتقاد نہ رکھو کہ بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا، باآواز پڑھنے سے افضل ہے اور جب تک تقدیر الٰہی پر ایمان نہ لاؤ، جب تم اللہ عزوجل کے حضور کھڑے ہو اور تم سے سوال ہو تو میرا نام لے دینا کہ یہ عقائد ومسائل مجھے سفیان ثوری نے بتائے پھر مجھے اللہ تعالٰی کے حضور چھوڑ کر الگ ہو جانا۔

امام ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں فرماتے ہیں: **ھذا ثابت عن سفٰین وشیخ المخلص ثقة**[2]۔ یہ روایت سفیان سے ثابت ہے اور راوی ثقہ۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

افادہ ثالثہ عشر: اقول: ہم آفتاب روشن کی طرح ثابت کرآئے کہ اگر بفرض باطل مذہب ثابت نہیں کہ ان کا طریقہ نماز میں ہر جگہ جہر بسم اللہ تھا تاہم ان کی قراءت اختیار کرنی، ہر گز اسے مستلزم نہیں کہ نماز میں دربارہ جہر واخفاء اُن کی پیروی ضرور ہو کہ یہ مسئلہ فقہیہ ہے اور ہم فقہ میں اُن کے مقلد نہیں، آخر نہ دیکھا کہ ہمارے ائمہ کرام نے ان کی قراءت اختیار فرمائی اور نماز میں بسم اللہ شریف کے اخفاء کا حکم دیا، لاجرم ہمارے علماء نے صاف صریح تصریح فرمائی کہ جہر واخفائے بسم اللہ شریف میں امام قراءت کا اتباع بیرون نماز

---

[1] تذکرۃ الحفاظ للذہبی عنوان سفیان بن سعید ثوری ۴۳ بحوالہ اللالکائی مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱/۱۹۳

[2] تذکرۃ الحفاظ للذہبی عنوان سفیان بن سعید ثوری ۴۳ بحوالہ اللالکائی مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱/۱۹۳

ہے نماز میں اخفاہی کرے۔ اور بیرون نماز بھی اتباع قاری خاص صرف بروجہ اولویت ہے نہ بطور وجوب ولزوم وضرورت۔

لما قدمنا ان القراء ات کلھا حقة بالیقین لااحتمال فیھا للخطأ ولاینافی بعضھا بعضا فلاھجر فی شیئ منھا لاجمعا ولاافراد مالم یؤد التلفیق الی التغییر بخلاف المجتھدات الخلافیة فان المجتھد یخطئ ویصیب فلا نعد وعما اعتقدنا انه صواب یحتمل الخطأ الی ماظننا انه خطأ یحتمل الصواب ولئن لفقت لربما اتفق الاقوال علی فساد العمل۔	جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کردیا ہے کہ تمام قراءات برحق ہیں، ان میں خطاء کا احتمال نہیں ہے اور ایک دوسرے کے منافی بھی نہیں ہیں، لہٰذا ان کوملا کرپڑھنا یا علیحدہ علیحدہ پڑھنا اس وقت تک جائز ہے جب تک ان کا مختلف انداز معنی کی تبدیلی پیدانہ کرے۔ اس کے برخلاف اجتہادی اختلافی مسائل میں چونکہ مجتہد کے اجتہاد میں درستی اور خطا دونوں کا احتمال موجود ہے اس لئے وہاں ہم اپنے ظن میں درست کو اپنائیں گے اور جس کو ہم خطا سمجھیں گے اس کو نہیں اپنائیں گے کیونکہ ہم اعتقاد کے پابند ہیں اگرچہ فی الواقع اس کی خطاء کا احتمال ہے، اور یہاں اجتہادی مسائل میں مختلف مجتہدین کے اجتہاد کو اپنانا عمل میں فساد پیدا کردے گا۔ (ت)

مجتبٰی شرح قدوری پھر کفایہ شرح ہدایہ پھر ردالمحتار حاشیہ درمختار میں ہے:

لایجھر بھا فی الصلٰوۃ عندنا خلافا للشافعی وفی خارج الصلٰوۃ اختلاف الروایات و المشایخ فی التعوذ والتسمیة قیل یخفی التعوذ دون التسمیة والصحیح انه یتخیر فیھما ولکن یتبع امامه من القراء وھم یجھرون بھما الا حمزۃ فانه یخفیھما[1] اھ۔	ہمارے نزدیک نماز میں جہر نہیں ہے، امام شافعی اس کے خلاف ہیں، اور خارج از نماز بسم اللہ اور اعوذ باللہ میں مشائخ اور روایات کا اختلاف ہے ایک قول میں اعوذ باللہ کو مخفی اور بسم اللہ کو جہر کے ساتھ لیکن صحیح یہ ہے قاری کو اختیار ہے کہ دونوں کو آہستہ پڑھے یا بلند پڑھے، لیکن ائمہ قراء میں سے اپنے امام کی اتباع بہتر ہے امام حمزہ جہر کے قائل نہیں ہیں باقی ائمہ جہر کے قائل ہیں اھ (ت)

بحمداللہ تعالٰی یہ خیالات وہابیہ کے رَد میں ہمارے علماء کا نص صریح ہے۔

افادہ رابعہ عشر: اقول: وباللہ التوفیق حقیقت امر یہ ہے کہ روایات قراء

---

[1] ردالمحتار بحوالہ الکفایہ عن المجتبٰی فصل واذاارادالشروع فی الصلٰوۃ الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۹۰

طبقۃً فطبقۃً قرنًا فقرنًا بذریعہ تدریس و تعلیم و تلقی تلامذہ عن الشیوخ ہیں تو یہ جہر و اخفا اوقات تعلیم و اقرا کی خبر دیتے ہیں نہ خاص حال نماز کی، حضور پر نور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد تو طریقہ تعلیم قرآن عظیم معین رہا کہ تلامذہ پڑھتے استاذ سنتے بتاتے، نہ یہ کہ نمازوں میں سن سن کر سیکھتے جس میں سوال وجواب و تفہیم و تفہم کا کوئی موقع نہیں، بیرون نماز بھی قراءت شیوخ کا دستور نہ تھا بلکہ اسے ناکافی سمجھتے اگرچہ یہاں ممکن تھا کہ جو طرز ادا تلمیذ کی سمجھ میں نہ آتا دریافت کرلیتا استاد اعادہ کردیتا۔ اتقان شریف میں ہے:

اوجه التحمل عند اهل الحديث السماع من لفظ الشيخ والقراءة عليه، والسماع عليه بقراءة غيره، والمناولة والاجازة والمكاتبة والعرضية والاعلام والوجادة، فاما غيرالاولين فلاياتی هنا لما يعلم مما سنذكره، واما القراءة علی الشيخ فهی المستعملة سلفا وخلفا، واما السماع من لفظ الشيخ فيحتمل ان يقال به هنا لان الصحابة رضی الله عنهم انما اخذوا القراٰن من فی النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم لكن لم يأخذ به احد من القراء والمنع فيه ظاهر لان المقصود ههنا كيفية الاداء و ليس كل من سمع من لفظ الشيخ يقدر علی الاداء كهيأته، بخلاف الحديث فان المقصود فيه المعنی اواللفظ لابالهيأت المعتبرة فی اداء القراٰن ، واما الصحابة فكانت فصاحتهم وطباعهم السليمة تقتضی قدرتهم علی الاداء كما سمعوه من النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم لانه نزل بلغتهم، ومما يدل للقراءة علی الشيخ	محدثین کے ہاں اپنے شیخ سے حدیث اخذ کرنے کے کئی طریقے ہیں، شیخ کے الفاظ کو سننا، شیخ پر پڑھنا، دوسرے شاگرد کو پڑھتے ہوئے سننا، لکھے ہوئے کو لینا، مرویات کی اجازت لینا، لکھنا، وصیت کے طور پر اپنانا، اطلاع حاصل کرنا، شیخ کے لکھے ہوئے کو پہچان کر یاد کرنا، لیکن قرآن کی قراءت کے بارے میں پہلے دو طریقوں کے علاوہ دوسرے طریقے جائز نہیں جیسا کہ اس کی وجہ ہم بیان کریں گے، یہاں قراءت میں شیخ پر شاگرد کا پڑھنا ابتداء سے آج تک مروّج ہے اور شیخ سے سننا بھی یہاں جائز ہوسکتا ہے کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے قرآن کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے سن کر اخذ کیا ہے، لیکن قراء حضرات نے اس طریقہ کو نہیں اپنایا اس کی وجہ یہ ہے کہ قراءۃ میں ادائیگی کی کیفیت حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے، اور یہ ضروری نہیں کہ استاذ کی ادائیگی کی کیفیت کو محض سننے پر اخذ کرلے، لہٰذا قراءت میں یہ طریقہ منع ہے مگر حدیث میں معاملہ اس کے برخلاف ہے کیونکہ یہاں معنی یا لفظ مقصود ہوتے ہیں لیکن ادائیگی والی کیفیت قرآن کی طرح یہاں معتبر نہیں ہے، ہاں صحابہ کرام کا معاملہ

عرض النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم القراٰن علٰی جبریل فی رمضان کل عام[1] ھ	الگ ہے کیونکہ وہ اپنی فصاحت اور سلامتی طبع کی بناء پر حضور علیہ السلام سے سن کر قراءت کو اسی کیفیت سے ادا کرنے پر قدرت رکھتے تھے اور اس لئے بھی کہ قرآن ان کی لغت میں نازل ہوا ہے، اور قرآن کو اخذ کرنے میں شیخ کو سنانے والا طریقہ اس لئے بھی جائز ہے کہ ہر سال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان میں جبرائیل علیہ السلام کو قرآن سناتے تھے اھ (ت)

اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اگرچہ بسبب کمال افادہ حضور فاعل کامل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و نہایت استعداد نفوس قوابل رضی اللہ تعالٰی عنہم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سن کر سیکھا مگر وہ بھی بطور تعلیم و تلقین ظاہر و باطن و نظم و معنی و حکم و حکمت تھا نہ یوں کہ صرف نماز میں قراءت اقدس سے لفظ یاد کرلئے، صحابہ کرام دس دس آیتیں مع ان کے علم و عمل کے سیکھتے جب ان پر قادر ہوجاتے دس اور تعلم فرماتے۔ اسی طرح امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بارہ برس میں سورہ بقر حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پڑھی جب ختم فرمائی ایک اونٹ ذبح کیا، عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے آٹھ سال میں پڑھی کہ جس قدر تدبر زائد دیر زائد، ابن عساکر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، قال:

کنا اذا تعلمنا من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عشر اٰیات من القراٰن لم نتعلم من العشر التی نزلت بعدھا حتی نعلم مافیہ. فقیل لشریک من العمل قال نعم[2]	ہم جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قرآن کی دس آیات کا علم حاصل کرتے تو اس کے بعد والی دس آیات کی تعلیم حاصل نہ کرتے جب تک پہلی آیات میں بیان شدہ اعمال کو معلوم نہ کرلیتے۔ شریک سے پوچھا گیا کہ آیات کے بیان شدہ اعمال سیکھنا مراد ہے، تو انہوں نے کہا ہاں۔ (ت)

ابوبکر بن ابی شیبہ اپنی مصنف میں ابوعبدالرحمٰن سلمی سے راوی، قال:

حدثنا من کان یقرینا من اصحب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انھم کان یقترؤن من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عشر اٰیات ولا یأخذون فی العشر الاخری	صحابہ کرام میں سے جو حضرات ہمیں قراءت پڑھاتے انہوں نے فرمایا ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دس آیات پڑھتے اور ان کے بعد دس آیات کو اس وقت تک اخذ نہ کرتے جب تک پہلی دس آیات کے علم و عمل کو

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الرابع والثلاثون الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۹۹

[2] مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر عنوان عبداللہ بن مسعود بن غافل نمبر ۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴/۵۹

حتی یعلموا مافی ہذہ من العلم والعمل فانا علمنا العلم والعمل[1]۔	نہ سیکھ لیتے، یوں ہم علم اور عمل دونوں کو حاصل کرتے۔ (ت)

ابن سعد طبقات میں بطریق عبداللہ بن جعفر عن ابی الملیح عن میمون اور امام مالک موطا میں بلاغًا راوی:

ان ابن عمر تعلم البقرۃ فی ثمان سنین[2]۔	بیشک عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سورہ بقرہ کو آٹھ سال میں سیکھا۔ (ت)

خطیب بغدادی کتاب رواۃ مالک میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، قال:

تعلم عمر البقرۃ فی اثنتی عشرۃ سنۃ فلما ختمہا نحر جزورا[3]۔	حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہنے سورہ بقرہ کو بارہ سال میں سیکھا، جب انہوں نے اسے ختم کیا تو ایک اونٹ ذبح کیا۔ (ت)

توظاہر ہوا کہ یہ روایات جہر واخفا قراءات خارج از نماز کی نقل ہیں اب بحمداللہ تعالٰی اس ارشاد علماء کا راز واضح ہوا کہ بیرون نماز اتباع امام قراءت مناسب ہے اس کی نظیر منیر مسئلہ تعوذ ہے عامہ قرا کا اس کے جہر پر اتفاق ہے۔ امام اجل ابوعمرو دانی نے اس پر اجماع عہ اہل ادا نقل فرمایا، امام عارف باللہ شاطبیّ نے باوصف حکایت خلاف، تصریح فرمائی کہ ہمارے حفاظ رواۃ اس کا اخفا نہیں مانتے۔ تیسیر باب ذکر الاستعاذہ میں ہے:

لااعلم خلافا بین اھل الاداء فی الجھر بہا عندافتتاح القراٰن وعند الابتداء برؤس الاجزاء وغیرھا فی مذھب الجماعۃ اتباعا للنص واقتداء بالسنۃ[4]۔	قرآنی نص اور سنت کی اتباع میں قرآن کی ابتداء میں اور پاروں وغیرہ کی ابتداء میں تلاوت شروع کرتے وقت جیساکہ ایک جماعت کا مذہب ہے۔ اعوذ باللہ کو جہر سے پڑھنے میں اہل ادا یعنی قراء حضرات کا اختلاف نہیں ہے۔ (ت)

عہ ای وان جاءت الروایۃ علی انحاء وصلہا منہ	اگرچہ تعوّذ کے بارے میں مختلف صورتیں مروی ہیں ۱۲منہ (ت)

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ کتاب فضائل قرآن ۱۷۵۵ حدیث ۹۹۷۸ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۰/۴۶۰

[2] موطا امام مالک باب ماجاء فی القرآن مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۰

[3] رواۃ مالک للخطیب بغدادی

[4] تیسیر باب ذکر الاستعاذہ

حرزالامانی ووجہ التہانی میں ارشادفرمایا: ؎

اذا ما اردت الدھر تقرء فاستعذ
جھارا من الشیطان باللّٰہ مسجلا[1]

(توزندگی بھرجب بھی قرآن کی قراءت کرے تواعوذ باللہ کوبلند آواز سے پڑھ، مسجّلًا۔ت) سراج القاری میں ہے:

"قولہ مسجلا ای مطلقا لجمیع القراء و فی جمیع القراٰن"۔[2]	اس کا قول مسجّلًا یعنی تمام قراء حضرات کے نزدیک اور تمام قرآن میں۔(ت)

پھر فرمایا: ؎

واخفاؤہ فصل آباہ وعاتنا
وکم من فتی کالمھدوی فیہ اعملا[3]

اس کی شرح میں ہے:

ای روی اخفاء التعوذ عن حمزۃ ونافع اشار الی حمزۃ بالفاء من فصل والی نافع بالالف من اباہ وجھربہ الباقون وھم ابن کثیر و ابوعمرو وابن عامر وعاصم والکسائی ھذا ھو المقصود بھذا النظم بالباطن ونبہ بظاھرہ علی ان من ترجع قراءتہ الیھم من الامۃ ابوالاخفاء ولم یاخذوا بہ بل اخذوا بالجھر للجمیع ولذلک امربہ مطلقا فی اول الباب[4]۔ ملخصا	یعنی امام حمزہ اور نافع سے اعوذ باللہ کا اخفاء مروی ہے "فصل" کی فاء سے حمزہ کی طرف "آباہ" کے الف سے نافع کی طرف اشارہ کیاگیا ہے اور باقی قراء حضرات نے اعوذ باللہ کو جہر مانا ہے اور باقی حضرات یہ ہیں: ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، عاصم اور امام کسائی۔ باطنی طورپر اس نظم کا یہ مقصد ہے، اور ظاہر میں انہوں نے یہ تنبیہ کی ہے کہ جن ائمہ کی طرف قراءت منسوب ہے انہوں نے اخفاء کاانکار کیاہے اور اس پر عمل نہیں کیا بلکہ انہوں نے اعوذ باللہ کاجہر کیاہے اور یہاں اول میں مطلقًا کہہ کر تمام قرآن میں تعوذ کے جہر کی طرف اشارہ کیاہے(ت)

---

[1] حرزالامانی ووجہ التہانی باب الاستعاذہ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ص ۱۰

[2] سراج القاری المبتدی شرح منظومہ حرزالامانی، باب الاستعاذہ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ص ۳۱

[3] حرزالامانی ووجہ التہانی باب الاستعاذہ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ص ۱۰

[4] سراج القاری المبتدی شرح منظومہ حرزالامانی باب الاستعاذہ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ص ۳۲

اب کون عاقل کہے گا کہ یہ اطباق جمہور رواۃ واتفاق جمیع اہل ادا، نماز وغیر نماز سب کو شامل، وہ سب تمام قراء کے طور پر نماز میں بھی اعوذ بجہر پڑھتے تھے، حاشا، بلکہ قطعًا یہ روایات ونقول سب محل روایت وتلاوت بیرون نماز سے متعلق ہیں لاجرم شرح میں فرمایا:

قوله فاستعذ جهارا هوالمختار لسائر القراء وهذا فی الاستعاذة القاری علی المقرئ اوبحضرة من یسمع قرائته امامن قرأ خالیا اوفی الصلوٰة فالاخفاء اولی[1]۔	اس کا قول "جهارا" یہ تمام قراء حضرات کا قول ہے، یہ اس صورت میں ہے جب قاری استاذ کے سامنے یا مجمع میں پڑھے، لیکن اگر کوئی شخص خلوت میں یا نماز میں قراءت کرے توپھر اخفاء کرنا اولٰی ہے(ت)

امام جلیل جلال سیوطی اتقان میں کتاب النشر امام القراء محمد محمد محمد ابن الجزری سے ناقل:

المختار عند ائمة القراءة الجهر بها وقیل یسر مطلقا وقیل فیما عدا الفاتحة وقد اطلقوا اختیار الجهر وقیده ابوشامه بقید لابد منه وهو ان یکون بحضرة من یسمعه لان الجهر بالتعوذ اظهار شعار القراءة کالجهر بالتلبیة وتکبیرات العید ومن فوائده ان السامع ینصت للقراءة من اولها لایفوته منها شیئ واذا اخفی التعوذ لم یعلم السامع بها الابعد ان فاته من المقر وشیئ وهذا المعنی هو الفارق بین القراءة فی الصلوٰة وخارجها[2]ھ۔	قراءت کے ائمہ کے ہاں اعوذ باللہ کا جهر ہے اور ایک قول میں یہ ہے کہ اس کو مطلقًا آہستہ پڑھے، اور ایک قول میں ہے کہ سورہ فاتحہ کے علاوہ باقی قرآن میں آہستہ پڑھے جبکہ جہر کا عموم راجح ہے، اور ابوشامہ نے اس جہر کو ایک ضروری قید سے مقید کیا ہے کہ جب مجلس میں سننے والے ہوں تو جہر کرے کیونکہ اعوذ باللہ کا جہر قراءۃ کا شعار ہے اور اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جب قاری اعوذ باللہ کا جہر کرے گا توسامع ابتداء سے ہی خاموشی سے سننا شروع کرے گا اور اس کا سماع فوت نہ ہوگا، اور جب اعوذ باللہ کو آہستہ پڑھے گا توسامع کوتلاوت کے شروع ہونے کا علم نہ ہونے کی وجہ سے کچھ سماع ابتداء فوت ہوجائے گا، نماز اور خارج نماز اعوذ باللہ کے بارے میں یہی وجہ فرق ہے۔(ت)

افادہ خامسہ عشر: قرآنیت بسم اللہ ضرور حق ہے مگر وہ ہرگز من حیث الروایہ ثابت

---

[1] سراج القاری المبتدی شرح حرز الامانی باب الاستعاذہ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ص ۳۱

[2] اتقان النوع الخامس والثلاثون فی آداب تلاوۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۱۰۵

نہیں بلکہ کتابت مصاحف واجماع علی التجرید سے، ولہذا جب امام ولی صالح قدس سرہ المجید نے قصیدہ میں فرمایا:

وبسمل بین السورتین بسنة
رجال نموها دریة وتحملا

(دوسورتوں کے درمیان بسم اللہ سنت صحابہ سے ثابت ہے جس کوانہوں نے جاری رکھا، عقل ونقل کے طورپر)

شارح علامہ نے صاف تصریح فرمادی کہ اراد بالسنة التی نموها کتابة الصحابة لها فی المصحف (سنۃ التی نموھا سے مراد صحابہ کرام کابسم اللہ کو مصحف شریف میں لکھنا ہے۔ت) پھراس کاحاصل بھی صرف اس قدر کہ بسم اللہ کلام الٰہی ہے نہ یہ کہ ہرسورت کی جز ہے یاختم میں ہرجگہ اس کاجہر لازم کمامر فی الافادۃ السادسة (جیسا کہ چھٹے افادہ میں گزرا۔ت) اور جب اسے چھوڑ کر نفس روایت بمعنی متعارف کی راہ لیجئے اور صرف اس کی صحت کو مناط مان کر اثبات مدعا کاحوصلہ کیجئے تو یہ محض باطل وہوس عاطل، فقط صحت روایت پرمدار قراءت ہونے سے کیا مقصود ہے، آیا یہ کہ صرف اس قدر سے قرآنیت ثابت ہوجاتی ہے توقطعًا مردود کہ قرآنیت بے دلیل قطعی یقینا مفقود، افادہ ششم میں اس کابیان موجود۔

اقول: ولانسلم انه فی القراٰن حتی عن السبعة مالم یتواتر وان اشتهر بل القراٰن متواتر قطعا بجمیع اجزاءه وان لم تقف انت علی تواتر بعضه فلیس من شرط المتواتر ہ عندک۔	**اقول:** (میں کہتاہوں) قرآن ہونا محض شہرت سے اگرچہ سبعہ سے منقول ہو ثابت نہیں ہوگا جب تک قطعی تواتر سے تمام اجزاء منقول نہ ہوں، اگر تجھے تواتر کابعض اجزاء کے بارے میں علم نہیں تو متواتر ہونے کے لئے تیرے ہاں تواتر ضروری بھی نہیں ہے۔(ت)

اتقان میں ہے:

لاخلاف ان کل ماهو من القراٰن یجب ان یکون متواترا فی اصله واجزاءه واما فی محله و وضعه وترتیبه فکذلك عند محققی اهل السنة للقطع بان العادة تقضی بالتواتر فی تفاصیل مثله لان هذا	اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ جوکچھ قرآن کاحصہ ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود اوراس کے تمام اجزاء متواتر ہوں، قرآنی حصہ کا محل، مقام اور ترتیب بھی اسی طرح متواتر ہونا اہلسنت کے محققین کے ہاں ضروری ہے کیونکہ اس معاملہ میں تفصیل عادتًا تواتر سے ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ

المعجز العظیم الذی ھو اصل الدین القویم والصراط المستقیم مماتتوفر الدواعی علی نقل جملہ وتفاصیلہ فمانقل اٰحاد اولم یتواتر یقطع بانہ لیس من القراٰن قطعا الخ[1]۔	یہ عظیم معجزہ جوکہ دین قویم اور صراط مستقیم کی بنیاد ہے اس کے اجمال وتفصیل کے دواعی وافر طور پر پائے جاتے ہیں، جواجزاء خبر واحد یا غیر متواتر طور پر ثابت ہوں ان کے قطعی طور پر قرآن ہونے کا یقین نہیں کیا جاسکتا الخ (ت)

اور اگر یہ مراد کہ جب روایت صحیح ہو، رد نہ کریں گے صرف اسی قدر پر پڑھنا جائز سمجھیں گے تو اوّلًا یہ بھی چاروں مذہب میں باطل جمہور محققین قراء ومحدثین وفقہاء واصولیین اس کے بطلان کے قائل،

اقول: کیف لا وانما الکلام فی قراءتہ قراٰنا وھی موقوفۃ علی ثبوت قراٰنیتہ الموقوف علی تواترھا والا فلاشك فی جواز قراءۃ الاحاد بل الشواذ للاحتجاج بھا فی حکم کخبر الواحد اولاستشھاد بھا علی مسئلۃ ادبیۃ مثلا اذا لم یعتقد قراٰنیتھا ولم یوھمھا والاحرم باجماع مسلمین کما نص علیہ فی غیث النفع عن ابی القاسم النویری فی شرح طیبۃ النشر عن الامام ابی عمر فی التمہید۔	**اقول:** یہ کیسے نہ ہو جبکہ بحث قرآن ہونے کے لحاظ سے قراءت میں ہے، قراءت بطور قرآن کا ثبوت اس کے قرآن ہونے پر اور قرآن ہونا موقوف ہے اس کے تواتر پر، ورنہ محض قراءت کا جواز تو احاد بلکہ شاذ سے بھی ثابت ہوجاتا ہے جبکہ اس سے کسی ادب کے بارے مسئلہ پر شاہد بنانا مقصود ہو بشرطیکہ اسے قرآن نہ سمجھا جائے اور نہ ہی اس سے قرآن ہونے کا وہم پیدا ہو، ورنہ قرآن ہونے کا اعتقاد کرنا تمام مسلمانوں کے اجماع پر حرام ہے جیسا کہ اس کی تصریح غیث النفع میں ابو القاسم نویری کے حوالہ سے کی ہے کہ انہوں نے طیبۃ النشر کی شرح میں امام ابوعمر کے حوالہ سے کہ انہوں نے تمہید میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

غیث النفع میں ہے:

مذھب الاصولیین وفقھاء المذاھب الاربعۃ والمحدثین والقراء ان التواتر شرط فی صحۃ القراءۃ ولاتثبت	اہل اصول، چاروں فقہاء کرام، محدثین اور قراء حضرات کا مذہب یہ ہے کہ قرآن کی قراءت کے طور پر متواتر ہونا ضروری ہے، اور محض صحیح سند سے ثابت ہونا

---

[1] الاتقان النوع الخامس والثلاثون فی آداب تلاوتہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۷۷

بالسند الصحیح غیرالمتواتر ولو وافقت رسم المصاحف العثمانیة والعربیة وقال الشیخ ابو محمد مکی القراء ۃ الصحیحة ماصح سندھا الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وساغ وجھھا فی العربیة ووافقت خط المصحف وتبعه علی ذلك بعض المتأخرین ومشی علیه ابن الجزری فی نشرہ وطیبته وھذا قول محدث لایعول علیه ویؤدی الٰی تسویة غیرالقراٰن بالقراٰن ولایقدح فی ثبوت التواتر اختلاف القراء فقد تواتر القراء ۃ عند قوم دون قوم[1] الخ	کافی نہیں ہے اگرچہ وہ الفاظ مصاحف عثمانیہ کے رسم الخط اور عربی کلام کے معیار پر کیوں نہ ہو، شیخ ابو محمد مکی نے فرمایا کہ قراءۃ صحیحہ وہ ہے کہ جس کی سند حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک صحیح ہو اور اس کا انداز عربی ہو اور قرآنی رسم الخط کے موافق ہو، اس کو بعض متاخرین نے معیار بنایا ہے اور ابن جزری نے بھی اپنی کتاب نشر اور طیبہ میں اس کی پیروی کی ہے حالانکہ یہ معیار نئی بات ہے اور اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس سے قرآن اور غیر قرآن مساوی ہو جائیں گے، تواتر کے ثبوت میں قراء حضرات کا آپس کا اختلاف مانع نہیں ہے کیونکہ ہر ایک تواتر سے قراءت کرتا ہے اگرچہ ہر ایک کا تواتر مختلف ہے الخ (ت)

اور بعض متاخرین کہ جائز رکھتے ہیں وہ بھی شہرت واستفاضہ وقبول قراء شرط کرتے ہیں، مجرد صحت روایت پر قناعت کسی معتمد فی الفن کا قول نہیں، خود امام ابن الجزری جنھوں نے نشر میں یہ ضابطہ باندھا کہ:

کل قراء ۃ وافقت العربیة ولوبوجه ووافقت احدی المصاحف العثمانیة ولواحتمالا وصح سندھا فھی القرأۃ الصحیحة[2]۔	ہر وہ قراءت جو کسی طرح عربی معیار، مصاحف عثمانیہ میں سے کسی سے موافق ہونے کا احتمال، اور اس کی سند صحیح ہو تو یہ قراءۃ صحیحہ ہے۔ (ت)

انہیں نے اس ضابطہ کی تشریح میں آپ ہی فرمایا:

اذا کانت القراء ۃ مماشاع وذاع وتلقاہ الائمة بالاسناد الصحیح اذ ھوالاصل الاعظم و الرکن الاقوم[3]۔	جب وہ قراءۃ مشہور و معروف ہو اور امت نے صحیح سند سے اس کو قبول کرلیا ہو، یہ اس لئے ضروری ہے کہ تلقی اُمت، رکن اعظم اور مضبوط بنیاد ہے (ت)

---

[1] غیث النفع فی القراءات السبع علی ھامش سراج القاری، فوائد تشدید الحاجۃ الخ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ص ۵، ۶

[2] الاتقان بحوالہ کتاب النشر لابن جزری النوع الثانی الخ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۷۵

[3] الاتقان بحوالہ کتاب النشر لابن جزری النوع الثانی الخ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۷۵

پھر فرمایا:

نعنی به ان یروی تلك القراء ۃ العدل الضابط عن مثله وھکذا حتی تنتھی و تکون مع ذلك مشھورۃ عند ائمة ھذا الشان[1]۔	ہماری مراد یہ ہے کہ اس قراءت کو عادل کامل ضبط شخص نے اپنے ہی جیسے سے آخر تک سلسلہ وار روایت کیا ہو اور اس کے باوجود وہ ایسے ہی عظیم شخصیات کے ہاں مشہور بھی ہو۔ (ت)

امام جلیل جلال سیوطی جنہوں نے یہاں کلام امام القراء کی تعریف کی اگرچہ اس کے بعد وہ کلام، مذکور سابق افادہ فرمایا جس نے اس کے مضمون کی تضعیف عــہ۱ کی:

اعنی لاخلاف ان کل ماھو من القراٰن یجب ان یکون متواترا[2] الٰی اخر مامر۔	یعنی جو بھی قرآن ہے اس کا متواتر ہونا واجب ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ (ت)

اس کلام کی تلخیص میں فرماتے ہیں:

اتقن الامام ابن الجزری ھذا الفصل جدا وقد تحرر لی منه ان القراء ات انواع الاول المتواتر الثانی المشھور وھو ماصح سندہ ولم یبلغ درجة التواتر و وافق العربیة والرسم واشتھر عند القراء و یقرؤ به علی عــہ ماذکر ابن الجزری الثالث الاٰحاد وھو ماصح سندہ وخالف الرسم او العربیة اولم یشتھر الاشتھار المذکور ولا یقرؤبه[3] اھ۔	امام ابن جزری نے اس بحث کو خوب مضبوط بنایا، مجھے ان کی بحث سے یہ واضح ہوا کہ قراء تیں کئی قسم ہیں، ایک متواتر، دوسری مشہور، یہ وہ ہے کہ جس کی سند صحیح ہو مگر درجہ تواتر کو نہ پہنچی ہو اور عربی قواعد اور رسم الخط کے موافق ہو، اور قراء حضرات کے ہاں مشہور ہو اور اس کی قراءت کی جاتی ہو، جیسا کہ ابن جزری نے ذکر کیا ہے، اور تیسری احاد ہے اور یہ وہ ہے کہ جس کی سند صحیح ہو لیکن عربی رسم الخط یا قواعد کے خلاف ہو اور مذکورہ شہرت کے معیار کو نہ پائے اور نہ ہی اس کی قراءت کی جاتی ہو اھ (ت)

عــہ۱ بلکہ یہاں بھی ایک لفظ سے اپنی براءت اس سے ظاہر فرمادی کما سیأتی ۱۲ منہ (م)

عــہ۲ ھذہ کلمة التبری ۱۲ منہ (م)

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن بحوالہ کتاب النشر النوع الثانی والثالث مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۷۶

[2] الاتقان فی علوم القرآن بحوالہ کتاب النشر النوع الثانی والثالث مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۷۷

[3]

امام ابن جزری نے اس بحث کو خوب مضبوط بنایا، مجھے ان کی بحث سے یہ واضح ہوا کہ قراء تیں کئی قسم ہیں، ایک متواتر، دوسری مشہور، یہ وہ ہے کہ جس کی سند صحیح ہو مگر درجہ تواتر کو نہ پہنچی ہو اور عربی قواعد اور رسم الخط کے موافق ہو، اور قراء حضرات کے ہاں مشہور ہو اور اس کی قراءت کی جاتی ہو، جیسا کہ ابن جزری نے ذکر کیا ہے، اور تیسری احاد ہے اور یہ وہ ہے کہ جس کی سند صحیح ہو لیکن عربی رسم الخط یا قواعد کے خلاف ہو اور مذکورہ شہرت کے معیار کو نہ پائے اور نہ ہی اس کی قراءت کی جاتی ہو اھ (ت)

ثانیًا اگر بالفرض یہ مسلم بھی ہو تو اس سے حاصل کتنا، جواز قراءت نہ بروجہ قرآنیت، یہ محض ایک امر زائد وخارج ہے جس سے نہ لزوم وضرورت ثابت ہوسکے نہ بحال ترک کسی عاقل کے نزدیک، حکم نقصان ختم کی راہ ملے،

اللھم الاعند مجنون نابذالعقول لایسمع ما یقال ولایدری مایقول۔	اے اللہ! مگر جو مجنون بے عقل ہو جو بات کو نہ سنے نہ سمجھے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ (ت)

بالجملہ یہاں تین چیزیں اثبات مبسلمین کتابت مصاحف، روایت منصوصہ۔

اول: تواولا بحث سے محض برکراں جس سے جزئیت سور درکنار، قرآنیت کا اثبات بھی ظاہر البطلان،

ثانیًا: روایات جہر واثبات، سب بیرون نماز کی حکایات، اس سے مطلق نماز یا خاص تراویح پر حکم ناقابل التفات۔

ثالثًا: بفرض باطل بطور مناظرہ، ادعائے نقصان ختم میں، یوں بھی کلام، کہ خلاف واثبات دونوں طور پر قرآن تمام۔

دوم: ثبوت قرآنیت پر ضرور دلیل مبین مگر حاشا جزئیت سور وجہر فی الصلوٰۃ سے علاقہ نہیں، نہ تکرر نزول تعدد آیات پر دلیل معقول، تو ایک بار پر اقتصار میں، نقصان ختم، کازعم مخذول۔

سوم کی دو۲ صورتیں ہیں: تواتر یا مجرد صحت، اور ہر ایک دربارہ جہر فی التراویح یا درباب جزئیت بسم اللہ شریف میں تواتر نص تو سرے سے دربارہ قرآنیت ہی نہیں تابجزئیت چہ رسد اور جہر مذکور وجزئیت سور میں نفس صحت معدوم، تابتواتر چہ کشد، خود قائلان جزئیت، مصرحان ظنیت اور نافیان ظنیت اور عندالتحقیق انتفائے قطعیت خود انتفائے جزئیت ولہذا اصحابہ وتابعین وجمہور ائمہ دین کو اس سے انکار اور قول جزئیت کے محدث ونوپیدا ہونے کا صاف اظہار، ہاں صرف دربارہ فاتحہ، بعض اخبار آحاد مذکور، کہ عندالمحققین مخالفت قاطع کے سبب مہجور اور مجرد صحت روایت پر اقتصار وقناعت باطل ومقہور، پھر علی التسلیم ان سے ثابت ہوگا تو وہ امر جدید جو دعوی مخالف کے عموم وخصوص دونوں کا مخالف ورَد شدید یعنی صرف جزئیت فاتحہ تو ہر سورت پر جہر کے لئے، یہ تعمیم سور کا رد ہوا اور فاتحہ کے ساتھ فرائض جہریہ میں اخفاء کس وجہ سے، اس نے تخصیص تراویح کو باطل کیا، یہ تو امور ثابتہ تھے ولو بوجہ جن میں مخالف کے لئے اصلاً سند نہ کوئی صورت کسی پہلو پر اس کی مستند اور یہیں سے واضح کہ مسئلے کو منصوصہ قطعیہ اجماعیہ غیر اجتہادیہ ماننا، مذہب کو اس میں دخل نہ جاننا، محض جہل مسترد، اب نہ رہا مگر یہ جاہلانہ زعم زاعم کہ جزئیت سور یا جہر فی التراویح مذہب عاصم، اور ان کی قراءت کے آخذ پر جہر واخفاء نماز میں ان کا اتباع لازم، اول ائمہ قراءت پر افترا وتہمت اور ثانی محض جہل وسفاہت مخالفت تصریح ائمہ حنفیت، غرض حفاظ حنفیّہ پر سرہر سورت پر جبر جہر، محض ظلم وقہر نہ شرع سے اس پر دلیل قائم بلکہ دلائل شرعیہ اصلیہ وفرعیہ ہمارے قول پر حاکم، ہمارے ہی قول کی ناصر، ودواعی مصالح شرعیہ ہمارے ہی قول کی طرف داعی وللہ الحمد والمنۃ والصلوٰۃ والسلام علی نبینا سید الانس والجنۃ وآلہ وصحبہ سادات الجنۃ۔ امین!

تذلیل

الحمدللہ آفتاب عالم تاب، حق وصواب بے نقاب وحجاب، شک وارتیاب جلوہ فرمائے منظر احباب ہوا اب کیاحاجت کہ حشویات زائدہ ولغویات بے فائدہ کے رد وابطال میں تضیع وقت کیجئے زید بے قید اپنی شدت جہالت و قوت سفاہت کے باعث خود اس قابل نہیں کہ اس کی بات قابل التفات ہو اس نے کوئی مطلب روشن علم پر تحریر نہ کیا، زورِ تناقض وشورِ تعارض نے جابجا اپناہی لکھا، خود رد کردیا، عناد واجتراو مکابرہ وافترا، سب وشتم علمائے کرام بیت اللہ الحرام کے ماورا، جو باتیں اصل مقصد میں لکھیں اپنے دونوں متبوعوں ہی کے کلام سے اخذ کیں، متبوعین میں گنگوہی صاحب نے طرفہ تماشا کیاکہ اول تواپنے پیشوا جناب قاری صاحب کاصاف رَد لکھا قاری صاحب نے فرمایا تھااس مسئلے میں مذہب کو کچھ دخل نہیں، گنگوہی صاحب فرماتے ہیں قبلہ یہ باطل مبین، دخل نہ ہونا کیا معنی صریح اجتہادیہ ہے حفص کامذہب جہر، امام اعظم کامذہب اخفاء ہے جس کی پیروی کیجئے درست وبجاہے، قاری صاحب، جہر فی الختم اگرچہ نماز میں ہو حفص کی روایت ہے، عاصم کی قراءت ہے منقول عن الرسول بروجہ صحت ہے، گنگوہی صاحب حضرت نہیں بلکہ حفص کی رائے ہے عقلی اجتہاد سے، ہاں مذہب سب بجاہیں، یوں حق ارشاد ہے، قاری صاحب یہ اُن امور سے جن میں نزاع کی گنجائش ہی نہیں یہاں تک کہ بدمذہب بھی خلاف سے کنارہ گزیں، گنگوہی صاحب قبلہ یہ لاف ہے صاف گزاف ہے، خود ائمہ سنت نزاع کررہے ہیں، خود امام اعظم کاصریح خلاف ہے، قاری صاحب یہاں چاروں مذہب میں صرف صحت روایت پر مدارکارہے، گنگوہی صاحب حضرت چاروں درکنار، خود اپنے مذہب میں اس سے انکار ہے، قاری صاحب جب مسئلہ بروایت صحیحہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول ہوچکاخلاف ابوحنیفہ باقی ہی کب رہا، اذا صح الحدیث فھو مذھبی (جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرامذہب ہے۔ت) قول احناف ہے، تو بعد صحت روایت خلاف وتخالف سے مطلع صاف ہے گنگوہی صاحب قبلہ یہ تو بداہۃً مردود، خلاف امام اعظم قطعًا موجود، قاری صاحب بعد صحت روایت کسی مذہب کی کیاحاجت یعنی کوئی خلاف کرے بھی تو کیا قابل سماعت، گنگوہی صاحب واہ حضرت سب حق وہدایت جس کی اقتداء کروا ہتداء کی بشارت، غرض اوّلًا قاری صاحب کے خیالات کارَدِ کلی فرماکر اخیر میں سارا دھڑا قاری صاحب کے سر دھرا، کہ یہ سب کچھ ہے مگر حافظوں پر وہی ضرور جو حضرت قبلہ قاری صاحب کو منظور، ملک خدائے غالب کا حکم، جناب قاری صاحب کا، جو ہر سورت پر جہر بسم اللہ نہ کرے گا ختم کامل کے ثواب سے محروم پھرے گا۔

اقول: ان سب خرافاتوں کا ردِ بالغ وطرز بازغ، توطرح طرح سے افادات میں گزرا، یہاں حضرت سے اوّلاً اتنا دریافت کرنا ہے کہ جب سب مذہب حق تھے سب کا اتباع ہدایت، سب کے اقتدا کی عام اجازت، تواب حفاظ پر خاص ایک ہی کا اتباع کیوں لازم وضرور ہوگیا، حفص کا خلاف توپہلے بھی معلوم ہی تھا اس وقت توآپ یہی فرمارہے تھے کہ اس میں عیب، نہ اس میں حرج، اب قاری صاحب کے فرمان میں کیا کسی تازہ وحی نے نزول کیا جس نے ایک حق کو ناحق، ایک ہدایت کو ضلالت، ایک جائز کو ناجائز کردیا۔

ثانیا: یہ آپ فتوٰی لکھ رہے ہیں یا کوئی اپنی خانگی پنچایت، قاری صاحب کا فرمان حدیث ہے یا آیت یا فقہی روایت، کون سی شرعی حجت،

ثالثًا" ثبوت تودیجئے کہ مذہب حفص تمام سور میں جزئیت بسامل تھا۔

رابعًا: پہلے اسی سے چلئے کہ امام حفص کو منصب اجتہاد حاصل تھا۔

خامسًا: مسئلہ اجتہادیہ ہے یا نہیں، اگر نہیں تو اپنے فتوٰی میں ذکر فرمان پانی پت تک جو کچھ لکھا سب پر پانی پھیر لیے اور اگرہاں تو آپ اجتہادیات میں امام اعظم ملت امام ائمہ امت کے مقلد ہیں یا مجتہد العصر پانی پت کے، باتباع ہوا تقلید امام کو آگ دکھانا، پانی پت کی خاک پر دھونی رمانا، کس نے مانا اور یوں بھی سہی توآپ کو اپنی ذات کا اختیار مسلم حنفیّہ کو اُن کے خلاف امام فتوی بتانا کیسا ستم، افسوس کہ آپ نے اول تو تقلید شخصی کو ایسا چھوڑا کہ سب مذہب بجاسب پر عمل روا، آخر میں پکڑا تو ایسا پکڑا کہ امام کا اتباع متروک ومہجور اور تقلید پانی پت کی پت رکھنی ضرور، اس شتر گربگی کی کیا سند، صُلت علی الاسد وبُلتُ عن النقد (شیر پر حملہ کیا اور بکری کے ڈر سے پیشاب آگیا۔ت)، خیر انہوں نے سب ڈھلی بگڑی، قاری صاحب پر ڈھال کر اُن کی ڈھال پکڑی۔

قاری صاحب کی سنئے تواُن سے بہت کچھ کہنا ہے:

یکم: وہ بھی کوئی سند نہ لاسکے، ایک کتاب کی عبارت بھی نہ دکھاسکے، اور عاقل جانتا ہے کہ محل فتوٰی میں ادعائے بے دلیل، ذلیل وعلیل۔

دوم: سند دکھانا کہاں کا خوب جانتے تھے کہ یہ جملے خلاف مذہب کہے، لہٰذا وہ راہ چلے کہ اتباع مذہب کا جھگڑا ہی نہ رہے، اتنی عمر آئی غیر مقلدوں سے معرض ہیں، ترک تقلید پر معترض ہیں، انہیں گمراہ ومفسد بتایا کرتے ہیں، تحریرًا وتقریرًا جلی کٹی سنایا کرتے ہیں، اب کہ اپنا اجتہاد گرمایا، وہ کچھ فرمایا کہ انہیں بھی شرمایا، بعد صحت روایت کسی مذہب کی کیاحاجت، عمل بالحدیث ہی طریق انصاف ہے، جب حدیث صحیح ہو پھر کیا خلاف ہے فھومذھبی (حدیث صحیح ہی میرا مذہب ہے۔ت) خود قول احناف ہے، زمانہ قراء زمانہ اجتہاد وعمل بالسنہ گزرا، تخصیص دلیل ہے کہ جب دور تقلید آیا عمل بالسنہ نے منہ چھپایا، حالانکہ تقلید ائمہ ہی عمل بالسنہ ہے اس کا خلاف صریح فتنہ ہے

ولاحول ولاقوۃ الاباللّٰہ العلی العظیم۔

سوم: **اذا صح الحدیث** توسن لیامگر صحت فقہی وصحت حدیثی میں فرق نہ کیا، خاص اس بات میں فقیر کارسالہ **الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی** مطالعہ کیجئے کہ مطلب کھلے، شک وریب کی ظلمت دھلے۔

چہارم: اگر تلقی والقائے بیرون نماز میں صحت روایت جہر مراد، چشم ماروشن دل ماشاد، اس سے تراویح پر حکم خرط القتاد، اور اگر خود مطلق نماز یاخاص تراویح میں روایت جہر کی صحت مقصود تو ممنوع ومردود، افادہ ۱۲ و ۴ یاد کیجئے اور خداانصاف دے **اذا صح الحدیث** سے اپنے عکس مراد کامژدہ لیجئے کہ حدیث صحیح ہمارے ہی ساتھ، اور خصوص تراویح میں توآپ یک دست خالی ہاتھ۔

پنجم: مذہب کو دخل نہ ہونے کی بھی ایک ہی کہی، مجرد کسی روایت صحیحہ کاوجود، مسئلے کو مجتہد فیہانہ رکھے یہ توبداہۃً مردود وکتب مع للہ خلافیہ دیکھئے ہزاروں مسائل اجتہادیہ ہیں ہرفریق یاایک ہی کے پاس ایک یاچند روایات صحیحہ موجود، ہاں نص قطعی مشہور متواتر دکھاسکتے کہ بسم اللہ ہر سورت کاجز ہے یاختم تراویح میں ہر سورت پراس کاجہر چاہئے تو یہ کہناٹھکانے سے ہوتاکہ مذہب مسائل اجتہادیہ میں ہوتاہے نہ ان منقولہ میں اور جب اس کی قدرت نہیں تو محض ربانی ادعاؤں سے مذہب حنفیّہ رَد ہوجائے حاشایہ ہوس ہی ہوس ہے۔

ششم: جزئیت جمیع سور میں اختلاف ائمہ قراءت آپ نے کہیں دیکھا یامحض طبعی جودت، افادہ ۴ ملاحظہ ہوکہ ماورائے فاتحہ میں قول جزئیت حادث وبے اصل ہے، افادہ ۵ معلوم ہوکہ سورہ بقرہ سے سورہ ناس تک بسم اللہ باتفاق قراء سورت سے خارج امارت فصل ہے۔

ہفتم: ایک سوچودہ آیتوں کی کمی کس حساب سے جمی، قرآن عظیم میں کل سورتیں اسی قدرہیں اور براءت میں بالاجماع بسم اللہ نہیں توبسامل اوائل ایک سوتیرہ ہی رہیں۔ حفاظ بالاتفاق ایک بارجہر کے عامل، توآپ کے طورپر بھی صرف ایک سوبارہ ہی کانقصان حاصل، چودہ کس گھر سے آئیں، کیاحفدوخلع بھی دوسورتیں شمارفرمائیں، بالفرض کوئی جاہل حافظ مطلقًاتارک جہر ہی سہی تاہم کیابراءت مستثنٰی ہوکر بھی گنتی چودہ کی چودہ ہی رہی، اس سے توزید بیچارہ آپ کامقلد ہی اچھارہاجس نے کہیں کہیں اپنے خیال سے تیرہ کہا۔

ہشتم: یہ تواہل اہواگمراہان باطغوی کی خوب ہی حمایتیں فرمائیں، قراءت امر منقول ہے نہ اجتہادی لہٰذااس میں کسی بدمذہب کاخلاف نہیں، سبحان اللہ مگرگمراہوں کاخلاف فروعات ظنیہ اجتہادیہ سے مخصوص یاوہ اشقیاء صراحۃً بداہۃً منکر صدہا قواطع ونصوص **ویحك یامقری کانك لاتدری ماعلی لسانك یجری فان کنت لاتدری** الخ (افسوس ہے اے استاذ! معلوم ہوتاہے تجھے سمجھ نہیں جوتیری زبان پر جاری ہے، پس اگرتوسمجھ نہیں رکھتاالخ۔ت)

نہم: قراءت میں اہل ہوا کا خلاف نہ ماننا بھی عجب بے خبری ہے یا کوتاہ نظری، خلاف کی دو صورتیں ہیں ہمارے ائمہ کی کسی قراءت پر طاعن و منکر ہوں یا کہیں اپنی نئی گھڑت کے مظہر، اہل ہوا خذلہم اللہ تعالٰی دونوں راہ چل چکے، سردست تحفہ اثنا عشریہ ہی کا تحفہ کافی جسے ہر فارسی خواں بھی سمجھ سکے، باب دوم مکائد روافض قتلہم اللہ تعالٰی میں فرماتے ہیں:

کید سیز دہم آنست کہ گویند عثمان ابن عفان بلکہ ابوبکر و عمر نیز رضی اللہ تعالٰی عنہم قرآن را تحریف کردند و آیات فضائل اہلبیت اسقاط نمودند ازاں جملہ وجعلنا علیا صھرک کہ در الم نشرح بود [1]"۔ ملخصًا	تیرھواں مکر یہ ہے کہ کہتے ہیں عثمان ابن عفان بلکہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم نے قرآن میں تحریف کردی ہے، اور انہوں نے فضائل اہل بیت کی آیات کو ساقط کردیا ہے اور ان میں سے ایک "الم نشرح" میں یہ آیت تھی کہ علی کو ہم نے تیرا داماد بنایا ہے۔ (ت)

ایک سنی نے اس پر ظرافۃً کہا ہاں اس کے بعد ایک آیت اور تھی وہ رافضیوں نے گھٹادی یعنی وعلی الروافض قھرک (رافضیوں پر تیرا قہر ہے۔ ت) تتمہ باب چہارم میں اُن اشقیا کا زعم نقل کیا:

"صحابہ بجائے من المرافق الی المرافق ساختند وبجائے ائمۃ ھی ازکی من ائمتکم، امۃ ھی اربی من امۃ نوشتند وعلٰی ہذا القیاس"[2]	صحابہ نے من المرافق کی بجائے الی المرافق کردیا اور ائمۃ ھی ازکی من ائمتکم کی بجائے امۃ ھی اربی من امۃ کردیا (یعنی تمہارے اماموں سے زیادہ پاکیزہ امام" کی جگہ "امت یہ دوسری امت سے بڑی" کردیا) علٰی ہذا القیاس۔ (ت)

شرح حدیث الثقلین میں ذکر کیا کلینی رافضی نے کافی میں کہ روافض کے نزدیک اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے روایت کی کسی نے امام جعفر صادق کے حضور قرآن کے کچھ لفظ ایسے پڑھے کہ لوگوں کی قراءت میں نہ تھے امام نے فرمایا کیا ہے ان الفاظ کو نہ پڑھ جیسا لوگ پڑھ رہے ہیں اسی طرح پڑھ، یہاں تک کہ مہدی آکر قرآن کو ٹھیک ٹھیک پڑھیں[3]۔ اسی میں روایت ہے امام زین العابدین نے یہ آیت یوں پڑھی: وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی ولا محدث (نہ بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہ نبی نہ محدث جس سے فرشتے باتیں کریں) اور فرمایا مولٰی علی محدث تھے[4]۔ اسی میں روایت ہے امام جعفر صادق نے فرمایا: امۃ ھی اربی من

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ فصل دوم از باب دوم کید سیز دہم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۸

[2] تحفہ اثنا عشریہ تتمۃ الباب در دلائل شیعہ باب چہارم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۳۰

[3] تحفہ اثنا عشریہ تتمۃ الباب در دلائل شیعہ باب چہارم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۳۰

[4] تحفہ اثنا عشریہ تتمۃ الباب در دلائل شیعہ باب چہارم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۳۰

امۃ (یہ اُمت دوسری امت سے بڑی۔ ت) کلام اللہ نہیں اس میں تحریف ہوئی اللہ تعالٰی نے یوں اتارا تھا **ائمۃ ھی ازکی من ائمتکم**[1] (یہ ائمہ تمہارے ائمہ سے زیادہ پاکیزہ۔ ت) یہیں شاہ صاحب نے ان ملاعنہ کازعم نقل فرمایا کہ:

لفظ ویلک قبل از لاتحزن ان اللہ معنا نیز ساقط کردہ اند ولفظ عن ولایۃ علی بعدازیں آیت وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ ویملکہ بنوامیۃ بعد خیر من الف شھر وبعلی بن ابی طالب بعد وکفی اللہ المؤمنین القتال واٰل محمد ازیں لفظ وسیعلم الذین ظلموا، اٰل محمد منقلب ینقلبون ولفظ علی بعد از ولکل قوم ھاد، وذکر کل ذلك ابن شھر اٰشوب المازندرانی فی کتاب المثالب لہ وعلی ھذا القیاس کلمات بسیار وآیات بے شمار راکردہ اند[2] ۔ ملخصًا	"نہ ڈر اللہ تعالٰی ہمارے ساتھ ہے" سے پہلے لفظ "ویلک" (تجھے ہلاکت ہو) ساقط کردیا۔ "ان کو کھڑا کرو ان سے سوال کیا جائے گا" کے بعد "عن ولایۃ علی" (علی کی ولایت کے بارے میں) ساقط کردیا۔ "اور بنوامیہ بادشاہ نہیں بنیں گے" کو "خیر من الف شھر" (ہزار مہینوں سے بہتر) کے بعد بڑھادیا ہے اور "کفی اللہ المؤمنین القتال" کے بعد "بعلی بن ابی طالب" بڑھایا، یعنی "اللہ تعالٰی مومنوں کو جنگ میں کافی" کے بعد رافضیوں نے "علی کی وجہ سے" بڑھادیا۔ اور "سیعلم الذین ظلموا کے بعد "اٰل محمد" کالفظ انہوں نے بڑھادیا، یعنی "عنقریب اللہ تعالٰی اپنے علم کو ظالموں کے بارے میں ظاہر فرمائے گا" کے بعد "آل محمد پر ظلم کرنے والے" بڑھادیا۔ اور "ہر قوم کے لئے ہادی" کے بعد لفظ "علی" بڑھادیا۔ یہ سب کچھ ابن شہر آشوب المازندرانی نے اپنی کتاب "المثالب" میں ذکر کیا، اور اسی طرح انہوں نے بہت سے کلمات اور بہت سی آیات بڑھادیں۔ (ت)

نیز کلینی نے امام جعفر صادق سے روایت کی انہوں نے **امۃ ھی اربی** کی جگہ **ائمۃ ھی ازکی** پڑھا۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کی میں آپ پر قربان جاؤں کیا ائمۃ ہے، فرمایا ہاں خدا کی قسم، میں نے کہا لوگ تو اربی پڑھتے ہیں، حقارت سے ہاتھ جھٹک کر فرمایا اربی کیا۔[3]

دہم: آپ کے زعم میں بسم اللہ شریف کا جزءِ ہر سورت ہونا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایۃً صحیح ہوچکا

---

[1] تحفہ اثناعشریہ تتمۃ الباب در دلائل شیعہ از باب چہارم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۳۰

[2] تحفہ اثناعشریہ تتمۃ الباب در دلائل شیعہ از باب چہارم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۳۱

[3] تحفہ اثناعشریہ تتمۃ الباب در دلائل شیعہ از باب چہارم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۳۲

اور آپ تصریح کرتے ہیں کہ باتفاق مذاہب اربعہ یہاں صرف صحت روایت پر مدار ہے، ائمہ حنفیّہ کا حال تو افادہ ۸ میں ظاہر ہولیا کہ انہوں نے کیونکر آپ کے اس مدار کا دمار نکالا، مالکیہ سے پوچھئے وہ کیا فرماتے ہیں، ہمارے یہاں تو باوصف جہر سور اخفا ہی کا حکم تھا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب مشہور یہ کہ فرضوں میں بسم اللہ ہر گز پڑھے ہی نہیں، نہ آواز سے نہ آہستہ، روایت اباحت ضعیف ہے، پڑھے گا تو نماز مکروہ ہوگی، ہاں نفلوں میں اختیار ہے کیا انہیں اپنے شہر مبارک مدینہ طیبہ کے امام قراءت حضرت نافع کا حال معلوم نہ تھا کہ بروایت قالون بسم اللہ پڑھتے ہیں، علامہ زرقانی مالکی شرح موطائے امام مالک میں فرماتے ہیں:

المشہور من مذہب مالك کراھتہا فی الفرض[1]۔	امام مالک رحمہ اللہ تعالٰی کا مشہور مذہب یہ ہے کہ فرضوں میں یہ مکروہ ہے۔(ت)

مقدمہ عشماویہ علامہ عبدالباری منوفی رفاعی مالکی میں ہے:

المشہور فی البسملۃ والتعوذ الکراھۃ فی الفریضۃ دون النافلۃ وعن مالك القول بالاباحۃ[2]۔	بسم اللہ اور اعوذ باللہ کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کا پڑھنا فرضوں میں مکروہ ہے نفلوں میں مکروہ نہیں، اور امام مالک سے ایک قول میں مباح ہے۔(ت)

عمدۃ القاری میں ہے:

قال ابوعمر قال مالك لاتقرؤالبسملۃ فی الفرض سرا ولاجھرا وفی النافلۃ ان شاء فعل وان شاء ترک[3]۔	ابوعمر نے کہا کہ امام مالک نے فرمایا بسم اللہ کو فرضوں میں نہ بلند آواز سے پڑھو نہ پست آواز سے، اور نفلوں میں پڑھنے نہ پڑھنے کا اختیار ہے۔(ت)

ذرا اس تفریق کو بھی اپنے مدار سے تطبیق دیجئے۔

یازدہم تاشانزدہم: تقریر شریف میں یہ فقرات عجیب ہیں کہ ۱ زمانہ قراء سبعہ زمانہ اجتہاد تھا ۲ زمانہ تابعین تھا، ۳ ائمہ مذہب تا زمانہ قراء محتاج الیہ ومحصور نہ تھے بلکہ ۴ بعد قراء کے تھے ۵ قراء کا مذہب پوچھنا عبث ہے، ان فقرات کو مقصود میں بھی کچھ دخل ہے یا برائے بیت ہیں جب آپ کے نزدیک اس مسئلے میں مذہب کو اصلاً دخل ہی نہیں تو زمانہ قراء زمانہ اجتہاد ہو یا عصر تقلید، عہد تابعین ہو یا وقت جدید، ائمہ مذہب اس وقت

---

[1] شرح الزرقانی علی المؤطا

[2] المقدمۃ فی الفروع المالکیۃ للعشماوی

[3] عمدۃ القاری شرح بخاری باب مایقول بعد التکبیر حدیث ۱۳۱ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۸۴/۵

محتاج الیہم ہوں یا بیکار، معدودے چند ہوں یا بے شمار، قراء سے سابق ہوں یا لاحق، قاری مجتہد ہوں یا مقلد، ان امور سے علاقہ ہی کیا رہا، اور ان کے خلاف بھی مانئے تو تفاوت کیا، فتوائے سامی میں اس سے پہلے تین چار سطر کی تقریر اسی کے متعلق کہ زمانہ تبع تابعین و محدثین تک چار ہیں حصر مذاہب نہ تھا مجتہدین بکثرت تھے، جب اور مذہب مندرس ہوگئے مذہب اہل حق ان چار میں محصور ہوگیا، اور بھی ہے کہ وہ بھی محل سے یوں ہی بیگانہ واجنبی ہے۔

ہفدہم: ثبوت دیجئے کہ قراء سبعہ سب مجتہد مطلق تھے اگر مجتہد فی المذہب بھی ہوئے تو مذہب پوچھنا کیوں حماقت ہونے لگا۔

ہیجدہم: اس زمانہ میں عدم حصر و کثرت مجتہدین مسلم مگر کیا اس وقت کا ہر فرد بشر یا ہر عالم اگرچہ کسی فن کا ہو فقیہ و مجتہد تھا اس کا تو زعم نہ کرے گا مگر سخت احمق جاہل، یا انتساب گو عام نہ تھا اس کا بھی مدعی نہ ہوگا مگر بے خبر غافل، کیا امام ابو یوسف و امام محمد وغیرہا حنفیہ اور امام اشہب و امام قاسم وغیرہما مالکیہ میں معدود نہیں (کتب طبقات ملاحظہ ہوں) اور جب یقینا قطعًا تقلید بھی تھی اختصاص بھی تھا تو اس وقت کے قاریوں کا مذہب پوچھنا کیوں حمق ہوا۔

نوزدہم: در فن تاریخ ہم کمالے دارند (فن تاریخ میں بھی کمال رکھتے ہیں۔ت) ائمہ مذہب بعد قراء کے تھے، شہب جانے دیجئے، بدور ہی میں کلام کیجئے، سات میں چار ہمارے امام سے وفاۃً متاخر ہیں، امام ابو عمرو بن العلاء بصری نے ۱۵۴ھ یا ۱۵۵ھ، امام حمزہ زیات نے ۱۵۴ یا ۱۵۶ یا ۱۵۸ھ، امام نافع مدنی نے ۱۶۹ھ، امام علی کسائی نے ۱۸۹ھ، امام الائمہ ابو حنیفہ نے ۱۵۰ھ میں انتقال فرمایا رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، اور یہ امام کسائی تو ہمارے امام سے چالیس پچاس برس چھوٹے ہیں، امام کی ولادت ۸۰ یا ۷۰ھ عــه میں ہے اور ان کی ۱۱۹ھ میں۔ یہ ہمارے امام کے صاحب صغیر سیدنا امام محمد کے اقران سے ہیں، دونوں صاحبوں نے ایک ہی سال انتقال فرمایا جس پر خلیفہ ہارون رشید نے کہا تھا میں نے رَے میں فقہ وادب دونوں دفن کردیئے۔ اب کون جاہل کہے گا کہ امام اعظم امام محمد کے بعد ہوئے۔

بستم: ائمہ مذہب محتاج الیہ و محصور نہ تھے یہ خاص ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی نسبت فرمایا یا مطلق، اول تو بداہۃً عقل سے عاطل، چار کبھی بھی نا محصور نہیں ہو سکتے اور ثانی اس سے بڑھ کر شنیع و باطل، زمانہ صحابہ سے آج تک کوئی وقت ایسا نہیں نہ گزرا کہ ائمہ کی طرف احتیاج نہ ہو، ہر زمانے میں مقلدین کا عدد مجتہدین سے بدرجہا زائد رہا ہے

عــه بلکہ ایک قول میں ولادت امام ۶۱ھ ہے کما فی وفیات الاعیان (جیساکہ وفیات الاعیان میں ہے۔ت) یوں تقریبًا ۶۰ برس چھوٹے ہوں گے ۱۲ (م)

توائمہ سے بے نیازی کیونکر ممکن بلکہ علما کی طرف حاجت توجنت میں بھی ہوگی حالانکہ وہاں احکام تکلیفی نہیں، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اھل الجنۃ یحتاجون الی العلماء فی الجنۃ وذلك انھم یزورون اللہ تعالٰی فی کل جمعۃ فیقول لھم تمنوا علی ماشئتم فیلتفتون الی العلماء فیقولون ماذا نتمنی فیقولون تمنوا علیہ کذا وکذا فھم یحتاجون الیھم فی الجنۃ کما یحتاجون الیھم فی الدنیا[1]۔ رواہ ابن عساکر عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنھما اللھم انی اسألك بعلماء امۃ حبیبك محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ترحمنا بھم فی الدنیا والاٰخرۃ وترزقنا بجاھھم عندك العلم النافع والقلب الخاشع والعفو والعافیۃ والمغفرۃ وصل وسلم وبارك علی سیدنا ومولانا محمد واٰلہٖ وصحبہ اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔[2]	بے شک اہل جنت، جنت میں علماء کے محتاج ہوں گے یوں کہ ہر جمعہ کو انہیں اللہ تعالٰی کادیدار نصیب ہوگا، مولٰی سبحانہ وتعالٰی فرمائے گا جوجی میں آئے مجھ سے مانگو (اب جنت سے مکان میں جاکر کون سی حاجت باقی ہے کچھ سمجھ میں نہ آئے گا کہ کیامانگیں) علما کی طرف منہ کرکے کہیں گے ہم کیاتمنا کریں، وہ فرمائیں گے اپنے رب سے یہ مانگو، تولوگ جنت میں بھی علماکے محتاج ہوں گے، اس کو ابن عساکر نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ذکر کیا۔ اے اللہ! میں تجھ سے تیرے حبیب پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علماء کے وسیلے سے دعا کرتاہوں کہ توہم پر ان کے وسیلے سے دنیاوآخرت میں رحم فرمااور ان کو جوعزت وکرامت تیرے ہاں حاصل ہے اس کی برکت سے ہمیں نافع علم، خشوع والا دل، معافی، عافیت اور مغفرت عنایت فرما اور درودوسلام اوربرکت ہمارے آقا ومولٰی محمد اور ان کی آل اور صحابہ پر فرما، آمین والحمدللہ رب العالمین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] الجامع الصغیر بحوالہ ابن عساکر حدیث ۲۲۳۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۳۵ و۱۳۶

[2] تہذیب تاریخ ابن عساکر زیر عنوان صفوان ثقفی داراحیاء التراث العربی بیروت ۶/۴۳۷، مختصر تاریخ ابن عساکر زیر عنوان صفوان ثقفی مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۱/۹۹

مآخذ ومراجع

ا

	نام	مصنف	سن وفات ہجری
۱۔	الاجزاء فی الحدیث	عبدالرحمٰن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالنحاس	۴۱۶
۲۔	الاجناس فی الفروع	ابوالعباس احمد بن محمد الناطفی الحنفی	۴۴۶
۳۔	الاختیار شرح المختار	عبداللہ بن محمود (بن مودود) الحنفی	۶۸۳
۴۔	الادب المفرد للبخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۔	ارشاد الساری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳
۶۔	ارشاد العقل السلیم	ابوسعود محمد بن محمد العمادی	۹۵۱
۷۔	الارکان الاربع	مولانا عبدالعلی بحر العلوم	۱۲۲۵
۸۔	الاشباہ والنظائر	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۹۷۰
۹۔	اشعۃ اللمعات	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۰۔	اصول البزدوی	علی بن محمد البزدوی	۴۸۲
۱۱۔	الاصلاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۲۔	آکام المرجان فی احکام الجان	قاضی بدرالدین محمد بن عبداللہ الشبلی	۷۶۹
۱۳۔	انفع الوسائل	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی الطرسوسی الحنفی	۷۵۸
۱۴۔	امداد الفتاح	حسن بن عمار الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵۔	انوار الائمۃ الشافعیہ	امام یوسف الاردبیلی الشافعی	۷۹۹
۱۶۔	الایضاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۷۔	امالی فی الحدیث	عبدالملک بن محمد بن محمد بشران	۴۳۲
۱۸۔	الایجاز فی الحدیث	احمد بن محمد المعروف بابن السنی	۳۶۴
۱۹۔	القاب الرواۃ	احمد بن عبدالرحمٰن الشیرازی	۴۰۷

ب

۲۰۔	بدائع الصنائع	علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی	۵۸۷
۲۱۔	البدایۃ (بدایۃ المبتدی)	علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۲۲۔	البحر الرائق	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۹۷۰
۲۳۔	البرہان شرح مواہب الرحمان	ابراہیم بن موسٰی الطرابلسی	۹۲۲
۲۴۔	بستان العارفین	فقیہ ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۲
۲۵۔	البسیط فی الفروع	حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۶۔	البنایۃ شرح الہدایۃ	امام بدر الدین ابومحمد العینی	۸۵۵

ت

۲۷۔	تاج العروس	سید محمد مرتضٰی الزبیدی	۱۲۰۵
۲۸۔	تاریخ ابن عساکر	علی بن الحسن الدمشقی بابن عساکر	۵۷۱
۲۹۔	تاریخ البخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۳۰۔	التجنیس والمزید	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۳۱۔	تحریر الاصول	کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن الہمام	۸۶۱
۳۲۔	تحفۃ الفقہاء	امام علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی	۵۴۰
۳۳۔	تحقیق الحسامی	عبدالعزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۳۴۔	الترجیح والتصحیح علی القدوری	علامہ قاسم بن قطلوبغا الحنفی	۸۷۹
۳۵۔	التعریفات لسیّد شریف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۳۶۔	تفسیر ابن جریر (جامع البیان)	محمد بن جریر الطبری	۳۱۰
۳۷۔	تفسیر البیضاوی	عبداللہ بن عمر البیضاوی	۶۹۱
۳۸۔	تفسیر الجلالین	علامہ جلال الدین المحلی وجلال الدین السیوطی	۸_۹۱۱
۳۹۔	تفسیر الجمل	سلیمان بن عمر العجیلی الشہیر بالجمل	۱۲۰۴
۴۰۔	تفسیر القرطبی	ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی	۶۷۱
۴۱۔	التفسیر الکبیر	امام فخر الدین الرازی	۲۶

۴۲۔	التفسیر لنیشابوری	نظام الدین الحسن بن محمد بن حسین النیشاپوری	۷۲۸
۴۳۔	تقریب القریب	ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۹۱۱
۴۴۔	التقریر والتحبیر	محمد بن محمد ابن امیر الحاج الحلبی	۸۷۹
۴۵۔	التیسیر للمناوی	عبدالرؤف المناوی	۱۰۳۱
۴۶۔	تبیین الحقائق	فخرالدین عثمان بن علی الزیلعی	۷۴۳
۴۷۔	تقریب التہذیب	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۴۸۔	تنویر المقیاس	ابوطاہر محمد بن یعقوب الفیروزآبادی	۸۱۷
۴۹۔	تنویر الابصار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد التمرتاشی	۱۰۰۴
۵۰۔	تعظیم الصّلوٰۃ	محمد بن نصر المروزی	۲۹۴
۵۱۔	تاریخ بغداد	ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	۴۶۳
۵۲۔	التوشیح فی شرح الھدایۃ	عمر بن اسحٰق السراج الہندی	۷۷۳

ج

۵۳۔	جامع الترمذی	ابوعیسٰی محمد بن عیسٰی الترمذی	۲۷۹
۵۴۔	جامع الرموز	شمس الدین محمد الخراسانی	۹۶۲
۵۵۔	الجامع الصحیح للبخاری	امام محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۶۔	الجامع الصغیر فی الفقہ	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۵۷۔	الجامع الصحیح للمسلم	مسلم بن حجاج القشیری	۲۶۱
۵۸۔	جامع الفقہ (جوامع الفقہ)	ابونصر احمد بن محمد العتابی	۵۸۶
۵۹۔	جامع الفصولین	شیخ بدرالدین محمود بن اسرائیل بابن قاضی	۸۲۳
۶۰۔	الجامع الکبیر	ابی الحسن عبیداللہ بن حسین الکرخی	۳۴۰
۶۱۔	جواہر الاخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخلاطی	۰
۶۲۔	الجواہر الزکیۃ	احمد بن ترکی بن احمد المالکی	۹۸۹
۶۳۔	جواہر الفتاوٰی	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المفاخر	۵۶۵
۶۴۔	الجوہرۃ النیّرۃ	ابوبکر بن علی بن محمد الحدّاد الیمنی	۸۰۰
۶۵۔	الجرح والتعدیل فی رجال الحدیث	یحیٰی بن معین البغدادی	۲۳۳
۶۶۔	الجامع الصغیر فی الحدیث	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱

ح

۶۷۔	حاشیۃ علی الدرر	محمد بن مصطفٰی ابو سعید الخادمی	۱۱۷۶
۶۸۔	حاشیۃ ابن شلبی علی التبیین	احمد بن محمد الشلبی	۱۰۲۱
۶۹۔	حاشیۃ علی الدرر	عبدالحلیم بن محمد الرومی	۱۰۱۳
۷۰۔	حاشیۃ علی الدرر لملا خسرو	قاضی محمد بن فراموز ملّا خسرو	۸۸۵
۷۱۔	حاشیۃ علی المقدمۃ العشماویۃ	علّامہ سفطی	۰
۷۲۔	الحاشیۃ لسعدی آفندی	سعد اللہ بن عیسٰی الآفندی	۹۴۵
۷۳۔	الحدیقۃ الندیۃ شرح طریقہ محمدیۃ	عبدالغنی النابلسی	۱۱۴۳
۷۴۔	الحاوی القدسی	قاضی جمال الدین احمد بن محمد نوح القابسی الحنفی	۶۰۰
۷۵۔	حصر المسائل فی الفروع	امام ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی	۳۷۲
۷۶۔	حلیۃ الاولیاء	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبحانی	۴۳۰
۷۷۔	حلیۃ المجلّی	محمد بن محمد ابن امیر الحاج	۸۷۹

خ

۷۸۔	خزانۃ الروایات	قاضی جکن الحنفی	
۷۹۔	خزانۃ الفتاوٰی	طاہر بن احمد عبدالرشید البخاری	۵۴۲
۸۰۔	خزانۃ المفتین	حسین بن محمد السمعانی السمیقانی	۷۴۰ کے بعد
۸۱۔	خلاصۃ الدلائل	حسام الدین علی بن احمد المکی الرازی	۵۹۸
۸۲۔	خلاصۃ الفتاوٰی	طاہر بن احمد عبدالرشید البخاری	۵۴۲
۸۳۔	خیرات الحسان	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳

د

۸۴۔	الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۸۵۔	الدرر (درر الحکام)	قاضی محمد بن فراموز ملّا خسرو	۸۸۵
۸۶۔	الدر المختار	علاء الدین الحصکفی	۱۰۸۸
۸۷۔	الدر النثیر	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی	۹۱۱

ذ

۸۸۔	ذخیرۃ العقبٰی	یوسف بن جنید الجلبی (چلپی)	۹۰۵
۸۹۔	ذخیرۃ الفتاوٰی	برہان الدین محمود بن احمد	۶۱۶
۹۰۔	ذم الغیبۃ	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱

ر

۹۱۔	الرحمانیۃ		
۹۲۔	ردالمحتار	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۹۳۔	رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ	ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن الدمشقی	۷۸۱
۹۴۔	رغائب القرآن	ابومروان عبدالملک بن حبیب السلمی (القرطبی)	۲۳۹
۹۵۔	رفع الغشاء فی وقت العصر والعشاء	شیخ زین الدین بابن نجیم	۹۷۰
۹۶۔	ردعلی الجھمیۃ	عثمان بن سعید الدارمی	۲۸۰

ز

۹۷۔	زادالفقہاء	شیخ الاسلام محمد بن احمد الاسبیجابی المتوفی اواخر القرن السادس	
۹۸۔	زادالفقیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام	۸۶۱
۹۹۔	زواہر الجواہر	محمد بن محمد التمرتاشی	تقریباً ۱۰۱۶
۱۰۰۔	زیادات	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹

س

۱۰۱۔	السراج الوہاج	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	۸۰۰
۱۰۲۔	السنن لابن ماجۃ	ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ	۲۷۳
۱۰۳۔	السنن لابن منصور	سعید بن منصور الخراسانی	۲۷۳
۱۰۴۔	السنن لابی داؤد	ابوداؤد سلیمان بن اشعث	۲۷۵
۱۰۵۔	السنن للنسائی	ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی	۳۰۳
۱۰۶۔	السنن للبیہقی	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸

۱۰۷۔	السنن للدارقطنی	علی عمر الدار قطنی	۳۸۵
۱۰۸۔	السنن للدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی	۲۵۵

ش

۱۰۹۔	الشافی	شمس الائمۃ عبداللہ بن محمود الکردری	
۱۱۰۔	شرح الاربعین للنووی	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۱۱۱۔	شرح الاربعین للنووی	ابراہیم ابن عطیّہ المالکی	۱۱۰۶
۱۱۲۔	شرح الاربعین للنووی	علّامہ احمد بن الحجازی	۹۷۸
۱۱۳۔	شرح الاشباہ والنظائر	ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد ابن البیری	۱۰۹۹
۱۱۴۔	شرح الجامع الصغیر	امام قاضی خان حسین بن منصور	۵۹۲
۱۱۵۔	شرح الدرر	شیخ اسمٰعیل بن عبدالغنی النابلسی	۱۰۶۲
۱۱۶۔	شرح سفر السعادۃ	شیخ عبدالحق المحدّث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۱۷۔	شرح السنۃ	حسین بن منصور البغوی	۵۱۶
۱۱۸۔	شرح شرعۃ الاسلام	یعقوب بن سیدی علی زادہ	۹۳۱
۱۱۹۔	شرح مختصر الطحاوی للاسبیجابی	ابونصر احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۱۲۰۔	شرح الغریبین		
۱۲۱۔	شرح المسلم للنووی	شیخ ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۱۲۲۔	شرح معانی الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی	۳۲۱
۱۲۳۔	شرح المنظومۃ لابن وہبان	عبدالبر بن محمد ابن شحنۃ	۹۲۱
۱۲۴۔	شرح المنظومۃ فی رسم المفتی	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۲۵۔	شرح المنیۃ الصغیر	شیخ محمد ابراہیم الحلبی	۹۵۶
۱۲۶۔	شرح مواہب اللدنیۃ	علامۃ محمد بن عبدالباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۷۔	شرح مؤطا امام مالک	علامۃ محمد بن عبدالباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۸۔	شرح المہذب للنووی	شیخ ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۱۲۹۔	شرح النقایۃ	مولانا عبدالعلی البرجندی	۹۳۲
۱۳۰۔	شرح الوقایۃ	صدرالشریعۃ عبیداللہ بن مسعود	۷۴۷

۱۳۱۔	شرح الهداية	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنة	۸۹۰
۱۳۲۔	شرعة الاسلام	امام الاسلام محمد بن ابی بکر	۵۷۳
۱۳۳۔	شعب الایمان	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸
۱۳۴۔	شرح الجامع الصغیر	احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۱۳۵۔	شرح الجامع الصغیر	عمر بن عبدالعزیز الحنفی	۵۳۶
ص			
۱۳۶۔	صحاح الجوہری	اسمٰعیل بن حماد الجوہری	۳۹۳
۱۳۷۔	صحیح ابن حبان	محمد بن حبان	۳۵۴
۱۳۸۔	صحیح ابن خزیمة	محمد بن اسحاق ابن خزیمة	۳۱۱
۱۳۹۔	الصراح	ابوفضل محمد بن عمر بن خالد القرشی	تقریباً ۶۹۰
ط			
۱۴۰۔	الطحطاوی علی الدر	سیّد احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۱۴۱۔	الطحطاوی علی المراقی	سیّد احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۱۴۲۔	الطریقة المحمدیة	محمد بن بیر علی المروف بیرکلی	۹۸۱
۱۴۳۔	طلبة الطلبة	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	۵۳۷
ع			
۱۴۴۔	عمدة القاری	علامہ بدرالدین ابی محمد محمود بن احمد العینی	۸۵۵
۱۴۵۔	العنایة	اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی	۷۸۶
۱۴۶۔	عنایة القاضی	شہاب الدین الخفاجی	۱۰۶۹
۱۴۷۔	عیون المسائل	ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۸
۱۴۸۔	عقود الدریّة	محمد امین ابن عابدین لشامی	۱۲۵۲
۱۴۹۔	عدّة	کمال الدین محمد بن احمد الشہیر بطاشکبری	۱۰۳۰
۱۵۰۔			

غ

۱۵۱۔	غایۃ البیان	شیخ قوام الدین امیر کاتب ابن امیر الاتقانی	۷۵۸
۱۵۲۔	غرر الاحکام	قاضی محمد بن فراموز مّلا خسرو	۸۸۵
۱۵۳۔	غریب الحدیث	ابو الحسن علی بن مغیرۃ البغدادی المعروف باثرم	۲۳۰
۱۵۴۔	غمز عیون البصائر	احمد بن محمد الحموی المکّی	۱۰۹۸
۱۵۵۔	غنیۃ ذوالاحکام	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵۶۔	غنیۃ المستملی	محمد ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶

ف

۱۵۷۔	فتح الباری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۱۵۸۔	فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد بابن الہمام	۸۶۱
۱۵۹۔	فتاوٰی النسفی	امام نجم الدین النسفی	۵۳۷
۱۶۰۔	فتاوٰی بزازیۃ	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۱۶۱۔	فتاوٰی حجّہ		
۱۶۲۔	فتاوٰی خیریۃ	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرملی	۱۰۸۱
۱۶۳۔	فتاوٰی سراجیۃ	سراج الدین علی بن عثمان الاوشی	۵۷۵
۱۶۴۔	فتاوٰی عطاء بن حمزہ	عطاء بن حمزہ السغدی	
۱۶۵۔	فتاوٰی غیاثیہ	داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	
۱۶۶۔	فتاوٰی قاضی خان	حسن بن منصور قاضی خان	۵۹۲
۱۶۷۔	فتاوٰی ہندیہ	جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر	
۱۶۸۔	فتاوٰی ظہیریۃ	ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد	۶۱۹
۱۶۹۔	فتاوٰی الولوالجیہ	عبدالرشید بن ابی حنیفۃ الولوالجی	۵۴۰
۱۷۰۔	فتاوٰی الکبرٰی	امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبدالعزیز	۵۳۶
۱۷۱۔	فقہ الاکبر	الامام الاعظم ابی حنیفۃ نعمان بن ثابت الکوفی	۱۵۰
۱۷۲۔	فتح المعین	سید محمد ابی السعود الحنفی	

۱۷۳۔	فتح المعین شرح قرۃ العین	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۹۲۸
۱۷۴۔	الفتوحات المکّیة	محی الدین محمد بن علی ابن عربی	۶۳۸
۱۷۵۔	فواتح الرحموت	عبدالعلی محمد بن نظام الدین الکندی	۱۲۲۵
۱۷۶۔	الفوائد	تمام بن محمد بن عبداللہ البجلی	۴۱۴
۱۷۷۔	فوائد المخصِّصة	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۷۸۔	فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	عبدالرؤف المناوی	۱۰۳۱
۱۷۹۔	فوائد سمویة	اسمٰعیل بن عبداللہ الملقّب بسمویة	۲۶۷

ق

۱۸۰۔	القاموس	محمد بن یعقوب الفیروزآبادی	۸۱۷
۱۸۱۔	قرۃ العین	علامہ زین الدین بن علی الملیباری	۹۲۸
۱۸۲۔	القنیة	نجم الدین مختار بن محمد الزاہدی	۶۵۸
۱۸۳۔	القرآن		

ک

۱۸۴۔	الکافی فی الفروع	حاکم شہید محمد بن محمد	۳۳۴
۱۸۵۔	الکامل لابن عدی	ابواحمد عبداللہ بن عدی	۳۶۵
۱۸۶۔	الکبریت الاحمر	سید عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۱۸۷۔	کتاب الآثار	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۸۸۔	کتاب الآثار	امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	۱۸۲
۱۸۹۔	کتاب الالمام فی آداب دخول الحمام	ابوالمحاسن محمد بن علی	
۱۹۰۔	کتاب السواک	ابونعیم احمد بن عبداللہ	۴۳۰
۱۹۱۔	کتاب الہدیة لابن عماد	عبدالرحمٰن بن محمد عماد الدین بن محمد العمادی	۱۰۵۰
۱۹۲۔	کتاب الطہور	لابی عبید	
۱۹۳۔	کتاب العلل علی ابواب الفقہ	ابو محمد عبدالرحمٰن ابن ابی حاتم محمد الرازی	۳۲۷
۱۹۴۔	کتاب الاصل	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۹۵۔	کتاب الوسوسة	ابوبکر بن ابی داؤد	

۱۹۶۔	کشف الاسرار	علاء الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۱۹۷۔	کشف الرمز	علامۃ المقدسی	
۱۹۸۔	کشف الاستار عن زوائد البزار	امین الدین عبدالوہاب بن وہبان الدمشقی	۷۶۸
۱۹۹۔	کنز العمال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین	۹۷۵
۲۰۰۔	الکفایۃ	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی تقریباً	۸۰۰
۲۰۱۔	کف الرعاع	شہاب الدین احمد بن حجر المکّی	۹۷۳
۲۰۲۔	کنز الدقائق	عبداللہ بن احمد بن محمود	۷۱۰
۲۰۳۔	الکنی للحاکم	ابو عبداللہ الحاکم	۴۰۵
۲۰۴۔	الکواکب الدراری	شمس الدین محمد بن یوسف الشافعی الکرمانی	۷۸۶
۲۰۵۔	کتاب الجرح والتعدیل	محمد بن حبان التمیمی	۳۵۴
۲۰۶۔	کتاب المغازی	یحیٰی بن سعید القطان	۱۹۸
۲۰۷۔	کتاب الصمت	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱
۲۰۸۔	کتاب الزہد	عبداللہ بن مبارک	۱۸۰
۲۰۹۔	الکشاف عن حقائق التنزیل	جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری	۵۳۸

ل

۲۱۰۔	لمعات التنقیح	علامہ شیخ عبدالحق المحدّث الدہلوی	۱۰۵۲
۲۱۱۔	لقط المرجان فی اخبار الجان	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن محمد السیوطی	۹۱۱

م

۲۱۲۔	مبارق الازہار	الشیخ عبداللطیف بن عبدالعزیز ابن الملک	۸۰۱
۲۱۳۔	مبسوط خواہرزادہ	بکر خواہر زادہ محمد بن حسن البخاری الحنفی	۴۸۳
۲۱۴۔	مبسوط السرخسی	شمس الائمۃ محمد بن احمد السرخسی	۴۸۳
۲۱۵۔	مجری الانہر شرح ملتقی الابحر	نور الدین علی الباقانی	تقریباً ۹۹۵
۲۱۶۔	مجمع بحار الانوار	محمد طاہر الصدیقی	۹۸۱
۲۱۷۔	مجموع النوازل	احمد بن موسٰی بن عیسٰی	۵۵۰
۲۱۸۔	مجمع الانہر	الشیخ عبداللہ بن محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸

۲۱۹۔	المحیط البرہانی	امام برہان الدین محمود بن تاج الدین	۶۱۶
۲۲۰۔	المحیط الرضوی	رضی الدین محمد بن محمد السرخسی	۶۷۱
۲۲۱۔	مختارات النوازل	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۲۲۲۔	مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر عبدالقادر الرازی	۶۶۰
۲۲۳۔	المختارۃ فی الحدیث	ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد	۶۴۳
۲۲۴۔	المختصر	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۲۵۔	مدخل الشرع الشریف	ابن الحاج ابی عبداللہ محمد بن محمد العبدری	۷۳۷
۲۲۶۔	مراقی الفلاح بامداد الفتاح شرح نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۲۲۷۔	مرقات شرح مشکوٰۃ	علی بن سلطان ملّا علی قاری	۱۰۱۴
۲۲۸۔	مرقات الصعود	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۲۹۔	مستخلص الحقائق	ابراہیم بن محمد الحنفی	
۲۳۰۔	المستدرک للحاکم	ابوعبداللہ الحاکم	۴۰۵
۲۳۱۔	المستصفی	حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۳۲۔	مسلم الثبوت	محب اللہ البہاری	۱۱۱۹
۲۳۳۔	مسند ابی داؤد	سلیمان بن داؤد الطیالسی	۲۰۴
۲۳۴۔	مسند ابی یعلٰی	احمد بن علی الموصلی	۳۰۷
۲۳۵۔	مسند اسحٰق ابن راہویۃ	حافظ اسحٰق ابن راہویۃ	۲۳۸
۲۳۶۔	مسند الامام احمد بن حنبل	امام احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱
۲۳۷۔	مسند البزار	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار	۲۹۲
۲۳۸۔	مسند عبد بن حمید	ابومحمد عبد بن محمد حمید الکشی	۲۹۴
۲۳۹۔	مسند الفردوس	شہردار بن شیرویہ الدیلمی	۵۵۸
۲۴۰۔	مصباح المنیر	احمد بن محمد بن علی	۷۷۰
۲۴۱۔	المصفّٰی	حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۴۲۔	مصنّف ابن ابی شیبۃ	ابوبکر عبداللہ بن محمد احمد النسفی	۲۳۵
۲۴۳۔	مصنّف عبدالرزاق	ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی	۲۱۱
۲۴۴۔	مصباح الدجٰی	امام حسن بن محمد الصغانی الہندی	۶۵۰

۲۴۵۔	معرفة الصحابة	ابو نعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی	۴۳۰
۲۴۶۔	المعجم الاوسط	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۷۔	المعجم الصغیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۸۔	المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۹۔	معراج الدرایة	قوام الدین محمد بن محمد البخاری	۷۴۹
۲۵۰۔	مشکوٰة المصابیح	شیخ ولی الدین العراقی	۷۴۲
۲۵۱۔	المغنی فی الاصول	شیخ عمر بن محمد الخبازی الحنفی	۶۹۱
۲۵۲۔	المغرب	ابو الفتح ناصر بن عبدالسید المطرزی	۶۱۰
۲۵۳۔	مختصر القدوری	ابو الحسین احمد بن محمد القدوری الحنفی	۴۲۸
۲۵۴۔	مفاتیح الجنان	یعقوب بن سیدی علی	۹۳۱
۲۵۵۔	المفردات للامام راغب	حسین بن محمد بن مفضّل الاصفہانی	۵۰۲
۲۵۶۔	المقدمة العشماویة	ابو العباس عبدالباری العشماوی المالکی	
۲۵۷۔	الملتقط (فی فتاوٰی ناصری)	ناصر الدین محمد بن یوسف الحسینی	۵۵۶
۲۵۸۔	مجمع الزوائد	نور الدین علی بن ابی بکر الہیتمی	۸۰۷
۲۵۹۔	مناقب الکردری	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۲۶۰۔	المنتقٰی (فی الحدیث)	عبداللہ بن علی ابن جارود	۳۰۷
۲۶۱۔	المنتقٰی فی فروع الحنیفه	الحاکم الشہیر محمد بن محمد بن احمد	۳۳۴
۲۶۲۔	منحة الخالق	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۲۶۳۔	منح الغفار	محمد بن عبداللہ التمرتاشی	۱۰۰۴
۲۶۴۔	ملتقی الابحر	امام ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
۲۶۵۔	منہاج	شیخ ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۲۶۶۔	مجمع البحرین	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب الحنفی	۶۹۴
۲۶۷۔	المبتغٰی	شیخ عیسٰی بن محمد ابن ایناج الحنفی	
۲۶۸۔	المبسوط	عبدالعزی بن احمد الحلوانی	۴۵۶
۲۶۹۔	مسند فی الحدیث	الحافظ ابو الفتح نصر بن ابراہیم الہروی	۵۱۰

۲۷۰۔	المسند الکبیر	یعقوب بن شیبۃ السدوسی	۲۶۲
۲۷۱۔	منیۃ المصلی	سدید الدین محمد بن محمد الکاشغری	۷۰۵
۲۷۲۔	موطاامام مالک	امام مالک بن انس المدنی	۱۷۹
۲۷۳۔	موارد الظمأن	نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۲۷۴۔	مشکلات	احمد بن مظفر الرازی	۶۴۲
۲۷۵۔	مہذب	ابی اسحٰق ابن محمد الشافعی	۴۷۶
۲۷۶۔	میزان الشریعۃ الکبرٰی	عبد الوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۷۷۔	میزان الاعتدال	محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۲۷۸۔	المستخرج علی الصحیح البخاری	احمد بن موسٰی ابن مردویۃ	۴۱۰
۲۷۹۔	مکارم اخلاق	محمد بن جعفر الخرائطی	۳۲۷

ن

۲۸۰۔	النقایۃ مختصر الوقایۃ	عبد اللہ بن مسعود	۷۴۵
۲۸۱۔	نصب الرایۃ	ابو محمد عبد اللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی	۷۶۲
۲۸۲۔	نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۲۸۳۔	النہایۃ	حسام الدین حسین بن علی السغناقی	۷۱۱
۲۸۴۔	النہایۃ لابن اثیر	مجد الدین مبارک بن محمد الجزری ابن اثیر	۶۰۶
۲۸۵۔	النہر الفائق	عمر بن نجیم المصری	۱۰۰۵
۲۸۶۔	نوادر فی الفقہ	ہشام بن عبید اللہ المازنی الحنفی	۲۰۱
۲۸۷۔	نور العین	محمد بن احمد المعروف بنشانجی زادہ	۱۰۳۱
۲۸۸۔	النوازل فی الفروع	ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۶
۲۸۹۔	نوادر الاصول فی معرفۃ اخبار الرسول	ابو عبد اللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی	۲۵۵

و

۲۹۰۔	الوافی فی الفروع	عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۹۱۔	الوجیز فی الفروع	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۹۲۔	الوقایۃ	محمود بن صدر الشریعۃ	۶۷۳
۲۹۳۔	الوسیط فی الفروع	ابی حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵

ھ

۲۹۴۔	الھدایۃ فی شرح البدایۃ	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳

ی

۲۹۵۔	الیواقیت والجواہر	سیّد عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۹۶۔	ینابیع فی معرفۃ الاصول	ابی عبداللہ محمد ابن رمضان الرومی	۷۶۹